

فضائل اعمال

تصنیف

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

○ حکایات صحابہؓ فضائل نماز

○ فضائل تسبیح فضائل رمضان

○ فضائل ذکر فضائل قرآن

مسلمانوں کی موجودہ پستی کا علاج از مولانا احتشام الدین کاندھلوی

ناشر

یوسف سائنز بک سیلرز واسٹیشنرز

13- نیو اردو بازار کراچی فون 214453

فضائل اعمال

تصنیف

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

- حکایات صحابہؓ
- فضائل نماز
- فضائل تسبیح
- فضائل رمضان
- فضائل ذکر
- فضائل قرآن

مسلمانوں کی موجودہ پستی کا علاج از مولانا احتشام الحسن کاندھلوی

ناشر

یوسف سائنز بک سیلرز واسٹیشنرز

13- نیو اردو بازار کراچی، فون 214453

اَفَلَمْ تَكُنْ فِيْ قِصَصِهِمْ عِبْرَةً لِّأُولِيْ الْأَلْبَابِ
 بیشک ان کے قصے میں بڑی
 عبرت ہے سمجھداروں کے لئے

حکایات صحابہ

یعنی
 سچی کہانیاں

جس میں صحابی مردوں، عورتوں اور بچوں کے زہد و تقویٰ، فقر
 و عبادت، علمی مشاغل، ایثار و ہمدردی اور بے مثال جرأت و
 بہادری کے حیرت انگیز اور ایمان افروز واقعات کا بیان ہے

تالیف

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب دہلوی

ناشر:- یوسف سنز

ناشران، تاجران کتب و اسٹیشنرز

13۔ نیو آردو بازار۔ کراچی۔ فون 214453

مولانا محمد رفیع الدین صاحب

نام و نسب | شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ بن حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب بن مولانا محمد اسماعیل صاحب۔

پیدائش | آپ ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ جمعرات کی رات کو کاندھلہ ضلع مظفرنگر (یوپی) میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت | اس دور کے اکثر فقیر و شریف گھرانوں کا یہ دستور تھا کہ بچہ کو چار پانچ سال کی عمر میں مکتب پڑھنے کیلئے بھیجے لگتے بسم اللہ شروع کر دیا جاتا، مگر شیخ کے والد ماجد مولانا محمد یحییٰ صاحب بچے کی تعلیم کے سلسلے میں دہلی زمانہ کے خلاف نیا طریق تھا، بقول حضرت شیخ بسم اللہ تو کجا دودھ بھی نہیں پیتا تھا کہ مجھے قرآن پاک کا راج پارہ حفظ یاد کرادیا گیا تھا اور سات سال کی عمر میں مکمل قرآن مجید حفظ ہو چکا تھا مگر دستور کے مطابق بسم اللہ خوانی اور ضابطہ میں مکتب میں داخل نہیں ہوا تھا فرماتے ہیں میرا قداٹھان کا اچھا تھا جس کی وجہ اس عمر تک باضابطہ تعلیم شروع نہ کرنے پر سب کو تعجب تھا۔ ایک روز دادی نے عاجز آکر میرے والد صاحب سے کہہ دیا کہ بچے اولاد کی محبت میں اندھے نہیں بنا کرتے یہ اتنا بڑا بیل پھر رہا ہے اس سے جوتے گھٹوا بیگا یا گدھے چروائے گا۔ آخر وہ روز سعید بھی آپہونچا کہ شیخ کی باضابطہ بسم اللہ خوانی ہوئی اور ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب مظفرنگری کے (جو گنگوہ خانقاہ رشیدی میں مقیم تھے) پروردگار دیئے گئے قاعدہ بغدادی ختم کیا اور قرآن مجید شروع کرادیا گیا۔ گنگوہ کے قیام کے زمانے میں شیخ نے ابتدائی تعلیم اردو و فارسی وغیرہ کی تکمیل کر لی۔ بعد ازاں سہارنپور آکر عربی تعلیم کا آغاز ہوا اور اپنے چچا مولانا محمد الیاس صاحب رحمانی جامعہ تبلیغ سے پریمی اور معقولات کی کتابیں مولانا عبد اللطیف صاحب باغیچہ مظاہر العلوم اور مولانا عبد الوحید صاحب شہل مدرس مدرسہ مذکور سے پڑھیں اور ان کی کتابیں محدث جلیل مرنی عظیم قدوة السالکین حضرت سہارنپوری (مولانا عظیم الدین) حالات مصنف

اور امین علوم گنگوہی مولانا محمد یحییٰ صاحب سے پڑھیں۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب کو اولاد کی تعلیم سے زیادہ تربیت کا خیال تھا۔ چنانچہ پڑھائی کے مقابلہ اس بات کی زیادہ بگڑانی ہوئی تھی کہ بچہ کسی ہم جماعت سے زیادہ بے تکلف نہ ہو جو انوں میں میل جول اور اختلاط نہ بڑھنے پائے۔ یہاں تک کہ اگر کسی کو خصوصیت سے سلام کرتے ہوئے یا مسلسل کئی نمازوں میں کسی ایک شخص کی برابر کھڑے ہوتے ہوئے دیکھ لیا تو جواب طلب ہو جاتا شدید تنبیہ ہوتی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اختلاط بے جا سے احتراز لغویات و منکرات سے نفرت شیخ کی طبیعت ثانیہ بن گئی۔

حدیث کا آغاز اقسام ازل نے جس بلند وارف منتخب مجتہد علم کیلئے شیخ کو پیدا فرمایا اور جس وسیع علم سے وابستگی تا قیامت قضا و قدر میں لکھی جا چکی تھی۔ اس مبارک و مسعود علم کا وقت موعود آیا تو والد صاحب نے پہلے غسل فرمایا اور پھر مشکوٰۃ شریف شروع کرائی کتاب کا خطبہ پڑھایا اور روبرو قبلہ ہو کر بارگاہ رب العزت سے دیر تک مناجات کرتے رہے معلوم نہیں باپ نے اپنے ہونہار بچے کیلئے کیا کیا دعائیں مانگیں مگر حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ فرماتے تھے میں صرف یہی دعا کرتا رہا۔ بار اللہ حدیث کا سلسلہ دیر میں شروع ہوا ہے اب اس سے تاحیات وابستہ فرما دے کبھی حدیث کا دامن نہ چھوٹے۔ ”مجیب الدعوات کی بارگاہ سے طالب صادق کو خالی ہاتھ نہیں لوٹایا جاتا۔ حضرت شیخ کی یہ دعا قبول ہوئی اور اس کی قبولیت کے آثار آج دنیا بھر کو شاہد ہیں۔ عیاں راجحہ بیاں۔

تدریس مدارس عربیہ کے علوم مروجہ کی تکمیل کے بعد حضرت شیخ رحمہ اللہ کو مدرسہ مظاہر العلوم میں مدرس مقرر کر دیا گیا اور پہلے ہی سال وہ اسباق حضرت شیخ کے سپرد کئے گئے جو مدارس کے قانون و رواج کے مطابق کسی مدرس کو چار پانچ سال بعد دیئے جاتے ہیں اور ابھی تدریس کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ارباب مدرسہ نے ان کی غیر معمولی ذہانت، محنت، کثرت مطالعہ اور افہام و تفہیم کے مجتہدانہ طرز سے متاثر ہو کر حدیث شریف کی پہلی کتاب مشکوٰۃ شریف کا درس حضرت کے سپرد کر دیا گیا جو معاصرین کو انگشت نمائی ملا مگر شیخ کی محنت اور طلباء کے اطمینان کو دیکھ کر سبھی خاموش رہے کوئی بھی کچھ نہ بول سکا۔

احازرت حضرت سہارنپوری جب مدینہ طیبہ مستقل قیام کے ارادے سے

تشریف لے گئے تو احباب سے یہی فرمایا کرتے کہ بقیع میں اسودہ خاک ہونے آیا ہوں۔ اس سفر میں حضرت شیخ خادم سفر تھے اہل مدینہ کی یہی خواہش تھی کہ شیخ مستقل طور پر مدینہ منورہ میں قیام کر لیں مگر ہندوستان میں رشد و ہدایت کے سلسلہ کو جاری رکھنے کے لئے محدث جلیل نے یہی مناسب خیال فرمایا کہ شیخ ہندوستان واپس چلے جائیں جب رخصت کا وقت قریب آیا تو چاروں سلسلوں میں اجازت بیعت عطا فرمائی اور بانی مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ طیبہ مولانا سید احمد کو اپنا عمامہ اتار کر دیا اور فرمایا اسے شیخ سر باندھیں جب عمامہ سر پر باندھا گیا تو شیخ پر ایسی رقت طاری ہو گئی کہ بیساختہ چنچیں نکل گئیں جس سے تمام حاضرین آبدیدہ ہو گئے۔ پھر محدث سہارنپور نے ارباب مدرسہ کے نام ایک تحریر لکھی اور شیخ کو شیخ الحدیث کے مبارک خطاب سے سرفراز فرمایا جسکی قبولیت کا حال یہ ہے کہ لوگ آج اصل نام کے بجائے اس خطاب سے زیادہ پہچانتے ہیں۔

تالیفات و تصنیفات | درس و تدریس کے علاوہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی شیخ کی زندگی کا انتہائی محبوب مشغلہ رہا۔ آپکی تالیفات کو شرح و بسط سے تعارف کرادینا تو اس مختصر میں ممکن نہیں البتہ بطور تعارف یہاں چند کتابوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

اوجز المسالک، موطا امام مالک کی بسیط و جامع شرح۔ جسکے بارے میں علماء مالکیہ کا قول ہے کہ اپنے مسلک کے بہت سے جزئیات تو ہم کو بھی معلوم نہیں جسکا تذکرہ اوجز میں ہے۔ **لامع الدر اوی**، بخاری شریف کی عربی شرح۔ جو کتب درمی، جامع ترمذی سے متعلق علوم گنگوہی کی تشریح۔ خصائل نبوی، شامل ترمذی کی واضح اور نہایت سہل زبان میں شرح کے علاوہ آپ بیتی۔ اسلامی سیاست، فضائل نماز، فضائل تبلیغ، فضائل حج، فضائل صدقات، فضائل قرآن، حکایات صحابہ۔ جو جماعت تبلیغ کے نصاب میں داخل ہو چکی ہیں۔ یہ تو وہ کتابیں ہیں جسکو خود شیخ رحمہ اللہ نے تالیف فرمایا۔ انکے علاوہ دوسرے حضرات نے جو حضرت شیخ الحدیث کے علوم کو قلمبند کیا، اسکی فہرست بھی خاصی طویل ہے نمونہ مشے از جو۔ تقریر بخاری، مکتوبات علمیہ، مکتوبات تصوف اکابر کے خطوط وغیرہ بہت سی کتابیں آپکی ہیں اور بہت کچھ زیر طبع ہیں۔

اللہم زدہ فرد۔

تبلیغی تحریک

مختصر تاریخ



یہ دینی تحریک جسکا دائرہ اب دنیا کے تقریباً اکثر ملکوں تک پہنچ گیا ہے اور لاکھوں انسانوں کو اسکے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے شوق عمل اور روزہ نماز کی پابندی کی توفیق بخشی ہے۔ اسکا آغاز کسی باقاعدہ تحریک کے طور پر نہیں ہوا تھا بلکہ اس کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے والد مولانا محمد اسماعیل صاحب نے بستی حضرت نظام الدین کی ایک چھوٹی سی مسجد شگلے والی میں ایک مکتب شروع کیا جس میں چند میواتی لڑکے پڑھتے تھے۔ ان لڑکوں کے ذریعہ بہت سے میواتی بھی حضرت مولانا سے قریب ہوئے اور عقیدہ تہندی کا تعلق قائم ہو گیا۔ مولانا اسماعیل صاحب کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد صاحب سے میواتیوں کا وہی تعلق رہا۔ ان کے بعد مولانا محمد الیاس صاحب نے اسی تعلق کے ذریعہ چاہا کہ میوات میں دینی مدارس قائم کئے جائیں تاکہ پوری قوم میں دینی شعور پیدا ہو۔ چنانچہ کچھ ہی دن کی مسلسل جدوجہد کے بعد کئی سو مکتب میوات میں قائم ہو گئے۔ لیکن تجربہ سے مولانا نے محسوس کیا کہ عمومی اصلاح اور معاشرے کی عام تبدیلی کے لئے یہ سلسلہ کافی نہیں۔ چنانچہ ۱۳۲۵ھ میں آپ نے گشتوں کا سلسلہ شروع کیا اور دین کی موٹی موٹی باتیں میواتیوں کو بتانا شروع کیں لیکن پھر اس خیال سے کہ اپنے گھر کے کام دھندول میں رہتے ہوئے ان چیزوں کے سیکھنے کی طرف پوری توجہ نہیں دی جاسکتی۔ انکو گھر سے کچھ وقت کے لئے باہر نکلنے کی ترغیب دی اور میوات کے لوگوں کو میسر ٹھ، مظفر نگر کے قصبات میں بھیجنا شروع کیا تاکہ وہاں جا کر سیکھا ہو اسبق یاد بھی کریں اور وہاں کا دینی ماحول دیکھ کر اور بھی بہت کچھ سیکھ سکیں۔ اس طرح جماعتوں کے باہر نکلنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مولانا کی تمنا تھی کہ ہندوستان میں کام ذرا جم جائے تو اسکو عربوں میں شروع کیا جائے، چنانچہ ۱۳۵۶ھ (۱۹۳۸ء) میں مولانا احتشام الحسن صاحب اور چند ساتھیوں کو لیکر حج کا سفر کیا اور وہاں سلطان سے ملاقات کی۔ مولانا احتشام الحسن صاحب

نے اسکا طریقہ کار قلمبند کر کے وہاں کے شیخ الاسلام کو بھی پیش کیا اور بھی متعدد اہم لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔ وہاں سے واپسی پر مولانا نے کام کی رفتار اور تیز کردی اور اس خوامی کام میں علماء کے لگنے کی شدید ضرورت محسوس کی اور مولانا کی کوشش پر متعدد علماء شروع شروع میں لگے بھی۔ مولانا کی حیات میں ہندوستان کے کچھ حصوں میں کام پھیلا۔ صفر ۱۳۲۵ھ (فروری ۱۹۰۳ء) میں پہلی جماعت کراچی ہوئی ہونی سندھ پھنچی۔ حضرت مولانا الیاسؒ کا ۲۱ رجب ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۳ جولائی ۱۹۰۴ء کو انتقال ہو گیا اور یہ ذمہ داری انکے لائق فرزند مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی طرف منتقل ہوئی، انکے عہد میں کام بہت تیزی سے دور دور پھیل گیا۔ انکی جدوجہد اور قربانیاں اس اقم الحروف نے ایک عرصہ تک ساتھ رہ کر بہت قریب سے دیکھی ہیں جنکی مثال ملنی مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ساقی بھی بڑے اچھے دیئے۔ مولانا عبد الملک صاحب مراد آبادی، فضل عظیم صاحب مراد آبادی، مولانا محمد رحمت اللہ صاحب میرٹھی، مولانا عاشق الہی صاحب بلند شہری، مولانا عبد الحق صاحب مدنی، شیخ الحدیث مدرسہ شاہی مراد آباد، منشی بشیر احمد صاحب فوج، صوفی افتخار احمد صاحب فریدی، مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی، مولانا غلام رسول صاحب مالیکانوی، مولانا ضیاء الدین صاحب علیگڑھی، مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری، میا نجی عبد اللہ صاحب بھپاؤلی، بابو ارشد صاحب اور بہت سے بڑے باصلاحیت اور مخلص ساقی ملے۔ مولانا یوسف صاحبؒ کی وفات ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۲ اپریل ۱۹۶۵ء کو بمقام لاہور میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ انکی قبر کو نور سے بھرے، آمین۔ مولانا مرحوم کے بعد ان کے دیرینہ رفیق حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب دامت مدہم داماد حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ العالی کے کاندھوں پر یہ ذمہ داری رکھی گئی ہے اور وہ بحسن و خوبی اس کو انجام دے رہے ہیں۔ اور مخلصین اپنے اخلاص اور حسن نیت کی وجہ سے اب بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں، اور بحمد اللہ مولانا موصوف بھی اپنے بزرگوں کے طور و طریق کو پوری طرح اپناتے ہوئے ان تبلیغی ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی انجام دیر رہے ہیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے آج یہ کام حضرت مولانا موصوف کی سرپرستی اور تبلیغی حضرات کی حسن کارکردگی کی وجہ سے پوری دنیا میں پھیل چکا ہے، اللہم زد فزد۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ خداوند کریم اس تبلیغی سلسلہ کو جاری و ساری رکھے اور جماعت کی رہبری کے لئے حضرت موصوف کا سایہ، ہمارے سروں پر تادیر قائم رہے۔ آمین ثم آمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست مضامین حکایات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۵	۶ اندھیرا چھا جانے کے وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نصیحت	۶	تمہید
۲۵	۸ سورج گرہن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ غسل	۸	پہلا باب :- دین کی خاطر سختیوں کا برداشت کرنے اور تکالیف و مشقت کا جھیلنا
۲۶	۸ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رات بھر روتے رہنا	۸	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف کے سفر کا قصہ
۲۶	۱۰ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا در حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خوفِ الہی	۱۰	قصہ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا صلح حدیبیہ اور ابو جندبہ
۲۷	۱۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی نصیحت شبوک کے سفر میں قومِ ثمود کی بستی پر گذر	۱۱	اور ابو بصیر کا قصہ
۲۸	۱۳ شبوک میں حضرت کعبہ کی غیر حاضری اور توبہ صحابہ کے ہنسنے پر حضور صلی اللہ	۱۳	حضرت بلال کا اسلام اور مصائب
۳۷	۱۴ علیہ السلام کی تنبیہ اور قبر کی یاد دہانی	۱۴	حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا اسلام
۳۷	۱۸ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو اپنے متعلق نفاق کا در تکمیل :- اللہ کے خوف کے متفرق احوال	۱۴	حضرت خباب بن الارت کی تکلیفیں
۳۹	۲۰ تیسرا باب :- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زہد اور فقر کے بیان میں	۱۵	حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور ان کے والدین کا ذکر
۴۱	۲۳ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہاڑوں کو سونا بنانا دینے سے انکار	۱۷	حضرت صہیب کا اسلام
۴۲		۱۸	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ
		۲۰	مسلمانوں کی حبشہ کی ہجرت اور شعب بن ابی طالب میں قید ہونا
		۲۳	دوسرا باب :- اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کا خوف اور در
		۲۴	اندھی کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۶	{ حلال مال کھانے کی ترغیب اور حرام مال سے بچنے کی تاکید	۳۲	{ حضرت عمرؓ کے وسعت طلب کرنے پر تبیہ اور حضورؐ کے گذر کی حالت
۵۶	{ حضرت عمرؓ کی انتہائی احتیاط	۳۳	{ حضرت ابوہریرہؓ کی بھوک کا حال
۵۷	{ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا حجاج کے حاکم کو حاکم نہ رکھنا	۳۴	{ حضرت ابو بکرؓ کا بیت المال سے وظیفہ
۵۷	{ پانچواں باب :- نماز کا شغف اور شوق اور اس میں خشوع و خضوع	۳۵	{ حضرت عمرؓ کا بیت المال سے وظیفہ
۵۸	{ اللہ تعالیٰ کا ارشاد نوافل والے کے حق میں حضورؐ کا تمام رات نماز پڑھنا	۳۷	{ حضرت بلالؓ کا حضورؐ کیلئے ایک مشرک سے قرض
۵۸	{ حضورؐ کا چار رکعت میں چھ پارے پڑھنا	۳۹	{ حضرت ابوہریرہؓ کا بھوک میں مسئلہ دریافت کرنا
۵۹	{ حضرت ابو بکرؓ و حضرت ابن زبیرؓ و حضرت علیؓ وغیرہ کی نمازوں کے حالات	۵۰	{ شرف نبوی شرافت کی اللہ کے یہاں کوئی وقعت نہیں
۶۰	{ ایک مہاجر اور ایک انصاری کی چوکیداری اور مہاجر کا نماز میں تیر کھانا	۵۱	{ حضورؐ سے محبت کر نیوالے پر فقر کی دوڑ
۶۱	{ حضرت ابو طلحہؓ کا نماز میں خیال آجانے سے باغ وقف کرنا	۵۱	{ شریہ العنبر میں فقر کی حالت
۶۲	{ حضرت ابن عباسؓ کا نماز کی وجہ سے آنکھ نہ بنوانا	۵۲	{ چوتھا باب :- صحابہ کرامؓ کے تقویٰ کے بیان میں
۶۳	{ صحابہؓ کا نماز کے وقت فوراً دکانیں بند کرنا	۵۲	{ حضورؐ کی ایک جنازہ سے واپسی اور ایک عورت کی دعوت
۶۳	{ حضرت خبیثؓ کا قتل کے وقت نماز پڑھنا اور زیدؓ و عاصمؓ کا قتل	۵۳	{ حضورؐ کا صدقہ کی کھجور کے خورق تمام رات جاگنا
۶۴	{ حضورؐ کی جنت میں معیت کیلئے نماز کی مدد	۵۳	{ حضرت ابو بکرؓ کا ایک کاہن کے کھانے سے قے کرنا
۶۸	{ چھٹا باب :- ایشار و ہمدردی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا	۵۴	{ حضرت عمرؓ کی صدقہ کے دودھ سے قے
۶۸	{ صحابیؓ کا مہمان کی خاطر چراغ بجھا دینا	۵۴	{ حضرت ابو بکرؓ کا احتیاطاً باغ وقف کرنا
		۵۵	{ حضرت علی بن محمدؓ کا کرایہ کے مکان سے تحریر کو خشک کرنا
		۵۵	{ حضرت علیؓ کا ایک قبر پر گذر

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۸۸	سعید بن جبیرؓ اور حجاج کی گفتگو	۶۸	روزہ دار کیلئے چراغ بجھا دینا
۹۱	انہواں باب :- علمی ولولہ اور اسکا انہماک	۶۹	ایک صحابیؓ کا زکوٰۃ میں اونٹ دینا
۹۲	فتویٰ کا کام کرنے والی جماعت کی فہرست	۷۰	حضرات شیخینؓ کا صدقہ میں مقابلہ
۹۳	حضرت ابو بکرؓ کا مجموعہ احادیث کو جلا دینا	۷۰	صحابہؓ کا دوسروں کی وجہ سے پیاسے مرنا
۹۴	حضرت مصعب بن عمیرؓ کی تعلیم و تدریس	۷۱	حضرت حسنہؓ کا کفن
۹۴	حضرت ابی بن کعبؓ کی تعلیم	۷۲	بکرے کی سری کا گھوم پھر کر لوٹ آنا
۹۶	حضرت حذیفہؓ کا فتویٰ کے معلوم کرنا	۷۲	حضرت عمرؓ کا اپنی بیوی کو زچگی میں لیجانا
۹۷	حضرت ابو ہریرہؓ کا احادیث کو حفظ کرنا	۷۳	حضرت ابوطالبؓ کا باغ وقف کرنا
۹۸	مسئلہ کذاب کا قتل اور قرآن مجید کا جمع ہونا	۷۴	حضرت ابوذرؓ کا اپنے خادم کو تنبیہ فرمانا
۹۹	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی	۷۶	حضرت جعفرؓ اور انکے صاحبزادہ
	اعتیاد حدیث بیان کرنے میں		عبداللہؓ کی فیضانی
۱۰۰	صرف ایک حدیث کیلئے	۷۷	ساتواں باب :- بہادری،
	مدینہ منورہ و دمشق کا سفر		دلیری اور موت کا شوق
۱۰۲	حضرت ابن عباسؓ کا علمی شوق اور کوشش	۷۸	ابن جحشؓ اور ابن سعدؓ کی دعا
۱۰۳	علم کی عظمت اور اسکے آداب	۷۸	احد کی لڑائی میں حضرت علیؓ کی بہادری
۱۰۳	متفرق علمی کارنامے	۷۹	حضرت حنظلہؓ کی شہادت
۱۰۹	نواں باب :- حضورؐ کی فرمانبرداری اور	۸۰	حضرت عمرو بن جوحؓ کی تمنائے شہادت
	امثال حکم اور یہ دیکھنا کہ حضورؐ کا منشاء کیا ہے	۸۱	حضرت مصعب بن عمیرؓ کی شہادت
۱۰۹	حضرت عبداللہ بن عمروؓ	۸۲	یہ یوک کی لڑائی میں حضرت سعدؓ کا خط
	بن عامرؓ کا چادر کو جلا دینا	۸۳	حضرت وہب بن قلابؓ کی احد میں شہادت
۱۱۰	انصاریؓ کا مکان کو دھاوا دینا	۸۳	بیرعونہ کی لڑائی
۱۱۱	صحابہ کرامؓ کا سرخ چادریں اتار دینا	۸۵	حضرت عمیرؓ کا قول کہ کھجوریں
۱۱۲	حضرت وائلؓ کا ذبا کے لفظ سے بال کٹوا دینا		کھانا طویل زندگی ہے
	حضورؐ کی طرف سلام کا جواب نہ پا کر	۸۵	حضرت عمرؓ کی ہجرت
۱۱۲	حضرت ابن مسعودؓ کا بے چین ہو جانا	۸۶	غزوہ موتہ کا قصہ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۲۹	حضرت صفیہؓ کا یہودی کو تنہا قتل کر ڈالنا	۱۱۳	حضرت سہیل بن خنظلہؓ کی عادت { اور خرمیمہؓ کا بال کٹوا دینا
۱۳۰	حضرت اسماءؓ کا عورتوں کے اجر کے بارے میں سوال	۱۱۳	حضرت ابن عمرؓ کا اپنے بیٹے سے نہ بولنا
۱۳۱	حضرت ام عمارہؓ کا اسلام اور جنگ میں شرکت	۱۱۳	حضرت ابن عمرؓ سے سوال کہ نماز قصر قرآن میں نہیں
۱۳۳	حضرت ام حکیمؓ کا اسلام اور جنگ میں شرکت	۱۱۳	حضرت ابن مغفلؓ کا خدو کی وجہ سے کلام چھوڑ دینا
۱۳۳	حضرت سمیہؓ ام عمار کی شہادت	۱۱۳	حضرت حکیم بن حزامؓ کا سوال سے عہد
۱۳۳	حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادی اسماءؓ کی تنگدستی اور محنت و مشقت	۱۱۵	حضرت حذیفہؓ کا جاسوسی کیلئے جانا
۱۳۵	حضرت ابو بکرؓ کا ہجرت کے وقت تمام مال لیجانا اور حضرت اسماءؓ کا اپنے دادا کو اطمینان دلانا	۱۱۷	دسواں باب :- عورتوں کا دینی جذبہ
۱۳۶	حضرت اسماءؓ کی سخاوت	۱۱۷	تسبیحات حضرت فاطمہؓ
۱۳۷	حضورؐ کی بیٹی حضرت زینبؓ کی ہجرت اور انتقال	۱۱۸	حضرت عائشہؓ کا صدقہ
۱۳۸	حضرت ربیع بنت معوذہؓ کی غیرت دینی	۱۱۹	حضرت ابن زبیرؓ کا حضرت عائشہؓ کو مدقم سے روکنا اور حضرت عائشہؓ کا خفا ہونا
۱۳۹	معلومات :- حضورؐ کی بیبیاں اور اولاد	۱۲۰	حضرت عائشہؓ کی حالت اللہ کے خوف سے
۱۳۹	حضرت خدیجہؓ کے حالات	۱۲۱	حضرت ام سلمہؓ کے خاوند کی دعا اور ہجرت
۱۴۰	حضرت سودہؓ کے حالات	۱۲۲	حضرت ام زیادؓ کی چند عورتوں کیساتھ
۱۴۱	حضرت عائشہؓ کے حالات	۱۲۳	حبیبہؓ کی جنگ میں شرکت
۱۴۲	حضرت حفصہؓ کے حالات	۱۲۳	حضرت ام حرامؓ کی غزوہ البحر میں شرکت کی تمنا
۱۴۳	حضرت زینبؓ بنت خزيمة کے حالات	۱۲۴	حضرت ام سلیمہؓ کی لڑکے کے مرنے پر خاوند سے ہمبستری
۱۴۳	حضرت ام سلمہؓ کے حالات	۱۲۵	حضرت ام حبیبہؓ کا اپنے باپ کو بستر پر بیٹھنے دینا
۱۴۵	حضرت زینبؓ بنت جحش کے حالات	۱۲۶	حضرت زینبؓ کا افک کے معاملہ میں صفائی پیش کرنا
۱۴۵	حضرت جویریہؓ کے حالات	۱۲۸	حضرت خنساءؓ کی اپنے چار بیٹوں سمیت جنگ میں شرکت
۱۴۶	حضرت ام حبیبہؓ کے حالات		
۱۴۷	حضرت صفیہؓ کے حالات		
۱۴۸	حضرت میمونہؓ کے حالات		
۱۴۹	معلومات :- حضورؐ کی اولاد		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۶۷	حضرت ابن عباسؓ کا بچپن میں حفظِ قرآن	۱۴۹	حضرت قاسمؓ
۱۶۷	حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا حفظِ حدیث	۱۴۹	حضرت عبداللہؓ
۱۶۸	حضرت زید بن ثابتؓ کا حفظِ قرآن	۱۵۰	حضرت ابراہیمؓ
۱۶۹	حضرت امام حسنؓ کا بچپن میں علمی مشغلہ	۱۵۰	حضرت زینبؓ
۱۷۰	حضرت امام حسینؓ کا علمی مشغلہ	۱۵۱	حضرت رقیہؓ
۱۷۲	بآرہواں باب: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کے واقعات میں	۱۵۲	حضرت اُم کلثومؓ
۱۷۲	حضرت ابوبکرؓ کا اعلانِ اسلام اور تکلیف	۱۵۳	حضرت فاطمہؓ
۱۷۳	حضرت عمرؓ کا حضورؐ کے وصال پر رنج	۱۵۴	گیارہواں باب: بچوں کا دینی جذبہ
۱۷۶	ایک عورت کا حضورؐ کی خبر کیلئے بیقرار ہونا	۱۵۵	بچوں کو روزہ رکھوانا
۱۷۶	حدیث میں حضرت ابوبکرؓ اور مغیرہؓ کا فعل اور عام صحابہ کا طرزِ عمل	۱۵۵	حضرت عائشہؓ کی احادیث اور انکا علمی فوق
۱۷۹	حضرت ابن زبیرؓ کا خون پینا	۱۵۶	حضرت عمیرہؓ کا شوقِ جہاد
۱۸۰	حضرت مالک بن سنانؓ کا خون پینا	۱۵۶	حضرت عمیرہؓ کی جنگ میں چھپ کر شریک ہونے کی کوشش
۱۸۰	حضرت زید بن جابرؓ کا اپنے باپ کو انکار	۱۵۷	دو انصاری بچوں کا ابو جہل کو قتل کرنا
۱۸۲	حضرت انس بن نضرؓ کا عملِ اُحد کی لڑائی میں	۱۵۸	حضرت رافعؓ اور حضرت جندبؓ کا مقابلہ
۱۸۲	سعد بن ربیعؓ کا پیامِ اُحد میں حضورؐ کی قبر دیکھ کر	۱۵۹	حضرت زیدؓ کا حافظِ قرآن ہونے کی وجہ اعزاز
۱۸۳	ایک عورت کی موت	۱۶۰	حضرت ابوسعید خدریؓ کے بچپن میں انکے والد کی شہادت
۱۸۳	صحابہؓ کی محبت کے متفرق قصے	۱۶۰	حضرت سلمہ بن اکوعؓ کا تنہا ایک جلالتِ مقابلہ
۱۸۷	تنبیہ	۱۶۲	بدر کا مقابلہ اور برابر رہنے کا شوق
۱۸۸	خاتمہ: صحابہ کرامؓ کے ساتھ برتاؤ اور انکے اجمالی فضائل	۱۶۳	حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی کا اپنے باپ سے معاملہ
		۱۶۴	حضرت جابرؓ کی حرارِ الاسد میں شرکت
		۱۶۵	روان لڑائی میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی بہادری
		۱۶۶	حضرت عمرو بن سلمہؓ کا کفر کی حالت میں قرآن پاک یاد کرنا
		۱۶۶	حضرت ابن عباسؓ کا اپنے غلام کے پاؤں میں بیسٹری ڈالنا

شہید

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْكَ وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِيْمِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَاتَّبَاعِهِ اُنْحَاةً لِلدِّينِ الْقَوِيْمِ
 اما بعد :- اللہ کے ایک برگزیدہ بندے اور میرے مربی و محسن کا ارشاد ۳۵ھ میں ہوا
 کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے چند قصے بالخصوص کم سن صحابہ اور عورتوں کی دینداری کی کچھ
 حالت اردو میں لکھی جائے تاکہ جو لوگ قصوں کے شوقین ہیں وہ وہی تباہی جھوٹی حکایات کہنے بجائے
 اگر ان کو دیکھیں تو ان کے لئے دینی ترقی کا سبب ہو اور گھر کی عورتیں اگر راتوں میں بچوں کو جھوٹی کہانیاں
 کہے بجائے انکو سنائیں تو بچوں کے دل میں صحابہ کی محبت اور عظمت کے ساتھ دینی امور کی طرف
 رغبت پیدا ہو۔ میرے لئے اس ارشاد کی تعمیل بہت ہی ضروری تھی کہ احسانات میں ڈوبے
 ہوئے ہونے کے علاوہ اللہ والوں کی خوشنودی و دو جہان میں فلاح کا سبب ہوتی ہے۔ مگر اسکے
 باوجود اپنی کم مانگی سے یہ امید نہ ہوتی کہ میں اس خدمت کو مرضی کے موافق ادا کر سکتا ہوں۔ اسلئے
 چار برس تک بار بار اس ارشاد کو سننا رہا اور اپنی نا اہلیت سے شرمندہ ہوتا رہا کہ صفر ۳۵ھ میں
 ایک مرض کی وجہ سے چند روز کیلئے دماغی کام سے روک دیا گیا۔ تو مجھے خیال ہوا کہ ان خالی ایام کو
 اس بابرکت مشغلہ میں گزار دوں کہ اگر یہ اوراق پسند خاطر نہ ہوئے تب بھی میرے یہ خالی اوقات تو
 بہترین اور بابرکت مشغلہ میں گذر ہی جائیں گے۔

اس میں شک نہیں کہ اللہ والوں کے قصے انکے حالات یقیناً اس قابل ہیں کہ ان کی تحقیق اور
 تفتیش کی جائے اور ان سے سبق حاصل کیا جائے۔ بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی
 جماعت جس کو اللہ جل شانہ نے اپنے لاڈلے نبی اور پیارے رسول کی مصاحبت کیلئے چنا اس کی
 مستحق ہے کہ اسکا اتباع کیا جائے۔ اسکے علاوہ اللہ والوں کے ذکر سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے
 صوفیاء کے سردار حضرت جنید بغدادی کا ارشاد ہے کہ حکایتیں اللہ کے شکروں میں سے ایک شکر ہے
 جس سے مریدین کے دلوں کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ کسی نے دریافت کیا کہ اسکی کوئی دلیل بھی ہے۔
 فرمایا ہاں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے :- وَكَلَّا نَقْصُصْ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نَشِئْتُ بِهِ فُؤَادَكَ
 وَجَعَلْنَاهُ فِي هَذِهِ الْحَقِّ وَمَوْعِظَةً وَذِكْرَى لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (ترجمہ) اور پیغمبروں کے قصوں میں سے ہم
 یہ سارے قصے آپ کے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے ہم آپکے دل کو تقویت دیتے ہیں (ایک فائدہ تو یہ ہوا)

۱۔ حضرت شیخ مظاہر سے دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس حضرت مولانا شاہ عبد القادر مستار (رائے پوری) نے اللہ تعالیٰ سے مراد یہ

اور ان قصوں میں آپ کے پاس ایسا مضمون پہنچتا ہے جو خود بھی راست اور واقعی ہے اور مسلمانوں کیلئے نصیحت ہے (اور اچھے کام کرنے کی) یاد دہانی ہے۔ "ایک ضروری بات یہ بھی دل میں جا لینے کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں ہوں یا بزرگوں کے حالات اسی طرح مسائل کی کتابیں ہوں یا معتبر لوگوں کے وعظ وارشادات، یہ ایسی چیزیں نہیں ہوتیں کہ ایک مرتبہ دیکھ لینے کے بعد ہمیشہ کو ختم کر دیا جائے بلکہ اپنی حالت اور استعداد کے موافق بار بار دیکھتے رہنا چاہیئے۔ ابو سلیمان دارانی ایک بزرگ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک واعظ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ انکے وعظ نے میرے دل پر اثر کیا مگر جب وعظ ختم ہوا تو وہ اثر بھی ختم ہو گیا۔ میں دوبارہ ان کی مجلس میں حاضر ہوا۔ تو اس وعظ کا اثر فارغ ہونے کے بعد گھر کے راستہ میں بھی رہا۔ تیسری مرتبہ پھر حاضر ہوا، تو اس کا اثر گھر میں پہنچنے پر بھی رہا۔ میں نے گھر جا کر اللہ کی نافرمانی کے جو اسباب تھے سب توڑ دیئے اور اللہ کا راستہ اختیار کر لیا۔ اسی طرح دینی کتابوں کا بھی حال ہے کہ محض سرسری طور پر ایک مرتبہ ان کے پڑھ لینے سے اثر کم ہوتا ہے اسلئے کبھی کبھی پڑھتے رہنا چاہیئے۔ پڑھنے والوں کی سہولت اور مضامین کے دل نشین ہونے کے خیال سے میں نے اس رسالہ کو بارہ بابوں اور ایک خاتمہ پر تقسیم کیا ہے، دین کی خاطر سختیوں کا برداشت کرنا اور تکالیف و مشقت کا جھیلنا۔

پہلا باب

اللہ جل جلالہ وعلم نوالہ کا خوف اور ڈر۔

دوسرا باب

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے زہد اور فقر کے بیان میں۔

تیسرا باب

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تقویٰ کے بیان میں۔

چوتھا باب

نماز کا شغف اور شوق اور اس میں خشوع و خضوع۔

پانچواں باب

ایشیاء و ہمدردی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔

چھٹا باب

بہادری، دلیری اور موت کا شوق۔

ساتواں باب

علمی ولولہ اور اس کا انہماک۔

آٹھواں باب

حضور کی فرمانبرداری اور امتثال حکم اور یہ دیکھنا کہ حضور کا منشاء کیا ہے۔

نواں باب

عورتوں کا دینی جذبہ۔

دسواں باب

بچوں کا دینی جذبہ۔

گیارہواں باب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا نمونہ۔

بارہواں باب

صحابہ کے حقوق اور ان کے مختصر فضائل۔

خاتمہ

لے بیان القرآن اور حضرت شیخ کی عادت اپنی دوسری کتابوں میں یہ ہے کہ حاشیہ پر کچھ لکھتے ہیں تو اخیر میں پورا نام محمد زکریا "لکھتے دیکھتے" ہوتے ہیں "لکھتے دیکھتے" ہیں۔ اسلئے جو حاشیہ شیخ کے قلم سے ہیں ہم نے فرق کرنے کے لئے انکے اخیر میں "ز" لکھ دیا ہے۔

پہلا باب

دین کی خاطر سختیوں کا برداشت کرنا اور نکالیت و مشقت کا جھیلنا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دین کے پھیلانے میں جس قدر تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کی ہیں ان کا برداشت کرنا تو درکنار اُس کا ارادہ کرنا بھی ہم جیسے نالائقوں سے دشوار ہے۔ تاریخ کی کتابیں ان واقعات سے بھری ہوئی ہیں، مگر ان پر عمل کرنا تو علیحدہ بات ہے ہم اُن کو معلوم کرنے کی بھی تکلیف نہیں کرتے۔ اس باب میں چند قصوں کو نمونہ کے طور پر ذکر کرتے ہیں ان میں سب سے پہلے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قصہ سے ابتدا کرتا ہوں حضور کا ذکر بہت کا ذکر ہے

① حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف کے سفر کا قصہ انبوت مل جانے کے بعد نو برس تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تبلیغ فرماتے رہے اور قوم کی ہدایت اور اصلاح کی کوشش فرماتے رہے۔ لیکن مہوڑی سی جماعت کے سوا جو مسلمان ہو گئی تھی اور مہوڑے سے ایسے لوگوں کے علاوہ جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے آپ کی مدد کرتے تھے۔ اکثر کفار مکہ آپ کو آپکے صحابہ کو ہر طرح کی تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ مذاق اڑاتے تھے اور جو ہو سکتا تھا اُس سے درگزر نہ کرتے تھے۔ حضور کے چچا ابوطالب بھی ان ہی نیک دل لوگوں میں تھے جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے حضور کی ہر قسم کی مدد فرماتے تھے۔ دسویں سال میں جب ابوطالب کا بھی انتقال ہو گیا تو کافروں کو اور بھی ہر طرح کھلے مہار اسلام سے روکنے اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کا موقع ملا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس خیال سے طائف تشریف لے گئے کہ وہاں قبیلہ ثقیف کی بڑی جماعت ہے اگر وہ قبیلہ مسلمان ہو جائے تو مسلمانوں کو ان تکلیفوں سے نجات ملے اور دین کے پھیلنے کی بنیاد پڑ جائے۔ وہاں پہنچ کر قبیلہ کے تین سرداروں سے جو بڑے درجے کے سمجھے جاتے تھے گفتگو فرمائی اور اللہ کے دین کی طرف بلایا اور اللہ کے رسول کی یعنی اپنی مدد کی طرف متوجہ کیا۔ مگر ان لوگوں نے بجائے اس کے کہ دین کی بات کو قبول کرتے یا کم سے کم عرب کی مشہور مہمان نوازی کے لحاظ سے ایک نوادہ مہمان کی خاطر مدارات کرتے صاف جواب دے دیا اور نہایت بے رخی اور بد اخلاقی سے پیش آئے۔ اُن لوگوں نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ آپ یہاں قیام فرمائیں۔ جن لوگوں کو سردار سمجھے کہ بات کی تھی کہ وہ شریف ہوں گے اور مہذب گفتگو کریں گے اُن میں سے ایک شخص بولا کہ ادھو آپ ہی کو اللہ

یعنی نبوت کے دسویں سال تک نئے آنے والے۔

نے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ دوسرا بولا کہ اللہ کو تمہارے سوا کوئی اور ملتا ہی نہیں تھا جس کو رسول بنا کر بھیجتے۔ تیسرے نے کہا میں تجھ سے بات کرنا نہیں چاہتا اسلئے کہ اگر تو واقعی نبی ہے جیسا کہ دعویٰ ہے تو تیری بات سے انکار کر دینا مصیبتِ خالی نہیں۔ اور اگر جھوٹ ہے تو میں ایسے شخص سے بات کرنا نہیں چاہتا۔ اسکے بعد ان لوگوں سے ناامید ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور لوگوں سے بات کرنے کا ارادہ فرمایا۔ کہ آپ تو ہمت و استقلال کے پہاڑ تھے۔ مگر کسی نے بھی قبول نہیں کیا، بلکہ بجائے قبول کرنے کے حضور سے کہا کہ ہمارے شہر سے فوراً نکل جاؤ اور جہاں تمہاری چاہت می جگہ ہو وہاں چلے جاؤ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اُن سے بالکل مایوس ہو کر واپس ہونے لگے تو اُن لوگوں نے شہر کے رُکوں کو پیچھے لگا دیا کہ آپ کا مذاق اڑائیں، تالیاں پیٹیں، پتھر ماریں، حتیٰ کہ آپ کے دونوں جوتے خون کے جاری ہونے سے رنگین ہو گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی حالت میں واپس ہوئے۔ جب راستہ میں ان شریروں سے اطمینان ہوا تو حضور نے یہ عمامہ لیا،
اللّٰهُمَّ اَلَيْكَ اَشْكُوْ ضَعْفَ قُوَّتِيْ وَقِلَّةَ حِيلَتِيْ
وَهُوَ اِنِّيْ عَلَي النَّاسِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَنْتَ
رَبُّ الْمُسْتَضْعِفِيْنَ وَاَنْتَ رَبِّيْ اِلَى مَنْ تَكْلِفُنِيْ
اِلَى بَعِيْدٍ يَّتَجَهَّمُنِيْ اَمْ اِلَى عَدُوٍّ مَلَكَتْ اَمْرِيْ
اِنْ لَّمْ يَكُنْ بِكَ عَلَيَّ غَضَبٌ فَلَا اُبَالِيْ وَلَكِنْ
عَايِنْتُكَ هِيَ اَوْ سَمِعْتُ اَوْ عُوْذُ بِنُورِ وَجْهِكَ الَّذِيْ
اَشْرَقَتْ لَهٗ الظُّلُمَاتُ وَصَلَحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ مِنْ اَنْ يَنْزِلَ بِيْ غَضَبُكَ اَوْ يَجْعَلَ
عَلَيَّ سَخَطُكَ لَكَ الْعُتْبَةُ حَتّٰى تَرْضٰى وَلَا حَوْلَ
وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ (کذا فی سیرۃ ابن ہشام قلت
واختلفت الروایات فی اللفظ الدعاء کما
فی قرۃ العیون)

اے اللہ تجھی سے شکایت کرتا ہوں میں اپنی کمزوری اور بکسی کی اور لوگوں میں ذلت و رسوائی کی بلے ارحم الراحمین تو ہی مٹھا کارب ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے۔ تو مجھے کس کے حوالہ کرتا ہے۔ کسی اجنبی بیگانہ کے جو مجھے دیکھ کر شرش رو ہوتا ہے اور منہ چڑھاتا ہے یا کہ کسی دشمن کے جس کو تو نے مجھ پر قابو دے دیا۔ اے اللہ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں ہے۔ تیری حفاظت مجھے کافی ہے۔ میں تیرے چہرے کے اُس نور کے طفیل جس سے تمام اندھیریاں روشن ہو گئیں اور جس سے دنیا اور آخرت کے سارے کام درست ہو جاتے ہیں۔ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غصہ ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو تیری ناراضگی کا اس وقت تک دور کرنا ضروری ہے۔ جب تک تو راضی نہ ہو۔ نہ تیرے سوا کوئی طاقت ہے نہ قوت۔

مالک الملک کی شانِ تمہاری کو اس پر جوشِ سما ہی تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو سلام کیا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی وہ گفتگو جو آپ سے ہوئی سنی اور ان کے جوابات

سنے۔ اور ایک فرشتہ کو جس کے متعلق پہاڑوں کی خدمت ہے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ چاہیں اس کو حکم دیں، اسکے بعد اس فرشتہ نے سلام کیا اور عرض کیا کہ جو ارشاد ہو میں اسکی تعمیل کروں، اگر ارشاد ہو تو دونوں جانب کے پہاڑوں کو ملا دوں جس سے یہ سب درمیان میں کھل جائیں یا وہ جو سزا آپ تجویز فرمائیں۔ حضور کی رحیم و کریم ذات نے جواب دیا کہ میں اللہ سے اس کی امید رکھتا ہوں کہ اگر یہ مسلمان نہیں ہوئے تو ان کی اولاد میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو اللہ کی پرستش کریں اور اس کی عبادت کریں۔ ف:- یہ ہیں اخلاق اس کریم ذات کے جس کے ہم لوگ نام لیا ہیں کہ ہم ذرا سی تکلیف سے کس کی معمولی سی گالی دے دینے سے ایسے بھڑک جاتے ہیں کہ پھر عمر بھر اس کا بدلہ نہیں اترتا، ظلم پر ظلم اس پر کرتے رہتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں اپنے محمدی ہونے کا، نبی کے پیرو بننے کا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اتنی سخت تکلیف اور مشقت اٹھانے کے باوجود نہ بدعا فرماتے ہیں نہ کوئی بدلہ لیتے ہیں۔

❶ قصہ حضرت انس بن نضرؓ کی شہادت کا | حضرت انس بن نضرؓ ایک صحابی تھے جو بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہو سکے تھے ان کو اس چیز کا صدمہ تھا اس پر اپنے نفس کو ملامت کرتے تھے کہ اسلام کی سب سے عظیم الشان لڑائی اور تو اس میں شریک نہ ہو سکا۔ اس کی تمنا تھی کہ کوئی دوسری لڑائی ہو تو حوصلے پورے کروں، اتفاق سے احد کی لڑائی پیش آگئی جس میں یہ بڑی بہادری اور دلیری سے شریک ہوئے۔ احد کی لڑائی میں اول اول تو مسلمانوں کو فتح ہوئی مگر آخر میں ایک غلطی کی وجہ سے مسلمانوں کو شکست ہوئی، وہ غلطی یہ تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ آدمیوں کو ایک خاص جگہ مقرر فرمایا تھا کہ تم لوگ اتنے میں نہ بھڑکے اس جگہ سے نہ ہٹنا کہ وہاں سے دشمن کے حملہ کرنے کا اندیشہ تھا۔ جب مسلمانوں کو شروع میں فتح ہوئی تو کافروں کو بھاگتا ہوا دیکھ کر یہ لوگ بھی اپنی جگہ سے یہ سمجھ کر ہٹ گئے کہ اب جنگ ختم ہو چکی اسلئے بھاگتے ہوئے کافروں کا پیچھا کیا جائے اور غنیمت کا مال حاصل کیا جائے۔ اس جماعت کے سردار نے منع بھی کیا کہ حضور کی ممانعت تھی تم یہاں سے نہ ہٹو، مگر ان لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ حضور کا ارشاد صرف لڑائی کے وقت کے واسطے تھا۔ وہاں سے ہٹ کر میدان میں پہنچ گئے۔ بھاگتے ہوئے کافروں نے اُس جگہ کو خالی دیکھ کر اُس طرف سے آکر حملہ کر دیا۔ مسلمان بے فکر تھے اس اچانک بے خبری کے حملہ سے مغلوب ہو گئے اور دونوں طرف سے کافروں کے بیچ میں آ گئے جس کی وجہ سے ادھر ادھر پریشان بھاگ رہے تھے حضرت انسؓ نے دیکھا کہ سامنے سے ایک دوسرے صحابی حضرت سعد بن معاذ آ رہے ہیں۔ ان سے کہا کہ

لے جتک میں نہ پہنچوں یعنی جن لوگوں کو اپنے وہاں کھڑا کیا تھا ان کے ایراد ذمہ دار نے منع بھی کیا۔

سعد کہاں جا رہے ہو۔ خدا کی قسم جنت کی خوشبو اُحد کے پہاڑ سے آرہی ہے، یہ کہہ کر تلوار تو ہاتھ میں تھنی ہی کافروں کے ہجوم میں گھس گئے اور اتنے شہید نہیں ہو گئے واپس نہیں ہوئے۔ شہادت کے بعد ان کے بدن کو دیکھا تو چھلنی ہو گیا تھا۔ اسٹی سے زیادہ زخم تیر اور تلوار کے بدن پر تھے۔ اُن کی بہن نے انگلیوں کے پوروں سے انکو پہچانا۔ ف۔ جو لوگ اخلاص اور سچی طلب کیساتھ اللہ کے کام میں لگ جاتے ہیں ان کو دنیا ہی میں جنت کا مزہ آنے لگتا ہے۔ یہ حضرت انسؓ زندگی ہی میں جنت کی خوشبو سونگے رہے تھے۔ اگر اخلاص آدمی میں ہو جاوے تو دنیا میں بھی جنت کا مزہ آنے لگتا ہے۔ میں نے ایک معتبر شخص سے جو حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص خادم ہیں۔ حضرت کا مقولہ سنا ہے کہ ”جنت کا مزہ آرہا ہے۔“ فضائل رمضان میں اس قسط کو لکھ چکا ہوں۔

● صلح حدیبیہ اور ابو جندلؓ اور ابوبکرؓ کا قصہ | ۱۳۳ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کے ارادہ سے مکہ تشریف لے جا رہے تھے۔ کفار مکہ کو اس کی خبر ہوئی اور وہ اس خبر کو اپنی ذلت سمجھے اسلئے مزاحمت کی اور حدیبیہ میں آپ کو رکنا پڑا۔ جاں نثار صحابہؓ ساتھ تھے جو حضورؐ پر جان قربان کرنا فرما رہے تھے۔ لڑنے کو تیار ہو گئے مگر حضورؐ نے مکہ والوں کی خاطر سے لڑنے کا ارادہ نہیں فرمایا اور صلح کی کوشش کی اور باوجود صحابہؓ کی لڑائی پر مستعدی اور بہادری کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی استعداد رعایت فرمائی کہ اُن کی ہر شرط کو قبول فرمایا۔ صحابہؓ کو اس طرح دب کر صلح کرنا بہت ہی ناگوار تھا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے سامنے کیا ہو سکتا تھا کہ جاں نثار تھے اور فرماں بردار۔ اسلئے حضرت عمرؓ جیسے بہادروں کو بھی دینا پڑا۔ صلح میں جو شرطیں طے ہوئیں اُن شرطوں میں ایک یہ شرط بھی تھی کہ کافروں میں سے جو شخص اسلام لائے اور ہجرت کرے مسلمان اسکو مکہ واپس کر دیں اور مسلمانوں میں سے خدا نخواستہ اگر کوئی شخص مرتد ہو کر چلائے تو وہ واپس نہ کیا جائے۔ یہ صلح نامہ ابھی تک پورا لکھا بھی نہیں گیا تھا کہ حضرت ابو جندلؓ ایک صحابی تھے جو اسلام لانے کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کر رہے تھے اور زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے اسی حالت میں گرتے پڑتے مسلمانوں کے لشکر میں اس امید پر پہنچے کہ ان لوگوں کی حمایت میں جا کر اس مصیبت سے چھٹکارا پائیں گا۔ ان کے باپ سہیل نے جو اس صلح نامہ میں کفار کی طرف سے وکیل تھے اور اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے فتح مکہ میں مسلمان ہوئے۔ انھوں نے صاحبزادے کے طمانچے مارے اور واپس لے جانے پر اصرار کیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی صلح نامہ مرتب بھی نہ آئے۔ یعنی جب تک یہ یعنی مقابلہ میں آکر روکا نہ لڑنے کے لئے تیار ہونے کے باوجود۔

یہ سب اسلئے ابھی پابندی کس بات کی مگر انھوں نے اصرار کیا۔ پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی مجھے مانگا ہی دے دو، مگر وہ لوگ ضد پر تھے نہ مانا۔ ابو جندلؓ نے مسلمانوں کو پکار کر فریاد بھی کیا کہ میں مسلمان ہو کر آیا اور کتنی مصیبتیں اٹھا چکا اب واپس کیا جا رہا ہوں۔ اس وقت مسلمانوں کے دلوں پر جو گزر رہی ہوگی اللہ ہی کو معلوم ہے مگر حضورؐ کے ارشاد سے واپس ہوئے۔ حضورؐ نے تسلی فرمائی اور صبر کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ عنقریب حق تعالیٰ شانہ تمہارے لئے راستہ نکالیں گے۔ صلحنامہ کے مکمل ہو جانے کے بعد ایک دوسرے صحابی ابو بصیرؓ بھی مسلمان ہو کر مدینہ منورہ پہنچے۔ کفار نے انکو واپس بلانے کیلئے دو آدمی بھیجے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب وعدہ واپس فرمادیا۔ ابو بصیرؓ نے عرض بھی کیا کہ یا رسول اللہ میں مسلمان ہو کر آیا، آپ مجھے کفار کے پنجہ میں پھر بھیجتے ہیں۔ آپ نے ان سے بھی صبر کرنے کو ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ انشا اللہ عنقریب تمہارے واسطے راستہ کھلے گا۔ یہ صحابی ان دونوں کافروں کے ساتھ واپس ہوئے۔ راستہ میں ان میں سے ایک سے کہنے لگے کہ یا تیری یہ تلوار تو بڑی نفیس معلوم ہوتی ہے۔ شیخی باز آدمی ذرا اسی بات میں مچھول ہی جاتا ہے وہ پیام سے نکال کر کہنے لگا کہ ہاں میں نے بہت سے لوگوں پر اس کا تجربہ کیا۔ یہ کہہ کر تلوار ان کے حوالہ کر دی، انھوں نے اسی پر اس کا تجربہ کیا۔ دوسرا بھی یہ دیکھ کر کہ ایک کو تو نمٹا دیا اب میرا نمبر ہے۔ بھاگا ہوا مدینہ آیا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا سا مٹھی مرچکا ہے اب میرا نمبر ہے۔ اسکے بعد ابو بصیرؓ پہنچے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اپنا وعدہ پورا فرما چکے کہ مجھے واپس کر دیا اور مجھ سے کوئی عہد ان لوگوں کا نہیں ہے جس کی ذمہ داری ہو، وہ مجھے میرے دین سے ہٹاتے ہیں۔ اسلئے میں نے یہ کیا، حضورؐ نے فرمایا کہ لڑائی بھڑکانے والا ہے۔ کاش کوئی اس کا معین مددگار ہوتا۔ وہ اس کلام سے سمجھ گئے کہ اب بھی اگر کوئی میری طلب میں آئیگا تو میں واپس کر دیا جاؤں گا۔ اسلئے وہ وہاں سے جل کر سمندر کے کنارے ایک جگہ آ پڑے۔ مکہ والوں کو اس قصہ کا حال معلوم ہوا۔ تو ابو جندلؓ بھی جن کا قصہ پہلے گزرا۔ چھپ کر وہیں پہنچ گئے۔ اسی طرح جو شخص مسلمان ہوتا وہ ان کے ساتھ جاتا چند روز میں یہ ایک مختصر سی جماعت ہو گئی، جنگل میں جہاں نہ کھانے کا کوئی انتظام، نہ وہاں غات اور آبادیاں، اسلئے ان لوگوں پر جو گزر سی ہوگی وہ تو اللہ ہی کو معلوم ہے، مگر جن ظالموں کے ظلم سے پریشان ہو کر یہ لوگ بھاگتے تھے، ان کا ناطقہ بند کر دیا۔ جو قافلہ ادھر کو جاتا اس سے مقابلہ کرتے اور لڑتے۔ حتیٰ کہ کفار مکہ نے پریشان ہو کر حضورؐ کی خدمت میں غابری اور منت کر کے

لے جی ایک چھوٹی سی ٹون ایسی تیار ہو گئی جو کسی کی پابند نہ تھی اور اہل مکہ ان کے متعلق مسلمانوں سے بھی کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔

اللہ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر آدمی بھیجا کہ اس بے سری جماعت کو آپ اپنے پاس بلا لیں کہ یہ معاہدہ میں تو داخل ہو جائیں اور ہمارے لئے آنے جانے کا راستہ کھلے۔ لکھا ہے کہ حضورؐ کا اجازت نامہ جب ان حضرات کے پاس پہنچا ہے تو ابو بصیرؓ مرض الموت میں گرفتار تھے حضورؐ کا والا نامہ ہاتھ میں تھا کہ اسی حالت میں انتقال فرمایا (رضی اللہ عنہ وارضاه) ف :- آدمی اگر اپنے دین پر پکا ہو، بشرطیکہ دین بھی سچا ہو تو بڑی سے بڑی طاقت اسکو نہیں ہٹا سکتی اور مسلمان کی بدد کا تو اللہ کا وعدہ ہے بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔

۳ حضرت بلال حبشیؓ رضی اللہ عنہ کا اسلام اور مصائب | حضرت بلال حبشیؓ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں

جو مسجد نبویؐ کے ہمیشہ مؤذن رہے۔ شروع میں ایک کافر کے غلام تھے اسلام لے آئے جس کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں دی جاتی تھیں۔ امیہ بن خلف جو مسلمانوں کا سخت دشمن تھا۔ انکو سخت گرمی میں دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت پر سیدھا لٹا کر ان کے سینہ پر پتھر کی بڑی چٹان رکھ دیتا تھا تاکہ وہ حرکت نہ کر سکیں۔ اور کہتا تھا کہ یا اس حال میں مرجائیں اور زندگی چاہیں تو اسلام سے ہٹ جائیں مگر وہ اس حالت میں بھی اَحَدٌ اَحَدٌ کہتے تھے یعنی معبود ایک ہی ہے۔ رات کو زنجیروں میں باندھ کر کوڑے لگائے جاتے اور اگلے دن ان زخموں کو گرم زمین پر ڈال کر اور زیادہ زخمی کیا جاتا تاکہ بقرار ہو کر اسلام سے پھر جاویں یا تڑپ تڑپ کر مرجائیں۔ عذاب دینے والے اُکتا جاتے، کبھی ابو جہل کا نمبر آتا، کبھی امیہ بن خلف کا، کبھی اوروں کا، اور ہر شخص اس کی کوشش کرتا کہ تکلیف دینے میں زور ختم کر دے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ نے اس حالت میں دیکھا تو ان کو خرید کر آزاد فرمایا۔ ف :- چونکہ عرب کے بت پرست اپنے بتوں کو بھی معبود کہتے تھے اسلئے انکے مقابلہ میں اسلام کی تعلیم توحید کی تھی جس کی وجہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان پر ایک ہی ورد تھا۔ یہ تعلق اور عشق کی بات ہے۔ ہم جھوٹی محبتوں میں دیکھتے ہیں کہ جس سے محبت ہو جاتی ہے اس کا نام لینے میں لطف آتا ہے مے فائدہ اسکو رہتا جاتا ہے تو اللہ کی محبت کا کیا کہنا جو دین اور دنیا میں دونوں جگہ کام آنے والی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت بلالؓ کو ہر طرح سے ستایا جاتا تھا۔ سخت سے سخت تکلیفیں پہنچائی جاتی تھیں۔ مکہ کے لڑکوں کے حوالہ کر دیا جاتا کہ وہ انکو گلی کو چوں میں چکر دیتے پھر یہ اور یہ تھے کہ ایک ہی ایک ہے کی رٹ لگاتے تھے، اسی کا یہ صلا ملا کہ پھر حضورؐ کے دربار میں مؤذن بنے اور سفر حضر میں ہمیشہ اذان کی خدمت ان کے سپرد ہوئی حضورؐ کے وصال کے بعد مدینہ طیبہ میں رہنا اور حضورؐ کی جگہ کو خالی دیکھنا مشکل ہو گیا اسلئے ارادہ کیا کہ اپنی

زندگی کے بچے دن میں جہاد میں گزار دوں اسلئے جہاد میں شرکت کی نیت سے چل دیئے ایک عرصہ تک مدینہ منورہ لوٹ کر نہیں آئے۔ ایک مرتبہ حضورؐ کی خواب میں زیارت کی۔ حضورؐ نے فرمایا بلال یہ کیا ظلم ہے ہمارے پاس کبھی نہیں آتے تو آنکھ کھلنے پر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ حضرت حسن حسینؑ نے اذان کی فرمائش کی۔ لاڈلوں کی درخواست ایسی نہیں تھی کہ انکار کی گنجائش ہوتی۔ اذان کہنا شروع کی اور مدینہ میں حضورؐ کے زمانہ کی اذان کانوں میں پڑ کر کہرام مچ گیا۔ عورتیں تک روتی ہوئی گھر سے نکل پڑیں۔ چند روز قیام کے بعد واپس ہوئے اور منہ کے قریب دمشق میں وصال ہوا۔

⑤ حضرت ابوذر غفاریؓ کا اسلام حضرت ابوذر غفاریؓ مشہور صحابی ہیں جو بعد میں بڑے زاہدوں اور بڑے علمائے دین بن گئے۔ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ ابوذرؓ ایسے علم کو حاصل کئے ہوئے ہیں جس سے لوگ عاجز ہیں۔ مگر انھوں نے اسکو محفوظ کر رکھا ہے۔ جب انکو حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی پہلے پہل خبر پہنچی تو انھوں نے اپنے بھائی کو حالات کی تحقیق کے واسطے مکہ بھیجا۔ کہ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے اور آسمان کی خبریں آتی ہیں اس کے حالات معلوم کریں اور اسکے کلام کو غور سے سنیں۔ وہ مکہ مکرمہ آئے اور حالات معلوم کرنے کے بعد اپنے بھائی سے جا کر کہا کہ میں نے انکو اچھی ناد توں اور عمدہ اخلاق کا حکم کرتے دیکھا اور ایک ایسا کلام سنا جو نہ شعر ہے نہ کاہنوں کا کلام ہے۔ ابوذرؓ کی اس مہل بات سے تشفی نہ ہوئی۔ تو خود سامان سفر کیا اور مکہ پہنچے اور سیدھے مسجد حرام میں گئے۔ حضورؐ کو پہچانتے نہیں تھے اور کسی سے پوچھنا مصلحت کے خلاف سمجھا، شام تک اسی حال میں رہے۔ شام کو حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے دیکھا کہ ایک پردیسی مسافر ہے، مسافروں کی، غریبوں کی، پردیسیوں کی خبر گیری، ان کی ضرورتوں کا پورا کرنا ان حضرات کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔ اسلئے انکو اپنے گھر لے آئے۔ میزبانی فرمائی لیکن اس کے پوچھنے کی کچھ ضرورت نہ سمجھی کہ کون ہو کیوں آئے۔ مسافر نے بھی کچھ ظاہر نہ کیا۔ صبح کو پھر مسجد میں آگئے، اور دن بھر اسی حال میں گذرا کہ خود پتہ نہ چلا اور دریافت کسی سے کیا نہیں۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہوگی کہ حضورؐ کے ساتھ دشمنی کے قصبے بہت مشہور تھے۔ آپؐ کو اور آپکے ملنے والوں کو ہرج کی تکلیف دی جاتی تھیں۔ انکو خیال ہوا ہو کہ صحیح حال معلوم نہیں ہوگا اور بدگمانی کی وجہ سے مفت کی تکلیف علیحدہ رہی۔ دوسرے دن شام کو بھی حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ پردیسی مسافر ہے بظاہر جس غرض کے لئے آیا ہے وہ پوری نہیں ہوئی اسلئے پھر اپنے گھر لے آئے اور رات کو کھلایا سلا یا۔ مگر

لے گئے جتنے تھے اسد الغابہ از، اسے باتوں کو تھے یعنی اس بات سے ابوذرؓ کی تسلی نہ ہوئی۔

پوچھنے کی اس رات کو بھی نوبت نہ آئی۔ تیسری رات کو پھر یہی صورت ہوئی۔ تو حضرت علیؓ نے دریافت کیا کہ تم کس کام آئے ہو، کیا غرض ہے۔ تو حضرت ابوذرؓ نے اول ان کو قسم اور عہد بیان دیئے اس بات کے کہ وہ صبح بتائیں۔ اسکے بعد اپنی غرض بتلائی۔ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ وہ بیشک اللہ کے رسولؐ ہیں اور صبح کو جب میں جاؤں تو تم میرے ساتھ چلنا میں وہاں تک پہنچا دوں گا۔ لیکن مخالفت کا زور ہے اسلئے راستہ میں اگر مجھے کوئی شخص ایسا ملا جس سے میرے ساتھ چلنے کی وجہ سے تم پر کوئی اندیشہ ہو تو میں پیشاب کرنے لگوں گا یا اپنا جوتہ درست کرنے لگوں گا تم سیدھے چلنا میرے ساتھ ٹھیرنا نہیں جس کی وجہ سے تمہارا میرا ساتھ ہونا معلوم نہ ہو۔ چنانچہ صبح کو حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے پیچھے پیچھے حضورؐ کی خدمت میں پہنچے وہاں جا کر بات حیت ہوئی۔ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی تکلیف کے خیال سے فرمایا کہ اپنے اسلام کو ابھی ظاہر نہ کرنا۔ چپکے سے اپنی قوم میں چلے جاؤ۔ جب ہمارا غلبہ ہو جائے اس وقت چلے آنا۔ انھوں نے غرض کیا یا رسول اللہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس کلمہ توحید کو اُن بے ایمانوں کے بیچ میں چلا کے پڑھوں گا، چنانچہ اسی وقت مسجد حرام میں تشریف لے گئے اور بلند آواز سے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا پھر کیا تھا چاروں طرف سے لوگ اُٹھے اور اس قدر مارا کہ زخمی کر دیا مرنے کے قریب ہو گئے۔ حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ جو اس وقت تک مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے اُن کے اوپر بچانے کے لئے لیٹ گئے۔ اور لوگوں سے کہا کہ کیا ظلم کرتے ہو۔ یہ شخص قبیلہ غفار کا ہے اور یہ قبیلہ ملک شام کے استہ میں پڑتا ہے۔ تمہاری تجارت وغیرہ سب ملک شام کے ساتھ ہے۔ اگر یہ مر گیا تو شام کا آنا جانا بند ہو جائے گا۔ اس پر اُن لوگوں کو بھی خیال ہوا کہ ملک شام سے ساری ضرورتیں پوری ہوتی ہیں وہاں کا راستہ بند ہو جانا مصیبت ہے۔ اسلئے انکو چھوڑ دیا۔ دوسرے دن پھر اسی طرح انھوں نے جا کر بار بار بلند کلمہ پڑھا اور لوگ اس کلمہ کے سننے کی تاب نہ لاسکتے تھے۔ اسلئے ان پر ٹوٹ پڑے۔ دوسرے دن بھی حضرت عباسؓ نے اسی طرح ان کو سمجھا کر بتایا کہ تمہاری تجارت کا راستہ بند ہو جائے گا۔ ف: حضورؐ کے اس ارشاد کے باوجود کہ اپنے اسلام کو چھپاؤ۔ اُن کا یہ فعل حق کے اظہار کا ولولہ اور غلبہ تھا کہ جب یہ دین حق ہے تو کسی کے باپ کا کیا اجارہ ہے جس سے ڈر کر چھپایا جائے۔ اور حضورؐ کا منع فرمانا شفقت کی وجہ سے تھا کہ ممکن ہے تکالیف کا تحمل نہ ہو، ورنہ حضورؐ کے حکم کے خلاف صحابہؓ

لہ غفار بر وزن نثار۔ ۱۵ یعنی تکلیفیں برداشت نہیں ہو سکیں۔

کی یہ مجال ہی نہ تھی۔ چنانچہ اس کا کچھ نمونہ مستقل باب میں آرہا ہے۔ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ہی دین کے پھیلانے میں ہر قسم کی تکلیفیں برداشت فرما رہے تھے اسلئے حضرت ابوذرؓ نے سہولت پر عمل کے بجائے حضورؐ کے اتباع کو ترجیح دی۔ یہی ایک چیز تھی کہ جس کی وجہ سے ہر قسم کی ترقی دینی اور دنیوی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے قدم چوم رہی تھی اور ہر میدان اُن کے قبضہ میں تھا کہ جو شخص بھی ایک مرتبہ کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام کے جھنڈے کے نیچے آجاتا تھا بڑی سے بڑی قوت بھی اسکو روک نہ سکتی تھی اور نہ بڑے سے بڑا ظلم اسکو دین کی اشاعت سے ہٹا سکتا تھا۔

⑥ حضرت خُباب بن الارتؓ کی تکلیفیں حضرت خُباب بن الارتؓ بھی انہی مبارک سیدوں

میں ہیں جنہوں نے امتحان کے لئے اپنے آپکو پیش کیا تھا اور اللہ کے راستہ میں سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کیں۔ شروع ہی میں پانچ چھ آدمیوں کے بعد مسلمان ہو گئے تھے۔ اسلئے بہت زمانہ تک تکلیفیں اٹھائیں۔ لوہے کی زرہ پہنا کر ان کو دھوپ میں ڈال دیا جاتا جس سے گرمی اور تپش کی وجہ سے پسینوں پر پسینے بہتے رہتے تھے۔ اکثر اوقات بالکل سیدھا گرم ریت پر لٹا دیا جاتا جس کی وجہ سے کمر کا گوشت تنگ گل کر گر گیا تھا۔ یہ ایک عورت کے غلام تھے اسکو خبر پہنچی کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے ہیں تو اسکی سزا میں لوہے کو گرم کر کے اُنکے سر کو اس سے داغ دیتی تھی۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ عرصہ کے بعد اپنے زمانہ خلافت میں حضرت خُباب سے اُن تکالیف کی تفصیل پوچھی جو ان کو پہنچانی گئیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ میری کمر دکھیں۔ حضرت عمرؓ نے کمر دیکھ کر فرمایا کہ ایسی کمر تو کسی کی دکھی ہی نہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے آگ کے انگاروں پر ڈال کر گھسیٹا گیا۔ میری کمر کی چربی اور خون سے وہ آگ بجھی۔ ان حالات کے باوجود جب اسلام کو ترقی ہوئی اور فتوحات کا دروازہ کھلا تو اس پر رویا کرتے تھے کہ خدا نخواستہ ہماری تکلیف کا بدلہ کہیں دنیا ہی میں تو نہیں مل گیا۔ حضرت خُبابؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلافِ عادت بہت ہی لمبی نماز پڑھی۔ صحابہؓ نے اسکے متعلق عرض کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ رغبت و ڈر کی نماز تھی۔ میں نے اس میں اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کی تھیں، دُؤاں میں سے قبول ہوئیں اور ایک کو انکار فرما دیا۔ میں نے یہ دعا کی کہ میری ساری اُمت قحط سے ہلاک نہ ہو جائے یہ قبول ہو گئی۔ دوسری یہ دعا کی کہ ان پر کوئی ایسا دشمن مسلط نہ ہو جو ان کو بالکل مٹا دے یہ بھی قبول ہو گئی۔ تیسری یہ دعا کی کہ ان میں آپس میں لڑائی جھگڑے نہ

آئے حکم کسی مرتبہ شفقت کیلئے ہوتا ہے جسکے ماننے اور نہ ماننے دونوں کا اختیار ہوتا ہے۔ یہاں بھی یہی صورت تھی اسلئے اس حکم کا ماننا ضروری نہ تھا حکم اسلئے تھا کہ شاید مخالفت کی تاب نہ لاسکیں لیکن وہ اپنے اندر اسکی ہمت پارہے تھے اسلئے وہ اس حکم انکے لئے گویا ہوا ہی نہیں تھا۔ آئے نویں باب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی فرمانبرداری اور آپؐ کی اشاعت پر جان دینے کے شوق واقعات آئے ہیں تاکہ بعد میں عزائم

کی ایک حکایت ہے ان کو فرمایا کہ کیا تم خدا کا کلام الحق مانو یا تم کو سزا دے

ہوں یہ بات منظور نہیں ہوئی۔ حضرت خبابؓ کا انتقال ۳۳ھ ہجری میں ہوا اور کوفہ میں سب سے پہلے صحابی ہی دفن ہوئے۔ انکے انتقال کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا گذر انکی قبر پر ہوا تو ارشاد فرمایا۔ اللہ خبابؓ پر رحم فرمائیں۔ اپنی رغبت سے مسلمان ہوا اور خوشی سے ہجرت کی اور جہاد میں زندگی گزار دی اور مصیبتیں برداشت کیں۔ مبارک ہے وہ شخص جو قیامت کو یاد رکھے اور حساب کتاب کی تیاری کرے اور گزارہ کے قابل مال پر قناعت کرے اور اپنے مولے کو راضی کر لے۔ ف۔ حقیقت میں مولیٰ کو راضی کر لینا انہی لوگوں کا حصہ تھا کہ ان کی زندگی کا ہر کام مولے ہی کی رضا کے واسطے تھا۔

۵ حضرت عمارؓ اور ان کے والدین کا ذکر | حضرت عمارؓ اور ان کے ماں باپ کو بھی سخت سے سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ مکہ کی سخت گرم اور ریتلی زمین میں ان کو عذاب دیا جاتا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرف گذر ہوتا تو صبر کی تلقین فرماتے اور جنت کی بشارت فرماتے۔ آخر ان کے والد حضرت یاسرؓ اسی حالت تکلیف میں وفات پا گئے۔ کہ ظالموں نے مرنے تک چین نہ لینے دیا اور ان کی والدہ حضرت سمیہؓ کی شرمگاہ میں ابو جہل ملعون نے ایک برہما مارا جس سے وہ شہید ہو گئیں مگر اسلام سے نہ ہٹیں حالانکہ بوڑھی تھیں ضعیف تھیں مگر اس نصیب نے کسی چیز کا بھی خیال نہیں کیا۔ اسلام میں سب سے پہلی شہادت ان کی ہے اور اسلام میں سب سے پہلی مسجد حضرت عمارؓ کی بنائی ہوئی ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تو حضرت عمارؓ نے کہا کہ حضورؐ کے لئے ایک مکان سایہ کا بنانا چاہیے جس میں تشریف رکھا کریں دوپہر کو آرام فرمایا کریں اور نماز بھی سایہ میں پڑھ سکیں۔ تو قبائلیں حضرت عمارؓ نے اول پتھر جمع کئے اور پھر مسجد بنائی، لڑائی میں نہایت جوش سے شریک ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ مزے میں آکر کہنے لگے کہ اب جا کر دوستوں سے ملیں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت سے ملیں گے، اتنے میں پیاس لگی اور پانی کسی سے مانگا، اُس نے دودھ سامنے کیا اسکو پیا اور پی کر کہنے لگے کہ میں نے حضورؐ سے سنا کہ تو دنیا میں سب سے آخری چیز دودھ پئے گا اسکے بعد شہید ہو گئے۔ اس وقت چورانوٹے برس کی عمر تھی۔ بعض نے ایک آدھ سال کم بتلائی ہے۔

۶ حضرت صہیبؓ کا اسلام | حضرت صہیبؓ بھی حضرت عمارؓ ہی کے ساتھ مسلمان ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ارقمؓ صحابی کے مکان پر تشریف فرما تھے کہ یہ دونوں حضرات

۱۔ سابقہ نسخوں میں کتابت کی غلطی سے یہ عبارت شائع ہو گئی تھی۔ حضرت خبابؓ کا انتقال سینتیس سال کی عمر میں ہوا۔ اب حضرت شیخ مدظلہ کے ارشاد کے مطابق عبارت درست کر دی گئی۔ عمر کے بارے میں اختلاف علامہ طبری رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق تریسٹھ سال کی عمر پائی (اصابہ ج ۲ ص ۲۸۱ الاکمال للمحقق باخر الشکوۃ ص ۵۹۳)

علیحدہ علیحدہ حاضر خدمت ہوئے اور مکان کے دروازہ پر دونوں اتفاقاً اکٹھے ہو گئے۔ ہر ایک نے دوسرے کی غرض معلوم کی تو ایک ہی غرض یعنی اسلام لانا اور حضور کے فیض سے مستفید ہونا دونوں کا مقصود تھا۔ اسلام لائے اور اسلام لانے کے بعد جو اُس زمانہ میں اس قلیل اور کمزور جماعت کو پیش آتا تھا وہ پیش آیا۔ ہر طرح سے ستائے گئے، تکلیفیں پہنچائی گئیں، آفرنگ آکر ہجرت کا ارادہ فرمایا تو کافروں کو یہ چیز بھی گوارا نہ تھی کہ یہ لوگ کسی دوسری ہی جگہ جا کر آرام سے زندگی بسر کر لیں۔ اسلئے جس کسی کی ہجرت کا حال معلوم ہو جاتا تھا اسکو پکڑنے کی کوشش کرتے تھے کہ تکالیف سے نجات نہ پاسکے۔ چنانچہ ان کا بھی پیچھا کیا گیا۔ اور ایک جماعت ان کو پکڑنے کیلئے گئی انھوں نے اپنا ترکش سنبھالا جس میں تیر تھے اور ان لوگوں سے کہا کہ دیکھو تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سب سے زیادہ تیر انداز ہوں اتنے ایک بھی تیر میرے پاس باقی رہے گا۔ تم لوگ مجھ تک نہیں آسکو اور جب ایک بھی تیر نہ رہے گا تو میں اپنی تلوار سے مقابلہ کروں گا۔ یہاں تک کہ تلوار بھی میرے ہاتھ میں نہ رہے اس کے بعد جو تم سے ہو سکے کرنا۔ اسلئے اگر تم چاہو تو اپنی جان کے بدلہ میں اپنے مال کا پتہ بتلا سکتا ہوں جو مکہ میں ہے اور دو باندیاں بھی ہیں وہ سب تم لے لو۔ اس پر وہ لوگ راضی ہو گئے اور اپنا مال دے کر جان چھڑائی، اسی بارہ میں آیت پاک دَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ سَوْفَ بِالْعِبَادِ نَازِلٌ ہونی۔ ترجمہ :- بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی رضا کے واسطے اپنی جان کو خرید لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربان ہیں۔ حضور اس وقت قبا میں تشریف فرما تھے۔ صورت دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ نفع کی تجارت کی۔ صہیبؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدسؐ اس وقت کھجور نوش فرما رہے تھے اور میری آنکھ دکھ رہی تھی، میں بھی ساتھ کھانے لگا۔ حضور نے فرمایا کہ آنکھ تو دکھ رہی ہے اور کھجوریں کھلتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضور اُس آنکھ کی طرف کھاتا ہوں جو تندرست ہے۔ حضور یہ جواب سن کر ہنس پڑے۔ حضرت صہیبؓ بڑے ہی خراج کرنیوالے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے اُن سے فرمایا کہ تم فضول خرچی کرتے ہو، انھوں نے عرض کیا کہ ناحق کہیں خرچ نہیں کرتا۔ حضرت عمرؓ کا جب وصال ہونے ہونے لگا تو ان ہی کو نماز جنازہ پڑھانے کی وصیت فرمائی تھی۔

● حضرت عمرؓ کا قصہ | حضرت عمرؓ جن کے پاک نام پر آج مسلمانوں کو فخر ہے اور جن کے جوش ایمانی سے آج تیرہ سو برس بعد تک کافروں کے دل میں خوف ہے۔ اسلام لانے سے قبل

بعض دشمنوں میں سے کچھ لوگ پکڑنے گئے تھے سورۃ البقرۃ آیت ۲۰۷ میں درنور (ز) ہے یہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی مہربانی ہے کہ اپنے بندوں کو اپنے نام پر ایسے ایسے بند کام کرنے کی توفیق بخشتا ہے (۱) اسد الغابہ (۲)

مسلمانوں کے مقابلہ اور تکلیف پہنچانے میں بھی ممتاز تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے درپے رہتے تھے۔ ایک روز کفار نے مشورہ کی کمیٹی قائم کی کہ کوئی ہے جو محمد کو قتل کر دے، عمرؓ نے کہا کہ میں کروں گا۔ لوگوں نے کہا کہ بیشک تمہیں کر سکتے ہو۔ عمرؓ تلوار لٹکانے ہوئے اُٹھے اور چل دیے۔ اسی فکر میں جا رہے تھے کہ ایک صاحب قبیلہ زہرہ کے جن کا نام حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ہے اور بعضوں نے اور صاحب لکھے ہیں ملے۔ انھوں نے پوچھا کہ عمرؓ کہاں جا رہے ہو۔ کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قتل کے فکر میں ہوں۔ (نعوذ باللہ) سعد نے کہا کہ بنو ہاشم اور بنو زہرہ اور بنو عبد مناف سے کیسے مطمئن ہو گئے وہ تم کو بدلہ میں قتل کر دیں گے۔ اس جواب پر بگڑ گئے اور کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے تو بھی بے دین (یعنی مسلمان) ہو گیا۔ لا پہلے تمہی کو نمٹا دوں۔ یہ کہہ کر تلوار سونت لی اور حضرت سعدؓ نے بھی یہ کہہ کر کہ باں میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ تلوار سنبھالی۔ دونوں طرف تلوار چلنے کو تھی کہ حضرت سعدؓ نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لے، تیری بہن اور بہنوں کی دونوں مسلمان ہو چکی ہیں، یہ سننا تھا کہ غصہ سے بھر گئے اور سیدھے بہن کے گھر گئے۔ وہاں حضرت خبابؓ جن کا ذکر نمبر چھ پر گذرا، کو اڑ بند کئے ہوئے ان دونوں میاں بیوی کو قرآن شریف پڑھا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کو اڑ کھلوائے۔ ان کی آواز سے حضرت خبابؓ تو جلدی سے اندر چھپ گئے اور وہ صحیفہ بھی جلدی میں باہر ہی رہ گیا جس پر آیات قرآنی لکھی ہوئی تھیں۔ ہمیشہ نے کو اڑ کھولے۔ حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جسکو بہن کے سر پر مارا جس سے سر سے خون بہنے لگا اور کہا کہ اپنی جان کی دشمن تو بھی بد دین ہو گئی۔ اسکے بعد گھر میں آئے اور پوچھا کہ کیا کر رہے تھے اور یہ آواز کس کی تھی۔ بہنوں نے کہا کہ بات چیت کر رہے تھے۔ کہنے لگے کیا تم نے اپنے دین کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لیا؟ بہنوں نے کہا کہ اگر دوسرا دین حق ہو تب، یہ سننا تھا کہ ان کی ڈار می پکڑ کر کھینچی اور بے تحاشا ٹوٹ پڑے اور زمین پر گر کر خوب مارا۔ بہن نے چھڑانے کی کوشش کی تو ان کے منہ پر ایک ٹماچہ اس زور سے مارا کہ خون نکل آیا۔ وہ بھی آخر عمرؓ ہی کی بہن تھیں۔ کہنے لگیں کہ عمرؓ ہم کو اسوجہ سے مارا جاتا ہے کہ ہم مسلمان ہو گئے بیشک ہم مسلمان ہو گئے ہیں جو تمہ سے ہو سکے تو کر لے۔ اسکے بعد حضرت عمرؓ کی نگاہ اس صحیفہ پر پڑی جو جلدی میں باہر رہ گیا تھا اور غصہ کا جوش بھی اس مار پیٹ سے کم ہو گیا تھا اور بہن کے اس طرح خون میں بھر جانے سے شرم سی بھی آرہی تھی۔ کہنے لگے کہ اچھا مجھے دکھلاؤ یہ کیا ہے بہن نے کہا کہ ٹوٹا پاک ہے اور اسکو ناپاک ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ ہر چند اصرار کیا مگر وہ بے وضو اور غسل کے دینے کو تیار نہ ہوئیں۔ حضرت عمرؓ نے غسل کیا اور اس کو

لے۔ صاحب نعیم بن عبد اللہ ہیں۔

لیکر پڑھا اس میں سورہ طہ لکھی ہوئی تھی اسکو پڑھنا شروع کیا اور اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا
 فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ تک پڑھا تھا کہ حالت ہی بدل گئی۔ کہنے لگے کہ اچھا مجھے
 بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلو۔ یہ الفاظ سن کر حضرت خیابؓ اندر سے نکلے اور
 کہا کہ اے عمرؓ تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ کل پنجشنبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیگی
 تھی کہ یا اللہ عمرؓ اور ابو جہلؓ میں جو تجھے زیادہ پسند ہو اُس سے اسلام کو قوت عطا فرما دیہ دونوں قوت
 میں مشہور تھے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کی دعائتمہارے حق میں قبول ہو گئی۔ اسکے بعد حضورؐ کی
 خدمت میں حاضر ہوئے اور جمعہ کی صبح کو مسلمان ہوئے۔ ان کا مسلمان ہونا تھا کہ کفار کے حوصلے
 پست ہونا شروع ہو گئے۔ مگر پھر بھی یہ نہایت مختصر جماعت تھی اور وہ سارا مکہ بلکہ سارا عرب،
 اسلئے اور بھی جوش پیدا ہوا اور جلسے کمر کے مشورہ کر کے ان حضرات کو ناپسند کرنے کی کوشش ہوتی
 تھی اور طرح طرح کی تدبیریں کی جاتی تھیں۔ تاہم اتنا ضرور ہوا کہ مسلمان مکہ کی مسجد میں نماز
 پڑھنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ عمرؓ کا اسلام لانا مسلمانوں کی فتح تھی اور
 ان کی ہجرت مسلمانوں کی مدد تھی اور ان کی خلافت رحمت تھی۔

مسلمانوں کی حبشہ کی ہجرت اور شخب بن ابی طالب میں قید ہونا مسلمانوں کو

ان کے سردار مخزوم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کفار سے تکالیف پہنچتی ہی رہیں اور آئے دن ان
 میں بجائے کمی کے اضافہ ہی ہوتا رہا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو اسکی اجازت فرمادی کہ
 وہ یہاں سے کسی دوسری جگہ چلے جائیں تو بہت سے حضرات نے حبشہ کی ہجرت فرمائی۔ حبشہ کے
 بادشاہ اگرچہ نصرانی تھے اور اسوقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے مگر ان کے رحم دل اور منصف مزاج
 ہونے کی شہرت تھی۔ چنانچہ نبوت کے پانچویں برس رجب مہینہ میں پہلی جماعت کے گیارہ یا بارہ
 مرد اور چار یا پانچ عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ مکہ والوں نے ان کا پیچھا بھی کیا کہ یہ نہ
 جاسکیں مگر یہ لوگ ہاتھ نہ آئے۔ وہاں پہنچ کر انکو یہ خبر ملی کہ مکہ والے سب مسلمان ہو گئے اور اسلام کو
 غلبہ ہو گیا۔ اس خبر سے یہ حضرات بہت خوش ہوئے اور اپنے وطن واپس آ گئے، لیکن مکہ مکرمہ کے
 قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی اور مکہ والے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ دشمنی اور تکلیفیں
 پہنچانے میں مصروف ہیں تو بڑی دقت ہوئی۔ ان میں بعض حضرات وہیں سے واپس ہو گئے اور بعض
 کسی کی پناہ لے کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ یہ حبشہ کی پہلی ہجرت کہلاتی ہے۔ اسکے بعد ایک بڑی

لے (ترجمہ) بیشک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ پس میری ہی عبادت کرو اور میری یاد کیلئے نماز قائم کرنا خاصا نیکو کار
 ہے چنانچہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے بعد پہلی بار مسلمانوں نے کعبہ الشریعہ میں نماز ادا کی۔ اسی کے صلے میں دربار نبوت سے آپ کو فاروق کا لقب
 عطا فرمایا گیا۔ فاروق کے معنی ہیں دو چیزوں میں فرق کر دینے والا ہے اسد الغابہ (ز)

جماعت کے جو ترستی مرد اور امٹارہ عورتیں بتلائی جاتی ہیں متفرق طور پر ہجرت کی اور یہ حبشہ کی دوسری ہجرت کہلاتی ہے۔ بعض صحابہؓ نے دونوں ہجرتیں کیں اور بعض نے ایک۔ کفار نے جبہ دیکھا کہ یہ لوگ حبشہ میں چین کی زندگی بسر کرنے لگے تو ان کو اور بھی غصہ آیا اور بہت سے تحفے تحائف لے کر بخاشی شاہ حبشہ کے پاس ایک وفد بھیجا جو بادشاہ کیلئے بھی بہت سے تحفے لے کر گیا اور اسکے خواص اور پادریوں کیلئے بھی بہت سے ہدیے لے کر گیا۔ جا کر اول پادریوں اور حکام سے ملا اور ہدیے دے کر ان سے بادشاہ کے یہاں اپنی سفارش کا وعدہ لیا اور پھر بادشاہ کی خدمت میں یہ وفد حاضر ہوا۔ اول بادشاہ کو سجدہ کیا اور پھر تحفے پیش کر کے اپنی درخواست پیش کی اور رشوت خور حکام نے تائید کی۔ انھوں نے کہا کہ اے بادشاہ ہماری قوم کے چند بیوقوف لڑکے اپنے قدیمی دین کو چھوڑ کر ایک نئے دین میں داخل ہو گئے جس کو نہ ہم جانتے ہیں نہ آپ جانتے ہیں اور آپ کے ملک میں آکر رہنے لگے۔ ہم کو شرفائے مکہ نے اور ان کے باپ چچا اور رشتہ داروں نے بھیجا ہے کہ انکو واپس لائیں۔ آپ انکو ہمارے سپرد کر دیں۔ بادشاہ نے کہا کہ جن لوگوں نے میری پناہ پکڑی ہے بغیر تحقیق انکو حوالہ نہیں کر سکتا۔ اول ان سے بلا کر تحقیق کر لوں اگر یہ صحیح ہو تو حوالہ کر دوں گا چنانچہ مسلمانوں کو بلایا گیا۔ مسلمان اول بہت پریشان ہوئے کیا کریں مگر اللہ کے فضل نے بہت مدد کی اور بہت سے یہ طے کیا کہ چلنا چاہیے اور صاف بات کہنا چاہیے۔ بادشاہ کے یہاں پہنچ کر سلام کیا۔ کسی نے اعتراض کیا کہ تم نے بادشاہ کو آداب شاہی کے موافق سجدہ نہیں کیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم کو ہمارے نبی نے اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اسکے بعد بادشاہ نے ان سے حالات دریافت کئے۔ حضرت جعفرؓ آگے بڑھے اور فرمایا کہ ہم لوگ جہالت میں پڑے ہوئے تھے، نہ اللہ کو جانتے تھے نہ اسکے رسولوں سے واقف تھے، پتھروں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بُرے کام کرتے تھے، رشتہ ناتوں کو توڑتے تھے، ہم میں کا قوی ضعیف کو ہلاک کر دیتا تھا ہم اسی حال میں تھے کہ اللہ نے اپنا ایک رسول بھیجا۔ جس کے نسب کو، اسکی سچائی کو، ہکی امتداری کو، پر سیزگاری کو ہم خوب جانتے ہیں۔ اس نے ہم کو اچھے کام کرنے کا حکم دیا۔ بُرے کاموں سے منع کیا۔ اُس نے ہم کو سچ بولنے کا حکم دیا۔ امانتداری کا حکم کیا، صلہ رحمی کا حکم کیا، پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا، نماز، روزہ، صدقہ خیرات کا حکم دیا اور اچھے اخلاق تعلیم کئے، زنا بدکاری، جھوٹ بولنا، یتیم کا مال کھانا، کسی پر تہمت لگانا اور اس قسم کے بُرے اعمال سے منع فرمایا۔ ہم کو قرآن پاک کی تعلیم دی، ہم اس پر ایمان لائے اور اس کے فرمان کی تعمیل کی۔ جس پر ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی اور ہم کو ہر طرح ستایا۔ ہم لوگ مجبور ہو کر تمہاری پناہ میں اپنے نبی کے ارشاد سے

آئے ہیں۔ بادشاہ نے کہا۔ جو قرآن تمہارے نبی لیکر آئے ہیں وہ کچھ مجھے سناؤ۔ حضرت جعفر نے سورہ مریم کی اول کی آیتیں پڑھیں جس کو سن کر بادشاہ بھی رو دیا اور اسکے پادری بھی جو کثرت سے موجود تھے سب کے سب استہزائے کہ ڈاڑھیاں تر ہو گئیں۔ اسکے بعد بادشاہ نے کہا کہ خدا کی قسم یہ کلام اور جو کلام حضرت موسیٰ لیکر آئے تھے ایک ہی لفظ سے نکلے ہیں اور ان لوگوں سے منہ انکار کر دیا کہ میں انکو تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔ وہ لوگ بڑے پریشان ہوئے کہ بڑی ذلت کھانا پڑی، آپس میں صلاح کر کے ایک شخص نے کہا کہ کل میں ایسی تدبیر کروں گا کہ بادشاہ ان کی جڑ ہی کاٹ دے۔ ساتھیوں نے کہا بھی کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ یہ لوگ اگرچہ مسلمان ہو گئے مگر پھر بھی رشتہ دار ہیں مگر اس نے نہ مانا۔ دوسرے دن پھر بادشاہ کے پاس گئے اور جا کر کہا کہ لوگ حضرت عیسیٰ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، انکو اللہ کا بیٹا نہیں مانتے۔ بادشاہ نے پھر مسلمانوں کو بلایا۔ صحابہ فرماتے ہیں کہ دوسرے دن کے بلانے سے ہمیں اور بھی زیادہ پریشانی ہوئی۔ بہر حال گئے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تم حضرت عیسیٰ کے بارے میں کیا کہتے ہو، انھوں نے کہا وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی پر ان کی شان میں نازل ہوا۔ کہ وہ اللہ کے بندے ہیں، اسکے رسول ہیں، اُس کی روح ہیں اور اُسکے کلمہ ہیں جس کو خدا نے کنواری اور پاک مریم کی طرف ڈالا۔ نجاشی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ بھی اسکے سوا کچھ نہیں فرماتے۔ پادری لوگ آپس میں چیخ مچا کر نکلے۔ نجاشی نے کہا تم جو چاہو کہو۔ اسکے بعد نجاشی نے اُنکے تحفے واپس کر دیئے اور مسلمانوں سے کہا تم امن سے ہو جو تمہیں ستائے اسکو تاوان دینا پڑیگا اور اس کا اعلان بھی کر دیا کہ جو شخص انکو ستائے گا اسکو تاوان دینا ہوگا۔ اسکی وجہ سے وہاں کے مسلمانوں کا اکرام اور بھی زیادہ ہونے لگا اور اس فتنہ کی ذلت سے واپس آنا پڑا۔ تو پھر کفار مکہ کا جتنا بھی غصہ جوش کرتا ظاہر ہے۔ اسکے ساتھ ہی حضرت عمرؓ کے اسلام لانے نے انکو اور بھی جلا رکھا تھا اور ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ ان لوگوں کا ان سے ملنا جلنا بند ہو جائے اور اسلام کا چراغ کسی طرح بجھے۔ اسلئے سردارانِ مکہ کی ایک ٹہنی جماعت نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کھلم کھلا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے لیکن قتل کر دینا بھی آسان کام نہ تھا۔ اسلئے کہ بنو ہاشم بھی بڑے جتنے اور اونچے طبقہ کے لوگ شمار ہوتے تھے۔ وہ اگرچہ اکثر مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن جو مسلمان نہیں تھے وہ بھی حضورؐ کے قتل ہو جانے پر آمادہ نہیں تھے۔ اسلئے ان سب کفار نے مل کر ایک معاہدہ کیا کہ سارے بنو ہاشم اور بنو المطلب کا بایکٹ کیا جاوے۔ نہ انکو کوئی شخص اپنے پاس بیٹھنے دے نہ ان سے کوئی خرید و فروخت

کرے نہ بات چیت کرے نہ اُن کے گھر جائے نہ اُن کو اپنے گھر میں آنے دے۔ اور اس وقت تک صلح نہ کی جائے جب تک کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیلئے حوالے نہ کر دیں۔ یہ معاہدہ زبانی ہی گفتگو پر ختم نہیں ہوا بلکہ حکم محرم شدہ نبوی کو ایک معاہدہ تحریری لکھ کر بیت اللہ میں لٹکایا گیا۔ تاکہ ہر شخص اس کا احترام کرے اور اسکو پورا کرنے کی کوشش کرے اور اس معاہدہ کی وجہ سے تین برس تک یہ سب حضرات دو پہاڑوں کے درمیان ایک گھاٹی میں نظر بند ہے کہ نہ کوئی ان سے مل سکتا تھا نہ یہ کسی سے مل سکتے تھے۔ نہ مکہ کے کسی آدمی سے کوئی چیز خرید سکتے تھے۔ نہ باہر کے آئیوالے کسی تاجر سے مل سکتے تھے۔ اگر کوئی شخص باہر نکلتا تو پٹیا جاتا اور کسی سے ضرورت کا اظہار کرتا تو صاف جواب پاتا۔ معمولی سا سامان غلہ وغیرہ جو اُن لوگوں کے پاس تھا وہ کہاں تک کام دیتا۔ آخر فاقوں پر فاقے گزرنے لگے اور عورتیں اور بچے بھوک سے بیتاب ہو کر روتے اور چلاتے اور ان کے اعزہ کو اپنی بھوک اور تکالیف سے زیادہ ان بچوں کی تکالیف ستاتیں۔ آخر تین برس کے بعد اللہ کے فضل سے وہ صحیفہ دیک کی نذر ہوا اور ان حضرات کی یہ مصیبت دور ہوئی۔ تین برس کا زمانہ ایسے سخت بایسکاٹ اور نظر بندی میں گزرا اور ایسی حالت میں ان حضرات پر کیا کیا مشقتیں گزری ہوں گی وہ ظاہر ہے۔ لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نہایت ثابت قدمی کے ساتھ اپنے دین پر جمے رہے بلکہ اس کی اشاعت فرماتے رہے۔ ف۔ ب۔ یہ تکالیف اور مشقتیں ان لوگوں نے اٹھائی ہیں جن کے آج ہم نام لیوا کہلاتے ہیں اور اپنے کو ان کا متبع بتلاتے ہیں اور سمجھتے ہیں ہم لوگ ترقی کے باب میں صحابہ کرام جیسی ترقیوں کے خواب دیکھتے ہیں۔ لیکن کسی وقت ذرا غور کر کے یہ بھی سوچنا چاہیے کہ ان حضرات نے قربانیاں کتنی فرمائیں اور ہم نے دین کی خاطر اسلام کی خاطر مذہب کی خاطر کیا کیا کامیابی ہمیشہ کوشش اور سعی کے مناسب ہوتی ہے۔ ہم لوگ چاہتے ہیں کہ عیش و آرام بددینی اور دنیا طلبی میں کافروں کے دوش بدوش چلیں اور اسلامی ترقی ہمارے ساتھ ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی ترکستان است

ترجمہ :- مجھے خوف ہے او بدوی کہ تو کعبہ کو نہیں پہنچ سکتا اس لئے کہ یہ راستہ کعبہ کی دوسری جانب ترکستان کی طرف جاتا ہے۔

لے یعنی اے دیہاتی مجھے اندیشہ ہے کہ تو کعبہ نہ پہنچ سکے گا اس لئے کہ تو جس راہ پر چل رہا ہے یہ تو ترکستان جاتی ہے۔

دوسرا باب

النَّبِيُّ جَلَّ جَلَّالُهُ وَكَمَّ كَوْنُهُ كَاخُوفٌ أَوْرَدُ

دین کے ساتھ اُس جانفشانی کے باوجود جس کے قصے ابھی گزرے اور دین کیلئے اپنی جان مال و سب کچھ فنا کر دینے کے بعد جس کا نمونہ ابھی آپ دیکھ چکے ہیں اللہ جل شانہ کا خوف اور ڈر جس قدر ان حضرات میں پایا جاتا تھا اللہ کرے کہ اس کا کچھ شے ہم یہ کاروں کو بھی نصیب ہو جائے۔ مثال کے طور پر اس کے بھی چند قصے لکھے جاتے ہیں۔

● آندھی کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ | حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابر، آندھی وغیرہ ہوتی تھی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر اسکا اثر ظاہر ہوتا تھا اور چہرہ کا رنگ فق ہو جاتا تھا اور خون کی وجہ سے کبھی اندر تشریف لیجا کبھی باہر تشریف لاتے اور یہ دعا پڑھتے رہتے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَهَا وَخَیْرَ مَا فِیْهَا وَخَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِہَا وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ مَا فِیْهَا وَ شَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِہُ ترجمہ :- یا اللہ اس ہوا کی بھلائی چاہتا ہوں اور جو اس ہوا میں ہو، بارش وغیرہ اس کی بھلائی چاہتا ہوں اور جس غرض سے یہ بھیجی گئی اسکی بھلائی چاہتا ہوں، یا اللہ میں اس ہوا کی بُرائی سے پناہ مانگتا ہوں اور جو چیز اس میں ہے اور جس غرض سے یہ بھیجی گئی، اسکی بُرائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور جب بارش شروع ہو جاتی تو چہرہ پر انبساط شروع ہوتا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سب لوگ جب ابر دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں کہ بارش کے آثار معلوم ہوئے۔ مگر آپ پر ایک گمراہی محسوس ہوتی ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا، عائشہ رضی اللہ عنہا! مجھے اس کا کیا اطمینان ہے کہ اس میں عذاب نہ ہو۔ قوم عاد کو ہوا کے ساتھ ہی عذاب دیا گیا اور وہ ابر کو دیکھ کر خوش ہوئے تھے کہ اس ابر میں ہمارے لئے پانی برسا یا جائے گا حالانکہ اس میں عذاب تھا۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے :- فَلَمَّا رَاَوْهُمَا ضَمَنَّ اللَّهُ آلَهُمَا وَ تَنَزَّلَتِ الْمَلَائِکَةُ فَصَلَّتْ لَہُمْ اَوْدُغًا رِّضًا مِّنْ سَمَائِهِمْ اَوْدِیْتِمُ الْاٰیۃِ ترجمہ :- اُن لوگوں نے (یعنی قوم عاد نے) جب اس بادل کو اپنی وادیوں کے مقابل آتے دیکھا تو کہنے لگے یہ بادل تو ہم پر بارش برسانے والا ہے (ارشاد خداوندی ہوا کہ) نہیں برسنے والا نہیں بلکہ یہ وہی (عذاب) جس کی تم جلدی مچاتے تھے لا اور

لے محنت و جدوجہد سے معمولی حصہ سے یعنی پریشانی سے درخشور (ر)

سورۃ الاحقاف آیت ۲۲۔

نبی سے کہتے تھے کہ اگر تو سچا ہے تو ہم پر عذاب لا، ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے جو ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے ہلاک کر دے گی۔ چنانچہ وہ لوگ اُس آندھی کی وجہ سے ایسے تباہ ہو گئے کہ بحر ان کے مکانات کے کچھ نہ دکھلائی دیتا تھا اور ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔ ف۔ یہ اللہ کے خوف کا حال اسی پاک ذات کا ہے جس کا سید الاولین والآخرین ہونا خود اسی کے ارشاد سے سب کو معلوم ہے۔ خود کلام پاک میں یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرے کہ اُن میں آگے ہوتے ہوئے انکو عذاب دیں۔ اس وعدہ خداوندی کے باوجود پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف الہی کا یہ حال تھا کہ اُبراور آندھی کو دیکھ کر پہلی قوموں کے عذاب یاد آجاتے تھے۔ اسی کے ساتھ ایک نگاہ اپنے حال پر بھی کرنا ہے کہ ہم لوگ ہر وقت گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں اور زلزلوں اور دوسری قسم کے عذابوں کو دیکھ کر بجائے اس سے متاثر ہونے کے تو بہ استغفار نماز وغیرہ میں مشغول ہونے کے دوسری قسم قسم کی لغو تحقیقات میں پڑ جاتے ہیں۔

● اندھیرا چھا جانے کے وقت حضرت انسؓ کی نصیحت | نضر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ کی زندگی میں ایک مرتبہ دن میں اندھیرا چھا گیا۔ میں حضرت انسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضورؐ کے زمانے میں بھی اس قسم کی چیزیں پیش آتی تھیں۔ انھوں نے فرمایا خدا کی پناہ حضورؐ کے زمانہ میں تو ذرا سی ہوا تیز ہو جاتی تھی تو ہم لوگ قیامت کے آجانے کے خوف سے مسجدوں میں دوڑ جاتے تھے۔ ایک دوسرے صحابی ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کا معمول تھا کہ جب آندھی چلتی تو حضورؐ گھبرائے ہوئے مسجد میں تشریف لے جاتے۔ ف۔ آج کسی بڑے سے بڑے حادثہ مصیبت بلا میں بھی مسجد کسی کو یاد آتی ہے۔ عوام کو چھوڑ کر خواص میں بھی اس کا اہتمام کچھ پایا جاتا ہے۔ آپ خود ہی اسکا جواب اپنے دل میں سوچیں۔

● سورج گرہن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل | حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہو گیا۔ صحابہ رضہ کو فکر ہوئی کہ اس موقع پر حضورؐ کیا عمل فرمائیں گے کیا

۱۔ بیان القرآن وغیرہ (۲) اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ اس آیت میں کیا ہے۔ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ رُسُلُهُ الْأَنْفَالِ ۖ
۳۔ تحقیقات سے مراد یہ ہے کہ ہم لوگ بجائے اس سے سبق حاصل کرنے اور زندگی کو غلط رخ سے صحیح رخ پر ڈالنے کے یہ تلاش و سرچنا کرنے لگتے ہیں کہ زمین میں کونسے مادے کی زیادتی کی وجہ سے زلزلہ آیا وغیرہ۔ یہ حقیقت ہے کہ اس کائنات میں جو کچھ بھی ہوتا ہے اسباب و علل کے پردے میں ہی ہوتا ہے۔ اسلئے یہ غلط نہیں ہے کہ بعض مخصوص مادوں اور گیسوں کی زیادتی اسکا ظاہری سبب بنتی ہے لیکن ایک صاحب ایمان و عقل اور کامل انسان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ قدرت نے زمین کی تہ میں یہ مخصوص گیس پیدا کر کے زمین کو اسلئے حرکت دی ہے کہ زمین پہلے والے بندے اسکی قدرت اور اسکی غیظ و غضب سے ڈریں اور تقویٰ کی زندگی اپنائیں۔
۴۔ جمع الفوائد

کریں گے اسکی تحقیق کیجائے۔ جو حضرات اپنے اپنے کام میں مشغول تھے چھوڑ کر دُٹے ہوئے آئے تو عمرؓ کے جو تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے ان کو چھوڑ کر لپکے ہوئے آئے تاکہ یہ دیکھیں کہ حضورؐ اسوقت کیا کرینگے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت کسوف کی نماز پڑھی جو اتنی لانی تھی کہ لوگ غش کھا کر گرنے لگے۔ نماز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روتے تھے اور فرماتے تھے اے رب کیا اپنے مجھ سے اسکا وعدہ نہیں فرما رکھا کہ آپ ان لوگوں کو میرے موجود ہوتے ہوئے عذاب نہ فرمائیں گے اور اسی حالت میں بھی عذاب نہ فرمائینگے کہ وہ لوگ استغفار کرتے ہیں۔ (سورہ انفال میں اللہ جل شانہ نے اسکا وعدہ فرما رکھا ہے۔ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ) پھر حضورؐ نے لوگوں کو نصیحت فرمائی کہ جب کبھی ایسا موقع ہو اور آفتاب یا چاند گرہن ہو جائے تو گھبرا کر نماز کی طرف متوجہ ہو جایا کرو۔ میں جو آخرت کے حالات دیکھتا ہوں اگر تم کو معلوم ہو جائیں تو ہنسنا کم کر دو اور رونے کی کثرت کر دو جب کبھی ایسی حالت پیش آئے نماز پڑھو، دعا مانگو، صدقہ کرو۔

● حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رات بھر روتے رہنا | نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ تمام رات روتے رہے اور صبح تک نماز میں یہ آیت تلاوت فرماتے رہے۔ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الْكَرِيمُ اے اللہ اگر آپ ان کو سزا دیں جب بھی آپ مختار ہیں کہ یہ آپ کے بندے ہیں اور آپ ان کے مالک، اور مالک کو حق ہے کہ بندوں کو جرائم پر سزا دے اور اگر آپ انکو معاف فرمادیں تو بھی آپ مختار ہیں کہ زبردست قدرت والے ہیں تو معافی پر بھی قدرت ہے اور حکمت والے ہیں تو معافی بھی حکمت کے موافق ہوگی، اے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی نقل کیا گیا ہے کہ وہ ایک شب تمام رات وامتازوا ایوم ایٹھا المنجرو مون پڑھتے رہے اور روتے رہے۔ مطلب آیت شریفہ کا یہ ہے کہ قیامت کے دن مجرموں کو حکم ہوگا کہ دنیا میں تو سب ملے جلے رہے مگر آج مجرم لوگ سب الگ ہو جائیں اور غیر مجرم علیحدہ اس حکم کو سن کر جتنا بھی رویا جائے تھوڑا ہے کہ نہ معلوم اپنا شمار مجرموں میں ہو گا یا فرمان داروں میں؟

● حضرت ابو بکرؓ پر اللہ کا ڈر | حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جو باجماع اہل سنت

انبیاء کے علاوہ تمام دنیا کے آدمیوں سے افضل ہیں اور ان کا جنتی ہونا یقینی ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو جنتی ہونے کی بشارت دی بلکہ جنتیوں کی ایک جماعت کا سردار بتایا اور جنت کے سب دروازوں سے ان کی پکار اور بلاوے کی خوشخبری دی اور یہ بھی فرمایا

لے یہ آیت ابھی ماشیہ میں مع حوالہ کے گذری ہے یہ بیان القرآن از اسامہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

کہ میری اُمت میں سب سے پہلے ابو بکرؓ جنت میں داخل ہوں گے۔ اس سب کے باوجود فرمایا کرتے کہ کاش میں کوئی گھاس ہوتا کہ جانور اس کو کھا لیتے۔ کبھی فرماتے کاش میں کسی مومن کے بدن کا بال ہوتا۔ ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے اور ایک جانور کو بیٹھا ہوا دیکھ کر ٹھنڈا ساں بھرا اور فرمایا کہ تو کس قدر لطف میں ہے کہ کھاتا ہے پیتا ہے، درختوں کے سائے میں پھرتا ہے اور آخرت میں تجھ پر کوئی حساب کتاب نہیں۔ کاش ابو بکرؓ بھی تجھ جیسا ہوتا۔ ربیعہؓ اسلی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی بات پر مجھ میں اور حضرت ابو بکرؓ میں کچھ بات بڑھ گئی اور انھوں نے مجھے کوئی سخت لفظ کہہ دیا جو مجھے ناگوار گذرا۔ فوراً ان کو خیال ہوا۔ مجھ سے فرمایا کہ تو بھی مجھے کہہ دے تاکہ بدلہ ہو جائے، میں نے کہنے سے انکار کیا تو انھوں نے فرمایا کہ یا تو کہہ لو ورنہ میں حضورؐ سے جا کر عرض کروں گا، میں نے اس پر بھی جوابی لفظ کہنے سے انکار کیا۔ وہ تو اٹھ کر چلے گئے۔ بنو اسلم کے کچھ لوگ آئے اور کہنے لگے کہ یہ بھی اچھی بات ہے کہ خود ہی تو زیادتی کی اور خود ہی الٹی حضورؐ سے شکایت کریں۔ میں نے کہا تم جانتے بھی ہو یہ کون ہیں۔ یہ ابو بکر صدیقؓ ہیں اگر یہ خفا ہو گئے تو اللہ کا لاڈلار رسولؐ مجھ سے خفا ہو جائے گا اور اس کی خفگی سے اللہ تعالیٰ شانہ ناراض ہو جائیں گے۔ تو ربیعہؓ کی ہلاکت میں کیا تردد؟ اسکے بعد میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قصہ عرض کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ تجھے جواب میں اور بدلہ میں کہنا نہیں چاہیے۔ البتہ اسکے بدلے میں یوں کہہ کہ اے ابو بکرؓ اللہ تعالیٰ فرمادیں۔ ف۔ یہ ہے اللہ کا خوف کہ ایک معمولی سے کلمہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کو بدلہ کا اس قدر فکر اور اہتمام ہوا کہ اول خود درخواست کی اور پھر حضورؐ کے واسطے سے اس کا ارادہ فرمایا کہ ربیعہؓ بدلہ لے لیں۔ آج ہم سینکڑوں باتیں ایک دوسرے کو کہہ دیتے ہیں اس کا خیال بھی نہیں رہتا کہ اس کا آخرت میں بدلہ بھی لیا جائیگا یا حساب کتاب بھی ہوگا۔

⑥ حضرت عمرؓ کا خوفِ الہی | حضرت عمرؓ بسا اوقات ایک تنکا ہاتھ میں لیتے اور فرماتے کاش میں یہ تنکا ہوتا، کبھی فرماتے کاش مجھے میری ماں نے جنا ہی نہ ہوتا۔ ایک مرتبہ کسی کام میں مشغول تھے۔ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ آپ چل کر مجھے بدلہ

لے درخت اور گھاس ہونے کے مقابلہ میں اشرف المخلوقات یعنی انسان ہونا ہزار درجہ بہتر ہے۔ لیکن درخت اور گھاس کو ثواب و عذاب نہ ہوگا اور انسان نے اگر اچھے عمل کئے تو اجر و ثواب کا مستحق ہوگا اور اگر بُرے اعمال کئے تو سزا بھی بھگتنی پڑے گی۔ بس یہی خوف تھا جو ان حضرات کو بے چین رکھتا تھا۔ کیونکہ انسان اگر گناہوں کی بُری زندگی بسر کر رہا ہے تو گھاس پھوس کیا دہ پاخانہ سے بھی ایک انسان کے باوجود ہر وقت ڈرتے ہی رہتے تھے اور یہی کامل ایمان کی پہچان ہے۔

اے تابع الخلفاء! اے وہ تو حضرت ابو بکرؓ کا خوفِ الہی تھا اور یہاں ان کے ایمان و شرافت کی داد دیجئے کہ دوسروں کے ایسے جملوں پر بجائے بھڑکنے کے الٹی ان کی تعریف کرنے لگے۔ رضی اللہ عنہم ورنہ کون۔

دلوادیجے۔ آپؐ نے اسکے ایک درہ مار دیا کہ جب میں اس کام کیلئے بیٹھتا ہوں اسوقت تو آتے نہیں جب میں دوسرے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہوں تو آکر کہتے ہیں کہ بدلہ دلوا۔ وہ شخص چلا گیا۔ آپؐ نے آدمی بھیج کر اسکو بلوایا اور درہ اسکو دیکر فرمایا کہ بدلہ لے لو۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے اللہ کے واسطے معاف کیا۔ گھر تشریف لائے دو رکعت نماز پڑھی۔ اسکے بعد اپنے آپ کو خطاب کر کے فرمایا، اے عمرؓ تو کمینہ تھا اللہ نے تجھ کو اونچا کیا تو گمراہ تھا اللہ نے تجھ کو ہدایت کی تو ذلیل تھا اللہ نے تجھے عزت دی، پھر لوگوں کا بادشاہ بنایا۔ اب ایک شخص آکر کہتا ہے کہ مجھے ظلم کا بدلہ دلوا دے تو تو اسکو مارتا ہے۔ کل کو قیامت کے دن کیا جواب دیگا۔ بڑی یر تک اسی طرح اپنے آپ کو ملامت کرتے رہے۔ آپؐ کے غلام حضرت اسلمؓ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے ساتھ حرہ کی طرف جا رہا تھا۔ ایک جگہ آگ جلتی ہوئی جنگل میں نظر آئی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ شاید یہ کوئی قافلہ ہے جو رات ہو جانے کی وجہ سے شہر میں نہیں گیا، باہر ہی ٹھہر گیا، چلو اسکی خیر خبر لیں۔ رات کو حفاظت کا انتظام کریں۔ وہاں پہنچے تو دیکھا ایک عورت ہے جس کے ساتھ چند بچے ہیں جو رو رہے ہیں اور چلا رہے ہیں اور ایک دیگی چولہے پر رکھی ہے جس میں پانی بھرا ہوا ہے اور اسکے نیچے آگ جل رہی ہے۔ انہوں نے سلام کیا اور قریب آنے کی اجازت لے کر اسکے پاس گئے اور پوچھا کہ یہ بچے کیوں رو رہے ہیں۔ عورت نے کہا کہ بھوک لاپچار ہو کر رو رہے ہیں۔ دریافت فرمایا کہ اس دیگی میں کیا ہے۔ عورت نے کہا کہ پانی بھر کر بہلانے کے واسطے آگ پر رکھ دی ہے کہ ذرا انکو سلی ہو جائے اور سو جائیں۔ امیر المومنین عمرؓ کا اور میرا اللہ ہی کے یہاں فیصلہ ہوگا کہ میری اس تنگی کی خبر نہیں لیتے۔ حضرت عمرؓ رونے لگے اور فرمایا کہ اللہ تجھ پر رحم کرے بھلا عمرؓ کو تیرے حال کی کیا خبر ہے۔ کہنے لگی کہ وہ ہمارے امیر بنے ہیں اور ہمارے حال کی خبر بھی نہیں رکھتے۔ اسلمؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ مجھے ساتھ لیکر واپس ہوئے اور ایک بوری میں بیت المال میں سے کچھ آٹا اور کھجوریں اور چربی اور کچھ کپڑے اور کچھ درہم لئے۔ غرض اس بوری کو بھریا اور فرمایا کہ یہ میری کمر پر رکھ دے۔ میں نے عرض کیا کہ میں لے چلوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں میری کمر پر رکھ دے۔ دو تین مرتبہ جب میں نے اصرار کیا تو فرمایا کیا قیامت میں بھی میرے بوجھ کو تو ہی اٹھائیگا اسکو میں ہی اٹھاؤں گا اسلئے کہ قیامت میں مجھ ہی سے اسکا سوال ہوگا۔ میں نے مجبوء ہو کر

لے اسد الغابہ (ز) مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے (ز) تھ یعنی بے خبر رہنا بھی تو کو تاہی ہے، لیکن واہ رے عمرؓ کہ خبر لے بھی

رہے ہیں اندکسی کو خبر بھی نہیں کہ یہی عمرؓ ہیں۔
پوچھتے ہیں وہ کہ غائب کون ہے؟
کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا؟

بوری کو آپ کی کمر پر رکھ دیا۔ آپ نہایت تیزی کیساتھ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ وہاں پہنچ کر اس دیکھی میں آٹا اور کچھ چربی اور کھجوریں ڈالیں اور اسکو چلانا شروع کیا اور چولہے میں خود ہی پھونک مارنا شروع کیا۔ اسلم کہتے ہیں کہ آپ کی گنجان وارھی سے دھواں نکلتا ہوا میں دیکھتا رہا، حتیٰ کہ حریرہ ساتیار ہو گیا۔ اسکے بعد اپنے اپنے دست مبارک سے نکال کر انکو کھلایا۔ وہ سیر ہو کر خوب ہنسی تھیل میں مشغول ہو گئے اور جو بچا تھا وہ دوسرے وقت کے واسطے انکے حوالے کر دیا۔ وہ عورت بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے۔ تم تھے اسکے مستحق کہ بجائے حضرت عمرؓ کے تم ہی خلیفہ بنائے جاتے۔ حضرت عمرؓ نے اسکو تسلی دی اور فرمایا کہ جب تم خلیفہ کے پاس جاؤ گی تو مجھ کو بھی وہیں پاؤ گی۔ حضرت عمرؓ اسکے قریب ہی ذرا ہٹ کر زمین پر بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد چلے آئے اور فرمایا کہ میں اسلئے بیٹھا تھا کہ میں نے انکو روتے ہوئے دیکھا تھا۔ میرا دل چاہا کہ تھوڑی دیر ان کو سنتے ہوئے بھی دیکھوں۔ صبح کی نماز میں اکثر سورہ کہف، طہ وغیرہ بڑی سورتیں پڑھتے اور روتے کہ کئی کئی صفحوں تک آواز جاتی۔ ایک مرتبہ صبح کی نماز میں سورہ یوسف پڑھ رہے تھے اِسْمَا اَشْكُو ابْنِي وَحُزْنِي اِلَى اللّٰهِ پر پہنچے تو روتے روتے آواز نہ نکلی۔ تہجد کی نماز میں بعض مرتبہ روتے روتے گر جاتے اور بیمار ہو جاتے۔ ف۔ یہ ہے اللہ کا خوف اس شخص کا جس کے نام سے بڑے بڑے نامور بادشاہ ڈرتے تھے کانپتے تھے۔ آج بھی ساڑھے تیرہ سو برس کے زمانہ تک اسکا دبدب مانا ہوا ہے آج کوئی بادشاہ نہیں حاکم نہیں کوئی معمولی سا امیر بھی اپنی رعایا کیساتھ ایسا براؤ کرتا ہے؟

⑤ حضرت ابن عباسؓ کی نصیحت | وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ظاہری بینائی جانے کے بعد میں ان کو لئے جا رہا تھا وہ مسجد حرام میں تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر ایک مجمع سے کچھ جھگڑے کی آواز آرہی تھی۔ فرمایا مجھے اس مجمع کی طرف لے چلو۔ میں اس طرف لے گیا۔ وہاں پہنچ کر اپنے سلام کیا۔ اُن لوگوں نے بیٹھنے کی درخواست کی تو اپنے انکار فرمادیا اور فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ کے خاص بندوں کی جماعت وہ لوگ ہیں جن کو اسکے خوف نے چپ کر رکھا ہے۔ حالانکہ وہ نہ عاجز ہیں نہ گونگے بلکہ فصیح لوگ ہیں۔ بولنے والے ہیں۔ سمجھ دار ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے ذکر نے انکی عقلوں کو اڑا رکھا ہے اُن کے دل اسکی وجہ سے ٹوٹے رہتے ہیں اور زبانیں چپ رہتی ہیں اور جب اس حالت پر انکو بختگی میر ہو جاتی ہے تو اسکی وجہ سے

لے۔ بچوں کو لے آیت ۸۶۔ ترجمہ :- میں تو اپنا غم اور اضطراب و بے چینی اللہ ہی کے سامنے بیان کرتا ہوں۔

عہ اشہر مشاہیر منتخب کنز العمال (۲) لے اللہ تعالیٰ کی بڑائی کی یاد اور اسکے استحضار نے۔

نیک کاموں میں وہ جلدی کرتے ہیں تم لوگ اُن سے کہاں ہٹ گئے۔ وہبؓ کہتے ہیں کہ اسکے بعد میں نے دو آدمیوں کو بھی ایک جگہ جمع نہیں دیکھا۔ ف:- حضرت ابن عباسؓ اللہ کے خوف سے اس قدر روتے تھے کہ چہرہ پر آنسوؤں کے ہر وقت بہنے سے دونالیاں سی بن گئی تھیں۔ اوپر کے قصہ میں حضرت ابن عباسؓ نے نیک کاموں پر اہتمام کا یہ ایک سہل نسخہ بتلایا کہ اللہ کی عظمت اور اسکی بڑائی کا سوچ کیا جائے کہ اسکے بعد ہر قسم کا نیک عمل سہل ہے اور پھر وہ یقیناً اخلاص سے بھرا ہوا ہوگا۔ رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں اگر تھوڑا سا وقت بھی ہم لوگ اس سوچنے کی خاطر نکال لیں تو کیا مشکل ہے؟

۵۔ **تتوک کے سفر میں قوم تنوڈ کی بستی پر گذر** غزوہ تنوک مشہور غزوہ ہے اور

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ روم کا بادشاہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہا ہے اور بہت بڑا لشکر لیکر شام کے راستے سے مدینہ کو آرہا ہے۔ اس خبر پر ۵ رجب ۹ھ پنجشنبہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مقابلہ کے لئے مدینہ طیبہ سے روانہ ہو گئے۔ چونکہ زمانہ سخت گرمی کا تھا اور مقابلہ بھی سخت تھا اسلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف اعلان فرما دیا تھا کہ روم کے بادشاہ سے مقابلہ کیلئے چلنا ہے تیاری کر لی جائے۔ اور حضورؐ نے خود اسکے لئے چندہ فرمانا شروع کیا۔ یہی لڑائی ہے جس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر کا سارا سامان لے آئے اور جب اُن سے پوچھا کہ گھروالوں کیلئے کیا چھوڑا تو فرمایا کہ اُن کیلئے اللہ اور اسکے رسولؐ کو چھوڑ آیا۔ اور حضرت عمرؓ گھر کے پورے سامان میں سے آدھا لے آئے جس کا قصہ باب میں آتا ہے اور حضرت عثمان غنیؓ نے ایک تہائی لشکر کا پورا سامان مہیا فرمایا اور اسی طرح ہر شخص اپنی حیثیت سے زیادہ ہی لایا۔ اسکے باوجود چونکہ عام طور سے تنگی تھی اسلئے دس دس آدمی ایک اونٹ پر تھے کہ نوبت نبوتؐ اس پر سوار ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے اس لڑائی کا نام **جیش العسرة** (تنگی کا لشکر) بھی تھا۔ یہ لڑائی نہایت ہی سخت تھی کہ صفر بھی دور کا تھا اور موسم بھی اس قدر سخت کہ گرمی کی انتہا نہیں تھی اور اسکے ساتھ ہی مدینہ طیبہ میں کھجور کے پکنے کا زمانہ زور پر تھا کہ سارے باغ بالکل پکے ہوئے کھڑے تھے اور کھجور ہی پر مدینہ طیبہ والوں کی زندگی کا زیادہ دار و مدار تھا کہ سال بھر کی روزی کے جمع کر نیک گویا یہی زمانہ تھا۔ ان حالات میں یہ وقت مسلمانوں کیلئے نہایت سخت امتحان کا تھا کہ ادھر اللہ کا خوف

۱۔ یعنی نشان پڑ گئے تھے کہ غزوہ اس لڑائی کو کہتے ہیں جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک ہوئے ہوں (۲) ۲۔ دیکھئے چھٹے باب کا چوتھا قصہ لکھ باری۔

حضور کا ارشاد جس کی وجہ سے بغیر جائے نہ بنتی تھی اور دوسری جانب یہ ساری دقتیں کہ ہر وقت مستقل روک تھی۔ بالخصوص سال بھر کی محنت اور پکے پکائے درختوں کا یوں بے یار و مددگار چھوڑ جانا ناقص شکل تھا وہ ظاہر ہے مگر اس سب کے باوجود اللہ کا خوف ان حضرات پر غالب تھا اسلئے بجز منافقین اور معذورین جن میں عورتیں اور بچے بھی داخل تھے اور وہ لوگ بھی جو بضرورت مدینہ طیبہ میں چھوڑے گئے یا کسی قسم کی سواری نہ مل سکنے کی وجہ سے روتے ہوئے رہ گئے تھے جن کے بارے میں تَوَلَّوْا وَاَعْيُنُهُمْ تَفِيضٌ مِّنَ الدَّمْعِ نازل ہوئی اور سب ہی حضرات ہمرکاب تھے، البتہ تین حضرات بلا عذر کے شریک نہیں تھے جن کا قصہ آئندہ آرہا ہے۔ راستہ میں قوم شہود کی بستی پر گزرتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دامن سے اپنے چہرہ انور کو ڈھانک لیا اور اونٹنی کو تیز کر دیا اور صحابہ کو بھی حکم فرمایا کہ یہاں سے تیز چلو اور ظالموں کی بستیوں میں سے روتے ہوئے گزرو اور اس سے ڈرتے ہوئے گزرو کہ تم پر بھی خدا نخواستہ وہ عذاب کہیں نازل نہ ہو جائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔ فَبِاللَّهِ كَإِذَا رَأٰی اَنَّ السَّاعَةَ اَتَتْ اَوَّلَ رُوحِ الْبَاسِ اور لاڈلار رسول عذاب والی جگہ سے ڈرتا ہوا خوف کرتا ہوا گزرتا ہے اور اپنے جان نثار دوستوں کو جو اس سخت مجبوری کے وقت میں بھی جان نثاری کا ثبوت دیتے ہیں روتے ہوئے جانے کا حکم فرماتا ہے کہ خدا نخواستہ وہ عذاب ان پر نہ نازل ہو جائے ہم لوگ کسی بستی میں زلزلہ آجائے تو اسکو سیرگاہ بناتے ہیں۔ کھنڈروں کی تفریح کو جاتے ہیں اور رونا تو درکنار رونے کا خیال بھی دل میں نہیں لاتے۔

● تبوک میں حضرت کعبؓ کی غیر حاضری اور توبہ | اسی تبوک کی لڑائی میں معذوبین کے علاوہ اسٹی سے زیادہ تو منافق انصار میں سے تھے اور اتنے ہی تقریباً بدوی لوگوں میں سے انکے علاوہ ایک بڑی جماعت باہر کے لوگوں میں سے ایسی تھی جو شریک نہیں ہوئے اور اتنا ہی نہیں بلکہ یہ لوگ دوسروں کو بھی لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ کہہ کر روکتے تھے (کہ گرمی میں نہ نکلو) حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ جہنم کی آگ کی گرمی بہت سخت ہے۔ انکے علاوہ تین سچے پچے مسلمان بھی ایسے تھے جو بلا کسی قوی عذر کے اس لڑائی میں شریک نہیں ہو سکے۔ ایک کعبؓ بن مالک، دوسرے ہلالؓ بن امیہ، تیسرے مرارہؓ بن ربیع۔ یہ تینوں حضرات کسی نفاق یا عذر سے نہیں ٹھہرے بلکہ خوشحالی ہی سبب رہ جانے کا بن گئی۔ کعبؓ اپنی سرگذشت جو اس موقع پر پیش آئی، مفصل سناتے ہیں جو آئندہ آرہی ہے۔

۱۔ سورۃ التوبہ آیت ۹۲ ۱۰۰ اسلام خمیس (ز)۔ مجمع الزوائد ج ۱۰ صفحہ ۲۹ میں اس مضمون کی متعدد روایات ذکر کی گئی ہیں۔
۲۔ بعض اہل علم نے انکے نام یاد رکھنے کیلئے فرمایا ہے کہ ان تینوں ناموں کے شروع کے حروف "ک" میں آجاتے ہیں۔ یعنی سیم سے مراد کعبؓ اور ہلالؓ۔

مراد بن ریح کا باغ خوب پھل رہا تھا انکو خیال ہوا کہ اگر میں چلا گیا تو یہ سب ضائع ہو جائیگا، ہمیشہ میں لڑائیوں میں شریک ہوتا ہی رہا ہوں اگر اس مرتبہ رہ گیا تو کیا مضائقہ ہے اس لئے ٹھہر گئے۔ مگر جب تنبہ ہوا تو چونکہ باغ ہی اسکا سبب ہوا تھا اسلئے سب کو اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دیا۔

ہلال کے اہل واعزہ جو کہیں کہیں گئے ہوئے تھے اتفاق سے اس موقع پر سب جمع ہو گئے انکو بھی یہی خیال ہوا کہ ہمیشہ شرکت کرتا ہی رہتا ہوں اگر اس مرتبہ رہ گیا تو کیا حرج ہے اسلئے ٹھہر گئے مگر تنبہ ہونے پر سب تعلقات منقطع رہنے کا ارادہ کیا کہ یہ تعلقات ہی اس لڑائی میں شرکت نہ کر سکنے کا سبب ہوئے۔

حضرت کعب کا قصہ احادیث میں کثرت سے آتا ہے وہ اپنی سرگذشت بڑی تفصیل سے سنایا کرتے تھے وہ فرماتے ہیں کہ میں تبوک سے پہلے کسی لڑائی میں بھی اتنا قوی و مالدار نہیں تھا جتنا کہ تبوک کے وقت تھا اسوقت میرے پاس خود اپنی ذاتی دو اونٹنیاں تھیں اس سے پہلے کبھی بھی دو اونٹنیاں میرے پاس ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیشہ عادت شریفیہ یہ تھی کہ جس طرف لڑائی کا ارادہ ہوتا تھا اسکا اظہار نہیں ہوتا تھا بلکہ دوسری جانبوں کے احوال دریافت فرماتے تھے۔ مگر اس لڑائی میں چونکہ گرمی بھی شدید تھی اور سفر بھی دور کا تھا انکے علاوہ دشمنوں کی بھی بہت بڑی جماعت تھی اسلئے صاف اعلان فرمادیا تھا تاکہ لوگ تیاری کر لیں چنانچہ مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت حضور کے ساتھ ہو گئی کہ رجب میں انکا نام بھی لکھنا دشوار تھا اور جمع کی کثرت کی وجہ سے کوئی شخص اگر چھپنا چاہتا کہ میں نہ جاؤں نہ پتہ چلے تو دشوار نہ تھا، انکے ساتھ ہی پھل بالکل یک رہے تھے۔ میں بھی سامان سفر کی تیاری کا صبح ہی سے ارادہ کرتا مگر شام ہو جاتی اور کسی قسم کی تیاری کی نوبت نہ آتی۔ لیکن میں اپنے دل میں خیال کرتا کہ مجھے وسعت حاصل ہے جب ارادہ پختہ کروں گا فوراً ہو جائیگا۔ جسے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم روانہ بھی ہو گئے اور مسلمان آپ کے ساتھ ساتھ مگر میرا سامان سفر تیار نہ ہوا۔ پھر بھی یہی خیال رہا کہ ایک دو روز میں تیار کر کے جا ملوں گا۔ اسی طرح آج کل پر ملتارہا۔ جسے کہ حضور کے وہاں پہنچنے کا زمانہ تقریباً آگیا۔ اسوقت میں نے کوشش بھی کی مگر سامان نہ ہو سکا۔ اب میں جب مدینہ طیبہ میں ادھر ادھر دیکھتا ہوں تو صرف وہی لوگ ملتے ہیں جن کے اوپر نفاق کا بد نما داغ لگا ہوا تھا یا وہ معذور تھے اور حضور نے بھی تبوک پہنچ کر دریافت فرمایا کہ کعب نظر نہیں پڑتے کیا بات

لے یعنی اپنی کوتاہی کا خیال آیا۔

ہوئی۔ ایک صاحب نے کہا یا رسول اللہ! اسکو اپنے مال و جمال کی اکڑنے روکا۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ غلط کہا ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ بھلا آدمی ہے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل سکوت فرمایا اور کچھ نہیں بولے۔ حتیٰ کہ چند روز میں میں نے واپسی کی خبر سنی تو مجھے رنج و غم سوار ہوا اور بڑا فکر ہوا۔ دل میں جھوٹے جھوٹے عذر آتے تھے کہ اسوقت کسی فرضی عذر سے حضورؐ کے غصہ سے جان بچالوں پھر کسی وقت معافی کی درخواست کر لوں گا اور اس بارے میں اپنے گھرانے کے ہر سمجھ دار سے مشورہ کرتا رہا۔ مگر جب مجھے معلوم ہو گیا کہ حضور تشریف لے ہی آئے تو میرے دل نے فیصلہ کیا کہ بغیر سچ کے کوئی چیز نجات نہ دے گی اور میں نے سچ سچ عرض کرنے کی ٹھان لی۔ حضورؐ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اول مسجد میں تشریف لیجاتے اور دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے اور وہاں تھوڑی دیر تشریف رکھتے کہ لوگوں سے ملاقات فرمائیں۔ چنانچہ حسب معمول حضور تشریف فرما رہے اور منافق لوگ آکر جھوٹے جھوٹے عذر کرتے اور قسمیں کھاتے رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ظاہر حال کو قبول فرماتے رہے اور باطن کو اللہ کے سپرد کرتے رہے کہ اتنے میں میں بھی حاضر ہوا اور سلام کیا۔ حضورؐ نے ناراضگی کے انداز میں تبسم فرمایا اور اعراض فرمایا۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! آپ نے اعراض فرمایا، میں خدا کی قسم نہ تو منافق ہوں نہ مجھے ایمان میں کچھ تردد ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہاں آ، میں قریب ہو کر بیٹھ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تجھے کس چیز نے روکا، کیا تو نے اونٹنیاں نہیں خرید رکھی تھیں؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں کسی دنیا دار کے پاس اسوقت ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ میں اس کے غصہ سے معقول عذر کے ساتھ خلاصی پالیتا کہ مجھے بات کرنیکا سلیقہ اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا ہے، لیکن آپ کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ اگر آج جھوٹ سے آپ کو راضی کر لوں تو قریب ہے کہ اللہ جل جلالہ مجھ سے ناراض ہوں گے اور اگر آپ سے صاف صاف عرض کر دوں تو آپ کو غصہ آئیگا لیکن قریب ہے کہ اللہ کی پاک ذات آپ کے عتاب کو زائل فرما دے گی۔ اسلئے سچ ہی عرض کرتا ہوں کہ واللہ مجھے کوئی عذر نہیں تھا اور جیسا فارغ اور وسعت والا میں اس زمانہ میں تھا کسی زمانہ میں بھی اس سے پہلے نہیں ہوا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے سچ کہا۔ پھر فرمایا کہ اچھا اٹھ جاؤ تمہارا فیصلہ حق تعالیٰ شانہ فرمائینگے۔ میں وہاں سے اٹھا تو میری قوم کے بہت سے لوگوں نے مجھے ملامت کی کہ تو نے اس سے پہلے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ اگر تو کوئی عذر کر کے حضورؐ سے استغفار کی درخواست کرتا تو حضورؐ کا استغفار تیرے لئے کافی تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کوئی اور بھی ایسا شخص ہے جس کیساتھ

یعنی بے توجہی فرمائی۔

میں نے تیسری مرتبہ پھر قسم دیکر پوچھا۔ انھوں نے کہا اللہ جانے اور اسکا رسول۔ یہ کلمہ سن کر میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور وہاں سے لوٹ آیا۔ اسی دوران میں ایک مرتبہ میں مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا کہ ایک قبیلے کو جو نصرانی تھا اور شام سے مدینہ منورہ اپنا غلہ فروخت کرنے آیا تھا یہ کہتے ہوئے سنا کہ کوئی کعب بن مالک کا پتہ بتا دو۔ لوگوں نے اسکو میری طرف اشارہ کر کے بتایا وہ میرے پاس آیا اور غسان کے کافر بادشاہ کا خط مجھے لا کر دیا اس میں لکھا ہوا تھا۔ ہمیں معلوم ہوا کہ تمہارے آقا نے تم پر ظلم کر رکھا ہے تمہیں اللہ ذلت کی جگہ نہ رکھے اور نہ ضائع کرے۔ تم ہمارے پاس آ جاؤ ہم تمہاری مدد کریں گے (دنیا کا قاعدہ ہوتا ہے کہ کسی بڑے کی طرف اگر چھوٹوں کو تنبیہ ہوتی ہے تو انکو بہکانے والے اور زیادہ کھونے کی کوشش کیا کرتے ہیں اور خیر خواہ بنکر اس قسم کے الفاظ سے اشتعال دلایا ہی کرتے ہیں) کعبؓ کہتے ہیں کہ میں نے یہ خط پڑھ کر انا اللہ پرستی کہ میری حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ کافر بھی مجھ میں طمع کرنے لگے اور مجھے اسلام تک سے ہٹانے کی تدبیریں ہونے لگیں۔ یہ ایک اور مصیبت آئی اور اس خط کو لیجا کر میں نے ایک تنور میں پھونک دیا اور حضورؐ سے جا کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے اعراض کی وجہ سے میری یہ حالت ہو گئی کہ کافر مجھ میں طمع کرنے لگے۔ اسی حالت میں چالیس روز ہم پر گزرے تھے کہ حضورؐ کا قاصد میرے پاس حضورؐ کا یہ ارشاد لیکر آیا کہ اپنی بیوی کو بھی چھوڑ دو۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا منشاء ہے اسکو طلاق دے دوں، کہا نہیں، بلکہ علیحدگی اختیار کر لو اور میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی ان ہی قاصد کی معرفت یہی حکم پہنچا، میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تو اپنے میکہ میں چلی جا جب تک اللہ تعالیٰ شانہ اس امر کا فیصلہ فرمائیں وہیں رہنا۔ ہلال بن امیہ کی بیوی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ ہلال بالکل بوڑھے شخص ہیں کوئی خبر گیری کرنے والا نہ ہوگا تو ہلاک ہو جائیگے۔ اگر آپ اجازت دیں اور آپ کو گرائی نہ ہو تو میں کچھ کام کاج ان کا کر دیا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا مضائقہ نہیں لیکن صحبت نہ کریں، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس چیز کی طرف تو انکو میلان بھی نہیں۔ جس روز سے یہ واقعہ پیش آیا آج تک انکا وقت روتے ہی گزر رہا ہے۔ کعبؓ کہتے ہیں۔ مجھ سے بھی کہا گیا کہ ہلال کی طرح تو بھی اگر بیوی کی خدمت کی اجازت لے لے تو شاید مل جائے۔ میں نے کہا وہ بوڑھے ہیں۔ میں جوان ہوں، نہ معلوم مجھے کیا جواب ملے۔ اسلئے میں جرات نہیں کرتا۔ غرض اس حال میں دس روز اور گزرے کہ ہم سے

لے یعنی کافروں کو یہ امید ہونے لگی کہ اب میں پھسل جاؤں گا یہ اللہ اکبر! چالیس روز کے مکمل بائیکاٹ کے بعد بھی اس قدر فرمانبرداری اور وہ بھی اپنی بیوی کے بارے میں۔ سچ یہ ہے کہ ان حضرات کی لغزشیں بھی ہماری ہزار عبادتوں سے بڑھکر ہیں یہ ممکن ہے بیوی نے کہا جو کہ بیویوں سے علیحدگی کا حکم اب تک نہیں ہوا تھا یا کسی بچے یا منافق نے کہا ہو کہ صاف تو بولتے ہی نہ تھے (ز)

بات چیت میل جول چھٹے ہوئے پورے پچاس دن ہو گئے۔ پچاسویں دن کی صبح کی نماز اپنے گھر کی نہ ت پر پڑھ کر میں نہایت غمگین بیٹھا ہوا تھا۔ زمین مجھ پر بالکل تنگ تھی اور زندگی دو بھر ہو رہی تھی کہ صلح پہاڑ کی چوٹی پر سے ایک زور سے چلانے والے نے آواز دی کہ کعبہ خوشخبری ہو تم کو۔ میں اتنا ہی سن کر سجدے میں گر گیا اور خوشی کے مارے رونے لگا اور سمجھا کہ شکی دور ہو گئی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد ہماری معافی کا اعلان فرمایا۔ جس پر ایک شخص نے تو پہاڑ پر چڑھ کر زور سے آواز دی کہ وہ سب پہلے پہنچ گئی۔ اسکے بعد ایک صاحب گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگے ہوئے آئے، میں جو کپڑے پہن رہا تھا وہ نکال کر بشارت دنیوالے کی نذر کر دیئے۔ خدا کی قسم ان دو کپڑوں کے سوا اور کوئی کپڑا اس وقت میری ملک میں نہ تھا۔ اسکے بعد میں دو کپڑے مانگے ہوئے پہنے اور حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسی طرح میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی خوشخبری لیکر گئے۔ میں جب مسجد نبوی میں حاضر ہوا تو وہ لوگ جو خدمت اقدس میں حاضر تھے مجھے مبارکباد دینے کیلئے دوڑے اور سب پہلے ابو طلحہؓ نے بڑھ کر مبارکباد دی اور مصافحہ کیا جو ہمیشہ ہی یادگار رہے گا۔ میں نے حضور کی بارگاہ میں جا کر سلام کیا تو چہرہ انور کھل رہا تھا اور انوار خوشی کے چہرے سے ظاہر ہو رہے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی کے وقت میں چاند کی طرح سے چمکنے لگتا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میری جائداد جو ہے وہ سب اللہ کے راستے میں صدقہ ہے کہ یہ ثروت ہی اس مصیبت کا سبب بنی تھی (حضور نے فرمایا کہ اس میں شکی ہوگی، کچھ حصہ اپنے پاس بھی رہنے دو۔ میں نے عرض کیا کہ بہتر ہے خیر کا حصہ رہنے دیا جائے۔ مجھے سچ ہی نے نجات دی اسلئے میں عہد کر لیا کہ ہمیشہ ہی سچ بولوں گا۔ ف:- یہ ہے صحابہ کرام کی اطاعت اور دینداری کا اور اللہ کے خوف کا نمونہ کہ ہمیشہ جنگ میں یہ حضرات شریک رہے۔ ایک مرتبہ کی غیر حاضری پر کیا کیا عتاب ہوا اور اسکو کس فرمانبرداری سے برداشت کیا کہ پچاس دن رو کر گزار دیئے اور مال جس کی وجہ سے یہ واقعہ پیش آیا تھا وہ بھی صدقہ کر دیا اور کافروں نے طمع دلائی تو بجائے مشتعل ہونے کے اور زیادہ پشیمان ہوئے اور اسکو بھی اللہ کا عتاب اور حضور کے اعراض کی وجہ سے سمجھا کہ میرے دین کا ضعف اس درجہ تک پہنچ گیا کہ کافروں کو اسکی طمع ہونے لگی کہ وہ مجھے بے دین بنادیں۔ ہم لوگ بھی مسلمان ہیں، اللہ اور اسکے پاک رسول کے ارشادات بھی سامنے ہیں۔ بڑے سے بڑا

اے اگرچہ کپڑے کے سوا اور مال موجود تھا مگر اسوقت کی عام زندگی یہ تھی کہ فضول چیزیں زیادہ نہ ہوتی تھیں اسلئے کپڑے دو ہی تھے (۱) تہ در مشورۃ فتح الباری (۲)

حکم نماز ہی کا لے لو کہ ایمان کے بعد اس کے برابر کوئی چیز بھی نہیں۔ کتنے ہیں جو اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور جو کرتے ہیں وہ بھی کیسی کرتے ہیں۔ اس کے بعد زکوٰۃ اور حج کا تو پوچھنا ہی کیا کہ اس میں تو مال بھی خرچ ہوتا ہے۔

● صحابہ کے ہنسنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہ اور قبر کی یاد دہانی انبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ نماز کے لئے تشریف لائے تو ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ کھل کھلا کر ہنس رہی تھی اور ہنسی کی وجہ سے دانت کھل رہے تھے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو کثرت سے یاد کیا کرو تو جو حالت میں دیکھ رہا ہوں وہ پیدا نہ ہو۔ لہذا موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ قبر پر کوئی دن ایسا نہیں گذرتا جس میں وہ یہ آواز نہ دیتی ہو کہ میں بیگانگی کا گھر ہوں۔ مٹی کا گھر ہوں۔ کیڑوں کا گھر ہوں۔ جب کوئی مومن قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ تیرا آنا مبارک ہے۔ بہت اچھا کیا تو آگیا۔ جتنے آدمی زمین پر چلتے تھے تو ان سب میں مجھے زیادہ پسند تھا۔ آج جب تو میرے پاس آیا ہے تو میرے بہترین سلوک کو دیکھے گا۔ اس کے بعد وہ قبر جہاں تک مرنے کی نظر جاتی ہے وہاں تک وسیع ہو جاتی ہے اور ایک دروازہ اس میں جنت کا کھل جاتا ہے، جس سے وہاں کی ہوا اور خوشبوئیں اسکو آتی رہتی ہیں اور جب کوئی بدکردار قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ تیرا آنا مبارک ہے بڑا کیا جو تو آیا۔ زمین پر جتنے آدمی چلتے تھے ان سب میں تجھ ہی سے مجھے زیادہ نفرت تھی۔ آج جب تو میرے حوالہ ہوا ہے تو میرے برتاؤ کو بھی دیکھ لے گا۔ اس کے بعد وہ اس طرح سے اسکو دباتی ہے کہ پسلیاں آپس میں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور ستر اڑدے اس پر ایسے مسلط ہو جاتے ہیں کہ اگر ایک بھی زمین پر پھونکا مار دے تو اس کے اثر سے زمین پر گھاس تک باقی نہ رہے۔ وہ اسکو قیامت تک ڈستے رہتے ہیں۔ اس کے بعد حضور نے ارشاد فرمایا کہ قبر یا جنت کا ایک باغ ہے یا جہنم کا ایک گڑھا ہے۔ ف۔ ب۔ اللہ کا خوف بڑی ضروری اور اہم چیز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر کسی گہری سوچ میں رہتے تھے اور موت کا یاد کرنا اس کے لئے مفید ہے۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نسخہ ارشاد فرمایا، کبھی موت کو یاد کرتے رہنا بہت ہی ضروری اور مفید ہے۔

● حضرت حنظلہؓ کو اپنے متعلق نفاق کا ڈر حضرت حنظلہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ

حضور کی مجلس میں تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا جس سے قلوب نرم ہو گئے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اپنی حقیقت ہمیں ظاہر ہو گئی حضور کی مجلس سے اٹھ کر میں گھر آیا

لے یعنی کچھ لوگ ہنسی دل لگی کر رہے تھے مٹہ مشکوٰۃ (ز)

بیوی بچے پاس آگئے اور کچھ دنیا کا ذکر تذکرہ شروع ہو گیا اور بچوں کیساتھ ہنسا بولنا بیوی کیساتھ مذاق شروع ہو گیا اور وہ حالت جاتی رہی جو حضور کی مجلس میں تھی۔ دفعۃً خیال آیا کہ میں پہلے سے کس حال میں تھا اب کیا ہو گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ تو تو منافق ہو گیا کہ ظاہر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تو وہ حال تھا اور اب گھر میں آکر یہ حالت ہو گئی۔ میں اس پر افسوس اور رنج کرتا ہوا اور یہ کہتا ہوا گھر سے نکلا کہ حنظلہ تو منافق ہو گیا، سامنے سے حضرت ابو بکر صدیقؓ تشریف لارہے تھے، میں نے ان سے عرض کیا کہ حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ وہ یہ سن کر فرمانے لگے کہ سبحان اللہ کیا کہہ رہے ہیں، ہرگز نہیں، میں نے صورت بیان کی کہ ہم لوگ جب حضور کی خدمت میں ہوتے ہیں اور حضور دوزخ اور جنت کا ذکر فرماتے ہیں تو ہم لوگ ایسے ہو جاتے ہیں گویا وہ دونوں ہمارے سامنے ہیں اور جب حضور کے پاس سے آجاتے ہیں تو بیوی بچوں اور جائیداد وغیرہ کے دھندوں میں پھنس کر اسکو بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ یہ بات تو ہم کو بھی پیش آتی ہے اسلئے دونوں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جا کر حنظلہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں تو منافق ہو گیا۔ حضور نے فرمایا، کیا بات ہوئی۔ حنظلہؓ نے عرض کیا کہ جب ہم لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ جنت دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں تب تو ہم ایسے ہو جاتے ہیں کہ گویا وہ ہمارے سامنے ہیں، لیکن جب خدمت اقدس سے چلے جاتے ہیں تو جا کر بیوی بچوں اور گھر باہر کے دھندوں میں پھنس کر بھول جاتے ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمہارا ہر وقت وہی حال رہے جیسا میرے سامنے ہوتا ہے تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں۔ لیکن حنظلہؓ نے یہ بات یہ کہ گائے گائے گائے گائے گائے۔ ف:- یعنی آدمی کیساتھ انسانی ضرورتیں بھی لگی ہوئی ہیں جن کو پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ کھانا پینا، بیوی بچے اور ان کی خیر خبر لینا یہ بھی ضروری چیزیں ہیں۔ اسلئے اس قسم کے حالات کبھی کبھی حاصل ہوتے ہیں نہ ہر وقت یہ حاصل ہوتے ہیں اور نہ اسکی اُمید رکھنا چاہیئے۔ یہ فرشتوں کی شان ہے کہ انکو کوئی دوسرا دھندہ ہی نہیں، نہ بیوی بچے نہ فکر معاش اور نہ دنیوی قصے اور انسان کیساتھ چونکہ بشری ضروریات لگی ہوئی ہیں اسلئے وہ ہر وقت ایک سی حالت پر نہیں رہ سکتا، لیکن غور کی بات یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے دین کی کتنی فکر تھی کہ ذرا سی بات سے کہ حضور کے سامنے جو حالت ہماری ہوتی ہے وہ بعد میں

نے گھر بار سے ایک عاف باللہ نے کیا خوب کہا ہے۔
 مجھے برطام اعلیٰ نشینم
 مجھے برپشت پائے خود نشینم

نہیں رہتی اس سے اپنے منافق ہونے کا انکو فکر ہو گیا۔ عشق است و ہزار بدگمانی عشق جس سے ہوتا ہے اس کے متعلق ہزار طرح کی بدگمانی اور فکر ہو جاتا ہے۔ بیٹے سے محبت ہو اور وہ کہیں سفر میں چلا جائے پھر دیکھئے ہر وقت خیریت کی خبر کا فکر رہتا ہے اور جو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ وہاں طاعون یا فساد ہو گیا پھر خدا جانے کتنے خطوط اور تار پہنچیں گے۔

تکبیل: اللہ کے خوف کے مستغرق احوال

قرآن شریف کی آیات اور حضور کی احادیث اور بزرگوں کے واقعات میں اللہ جل شانہ سے ڈرنے کے متعلق جتنا کچھ ذکر کیا گیا ہے اس کا احاطہ تو دشوار ہے لیکن مختصر طور پر اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ دین کے ہر کمال کا زینہ اللہ کا خوف ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ حکمت کی جڑ اللہ کا خوف ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بہت رویا کرتے تھے جتنے کہ روتے روتے آنکھیں بھی بیکار ہو گئی تھیں کسی شخص نے ایک مرتبہ دیکھ لیا تو فرمانے لگے کہ میرے رونے پر تعجب کرتے ہو اللہ کے خوف سے سوچ روتا ہے۔ ایک مرتبہ ایسا ہی قصہ آیا تو فرمایا کہ اللہ کے خوف سے چاند روتا ہے۔ ایک نوجوان صحابیؓ پر حضور کا گذر ہوا وہ پڑھ رہے تھے جب **فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ** پر پہنچے تو بدن کے بال کھڑے ہو گئے۔ روتے روتے دم گھٹنے لگا اور کہہ رہے تھے ہاں جس دن آسمان پھٹ جاویں گے (یعنی قیامت کے دن) میرا کیا حال ہو گا۔ ہائے میری بربادی۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اس رونے کی وجہ سے فرشتے بھی رونے لگے۔ ایک انصاری نے تہجد پڑھا اور پھر بیٹھ کر بہت روئے۔ کہتے تھے اللہ ہی نے فریاد کرتا ہوں جہنم کی آگ کی۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ تم نے آج فرشتوں کو رلا دیا۔ عبد اللہ بن رواحہ ایک صحابی ہیں رو رہے تھے۔ بیوی بھی ان کی اس حالت کو دیکھ کر رونے لگیں۔ پوچھا کہ تم کیوں روتی ہو، کہنے لگیں کہ جس وجہ سے تم روتے ہو۔ عبد اللہ بن رواحہ نے کہا کہ میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ جہنم پر تو گذرنا ہے ہی۔ نہ معلوم نجات ہو سکے گی یا وہیں رہ جاؤں گا۔ زرارۃ بن اوفیٰؓ ایک مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے **فَإِذَا انْقَرَضَى السَّاعِدُ الْآيَةُ** پر جب پہنچے تو فوراً گر گئے اور انتقال ہو گیا۔ لوگ اٹھا کر گھرتک لائے۔ حضرت خلید ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے **كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ** پر پہنچے تو اسکو بار بار پڑھنے لگے۔

لے قیام الیل (زم) سورۃ الذر آیت ۸۔ ترجمہ: پھر جسدن مور پھونکا جائے گا وہ دن بھی بڑا سخت دن ہو گا (آیت ۸-۹)

سورۃ آل عمران آیت ۱۸۳۔

مٹھوری دیر میں گھر کے ایک کونے سے آواز آئی کہ کتنی مرتبہ اسکو پڑھو گے تمہارے اس بار بار کے پڑھنے سے چار جن مرچکے ہیں۔ ایک اور صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ پڑھتے پڑھتے جب دُرُودُ اِلٰی اللہ مَوْلٰیہُ الْحَقِّ پر پہنچے تو ایک چیخ ماری اور تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ اور بھی اس قسم کے واقعات کثرت سے گذرے ہیں۔ حضرت فضیلؒ مشہور بزرگ کہتے ہیں کہ اللہ کا خوف ہر خیر کی طرف رہبری کرتا ہے۔ حضرت شبلیؒ کے نام سے سب ہی واقف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب بھی میں اللہ سے ڈرا ہوں اسکی وجہ سے مجھ پر حکمت اور عبرت کا ایسا دروازہ کھلا ہے جو اس سے پہلے نہیں کھلا۔ حدیث میں آیا ہے اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے پر دو خوف جمع نہیں کرتا اور دو بے فکریاں نہیں دیتا۔ اگر دنیا میں مجھ سے بے فکر رہے تو قیامت میں ڈراتا ہوں اور دنیا میں ڈرتا ہے تو آخرت میں بے فکری عطا کرتا ہوں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اس سے ہر چیز ڈرتی ہے اور جو غیر اللہ سے ڈرتا ہے اسکو ہر چیز ڈراتی ہے۔ یحییٰ بن معاذ کہتے ہیں کہ آدمی بیچارہ اگر جہنم سے اتنا ڈرنے لگے جتنا تنگدستی سے ڈرتا ہے تو سیدھا جنت میں جائے۔ ابوسلیمان دارانی کہتے ہیں کہ جس دل سے اللہ کا خوف جاتا رہتا ہے وہ برباد ہو جاتا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس آنکھ سے اللہ کے خوف کی وجہ سے ذرا سا آنسو خواہ مکھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہو نکل کر چہرہ پر گرے اللہ تعالیٰ اس چہرہ کو آگ پر حرام فرما دیتا ہے۔ حضورؐ کا ایک اور ارشاد ہے کہ جب مسلمان کا دل اللہ کے خوف سے کانپتا ہے تو اسکے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے درختوں سے پتے جھڑتے ہیں، میرے نبیؐ کا ایک اور ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے اسکا آگ میں جانا ایسا ہی مشکل ہے جیسا دودھ کا تھنوں میں واپس جانا۔ حضرت عقبہؓ بن عامر ایک صحابی ہیں۔ انھوں نے حضورؐ سے پوچھا کہ نجات کا راستہ کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو روکے رکھو، گھر میں بیٹھے رہو اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔ حضرت عائشہؓ نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ آپؐ کی امت میں کوئی ایسا بھی ہے جو بے حساب کتاب جنت میں داخل ہو۔ حضورؐ نے فرمایا، ہاں جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا ہے، میرے آقاؐ کا ایک اور ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی قطرہ پسند نہیں ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو، دوسرا خون کا قطرہ جو اللہ کے راستہ میں گرا ہو۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سات آدمی ایسے ہوں گے جن کو اللہ جل شانہ اپنا سایہ عطا فرما دے گا، ایک وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اسکی وجہ سے اسکی آنکھ سے آنسو بہنے لگیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے جو رو سکتا ہو روئے اور جسکو رونانا آئے وہ رونے کی صورت ہی بنالے۔ محمد بن منکدر جب روتے تھے تو آنسوؤں کو اپنے منہ اور ڈاڑھی سے پونچھتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے یہ

روایت پہنچی ہے کہ جہنم کی آگ اس جگہ کو نہیں چھوتی جہاں آنسو پہنچے ہوں۔ ثابت بن سنان کی آنکھیں دکھنے لگیں۔ طبیب نے کہا کہ ایک بات کا وعدہ کر لو آنکھ اچھی ہو جاوے گی کہ رویا نہ کرو۔ کہنے لگے آنکھ میں کوئی خوبی ہی نہیں اگر وہ روئے نہیں۔ یزید بن مسیر کہتے ہیں کہ رونا سات درجہ سے ہوتا ہے۔ خوشی سے، جنون سے، درد سے، گھبراہٹ سے، دکھلاؤ سے، نشہ سے اور اللہ کے خوف سے۔ یہی ہے وہ رونا کہ اس کا ایک آنسو بھی آگ کے سمندر کو بجھا دیتا ہے۔ کعب بن احبار کہتے ہیں۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر میں اللہ کے خوف سے روؤں اور آنسو میرے رخسار پر بہنے لگیں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کروں انکے علاوہ اور بھی ہزاروں اوشادات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی یاد میں اور اپنے گناہوں کی فکر میں رونا کیمیا ہے اور بہت ہی ضروری اور مفید۔ اور اپنے گناہوں پر نظر کر کے یہی حالت ہونا چاہیے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کی امید میں بھی کمی نہ ہو، یقیناً اللہ کی رحمت ہر شے کو وسیع ہے۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ اگر قیامت میں یہ اعلان ہو کہ ایک شخص کے سوا سب کو جہنم میں داخل کر دو تو مجھے اللہ کی رحمت سے یہ اُمید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔ اور اگر یہ اعلان ہو کہ ایک شخص کے سوا سب کو جنت میں داخل کر دو تو مجھے اپنے اعمال سے یہ خوف ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔ اسلئے دونوں چیزوں کو علیحدہ علیحدہ سمجھنا اور رکھنا چاہیے۔ بالخصوص موت کے وقت میں اُمید کا معاملہ زیادہ ہونا چاہیے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص نہ مرے گا مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہوا۔ امام احمد بن حنبل کا جب انتقال ہونے لگا تو انھوں نے اپنے بیٹے کو بلایا اور فرمایا کہ ایسی احادیث مجھے سناؤ جن سے اللہ تعالیٰ کیساتھ اُمید بڑھتی ہو



نیسرا بات



صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین کے زہد اور فقر کے بیان ہیں

اس بارہ میں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا معمول اور اسکے واقعات جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خود اختیار فرمائی ہوئی اور پسند کی ہوئی تھی۔ اتنی کثرت سے حدیث کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں کہ ان کا مثال کے طور پر بھی جمع کرنا مشکل ہے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ فقر مومن کا تحفہ ہے۔

یعنی ساتواں۔ دنا جو خدا کے خوف سے ہو۔

۱ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہاڑوں کو سونا بنادینے سے انکار | حضور کا ارشاد

ہے کہ میرے رب نے مجھ پر یہ پیش کیا کہ میرے لئے مکہ کے پہاڑوں کو سونے کا بنا دیا جائے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ مجھے تو یہ پسند ہے کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں تو دوسرے دن بھوکا رہوں تاکہ جب بھوکا رہوں تو تیری طرف زاری کروں اور تجھے یاد کروں اور جب پیٹ بھروں تو تیرا شکر کروں، تیری تعریف کروں۔ ف۔ یہ اس ذات مقدس کا حال ہے جس کے

ہم نام لیوا ہیں اور اسکی امت میں ہونے پر فخر ہے جس کی ہر بات ہمارے لئے قابل اتباع ہے۔

۲ حضرت عمرؓ کے وسعت طلب کرنے پر تنبیہ اور حضورؐ کے گذر کی حالت | بیویوں

کی بعض زیادتیوں پر ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم خالی تھی کہ ایک مہینہ تک انکے پاس نہ جاؤں گا تاکہ ان کو تنبیہ ہو اور علیحدہ اوپر ایک حجرہ میں قیام فرمایا تھا۔ لوگوں میں یہ شہرت ہو گئی کہ حضورؐ نے سب کو طلاق دے دی۔ حضرت عمرؓ اس وقت اپنے گھر تھے جب یہ خبر سنی تو دوڑے ہوئے تشریف لائے۔ مسجد میں دیکھا کہ لوگ متفرق طور پر بیٹھے ہوئے حضورؐ کے رنج اور غصہ کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ بیبیاں بھی سب اپنے گھروں میں رو رہی ہیں۔ اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ کے

پاس تشریف لے گئے وہ بھی مکان میں رو رہی تھیں۔ فرمایا کہ اب کیوں روہی ہے کیا میں ہمیشہ اس سے ڈرایا نہیں کرتا تھا کہ حضورؐ کی ناراضگی کی کوئی بات نہ کیا کر۔ اسکے بعد مسجد میں تشریف لائے۔ وہاں ایک جماعت منبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ بھوڑی دیر وہاں بیٹھے رہے مگر شدت

رنج سے بیٹھانہ گیا تو حضورؐ جس جگہ تشریف فرما تھے اسکے قریب تشریف لے گئے اور حضرت رباحؓ ایک غلام کے ذریعہ سے جو دو باری کے زینہ پر پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے اندر حاضری کی اجازت چاہی، انھوں نے حاضر خدمت ہو کر حضرت عمرؓ کیلئے اجازت مانگی مگر حضورؐ نے سکوت فرمایا کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت رباحؓ نے آکر یہی جواب عمرؓ کو دے دیا کہ میں نے عرض کر دیا تھا مگر کوئی جواب نہ

ملا۔ حضرت عمرؓ بالوں ہو کر منبر کے پاس آ بیٹھے مگر بیٹھانہ گیا۔ تو پھر بھوڑی دیر میں حاضر ہو کر حضرت رباحؓ کے ذریعہ سے اجازت چاہی۔ اسی طرح تین مرتبہ پیش آیا کہ یہ بیٹابی سے غلام کے ذریعہ سے اجازت حاضری کی مانگتے۔ ادھر سے جواب میں سکوت اور خاموشی ہی ہوتی۔ تیسری مرتبہ جب لوٹے لگے تو حضرت رباحؓ نے آواز دی اور کہا کہ تمہیں حاضری کی اجازت ہو گئی۔ حضرت عمرؓ حاضر خدمت

ہوئے تو دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک بورے پر لیٹے ہوئے ہیں جس پر کوئی چیز بچھ ہوئی نہیں ہے اسوجہ سے جسم اظہر پر بورے کے نشانات بھی ابھر آئے ہیں خوبصورت بدن پر نشانات

لے ترمذی (از) جماعت سے مراد کچھ لوگ تھے مکان سے ملی ہوئی وہ بیٹھک جسکا ایک دروازہ اندر کی طرف (باقی اگلے صفحہ پر)

صاف نظر آیا ہی کرتے ہیں اور سر ہانے ایک چمڑے کا تکیہ ہے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی۔
 میں نے سلام کیا اور سب سے اول تو یہ پوچھا کہ آپؐ نے بیویوں کو طلاق دے دی۔ آپؐ نے فرمایا نہیں
 اسکے بعد میں نے دل بستگی کے طور پر حضورؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ ہم قریشی لوگ عورتوں پر غالب
 رہتے تھے مگر جب مدینہ آئے تو دیکھا کہ انصار کی عورتیں مردوں پر غالب ہیں۔ انکو دیکھ کر قریش
 کی عورتیں بھی اس سے متاثر ہو گئیں۔ اسکے بعد میں نے ایک آدھ بات اور کی جس سے نبی اکرم صلی اللہ
 علیہ وسلم کے چہرہ انور پر تبسم کے آثار ظاہر ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ گھر کا کل سامان یہ تھا۔ تین چمڑے
 بغیر دباغت دیئے ہوئے اور ایک مٹھی جو ایک کونے میں پڑے ہوئے تھے۔ میں نے ادھر ادھر نظر
 دوڑا کر دیکھا تو اسکے سوا کچھ نہ ملا۔ میں دیکھ کر رو دیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کیوں رو رہے ہو۔ میں نے
 عرض کیا یا رسول اللہ کیوں نہ روؤں کہ یہ بوریئے کے نشانات آپؐ کے بدن مبارک پر پڑ رہے
 ہیں اور گھر کی کل کائنات یہ ہے جو میرے سامنے ہے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ دعا کیجئے
 کہ آپؐ کی امت پر بھی وسعت ہو۔ یہ روم و فارس بے دین ہونے کے باوجود کہ اللہ کی عبادت
 نہیں کرتے۔ ان پر تو یہ وسعت، یہ قیصر و کسریٰ تو باغوں اور نہروں کے درمیان ہوں اور
 آپؐ اللہ کے رسولؐ اور اسکے خاص بندہ ہو کر یہ حالت۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے ہوئے
 لیٹے تھے۔ حضرت عمرؓ کی یہ بات سُن کر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کہ عمرؓ کیا اب تک اس بات کے اندر
 شک میں پڑے ہوئے ہو۔ سنو، آخرت کی وسعت دنیا کی وسعت سے بہت بہتر ہے۔ ان کفار کی
 طبقات اور اچھی چیزیں دنیا میں مل گئیں اور ہمارے لئے آخرت میں ہیں۔ حضرت عمرؓ نے
 عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے لئے استغفار فرمائیں کہ واقعی میں نے غلطی کی۔ یہ دین و
 دنیا کے بادشاہ اور اللہ کے لاڈلے رسولؐ کا طرز عمل ہے کہ بوریئے پر کوئی چیز بھی ہوئی بھی نہیں،
 نشانات بدن پر پڑے ہوئے ہیں، گھر کے ساز و سامان کا حال بھی معلوم ہو گیا۔ اس پر ایک شخص نے
 دعا کی درخواست کی تو تنبیہ فرمائی۔ حضرت عائشہؓ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپؐ کے گھر میں حضورؐ کا
 بسترہ کیا تھا۔ فرمایا کہ ایک چمڑہ کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ حضرت حفصہؓ سے
 بھی کسی نے پوچھا کہ آپؐ کے گھر میں حضورؐ کا بسترہ کیسا تھا، فرمایا کہ ایک ٹاٹ تھا جس کو دوہرا
 کر کے حضورؐ کے نیچے بچھا دیتی تھی۔ ایک روز مجھے خیال ہوا کہ اگر اسکو چوہرا کر کے بچھا دوں تو
 زیادہ نرم ہو جائے۔ چنانچہ ہم نے بچھا دیا۔ حضورؐ نے صبح کو فرمایا کہ رات کیا بچھا دیا تھا۔ ہم نے عرض
 کر دیا کہ وہی ٹاٹ تھا اس کو چوہرا کر دیا تھا۔ فرمایا۔ اسکو ویسا ہی کر دو جیسا پہلے تھا۔ اس کی

لے فتح (ز) صفحہ گذشتہ کا بقیہ۔ کھلتا ہے اور دوسرا باہر کی طرف۔ مکان کے اندر جانوالا اسی بیٹھک ہی سے گند کر جاتا ہے۔

نرمی رات کو اٹھنے میں مانع بنتی ہے۔ اب ہم لوگ اپنے نرم نرم اور روئیں دار گدوں پر بھی نگاہ ڈالیں کہ اللہ نے کس قدر وسعت فرما رکھی ہے اور پھر بھی بجائے شکر کے ہر وقت تنگی کی شکایت ہی زبان پر رہتی ہے۔

③ حضرت ابو ہریرہؓ کی بھوک کا حال | حضرت ابو ہریرہؓ ایک مرتبہ کتان کے کپڑے میں ناک صاف کر کے فرمانے لگے کیا کہنے ابو ہریرہؓ کے آج کتان کے کپڑے میں ناک صاف کرتا ہے حالانکہ مجھے وہ زمانہ بھی یاد ہے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور حجرہ کے درمیان میں بے ہوش پڑا ہوا ہوتا تھا اور لوگ مجنون سمجھ کر پاؤں سے گردن دباتے تھے۔ حالانکہ جنون نہیں تھا بلکہ بھوک تھی۔ ف:- یعنی بھوک کی وجہ سے کئی کئی روز کا فاقہ ہو جاتا تھا۔ بیہوشی ہو جاتی تھی اور لوگ سمجھتے تھے کہ جنون ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں مجنون کا علاج گردن کو پاؤں سے دبانے سے کیا جاتا تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ بڑے صابر اور قانع لوگوں میں تھے۔ کئی کئی وقت فاقہ میں گزارتے تھے۔ حضورؐ کے بعد اللہ نے فتوحات فرمائیں تو ان پر تو نگری آئی۔ اسکے ساتھ ہی بڑے عابد تھے۔ ان کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کھجور کی گٹھلیاں بھری رہتی اُس پر تسبیح پڑھا کرتے، جب ساری تھیلی خالی ہو جاتی تو باندی اسکو پھر بھر کر پاس رکھ دیتی۔ ان کا یہ بھی معمول تھا کہ خود اور بیوی اور خادمین آوی رات کے تین حصے کمر لیتے اور نمبر وار ایک شخص تینوں میں سے عبادت میں مشغول رہتا۔ میں نے اپنے والد صاحبؒ سے سنا کہ میرے دادا صاحبؒ کا بھی تقریباً یہی معمول تھا کہ رات کو ایک بجے تک والد صاحبؒ مطالعہ میں مشغول رہتے۔ ایک بجے دادا صاحبؒ تہجد کیلئے اُٹھتے تو تقاضا فرما کر والد صاحبؒ کو سلا دیتے اور خود تہجد میں مشغول ہو جاتے اور صبح سے تقریباً پون گھنٹہ قبل میرے تائے صاحبؒ کو تہجد کیلئے جگا دیتے۔ اور خود اتباع سنت میں آرام فرماتے،

اللَّهُمَّ اسْرِئْنِي اِتِّبَاعَهُمْ۔

④ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا بیت المال سے وظیفہ | حضرت ابو بکر صدیقؓ کے یہاں کپڑے کی تجارت ہوتی تھی اور اسی سے گذر اوقات تھا۔ جب خلیفہ بنائے گئے تو حسب معمول صبح کو چند چادریں ہاتھ پر ڈال کر بازار میں فروخت کیلئے تشریف لے چلے۔ راستہ میں حضرت عمرؓ ملے پوچھا کہاں چلے، فرمایا بازار جا رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اگر تم تجارت میں مشغول ہو گے تو خلافت کے کام کا کیا ہو گا۔ فرمایا پھر اہل وعیال کو کہاں سے کھلاؤں۔ عرض کیا کہ ابو عبیدہؓ جن کو حضورؐ نے امین ہونے کا لقب دیا ہے ان کے پاس چلیں وہ آپ کے لئے بیت المال سے کچھ مقرر

لے شامل رہا ہے تذکرۃ الحفاظ (ز) سے مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے معنی مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ۔

کر دیئے۔ دونوں حضرات ان کے پاس تشریف لے گئے تو انھوں نے ایک مہاجر کو جو اوسطاً
 لگتا تھا نہ کم نہ زیادہ وہ مقرر فرما دیا۔ ایک مرتبہ بیوی نے درخواست کی کہ کوئی میٹھی چیز کھانے
 کو دل چاہتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس تو دام نہیں کہ خریدوں اہلیہ
 نے عرض کیا کہ ہم اپنے روز کے کھانے میں سے تھوڑا تھوڑا بچا لیا کریں۔ کچھ دنوں میں اتنی مقدار
 ہو جائے گی۔ آپ نے اجازت فرمادی۔ اہلیہ نے کئی روز میں کچھ تھوڑے سے پیسے جمع کئے۔ آپ نے
 فرمایا کہ تجربے سے یہ معلوم ہوا کہ اتنی مقدار ہمیں بیت المال سے زیادہ ملتی ہے۔ اسلئے جو جمع کیا
 تھا وہ بھی بیت المال میں جمع فرما دیا۔ اور آئندہ کیلئے اتنی مقدار جتنا انھوں نے روزانہ جمع کیا
 تھا اپنی تنخواہ میں سے کم کر دیا۔ ف۔ ب۔ اتنے بڑے خلیفہ اور بادشاہ پہلے سے اپنی تجارت بھی کرتے
 تھے اور وہ ضروریات کیلئے کافی بھی تھی جیسا کہ اس اعلان سے معلوم ہوتا ہے جو بخاری میں حضرت
 عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے فرمایا کہ میری قوم کو یہ بات
 معلوم ہے کہ میرا پیشہ تجارت میرے اہل و عیال کے خرچ کو نا کافی نہیں تھا۔ لیکن اب خلافت کی
 وجہ سے مسلمانوں کے کاروبار میں مشغولی ہے اسلئے بیت المال سے میرے اہل و عیال کا کھانا مقرر
 ہو گا۔ اسکے باوجود حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہونے لگا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وصیت
 فرمائی کہ میری ضرورتوں میں جو چیزیں بیت المال کی ہیں وہ میرے بعد آنیوالے خلیفہ کے حوالہ کر دی
 جائیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے پاس کوئی دینار یا درہم نہیں تھا۔ ایک اونٹنی دو دھکی،
 ایک پیالہ، ایک خادم تھا۔ بعض روایات میں ایک اوڑھنا ایک بچھونا بھی آیا ہے۔ یہ اشیاء حضرت
 عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب نیابت میں پہنچیں تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابو بکر پر رحم فرمائیں کہ اپنے سے
 بعد والے کو مشقت میں ڈال گئے۔

۵ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بیت المال سے وظیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تجارت کیا کرتے

تھے جب خلیفہ بنائے گئے تو بیت المال سے وظیفہ مقرر ہوا۔ مدینہ طیبہ میں لوگوں کو جمع فرما کر ارشاد
 فرمایا کہ میں تجارت کیا کرتا تھا۔ اب تم لوگوں نے اس میں مشغول کر دیا۔ اسلئے اب گذارہ کی کیا صورت
 ہو۔ لوگوں نے مختلف مقداریں تجویز کیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ چپ بیٹھے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
 دریافت فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ توسط کے ساتھ جو تمہیں اور تمہارے گھروالوں
 کو کافی ہو جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور قبول کر لیا۔ اور متوسط مقدار تجویز ہو گئی۔

لے فتح رضی اللہ عنہ یہ ہے کہ ایک ایسا طریقہ جاری کر گئے کہ آئندہ بھی لوگوں کو یہی سنا پڑے گا۔

اس کے بعد ایک مرتبہ ایک مجلس میں جس میں خود حضرت علیؓ بھی تھے اور حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ شریک تھے۔ یہ ذکر آیا کہ حضرت عمرؓ کے وظیفہ میں اضافہ کرنا چاہیے کہ گذر میں تنگی ہوتی ہے مگر ان سے عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اسلئے انکی صاحبزادی حضرت حفصہؓ جو حضورؐ کی بیوی ہونے کی وجہ سے ام المومنین بھی تھیں انکی خدمت میں یہ حضرات تشریف لے گئے اور ان کے ذریعہ سے حضرت عمرؓ کی اجازت اور رائے معلوم کرنیکی کوشش کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ ہم لوگوں کے نام معلوم نہ ہوں۔ حضرت حفصہؓ نے جب عمرؓ سے اسکا تذکرہ کیا تو چہرہ پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے نام دریافت کئے۔ حضرت حفصہؓ نے عرض کیا کہ پہلے آپ کی رائے معلوم ہو جائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے اُن کے نام معلوم ہو جاتے تو اُن کے چہرے بدل دیتا یعنی ایسی سخت سزائیں دیتا۔ کہ منہ پر نشان پڑ جاتے۔ تو ہی بتا کہ حضورؐ کا عمدہ سے عمدہ لباس تیرے گھر میں کیا تھا۔ انھوں نے عرض کیا کہ دو کپڑے گیسوی رنگ کے جن کو حضورؐ جمعہ کے دن یا کسی وفد کی وجہ سے پہنتے تھے پھر فرمایا کہ کون سا کھانا تیرے یہاں عمدہ سے عمدہ کھایا۔ عرض کیا کہ ہمارا کھانا جو کی روٹی تھی۔ ہم نے گرم گرم روٹی پر گھی کے ڈبہ کی تلچھٹ الٹ کر اسکو ایک مرتبہ چڑھ دیا تو حضورؐ خود بھی اسکو مزے لیکر نوش فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی کھلاتے تھے۔ فرمایا کون سا بسترہ عمدہ ہوتا تھا۔ جو تیرے یہاں بچھاتے تھے۔ عرض کیا ایک موٹا سا کپڑا تھا گرمی میں اس کو چہرہ اکر کے بچھالیتے تھے اور سردی میں آدھے کو بچھالیتے اور آدھے کو اوڑھ لیتے۔ فرمایا کہ حفصہؓ ان لوگوں تک یہ بات پہنچا دے کہ حضورؐ نے اپنے طرز عمل سے ایک اندازہ مقرر فرما دیا۔ اور اُمید (آخرت) پر کفایت فرمائی۔ میں بھی حضورؐ کا اتباع کروں گا۔ میری مثال اور میرے ڈوسا تھی حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ کی مثال ان تین شخصوں کی سی ہے جو ایک راستہ پر چلے۔ پہلا شخص ایک توشہ لیکر چلا اور مقصد کو پہنچ گیا۔ دوسرے نے بھی پہلے کا اتباع کیا اور اسی کے طریقہ پر چلا وہ بھی پہلے کے پاس پہنچ گیا۔ پھر تیسرے شخص نے چلنا شروع کیا۔ اگر وہ ان دونوں کے طریقہ پر چلے گا تو ان کے ساتھ مل جائے گا اور اگر انکے طریقہ کے خلاف چلے گا تو کبھی بھی انکے ساتھ نہیں مل سکے گا۔ ف۔ یہ اس شخص کا حال ہے جس سے دنیا کے بادشاہ ڈرتے تھے کانپتے تھے کہ کس ناہدانہ زندگی کے ساتھ عمر گزار دی۔ ایک مرتبہ آپؐ خطبہ پڑھ رہے تھے اور آپؐ کی لنگی میں بارہ پیوند تھے جن میں سے ایک چمڑہ کا بھی تھا۔ ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کیلئے تشریف لانے میں دیر ہوئی تو تشریف لا کر معذرت فرمائی کہ مجھے اپنے کپڑے

لے اٹھ رہا تھا یعنی حضرت عمرؓ غلبہ دے رہے تھے

دھونے میں دیر ہوئی اور ان کپڑوں کے علاوہ اور تھے نہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کھانا نوش فرما رہے تھے غلام نے آکر عرض کیا کہ عقبہ بن ابی فرقہ حاضر ہوئے ہیں۔ آپؓ نے اندر آنکی اجازت فرمائی اور کھانے کی تواضع فرمائی۔ وہ شریک ہو گئے تو ایسا موٹا کھانا تھا کہ نگلانا نہ گیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ چھپنے ہوئے آٹے کا بھی تو ہو سکتا تھا۔ آپؓ نے فرمایا کیا سب مسلمان میدہ کھا سکتے ہیں عرض کیا کہ سب تو نہیں کھا سکتے فرمایا کہ افسوس تم یہ چاہتے ہو کہ میں اپنی ساری لذتیں دنیا ہی میں ختم کر دوں۔ اس قسم کے سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں واقعات ان حضرات کرام کے ہیں۔ ان کا اتباع نہ اب ہو سکتا ہے نہ ہر شخص کو کرنا چاہیے کہ قوی ضعیف ہیں جس کی وجہ سے تحمل بھی ان کا اس زمانہ میں دشوار ہے۔ اسی وجہ سے اس زمانہ میں مشائخ تصوف ایسے مجاہدوں کی اجازت نہیں دیتے جس سے ضعف پیدا ہو کہ قوتیں پہلے ہی سے ضعیف ہیں ان حضرات کو اللہ جل شانہ نے قوتیں بھی عطا فرمائی تھیں۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ اتباع کی خواہش اور تمنا ضرور رکھنا چاہیے کہ اسکی وجہ سے آرام طلبی میں کچھ کمی واقع ہو اور نگاہ کچھ توجہ پی رہے اور اس زمانہ کے مناسب اعتدال پیدا ہو جائے کہ ہم لوگ ہر وقت لذات دنیا میں بڑھتے جاتے ہیں اور ہر شخص اپنے سے زیادہ مال و دولت والے کی طرف نگاہ رکھتا ہے اور اس حسرت میں مرا جاتا ہے کہ فلاں شخص مجھ سے زیادہ وسعت میں ہے۔

۱۔ حضرت بلالؓ کا حضورؐ کیلئے ایک مشترک قرض | حضرت بلالؓ سے ایک صاحب نے

پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات کی کیا صورت ہوتی تھی۔ حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ حضورؐ کے پاس کچھ جمع تو رہتا ہی نہیں تھا یہ خدمت میرے سپرد تھی جس کی صورت یہ تھی کہ کوئی مسلمان بھوکا آتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ارشاد فرمادیتے۔ میں کہیں سے قرض لے کر اسکو کھانا کھلا دیتا۔ کوئی ننگا آتا تو مجھے ارشاد فرمادیتے میں کسی سے قرض لیکر اسکو کپڑا بنا دیتا، یہ صورت ہوتی رہتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک مشترک مجھے ملا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے وسعت اور ثروت حاصل ہے تو کسی سے قرض نہ لیا کر۔ جب ضرورت ہو کرے مجھ ہی سے قرض لے لیا کر۔ میں نے کہا اس سے بہتر کیا ہو گا اس سے قرض لینا شروع کر دیا۔ جب ارشاد عالی ہوتا اس سے قرض لے آیا کرتا۔ اور ارشاد عالی کی تکمیل کر دیتا۔ ایک مرتبہ میں وضو کر کے اذان کہنے کیلئے کھڑا ہی تھا کہ وہی مشترک ایک جماعت کیساتھ آیا اور کہنے لگا اوجھشی! میں ادھر متوجہ ہوا تو ایک دم بے تحاشا گالیاں دینے لگا اور برا بھلا جو منہ میں آیا کہا اور کہنے لگا کہ مہینہ ختم ہونے میں کتنے دن

لے (اشہد، لے اُسدا الغایۃ ز)

باقی ہیں۔ میں نے کہا قریب ختم کے ہے۔ کہنے لگا کہ چار دن باقی ہیں اگر مہینہ کے ختم تک میرا سب قرضہ ادا نہ کیا تو تجھے اپنے قرضہ میں غلام بناؤں گا اور اسی طرح بکریاں چراتا پھرے گا جیسا پہلے تھا۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔ مجھ پر دن بھر جو گذرنا چاہیے تھا وہی گذرا۔ تمام دن بیچ و صدقہ سوار رہا اور عشاء کی نماز کے بعد حضور کی خدمت میں تنہائی میں حاضر ہوا اور سارا قصہ سنایا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! نہ آپ کے پاس اس وقت ادا کر نیکاً فوری انتظام ہے اور نہ کھڑے کھڑے میں کوئی انتظام کر سکتا ہوں وہ ذلیل کرے گا۔ اسلئے اگر اجازت ہو تو اتنے قرض اترنے کا انتظام ہو میں کہیں روپوش ہو جاؤں۔ جب آپ کے پاس کہیں سے کچھ آجائے گا میں حاضر ہو جاؤں گا۔ یہ عرض کر کے میں گھر آیا، تلوار لی ڈھال اٹھائی جو تھ اٹھایا۔ یہ ہی سامان سفر تھا اور صبح ہونے کا انتظار کرتا رہا کہ صبح کے قریب کہیں چلا جاؤں گا۔ صبح قریب ہی تھی کہ ایک صاحب دوڑے ہوئے آئے کہ حضور کی خدمت میں جلدی چلو، میں حاضر خدمت ہوا تو دیکھا کہ چار اونٹنیاں جن پر سامان لدا ہوا تھا بیٹھی ہیں، حضور نے فرمایا۔ خوشی کی بات سناؤں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے قرضہ کی بیباقی کا انتظام فرما دیا۔ یہ اونٹنیاں بھی تیرے حوالے اور ان سب کا سامان بھی، فدک کے رئیس نے یہ نذرانہ مجھے بھیجا ہے۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور خوشی خوشی انکو لیبر گیا اور سارا قرضہ ادا کر کے واپس آیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اتنے مسجد میں انتظار فرماتے رہے۔ میں نے واپس آ کر عرض کیا کہ حضور اللہ کا شکر ہے حق تعالیٰ نے سارے قرضے سے آپ کو سبکدوش کر دیا اور اب کوئی بھی چیز قرضہ کی باقی نہیں رہی، حضور نے دریافت فرمایا کہ سامان میں سے بھی کچھ باقی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں کچھ باقی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اسے بھی تقسیم ہی کر دے تاکہ مجھے راحت ہو جائے۔ میں گھر میں بھی اس وقت تک نہیں جانے کا جب تک یہ تقسیم نہ ہو جائے۔ تمام دن گذر جانے کے بعد عشاء کی نماز سے فراغت پر حضور نے دریافت فرمایا کہ وہ بچا ہوا مال تقسیم ہو گیا یا نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ موجود ہے ضرورت مند آئے نہیں۔ تو حضور نے مسجد ہی میں آرام فرمایا۔ دوسرے دن عشاء کے بعد پھر حضور نے فرمایا کہ جو جی کچھ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ جل شانہ نے آپ کو راحت عطا فرمائی کہ وہ سب نمٹ گیا۔ حضور نے اللہ جل جلالہ کی حمد و ثنا فرمائی۔ حضور کو یہ ڈر ہوا کہ خدا نخواستہ موت آجائے اور کچھ حصہ مال کا آپ کی ملک میں رہے۔ اسکے بعد گھروں میں تشریف لے گئے اور بیویوں سے ملے۔ ف۔ اللہ والوں کی یہ بھی خواہش رہتی ہے کہ انکی ملک میں مال و متاع کچھ نہ رہے۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تو کیا پوچھنا جو سارے نبیوں کے سردار، سارے اولیاء کے سراج

لے آئے "جب تک تھ پڑل (ز)

حضورؐ کو اسکی خواہش کیوں نہ ہوتی کہ میں دُنیا سے بالکل فارغ ہو جاؤں۔ میں نے معتبر ذرائع سے سنا ہے کہ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب نور اللہ مرقدہ کا معمول یہ تھا کہ جب نذرانوں کی رقم کچھ جمع ہو جاتی تو اہتمام سے منگو اکر سب تقسیم فرمادیتے اور وصال سے قبل تو اپنے پیسنے کے کپڑے وغیرہ بھی اپنے خادم خاص حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب مدظلہؒ کو دے دیئے تھے اور فرمایا تھا کہ بس اب تم سے مستعار لیکر بہن لیا کروں گا اور اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے بارہا دیکھا کہ مغرب کے بعد جو کوئی روپیہ پاس ہوتا وہ کسی قرضخواہ کو دیدیتے کہ کئی ہزار کے مقروض تھے اور یہ فرمایا کرتے کہ یہ جھگڑے کی چیز میں رات کو اپنے پاس نہیں رکھتا۔ اس نوع کے بہت سے حالات اکابر کے ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر شیخ کا ایک ہی رنگ ہو۔ مشائخ کے الوان مختلف ہوتے ہیں اور جن کے پھولوں میں ہر پھول کی صورت سیرت ممتاز ہوتی ہے۔

۷ حضرت ابو ہریرہؓ کا بھوک میں مسئلہ دریافت کرنا | حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے

ہیں کہ تم لوگ اس وقت ہماری حالتیں دیکھتے کہ ہم میں سے بعضوں کو کئی کئی وقت تک اتنا کھانا نہیں ملتا تھا جس سے کمرسیدھی ہو سکے۔ میں بھوک کی وجہ سے جگر کو زمین سے چٹپٹا دیتا اور کبھی پیٹ کے بل پڑا رہتا تھا اور کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔ ایک مرتبہ میں راستہ میں بیٹھ گیا جہاں کو ان حضرات کا راستہ تھا۔ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گذرے میں نے اُن سے کوئی بات پوچھنا شروع کر دی خیال تھا کہ یہ بات کرتے ہوئے گھر تک لے جائیں گے اور پھر عادت شریفہ کے موافق جو موجود ہو گا اس میں تواضع فرمائیں گے ہی مگر انھوں نے ایسا نہ کیا (غالبا ذہن منتقل نہیں ہو یا اپنے گھر کا حال معلوم ہو گا کہ وہاں کچھ بھی نہیں) اسکے بعد حضرت عمرؓ تشریف لائے۔ انکے ساتھ بھی یہی صورت پیش آئی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھے دیکھ کر مسکرائے اور میری حالت اور غرض سمجھ گئے اور ارشاد فرمایا ابو ہریرہؓ میرے ساتھ آؤ۔ میں ساتھ ہو لیا۔ حضورؐ گھر تشریف لے گئے۔ میں ساتھ اندر حاضری کی اجازت لیکر حاضر ہوا۔ گھر میں ایک پیالہ دودھ کا رکھا ہوا تھا جو خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ دریافت فرمایا کہ کہاں سے آیا ہے۔ عرض کیا کہ فلاں جگہ سے حضورؐ کیلئے ہدیہ میں آیا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ ابو ہریرہؓ جاؤ، اہل صفہ کو بلا لاؤ، اہل صفہ

لے آئے ۲۶ ربیع الثانی ۳۳ھ میں وفات پائی ۳۷ آگے فضائل رمضان کے حاشیہ میں انکے حالات آرہے ہیں ۳۸ یعنی مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ ۳۹ مختلف رنگ اور انگ کیفیات ہوتی ہیں ۴۰ یعنی چٹا دیتا تھا، لگا دیتا تھا ۴۱ صفہ چوتھے کو کہتے ہیں۔ مسجد نبویؐ کے برابر میں ایک چبوترہ تھا جہاں پر یہ حضرات مہمانان اسلام قیام فرماتے تھے اسلئے انکو اصحاب صفہ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

اسلام کے مہمان شمار ہوتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے نہ گھر تھا نہ در نہ ٹھکانا۔ نہ کھانے کا کوئی مستقل انتظام، ان حضرات کی مقدار کم و بیش ہوتی رہتی تھی مگر اس قصہ کے وقت ستر تھی حضور کا معمول یہ بھی تھا کہ ان میں سے دو دو چار چار کو کسی کھاتے پیتے صحابی کا کبھی کبھی مہمان بھی بنا دیتے اور خود اپنا معمول یہ تھا کہ کہیں سے صدقہ آتا تو ان لوگوں کے پاس بھیج دیتے اور خود اس میں شرکت نہ کرتے اور کہیں سے ہدیہ آتا تو ان کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس میں شرکت فرماتے۔ حضور نے بلانے کا حکم دیا۔ مجھے گراں تو ہوا کہ اس دودھ کی مقدار ہی کیا ہے جس پر سب کو بلا لاؤں۔ سب کا کیا بھلا ہوگا۔ ایک آدمی کو بھی مشکل سے کافی ہوگا اور پھر بلانے کے بعد مجھ کو ہی پلانے کا حکم ہوگا۔ اس لئے نمبر بھی اخیر میں آئیگا۔ جس میں بچے گا بھی نہیں، لیکن حضور کی اطاعت بغیر چارہ ہی کیا تھا۔ میں گیا اور سب کو بلا لیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ لے ان کو پیلا۔ میں ایک ایک شخص کے پیالہ حوالہ کرتا اور وہ خوب سیر ہو کر پیٹا اور پیالہ مجھے واپس دیتا۔ اسی طرح سب کو پیلایا اور سب سیر ہو گئے۔ تو حضور نے پیالہ دست مبارک میں لے کر مجھے دیکھا اور تبسم فرمایا۔ پھر فرمایا کہ بس اب تو میں اور تو ہی باقی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ بیشک فرمایا کہ لے پی۔ میں نے پیالہ ارشاد فرمایا۔ اور پی۔ میں نے اور پیالہ۔ بالآخر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اب میں نہیں پی سکتا۔ اس کے بعد حضور نے سب کا بچا ہوا خود نوش فرمایا۔

۵ صرف دنیاوی شرافت کی اللہ کے یہاں کوئی وقعت نہیں | نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر تھے کہ ایک شخص سامنے سے گذرا۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ تم لوگوں کی اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ شریف لوگوں میں ہے واللہ اس قابل ہے کہ اگر کہیں نکاح کا پیام دیدے تو قبول کیا جائے۔ کسی کی سفارش کر دے تو مانی جائے۔ حضور سن کر خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد ایک اور صاحب سامنے سے گزرے، حضور نے ان کے متعلق بھی سوال کیا۔ لوگوں نے کہا۔ یا رسول اللہ ایک مسلمان فقیر ہے۔ کہیں منگنی کرے تو بیاہا نہ جائے کہیں سفارش کرے تو قبول نہ ہو، بات کرے تو کوئی متوجہ نہ ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس پہلے جیسوں سے اگر ساری دنیا بھر جائے تو ان سب سے یہ شخص بہتر ہے۔ ف: مطلب یہ ہے کہ محض دنیاوی شرافت اللہ کے یہاں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی۔ ایک مسلمان فقیر جس کی دنیا میں کوئی بھی وقعت نہ ہو اس کی بات کہیں بھی نہ سنی جاتی ہو اللہ کے نزدیک سینکڑوں اُن شرفاء سے بہتر ہے جن کی بات دنیا میں بڑی وقعت سے دیکھی جاتی ہو اور ہر شخص ان کی بات سننے اور ماننے

لے فقیر سے مراد ہے غریب آدمی۔ پیشہ در بھکاری نہیں۔

کو تیار ہو۔ لیکن اللہ کے یہاں اسکی کوئی وقعت نہ ہو۔ دنیا کا قیام ہی اللہ والوں کی برکت سے ہے۔ یہ تو حدیث میں خود موجود ہے کہ جس دن دنیا میں اللہ کا نام لینے والا نہ رہے گا قیامت آجائگی اور دنیا کا وجود ہی ختم ہو جائیگا۔ اللہ کے پاک نام ہی کی یہ برکت ہے کہ یہ دنیا کا سارا نظام قائم ہے۔

① حضور سے محبت کر نیوالے پر فقر کی دوڑ | ایک صحابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے آپ سے محبت ہے۔ حضور نے فرمایا دیکھ کیا کہتا ہے انھوں نے پھر یہی عرض کیا کہ مجھے آپ سے محبت ہے۔ حضور نے پھر یہی ارشاد فرمایا۔ جب تین مرتبہ یہ سوال و جواب ہوا تو حضور نے فرمایا کہ اچھا اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو فقر کے اور سے بچانے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ اسلئے کہ مجھ سے محبت رکھنے والوں کی طرف فقر ایسے زور سے دوڑتا ہے جیسا کہ پانی کی روچان کی طرف دوڑتی ہے۔ ف۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہیں تو اکثر فقر و فاقہ میں رہے ہی۔ اکابر محدثین، اکابر صوفیا، اکابر فقہاء بھی تو مگر میں زیادہ نہیں رہے۔

② سیرۃ العنبر میں فقر کی حالت | نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب ۸ھ میں سمندر کے کنارے ایک لشکر تین سو آدمیوں کا جن پر حضرت ابو عبیدہ امیر بنائے گئے تھے، بھیجا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھیلی میں کھجوروں کا گوشہ بھی انکو دیا۔ پندرہ روز ان حضرات کا وہاں قیام ہوا اور گوشہ ختم ہو گیا۔ حضرت قیسؓ نے جو اس قافلہ میں تھے مدینہ منورہ میں قیمت ادا کر نیچے وعدہ پر قافلہ والوں سے اونٹ خرید کر ذبح کرنا شروع کئے اور تین اونٹ روزانہ ذبح کرتے۔ مگر تیس دن امیر قافلہ نے اس خیال سے کہ سواریاں ختم ہو گئیں تو واپسی بھی مشکل ہو جائیگی ذبح کی ممانعت کی اور سب لوگوں کے پاس اپنی اپنی جو کچھ کھجوریں موجود تھیں جمع کر کے ایک کھیلی میں رکھ لیں، اور ایک ایک کھجور روزانہ تقسیم فرما دیا کرتے۔ جس کو چوس کر یہ حضرات پانی پی لیتے اور رات تک کے لئے بھی کھانا تھا، کہنے کو مختصر سی بات ہے مگر لڑائی کے موقع پر جب کہ قوت اور طاقت کی بھی ضرورت ہو، ایک کھجور پر دن بھر گزار دینا دل و جگر کی بات ہے۔ چنانچہ حضرت جابرؓ نے جب یہ قصہ لوگوں کو حضور م کے بعد سنایا تو ایک شاگرد نے عرض کیا کہ حضرت ایک کھجور کیا کام دیتی ہوگی۔ آپؐ نے فرمایا۔ اسکی قدر جب معلوم ہوئی جب وہ بھی نہ رہی کہ اب بجز فاقہ کے کچھ نہ تھا۔ درخت کے خشک پتے جھاڑتے اور پانی میں بھگو کر کھا لیتے۔ مجبوری سب کچھ کرا دیتی ہے اور ہر شے کے بعد اللہ تعالیٰ جل شانہ کے یہاں سے سہولت ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ نے ان تکالیف اور مشقتوں کے بعد سمندر میں سے ایک کھلی ان لوگوں کو پہنچائی جسکو عنبر کہتے ہیں اتنی بڑی تھی کہ اٹھارہ روز تک یہ حضرات اس میں سے کھاتے رہے۔

رہے اور مدینہ منورہ پہنچے تک اس کا گوشت توشتوں میں ساتھ تھا۔ حضور کے سامنے جب سفر کا مفصل قصہ سنایا گیا تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ کا ایک رزق تھا جو تمہاری طرف بھیجا گیا۔ ف۔ بہ مشقت اور تکالیف اس دنیا میں ضروری ہیں اور اللہ والوں کو خاص طور پر پیش آتی ہیں۔ اسی وجہ سے حضور کا ارشاد ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو سب سے زیادہ مشقت میں رکھا جاتا ہے۔ پھر جو سب سے زیادہ افضل ہوں۔ پھر ان کے بعد جو بقیہ میں افضل ہوں۔ آدمی کی آزمائش اس کی دینی حیثیت کے موافق ہوتی ہے اور ہر مشقت کے بعد اللہ کی طرف سے اس کے لطف و فضل سے سہولت بھی عطا ہوتی ہے۔ یہ بھی غور کریں کہ ہمارے بڑوں پر کیا کیا گزر چکا اور یہ سب دین ہی کی خاطر تھا۔ اس دین کے پھیلانے میں جس کو آج ہم اپنے ہاتھوں سے کھو رہے ہیں۔ ان حضرات نے فاقے کئے، پتے چاہے، اپنے خون بہائے اور اس کو پھیلایا جس کو ہم آج باقی بھی نہیں رکھ سکتے۔

چوتھا باب

حکایہ کرام رضی اللہ عنہم کے تقویٰ کے بیان میں

حضرات صحابہ کرام کی ہر عادت، ہر خصلت اس قابل ہے کہ اس کو چننا جائے اور اس کا اتباع کیا جائے اور کیوں نہ ہو کہ اللہ جل شانہ نے اپنے لاڈلے اور محبوب رسول کی مصاحبت کیلئے اس جماعت کو چننا اور چھانٹا۔ حضور کا ارشاد ہے کہ میں بنی آدم کے بہترین قرن اور زمانہ میں بھیجا گیا اسلئے ہر اعتبار سے یہ زمانہ خیر کا تھا اور زمانہ کے بہترین آدمی حضور کی صحبت میں رکھے گئے۔

① حضور کی ایک جنازہ سے واپسی اور ایک عورت کی دعوت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ سے واپس تشریف لارہے تھے کہ ایک عورت کا پیام کھانے کی درخواست لے کر پہنچا، حضور خدام سمیت تشریف لے گئے اور کھانا سامنے رکھا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لقمہ چبارہے ہیں نگلا نہیں جاتا۔ حضور نے فرمایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بکری کا گوشت مالک کی بغیر اجازت لے لیا گیا۔ اس عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ریوڑ میں بکری خریدی آدمی بھیجا تھا وہاں ملی نہیں۔ پڑوسی نے بکری خریدی تھی۔ میں نے اسے پاس قیمت سے لینے کو بھیجا تو وہ ملے نہیں۔ ان کی بیوی نے بکری بھیج دی۔ حضور نے فرمایا کہ قیدیوں کو کھلا دو۔ ف۔ حضور کی

لے سورۃ الانشراح میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہر شے کے بعد آسانی ہے لہٰذا اپنا یا جائے، اختیار کیا جائے لے شفاء رزق اللہ ابو داؤد (ز)

علوشان کے مقابلہ میں ایک مشتبہ چیز کا گلے میں اٹک جانا کوئی ایسی اہم بات نہیں کہ حضورؐ کے ادنیٰ غلاموں کو بھی اس قسم کے واقعات پیش آجاتے ہیں۔

۲ حضورؐ کا صدقہ کی بھجور کے خوف سے تمام رات جاگنا ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات جاگتے رہے اور کمر وٹیں بدلتے رہے۔ ازواج مطہرات میں سے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آج نیند نہیں آتی۔ ارشاد فرمایا کہ ایک بھجور پڑی ہوئی تھی۔ میں نے اٹھا کر کھالی تھی کہ ضائع نہ ہو، اب مجھے یہ فکر ہے کہیں وہ صدقہ کی نہ ہو۔ ف۔۔۔ اقرب یہی ہے کہ وہ حضورؐ کی اپنی ہی ہوگی مگر چونکہ صدقہ کا مال بھی حضورؐ کے یہاں آتا تھا۔ اس شبہ کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات بھر نیند نہ آئی کہ خدا نخواستہ وہ صدقہ کی ہو اور اس صورت میں صدقہ کا مال کھایا گیا ہو یہ تو آقا کا حال ہے کہ محض شبہ پر رات بھر کمر وٹیں بدلیں اور نیند نہیں آتی۔ اب غلاموں کا حال دیکھو کہ رشوت، سود، چوری، ڈاکہ ہرقسم کا ناجائز مال کس سرخروئی سے کھاتے ہیں اور ناز سے اپنے کو غلامان محمدؐ شمار کرتے ہیں۔

۳ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ایک کاہن کے کھانے سے قے کرنا حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ایک غلام تھا جو غلہ کے طور پر اپنی آمدنی میں سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ کچھ کھانا لایا اور حضرت نے اس میں سے ایک لقمہ نوش فرمایا۔ غلام نے عرض کیا کہ آپ روزانہ دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کس ذریعے سے کمایا، آج دریافت نہیں فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے دریافت کرنے کی نوبت نہیں آئی، اب بتاؤ، عرض کیا کہ میرا زمانہ جاہلیت میں ایک قوم پر گنڈرہوا اور ان پر منتر پڑھا۔ انھوں نے مجھ سے وعدہ کر رکھا تھا۔ آج میرا گنڈرہوا دم کو ہوا تو ان کے یہاں شادی ہو رہی تھی انھوں نے یہ مجھے دیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ تو مجھے ہلاک ہی کر دیتا۔ اسکے بعد حلق میں ہاتھ ڈال کر قے کرنے کی کوشش کی مگر ایک لقمہ وہ بھی بھوک کی شدت کی حالت میں کھایا گیا نہ نکلا۔ کسی نے عرض کیا کہ پانی سے قے ہو سکتی ہے۔ ایک بہت بڑا پیالہ پانی کا منگوایا اور پانی پی کر قے فرماتے رہے یہاں تک کہ وہ لقمہ نکلا۔ کسی نے عرض کیا کہ اللہ آپؐ پر رحم فرمائیں۔ یہ ساری مشقت اس ایک لقمہ کی وجہ سے برداشت فرمائی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میری جان کے ساتھ بھی یہ لقمہ نکلتا تو میں اس کو نکالتا۔ میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ جو بدن مال حرام سے پرورش پائے آگ اسکے لئے بہتر ہے۔ مجھے یہ ڈر ہوا کہ میرے بدن کا کوئی حصہ اس لقمہ سے

۱۔ غلام پر کوئی تعداد مقرر کر دی جائے کہ اتنا روزانہ یا ہوا رہیں دیدیا کرو باقی جو کماد وہ تمہارا یہ غلہ کہلاتا ہے یہ جائز ہے۔ اور اس طرح صحابہؓ کے زمانہ میں بھی غلاموں سے مقرر کر لیا جاتا تھا (ذ)

پرورش نہ پاجائے۔ ف:- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس قسم کے واقعات متعدد بار پیش آئے کہ احتیاط مزاج میں زیادہ تھی بھٹوراسا بھی شبہ ہو جاتا تھا تو قے فرماتے۔ بخاری شریف میں ایک اور قصہ اسی قسم کا ہے کہ کسی غلام نے زمانہ جاہلیت میں کوئی کہانت یعنی غیب کی بات بخومیوں کے طور پر کسی کو بتلائی تھی وہ اتفاق سے صحیح ہو گئی۔ ان لوگوں نے اس غلام کو کچھ دیا۔ جس کو انھوں نے اپنی مقررہ رقم میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لا کر دیدیا۔ حضرت نے نوش فرمایا اور پھر جو کچھ بیٹ میں تھا سب قے کیا۔ ان واقعات میں غلاموں کا مال ضروری نہیں کہ ناجائز ہی ہو دونوں احتمال ہیں مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کمال احتیاط نے اس مشتبہ مال کو بھی گوارا کیا، حضرت عمرؓ کی صدقہ کے دودھ سے قے حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ دودھ نوش فرمایا

کہ اسکا مزہ کچھ عجیب سا نیا سا معلوم ہوا، جن صاحب نے پلایا تھا ان سے دریافت فرمایا کہ یہ دودھ کیسا ہے کہاں سے آیا ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ فلاں جنگل میں صدقہ کے اونٹ چر رہے تھے کہ میں وہاں گیا تو ان لوگوں نے دودھ نکالا جس میں سے مجھے بھی دیا۔ حضرت عمرؓ نے منہ میں ہاتھ ڈالا اور سارے کا سارا قے فرما دیا۔ ف:- ان حضرات کو اس کا ہمیشہ فکر رہتا تھا کہ مشتبہ مال بھی بد کا جز نہ بنے چہ جائے کہ بالکل حرام جیسا کہ ہمارے اس زمانہ میں شائع ہو گیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا احتیاط باغ وقف کرنا ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جب وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ بیت المال سے کچھ لوں مگر عمرؓ نے نہ مانا کہ وقت ہوگی اور تمہاری تجارت کی مشغولی سے مسلمانوں کا حرج ہوگا۔ اس مجبوری سے مجھے لینا پڑا۔ اسلئے اب میرا فلاں باغ اس کے عوض میں دیدیا جائے۔ جب حضرت ابو بکرؓ کا وصال ہو گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمرؓ کے پاس آدمی بھیجا اور والد کی وصیت کے موافق وہ باغ دیدیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ شانہ تمہارے باپ پر رحم فرمائے انھوں نے یہ چاہا کہ کسی کو لب کشائی کا موقع ہی نہ دیں۔ ف:- غور کرنے کی بات ہے کہ اول تو وہ مقدار ہی کیا تھی جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لی۔ اس کے بعد لینا بھی اہل الرائے کے اصرار سے تھا اور مسلمانوں کے نفع کی وجہ سے تھا۔ اس میں بھی جتنی ممکن سے ممکن احتیاط ہو سکتی تھی اسکا اندازہ قصہ چار باب سے معلوم ہو گیا کہ بیوی نے تنگی اٹھا کر پیٹ کاٹ کر کچھ دام میٹھے کے لئے جمع کئے تو ان کو بیت المال میں جمع فرما دیا اور اتنی مقدار مستقل کم کر دی۔ اس سب کے بعد یہ آخری فعل ہے کہ جو کچھ لیا اس کا بھی معاوضہ داخل کر دیا۔

نہ منتخب کنز العمال (۲)، نہ موطا امام مالک (۲)، نہ یعنی عام رواج ہو گیا ہے۔ کتاب الاموال (۲)

● حضرت علی بن معبد کا کرایہ کے مکان سے تحریر کو خشک کرنا | علی بن معبد ایک محدث ہیں۔ فرماتے ہیں۔ میں ایک کرایہ کے مکان میں رہتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے کچھ لکھا اور اس کو خشک کرنے کے لئے مٹی کی ضرورت ہوئی۔ مٹی دیوار تھی۔ مجھے خیال آیا کہ اس پر سے ذرا سی کھرج کے تحریر پر ڈال لوں۔ پھر خیال آیا کہ مکان کرایہ کا ہے (جو رہنے کے واسطے کرایہ پر لیا گیا نہ مٹی لینے کے واسطے) مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ اتنی ذرا سی مٹی میں کیا مضائقہ ہے معمولی چیز ہے۔ میں نے مٹی لے لی اور رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک صاحب کھڑے ہیں جو یہ فرما رہے ہیں کہ کل قیامت کو معلوم ہو گا یہ کہنا کہ معمولی مٹی کیا چیز ہے۔ ف۔ ب۔ کل معلوم ہو گا، کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ تقویٰ کے درجات بہت زیادہ ہیں۔ کمال درجہ یہ یقیناً تھا کہ اس سے بھی احتراز کیا جاتا، اگرچہ عرفاً معمولی چیز شمار ہونے سے جواز کی حد میں تھا۔

● حضرت علی کا ایک قبر پر گذر | کسٹ ایک شخص ہیں کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ایک مرتبہ جا رہا تھا۔ وہ جنگل میں پہنچے پھر ایک مقبرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے مقبرہ والو! اے بوسیدگی والو! اے وحشت اور تنہائی والو! کیا خبر ہے کیا حال ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ہماری خبر تو یہ ہے کہ تمہارے بعد اموال تقسیم ہو گئے۔ اولادیں یتیم ہو گئیں۔ بیویوں نے دوسرے خاوند کر لئے۔ یہ تو ہماری خبر ہے کچھ اپنی تو کہو۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کمیل! اگر ان لوگوں کو بولنے کی اجازت ہوتی اور یہ بول سکتے تو یہ لوگ جواب میں یہ کہتے کہ بہترین توشہ تقویٰ ہے۔ یہ فرمایا اور پھر رونے لگا اور فرمایا، اے کمیل قبر عمل کا صندوق ہے اور موت کے وقت بات معلوم ہو جاتی ہے۔ ف۔ ب۔ یعنی آدمی جو کچھ اچھا یا بُرا کام کرتا ہے وہ اس کی قبر میں محفوظ رہتا ہے جیسا کہ صندوق میں، متعدد احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ نیک اعمال اچھے آدمی کی صورت میں ہوتے ہیں جو میت کے جی پہلوانے اور انس پیدا کرنے کے لئے رہتا ہے اور اکی دلداری کرتا ہے اور بُرے اعمال بُری صورت میں بدلہ دار بن کر آتے ہیں جو اور بھی اذیت کا سبب ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آدمی کے ساتھ تین چیزیں قبر تک جاتی ہیں اس کا مال جیسا کہ عرب میں دستور تھا اس کے رشتہ دار اور اس کے اعمال۔ دو چیزیں مال اور رشتہ دار دفن کر کے واپس آجاتے ہیں۔ عمل اس کے ساتھ رہ جاتا ہے حضور قدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری مثال اور تمہارے اہل و عیال اور مال و اعمال کی مثال کیا ہے صحابہؓ نے دریافت فرمانے پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص کے تین بھائی ہوں اور وہ مرنے لگے اس وقت ایک بھائی کو وہ

لے اخیار (ز) لے منتخب کنز۔

بلائے اور پوچھے کہ بھائی تجھے میرا حال معلوم ہے کہ مجھ پر کیا گزر رہی ہے، اس وقت تو میری کیا مدد کریگا۔ وہ جواب دیتا ہے کہ تیری تیمارداری کروں گا، علاج کروں گا، ہر قسم کی خدمت کروں گا، جب تو مر جائیگا تو نہلاؤں گا، کفن پہناؤں گا اور کاندھے پر اٹھا کر لیجاؤں گا اور دفن کے بعد تیرا ذکر خیر کروں گا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ بھائی تو اہل وعیال ہیں، پھر وہ دوسرے بھائی سے یہی سوال کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میرا تیرا واسطہ زندگی کا ہے جب تو مر جائیگا تو میں دوسری جگہ چلا جاؤنگا، یہ بھائی مال ہے۔ پھر وہ تیسرے بھائی کو بلا کر پوچھتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں قبر میں تیرا ساتھی ہوں وحشت کی جگہ تیرا دل بہلانے والا ہوں، جب تیرا حساب کتاب ہونے لگے تو نیکیوں کے پٹے میں بیٹھ کر اسکو جھکاؤں گا، یہ بھائی عمل ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اب بتلاؤ کون سا بھائی کارآمد ہوا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہی بھائی کارآمد ہے، پہلے دو تو بے فائدہ ہی رہے۔

۸ حلال مال کھانے کی ترغیب اور حرام مال سے بچنے کی تاکید | نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ خود پاک ہیں اور پاک ہی مال قبول فرماتے ہیں۔ مسلمانوں کو اسی چیز کا حکم دیا جس کا اپنے رسولوں کو حکم فرمایا۔ چنانچہ کلام پاک میں ارشاد ہے **يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ** اے رسولو پاک چیزوں کو کھاؤ اور نیک عمل کرو، میں تمہارے اعمال سے باخبر ہوں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا دَرَسْنَا لَكُمْ** اے ایمان والو ہمارے دیئے ہوئے پاک رزق میں سے کھاؤ۔ اسکے بعد حضورؐ نے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ لمبے لمبے سفر کرتا (اور مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے) اور اسکے ساتھ ہی بھرے ہوئے بالوں والا، غبار آلود کپڑوں والا (یعنی پریشان حال) دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر کہتا ہے اے اللہ اے اللہ لیکن کھانا بھی اسکا حرام ہے پینا بھی حرام ہے لباس بھی حرام ہے۔ ہمیشہ حرام ہی کھایا تو اسکی دعا کہاں قبول ہو سکتی ہے۔ ف۔ لوگوں کو ہمیشہ سوچ رہتا ہے کہ مسلمانوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ لیکن حالت کا اندازہ اس حدیث شریف سے کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ اللہ جل شانہ اپنے فضل سے کبھی کافر کی بھی دعا قبول فرمالتے ہیں چہ جائیکہ فاسق کی۔ لیکن متقی کی دعا اصل چیز ہے۔ اسی لئے متقیوں سے دعا کی تمنا کی جاتی ہے۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول ہوں ان کو بہت ضروری ہے کہ حرام مال سے احتراز کریں اور ایسا کون ہے جو یہ چاہتا ہے کہ میری دعا مقبول ہو؟

۹ حضرت عمرؓ کی انتہائی احتیاط | حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک مرتبہ بحرین سے مشک آیا، ارشاد فرمایا کہ کوئی اسکو تول کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیتا۔ آپؓ کی اہلیہ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا

لے متعجب کنوز، لے جمع الغنم (از)

میں تول دوں گی۔ آپ نے سن کر سکوت فرمایا۔ مقوڑی دیر میں پھر یہی ارشاد فرمایا کہ کوئی اسکو تول دیتا تاکہ میں تقسیم کر دیتا۔ آپ کی اہلیہ نے پھر یہی عرض کیا۔ آپ نے سکوت فرمایا۔ تیسری دفعہ میں ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ تو اسکو اپنے ہاتھ سے ترازو کے پڑے میں رکھے اور پھر ان ہاتھوں کو اپنے بدن پر پھیر لے اور اتنی مقدار کی زیادتی مجھے حاصل ہو۔ ف۔ یہ کمال احتیاط تھی اور اپنے آپکو محل تہمت سے بچانا، ورنہ جو بھی تولے گا اُسکے ہاتھ کو تولے ہی گا۔ اسلئے اسکے جواز میں کوئی تردد نہ تھا۔ لیکن پھر بھی حضرت عمرؓ نے اپنی بیوی کیلئے اسکو گوارا نہ کیا۔ حضرت عمرؓ بن عبد العزیز جن کو عمر ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے زمانہ میں ایک مرتبہ مشک تو لا جارہا تھا تو انھوں نے اپنی ناک بند فرمالی اور ارشاد فرمایا کہ مشک کا نفع تو خوشبو ہی سونگھنا ہے۔ ف۔ یہ ہے احتیاط ان صحابہؓ اور تابعینؓ کی اور ہمارے بڑوں کی، پیشواؤں کی۔

۱۰ حضرت عمرؓ بن عبد العزیز کا حجاج کے حاکم کو حاکم نہ رکھنا | حضرت عمرؓ بن عبد العزیز نے ایک شخص کو کسی جگہ کا حاکم بنایا۔ کسی نے عرض کیا کہ یہ صاحب حجاج بن یوسف کے زمانہ میں اس کی طرف سے بھی حاکم رہ چکے ہیں۔ عمرؓ بن عبد العزیز نے اُن حاکم کو معزول کر دیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ میں نے تو حجاج بن یوسف کے یہاں مقوڑے ہی زمانہ کام کیا۔ عمرؓ بن عبد العزیز نے فرمایا کہ بُرا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تو اُسکے ساتھ ایک دن یا اس سے بھی کم رہا۔ ف۔ مطلب یہ ہے کہ پاس رہنے کا اثر ضرور پڑتا ہے۔ جو شخص متقیوں کے پاس رہتا ہے اس کے اوپر غیر معمولی اور غیر محسوس طریقہ سے تقویٰ کا اثر پڑتا ہے اور جو فاسقوں کے پاس رہتا ہے اس کے اوپر فسق کا اثر ہوتا ہے اسی وجہ سے بُری صحبت سے روکا جاتا ہے۔ آدمی تو درکنار جانوروں تک کے اثرات پاس رہنے سے آتے ہیں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ خزا اور بڑائی اونٹ اور گھوڑوں والوں میں ہوتی ہے اور مسکنت بکری والوں میں ہے۔

● حضورؐ کا ارشاد ہے کہ صالح آدمی کے پاس بیٹھنے والوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو مشک والے کے پاس بیٹھا ہے کہ اگر مشک نہ بھی ملے تب بھی اس کی خوشبو سے دماغ کو فرحت ہوگی اور بُرے ساتھی کی مثال آگ کی بھٹی والے کی سی ہے کہ اگر چنگاری بھی نہ پڑے تو دھواں تو کہیں گیا ہی نہیں ہے۔

لے احیاء (ز) لے ایضاً (ز) لے اس باطنی اثر کے علاوہ ایک خاص بات یہ ہے کہ جو شخص حجاج جیسے ظالم حکمران کا ماتحت رہا ہے یقیناً وہ بھی اس ظالم کا ساتھی ہے۔ حق پرست آدمی کبھی ایسے ظالم کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اور جب یہ ظالم ہے تو حاکم بننے کے قابل نہیں ہے لے بخاری (ز) لے جمع (ز) یعنی جمع الفوائد۔

پانچواں باب

نماز کا شغف اور شوق اور اس میں خشوع و خضوع

نماز ساری عبادتوں میں سب سے اہم چیز ہے۔ قیامت میں ایمان کے بعد سب سے پہلے نماز ہی کا سوال ہوتا ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ کفر و اسلام کے درمیان میں نماز ہی اڑ ہے۔ اس کے علاوہ او بہت سے ارشادات اس بارہ میں وارد ہیں جو میرے ایک دوسرے رسالہ میں مذکور ہیں۔

① اللہ تعالیٰ کا ارشاد نوافل والے کے حق میں | حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے۔ میری طرف سے اسکو لڑائی کا اعلان ہے اور کوئی شخص میرا قرب اس چیز کی بہ نسبت زیادہ حاصل نہیں کر سکتا جو میں نے اس پر فرض کی ہے۔ یعنی سب سے زیادہ قرب اور نزدیکی مجھ سے فرائض کے ادا کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور نوافل کی وجہ سے بندہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسکو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔ تو پھر میں اسکا کان بن جاتا ہوں جس سے سنے اور اسکی آنکھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھے، اور اسکا ہاتھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ چسپز کو پکڑے اور اسکا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسکو عطا کرتا ہوں اور کسی چیز سے پناہ چاہتا ہے تو میں پناہ دیتا ہوں۔ ف۔ ب۔ آنکھ، کان بن جانے کا مطلب یہ ہے کہ اسکا دیکھنا، سنا، چلنا پھرنا سب میری خوشی کے تابع بن جاتا ہے اور کوئی بات بھی میری خلاف مرضی نہیں ہوتی۔ کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو فرائض کے بعد نوافل پر کثرت کی توفیق ہو اور یہ دولت نصیب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ شانہ اپنے فضل سے مجھے اور میرے دوستوں کو بھی نصیب فرمائیں۔

② حضور کا تمام رات نماز پڑھنا | ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حضور کی کوئی عجیب بات جو آپ نے دیکھی ہو وہ سنا دیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور کی کون سی بات عجیب نہ تھی۔ ہر بات عجیب ہی تھی۔ ایک دن رات کو تشریف لائے اور میرے پاس لیٹ گئے، پھر فرمانے لگے، لے چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں، یہ فرما کر نماز کیلئے کھڑے ہوئے اور رونا شروع کیا۔ یہاں تک کہ آنسو سینہ مبارک تک بہنے لگے۔ پھر رکوع فرمایا۔ اس میں بھی روتے رہے، پھر سجدہ کیا۔ اس میں بھی اسی طرح روتے رہے، پھر سجدہ سے اٹھے۔ اس میں بھی اسی طرح روتے

یعنی فضائل نماز میں بہتہ جمع الفوائد (۱) آمین۔

رہے۔ یہاں تک کہ حضرت بلالؓ نے آکر صبح کی نماز کیلئے آواز دی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ اتنے روئے، حالانکہ آپ معصوم ہیں اگلے پچھلے سب گناہوں کی داگر بالفرض ہوں بھی تو مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرما رکھا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پھر میں شکر گزار نہ بنوں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں ایسا کیوں نہ کرتا۔ حالانکہ آج مجھ پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ **إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَآلِ عِمْرَانَ كَاخِرِ كَوْعٍ**۔ یہ متعدد روایات میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اس قدر لمبی نماز پڑھا کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر درم آگیا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ اتنی مشقت اٹھاتے ہیں حالانکہ آپ بخشنے بخشائے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

۳ **حضور کا چار رکعت میں چھ پارے پڑھنا** حضرت عوفؓ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ حضور نے سواک فرمائی، وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ لی۔ میں بھی حضور کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا۔ حضور نے سورہ بقرہ ایک رکعت میں پڑھی اور جو آیت رحمت کی آتی حضور اُس جگہ دیر تک رحمت کی دعا مانگتے رہتے اور جو آیت عذاب کی آتی اُس جگہ دیر تک عذاب سے پناہ مانگتے رہتے۔ سورہ کے ختم پر رکوع کیا اور اتنا ہی مبارک رکوع کیا، جتنی دیر میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی، اور رکوع میں **سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْعِظَةِ** پڑھتے جاتے تھے۔ پھر اتنا ہی لمبا سجدہ کیا۔ پھر دوسری رکعت میں اسی طرح سورہ آل عمران پڑھی اور اسی طرح ایک ایک رکعت میں ایک ایک سورہ پڑھتے رہے۔ اس طرح چار رکعتوں میں سوا چھ پارے ہوتے ہیں۔ یہ کتنی لمبی نماز ہوئی ہوگی جس میں ہر آیت رحمت اور آیت عذاب پر دیر تک دعا کا مانگنا اور پھر اتنا ہی مبارک رکوع اور سجدہ تھا۔ حضرت حذیفہؓ بھی اپنا ایک قصہ حضور کے ساتھ نماز پڑھنے کا اسی طرح سے نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ چار رکعتوں میں چار سورتیں سورہ بقرہ سے لیکر سورہ مائدہ کے ختم تک پڑھیں۔ ف:- ان چار سورتوں کے سوا چھ سید پارے ہوتے ہیں جو حضور نے چار رکعتوں میں پڑھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تجوید و ترتیل کے ساتھ پڑھنے کی تھی جیسا کہ اکثر احادیث میں ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہر آیت رحمت اور آیت عذاب پر ٹھہرنا اور دعا مانگنا پھر اتنا ہی مبارک رکوع سجدہ۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس طرح چار رکعات

لے اقامۃ الحجۃ (ز) ان آیات کا مضمون یہ ہے کہ زمین و آسمان کی مخلوقات میں اور رات دن کی تبدیلیوں میں اللہ کے ان بندوں کیلئے خدا کی ہستی اور اس کی قدرت کو پہچاننے کیلئے نشانیاں ہیں جو اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور کائنات کی تمام چیزوں کو غور و فکر اور عبرت کی نظر سے دیکھتے ہیں (بخاری (ز)۔

میں کس قدر وقت خرچ ہوا ہوگا۔ بعض مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں سورۃ بقرہ آل عمران مائدہ تین سورتیں پڑھیں جو تقریباً پانچ پارے ہوتے ہیں۔ یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب نماز میں چین اور آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہو جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قننی را تباعہ۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ | مجاہد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت
حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کی نمازوں کے حالات

کہ جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک لکڑی گڑی ہوئی ہے۔ یعنی بالکل حرکت نہیں ہوتی تھی۔ علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابن زبیر نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نماز سیکھی، اور انھوں نے حضور سے، یعنی جس طرح حضور نماز پڑھتے تھے اسی طرح ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے اور اسی طرح عبداللہ بن زبیر ثابت کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر کی نماز ایسی ہوتی تھی کہ گویا لکڑی ایک جگہ گاڑ دی۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ ابن زبیر جب سجدہ کرتے تو اس قدر لمبا اور بے حرکت ہوتا تھا کہ چڑیاں آکر کمر پر بیٹھ جاتیں۔ بعض مرتبہ اتنا مبارکوع کرتے کہ تمام رات صبح تک رکوع ہی میں رہتے۔ بعض اوقات سجدہ اتنا ہی لمبا ہوتا کہ پوری رات گزر جاتی جب حضرت ابن زبیر سے لڑائی ہو رہی تھی تو ایک گولہ مسجد کی دیوار پر لگا جس سے دیوار کا ایک ٹکڑا اڑا اور حضرت ابن زبیر کے حلق اور داڑھی کے درمیان کو گذرا، مگر نہ ان کو کوئی انتشار ہوا نہ رکوع سجدہ مختصر کیا۔ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے بیٹھا جس کا نام ہاشم تھا پاس سورا تھا۔ چھت میں سے ایک سانپ گرا اور بچہ پر لیٹ گیا۔ وہ چلایا۔ گھر والے سب دوڑے ہوئے آئے۔ شور مچ گیا! اس سانپ کو مارا۔ ابن زبیر اسی اطمینان سے نماز پڑھتے رہے۔ سلام پھیر کر فرمانے لگے۔ کچھ شور کی سی آواز آئی تھی کیا تھا۔ بیوی نے کہا اللہ تم پر رحم کرے بچہ کی توجان بھی گئی تھی تمہیں پتہ ہی نہ چلا، فرما لگے تیرا ناس ہو، اگر نماز میں دوسری طرف توجہ کرتا تو نماز کہاں باقی رہتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اخیر زمانہ میں جب اُنکے خنجر مارا گیا جس کی وجہ سے اُن کا انتقال ہوا تو ہر وقت خون بہتا تھا اور اکثر غفلت بھی ہو جاتی تھی لیکن اس حالت میں بھی جب نماز کیلئے متنبہ کئے جلتے تو اسی حالت میں نماز ادا فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ اسلام میں اُسکا کوئی حصہ نہیں جو نماز چھوڑ دے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تمام نماز جاگتے اور ایک رکعت میں پورا قرآن شریف ختم کر لیتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب

لے تاریخ اختلاف ۱۵ ہجری وغیرہ (۱) ۱۵ منتخب کنز (۲) سابقہ نسخوں میں یہاں کتابت کی غلطی سے ”ہدایہ“ شائع ہو گیا تھا اب مولانا یونس صاحب صدر مدرس مدرسہ مظاہر علوم سے مراجعت کے بعد درست کر دیا گیا ہے۔

نماز کا وقت آجاتا تو بدن میں کپکپی آجاتی اور چہرہ زرد ہو جاتا۔ کسی نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے فرمایا کہ اُس امانت کا وقت ہے جس کو اللہ جل شانہ نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر اُتارا تو وہ اس کے تحمل سے عاجز ہو گئے اور میں نے اس کا تحمل کیا ہے۔ خلف بن ایوب سے کسی نے پوچھا کہ تمہیں نماز میں مکھیاں دق نہیں کرتیں۔ فرمایا کہ فاسق لوگ حکومت کے کوڑے کھاتے ہیں اور حرکت نہیں کرتے اور اس پر فخر کرتے ہیں۔ اور اپنے صبر و تحمل پر اکرٹتے ہیں کہ اتنے کوڑے مارے میں ہلا تک نہیں۔ میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوں اور ایک مکھی کی وجہ سے حرکت کر جاؤں۔ مسلم بن حیا جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو اپنے گھر والوں سے کہتے کہ تم باتیں کرتے رہو۔ مجھے تمہاری بات کا پتہ ہی نہیں چلے گا۔ ایک مرتبہ بصرہ کی جامع مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مسجد کا ایک حصہ گرا۔ لوگ اس کی وجہ سے دوڑے وہاں جمع ہوئے۔ شور و شغب ہوا مگر انکو پتہ ہی نہ چلا۔ حاتم اضم سے کسی نے ان کی نماز کی کیفیت پوچھی تو کہنے لگے کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو وضو کے بعد اس جگہ پہنچ کر جہاں نماز پڑھوں تھوڑی دیر بیٹھتا ہوں کہ بدن کے تمام حصے میں سکون پیدا ہو جائے، پھر نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہوں اس طرح کہ بیت اللہ کو اپنی نگاہ کے سامنے سمجھتا ہوں اور پل صراط کو پاؤں کے نیچے جنت کو دائیں طرف اور جہنم کو بائیں طرف۔ اور موت کے فرشتے کو اپنے پیچھے کھڑا ہوا خیال کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ یہ آخری نماز ہے۔ اس کے بعد پورے خشوع خضوع سے نماز پڑھتا ہوں اور اس کے بعد امید اور ڈر کے درمیان رہتا ہوں کہ نہ معلوم قبول ہوئی یا نہیں۔

⑤ ایک مہاجر اور ایک انصاری کی چوکیداری | نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لارہے تھے شب کو ایک اور مہاجر کا نماز میں تیرکھانا۔

جگہ قیام فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ آج شب کو حفاظت اور چوکیدارہ کون کرے گا۔ ایک مہاجر اور ایک انصاری حضرت عمار بن یاسر اور حضرت عباد بن بشر نے عرض کیا کہ ہم دونوں کریں گے۔ حضور نے ایک پہاڑی جہاں سے دشمن کے آنے کا راستہ ہو سکتا تھا بتادی کہ اس پر دونوں قیام کرو۔ دونوں حضرات وہاں تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر انصاری نے مہاجر سے کہا کہ رات کو دو حصوں پر منقسم کر کے ایک حصہ میں آپ سو رہیں میں جاگتا رہوں۔ دوسرے حصہ میں آپ جاگیں میں سوتا رہوں کہ دونوں کے تمام رات جاگنے میں یہ بھی احتمال ہے کہ کسی وقت نیند کا غلبہ ہو جائے اور دونوں کی آنکھ لگ جائے۔ اگر کوئی خطرہ جاگنے والے کو محسوس ہو تو اپنے ساتھی کو جگائے۔ رات کا پہلا آدھا حصہ انصاری کے جاگنے کا قرار پایا اور مہاجر سو گئے، انصاری

نے نماز کی نیت باندھ لی۔ دشمن کی جانب سے ایک شخص آیا اور دور سے کھڑے ہوئے شخص کو دیکھ کر تیر مارا اور جب کوئی حرکت نہ ہوئی تو دوسرا اور پھر اسی طرح تیسرا تیر مارا اور ہر تیر انکے بدن میں گھستا رہا اور یہ ہاتھ سے اسکو بدن سے نکال کر پھینکتے رہے۔ اسکے بعد اطمینان سے رکوع کیا، سجدہ کیا، نماز پوری کر کے اپنے ساتھی کو جگایا۔ وہ تو ایک کی جگہ دو کو دیکھ کر بھاگ گیا کہ نہ معلوم کتنے ہوں۔ مگر ساتھی نے جب اٹھ کر دیکھا تو انصاری کے بدن سے تین جگہ سے خون ہی خون بہہ رہا تھا۔ مہاجر نے فرمایا، سبحان اللہ تم نے مجھے شروع ہی میں نہ جگالیا۔ انصاری نے فرمایا کہ میں نے ایک سورۃ (سورۃ کہف) شروع کر رکھی تھی میرا دل نہ چاہا کہ اسکو ختم کرنے سے پہلے رکوع کروں۔ اب بھی مجھے اسکا اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو میں بار بار تیر لگنے سے مر جاؤں اور حضورؐ نے جو حفاظت کی خدمت سپرد کر رکھی تھی وہ فوت ہو جائے۔ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا تو میں مرجاتا مگر سورۃ ختم کر نیسے پہلے رکوع نہ کرتا۔ ف:- یہ تھی اُن حضرات کی نماز اور اسکا شوق کہ تیر پر تیر کھائے جائیں اور خون ہی خون ہو جائے مگر نماز کے لطف میں فرق نہ پڑے۔ ایک ہماری نماز ہے کہ اگر پھر بھی کاٹ لے تو نماز کا خیال جاتا رہے۔ پھر کا تو پوچھنا ہی کیا۔ یہاں ایک فقہی مسئلہ بھی اختلافی ہے کہ خون نکلنے سے ہمارے امام یعنی امام اعظمؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے امام شافعیؒ کے نزدیک نہیں ٹوٹتا۔ ممکن ہے کہ ان صحابی کا مذہب بھی یہی ہو۔ یا اسوقت تک اس مسئلہ کی تحقیق نہ ہوئی ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں تشریف فرمانہ تھے یا اسوقت تک یہ حکم ہوا ہی نہ ہو۔

● حضرت ابو طلحہؓ کا نماز میں خیال آجانے سے باغ وقف کرنا حضرت ابو طلحہؓ ایک مرتبہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے ایک پرندہ اُڑا اور چونکہ باغ گنجان تھا اسلئے اسکو جلدی سے باہر جانے کا راستہ نہ ملا۔ کبھی اسطرف کبھی اُسترف اُڑتا رہا اور نکلنے کا راستہ ڈھونڈتا رہا۔ انکی نگاہ اس پر پڑی اور اس منظر کی وجہ سے ادھر خیال لگ گیا اور نگاہ اس پرندہ کے ساتھ پھرتی رہی دفعتاً نماز کا خیال آیا تو سو ہو گیا کہ کون سی رکعت ہے۔ نہایت قلق ہوا کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت آئی کہ نماز میں بھول ہوئی فوراً حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا قصہ عرض کر کے درخواست کی کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی اسلئے میں اسکو اللہ کے راستہ میں دیتا ہوں آپ جہاں دل چاہے اسکو صرف فرما دیجئے۔ اسی طرح ایک اور قصہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں پیش آیا کہ ایک انصاری اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ کھجوریں پکنے کا زمانہ شباب پر تھا اور خوشے کھجوروں کے بوجھ اور کثرت سے جھکے پڑے تھے۔ نگاہ خوشوں پر پڑی اور کھجوروں سے بھرے لے یعنی اُلو اور دروں لے یعنی اگر پھر (تقیاً) کاٹ لے تو پھر تو پھنسا ہی گیا۔ شاید نماز ٹوٹنے کی نوبت آجائے۔

ہونے کی وجہ سے بہت ہی اچھے معلوم ہوئے۔ خیال ادھر لگ گیا جس کی وجہ سے یہ بھی یاد نہ رہا کہ گے رکعتیں ہوئیں۔ اسکے رنج اور صدمہ کا ایسا غلبہ ہوا کہ اس کی وجہ سے یہ ٹھان لی کہ اس باغ ہی کو اب نہیں رکھنا۔ جس کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آکر عرض کیا کہ یہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں اسکو جو چاہے کیجئے، انھوں نے اس باغ کو پچاس ہزار میں فروخت کر کے اسکی قیمت دینی کاموں میں خرچ فرمادی، ف یہ ایمان کی غیرت ہے کہ نماز جیسی اہم چیز میں خیال آجانے سے پچاس ہزار درم کا بلغ ایک دم صدقہ کر دیا۔ ہمارے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قول جمیل میں صوفیہ کی نسبت کی قسمیں تحریر فرماتے ہوئے اسکے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ یہ نسبت ہے اللہ کی اطاعت کو ماسویٰ پر مقدم اور اس پر غیرت کرنا۔ کہ ان حضرات کو اس پر غیرت آئی کہ اللہ کی اطاعت میں کسی دوسری چیز کی طرف توجہ کیوں ہوئی؟

۷ حضرت ابن عباسؓ کا نماز کی وجہ سے آنکھ نہ بنوانا | حضرت عبداللہ بن عباسؓ

کی آنکھ میں جب پانی اتر آیا تو آنکھ بنا نہ پائی۔ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اجازت ہو تو ہم آنکھ بنادیں۔ لیکن پانچ دن تک آپؓ کو احتیاط کرنا پڑے گی کہ سجدہ بجائے زمین کے کسی اونچی لکڑی پر کرنا ہوگا۔ انھوں نے فرمایا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا، واللہ ایک رکعت بھی اس طرح پڑھنا مجھے منظور نہیں، حضورؐ کا ارشاد مجھے معلوم ہے کہ جو شخص ایک نماز بھی جان کر چھوڑ دے۔ وہ حق تعالیٰ شانہ سے ایسی طرح ملے گا کہ حق سبحانہ و تقدس اس پر ناراض ہونگے۔ ف :- اگرچہ شرعاً نماز اس طرح سے مجبوری کی حالت میں پڑھنا جائز ہے اور یہ صورت نماز چھوڑنے کی وعید میں داخل نہیں ہوتی۔ مگر حضرات صحابہؓ کو نماز کے ساتھ جو شغف تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کی جس قدر اہمیت تھی اسکی وجہ سے حضرت ابن عباسؓ نے آنکھ بنوانے کو بھی پسند نہ کیا کہ ان حضرات کے نزدیک ایک نماز پر ساری دنیا قربان تھی۔ آج ہم بی بیانی سے جو چاہے ان مرٹھے لوگوں کی شان میں منہ سے نکال دیں جب کل ان کا سامنا ہوگا اور یہ فدائی میدانِ حشر کی سیر کے لطف اڑا رہے ہوں گے، جب حقیقت معلوم ہوگی کہ یہ کیا تھے اور ہم نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔

۸ صحابہؓ کا نماز کے وقت فوراً دکانیں بند کر دینا | حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک مرتبہ

بازار میں تشریف رکھتے تھے کہ جماعت کا وقت ہو گیا۔ دیکھا کہ فوراً سب اپنے اپنے دکانیں بند کر کے مسجد میں داخل ہو گئے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ انہی لوگوں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی،

لے درمنثور از ۱۵ یعنی صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کریں اور ان کا ذکر بے وقفی کے ساتھ کریں۔

سَبَّالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ تَرْجَمَ پوری آیت شریفہ کا یہ ہے کہ ان مسجدوں میں ایسے لوگ صبح اور شام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد سے اور بالخصوص نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خریدنا غفلت میں ڈالتا ہے نہ بیچنا۔ وہ ایسے دن کی پکڑ سے ڈرتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں اُلٹ جائیں گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ تجارت وغیرہ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے تھے لیکن جب اذان کی آواز سنتے تو سب کچھ چھوڑ کر فوراً مسجد میں چلے جاتے۔ ایک جگہ کہتے ہیں، خدا کی قسم یہ لوگ تاجر تھے مگر ان کی تجارت انکو اللہ کے ذکر سے نہیں روکتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ بازار میں تشریف رکھتے تھے کہ اذان ہو گئی۔ انھوں نے دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے سامان کو چھوڑ کر نماز کی طرف چل دیئے۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا یہی لوگ ہیں جن کو اللہ جل شانہ نے لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ سے یاد فرمایا۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب حق تعالیٰ شانہ تمام دنیا کو ایک جگہ جمع فرمائیں گے تو ارشاد ہوگا۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو خوشی اور رنج دونوں حالتوں میں اللہ کی حمد کر نیوالے تھے۔ تو ایک مختصر جماعت اٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گی۔ پھر ارشاد ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جو راتوں میں اپنی خواب گاہ سے دُور رہتے اور اپنے رب کو خوف اور رغبت کے ساتھ یاد کرتے تھے تو ایک دوسری مختصر جماعت اٹھے گی اور وہ بھی جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو جائے گی۔ پھر ارشاد ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارت یا بیچنا اللہ کے ذکر سے نہیں روکتا تھا تو ایک تیسری جماعت مختصر سی کھڑی ہوگی اور جنت میں بغیر حساب داخل ہوگی۔ اُسکے بعد بقیہ لوگوں کا حساب شروع ہو جائے گا۔

۱ حضرت خبیثؓ کا قتل کے وقت نماز پڑھنا اور زید و عام کا قتل اُحد کی لڑائی

میں جو کافر بڑے گئے تھے اُنکے عزیزوں میں انتقام کا جوش زور پر تھا۔ سلاف نے جس کے دو بیٹے اس لڑائی میں مارے گئے تھے منبت مانی تھی کہ اگر عام کا جنھوں نے اسکے بیٹے قتل کئے تھے (سراٹھ آجائے تو اسکی کھوپڑی میں شراب پیوگی، اسلئے اس نے اعلان کیا تھا کہ جو عام کا سر لائیگا اسکو سواونٹ انعام دونگی، سفیان بن خالد کو اس لالچ نے آمادہ کیا کہ وہ اُنکا سر لانے کی کوشش کرے۔ چنانچہ اس نے عضل قارہ کے چند آدمیوں کو مدینہ منورہ بھیجا، ان لوگوں نے اپنے کو مسلمان ظاہر کیا اور حضور اقدسؐ سے تعلیم و تبلیغ کیلئے اپنے ساتھ چند حضرات کو بھیجنے کی درخواست کی اور حضرت عامؓ کے بھی ساتھ بھیجنے کی درخواست کی کہ ان کا دُعا پسندیدہ بتلایا۔ چنانچہ حضورؐ نے دس آدمیوں کو اور بعض روایات میں چھ آدمیوں کو انکے ساتھ کر دیا جن میں حضرت عامؓ بھی تھے۔ راستہ میں جا کر ان لیجانے والوں نے بد عہدی کی اور دشمنوں کو مقابلہ کیلئے بلایا جو دو سو آدمی تھے اور ان میں سے سو آدمی بہت مشہور تیر انداز تھے۔

اور بعض روایات میں ہے کہ حضورؐ نے ان حضرات کو مکہ والوں کی خبر لانے کیلئے بھیجا تھا۔ راستہ میں بنو لویان کے دو سو آدمیوں سے مقابلہ ہوا یہ مختصر جماعت دس آدمیوں کی یا چھ آدمیوں کی یہ حالت دیکھ کر ایک پہاڑی پر جس کا نام فدفد تھا چڑھ گئی۔ کفار نے کہا کہ ہم تمہارے خون سے اپنی زمین رنگنا نہیں چاہتے۔ صرف اہل مکہ سے تمہارے بدلہ میں کچھ مال لینا چاہتے ہیں۔ تم ہمارے ساتھ آ جاؤ ہم تم کو قتل نہ کریں گے مگر انہوں نے کہا کہ ہم کافر کے عہد میں آنا نہیں چاہتے اور ترکش سے تیز نکال کر مقابلہ کیا۔ جب تیر ختم ہو گئے تو نیزوں سے مقابلہ کیا حضرت عاصمؓ نے سانچوں سے جوش میں کہا کہ تم سے دھوکہ کیا گیا مگر گھبرانے کی بات نہیں۔ شہادت کو غنیمت سمجھو، تمہارا محبوب تمہارے ساتھ ہے اور جنت کی حوریں تمہاری منتظر ہیں۔ یہ کہہ کر جوش سے مقابلہ کیا اور جب نیزہ بھی ٹوٹ گیا تو تلوار سے مقابلہ کیا۔ مقابلوں کا مجمع کثیر تھا آخر شہید ہو گئے اور دعا کی کہ یا اللہ اپنے رسولؐ کو ہمارے قصہ کی خبر کر دے۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور اسی وقت اس واقعہ کا علم حضورؐ کو ہو گیا اور چونکہ عاصمؓ یہ بھی سن چکے تھے کہ سلافہ نے میرے سر کی کھوپڑی میں شراب پینے کی منت مانی ہے اسلئے مرتے وقت دعا کی کہ یا اللہ میرا سر تیرے راستہ میں کاٹا جا رہا ہے تو ہی اسکا محافظ ہے وہ دعا بھی قبول ہوئی اور شہادت کے بعد جب کافروں نے سر کاٹنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیاں کا اور بعض روایتوں میں بھڑوں کا ایک غول بھیجا جنہوں نے ان کے بدن کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ کافروں کو خیال تھا کہ رات کے وقت جب یہ اڑ جائیں گی تو سر کاٹ لیں گے مگر رات کو ایک بارش کی رو آئی اور ان کی نعلین کو بہا کر لے گئی۔ اسی طرح سات آدمی یا تین آدمی شہید ہو گئے۔ غرض تین باقی رہ گئے حضرت خبیثؓ اور زید بن دثنہ اور عبد اللہ بن طارق۔ ان تینوں حضرات سے پھر انہوں نے عہد پیمان کیا کہ تم نیچے آ جاؤ ہم تم سے بد عہدی نہ کریں گے۔ یہ تینوں حضرات نیچے اتر آئے اور نیچے اترنے پر کفار نے ان کی کمانوں کی تانت اتار کر ان کی مشکیں باندھیں۔ حضرت عبد اللہ بن طارق نے فرمایا کہ یہ پہلی بد عہدی ہے میں تمہارے ساتھ ہرگز نہ جاؤں گا۔ ان شہید ہونیوالوں کا اقتدا ہی مجھے پسند ہے۔ انہوں نے زبردستی انکو کھینچنا چاہا مگر یہ نہ ملے، تو ان لوگوں نے انکو بھی شہید کر دیا۔ صرف دو حضرات ان کے ساتھ تھے جن کو لیجا کر ان لوگوں نے مکہ والوں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ ایک حضرت زید بن دثنہ، جن کو صفوان بن امیہ نے پنجاس اونٹ کے بدلہ میں خرید لیا تاکہ اپنے باپ امیہ کے بدلہ میں قتل کرے، دوسرے حضرت خبیثؓ جن کو حجر بن ابی اہاب نے ستر اونٹ کے بدلہ میں خرید لیا تاکہ اپنے باپ کے بدلہ میں انکو قتل کرے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حارث بن عامر کی اولاد نے خرید لیا کہ انہوں نے

بد عہدی کی اسلئے جو ہوا اور آگ سے سارے ساتھ طمانظر نہیں۔

یعنی ان لوگوں نے تمہارے کہنے اور امن دینے پر اعتماد ۶۵ نہ کیا یہی بہتر تھا ہم لوگوں نے اعتماد کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تم نے

بدر میں حارث کو قتل کیا تھا۔ صفوان نے تو اپنے قیدی حضرت زیدؓ کو فوراً ہی حرم سے باہر اپنے غلام کے ہاتھ بھیج دیا کہ قتل کر دیئے جاویں۔ اسکا تماشا دیکھنے کے واسطے اور بھی بہت سے لوگ جمع ہوئے۔ جن میں ابوسفیان بھی تھا۔ اُس نے حضرت زیدؓ سے شہادت کے وقت پوچھا کہ اے زیدؓ تجھ کو خدا کی قسم سچ کہنا کیا تجھ کو یہ پسند ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گردن تیرے بدلہ میں مار دی جائے اور تجھ کو چھوڑ دیا جائے کہ اپنے اہل و عیال میں خوش و غرم رہے۔ حضرت زیدؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جہاں ہیں وہیں اُنکے ایک کاٹا بھی چبھے اور ہم اپنے گھر آرام سے رہیں۔ یہ جواب سُن کر قریش حیران رہ گئے۔ ابوسفیان نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھیوں کو جتنی اُن سے محبت دیکھی اس کی نظیر کہیں نہیں دیکھی۔ اسکے بعد حضرت زیدؓ شہید کر دیئے گئے۔ حضرت خبیثؓ ایک عرصہ تک قید میں رہے۔ حجر کی باندی جو بعد میں مسلمان ہو گئیں کہتی ہیں کہ جب خبیثؓ ہم لوگوں کی قید میں تھے تو ہم نے دیکھا کہ خبیثؓ ایک دن انگور کا بہت بڑا خوشہ آدمی کے سر کے برابر ہاتھ میں لئے ہوئے انگور کھا رہے تھے اور مکہ میں اس وقت انگور بالکل نہیں تھا۔ وہی کہتی ہیں کہ جب اُنکے قتل کا وقت قریب آیا تو انھوں نے صفائی کیلئے اُسترہ مانگا وہ دیدیا گیا اتفاق سے ایک گھسن بچہ اس وقت خبیثؓ کے پاس چلا گیا۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ اُسترہ اُنکے ہاتھ میں ہے اور بچہ اُن کے پاس یہ دیکھ کر گھبرائے۔ خبیثؓ نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں بچہ کو قتل کر دوں گا، ایسا نہیں کر سکتا۔ اسکے بعد ان کو حرم سے باہر لایا گیا اور رسول پر لٹکانے کے وقت آخری خواہش کے طور پر پوچھا گیا کہ کوئی تمنا ہو تو بتاؤ، انھوں نے فرمایا کہ مجھے اتنی مہلت دی جائے کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں کہ دنیا سے جانے کا وقت ہے اور اللہ جل شانہ کی ملاقات قریب ہے۔ چنانچہ مہلت دی گئی۔ انھوں نے دو رکعتیں نہایت اطمینان سے پڑھیں اور پھر فرمایا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ یہ سمجھو گے کہ میں موت کے ڈر کی وجہ سے دیر کر رہا ہوں تو دو رکعت اور پڑھتا۔ اسکے بعد رسول پر لٹکا دیئے گئے تو انھوں نے دعا کی کہ یا اللہ کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو تیرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک میرا آخری سلام پہنچا دے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اسی وقت سلام پہنچایا گیا۔ حضورؐ نے فرمایا وعلیکم السلام یا خبیثؓ۔ اور ساتھیوں کو اطلاع فرمائی کہ خبیثؓ کو قریش نے قتل کر دیا۔ حضرت خبیثؓ کو جب سولی پر چڑھا گیا تو چالیس کافروں نے نیزے لے کر چاروں طرف سے ان پر حملہ کیا اور بدن کو چھلنی کر دیا۔ اس وقت کسی نے قسم دیکر یہ بھی پوچھا کہ تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیں اور تم کو چھوڑ دیں۔ انھوں نے فرمایا واللہ العظیم لے فتح اسلام (ز) یہاں سوچنے کی بات یہ ہے کہ کوئی نادان ایسے موقع پر اگر یہ کہہ بھی دے کہ ہاں میری جان کے (باقی اگلے صفحہ پر)

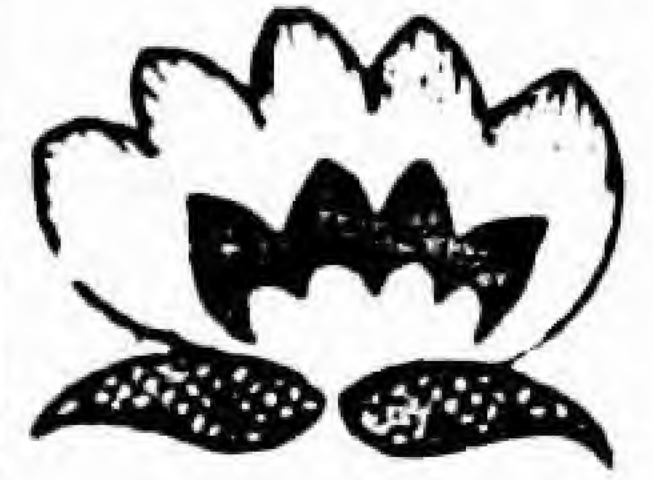
مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ میری جان کے فدیہ میں ایک کانٹا بھی حضور کے چبھے۔ ف۔ ویسے تو ان قصوں کا ہر ہر لفظ عبرت ہے لیکن اس قصہ میں دو چیزیں خاص طور سے قابل قدر قابل عبرت ہیں۔ ان حضرات کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ محبت و عشق کہ اپنی جان جائے اور اس کے بدلے میں اتنا لفظ کہنا بھی گوارا نہیں کہ حضور کو کسی قسم کی تکلیف معمولی سی بھی پہنچ جائے۔ اسلئے کہ حضرت خبیثؓ سے صرف زبان سے ہی کہلانا چاہتے تھے۔ اور صرف زبان سے کہنا ہی تھا اور بدلہ میں حضور کو تکلیف پہنچانے پر تو ان کفار کو بھی قدرت نہ تھی بلکہ وہ لوگ خود ہی ہر وقت تکلیف پہنچانے کی کوشش میں رہتے تھے۔ جس میں بدلے بدلے برابر تھا۔ دوسری چیز نماز کی عظمت اور اسکا شغف کہ ایسے آخری وقت میں عام طور سے بیوی بچوں کو آدمی یاد کرتا ہے۔ صورت دیکھنا چاہتا ہے۔ پیام و سلام کہتا ہے۔ مگر ان حضرات کو پیام و سلام دینا ہے تو حضور کو اور آخری تمنا ہے تو نماز کی۔

۱۔ حضور کی جنت میں معیت کیلئے نماز کی مدد حضرت ربیعہؓ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات گزارتا تھا اور تہجد کے وقت وضو کا پانی اور دوسری ضروریات مثلاً مسواک مصلے وغیرہ رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میری خدمات سے خوش ہو کر فرمایا۔ مانگ کیا مانگتا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت میں آپ کی رفاقت آپ نے فرمایا اور کچھ کہ بس یہی چیز مطلوب ہے، آپ نے فرمایا اچھا میری مدد کیجیو سجدوں کی کثرت سے۔ ف۔ اس میں تنبیہ ہے اس امر پر کہ صرف دعا پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھنا چاہیے بلکہ کچھ طلب اور عمل کی بھی ضرورت ہے اور اعمال میں سب سے اہم نماز ہے کہ جتنی اسکی کثرت ہوگی اتنے ہی سجدے زیادہ ہوں گے۔ جو لوگ اس سہارے پر بیٹھے رہتے ہیں کہ فلاں پیر فلاں بزرگ سے دعا کرائیں گے سخت غلطی ہے۔ اللہ جل شانہ نے اس دنیا کو اسباب کے ساتھ چلایا ہے۔ اگرچہ بے اسباب ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور قدرت کے اظہار کے واسطے کبھی ایسا کر بھی دیتے ہیں۔ لیکن عام عادت یہی ہے کہ دنیا کے کاروبار اسباب لگا رکھے ہیں۔ حیرت ہے کہ ہم لوگ دنیا کے کاموں میں تو تقدیر پر اور صرف دعا پر بھروسہ کر کے کبھی نہیں بیٹھتے۔ پچاس طرح کی کوشش کرتے ہیں مگر دین کے کاموں میں تقدیر اور دعا بیچ میں آجاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ والوں کی دعا نہایت اہم ہے مگر حضور نے بھی یہ ارشاد فرمایا کہ سجدوں کی کثرت سے میری دعا کی مدد کرنا۔

(صغیر گذشتہ کا بقیہ) بدلے نعوذ باللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیے جائیں تو سوائے اسکے کہ یہ اپنا ایمان خراب کرے اور کوئی نتیجہ اسکا نہیں۔ اور صحابہ کرام تو سوا بار زندہ ہو ہو کر قتل ہوں جب بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرہ برابر تکلیف گوارا نہ کریں۔ لے ابوداؤد (ذ)



حصہ باب



ایشیاد و بشارت دینی اور اللہ کی راہیں خسر چ کرنا

ایشیاد کہتے ہیں اپنی ضرورت کے وقت دوسرے کو ترجیح دینا۔ اولیٰ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہر ادا، ہر عادت ایسی ہی ہے جس کی برابری تو درکنار اسکا کچھ بھی حصہ کسی خوش قسمت کو نصیب ہو جائے تو عین سعادت ہے لیکن بعض عادتیں ان میں سے ایسی ممتاز ہیں کہ انہیں کا حصہ تمہیں۔ انکے منجملہ ایشیاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے کلام اللہ شریف میں اسکی تعریف فرمائی اور یُوْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَ تَوَكَّلْ بِهٖمْ خَصَاصَةً میں اس صفت کو ذکر فرمایا کہ وہ لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں گو ان پر فاقہ ہی ہو۔

۱ صحابی رضی اللہ عنہ کا مہمان کی خاطر چراغ بجھا دینا | ایک صحابی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور بھوک اور پریشانی کی حالت کی اطلاع دی۔ حضور نے اپنے گھروں میں آدمی بھیجا کہیں کچھ نہ ملا تو حضور نے صحابہ سے فرمایا کہ کوئی شخص ہے جو ان کی ایک رات کی مہمانی قبول کرے۔ ایک انصاری صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں مہمانی کرونگا۔ انکو گھر لے گئے اور بیوی سے فرمایا کہ یہ حضور کے مہمان ہیں جو اکرام کر سکے اس میں کسر نہ کرنا اور کوئی چیز چھپا کر نہ رکھنا۔ بیوی نے کہا خدا کی قسم بچوں کے قابل کچھ تھوڑا سا رکھا ہے اور کچھ بھی گھر میں نہیں۔ صحابی نے فرمایا کہ بچوں کو پہلا کمر سلا دیجیو اور جب وہ سو جائیں تو کھانا لیکر مہمان کیساتھ بیٹھ جاویں گے اور تو چراغ کے درست کرنے کے بہانے سے اٹھ کر اسکو بجھا دینا۔ چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا اور دونوں میاں بیوی اور بچوں نے فاقہ سے رات گزاری جس پر یہ آیت یُوْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ نازل ہوئی۔ ترجمہ :- اور ترجیح دیتے ہیں اپنی جانوں پر اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو۔ ف :- اس قسم کے متعدد واقعات ہیں جو صحابہ کے یہاں پیش آئے۔ چنانچہ ایک دوسرا واقعہ اسی قسم کا لکھا ہے۔

۲ روزہ دار بننے کے لیے چراغ بجھا دینا | ایک صحابی روزہ پر روزہ رکھتے تھے۔ افطار کیلئے کوئی

چیز کھانے کی میسر نہ آتی تھی۔ ایک انصاری صحابی حضرت ثابتؓ نے تاڑ لیا۔ بیوی سے کہا کہ میں رات کو ایک مہمان کو لاؤں گا۔ جب کھانا شروع کریں تو تم چراغ کو درست کرنے کے حیلہ سے بجھا دینا اور اتنے مہمان کا پیٹ نہ بھر جائے خود نہ کھانا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا ساتھ میں سب شریک رہے جیسے کھارہے ہوں۔ صبح کو حضرت ثابتؓ جب حضور کی مجلس میں حاضر ہوئے

تو حضورؐ نے فرمایا کہ رات کا تمہارا اپنے مہمان کیساتھ کا برتاؤ حق تعالیٰ شانہ کو بہت ہی پسند آیا۔
۳ ایک صحابی کا زکوٰۃ میں اونٹ دینا حضرت ابی ابن کعبؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا مال وصول کرنے کیلئے بھیجا۔ میں ایک صاحب کے پاس گیا اور اُن سے اُنکے مال کی تفصیل معلوم کی تو اُن پر ایک اونٹ کا بچہ ایک سالہ واجب تھا۔ میں نے اُن سے اسکا مطالبہ کیا۔ وہ فرمانے لگے کہ ایک سال کا بچہ نہ دودھ کے کام کا نہ سواری کے کام کا۔ انھوں نے ایک نفیس عمدہ جوان اونٹنی سامنے کی کہ یہ لے جاؤ۔ میں نے کہا کہ میں تو اسکو نہیں لے سکتا کہ مجھے عمدہ مال لینے کا حکم نہیں۔ البتہ اگر تم یہی دینا چاہتے ہو تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ہیں اور آج کا پڑاؤ فلاں جگہ تمہارے قریب ہی ہے حضورؐ کی خدمت میں جا کر پیش کر دو۔ اگر منظور فرمایا تو مجھے انکار نہیں ورنہ میں معذور ہوں۔ وہ اس اونٹنی کو لیکر میرے ساتھ ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میرے پاس آپ کے قاصد زکوٰۃ کا مال لینے آئے تھے اور خدا کی قسم مجھے آج تک یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی کہ رسول اللہؐ یا ان کے قاصد نے میرے مال میں کبھی تصرف فرمایا ہو اسلئے میں نے اپنا سارا مال سامنے کر دیا۔ انھوں نے فرمایا کہ اس میں ایک سالہ اونٹ کا بچہ زکوٰۃ کا واجب ہے حضورؐ ایک سال کے بچے سے نہ تو دودھ کا ہی نفع ہے نہ سواری کا۔ اسلئے میں نے ایک عمدہ جوان اونٹنی پیش کی تھی جس کو انھوں نے قبول نہیں فرمایا اسلئے میں خود لیکر حاضر ہوا ہوں۔ حضورؐ فرمایا کہ تم پر واجب تو وہی ہے جو انھوں نے بتلایا، مگر تم اپنی طرف سے اس سے زیادہ اور عمدہ مال دو تو قبول ہے اللہ تمہیں اسکا اجر مرحمت فرمائیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ یہ حاضر ہے۔ حضورؐ نے قبول فرمایا اور برکت کی دعا فرمائی۔ ف:- یہ زکوٰۃ کے مال کا منظر ہے۔ آج بھی اسلام کے بہت سے دعویدار ہیں اور حضورؐ کی محبت کا دم بھرتے ہیں لیکن زکوٰۃ کے ادا کرنے میں زیادتی کا تو کیا ذکر ہے پوری مقدار بھی ادا کرنا موت ہے۔ جو اونچے طبقے والے زیادہ مال والے کہلاتے ہیں ان کے یہاں تو اکثر و بیشتر اس کا ذکر ہی نہیں لیکن جو متوسط حیثیت کے لوگ ہیں اور اپنے کو دین دار بھی سمجھتے ہیں وہ بھی اس کی کوشش کرتے ہیں کہ جو خرچ اپنے عزیز رشتہ داروں میں یا کسی دوسری جگہ مجبوری سے پیش آجائے اس میں زکوٰۃ ہی کی نیت کر لیں۔

لے درمنور (زم) نہ یہ منظر بھی آسمان نے کیوں کبھی دیکھا ہو گا کہ دینے والا زیادہ دینے کیلئے اصرار کرے۔ باہر اور لینے والا کم لینے پر اڑا ہوا ہے۔ آج ہم میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کا تو ذکر ہی کیا لیکن جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں ان میں بھی بہت سے وہ ہیں جو اسے ایک تاوان اور بوجھ سمجھ کر دیتے ہیں اور گھٹیا سے گھٹیا مال دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

④ **حضرات شیخین کا صدقہ میں مقابلہ** | حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ اتفاقاً اس زمانہ میں میرے پاس کچھ مال موجود تھا۔ میں نے کہا آج میرے پاس اتفاق سے مال موجود ہے اگر میں ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کبھی بھی بڑھ سکتا ہوں تو آج بڑھ جاؤں گا۔ یہ سوچ کر خوشی خوشی میں گھر گیا اور جو کچھ بھی گھر میں رکھا تھا اس میں سے آدھالے آیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ گھر والوں کیلئے کیا چھوڑا۔ میں نے عرض کیا کہ چھوڑ آیا حضورؐ نے فرمایا آخر کیا چھوڑا۔ میں نے عرض کیا آدھا چھوڑ آیا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ جو کچھ رکھا تھا سب لے آئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا۔ انھوں نے فرمایا ان کیلئے اللہ اور اس کے رسولؐ کو چھوڑ آیا۔ یعنی اللہ اور اس کے رسولؐ پاک کے نام کی برکت اور ان کی رضا اور خوشنودی کو چھوڑ آیا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں۔ میں نے کہا حضرت ابو بکرؓ سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔ ف۔ بخوبی اور نیکیوں میں اس کی کوشش کرنا کہ دوسرے سے بڑھ جاؤں یہ مستحسن اور مندوب ہے۔ قرآن پاک میں بھی اس کی ترغیب آئی ہے۔ یہ قصہ عزوہ تبوک کا ہے۔ اس وقت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چندہ کی خاص طور سے ترغیب فرمائی تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے حوصلہ کے موافق بلکہ بہت وسعت سے زیادہ اعانتیں فرمائیں جن کا ذکر باب ۹ کے قصہ ۹ میں بھی مختصر طور پر گزرا ہے۔ جزاھم اللہ عنا وعن سائر المسلمین احسن الجزاء۔

⑤ **صحابہ کا دوسروں کی وجہ سے پیاسے مرنے کا** | حضرت ابو جہم بن حذیفہؓ کہتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی میں میں اپنے چچا زاد بھائی کی تلاش میں نکلا کہ وہ لڑائی میں شریک تھے اور ایک مشکیزہ پانی کا میں نے اپنے ساتھ لیا تو ممکن ہے وہ پیاسے ہوں تو پانی پلاؤں۔ اتفاق سے وہ ایک جگہ اس حالت میں پڑے ہوئے ملے کہ دم توڑ رہے تھے اور جاں کنی شروع تھی۔ میں نے پوچھا پانی کا گھونٹ دوں انھوں نے اشارے سے ہاں کی اتنے میں دوسرے صاحب نے جو قریب ہی پڑے تھے اور وہ بھی مرنے کے قریب تھے آہ کی۔ میرے چچا زاد بھائی نے آواز سنی تو مجھے ان کے پاس جانے کا اشارہ کیا۔ میں ان کے پاس پانی لیکر گیا وہ ہشام بن ابی العاصؓ تھے ان کے پاس پہنچا ہی تھا کہ ان کے قریب ایک تیسرے صاحب اسی حال میں پڑے دم توڑ رہے تھے۔ انھوں نے آہ کی۔ ہشامؓ نے مجھے ان کے پاس جانے کا اشارہ کر دیا۔ میں ان کے پاس پانی لیکر پہنچا تو ان کا دم نکل چکا تھا۔ ہشامؓ کے پاس واپس آیا تو وہ بھی جاں بحق ہو چکے تھے ان کے پاس سے اپنے بھائی کے پاس لوٹا تو اتنے میں وہ بھی ختم ہو چکے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ف۔ اس نوع کے متعدد واقعات کتب حدیث میں ذکر

کئے گئے۔ کیا انتہا ہے اس اشار کی کہ اپنا بھائی آخری دم توڑ رہا ہو اور پیاسا ہو ایسی حالت میں کسی دوسرے کی طرف توجہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے چہ جائیکہ اسکو پیاسا چھوڑ کر دوسرے کو پانی پلانے چلا جائے۔ اور ان مرنے والوں کی روحوں کو اللہ جل شانہ اپنے لطف و فضل سے نوازیں کرنے کے وقت بھی جب ہوش و حواس سب ہی جواب دے دیتے ہیں یہ لوگ ہمدردی میں جان دیتے ہیں۔

⑥ **حضرت حمزہؓ کا کفن** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ غزوہ احد میں شہید ہو گئے اور بیدرد کافروں نے آپؐ کے کان ناک وغیرہ اعضا کاٹ دیئے اور سینہ چیر کر دل نکالا اور طرح طرح کے ظلم کئے۔ لڑائی کے ختم پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے صحابہؓ شہیدوں کی نعشیں تلاش فرما کر ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام فرما رہے تھے کہ حضرت حمزہؓ کو اس حالت میں دیکھا نہایت صدمہ ہوا اور ایک چادر سے ان کو ڈھانک دیا۔ اتنے میں حضرت حمزہؓ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن حضرت صفیہؓ تشریف لائیں کہ اپنے بھائی کی حالت کو دیکھیں۔ حضورؐ نے اس خیال سے کہ آخر عورت میں ایسے ظلموں کو دیکھنے کا تحمل مشکل سے ہو گا۔ انکے صاحبزادہ حضرت زبیرؓ سے ارشاد فرمایا کہ اپنی والدہ کو دیکھنے سے منع کرو، انھوں نے والدہ سے عرض کیا کہ حضورؐ نے دیکھنے کو منع فرما دیا۔ انھوں نے کہا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ میرے بھائی کے ناک کان وغیرہ کاٹ دیئے گئے، اللہ کے راستے میں یہ کون سی بڑی بات ہے۔ ہم اس پر راضی ہیں۔ میں اللہ سے ثواب کی امید رکھتی ہوں اور انشاء اللہ صبر کروں گی۔ حضرت زبیرؓ نے حضورؐ سے جا کر اس کلام کا ذکر کیا تو حضورؐ نے اس جواب کو سن کر دیکھنے کی اجازت عطا فرمادی۔ آکر دیکھا ان اللہ ٹرپی اور ان کیلئے استغفار اور دعا کی۔ ایک روایت میں ہے کہ غزوہ احد میں جہاں نعشیں رکھی ہوئی تھیں ایک عورت تیزی سے آرہی تھی حضورؐ نے فرمایا دیکھو، عورت کو روکو، حضرت زبیرؓ کہتے ہیں میں نے پہچان لیا کہ میری والدہ ہیں۔ میں جلدی سے روکنے کیلئے بڑھا مگر وہ قوی تھیں ایک گھونسا مارا اور کہا پرے ہٹ۔ میں نے کہا کہ حضورؐ نے منع فرمایا ہے تو فوراً گھڑی ہو گئیں۔ اسکے بعد دو کپڑے نکالے اور فرمایا کہ میں اپنے بھائی کے کفن کیلئے لائی تھی کہ میں ان کے انتقال کی خبر سن چکی تھی۔ ان کپڑوں میں ان کو کفنا دینا۔ ہم لوگ وہ کپڑے لیکر حضرت حمزہؓ کو کفن کرنے لگے کہ برابر میں ایک انصاری شہید پڑے ہوئے تھے جن کا نام حضرت سہیلؓ تھا۔ ان کا بھی کفار نے ایسا ہی حال کر رکھا تھا جیسا کہ حضرت حمزہؓ کا تھا۔ ہمیں اس بات سے شرم آئی کہ حضرت حمزہؓ کو دو کپڑوں میں کفن دیا جائے اور انصاری کے پاس ایک بھی نہ ہو، اسلئے ہم نے دونوں کیلئے ایک ایک کپڑا تجویز کر دیا مگر ایک کپڑا ان میں بڑا تھا دوسرا چھوٹا تو ہم نے قرعہ ڈالا کہ قرعہ میں جو کپڑا جن کے حصہ میں آجائے گا وہ ان کے کفن میں لگایا جائے قرعہ میں بڑا کپڑا حضرت

سہیل کے حصہ میں آیا اور چھوٹا حضرت حمزہؓ کے حصہ میں آیا جو ان کے قد سے بھی کم تھا کہ اگر سر کو ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں کی طرف کیا جاتا تو سر کھل جاتا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سر کو کپڑے سے ڈھانک دو اور پاؤں پر پتے وغیرہ ڈال دو۔ ابن سعد کی روایت میں ہے کہ حضرت صفیہؓ جب دو کپڑے لیکر حضرت حمزہؓ کی نعش پر پہنچیں تو ان کے قریب ہی ایک انصاری اسی حال میں پڑے ہوئے تھے تو ایک ایک کپڑے میں دونوں کو کفن دیا گیا۔ حضرت حمزہؓ کا کپڑا بڑا تھا یہ روایت مختصر ہے اور خمس کی روایت مفصل ہے۔ ف۔ یہ دو جہان کے بادشاہ کے چچا کا کفن ہے وہ بھی اس طرح کہ ایک عورت اپنے بھائی کیلئے دو کپڑے دیتی ہے اس میں یہ گوارا نہیں کہ دوسرا انصاری بے کفن رہے ایک ایک کپڑا بانٹ دیا جاتا ہے اور پھر چھوٹا کپڑا اس شخص کے حصہ میں آتا ہے جو کئی وجہ سے ترجیح کا استحقاق بھی رکھتا ہے غریب پروری اور مساوات کے دعوے دار اگر اپنے دعوؤں میں سچے ہیں تو ان پاک ہستیوں کا اتباع کریں جو کہہ کر نہیں بلکہ کر کے دکھلا گئے۔ ہم لوگوں کو اپنے لئے انکا پیرو کرنا بھی شرم کی بات ہے۔

● بکرے کی سری کا گھوم پھر کر لوٹ آنا | حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی رضہ کو کسی شخص نے بکرے کی سری ہدیہ کے طور پر دی۔ انھوں نے خیال فرمایا کہ میرے فلاں ساتھی زیادہ ضرورت مند ہیں، کنبہ دلے ہیں وہ اور ان کے گھروالے زیادہ محتاج ہیں اسلئے ان کے پاس بھیج دیں ان کو ایک تیسرے صاحب کے متعلق یہی خیال پیدا ہوا اور ان کے پاس بھیج دیں۔ غرض اسی طرح سات گھروں میں پھر کر وہ سری سب پہلے صحابیؓ کے گھر لوٹ آئی۔ ف۔ اس قصہ سے ان حضرات کا عام طور سے محتاج اور ضرورت مند ہونا بھی معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی کہ ہر شخص کو دوسرے کی ضرورت اپنے سے مقدم معلوم ہوتی تھی۔

● حضرت عمرؓ کا اپنی بیوی کو زحمت میں لے جانا | امیر المومنین حضرت عمرؓ اپنے خلافت کے زمانہ میں بسا اوقات رات کو چوکیدارہ کے طور پر شہر کی حفاظت بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اسی حالت میں ایک میدان میں گذر ہوا۔ دیکھا کہ ایک خیمہ بالوں کا بنا ہوا لگا ہوا ہے جو پہلے وہاں نہیں دیکھا تھا۔ اس کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک صاحب وہاں بیٹھے ہیں اور خیمہ سے کچھ کراہنے کی آواز آرہی ہے۔ سلام کر کے ان صاحب کے پاس بیٹھ گئے اور دریافت فرمایا کہ تم کون ہو۔ انھوں نے

لے غیس (بکرے) لیکر آیا والی حضرت حمزہؓ کی بہن ہیں اور اپنے بھائی کیلئے ہی دونوں کپڑے لائی ہیں۔ ایک کپڑا دوسرے کو جو دیا جا رہا ہے یہ محض اپنی خوشی سے ہے۔ ایسے میں اگر ان کو چھوٹا کپڑا دیدیا جاتا اور بڑا حضرت حمزہؓ کو تو خمس بھی لحاظ سے کوئی عرج نہیں تھا لیکن یہ ان حضرات کے کمال ایثار کے خلاف تھا اسلئے گوارا نہ ہوا اسے یعنی جو ادب پر گزری ہے۔

سے درمنثور (۲) یعنی ادنیٰ کسب کا خیمہ تنہا ہوا ہے۔

کہا۔ ایک مسافر ہوں، جنگل کا رہنے والا ہوں۔ امیر المومنین کے سامنے کچھ اپنی ضرورت پیش کر کے مدد چاہنے کے واسطے آیا ہوں۔ دریافت فرمایا کہ یہ خیمہ میں سے آواز کیسی آرہی ہے۔ ان صاحب نے کہا میاں جاؤ اپنا کام کرو۔ آپ نے اصرار فرمایا کہ نہیں بتا دو کچھ تکلیف کی آواز ہے۔ ان صاحب نے کہا کہ عورت کی ولادت کا وقت قریب ہے، درد زہ ہو رہا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کوئی دوسری عورت بھی پاس ہے۔ انھوں نے کہا کوئی نہیں، آپ وہاں سے اٹھے اور مکان تشریف لے گئے اور اپنی بیوی حضرت ام کلثومؓ سے فرمایا کہ ایک بڑے ثواب کی چیز مقدر سے تمہارے لئے آئی ہے۔ انھوں نے پوچھا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ایک گاؤں کی رہنے والی بیچاری تنہا ہے، اسکو درد زہ ہو رہا ہے۔ انھوں نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ہاں تمہاری صلاح ہو تو میں تیار ہوں۔ اور کچھ نہ تیار ہوتیں کہ یہ بھی آخر حضرت سیدہ فاطمہؓ کی ہی صاحبزادی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ولادت کے واسطے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہو، تیل، گودڑ وغیرہ لے لو اور ایک ہانڈی اور کچھ گھی اور دانے وغیرہ بھی ساتھ لے لو۔ وہ لیکر چلیں۔ حضرت عمرؓ خود پیچھے پیچھے ہوئے۔ وہاں پہنچ کر حضرت ام کلثومؓ تو خیمہ میں چلی گئیں اور آپ نے آگ جلا کر اس ہانڈی میں دانے اُبالے گھی ڈالا اتنے میں ولادت سے فراغت ہو گئی۔ اندر سے حضرت ام کلثومؓ نے آواز دے کر عرض کیا۔ امیر المومنینؓ اپنے دوست کو لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دیجئے۔ امیر المومنینؓ کا لفظ سن کر وہ صاحب بڑے گھبرائے۔ آپ نے فرمایا گھبرانے کی بات نہیں۔ وہ ہانڈی خیمہ کے پاس رکھ دی کہ اس عورت کو بھی کچھ کھلا دیں حضرت ام کلثومؓ نے اسکو کھلایا۔ اسکے بعد ہانڈی باہر دیدی۔ حضرت عمرؓ نے اس بدوسے کہا کہ لو تم بھی کھاؤ۔ رات بھر تمہاری جاگنے میں گزر گئی۔ اسکے بعد اہلیہ کو ساتھ لیکر گھر تشریف لے آئے اور ان صاحب فرمادیا کہ کل آنا تمہارے لئے انتظام کر دیا جائیگا۔ ف۔ ہمارے زمانے کا کوئی بادشاہ یا رئیس نہیں کوئی معمولی حیثیت کا مالدار بھی ایسا ہے جو غریب کی ضرورت میں مسافر کی مدد کے واسطے اس طرح بیوی کو رات کو جنگل میں لیجائے اور خود اپنے آپ چولہا دھونک کر پکائے۔ مالدار کو چھوڑیے کوئی دیندار بھی ایسا کرتا ہے سوچنا چاہیے کہ جن کے نام لیوا ہیں اور ان جیسی برکات کی ہر بات میں امید رکھتے ہیں کوئی کام بھی ہم اُن جیسا کر لیتے ہیں۔

① ابو طلحہؓ کا باغ وقف کرنا | حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ابو طلحہؓ انصاری مدینہ منورہ میں

سب سے زیادہ اور سب سے بڑے باغ والے تھے۔ ان کا ایک باغ تھا جس کا نام بیرحار تھا۔ وہ انکو بہت ہی زیادہ محبوب تھا۔ مسجد نبویؐ کے قریب تھا۔ پانی بھی اس میں نہایت شیریں اور افراط

لے اور بیوی کو چومنے ہمیشہ اسی لفظ سے پکارنے کی عادت تھی اسلئے زبان سے بے اختیار یہی لفظ نکلتا تھا (شہر ذرا)

سے تھا۔ حضور بھی اکثر اس باغ میں تشریف لیجاتے اور اسکا پانی نوش فرماتے۔ جب قرآن شریف کی آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تَحِبُّونَ ترجمہ:- تم نیکی کے کامل درجہ کو نہیں پہنچ سکتے جب تک ایسی چیزوں سے خرچ نہ کرو گے جو تم کو پسند ہیں۔ نازل ہوئی تو ابو طلحہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے اپنا بیروں کا باغ سب سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ محبوب مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرو اسلئے وہ اللہ کے راستہ میں دیتا ہوں۔ آپ جیسا مناسب سمجھیں اسکے موافق اسکو خرچ فرما دیں۔ حضور نے بہت زیادہ مسرت کا اظہار فرمایا۔ اور فرمایا کہ بہت ہی عمدہ مال ہے۔ میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اسکو اپنے اہل قرابت میں تقسیم کر دو۔ ابو طلحہ نے اسکو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم فرما دیا۔ ف:- ہم بھی اپنا کوئی محبوب ترین مال جائداد کوئی ایک آدھ وعظمن کر قرآن پاک کی کوئی آیت پڑھ کر یا سن کر اس طرح بیدار ملک خیرات کر دیتے ہیں۔ اگر وقف وغیرہ کرنے کا خیال بھی آتا ہے تو زندگی سے بالوس ہو جانے کے بعد یا وارثوں سے خفا ہو کر ان کو محروم کرنے کی نیت سے اور برس کے برس اس سوچ میں لگا دیتے ہیں کہ کوئی صورت ایسی پیدا ہو جائے کہ میری زندگی میں تو میرے کام ہی آئے بعد میں جو ہو وہ ہوتا رہے۔ ہاں نام و نمود کی کوئی چیز ہو، بیاہ شادی کی تقریب ہو تو سودی قرض سے بھی انکار نہیں۔

① حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا اپنے خادم کو تنبیہ فرمانا حضرت ابوذر غفاریؓ مشہور صحابی ہیں جن کے اسلام لانے کا قصہ پہلے باب کے پانچویں قصہ میں گزر چکا۔ یہ بڑے زاہد لوگوں میں تھے۔ مال نہ اپنے پاس جمع رکھتے تھے نہ یہ چاہتے تھے کہ کوئی دوسرا جمع رکھے۔ مالدار لوگوں سے ہمیشہ لڑائی رہتی تھی، اسلئے حضرت عثمانؓ کے حکم سے زندہ میں رہنے لگے تھے جو جنگل میں ایک معمولی سی آبادی تھی۔ حضرت ابوذرؓ کے پاس چند اونٹ تھے اور ایک ناتواں ضعیف سا چرواہا تھا جو ان کی خبر گیری کرتا تھا اسی پر گزرتھا۔ ایک شخص قبیلہ بنو سلیم کے خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ تمنا ظاہر کی کہ میں آپؓ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں تاکہ آپؓ کے فیوض سے استفادہ حاصل کروں۔ میں آپؓ کے چرواہے کی مدد کرتا رہوں گا اور آپؓ کی برکات سے فائدہ بھی حاصل کروں گا۔ حضرت ابوذرؓ نے ارشاد فرمایا کہ میرا دوست وہ ہے جو میری اطاعت کرے اگر تم بھی میری اطاعت کیلئے تیار ہو شوق سے رہو۔ کہنا نہ مانو تو تمہاری ضرورت نہیں۔ سلیمی صاحب نے عرض کیا۔ کس چیز میں آپؓ اپنی اطاعت چاہتے ہیں۔ فرمایا کہ جب میں اپنے مال میں سے کسی چیز کے خرچ کا حکم کروں تو عمدہ سے عمدہ مال

۱۔ سورۃ آل عمران آیت ۹۲ سے درشتور زائد سے یعنی آپؓ سے کچھ سیکھوں۔

۲۔ یعنی انہی صاحب نے جو ان کی خدمت میں رہنے کے لئے آئے ہیں۔

خرچ کیا جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے قبول کیا اور رہنے لگا۔ اتفاق سے ایک دن ان سے کسی نے ذکر کیا کہ پانی پر کچھ لوگ رہتے ہیں جو ضرورت مند ہیں کھانے کے محتاج ہیں۔ مجھ سے فرمایا ایک اونٹ لے آؤ۔ میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی عمدہ اونٹ ہے جو نہایت قیمتی نہایت کارآمد اور سواری میں مطیع۔ میں نے حسب وعدہ اسکو لیجانے کا ارادہ کیا۔ مگر مجھے خیال ہوا کہ غریبار کو کھانا نہ ہی تو ہے اور یہ اونٹ بہت زیادہ کارآمد ہے۔ حضرت کی اور متعلقین کی ضرورت کا ہے اسکو چھوڑ کر اس سے ذرا کم درجہ کی عمدہ اونٹنی کہ اس اونٹ کے علاوہ اور باقی سب بہتر تھی لے کر حاضر خدمت ہوا۔ فرمایا کہ تم نے خیانت کی۔ میں سمجھ گیا اور واپس آکر وہی اونٹ لے گیا، پاس بیٹھنے والوں سے ارشاد فرمایا کہ دو آدمی ایسے ہیں جو اللہ کے واسطے ایک کام کریں۔ دو آدمی اٹھئے، انھوں نے اپنے کو پیش کیا۔ فرمایا کہ اسکو ذبح کرو اور ذبح کے بعد گوشت کاٹ کر جتنے گھر پانی پر آباد ہیں ان کو شمار کر کے ابوذر رضی اللہ عنہ کا یعنی اپنا گھر بھی ایک عدد ان میں شمار کر لو اور سب کو برابر تقسیم کر دو۔ میرے گھر بھی اتنا ہی جائے جتنا ان میں سے ہر گھر میں جائے۔ انھوں نے تعمیل ارشاد کی اور تقسیم کر دیا۔ اسکے بعد مجھے بلایا اور فرمایا کہ تو نے میری وصیت عمدہ مال خرچ کرنے کی جان بوجھ کر چھوڑی یا بھول گیا تھا۔ اگر بھول گیا تھا تو معذور ہے۔ میں نے عرض کیا کہ بھولا تو نہیں تھا۔ میں نے اول اسی اونٹ کو لیا تھا مگر مجھے خیال ہوا کہ یہ بہت کارآمد ہے۔ آپ کو اکثر اس کی ضرورت رہتی ہے محض اسوجہ سے چھوڑ دیا تھا۔ فرمایا کہ محض میری ضرورت سے چھوڑا تھا۔ عرض کیا کہ محض آپ کی ضرورت سے چھوڑا تھا۔ فرمایا اپنی ضرورت کا دن بتاؤں؟ میری ضرورت کا دن وہ ہے جس دن میں قبر کے گدھے میں اکیلا ڈال دیا جاؤں گا۔ وہ دن میری ضرورت اور احتیاج کا ہے۔ مال کے اندر تین حصہ دار ہیں۔ ایک تقدیر جو مال کے لیجانے میں کسی چیز کا انتظار نہیں کرتی اچھا برا ہر قسم کا لے جاتی ہے۔ دوسرا وارث جو اسکے انتظار میں ہے تو مرے تو وہ لے لے اور تیسرا حصہ دار تو خود ہے۔ اگر ہو سکتا ہو اور تیری طاقت میں ہو تو تینوں حصہ داروں میں سب زیادہ عاجز نہ بن۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ۔ اسلئے جو مال مجھے سب سے زیادہ پسند ہے اسکو میں اپنے لئے آگے چلتا کروں تاکہ وہ میرے لئے جمع رہے۔ ف۔ تین حصہ داروں میں سب سے زیادہ عاجز نہ بن کا مطلب یہ ہے کہ جو ہو سکے اپنے لئے آخرت کا ذخیرہ جمع کر لے ایسا نہ ہو کہ مقدر غالب آجائے اور وہ مال تجھ سے ضائع ہو جائے یا تو مر جائے اور وہ دوسروں کے

لے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے یعنی جب یہ دونوں حصہ دار اپنا اپنا حصہ لے رہے ہیں تو تو کمزوری کیوں دکھاتا ہے تو بھی جو حصہ چاہو کر اپنا حصہ لے، یعنی مدد خیرت کرو اور اپنی آخرت کیلئے ضرور ذخیرہ کر سہ درمنثور (۲)

قبضہ میں آجائے کہ بعد میں کوئی کسی کا نہیں ہوتا۔ آل اولاد بیوی بچے سب مقوڑے بہت دنوں رو کر چپ ہو جائیں گے۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ مرنے والے کیلئے بھی کچھ صدقہ خیرات کر دیں، اور اسکو یاد رکھیں۔ ایک حدیث میں حضور کا ارشاد وارد ہے آدمی کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال، حالانکہ اسکا مال صرف وہ ہے جو کھالیا اور ختم کر دیا یا پہن لیا اور پرانا کر دیا یا اللہ کے راستے میں خرچ کر دیا اور اپنے لئے خزانہ میں جمع کر دیا۔ اسکو سوا جو کچھ ہے وہ دوسروں کا مال ہے لوگوں کیلئے جمع کر رہا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے حضور نے دریافت فرمایا تم میں سے ایسا کون شخص ہے جس کو اپنے وارث کا مال اپنے سے اچھا لگے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایسا کون ہوگا جس کو دوسرے کا مال اپنے سے زیادہ محبوب ہو حضور نے فرمایا کہ اپنا مال صرف وہی ہے جو آگے بھیج دیا جائے اور جو چھوڑ دیا وہ وارث کا مال ہے۔

۱۱ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے عبداللہ کی فیاضی | حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور حضرت علیؓ کے حقیقی بھائی ہیں۔ اول تو یہ سارا ہی گھرانہ اور خاندان بلکہ آل اولاد سخاوت، کرم شجاعت بہادری میں ممتاز رہے اور ہیں، لیکن حضرت جعفر رضی اللہ عنہ مساکین کیساتھ خاص تعلق رکھتے تھے اور زیادہ اٹھنا بیٹھنا غریبوں کے ساتھ ہوتا تھا۔ کفار کی تکالیف سے تنگ ہو کر اول حبشہ کی ہجرت کی اور کفار نے وہاں بھی بیچا کیا تو نجاشی کے یہاں اپنی صفائی پیش کرنا پڑی جس کا قصہ پہلے باب کے نمبر میں گذرا۔ وہاں سے واپسی پر مدینہ طیبہ کی ہجرت کی اور غزوہ موتہ میں شہید ہوئے جس کا قصہ اگلے باب کے ختم پر آ رہا ہے۔ ان کے انتقال کی خبر پر حضور ان کے گھر تعزیت کے طور پر تشریف لے گئے اور ان کے صاحبزادوں عبداللہ اور عون اور محمد کو بلایا وہ سب کم عمر تھے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا فرمائی، ساری ہی اولاد میں باپ کا رنگ تھا۔ مگر عبداللہ میں سخاوت کا مضمون بہت زیادہ تھا۔ اسی وجہ سے ان کا لقب قطب السخا، سخاوت کا قطب تھا۔ سات برس کی عمر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہوئی۔ انہی عبداللہ بن جعفر سے کسی شخص نے حضرت علیؓ کو کرم اللہ وجہہ کے یہاں سفارش کرائی ان کی سفارش پر اسکا کام ہو گیا تو اس نے نذرانہ کے طور پر چالیس ہزار درہم بھیجے انھوں نے واپس کر دیئے کہ ہم لوگ اپنی نیکی کو فروخت نہیں کیا کرتے۔ ایک مرتبہ کہیں سے دو ہزار درہم نذرانہ میں آئے اسی مجلس میں تقسیم فرمادیئے۔ ایک تاجر بہت سی شکر لیکر آیا مگر بازار میں فروخت نہ ہوئی، اسکو فکر و رنج ہوا۔ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے کارندوں سے کہا کہ ساری شکر اس سے خرید لو اور

لوگوں میں مفت لٹا دو۔ رات کو قبیلہ میں جو مہمان آجاتا تھا وہ ان کے یہاں سے کھانا پینا ہر قسم کی ضرورت پوری کرتا۔ حضرت زبیر بن عوفؓ ایک لڑائی میں شریک تھے۔ ایک دن اپنے بیٹے عبد اللہ کو وصیت فرمائی کہ میرا خیال یہ ہے کہ آج میں شہید ہو جاؤں گا۔ تم میرا قرضہ ادا کر دینا اور فلاں فلاں کام کرنا۔ یہ وصیتیں کر کے اسی دن شہید ہو گئے۔ صاحبزادہ نے جب قرضہ کو جوڑا تو بائیس لاکھ درہم تھے اور یہ قرضہ بھی اس طرح ہوا تھا کہ امانت دار بہت مشہور تھے۔ لوگ اپنی اپنی امانتیں بہت کثرت سے رکھتے۔ یہ فرمادیتے کہ رکھنے کی جگہ تو میرے پاس نہیں یہ رقم قرض ہے۔ جب تمہیں ضرورت ہو لے لینا۔ یہ کہہ کر اسکو صدقہ کر دیتے اور یہ بھی وصیت کی کہ جب کوئی مشکل پیش آئے تو میرے مولیٰ سے کہہ دینا۔ عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ میں مولیٰ کو نہ سمجھا میں نے پوچھا کہ آپؐ کے مولیٰ کون ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ۔ چنانچہ حضرت عبد اللہؓ نے تمام قرضہ ادا کیا۔ کہتے ہیں کہ جب کوئی وقت پیش آتی میں کہتا کہ اے زبیرؓ کے مولیٰ فلاں کام نہیں ہوتا وہ فوراً ہو جاتا۔ یہ عبد اللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ان عبد اللہ بن جعفرؓ سے کہا کہ میرے والد کے قرضہ کی فہرست میں تمہارے ذمہ دس لاکھ درم لکھے ہیں۔ کہنے لگے کہ جب چاہو لے لو۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ مجھے غلطی ہوئی۔ میں دوبارہ گیا میں نے کہا کہ وہ تو تمہارے ان کے ذمہ ہیں۔ کہنے لگے کہ میں نے معاف کر دیئے۔ میں نے کہا کہ میں معاف نہیں کرتا۔ کہنے لگے کہ جب تمہیں سہولت ہو دیدینا۔ میں نے کہا اس کے بدلہ میں زمین لے لو، غنیمت کے مال میں زمین بہت سی آئی ہوئی تھی۔ عبد اللہ بن جعفرؓ نے کہا اچھا۔ میں نے ایک زمین ان کو دیدی جو معمولی حیثیت کی تھی۔ پانی وغیرہ بھی اس میں نہیں تھا۔ انھوں نے فوراً قبول کر لی اور غلام سے کہا کہ اس زمین میں مصلے بچھا دے۔ اس نے مصلے بچھا دیا۔ دو رکعت نماز وہاں پڑھی اور بہت دیر تک سجدہ میں پڑے رہے۔ نماز سے فارغ ہو کر غلام سے کہا کہ اس جگہ کو کھودو اس نے کھودنا شروع کیا۔ ایک پانی کا چشمہ وہاں سے اُبلنے لگا۔ ف۔ ب۔ ان حضرات صحابہ کرام کے یہاں یہ اور اس قسم کی چیزیں جو اس باب میں لکھی گئیں کوئی بڑی بات نہ تھی۔ ان حضرات کی عام عادتیں ایسی ہی تھیں



ساقیان باد

بہادری۔ دلیری اور موت کا شوق



(موت کا شوق) جس کا لازمی نتیجہ بہادری ہے کہ جب آدمی مرنے ہی کے سر ہو جائے تو پھر

۱۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سب کچھ کر سکتا ہے۔ ساری بزدلی سوچ فکر زندگی ہی کے واسطے ہے اور جب مرنے کا اشتیاق پیدا ہو جائے تو نہ مال کی محبت رہے نہ دشمن کا خوف۔ کاش مجھے بھی ان سچوں کے طفیل یہ دولت نصیب ہو جاتی۔

● ابن جحش اور ابن سعدؓ کی دعا حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے غزوہ اُحد میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے کہا کہ اے سعد اول گرد دعا کریں۔ ہر شخص اپنی ضرورت کے موافق دعا کرے دوسرا آمین کہے کہ یہ قبول ہونے کے زیادہ قریب ہے۔ دونوں حضرات نے ایک کونے میں جا کر دعا فرمائی۔ اول حضرت سعدؓ نے دعا کی یا اللہ جب کل کو لڑائی ہو تو میرے مقابلہ میں ایک بڑے بہادر کو مقرر فرما جو سخت حملہ والا ہو وہ مجھ پر سخت حملہ کرے اور میں اُس پر زور دے اور حملہ کرے پھر مجھے اس پر فتح نصیب فرما کہ میں اسکو تیرے راستے میں قتل کروں اور اس کی غنیمت حاصل کروں۔ حضرت عبداللہؓ نے آمین کہی اور اسکے بعد حضرت عبداللہؓ نے دعا کی اے اللہ کل کو میدان میں ایک بہادر سے مقابلہ کرا جو سخت حملہ والا ہو۔ میں اس پر شدت سے حملہ کروں وہ بھی مجھ پر زور سے حملہ کرے اور پھر وہ مجھے قتل کر دے پھر میرے ناک کان کاٹ لے۔ پھر قیامت میں جب تیرے حضورؐ میں پیشی ہو تو تو کہے کہ عبداللہؓ تیرے ناک کان کیوں کاٹے گئے۔ میں عرض کروں یا اللہ تیرے اور تیرے رسولؐ کے راستے میں کاٹے گئے، پھر تو کہے کہ سچ ہے میرے ہی راستے میں کاٹے گئے۔ حضرت سعدؓ نے آمین کہی۔ دوسرے دن لڑائی ہوئی اور دونوں حضرات کی دعائیں اسی طرح قبول ہوئیں جس طرح مانگی تھیں۔ سعدؓ کہتے ہیں کہ عبداللہؓ بن جحشؓ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔ میں نے شام کو دیکھا کہ ان کے ناک کان ایک تانگے میں پروئے ہوئے ہیں۔ اُحد کی لڑائی میں اُن کی تلوار بھی ٹوٹ گئی تھی حضورؐ نے اُن کو ایک ٹہنی عطا فرمائی جو اُن کے ہاتھ میں جا کر تلوار بن گئی اور عرصہ تک بعد میں رہی اور دو تئو دینار کو فروخت ہوئی۔ دینار سونے کے ایک سکہ کا نام ہے۔ ف:- اس قصہ میں جہاں ایک جانب کمال بہادری ہے کہ بہادر دشمن سے مقابلہ کی تمنا ہے وہاں دوسری جانب کمال عشق بھی کہ محبوب کے راستے میں بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی تمنا کرے اور آخر میں جب پوچھیں کہ یہ سب کیوں ہوا تو میں عرض کروں کہ تمہارے لئے ہے

رہے گا کوئی تو تیج بستم کے یاد گاؤں میں
مے لاشے کے ٹکڑے دفن کرنا سوزاؤں میں

● اُحد کی لڑائی میں حضرت علیؓ کی بہادری غزوہ اُحد میں مسلمانوں کو کچھ شکست ہوئی

تھی جس کی بڑی وجہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد پر عمل نہ کرنا تھا۔ جس کا ذکر باب قبہ
۲ میں گذر چکا۔ اس وقت مسلمان چاروں طرف سے کفار کے بیچ میں آگئے جس کی وجہ سے بہت لوگ
شہید بھی ہوئے اور کچھ بھاگے بھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کفار کے ایک جتھے کے بیچ میں آگئے
اور کفار نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ حضورؐ شہید ہو گئے۔ صحابہؓ اس خبر سے بہت پریشان تھے اور اسی وجہ
سے بہت سے بھاگے بھی اور ادھر ادھر متفرق ہو گئے۔ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب
کفار نے مسلمانوں کو گھیر لیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میری نظر سے اوجھل ہو گئے تو میں نے
حضورؐ کو اول زندوں میں تلاش کیا نہ پایا۔ پھر شہدار میں جا کر تلاش کیا وہاں بھی نہ پایا تو میں نے
اپنے دل میں کہا کہ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ حضورؐ لڑائی سے بھاگ جائیں۔ بظاہر حق تعالیٰ شانہ ہمارے
اعمال کی وجہ سے ہم پر ناراض ہوئے اسلئے اپنے پاک رسولؐ کو آسمان پر اٹھالیا اسلئے اب اس
سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ میں بھی تلوار لیکر کافروں کے جتھے میں گھس جاؤں یہاں تک کہ مارا جاؤں،
میں نے تلوار لیکر حملہ کیا یہاں تک کہ کفار بیچ میں سے ہٹ گئے اور میری نگاہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
پڑ گئی تو بید مسرت ہوئی اور میں نے سمجھا کہ اللہ جل شانہ نے ملائکہ کے ذریعہ سے اپنے محبوبؐ کی حفاظت
کی۔ میں حضورؐ کے پاس جا کر کھڑا ہوا کہ ایک جماعت کی جماعت کفار کی حضورؐ پر حملہ کیلئے آئی حضورؐ
نے فرمایا کہ علیؓ ان کو روکو۔ میں نے تنہا اس جماعت کا مقابلہ کیا اور ان کے منہ پھیر دیئے اور
بعضوں کو قتل کر دیا۔ اسکے بعد پھر ایک اور جماعت حضورؐ پر حملہ کی نیت سے بڑھی۔ آپؐ نے پھر
حضرت علیؓ کی طرف اشارہ فرمایا۔ انھوں نے پھر تنہا اس جماعت کا مقابلہ کیا۔ اسکے بعد حضرت
جبریلؑ نے آکر حضرت علیؓ کی اس جوانمردی اور مدد کی تعریف کی تو حضورؐ نے فرمایا انا منی و
انا منہ بیشک علیؓ مجھ سے ہیں اور میں علیؓ سے ہوں۔ یعنی کمال اتحاد کی طرف اشارہ فرمایا تو حضرت
جبریلؑ نے عرض کیا وانا منکم ما میں تم دونوں سے ہوں۔ ف۔ ایک تنہا آدمی کا جماعت بھر جانا
اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات کو نہ پا کر مرجانے کی نیت سے کفار کے جگھے میں گھس جانا
جہاں ایک طرف حضورؐ کے ساتھ سچی محبت اور عشق کا پتہ دیتا ہے وہاں دوسری جانب کمال بہادری
اور دلیری جرأت کا بھی نقشہ ہے۔

● حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت | غزوہ احد میں حضرت حنظلہؓ اول سے شریک نہیں تھے
کہتے ہیں کہ ان کی سہیلی شادی ہوئی تھی بیوی سے بے بستر ہوئے تھے۔ اسکے بعد غسل کی تیاری کر رہے
تھے اور غسل کرنے کے لئے بیٹھ بھی گئے۔ تھے سر کو دھو رہے تھے کہ ایک دم مسلمانوں کی شکست کی

آواز کان میں پڑی جس کی تاب نہ لاسکے۔ اسی حالت میں تلوار ہاتھ میں لی اور لڑائی کے میدان کی طرف بڑھے چلے گئے اور کفار پر حملہ کیا اور برابر بڑھتے چلے گئے کہ اسی حالت میں شہید ہو گئے چونکہ شہید کو اگر جنبی نہ ہو تو بغیر غسل دیئے دفن کیا جاتا ہے۔ اسلئے انکو بھی اسی طرح کر دیا، مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ملائکہ ان کو غسل دے رہے ہیں حضور نے صحابہ سے ملائکہ کے غسل دینے کا تذکرہ فرمایا۔ ابوسعید ساعدیؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کا یہ ارشاد سُکر حنظلہؓ کو جا کر دیکھا تو ان کے سر سے غسل کا پانی ٹپک رہا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی پر تحقیق فرمایا تو ان کے بغیر نہائے جانے کا قصہ معلوم ہوا۔ ف۔ یہ بھی کہاں بہادری ہے، بہادری آدمی کو اپنے ارادہ میں تاخیر کرنا دشوار ہوتا ہے اسی لئے انتظار بھی نہیں کیا کہ غسل پورا کر لیتے۔

۴۔ **عمر بن جموح رضی اللہ عنہ کی تمنائے شہادت** حضرت عمر بن جموح رضی اللہ عنہ سے لنگڑے تھے ان کے چار بیٹے تھے جو اکثر حضورؐ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے تھے اور لڑائیوں میں بھی شرکت کرتے۔ غزوہ احد میں عمر بن جموحؓ کو بھی شوق پیدا ہوا کہ میں بھی جاؤں۔ لوگوں نے کہا کہ تم معذور ہو، لنگڑے پن کی وجہ سے چلنا دشوار ہے۔ انھوں نے فرمایا کیسی بُری بات ہے کہ میرے بیٹے تو جنت میں جائیں اور میں رہ جاؤں۔ بیوی نے بھی ابھارنے کیلئے طعنہ کے طور پر کہا کہ میں تو دیکھ رہی ہوں کہ وہ لڑائی سے بھاگ کر لوٹ آیا۔ عمروؓ نے یہ سن کر ہتھیار لئے اور قبلہ کی طرف منھ کر کے یہ دعا کی اَللّٰهُمَّ لَا تُرِدِّنِيْ اِلٰی اَهْلِيْ (اے اللہ مجھے اپنے اہل کی طرف نہ لوٹاؤ) اس کے بعد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی قوم کے منع کرنے کا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا اور کہا کہ میں اُمید کرتا ہوں کہ اپنے لنگڑے پیر سے جنت میں چلوں پھروں حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ نے تم کو معذور کیا ہے تو نہ جانے میں کیا حرج ہے۔ انھوں نے پھر خواہش کی تو آپؐ نے اجازت دیدی۔ ابوطالبؓ کہتے ہیں کہ میں نے عمروؓ کو لڑائی میں دیکھا کہ اکڑتے ہوئے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ خدا کی قسم میں جنت کا مشاق ہوں اُن کا ایک بیٹا بھی اُن کے پیچھے دوڑا ہوا جاتا تھا۔ دونوں لڑتے رہے حتیٰ کہ دونوں شہید ہوئے ان کی بیوی اپنے خاوند اور بیٹے کی نعش کو اونٹ پر لاد کر دفن کیلئے مدینہ لانے لگیں تو وہ اونٹ بیٹھ گیا۔ بڑی دقت سے اسکو مار کر اٹھایا اور مدینہ لانے کی کوشش کی مگر وہ احد ہی کی طرف کا منھ کرتا تھا اُن کی بیوی نے حضورؐ سے ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اونٹ کو یہی حکم ہے۔ کیا عمروؓ چلتے ہوئے کچھ کہہ گئے تھے۔ انھوں نے عرض کیا کہ قبلہ کی طرف منھ کر کے یہ دعا کی تھی اَللّٰهُمَّ لَا تُرِدِّنِيْ اِلٰی اَهْلِيْ آپؐ نے

۱۔ لوگوں کو کیا معلوم کہ آپ کس حال میں ہیں یعنی جنبی ہونے کا لوگوں کو پتہ نہ تھا۔ قرۃ العیون (۱)
۲۔ یعنی دوبارہ مجھے بیوی بچوں میں واپس نہ لا۔

فرمایا اسی وجہ سے یہ اونٹ اس طرف نہیں جاتا۔ ف:- اسی کا نام ہے جنت کا شوق اور یہی ہے وہ سچا عشق اللہ کا اور اسکے رسول کا جس کی وجہ سے صحابہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے کہ ان کے جذبے مرنے کے بعد بھی ویسے ہی رہتے۔ بہتیری کوشش کی کہ اونٹ چلے مگر وہ یا تو بیٹھ جاتا یا اُحد کی طرف چلتا تھا۔

⑤ حضرت مُصْعَبُ بن عُمیرؓ کی شہادت حضرت مُصْعَبُ بن عُمیرؓ اسلام لانے سے پہلے

بڑے ناز کے پلے ہوئے اور مالدار لڑکوں میں تھے۔ ان کے باپ ان کیلئے دو دو سو درم کا جوڑا خرید کر پہناتے تھے۔ نو عمر تھے بہت زیادہ ناز و نعمت میں پرورش پاتے تھے۔ اسلام کے شروع ہی زمانے میں گھروالوں سے چھپ کر مسلمان ہو گئے اور اسی حالت میں رہتے۔ کسی نے ان کے گھر والوں کو بھی خبر کر دی۔ انھوں نے انکو باندھ کر قید کر دیا۔ کچھ روز اسی حالت میں گزرے اور جب موقع ملا تو چھپ کر بھاگ گئے اور جو لوگ حبشہ کی ہجرت کر رہے تھے انکے ساتھ ہجرت کر کے چلے گئے وہاں سے واپس آ کر مدینہ منورہ کی ہجرت فرمائی اور زہد و فقر کی زندگی بسر کرنے لگے۔ اور ایسی تنگی کی حالت تھی کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ حضرت مُصْعَبُ سامنے سے گزرے۔ ان کے پاس صرف ایک چادر تھی جو کئی جگہ سے پھٹی ہوئی تھی اور ایک جگہ بجائے کپڑے کے چمڑے کا پیوند لگا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس حالت اور اس پہلی حالت کا تذکرہ فرماتے ہوئے آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ غزوہ اُحد میں مہاجرین کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا جب مسلمان نہایت پریشانی کی حالت میں منتشر ہو رہے تھے تو یہ جگے ہوئے کھڑے تھے ایک کافران کے قریب آیا اور تلوار سے ہاتھ کاٹ دیا کہ جھنڈا اگر جاوے اور مسلمانوں کو گویا کھلی شکست ہو جائے۔ انھوں نے فوراً دوسرے ہاتھ میں لے لیا۔ اُس نے دوسرے ہاتھ کو بھی کاٹ ڈالا۔ انھوں نے دونوں بازوؤں کو جوڑ کر سینہ سے جھنڈے کو چمٹا لیا کہ گرے نہیں۔ اس نے ان کے تیر مارا جس سے شہید ہو گئے مگر زندگی میں جھنڈے کو نہ گرنے دیا۔ اسکے بعد جھنڈا اگر جس کو فوراً دوسرے شخص نے اٹھالیا۔ جب انکو دفن کرنے کی نوبت آئی تو صرف ایک چادر انکے پاس تھی جو پورے بدن پر نہیں آتی تھی۔ اگر سر کی طرف سے ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں کی طرف نیچا جاتی تو سر کھل جاتا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ چادر کو سر کی جانب کر دیا جائے اور پاؤں پر اذخرف کے پتے ڈال دیے جائیں۔ ف:- یہ آخری زندگی ہے اس نازک اور نازوں میں پلے ہوئے کی جو دو سو درم کا جوڑا پہنتا تھا کہ آج اسکو کفن کی ایک چادر بھی پوری نہیں ملتی اور اس پر ہمت یہ کہ زندگی میں جھنڈا نہ گرنے دیا۔ دونوں ہاتھ کاٹ گئے مگر پھر بھی

لہ قرۃ (۱) یعنی قرۃ العیون ص قرو، اصابہ (۲)

اسکو نہ چھوڑا۔ بڑے نازوں کے پلے ہوئے تھے مگر ایمان ان لوگوں کے دلوں میں کچھ ایسی طرح جتنا تھا کہ پھر وہ اپنے سوا کسی چیز کا بھی نہ چھوڑتا تھا۔ روپیہ پیسہ راحت آرام ہر قسم کی چیز سے ہٹا کر اپنے میں لگا لیتا تھا۔

۶ **یزید بن مویز کی لڑائی میں حضرت سعد کا خط** | عراق کی لڑائی کے وقت حضرت عمرؓ کا ارادہ خود لڑائی میں شرکت فرمانے کا تھا۔ عوام اور خواص دونوں قسم کے مجمعوں سے کئی روز تک اس میں مشورہ ہوتا رہا کہ حضرت عمرؓ کا خود شریک ہونا زیادہ مناسب ہے یا مدینہ رہ کر شکروں کے روانہ کرتے رہنے کا انتظام زیادہ مناسب ہے اور خواص کی رائے تھی کہ دوسری صورت زیادہ بہتر ہے مشوروں کی گفتگو میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بھی تذکرہ آگیا۔ ان کو سب نے پسند کر لیا کہ ان کو اگر بھیجا جاوے تو بہت مناسب ہے۔ پھر حضرت عمرؓ کے جانے کی ضرورت نہیں۔ حضرت سعدؓ بڑے بہادر اور عرب کے شیروں میں شمار ہوتے تھے۔ غرض یہ تجویز ہو گئی اور انکو بھیجا گیا۔ جب قادسیہ پر حملہ کیلئے پہنچے تو شاہ کسریٰ نے ان کے مقابلہ کیلئے رستم کو جو مشہور پہلوان تھا تجویز کیا۔ رستم نے ہر چند کوشش کی اور بادشاہ سے بار بار اسکی درخواست کی کہ مجھے اپنے پاس رہنے دیں۔ خون کا غلبہ تھا مگر اسکا اظہار کرتا تھا کہ میں یہاں سے شکروں کے بھیجنے میں اور صلاح مشورہ میں مدد دوں گا۔ مگر بادشاہ نے جس کا نام یزدجرد تھا، قبول نہ کیا اور اسکو مجبوراً جنگ میں شریک ہونا پڑا۔ حضرت سعدؓ جب روانہ ہونے لگے تو حضرت عمرؓ نے ان کو وصیت فرمائی جس کے الفاظ کا مختصر ترجمہ یہ ہے: ”سعد تمہیں یہ بات دھوکے میں نہ ڈالے کہ تم حضورؐ کے ماموں کہلاتے ہو اور حضورؐ کے صحابی ہو، اللہ تعالیٰ بُرائی کو بُرائی سے نہیں دھوتے بلکہ بُرائی کو بھلائی سے دھوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے اور بندوں کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اسکی یہاں صرف اسکی بندگی مقبول ہے۔ اللہ کے یہاں شریفین و ذلیل سب برابر ہیں سب ہی اسکے بندے ہیں اور وہ سب کا رب ہے۔ اس کے انعامات بندگی سے حاصل ہوتے ہیں ہر امر میں اس چیز کو دیکھنا جو حضورؐ کا طریقہ تھا وہی عمل کی چیز ہے۔ میری اس نصیحت کو یاد رکھنا۔ تم ایک بہت بڑے کام کیلئے بھیجے جا رہے ہو، اس سے چھٹکارا صرف حق کے اتباع سے ہو سکتا ہے۔ اپنے آپکو اور اپنے ساتھیوں کو خوبی کا عادی بنانا، اللہ کے خوف کو اختیار کرنا اور اللہ کا خوف دُوباتوں میں جمع ہوتا ہے۔ اس کی اطاعت میں اور گناہ سے پرہیز کرنے میں۔ اور اللہ کی اطاعت جس کو بھی نصیب ہوئی دنیا سے بغض اور آخرت کی محبت سے نصیب ہونی۔ اس کے بعد حضرت سعدؓ نہایت بشاشت سے لشکر لیکر روانہ ہوئے جس کا اندازہ

لے اشہر (۲) تہ ایضاً (۲)

اس خط سے ہوتا ہے جو انھوں نے رستم کو لکھا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں فان معی قومًا یحبون الموت کما یحبون الاعاجم الخمر بیشک میرے ساتھ ایسی جماعت ہے جو موت کو ایسا ہی محبوب رکھتی ہے جیسا کہ تم لوگ شراب پینے کو محبوب رکھتے ہو۔ ف: شراب کے دلدادوں سے بوجھو کہ اس میں کیا مزہ ہے۔ جو لوگ موت کو ایسا محبوب رکھتے ہوں کامیابی کیوں نہ اس کے قدم چومے؟

⑤ حضرت وہب بن قابوسؓ کی اُحد میں شہادت حضرت وہب بن قابوسؓ ایک

صحابی ہیں جو کسی وقت میں مسلمان ہوئے تھے اور اپنے گھر کسی گاؤں میں رہتے تھے۔ بکریاں چراتے تھے۔ اپنے بھتیجے کے ساتھ ایک رسی میں بکریاں باندھے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے پوچھا کہ حضورؐ کہاں تشریف لے گئے۔ معلوم ہوا کہ اُحد کی لڑائی پر گئے ہوئے ہیں۔ بکریوں کو وہیں چھوڑ کر حضورؐ کے پاس پہنچ گئے۔ اتنے میں ایک جماعت کفار کی حملہ کرتی ہوئی آئی حضورؐ نے فرمایا جو ان کو منتشر کر دے وہ جنت میں میرا ساتھی ہے۔ حضرت وہبؓ نے زور سے تلوار چلائی شروع کی اور سب کو ہٹا دیا۔ دوسری مرتبہ پھر یہی صورت پیش آئی۔ تیسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا۔ حضورؐ نے انکو جنت کی خوشخبری دی۔ اسکا سننا تھا کہ تلوار لیکر کفار کے جنگی گھٹے میں گھس گئے اور شہید ہوئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ میں نے وہبؓ جیسی دلیری اور بہادری کسی کی بھی لڑائی میں نہیں دیکھی اور شہید ہونے کے بعد حضورؐ کو میں نے دیکھا کہ وہبؓ کے سر ہانے کھڑے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ اللہ تم سے راضی ہو میں تم سے راضی ہوں۔ اس کے بعد حضورؐ نے خود اپنے دست مبارک سے دفن فرمایا باوجودیکہ اس لڑائی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی زخمی تھے۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ مجھے کسی کے عمل پر بھی اتنا رشک نہیں آیا جتنا وہبؓ کے عمل پر آیا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اللہ کے یہاں ان جیسا اعمال نامہ لے کر پہنچوں۔ ف: ان پر رشک اس خاص کارنامہ کی وجہ سے ہے کہ جان کو جان نہیں سمجھا اور نہ خود حضرت عمرؓ اور دوسرے حضرات کے دوسرے کارنامے اس سے کہیں بڑھے ہوئے ہیں۔

⑥ بیرونہ کی لڑائی بیرونہ کی ایک مشہور لڑائی ہے جس میں ستر صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت پوری کی پوری شہید ہوئی جن کو قرآن کہتے ہیں اسلئے کہ سب حضرات قرآن مجید کے حافظ تھے اور سوائے چند مہاجرین کے اکثر انصار تھے۔ حضورؐ کو ان کے ساتھ بڑی محبت تھی۔ کیونکہ یہ حضرات رات کا اکثر حصہ ذکر و تلاوت میں گزارتے تھے اور دن کو حضورؐ کی بیسیوں کے گھروں کی ضروریات لکڑی پانی وغیرہ

تہ تفسیری عزیزی اول ذیل دوسرے لوگ اسلئے لڑتے ہیں کہ دشمن کو ختم کر کے خود بہر صورت زندہ سلامت اور بہت سے مال دولت کبھی نہ واپس ہوں اور سو من اسلئے لڑتا ہے کہ خدا کا نام بلند ہو اور اسکے لئے اگر شہادت نصیب ہو تو سعادت ہے۔ جو من موت کی تلاش میں ہوتا ہے اور کافر زندگی کا حرص، اور ظاہر ہے کہ جب موت اور زندگی کا مقابلہ ہوگا تو فتح موت ہی کی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان جب تک مسلمان رہے شکست کے نام سے بے خبر رہے۔

تہ اصحاب، قمر، ذیل، قاری کی جمع قرآن۔

پہنچایا کرتے تھے۔ اس مقبول جماعت کو نجد کا رہنے والا قوم بنی عامر کا ایک شخص جس کا نام عامر بن مالک اور کنیت ابو براء تھی اپنے ساتھ اپنی پناہ میں تبلیغ اور وعظ کے نام سے لے گیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد بھی فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میرے اصحاب کو حضرتؐ نے پہنچے مگر اس شخص نے بہت زیادہ اطمینان دلایا۔ آپؐ نے ان شتر صحابہؓ کو ہمراہ کر دیا اور ایک والانامہ عامر بن طفیل کے نام جو بنی عامر کا رئیس تھا۔ تحریر فرمایا۔ جس میں اسلام کی دعوت تھی۔ یہ حضرات مدینہ سے رخصت ہو کر بیرمعونہ پہنچے تو ٹھہر گئے اور دوسرا بھی ایک حضرت عمرؓ بن امیہ، دوسرے حضرت منذرؓ بن عمرو کے اونٹوں کو لیکر چرانے کیلئے تشریف لے گئے اور حضرت حرامؓ اپنے ساتھ دو حضرات کو ساتھیوں میں سے لے کر عامر بن طفیل کے پاس حضورؐ کا والانامہ دینے کیلئے تشریف لگے، قریب پہنچ کر حضرت حرامؓ نے اپنے دونوں ساتھیوں سے فرمایا کہ تم یہیں ٹھہر جاؤ میں آگے جاتا ہوں۔ اگر میرے ساتھ کوئی دغا نہ کی گئی تو تم بھی چلے آنا ورنہ یہیں سے واپس ہو جانا کہ تین کے مارے جانے سے ایک کا مارا جانا بہتر ہے۔ عامر بن طفیل اس عامر بن مالک کا بھتیجا تھا جو ان صحابہؓ کو اپنے ساتھ لایا تھا۔ اسکو اسلام اور مسلمانوں سے خاص عداوت تھی۔ حضرت حرامؓ نے والانامہ دیا تو اس نے غصہ میں پڑھا بھی نہیں بلکہ حضرت حرامؓ کے ایک ایسا نیزہ مارا جو پار کھل گیا۔ حضرت حرامؓ فریاد و سہاقہ (رب کعبہ کی قسم میں تو کامیاب ہو گیا) کہہ کر جاں بحق ہوئے۔ اس نے نہ اسکی پرواہ کی کہ قاصد کو مارنا کسی قوم کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ اور نہ اسکا لحاظ کیا کہ میرا چچا ان حضرات کو اپنی پناہ میں لایا ہے۔ انکو شہید کرنے کے بعد اس نے اپنی قوم کو جمع کیا اور اس پر آمادہ کیا کہ ان مسلمانوں میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑو، لیکن ان لوگوں نے ابو براءؓ کی پناہ کی وجہ سے تردد کیا۔ تو اس نے آس پاس کے اہل لوگوں کو جمع کیا اور بہت بڑی جماعت کے ساتھ ان شتر صحابہؓ کا مقابلہ کیا۔ یہ حضرات آخر کہاں تک مقابلہ کرتے اور چاروں طرف سے کفار میں گھرے ہوئے تھے۔ بجز ایک کعب بن زید کے جن میں کچھ زندگی کی رمت باقی تھی اور کفار انکو مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے۔ باقی سب شہید ہو گئے، حضرت منذرؓ اور عمرؓ جو اونٹ چرانے گئے ہوئے تھے انھوں نے آسمان کی طرف دیکھا تو مردار خور جانور اڑ رہے تھے، دونوں حضرات یہ کہہ کر لوٹے کہ ضرور کوئی حادثہ پیش آیا۔ یہاں آکر دیکھا تو اپنے ساتھیوں کو شہید پایا اور سواروں کو خون کی بھری بوتلی تلواریں لئے ہوئے ان کے گرد چکر لگاتے۔ یہ حالت دیکھ کر دونوں حضرات ٹھٹھکے اور باہم مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے۔ عمر بن امیہؓ نے کہا کہ چلو واپس چل کر حضورؐ کو اطلاع دیں مگر حضرت منذرؓ نے جواب دیا کہ خیر تو ہو ہی جاوے گی۔ میرا دل نہیں مانتا کہ

نہ کسی قسم کی تحریف تہ ابو براءؓ وہ شخص جو یہ کہہ آیا تھا۔

شہادت کو چھوڑوں اور اس جگہ سے چلا جاؤں جہاں ہمارے دوست پڑے سو رہے ہیں۔ آگے بڑھو اور ساتھیوں سے جا ملو۔ چنانچہ دونوں آگے بڑھے اور میدان میں کود گئے۔ حضرت منذرؓ شہید ہوئے اور حضرت عمرؓ بن امیہ گرفتار ہوئے مگر چونکہ عامر کی ماں کے ذمہ کسی منت کے سلسلہ میں ایک غلام کا آزاد کرنا تھا۔ اسلئے عامر نے انکو اس منت میں آزاد کیا۔ ان حضرات میں حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہ بھی تھے۔ ان کے قاتل جبار بن سلمیٰ کہتے ہیں کہ میں نے جب انکے برچھا مارا اور وہ شہید ہوئے تو انھوں نے کہا فُتُّ وَاللّٰہِ (خدا کی قسم میں کامیاب ہوا) اسکے بعد میں نے دیکھا کہ ان کی نعش آسمان کو اڑی چلی گئی۔ میں بہت متحیر ہوا اور میں نے بعد میں لوگوں سے پوچھا کہ میں نے خود برچھا مارا وہ مرے لیکن پھر بھی وہ کہتے ہیں میں کامیاب ہو گیا تو وہ کامیابی کیا تھی۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ کامیابی کیا تھی۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ کامیابی جنت کی تھی۔ اس پر میں مسلمان ہو گیا۔ ف۔ یہی ہیں وہ لوگ جن پر اسلام کو بجا طور پر فخر ہے بیشک موت اُن کیلئے شراب سے زیادہ محبوب تھی اور کیوں نہ ہوتی جب دنیا میں کام ہی ایسے کئے تھے جن پر اللہ کے یہاں کی سرفروشی یقینی تھی اسی لئے جو مرتا تھا وہ کامیاب ہوتا تھا۔

① حضرت عمرؓ کا قول کہ کھجوریں کھانا طویل زندگی ہے | غزوہ بدر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ اٹھو اور بڑھو ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان و زمین سے کہیں زیادہ ہے اور متقیوں کے واسطے بنائی گئی ہے۔ حضرت عمیر بن الحمامؓ ایک صحابی ہیں وہ بھی سُن رہے تھے کہنے لگے واہ واہ، حضورؐ نے فرمایا۔ واہ واہ کس بات پر کہا۔ عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے یہ تمنا ہے کہ میں بھی ان میں سے ہوتا۔ آپؐ نے فرمایا تم بھی ان میں سے ہو۔ اسکے بعد جھولی میں سے چند کھجوریں نکال کر کھانے لگے۔ اسکے بعد کہنے لگے کہ ان کھجوروں کے ختم ہونے کا انتظار جو ہاتھ میں ہیں بڑی لمبی زندگی ہے کہاں تک انتظار کروں گا یہ کہہ کر انکو پھینک دیا اور تلوار لیکر مجمع میں گھس گئے اور شہید ہونے تک لڑتے رہے۔ ف۔ حقیقت میں یہی لوگ جنت کے قدردان ہیں اور اس پر یقین رکھنے والے۔ ہم لوگوں کو بھی اگر یقین نصیب ہو جائے تو ساری باتیں سہل ہو جائیں۔

② حضرت عمرؓ کی ہجرت | حضرت عمرؓ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ بچہ بچہ ان کی بہادری سے واقف اور شجاعت کا معترف ہے۔ اسلام کے شروع میں جب مسلمان سب ہی ضعف کی حالت میں تھے۔ حضورؐ نے خود اسلام کی قوت کے واسطے عمرؓ کے مسلمان ہونے کی دعا کی اور قبول ہوئی۔

لے اسلام ازاں یہ خیمہ لگا دیا لوگ تھے کہ مرکز بھی لوگوں کے قبول اسلام کا سبب بنتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ کعبہ کے قریب اس وقت تک نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ جب تک کہ عمرؓ مسلمان نہیں ہوئے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اول اول شخص نے ہجرت چھپ کر کی۔ مگر جب عمرؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو تلوار گلے میں ڈالی تھماں ہاتھ میں لی اور بہت سے تیر ساتھ لئے اول مسجد میں گئے، طواف اطمینان سے کیا، پھر نہایت اطمینان سے نماز پڑھی، اسکے بعد کفار کے مجموعوں میں گئے اور فرمایا کہ جس کا دل یہ چاہے کہ اسکی ماں اسکو روئے اسکی بیوی راند ہو اسکے بچے یتیم ہوں وہ مکہ سے باہر آکر میرا مقابلہ کرے، یہ الگ الگ جماعتوں کو سنا کر تشریف لے گئے۔ کسی ایک شخص کی بھی ہمت نہ پڑی کہ پیچھا کرتا۔

● **غزوہ موتہ کا قصہ** | حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف بادشاہوں کے پاس تبلیغی دعوت نامے ارسال فرمائے تھے۔ ان میں ایک خط حضرت حارث بن عمیرؓ از دی کے ہاتھ بصری کے بادشاہ کے پاس بھی بھیجا تھا جب یہ موتہ پہنچے تو شرجیل غسانی نے جو قیصر کے حکام میں سے ایک شخص تھا ان کو قتل کر دیا۔ قاصدوں کا قتل کسی کے نزدیک بھی پسندیدہ نہیں، حضورؐ کو یہ بات بہت گراں ہوئی اور آپؐ نے تین ہزار کا ایک لشکر تجویز فرما کر حضرت زید بن حارثہؓ کو ان پر امیر مقرر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالبؓ امیر بنائے جائیں وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ امیر ہوں۔ وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر مسلمان جس کو دل چاہے امیر بنالیں۔ ایک یہودی، اس گفتگو کو سن رہا تھا۔ اُس نے کہا یہ تینوں تو ضرور شہید ہوں گے پہلے انبیاء کی اس قسم کے کلام کا یہی مطلب ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفید جھنڈا بنا کر حضرت زیدؓ کے حوالے فرمایا اور خود مع ایک جماعت کے ان حضرات کو رخصت فرمانے تشریف لے گئے۔ شہر کے باہر جب پہنچانے والے واپس آنے لگے تو ان مجاہدین کیلئے دعا کی کہ حق تعالیٰ شانہ تم کو سلامتی کے ساتھ کامیابی کے ساتھ واپس لائے اور ہر قسم کی بُرائی سے محفوظ رکھے، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے اسکے جواب میں تین شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ میں تو اپنے رب سے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ ایک ایسی تلوار جس سے میرے خون کے فوائے چھوٹنے لگیں یا ایسا برچھا ہو جو آنتوں اور کلیجہ کو چیرتا ہو انکل جائے اور جب لوگ میری قبر پر گزریں تو یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ غازی کو رشید اور کامیاب کرے واقعی تو تو رشید اور کامیاب تھا۔ اسکے بعد یہ حضرت روانہ ہو گئے۔ شرجیل کو بھی ان کی روانگی کا علم ہوا۔ وہ ایک لاکھ فوج کے ساتھ مقابلہ کیلئے تیار ہوا، یہ حضرات کچھ آگے چلے تو معلوم ہوا کہ خود ہر قتل روم کا بادشاہ بھی ایک لاکھ فوج ساتھ لئے ہوئے

لہ اسد الغابہ (۲) ص ۱۵۷ یہ لفظ اکثر نسخوں میں شرجیل لکھا ہے جو غلط ہے حضرت یونس صاحب دریافت کرنے پر استقامت کیا۔

مقابلہ کیلئے آ رہا ہے۔ ان حضرات کو اس خبر سے تردد ہوا کہ اتنی بڑی جمعیت کا مقابلہ کیا جاوے یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی جاوے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے لٹکار کر فرمایا اے لوگو! تم کس بات سے گھبرار رہے ہو، تم کس چیز کے ارادہ سے نکلے ہو، تمہارا مقصود شہید ہو جانا ہے، ہم لوگ کبھی بھی قوت اور آدمیوں کی کثرت کے زور پر نہیں لڑے۔ ہم صرف اس دین کی وجہ سے لڑے ہیں جس کی وجہ سے اللہ نے ہمیں اکرام نصیب فرمایا ہے آگے بڑھو۔ دو کامیابیوں میں سے ایک تو ضروری ہے یا شہادت یا غلبہ، یہ سن کر مسلمانوں نے ہمت کی اور آگے بڑھ گئے۔ حتیٰ کہ موت پر پہنچ کر لڑائی شروع ہو گئی۔ حضرت زیدؓ نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور میدان میں پہنچے۔ گھسان کی لڑائی شروع ہوئی، شرجیل کا بھائی بھی مارا گیا اور اس کے ساتھی بھاگ گئے۔ خود شرجیل بھی بھاگ کر ایک قلعہ میں چھپ گیا اور ہر قل کے پاس مدد کیلئے آدمی بھیجا۔ اُس نے تقریباً دو لاکھ فوج بھیجی اور لڑائی زور سے ہوتی رہی، حضرت زیدؓ شہید ہوئے تو حضرت جعفرؓ نے جھنڈا لیا اور اپنے گھوڑے کے خود ہی پاؤں کاٹ دیئے۔ تاکہ واپسی کا خیال بھی دل میں نہ آئے اور چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے اے لوگو کیا ہی اچھی ہے جنت اور کیا ہی اچھا ہے اس کا قریب ہونا۔ کتنی بہترین چیز ہے اور کتنا ٹھنڈا ہے اس کا پانی۔ اور ملک روم کے لوگوں پر عذاب کا وقت آ گیا۔ مجھ پر بھی لازم ہے کہ ان کو ماروں، یہ اشعار پڑھے اور اپنے گھوڑوں کے پاؤں خود ہی کاٹ چکے تھے کہ واپسی کا خیال بھی دل میں نہ آوے اور تلوار لیکر کافروں کے مجمع میں گھس گئے۔ امیر ہونکی وجہ سے جھنڈا بھی انہی کے پاس تھا۔ اول جھنڈا دائیں ہاتھ میں لیا۔ کافروں نے دایاں ہاتھ کاٹ دیا کہ جھنڈا اگر جائے، انھوں نے فوراً بائیں ہاتھ میں لیا۔ انھوں نے وہ بھی کاٹا، تو انھوں نے دونوں بازوؤں سے اسکو تھاما اور منہ سے مضبوط پکڑ لیا۔ ایک شخص نے پیچھے سے ان کے دو ٹکڑے کر دیئے جس سے یہ گر پڑے۔ اس وقت انکی عمر تینتیس سال کی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم نے بعد میں نعشوں میں سے حضرت جعفرؓ کو جب اٹھایا تو ان کے بدن کے اگلے حصہ میں نوٹے زخم تھے۔ جب یہ شہید ہو گئے تو لوگوں نے عبداللہ بن رواحہؓ کو آواز دی۔ وہ لشکر کے ایک کونہ میں گوشت کا ٹکڑا کھا رہے تھے کہ تین دن سے کچھ چکنے کو بھی نہ ملا تھا۔ وہ آواز سنتے ہی گوشت کے ٹکڑے کو پھینک کر اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے کہ جھنڈا تو شہید ہو جائیں اور تو دنیا میں مشغول رہے۔ آگے بڑھے اور جھنڈا لیکر قتال شروع کر دیا۔ انگلی میں زخم آیا۔ وہ لٹک گئی تو انھوں نے پاؤں سے اس کٹی ہوئی انگلی کو دبا کر ہاتھ کھینچا وہ الگ ہو گئی اسکو پھینک دیا اور آگے بڑھے۔ اس گھسان کی

لے یعنی جوں جوں شہادت کا وقت قریب آ رہا ہے۔ جنگ شروع کی۔

پریشانی کی حالت میں تھوڑا سا تردد بھی پیش آیا کہ نہ ہمت نہ مقابلہ کی طاقت، لیکن اس تردد کو تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اپنے دل کو مخاطب بنا کر کہا۔ او دل کس چیز کا اب اشتیاق باقی ہے جس کی وجہ سے تردد ہے کیا بیوی کا ہے تو اسکو تین طلاق، یا غلاموں کا ہے تو وہ سب آزاد، یا باغ کا ہے تو وہ اللہ کے راستہ میں صدقہ، اسکے بعد چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:- قسم ہے او دل تجھے، اترنا ہو گا خوشی سے اتر یا ناگواری سے اتر، تجھے اطمینان کی زندگی گزارتے ہوئے ایک زمانہ گزر چکا۔ سوچ تو آخر تو ایک قطرہ مٹی ہے، دیکھ کافر لوگ مسلمانوں پر کھینچے ہوئے آرہے ہیں تجھے کیا ہوا کہ جنت کو پسند نہیں کرتا۔ اگر تو قتل نہ ہوا تو ویسے بھی آخر مرے گا ہی، اس کے بعد گھوڑے سے اترے۔ ان کے چچا زاد بھائی گوشت کا ایک ٹکڑا لائے کہ ذرا سا کھا لو کمزیدھی کر لو، کئی دن سے کچھ نہیں کھایا۔ انھوں نے لے لیا۔ اتنے میں ایک جانب سے پلے کی آواز آئی اسکو پھینک دیا اور تلوار لیکر جماعت میں گھس گئے اور شہید ہونے تک تلوار چلاتے رہے۔ ف: صحابہ کی پوری زندگی کلام ہی نمونہ ہے۔ ان کا ہر قصہ دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کے شوق کا سبق دیتا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا تو پوچھنا ہی کیا، تابعین پر بھی یہی رنگ چڑھا ہوا تھا، ایک قصہ پراس باب کو ختم کرتا ہوں۔ جو دوسرے رنگ کا ہے۔ دشمن سے مقابلہ کے نمونے تو آپ دیکھ ہی چکے ہیں، اب حکومت کے سامنے کا منظر بھی دیکھ لیجئے۔

۱۲ سعید بن جبیر اور حجاج کی گفتگو انبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائز بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے، حجاج کا ظلم و ستم دنیا میں مشہور ہے گو اس زمانہ کے بادشاہ باوجود ظلم و ستم کے دین کی اشاعت کا کام بھی کرتے رہتے تھے لیکن پھر بھی دیندار اور عادل بادشاہوں کے لحاظ سے وہ بدترین شمار ہوتے تھے اور اسوجہ سے لوگ ان سے بیزار تھے۔ سعید بن جبیر نے بھی ابن الاشعث کیساتھ ملکر حجاج کا مقابلہ کیا حجاج عبد الملک بن مروان کی طرف سے حاکم تھا۔ سعید بن جبیر مشہور تابعی ہیں اور بڑے علما میں سے ہیں۔ حکومت اور بالخصوص حجاج کو ان سے بغض و عداوت تھی اور چونکہ مقابلہ کیا تھا اسلئے عداوت کا ہونا بھی ضروری تھا۔ مقابلہ میں حجاج ان کو گرفتار نہ کر سکا۔ یہ شکست کے بعد چھپ کر مکہ مکرمہ چلے گئے۔ حکومت نے اپنے ایک خاص آدمی کو مکہ کا حاکم بنایا اور پہلے حاکم کو اپنے پاس بلا لیا۔ اس نے حاکم نے جا کر خطبہ پڑھا جس کے اخیر میں عبد الملک بن مروان بادشاہ کا یہ حکم بھی

لے خدائے پاک کی قسم آج ان جذبات کا اگر ہزار وار حصہ بھی ہم مسلمانوں کو نصیب ہو جائے تو ہماری حالت ہی کچھ اور ہو جائے
آج ساری ذلت خود ہماری پیدا کی ہوئی ہے تھ خیس از
تھ رواہ ابن ماجہ عن ابی سعید رضی اللہ عنہ و رواہ احمد و ابن ماجہ و الطبرانی و البیہقی عن ابی امامہ رضی اللہ عنہ

سنایا کہ جو شخص سعید بن جبیر کو ٹھکانا دے اسکی خیر نہیں۔ اسکے بعد اس حاکم نے خود اپنی طرف سے بھی قسم کھائی کہ جس کے گھر میں وہ ملے گا اسکو قتل کیا جائیگا، اور اسکے گھر کو نیز اسکے پڑوسیوں کے گھر کو ڈھاؤں گا، غرض بڑی دقت سے مکہ کے حاکم نے ان کو گرفتار کر کے حجاج کے پاس بھیج دیا۔ اسکو غصہ نکالنے اور ان کو قتل کرنیکا موقع مل گیا۔ سامنے بلایا اور پوچھا:-

حجاج: تیرا کیا نام ہے، سعید؟ میرا نام سعید ہے، حجاج: کس کا بیٹا ہے، سعید؟ جبیر کا بیٹا ہوں (سعید کا ترجمہ نیک بخت ہے۔ اور جبیر کے معنی اصلاح کی ہوئی چیز) اگرچہ ناموں میں اکثر معنی مقصود نہیں ہوتے، لیکن حجاج کو ان کے نام کا اچھے معنی والا ہونا پسند نہیں آیا۔ اس لئے کہا، نہیں تو شقی بن کسیر ہے (شقی کہتے ہیں بد بخت کو اور کسیر ٹوٹی ہوئی چیز) سعید؟ میری والدہ میرا نام تجھ سے بہتر جانتی تھیں، حجاج: تو بھی بد بخت تیری ماں بھی بد بخت، سعید؟ غیب کا جاننے والا تیرے علاوہ اور شخص ہے (یعنی علام الغیوب) حجاج: دیکھ میں اب تجھے موت کے گھاٹ اتارتا ہوں، سعید؟ تو میری ماں نے میرا نام درست رکھا، حجاج: اب میں تجھ کو زندگی کے بدلہ کیسا جہنم رسید کرتا ہوں، سعید؟ اگر میں یہ جانتا کہ یہ تیرے اختیار میں ہے تو تجھ کو معبود بنا لیتا حجاج: جہنم اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تیرا کیا عقیدہ ہے، سعید: وہ رحمت کے نبی تھے اور اللہ کے رسول تھے جو بہترین نصیحت کیساتھ تمام دنیا کی طرف بھیجے گئے۔ حجاج: خلفاء کی نسبت تیرا کیا خیال ہے، سعید؟ میں اُن کا محافظ نہیں ہوں۔ ہر شخص اپنے کئے کا ذمہ دار ہے، حجاج: میں ان کو برا کہتا ہوں یا اچھا، سعید؟ جس چیز کا مجھے علم نہیں ہے میں اس میں کیا کہہ سکتا ہوں، مجھے اپنا ہی حال معلوم ہے، حجاج: ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ تیرے نزدیک کون ہے، سعید؟ جو سب سے زیادہ میرے مالک کو راضی کر نیوالا تھا۔ بعض کتب میں بجائے اسکے یہ جواب ہے کہ انکے حالات بعض کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں۔ حجاج: سب سے زیادہ راضی رکھنے والا کون تھا، سعید؟ اسکو وہی جانتا ہے جو دل کے بھیدوں اور چھپے ہوئے رازوں سے واقف ہے، حجاج: حضرت علیؓ جنت میں ہیں یا دوزخ میں، سعید؟ اگر میں جنت اور جہنم میں جاؤں اور وہاں والوں کو دیکھ لوں تو بتا سکتا ہوں، حجاج: میں قیامت میں کیسا آدمی ہوں گا، سعید؟ میں اس سے کم ہوں کہ غیب پر مطلع کیا جاؤں، حجاج: تو مجھ سے سچ بولنے کا ارادہ نہیں کرتا، سعید؟ میں نے جھوٹ بھی نہیں کہا، حجاج: تو

یعنی جب تو مجھے موت کے گھاٹ اتاریگا تو میں شہید ہوں گا اور شہادت بہت بڑی سعادت اور خوش نصیبی ہے۔ لہذا میرا نام سعید میری ماں نے ٹھیک رکھا اور تو جو شقی (بد بخت) کہتا ہے غلط ثابت ہو گیا۔ اور حجاج نے غالباً اسی اشارے کو سمجھ کر دوسری ماوا الفاظ بدل دیئے اور کہا کہ جہنم رسید کرتا ہوں سب سے مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کے حالات دیکھ لو تو معلوم ہو جائیگا کہ کون سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

کبھی ہنستا کیوں نہیں، سعید؟ کوئی بات ہنسنے کی دیکھتا نہیں اور وہ شخص کیا ہنسے جو مٹی سے بنا ہوا اور قیامت میں اسکو جانا ہوا اور دنیا کے فتنوں میں دن رات رہتا ہو، حجاج: میں تو ہنستا ہوں، سعید؟ اللہ نے ایسے ہی مختلف طریقوں میں ہم کو بنایا ہے، حجاج: میں تجھے قتل کرنے والا ہوں، سعید؟ میری موت کا سبب پیدا کرنا والا اپنے کام سے فارغ ہو چکا، حجاج: میں اللہ کے نزدیک تجھ سے زیادہ محبوب ہوں، سعید؟ اللہ پر کوئی بھی جرأت نہیں کر سکتا جب تک کہ اپنا مرتبہ معلوم نہ کر لے اور غیب کی اللہ ہی کو خبر ہے، حجاج: میں کیوں نہیں جرأت کر سکتا حالانکہ میں جماعت کے بادشاہ کے ساتھ ہوں اور ثوابیوں کی جماعت کے ساتھ ہے، سعید؟ میں جماعت سے علیحدہ نہیں ہوں اور فتنہ کو خود ہی پسند نہیں کرتا اور جو تقدیر میں ہے اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا، حجاج: ہم جو کچھ امیر المؤمنین کیلئے جمع کرتے ہیں اسکو تو کیسا سمجھتا ہے، سعید؟ میں نہیں جانتا کہ کیا جمع کیا، حجاج نے سونا چاندی کپڑے وغیرہ منگا کر انکے سامنے رکھ دیئے، سعید؟ یہ اچھی چیزیں ہیں اگر اپنی شرط کے موافق ہوں، حجاج: شرط کیا ہے، سعید؟ یہ کہ تو ان سے ایسی چیزیں خریدے جو بڑے گھبراہٹ کے دن یعنی قیامت کے دن امن پیدا کر نیوالی ہوں، ورنہ ہر دودھ پلانیوالی دودھ پیتے کو بھول جائیگی اور حمل گر جائیں گے اور آدمی کو اچھی چیز کے سوا کچھ بھی کام نہ دے گی، حجاج: ہم نے جو جمع کیا یہ اچھی چیز نہیں؟ سعید؟ تو نے جمع کیا تو ہی اسکی اچھائی کو سمجھ سکتا ہے، حجاج: کیا تو اس میں سے کوئی چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے، سعید؟ میں صرف اس چیز کو پسند کرتا ہوں جس کو اللہ پسند کرے، حجاج: تیرے لئے ہلاکت ہو، سعید؟ ہلاکت اس شخص کیلئے ہے جو جنت سے ہٹا کر جہنم میں داخل کر دیا جائے، حجاج: (دق ہو کر) بتلا کہ میں تجھے کس طریقہ سے قتل کروں، سعید؟ جس طرح سے قتل ہونا اپنے لئے پسند ہو، حجاج: کیا تجھے معاف کر دوں، سعید؟ معافی اللہ کے یہاں کی معافی ہے تیرا معاف کرنا کوئی چیز بھی نہیں۔ حجاج نے جلاو کو حکم دیا کہ اسکو قتل کر دو۔ سعید باہر لائے گئے اور ہنسے۔ حجاج کو اسکی اطلاع دی گئی، پھر بلایا اور پوچھا۔ حجاج: تو کیوں ہنسا، سعید؟ تیری اللہ پر جرأت اور اللہ تعالیٰ کے تجھ پر حکم سے، حجاج: میں اسکو قتل کرتا ہوں جس نے مسلمانوں کی جماعت میں تفریق کی۔ پھر جلاو سے خطاب کر کے کہا۔ میرے سامنے اسکی گردن اڑاؤ۔ سعید؟ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں، نماز پڑھی پھر

لہ یعنی رب العالمین نے میری موت کا سبب جو بھی کچھ لکھا ہے وہ ہو کر رہ گیا ہے یعنی دہشت اور گھبراہٹ اسقدر ہو گئی۔
 ۲۰ یعنی گویا اس بات پر تعجب کر رہا ہوں کہ دیکھو یہ شخص حجاج کسقدر حد سے بڑھ رہا ہے اور اللہ رب العالمین کی برداشت دیکھو کہ سب دیکھ رہا ہے اور خاموش ہے۔ ہا پروریم دشمن دامی کشیم دوست
 کس رارسد نہ چون دجلاد قضاے ما

قبلہ رخ ہو کر وجہت و جہت للذی فطر السموات والارض حنیفاً و ما انا من
 المشْرِکِینَ پڑھا، یعنی میں نے اپنا منہ اُس پاک ذات کی طرف کیا جس نے آسمان و زمین
 بنائے اور میں سب طرف سے ہٹ کر ادھر متوجہ ہوا اور نہیں ہوں مشرکین سے۔ حجاج: اس
 کا منہ قبلہ سے پھیر دو اور نصاریٰ کے قبلہ کی طرف کر دو کہ انہوں نے بھی اپنے دین میں تفریق کی
 اور اختلاف پیدا کیا۔ چنانچہ فوراً پھیر دیا گیا۔ سعید: فَاَیْنَمَا تَوَلَّوْا فَاِنَّهُمْ وَجْهَ اللّٰهِ الْکَافِی
 بِالْاَسْرَآئِیْرِ۔ جدھر تم منہ پھیرو ادھر بھی خدا ہے جو مجیدوں کا جاننے والا ہے۔ حجاج: اونڈھا
 والدو (یعنی زمین کی طرف منہ کر دو) ہم تو ظاہر پر عمل کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ سعید: مِنْهَا
 خَلَقْنَا کُمْ وَفِیْهَا نَعِیْدُ کُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُکُمْ تَارَةً اُخْرٰی۔ ہم نے زمین ہی سے تم کو پیدا
 کیا اور اسی سے پھر دوبارہ اٹھائیں گے، حجاج: اسکو قتل کر دو، سعید: میں تجھے اس بات
 کا گواہ بناتا ہوں، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْهَدُ اللّٰہُ مُحَمَّدًا
 عَبْدُہٗ وَرَسُولُہٗ۔ تو اسکو محفوظ رکھنا جب میں تجھ سے قیامت کے دن ملوں گا تو لے لوں گا۔
 اسکے بعد وہ شہید کر دیئے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کے انتقال کے بعد بدن سے
 خون بہت زیادہ نکلا جس سے حجاج کو بھی حیرت ہوئی۔ اپنے طبیب کی اسکی وجہ پوچھی۔ اس نے کہا
 کہ ان کا دل نہایت مطمئن تھا اور قتل کا ذرا بھی خوف ان کے دل میں نہیں تھا اسلئے خون
 اپنی اصلی مقدار پر قائم رہا بخلاف اور لوگوں کے کہ خوف سے اُن کا خون پہلے ہی خشک ہو جاتا
 ہے۔ ف: اس قصہ کے سوال جواب میں کتب میں کمی زیادتی بھی ہے اور بھی بعض سوال جواب
 نقل کئے گئے ہیں۔ ہمیں تو نمونہ ہی دکھانا تھا، اسلئے اسی پر اکتفا کیا گیا۔ تابعین کے اس قسم
 کے قصے بہت زیادہ ہیں، حضرت امام اعظم امام مالک امام احمد بن حنبل وغیرہ حضرات اسی حق
 گوئی کی وجہ سے ہمیشہ مشقتیں برداشت فرماتے رہے، لیکن حق کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔



اَسْمَاءُ بَاب

سب سے پہلے اور اس کا انہماک



چونکہ اصل دین کلمہ توحید ہے اور وہی سب کمالات کی بنیاد ہے، جب تک وہ نہ
 ہو کوئی کار خیر بھی مقبول نہیں اسلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہمت بالخصوص ابتدائی زمانہ میں

لہ علماء سلف کتاب الامامت والسیاست۔

زیادہ تر کلمہ توحید کے پھیلانے اور کفار سے جہاد کرنے میں مشغول تھے اور وہ علمی انہماک کیلئے فارغ و بیکسو نہ تھے۔ لیکن اسکے باوجود ان مشاغل کے ساتھ ان کا انہماک اور شوق و شغف جس کا غمرہ آج چودہ سو برس تک علوم قرآن و حدیث کا بقا ہے۔ ایک کھلی ہوئی چیز ہے۔ ابتدائے اسلام کے بعد جب کچھ فراغت ان حضرات کو میسر ہوئی اور جماعت میں بھی کچھ اضافہ ہوا تو آیت کلام اللہ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے: مسلمانوں کو یہ نہ چاہیے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جاوے کہ انکی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تاکہ وہ قوم کو جب وہ ان کے پاس واپس آویں ڈراویں تاکہ وہ احتیاط رکھیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: لِيَنفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَاللَّيْلِ نَفَرًا وَالنَّهَارِ نَفَرًا عَذَابًا أَلِيمًا سے جو عموم معلوم ہوتا ہے اسکو مَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً نے منسوخ کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حق تعالیٰ شانہ نے جامعیت عطا فرمائی تھی اور اس وقت کیلئے یہ چیز نہایت ہی ضروری تھی۔ کہ وہی مختصر سی جماعت دین کے سارے کام سنبھالنے والی تھی۔ مگر تابعین کے زمانہ میں جب اسلام پھیل گیا اور مسلمانوں کی بڑی جماعت اور جمعیت ہو گئی، نیز صحابہ کرامؓ جیسی جامعیت بھی باقی نہ رہی تو ہر شعبہ دین کیلئے پوری توجہ سے کام کرنے والے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے۔ محدثین کی مستقل جماعت بنی شروع ہو گئی جن کا کام احادیث کا ضبط اور ان کا پھیلانا تھا۔ فقہاء کی علیحدہ جماعت ہوئی، صوفیاء، قرار، مجاہدین غرض دین کے ہر شعبہ کو مستقل سنبھالنے والے پیدا ہوئے۔ اس وقت کیلئے یہ ہی چیز مناسب اور ضروری تھی۔ اگر یہ صورت نہ ہوتی تو ہر شعبہ میں کمال اور ترقی دشوار تھی۔ اسلئے کہ ہر شخص تمام چیزوں میں انتہائی کمال پیدا کر لے یہ بہت دشوار ہے۔ یہ صفت حق تعالیٰ شانہ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بالخصوص سید الانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ہی کو عطا فرمائی تھی۔ اسلئے اس باب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ اور دیگر حضرات کے واقعات بھی ذکر کئے جائیں گے۔

❶ فتوے کا کام کرنے والی جماعت کی فہرست اگرچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہاد اور اعلیٰ کلمہ اللہ کی مشغولی کے باوجود سب ہی علمی مشغلہ میں ہر وقت منہمک تھے۔ اور ہر شخص ہر وقت جو کچھ حاصل کر لیتا تھا اسکو پھیلانا پہنچانا یہی اسکا مشغلہ تھا۔ لیکن ایک جماعت فتوے

کے ساتھ مخصوص تھی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی فتوے کا کام کرتی تھی، وہ حضرات ذیل ہیں :- حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، حذیفہ بن سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ، ابوالدرداء رضی اللہ عنہ، اجماعین رضی اللہ عنہ :- یہ ان حضرات کے کمال علم کی بات ہے کہ حضور کی موجودگی میں یہ لوگ اہل فتویٰ شمار کئے جاتے تھے۔

● حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مجموعہ احادیث کو جلا دینا | حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے باپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پانستھ احادیث کا ایک ذخیرہ جمع کیا تھا۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ وہ نہایت بے چین ہیں، کمر ویش بدل رہے ہیں۔ مجھے یہ حالت دیکھ کر بے چینی ہوئی، دریا کیا کہ کوئی تکلیف ہے یا کوئی فکر کی بات سننے میں آئی ہے۔ غرض تمام رات اس بے چینی میں گزری اور صبح کو فرمایا کہ وہ احادیث جو میں نے تیرے پاس رکھوا رکھی ہیں اٹھالائیں لے کر آئی۔ آپ نے انکو جلا دیا۔ میں نے پوچھا کہ کیوں جلا دیا۔ ارشاد فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ میں ایسا نہ ہو کہ میں مرجاؤں اور یہ میرے پاس ہوں ان میں دوسروں کی سنی ہوئی روایتیں بھی ہیں کہ میں نے معتبر سمجھا ہوا اور وہ واقع میں معتبر نہ ہوں اور اس کی روایت میں کوئی گڑبڑ ہو جس کا وبال مجھ پر ہو۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ تو علمی کمال اور شغف تھا کہ انھوں نے پانستھ احادیث کا ایک رسالہ جمع کیا اور اسکے بعد اسکو جلا دینا یہ کمال احتیاط تھا۔ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا حدیث کے بارے میں احتیاط کا یہی حال تھا۔ اسی وجہ سے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایتیں بہت کم نقل کی جاتی ہیں۔ ہم لوگوں کو اس واقعہ سے سبق لینے کی ضرورت ہے جو ممبروں پر بیٹھ کر بے دھڑک احادیث نقل کر دیتے ہیں۔ حالانکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر وقت کے حاضر باش سفر حضر کے ساتھی ہجرت کے رفیق۔ صحابہ کہتے ہیں کہ ہم میں بڑے عالم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور کے وصال کے بعد جب بیعت کا قصہ پیش آیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تقریر فرمائی تو کوئی آیت اور کوئی حدیث ایسی نہیں چھوڑی جس میں انصار کی فضیلت آئی ہو اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی تقریر میں نہ فرمادی ہو، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن پر کتنا عبور تھا اور احادیث کس قدر یاد تھیں مگر پھر بھی بہت کم روایتیں حدیث کی آپ سے منقول ہیں۔ یہی راز ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث کی روایتیں

انتخاب

لے تھے، یعنی تفصیح فہوم اہل الاثر لابن الجوزیؒ سے تذکرۃ الحفاظ (از) اسکے متعلق تفصیل بحث الترغیب والترہیب کے مقدمہ میں دیکھنی چاہیے۔

بہت کم نقل کی گئی ہیں۔

۳

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی تعلیم و تدریس | مصعب بن عمیر جن کا ایک قصہ ساتویں باب کے نمبر ۵ پر بھی گزر چکا ہے ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی اس جماعت کے ساتھ جو سب پہلے منیٰ کی گھائی میں مسلمان ہوئی تھی تعلیم اور دین کے سکھانے کیلئے بھیجا تھا۔ یہ مدینہ طیبہ میں ہر وقت تعلیم اور تبلیغ میں مشغول رہتے، لوگوں کو قرآن شریف پڑھاتے اور دین کی باتیں سکھاتے تھے۔ اسعد بن زرارہؓ کے پاس ان کا قیام تھا اور مقررہ (پڑھانے والا، مدرس) کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ سعد بن معاذؓ اور اسید بن حضیرؓ یہ دونوں سرداروں میں تھے، ان کو یہ بات ناگوار ہوئی۔ سعدؓ نے اسیدؓ سے کہا کہ تم اسعدؓ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ہم نے یہ سنا ہے کہ تم کسی پردیسی کو اپنے ساتھ لے آئے ہو جو ہمارے ضعیف لوگوں کو بے وقوف بناتا ہے بہکاتا ہے۔ وہ اسعدؓ کے پاس گئے اور ان سے سختی سے گفتگو کی۔ اسعدؓ نے کہا کہ تم ان کی بات سن لو، اگر تمہیں پسند آئے قبول کر لو، اگر سننے کے بعد ناپسند ہو تو روکنے کا مضائقہ نہیں، اسیدؓ نے کہا کہ یہ انصاف کی بات ہے۔ سننے لگے۔ حضرت مصعبؓ نے اسلام کی خوبیاں سنائیں اور کلام شریف کی آیتیں تلاوت کیں۔ حضرت اسیدؓ نے کہا کہ کیا ہی اچھی باتیں ہیں اور کیا ہی بہتر کلام ہے جب تم اپنے دین میں کسی کو داخل کرتے ہو تو کس طرح داخل کرتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ تم شہادۃ پاک پکڑے پہنو اور کلمہ شہادت پڑھو۔ حضرت اسیدؓ نے اسی وقت سب کام کئے اور مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد یہ سعدؓ کے پاس گئے اور ان کو بھی اپنے ہمراہ لائے۔ ان سے بھی یہی گفتگو ہوئی۔ سعد بن معاذؓ بھی مسلمان ہو گئے اور مسلمان ہوتے ہی اپنی قوم بنو الاشہل کے پاس گئے ان سے جا کر کہا کہ میں تم لوگوں کی نگاہ میں کیسا آدمی ہوں۔ انھوں نے کہا کہ ہم میں سب افضل اور بہتر ہو۔ اس پر سعدؓ نے کہا کہ مجھے تمہارے مردوں اور خورتوں کا کلام حرام ہے جب تک تم مسلمان نہ ہو جاؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاؤ۔ ان کے اس قبیلہ اشہل کج مرد عورت مسلمان ہو گئے اور حضرت مصعبؓ ان کو تعلیم دینے میں مشغول ہو گئے۔

ف: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عام دستور تھا کہ جو شخص بھی مسلمان ہو جاتا وہ مستقل ایک مبلغ ہوتا اور جو بات اسلام کی اسکو آتی تھی اس کا پھیلانا اور دوسروں تک پہنچانا اس کی زندگی کا ایک مستقل کام تھا جس میں نہ کھیتی بائع تھی نہ تجارت نہ پیشہ نہ ملازمت۔

۴

حضرت ابی بن کعبؓ کی تعلیم | حضرت ابی بن کعب مشہور صحابہؓ اور مشہور قاریوں میں ہیں۔ اسلام لانے سے پہلے سے لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ عرب میں لکھنے کا عام دستور نہیں تھا۔

یعنی جیسے یہاں مصعب بن عمیرؓ تھے وہ یعنی پھر دکن میں کوئی حرج نہیں۔

اسلام کے بعد سے اس کا چرچا ہوا۔ لیکن یہ پہلے سے واقف تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہ کر وحی بھی لکھا کرتے تھے۔ قرآن شریف کے بڑے ماہر تھے اور ان لوگوں میں تھے جنہوں نے حضور کی زندگی ہی میں تمام قرآن شریف حفظ کر لیا تھا۔ حضور کا ارشاد ہے کہ میری امت کے بڑے قاری ابی بن کعبؓ ہیں۔ تہجد میں آٹھ رکعتوں میں قرآن پاک کے ختم کرنے کا اہتمام تھا۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ تمہیں قرآن شریف سناؤں۔ عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر کہا حضور نے فرمایا ہاں تمہارا نام لے کر کہا۔ یہ سن کر فرط خوشی سے رونے لگے۔

ط ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے

جندب بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ علم حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا تو مسجد نبویؐ میں حدیث پڑھانیوالے متعدد حضرات تھے اور شاگردوں کے حلقے متفرق طور پر علیحدہ علیحدہ ہر استاد کے پاس موجود تھے۔ میں ان حلقوں پر گزرتا ہوا ایک حلقہ پر پہنچا جس میں ایک صاحب مسافرانہ ہیئت کے ساتھ صرف دو کپڑے بدن پر ڈالے ہوئے بیٹھے حدیث پڑھا رہے تھے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ بتایا کہ مسلمانوں کے سردار ابی بن کعبؓ ہیں۔ میں ان کے حلقہ درس میں بیٹھ گیا۔ جب حدیث سے فارغ ہوئے تو گھر جانے لگے۔ میں بھی پیچھے ہو لیا۔ وہاں جا کر دیکھا ایک پرانا سا گھر خستہ حالت نہایت معمولی سامان زاہدانہ زندگی۔ حضرت ابیؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرا امتحان لیا) ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف میں سب سے بڑی آیت (برکت اور فضل کے اعتبار سے) کونسی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔ حضور نے دوبارہ سوال فرمایا۔ مجھے ادب مانع ہوا۔ میں نے پھر وہی جواب دیا۔ تیسری مرتبہ پھر ارشاد فرمایا۔ میں نے عرض کیا آیت الکرسی، حضور خوش ہوئے اور فرمایا۔ اللہ تجھے تیرا علم مبارک کرے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے۔ ایک آیت چھوٹ گئی۔ حضرت ابیؓ نے نماز میں لقمہ دیا۔ حضور نے نماز کے بعد ارشاد فرمایا کہ کس نے بتایا۔ حضرت ابیؓ نے عرض کیا میں نے بتایا تھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا میرا بھی یہی گمان تھا کہ تم نے بتایا ہو گا۔ ف۔ یہ حضرت ابیؓ باوجود اس علمی شغف اور قرآن پاک کی مخصوص خدمات کے حضور کے ساتھ ہر غزوہ میں شریک ہوئے ہیں، حضور کا کوئی جہاد ایسا نہیں جس میں ان کی شرکت نہ ہوئی ہو۔

لے یعنی خوشی کے خوش میں لے طبقات از ۱۷۱۷ سنہ ۱۱۷۱ھ (مسنہ احمد ذہبی)

۵ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا فتنوں کے معلوم کرنے کا اہتمام | حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی

میں ہیں۔ صاحب السمر (بھیدی) ان کا لقب ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین اور فتنوں کا علم ان کو بتایا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک جتنے فتنے آئیں گے ہیں سب کو نمبر وار بتایا تھا۔ کوئی ایسا فتنہ جس میں تین سو آدمیوں کے بقدر لوگ شریک ہوں حضور نے نہیں چھوڑا، بلکہ اس فتنہ کا حال اور اسکے مقتدا کا حال مع اسکے نام کے نیز اسکی ماں کا نام اسکے باپ کا نام اسکے قبیلہ کا نام صاف صاف بتا دیا تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضور سے خیر کی باتیں دریافت کیا کرتے تھے اور میں بُرائی کی باتیں دریافت کیا کرتا تھا تاکہ اس سے بچا جائے۔ ایک مرتبہ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ یہ خیر و خوبی جس پر آجکل آپ کی برکت سے ہم لوگ ہیں اسکے بعد بھی کوئی بُرائی آئیوالی ہے۔ حضور نے فرمایا، ہاں بُرائی آئیوالی ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس بُرائی کے بعد پھر بھلائی لوٹ کر آئے گی یا نہیں حضور نے فرمایا کہ حذیفہ اللہ کا کلام پڑھ اور اسکے معانی پر غور کر اسکے احکام کی اتباع کر (مجھے فکر سوار تھا) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس بُرائی کے بعد بھلائی ہوگی، حضور نے فرمایا، ہاں بھلائی ہوگی لیکن دل ایسے نہیں ہونگے، جیسے پہلے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس بھلائی کے بعد پھر بُرائی ہوگی حضور نے فرمایا۔ ہاں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو آدمیوں کو گمراہ کریں گے اور جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر میں اس زمانہ کو پاؤں تو کیا کروں۔ حضور نے فرمایا اگر مسلمانوں کی کوئی متحدہ جماعت ہو اور ان کا کوئی بادشاہ ہو تو اسکے ساتھ ہو جانا ورنہ ان سب فرقوں کو چھوڑ کر ایک کونہ میں علیحدہ بیٹھ جانا یا کسی درخت کی جڑ میں جا کر بیٹھ جانا اور مرنے تک وہیں بیٹھے رہنا۔ چونکہ ان کو منافقوں کا حال حضور نے سب کا بتا دیا تھا اسلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے دریافت فرمایا کرتے تھے کہ میرے حکام میں کوئی منافق تو نہیں۔ ایک مرتبہ انھوں نے عرض کیا کہ ایک منافق ہے مگر میں نام نہیں بتاؤں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کر دیا۔ غالباً اپنی فراست سے پہچان لیا ہوگا۔ جب کوئی شخص مرجاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تحقیق فرماتے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ ان کے جنازہ میں شریک ہیں یا نہیں۔ اگر حذیفہ رضی اللہ عنہ شریک ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی نماز پڑھتے ورنہ وہ بھی نہ پڑھتے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہونے لگا تو نہایت

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مختلف موبوں میں جن لوگوں کو گورنر بنا کر بھیجتے تھے انکے متعلق دریافت فرمایا اسلئے یہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز تھا اسلئے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کسی کو نہ بتاتے تھے اور نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پوچھتے تھے۔ بس جب آنا معلوم ہو گیا کہ میرے گورنروں میں ایک شخص منافق ہے تو خود ہر ایک کے متعلق غور کیا اور آخر سمجھ گئے کہ فلاں ہے اسی کو معزول کر دیا۔

گھبراہٹ اور بے چینی میں رو رہے تھے۔ لوگوں نے دریافت کیا۔ فرمایا کہ دنیا کے چھوٹے پر نہیں رو رہا ہوں بلکہ موت تو مجھے محبوب ہے البتہ اس پر رو رہا ہوں کہ مجھے اسکی خبر نہیں کہ میں اللہ کی ناراضی پر جا رہا ہوں یا خوشنودی پر۔ اسکے بعد کہا کہ یہ میری دنیا کی آخری گھڑی ہے۔ یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ مجھے تجھ سے محبت ہے۔ اسلئے اپنی ملاقات میں برکت عطا فرما۔

⑥ حضرت ابو ہریرہؓ کا احادیث کو حفظ کرنا حضرت ابو ہریرہؓ نہایت مشہور اور حدیث

صحابی ہیں اور اتنی کثرت سے ان سے حدیثیں نقل ہیں کہ کسی دوسرے صحابی سے اتنی زیادہ نقل کی ہوئی موجود نہیں۔ اس پر لوگوں کو تعجب ہوتا تھا کہ کس میں یہ مسلمان ہو کر تشریف لائے اور اللہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ اتنی قلیل مدت میں جو تقریباً چار برس ہوتے ہیں اتنی زیادہ حدیثیں کیسے یاد ہوئیں۔ خود ابو ہریرہؓ اسکی وجہ بتاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ بہت روایتیں نقل کرتے ہیں۔ میرے مہاجر بھائی تجارت پیشہ تھے بازار میں آنا جانا پڑتا تھا اور میرے انصاری بھائی کھیتی کا کام کرتے تھے۔ اسکی مشغولی ان کو درپیش رہتی تھی اور ابو ہریرہؓ اصحاب صفہ کے مساکین میں سے ایک مسکین تھا جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جو کچھ کھانے کو مل جاتا تھا۔ اس پر قناعت کئے پڑا رہتا تھا۔ ایسے اوقات میں موجود ہوتا تھا جس میں وہ نہیں ہوتے تھے اور ایسی چیزیں یاد کر لیتا تھا جن کو وہ یاد نہیں کر سکتے تھے، ایک مرتبہ میں نے حضورؐ سے حافظہ کی شکایت کی حضورؐ نے فرمایا۔ چادر بچھا۔ میں نے چادر بچھائی حضورؐ نے دونوں ہاتھوں سے اس میں کچھ اشارہ فرمایا۔ اسکے بعد فرمایا اس چادر کو ملائے۔ میں نے اپنے سینہ سے ملا لیا۔ اسکے بعد سے کوئی چیز نہیں بھولا۔ اب اصحاب صفہ وہ لوگ کہلاتے ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گویا خانقاہ کے رہنے والے تھے۔ ان حضرات کے اخراجات کا کوئی خاص نظم نہیں تھا۔ گویا حضورؐ کے مہمان تھے جو کہیں سے کچھ ہدیہ یا صدقہ کے طور پر آتا اس پر ان کا زیادہ تر گزر تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ بھی ان ہی لوگوں میں تھے۔ بسا اوقات کئی کئی وقت کے فلتے بھی ان پر گزر جاتے تھے۔ بعض اوقات بھوک کی وجہ سے جنون کی سی حالت ہو جاتی تھی جیسا کہ تیسرے باب کے قصہ نمبر ۱۲ میں گذرا۔ لیکن اسکے باوجود احادیث کا کثرت سے یاد کرنا ان کا مشغلہ تھا جس کی بدولت آج سب سے زیادہ احادیث انہی کی بتائی جاتی ہیں۔ ابن جوزیؒ نے تلمیح میں لکھا ہے کہ پانچ ہزار تین سو چوبتر حدیثیں ان سے مروی ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ نے جنازہ کے متعلق ایک حدیث بیان

ابو داؤد واسد الغابہ (۱/۱۰۸) بخاری (۱/۱۰۸) اسلم محترم مولانا محمد اسعد اللہ صاحب ناظم مدرستہ علوم بہار پور نے یہ تعداد اس طرح نظم کی ہے کہ کن حدیث ابو ہریرہؓ را شمار : پنج الف و سصد و ہفتاد و چار

کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص جنازہ کی نماز پڑھ کر واپس آجائے اسکو ایک قیراط ثواب ملتا ہے اور جو دفن تک شریک رہے اسکو دو قیراط ثواب ملتا ہے اور ایک قیراط کی مقدار اُحد کے پہاڑ سے بھی زیادہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کو اس حدیث میں کچھ تردد ہوا، انھوں نے فرمایا ابو ہریرہؓ سوچ کر کہو۔ ان کو غصہ آگیا۔ سیدھے حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور جا کر عرض کیا کہ میں آپؐ کو قسم دیکر پوچھتا ہوں۔ یہ قیراط والی حدیث آپؐ نے حضورؐ سے سنی۔ انھوں نے فرمایا ہاں سنی ہے۔ ابو ہریرہؓ فرمانے لگے کہ مجھے حضورؐ کے زمانہ میں نہ تو باغ میں کوئی درخت لگانا تھا نہ بازار میں مال بیچنا تھا۔ میں تو حضورؐ کے دربار میں پڑا رہتا تھا اور صرف یہ کام تھا کہ کوئی بات یاد کرنے کو مل جائے یا کچھ کھانے کو مل جائے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا بیشک تم ہم لوگوں سے زیادہ حاضر باش تھے اور احادیث کو زیادہ جانتے والے تھے۔ اس کے ساتھ ہی ابو ہریرہؓ کہتے کہ میں بارہ ہزار مرتبہ روزانہ استغفار پڑھتا ہوں اور ایک تاگہ ان کے پاس تھا۔ جس میں ایک ہزار گبرہ لگی ہوئی تھیں۔ رات کو اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک اس کو سبحان اللہ کے ساتھ پورا نہ کر لیتے تھے یہ

۱۔ مسئلہ کذاب کا قتل اور قرآن مجید کا جمع ہونا | حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے

وصال کے بعد مسئلہ کذاب کا جس نے حضورؐ کے سامنے ہی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا اثر بڑھنے لگا اور چونکہ عرب میں ارتداد بھی زور شور سے شروع ہو گیا تھا اس سے اسکو اور بھی تقویت پہنچی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس سے لڑائی کی۔ حق تعالیٰ شانہ نے اسلام کو قوت عطا فرمائی اور مسئلہ قتل ہوا۔ لیکن اس لڑائی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بھی ایک جماعت شہید ہو گئی۔ بالخصوص قرآن پاک کے حافظوں کی ایک بڑی جماعت شہید ہوئی۔ حضرت عمرؓ امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس لڑائی میں قاری بہت شہید ہو گئے، اگر اسی طرح ایک دو لڑائی میں اور شہید ہو گئے تو قرآن پاک کا بہت سا حصہ ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے اسلئے اسکو ایک جگہ لکھوا کر محفوظ کر لیا جائے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسے کام کی کیسے جرات کرتے ہو جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ اس پر اصرار فرماتے رہے اور ضرورت کا اظہار کرتے رہے۔ بالآخر حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ کی رائے بھی موافق ہو گئی تو حضرت زید بن ثابتؓ کو جن کا قصہ باب نمبر ۱۱ پر آ رہا ہے۔ بتلایا۔ زیدؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت عمرؓ بھی تشریف رکھتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اول اپنی اور

لے سند احمد (۱) سے تذکرہ (۲) یعنی تذکرۃ الحفاظ للذہبی۔

حضرت عمرؓ کی ساری گفتگو نقل فرمائی۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ تم جو ان ہو اور دانشمند تم پر کسی قسم کی بدگمانی بھی نہیں اور ان سب باتوں کے علاوہ یہ کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی تم وحی کے لکھنے پر مامور رہ چکے ہو۔ اس لئے اس کام کو تم کرو۔ لوگوں کے پاس سے قرآن پاک جمع کرو اور اسکو ایک جگہ نقل کر دو۔ زیدؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر مجھے یہ حکم فرماتے کہ فلاں پہاڑ کو توڑ کر ادھر سے ادھر منتقل کر دو تو یہ حکم بھی میرے لئے قرآن پاک جمع کرنے کے حکم سے سہل تھا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ حضرات ایسا کام کس طرح کر رہے ہو جس کو حضورؐ نے نہیں کیا۔ وہ حضرات مجھے سمجھاتے رہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے زیدؓ سے کہا کہ اگر تم عمرؓ کی موافقت کرو تو میں اس کا حکم دوں اور نہیں تو پھر میں بھی ارادہ نہ کروں۔ زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ طویل گفتگو کے بعد حق تعالیٰ شانہ نے میرا بھی اسی جانب شرح صدر فرمادیا کہ قرآن پاک کو یکجا جمع کیا جائے چنانچہ میں نے تعمیل ارشاد میں لوگوں کے پاس جو قرآن شریف متفرق طور پر لکھا ہوا تھا اور جو ان حضرات صحابہ کرامؓ کے سینوں میں بھی محفوظ تھا۔ سب کو تلاش کر کے جمع کیا۔

ف:- اس قصہ میں اول تو ان حضرات کے اتباع کا اہتمام معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ کا منتقل کرنا اُن کیلئے اس سے سہل تھا کہ کوئی ایسا کام کیا جائے جس کو حضورؐ نے نہیں کیا۔ اس کے بعد کلام پاک کا جمع کرنا جو دین کی اصل ہے اللہ نے ان حضرات کے اعمال نامہ میں رکھا تھا۔ پھر حضرت زیدؓ نے اتنا اہتمام اس کے جمع فرمانے میں کیا کہ کوئی آیت بغیر لکھی ہوئی نہیں لیتے تھے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی لکھی ہوئی تھیں ان ہی سے جمع کرتے تھے اور حفاظ کے سینوں سے اس کا مقابلہ کرتے تھے اور چونکہ تمام قرآن شریف متفرق جگہوں میں لکھا ہوا تھا۔ اس لئے اس کی تلاش میں گو محنت ضرور کرنا پڑی مگر سب مل گیا۔ ابی بن کعبؓ جن کو خود حضورؐ نے قرآن پاک کا سب سے زیادہ ماہر بتایا ان کی اعانت کرتے تھے۔ اس محنت سے کلام شریف کو ان حضرات نے سب سے پہلے جمع فرمایا۔

۸ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی احتیاط حدیث بیان کرنے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بڑے مشہور صحابہ میں ہیں اور ان صحابہ میں شمار ہے جو فتوے کے مالک تھے۔ ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے اور حبشہ کی ہجرت بھی کی تھی۔ تمام غزوات میں حضورؐ کے ساتھ شریک رہے ہیں اور مخصوص خادم ہونے کی وجہ سے صاحب النعل، صاحب الوسادہ، صاحب المطہرہ، جوتے والے، تکیہ والے، وضو کے پانی والے۔ یہ القاب بھی ان کے ہیں۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خدمتیں اکثر ان کے سپرد رہتی تھیں۔ حضورؐ کا ان کے بارے میں یہ بھی ارشاد ہے

لے یعنی ایک تاریخی روایت میں ہے تھ بخاری تھ یعنی وہ خاص مددگار تھے تھ یعنی فتوے کے ذمہ دار تھے۔

کہ اگر میں کسی کو بغیر مشورہ امیر بناؤں تو عبد اللہ بن مسعود کو بناؤں حضور کا یہ بھی ارشاد تھا کہ تمہیں ہر وقت حاضری کی اجازت ہے۔ حضور کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف بالکل اسی طرح پڑھنا ہو جس طریقہ سے اترے تو عبد اللہ بن مسعود کے طریقہ کے موافق پڑھے، حضور کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ابن مسعود جو حدیث تم سے بیان کریں اسکو سچ سمجھو۔ ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ ہم لوگ جب یمن سے آئے تو ایک زمانہ تک ابن مسعودؓ کو اہل بیت میں سے سمجھتے رہے اسلئے کہ اتنی کثرت سے ان کی اور ان کی والدہ کی آمد و رفت حضور کے گھر میں تھی جیسے گھر کے آدمیوں کی ہوتی ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود ابو عمر و شیبانیؓ کہتے ہیں کہ میں ایک سال تک ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ میں نے کبھی ان کو حضور کی طرف منسوب کر کے بات کرتے نہیں سنا۔ لیکن اگر کبھی حضور کی طرف کوئی بات منسوب کر دیتے تھے تو بدن پر کھینچی آجاتی تھی۔ عمرو بن مسمونؓ کہتے ہیں کہ میں ہر جمعرات کو ایک سال تک ابن مسعود کے پاس آتا رہا۔ میں نے کبھی حضور کی طرف نسبت کر کے بات کرتے نہیں سنا۔ ایک مرتبہ حدیث بیان فرماتے ہوئے زبان پر یہ جاری ہو گیا کہ حضور نے یہ ارشاد فرمایا تو بدن کانپ گیا آنکھوں میں آنسو بھر آئے پیشانی پر پسینہ آگیا رگیں پھول گئیں اور فرمایا انشاء اللہ یہی فرمایا تھا یا اس کے قریب قریب تھا یا اس سے کچھ زیادہ یا اس سے کچھ کم۔ ف۔ یہ تھی ان حضرات صحابہ کرام کی احتیاط حدیث شریف کے بارہ میں اسلئے کہ حضور کا ارشاد ہے کہ جو میری طرف سے جھوٹ نقل کرے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے اس خوف کی وجہ سے یہ حضرات باوجودیکہ مسائل حضور کے ارشادات اور حالات ہی سے بتاتے تھے مگر یہ نہیں کہتے تھے کہ حضور کا یہ ارشاد ہے کہ خدا نخواستہ جھوٹ نہ نکل جائے۔ اس کے بالمقابل ہم اپنی حالتیں دیکھتے ہیں کہ بیدھڑک بے تحقیق حدیث نقل کر دیتے ہیں ذرا بھی نہیں جھجکتے۔ حالانکہ حضور کی طرف منسوب کر کے بات کا نقل کرنا بڑی سخت ذمہ داری ہے۔ فقہ حنفی انہی عبد اللہ بن مسعودؓ سے زیادہ تر لیا گیا ہے۔

● صرف ایک حدیث کیلئے مدینہ منورہ سے دمشق کا سفر اکثر بن قیس کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص ان کی خدمت میں آئے اور کہا کہ میں مدینہ منورہ سے صرف ایک حدیث کی وجہ سے آیا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ وہ آپؐ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ ابوالدرداءؓ نے پوچھا کوئی اور تجارتی کام نہیں تھا،

لے بخاری ۱۰۰۰ مقدمہ اہل سند احمد ذرا ۱۰۰۰ مضمون اگرچہ وہی ہوتا تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حوالہ اسلئے نہ دیتے تھے کہ کہیں کوئی کمی بیشی نہ ہو جائے۔

انہوں نے کہا نہیں۔ ابوالدرداءؓ نے پھر پوچھا کہ کوئی دوسری غرض تو نہ تھی کہا نہیں۔ صرف حدیث ہی معلوم کرنے کیلئے آیا ہوں۔ ابوالدرداءؓ نے فرمایا کہ میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ جو شخص کوئی راستہ علم حاصل کرنے کیلئے چلتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس کیلئے جنت کا راستہ ہل فرمادیتے ہیں اور فرشتے اپنے پر طالب علم کی خوشنودی کے واسطے بچھا دیتے ہیں اور طالب علم کیلئے آسمان زمین کے رہنے والے استغفار کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ مچھلیاں جو پانی میں رہتی ہیں وہ بھی استغفار کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسا کہ چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے اور علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی کو دنیا و درہم کا وارث نہیں بناتے بلکہ علم کا وارث بناتے ہیں۔ جو شخص علم کو حاصل کرتا ہے وہ ایک بڑی دولت کو حاصل کرتا ہے۔ ف۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے فقہائے صحابہؓ میں ہیں۔ حکیم الامت کہلاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کی نبوت کے وقت میں تجارت کیا کرتا تھا۔ میں نے مسلمان ہونے کے بعد چاہا کہ تجارت اور عبادت دونوں کو جمع کروں مگر دونوں اکٹھی نہ رہ سکیں تو مجھے تجارت چھوڑنا پڑی۔ اب میرا دل یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ بالکل دروازہ ہی پر دکان ہو جس کی وجہ سے ایک بھی نماز فوت نہ ہو اور روزانہ چالیس دینار کا نفع ہو اور میں ان سب کو صدقہ کر دوں۔ کسی نے پوچھا کہ ایسی تجارت سے کیوں خفا ہوئے کہ نماز بھی نہ جائے اور اتنا نفع روزانہ کا اللہ کے راستہ میں خرچ ہو۔ پھر بھی پسند نہیں کرتے۔ فرمایا حساب تو دنیا ہی پڑے گا۔ ابوالدرداءؓ رضیہ بھی فرماتے ہیں کہ مجھے موت سے محبت ہے اپنے مرنے سے ملاقات کے شوق میں اور فقر سے محبت ہے تواضع کے واسطے اور بیماری سے محبت ہے گناہ ڈھلنے کے واسطے۔ اوپر کے قصہ میں ایک حدیث کی خاطر اتنا طویل سفر کیا ہے۔ ان حضرات کے یہاں حدیث حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا کچھ اہم نہیں تھا۔ ایک ایک حدیث سننے اور معلوم کرنے کے لئے دور دور کا سفر طے کر لینا ان حضرات کو بہت سہل تھا۔ شعبیؒ ایک مشہور محدث ہیں۔ کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ اپنے کسی شاگرد کو ایک مرتبہ حدیث سنائی اور فرمایا کہ لے گھر بیٹھے مفت مل گئی ورنہ اس سے کم کیلئے بھی مدینہ منورہ کا سفر کرنا پڑتا تھا کہ ابتدا میں حدیث کا مخزن مدینہ طیبہ ہی تھا۔ علمی شغف رکھنے والے حضرات نے بڑے بڑے طویل سفر علم کی خاطر اختیار فرمائے ہیں۔ سعید بن المسیبؒ جو ایک مشہور تابعی ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں ایک ایک حدیث کی خاطر راتوں اور دنوں پیدل چلا ہوں۔ امام الائمہ امام بخاریؒ شوال ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ۲۵۶ھ میں یعنی گیارہ سال کی عمر میں حدیث پڑھنا شروع کی تھی۔ عبد اللہ بن مبارکؒ

کی سب تصانیف بچپن ہی میں حفظ کر لی تھیں۔ اپنے شہر میں جتنی احادیث مل سکیں ان کو حاصل کر لینے کے بعد ۱۲ھ میں سفر شروع کیا۔ والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس وجہ سے یتیم تھے۔ والدہ سفر میں ساتھ تھیں، اسکے بعد بلخ، بغداد، مکہ مکرمہ، بصرہ، کوفہ، شام، عسقلان، حمص، دمشق ان شہروں میں گئے اور ہر جگہ جو ذخیرہ حدیث کا مل سکا حاصل فرمایا اور ایسی نو عمری میں استاد حدیث بن گئے کہ منہ پر داڑھی کا ایک بال بھی نہیں نکلا تھا۔ کہتے ہیں کہ میری اٹھارہ برس کی عمر تھی جب میں نے صحابہؓ اور تابعینؒ کے فیصلے تصنیف کئے۔ حاشدؓ اور ان کے ایک ساتھی کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ ہم لوگوں کے ساتھ استاد کے پاس جایا کرتے۔ ہم لوگ لکھتے اور بخاریؒ دیے ہی واپس آجاتے۔ ہم نے کئی روز گزر جانے پر ان سے کہا کہ تم وقت ضائع کرتے ہو، وہ چپ ہو گئے۔ جب کئی مرتبہ کہا تو کہنے لگے کہ تم نے وق ہی کر دیا۔ لاؤ تم نے کیا لکھا۔ ہم نے اپنا مجموعہ احادیث نکالا جو پندرہ ہزار حدیثوں سے زیادہ مقدار میں تھا۔ انھوں نے اس سب کو حفظ سنا دیا۔ ہم دنگ رہ گئے۔

① حضرت ابن عباسؓ کا علمی شوق اور کوشش | حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد میں نے ایک انصاری سے کہا کہ حضورؐ کا تو وصال ہو گیا ابھی تک صحابہ کرامؓ کی بڑی جماعت موجود ہے۔ آؤ ان سے پوچھ پوچھ کر مسائل یاد کریں۔ ان انصاری نے کہا۔ کیا ان صحابہ کرامؓ کی جماعت کے ہوتے ہوئے بھی لوگ تم سے مسئلہ پوچھنے آئیں گے۔ صحابہؓ کی بہت بڑی جماعت موجود ہے۔ غرض ان صاحب نے تو ہمت کی نہیں، یہاں مسائل کے پیچھے پڑ گیا اور جن صاحب کے متعلق بھی مجھے علم ہوتا کہ فلاں حدیث انھوں نے حضورؐ سے سنی ہے ان کے پاس جاتا اور تحقیق کرتا۔ مجھے مسائل کا بہت بڑا ذخیرہ انصار سے ملا۔ بعض لوگوں کے پاس جاتا اور معلوم ہوتا کہ وہ سور ہے ہیں تو اپنی چادر وہیں چوکھٹ پر رکھ کر انتظار میں بیٹھ جاتا۔ گو ہوا سے منہ پر اور بدن پر مٹی بھی پڑتی رہتی مگر میں وہیں بیٹھا رہتا۔ جب اٹھتے تو جس بات کو معلوم کرنا تھا وہ دریافت کرتا۔ وہ حضرات کہتے بھی کہ تم نے حضورؐ کے چچا زاد بھائی ہو کر کیوں تکلیف کی مجھے بلالیتے مگر میں کہتا کہ میں علم حاصل کرنے والا ہوں اسلئے میں حاضر ہونے کا زیادہ مستحق تھا۔ بعض حضرات پوچھتے کہ تم کب سے بیٹھے ہو۔ میں کہتا بہت دیر سے۔ وہ کہتے کہ تم نے بڑا کیا۔ مجھے اطلاع کر دیتے۔ میں کہتا۔ میرا دل نہ چاہا کہ تم میری وجہ سے اپنی ضروریات سے فارغ ہونے سے پہلے آؤ جسے کہ ایک وقت میں یہ نوبت بھی آئی کہ لوگ علم حاصل کرنے کے واسطے میرے پاس جمع ہونے لگے۔ تب ان انصاری صاحب کو بھی قلق ہوا۔ کہنے لگے کہ یہ لڑکا

ہم سے زیادہ ہوشیار تھا۔ ف: یہی چیز تھی جس نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اپنے وقت میں جبرالامہ اور بحر العلم کا لقب دلویا۔ جب ان کا وصال ہوا تو طائف میں تھے۔ حضرت علیؓ کے صاحبزادہ محمدؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور فرمایا کہ اس امت کا امام ربانی آج رخصت ہوا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ آیتوں کے شان نزول جاننے میں سب سے ممتاز ہیں حضرت عمرؓ ان کو علماء کی ممتاز صف میں جگہ دیتے تھے۔ یہ سب اسی جانتانی کا ثمرہ تھا ورنہ اگر یہ صاحبزادگی کے زعم میں رہتے تو یہ مراتب کیسے حاصل ہوتے۔

۱۱ علم کی عظمت اور اسکے آداب | خود آقائے نامدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جن سے علم حاصل کرو ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ۔ بخاری میں مجاہدؓ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص پڑھنے میں حیا کرے یا تکبر کرے وہ علم حاصل نہیں کر سکتا۔ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے مجھ کو ایک حرف بھی پڑھا دیا میں اس کا غلام ہوں خواہ وہ مجھے آزاد کر دے یا بیچ دے۔ یحییٰ بن کثیر کہتے ہیں کہ علم تن پروری کے ساتھ حاصل نہیں ہوتا۔ امام شافعیؒ کا ارشاد ہے کہ جو شخص علم کو بے دلی اور استغنا کے ساتھ حاصل کرے وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ہاں جو شخص خاکساری اور تنگ دستی کے ساتھ حاصل کرنا چاہے وہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ مغیرہؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ اپنے استاد ابراہیمؒ سے ایسے ڈرتے تھے جیسا کہ بادشاہ سے ڈرا کرتے ہیں۔ یحییٰ بن معینؒ بڑے محدث ہیں امام بخاریؒ ان کے متعلق کہتے ہیں کہ محدثین کا جتنا احترام وہ کرتے تھے اتنا کسی دوسرے کو کرتے میں نے نہیں دیکھا۔ امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ جو استاد کی قدر نہیں کرتا وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ اس قصہ میں جہاں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اساتذہ کے ساتھ تواضع اور انکساری معلوم ہوتی ہے اس کے ساتھ ہی علم کا شغف اور اہتمام بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے پاس کسی حدیث کا ہونا معلوم ہوتا فوراً جاتے اس کو حاصل فرماتے خواہ اس میں کتنی ہی مشقت محنت اور تکلیف اٹھانا پڑتی اور حق یہ ہے کہ بے محنت اور مشقت کے علم تو درکنار معمولی سی چیز بھی حاصل نہیں ہوتی اور یہ تو ضرب المثل ہے من طلب العلم سہو اللہ یا جو شخص بلند مرتبوں کا طالب ہو گا راتوں کو جاگے گا۔

۱۲ متفق علمی کا نام | حارث بن یزیدؒ ابن شبرمہ قعقاعؒ وغیرہ چاروں حضرات عشاء کی نماز کے بعد علمی بحث شروع کرتے۔ صبح کی اذان تک ایک بھی جدا نہ ہوتا۔ لیث بن سعدؒ کہتے ہیں کہ امام زہریؒ عشاء کے بعد با وضو بیٹھ کر حدیث کا سلسلہ شروع فرماتے تو صبح کر دیتے۔ در اور دی

لے داری (ز) لے مقدمہ (ز) یعنی مقدمہ اور جز المساک۔

کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کو میں نے دیکھا کہ مسجد نبویؐ میں عشاء کے بعد سے ایک مسئلہ میں بحث شروع فرماتے اور وہ بھی اس طرح کہ نہ کوئی طعن تشنیع ہوتی نہ تغلیط اور اسی حالت میں صبح ہو جاتی اور اسی جگہ صبح کی نماز پڑھتے۔ ابن فرات بغدادیؒ ایک محدث ہیں جب انتقال ہوا تو اٹھارہ صندوق کتابوں کے چھوڑے۔ جن میں سے اکثر خود اپنے قلم کی لکھی ہوئی تھیں اور کمال یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک صحت نقل اور عمدگی ضبط کے اعتبار سے ان کا لکھا ہوا حجت بھی ہے۔ ابن جوزیؒ مشہور محدث ہیں۔ تین سال کی عمر میں باپ نے مفارقت کی، یتیمی کی حالت میں پرورش پائی۔ لیکن محنت کی حالت یہ تھی کہ جمعہ کی نماز کے علاوہ گھر سے دور نہیں جاتے تھے، ایک مرتبہ منبر پر کہا کہ میں نے اپنی ان انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں۔ ڈھائی سو سے زیادہ خود ان کی اپنی تصنیفات ہیں۔ کہتے ہیں کہ کوئی وقت ضائع نہیں جاتا تھا۔ چار جزر روزانہ لکھنے کا معمول تھا۔ درس کا یہ عالم تھا کہ مجلس میں بعض مرتبہ ایک لاکھ سے زیادہ شاگردوں کا اندازہ کیا گیا۔ امراء و وزراء سلاطین تک مجلس درس میں حاضر ہوتے تھے۔ ابن جوزیؒ خود کہتے ہیں کہ ایک لاکھ آدمی مجھ سے بیعت ہوئے اور بیس ہزار میرے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ہیں۔ اس سب کے باوجود شیعوں کا زور تھا۔ اس وجہ سے تکلیفیں بھی اٹھانا پڑیں۔ احادیث لکھنے کے وقت میں قلموں کا تراشہ جمع کرتے رہتے تھے۔ مرنے کے وقت وصیت کی تھی کہ میرے نہانے کا پانی اسی سے گرم کیا جائے۔ کہتے ہیں کہ صرف غسل میت کے پانی گرم کرنے ہی کے لئے کافی نہ تھا بلکہ گرم کرنے کے بعد بچ بھی گیا تھا۔

یحییٰ بن معینؒ حدیث کے مشہور استاذ ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ان ہاتھوں سے دس لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔ ابن جریرؒ طبریؒ مشہور مؤرخ ہیں۔ صحابہؓ اور تابعینؒ کے احوال کے ماہر چالیس سال تک ہمیشہ چالیس ورق روزانہ لکھنے کا معمول تھا۔ ان کے انتقال پر شاگردوں نے روزانہ کی لکھائی کا حساب لگایا تو بلوغ کے بعد سے مرنے تک چودہ ورق روزانہ کا اوسط نکلا ان کی تاریخ مشہور ہے عام طور سے ملتی ہے۔ جب اس کی تصنیف کا ارادہ ظاہر کیا تو لوگوں سے پوچھا کہ تمام عالم کی تاریخ سے تو تم لوگ بہت خوش ہو گے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اندازاً کتنی بڑی ہوگی۔ کہنے لگے کہ تقریباً تیس ہزار ورق پر آئے گی۔ لوگوں نے کہا اسکے پورا کرنے سے پہلے عمریں فنا ہو جائیں گی۔ کہنے لگے کہ ان شاء اللہ ہمیشہ پست ہو گئیں۔ اُس کے بعد مختصر کیا اور تقریباً تین ہزار ورق پر لکھی۔ اسی طرح ان کی تفسیر کا بھی قصہ ہوا وہ بھی مشہور ہے اور عام

یعنی ایک دوسرے کی بات کو غلط ثابت کرنے کی کوشش نہ کرتا تھا اسے مقدمہ از (یعنی مقدمہ اور جز المسائل سے یعنی انتقال ہو گیا۔

طور سے ملتی ہے۔

دارقطنی حدیث کے مشہور مصنف ہیں۔ حدیث حاصل کرنے کیلئے بغداد، بصرہ، کوفہ، واسطہ، مصر اور شام کا سفر کیا۔ ایک مرتبہ استاذ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ استاذ پڑھ رہے تھے اور یہ کوئی کتاب نقل کر رہے تھے۔ ایک ساتھی نے اعتراض کیا کہ تم دوسری طرف متوجہ ہو، کہنے لگے کہ میری اور تمہاری توجہ میں فرق ہے۔ بتاؤ استاذ نے اب تک کتنی حدیثیں سنائیں، وہ سوچنے لگے۔ دارقطنی نے کہا کہ شیخ نے اٹھارہ حدیثیں سنائی ہیں پہلی یہ تھی۔ دوسری یہ تھی۔ اسی طرح ترتیب وار سب کی سب مع سند کے سنا دیں۔

حافظ اثرم ایک محدث ہیں۔ احادیث کے یاد کرنے میں بڑے مشاق تھے۔ ایک مرتبہ حج کو تشریف لے گئے۔ وہاں خراسان کے ڈوبڑے استاذ حدیث آئے ہوئے تھے اور صرم شریف میں دونوں علیحدہ علیحدہ درس دے رہے تھے۔ ہر ایک کے پاس پڑھنے والوں کا ایک بڑا مجمع موجود تھا۔ یہ دونوں کے درمیان میں بیٹھ گئے اور دونوں کی حدیثیں ایک ہی وقت میں لکھ ڈالیں، عبد اللہ بن مبارک مشہور محدث ہیں۔ حدیثیں حاصل کرنے میں انکی محنتیں مشہور ہیں، خود کہتے ہیں کہ میں نے چار ہزار استاذوں سے حدیث حاصل کی ہے۔ علی بن الحسن کہتے ہیں کہ ایک رات سخت سردی تھی۔ میں اور ابن مبارک مسجد سے عشاء کے بعد نکلے۔ دروازہ پر ایک حدیث میں گفتگو شروع ہو گئی۔ میں بھی کچھ کہتا رہا وہ بھی فرماتے رہے۔ وہیں کھڑے کھڑے صبح کی اذان ہو گئی۔ حمیدی ایک مشہور محدث ہیں جنہوں نے بخاری اور مسلم کی احادیث کو ایک جگہ جمع بھی کیا ہے۔ رات بھر لکھتے تھے اور گرمی کے موسم میں جب گرمی بہت ستاتی تو ایک لگن میں پانی بھر لیتے اور اس میں بیٹھ کر لکھتے۔ سب سے الگ رہتے تھے۔ شاعر بھی ہیں۔ ان کے شعر ہیں :-

لقاء الناس ليس يفيد شيئاً . سوى الهديان من قيل قال

فاقل من لقاء الناس ألا لاخذ العلم او اصلاح حال

ترجمہ :- لوگوں کی ملاقات کچھ فائدہ نہیں دیتی بجز قیل وقال کی بکواس کے، اسلئے لوگوں کی ملاقات کم کر بجز اس کے کہ علم حاصل کرنے کے واسطے استاذ سے یا اصلاح نفس کے واسطے کسی شیخ سے ملاقات ہو۔

امام طبرانی مشہور محدث ہیں۔ بہت سی تصانیف فرمائی ہیں۔ کسی نے ان کی کثرت

سے ایک کے بارے میں۔

تصانیف کو دیکھ کر پوچھا کہ کس طرح لکھیں، کہنے لگے کہ تیس برس بوریے پر گزار دیے، یعنی رات دن بوریے پر پڑے رہتے تھے۔ ابو العباس شیرازی کہتے ہیں کہ میں نے طبرانی سے تین لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ بڑی شدت کیساتھ ناسخ اور نسخ احادیث کی تحقیق فرماتے تھے، کوفہ جو اس زمانہ میں علم کا گھر کہلاتا تھا اس میں جتنے محدثین تھے سب کی احادیث کو جمع فرمایا تھا اور جب کوئی باہر سے محدث آتے تو شاگردوں کو حکم فرماتے کہ ان کے پاس کوئی ایسی حدیث ہو جو اپنے پاس نہ ہو تو اسکی تحقیق کرو۔ ایک علمی مجلس امام صاحب کے یہاں تھی جس میں محدث فقہی اہل لغت کا مجمع تھا۔ جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو اس مجلس میں اس پر بحث ہوتی۔ اور بعض مرتبہ ایک ایک مہینہ بحث رہتی، اسکے بعد جب کوئی بات طے ہوتی تو وہ مذہب قرار دی جاتی اور لکھی جاتی۔

امام ترمذیؒ کے نام سے کون ناواقف ہوگا۔ احادیث کا کثرت سے یاد کرنا اور یاد رکھنا انکی خصوصی شان تھی اور قوت حافظہ میں ضرب المثل تھے۔ بعض محدثین نے ان کا امتحان لیا اور چالیس حدیثیں ایسی سنائیں جو غیر معروف تھیں، امام ترمذیؒ نے فوراً سنا دیں، خود امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ میں نے مکہ مکرمہ کے راستے میں ایک شیخ کی احادیث کے دو جزو نقل کئے تھے، اتفاق سے خود ان شیخ سے ملاقات ہو گئی۔ میں نے درخواست کی کہ وہ دونوں جزو احادیث کے اُستاد سے سُن بھی لوں۔ انھوں نے قبول کر لیا، میں سمجھ رہا تھا کہ وہ جزو میرے پاس ہیں مگر اُستاد کی خدمت میں گیا تو بجائے انکے دو سادے جزو ہاتھ میں تھے۔ اُستاد نے سنانا شروع کیا اتفاقاً انکی نظر پڑی تو میرے ہاتھ میں دو سادے جزو تھے۔ ناراض ہو کر فرمایا تمہیں شرم نہیں آتی۔ میں نے قصہ بیان کیا اور عرض کیا کہ آپ جو سناتے ہیں وہ مجھے یاد ہو جاتا ہے۔ اُستاد کو یقین نہ آیا۔ فرمایا اچھا سناؤ۔ میں نے سب حدیثیں سنادیں۔ فرمایا کہ یہ تم کو پہلے سے یاد ہوں گی، میں نے عرض کیا کہ اور نئی حدیثیں سناد دیجئے۔ انھوں نے چالیس حدیثیں اور سنادیں۔ میں نے اُن کو بھی فوراً سنادیا اور ایک بھی غلطی نہیں کی۔

محدثینؒ نے جو جو محنتیں احادیث کے یاد کرنے میں اُن کو پھیلانے میں کی ہے اُن کا اتباع تو درکنار ان کا شمار کرنا بھی مشکل ہے۔ قرطہؒ ایک محدث ہیں زیادہ مشہور بھی نہیں ہیں۔ انکے

لے اُستاد صاحب کو غصہ اسلئے آیا کہ امام ترمذیؒ نے ان سے حدیثیں سنانے کی درخواست اسلئے کی تھی کہ اپنی لکھی ہوئی حدیثوں کو درست کر لیجئے اور انھوں نے دیکھا کہ سادہ کاپی بیکر حدیثیں سننے جارہے ہیں تو گویا مذاق بنارہے ہیں اور اُستاد کا وقت ضائع کر رہے ہیں۔

ایک شاگرد داؤد کہتے ہیں کہ لوگ ابو حاتم وغیرہ کے حافظہ کا ذکر کرتے ہیں۔ میں نے قرطہ سے زیادہ حافظ نہیں دیکھا، ایک مرتبہ میں ان کے پاس گیا۔ کہنے لگے کہ ان کتب میں سے جو کسی دل چاہے اٹھا لو، میں سنا دوں گا۔ میں نے کتاب الاثر بہ اٹھائی وہ ہر باب کے اخیر سے اول کی طرف پڑھتے گئے اور پوری کتاب سنا دی۔

ابوزرعه کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ اسحق بن راہویہ کہتے ہیں کہ ایک لاکھ حدیثیں میں نے جمع کی ہیں اور تیس ہزار مجھے ازبر یاد ہیں۔ خفاف کہتے ہیں کہ اسحق نے گیارہ ہزار حدیثیں اپنی یاد سے ہمیں لکھوائیں اور پھر ان کو نمبر وار سنایا۔ نہ کوئی حرف کم ہوا نہ زیادہ۔

ابوسعید اصبہانیؓ بغدادی سولہ سال کی عمر میں ابونصرؓ کی احادیث سننے کے لئے بغداد پہنچے، راستے میں ان کے انتقال کی خبر سنی، بے ساختہ رو پڑے چچیں نکل گئیں کہ انکی سند کہاں ملے گی۔ اتنا رنج کہ رونے میں چچیں نکل جائیں جب ہی ہو سکتا ہے جب کسی چیز کا عشق ہو جائے۔ ان کو مسلم شریف حفظ یاد تھی اور حفظ ہی طلبہ کو لکھوایا کرتے تھے۔ گیارہ حج مکے، جب کھانا کھانے بیٹھتے تو آنکھوں میں آنسو بھر آتے۔ ابو عمر ضریرؓ پیدا نشی نابینا تھے مگر حفاظ حدیث میں شمار ہے۔ علم فقہ، تاریخ، فرائض، حساب میں کامل مہارت رکھتے تھے۔

ابوالحسین اصفہانیؓ کو بخاری شریف اور مسلم شریف دونوں یاد تھیں۔ بالخصوص بخاری شریف کا تو یہ حال تھا کہ جو کوئی سند پڑھتا اس کا متن یعنی حدیث پڑھ دیتے اور جو متن پڑھتا اسکی سند پڑھ دیتے تھے۔ شیخ تقی الدینؒ بعلبکی نے چار مہینے میں مسلم شریف تمام حفظ کر لی تھی اور جمع بین الصحیحین کے بھی حافظ تھے۔ صاحب کرامات بزرگ تھے۔ قرآن پاک کے بھی حافظ تھے۔ کہتے ہیں کہ سورۃ النعام ساری ایک دن میں حفظ کر لی تھی۔ ابن السنیؒ امام نسائیؒ کے مشہور شاگرد ہیں۔ حدیث لکھنے میں اخیر تک مشغول رہے۔ ان کے صاحبزادے کہتے ہیں کہ میرے والد نے لکھتے لکھتے دوات میں قلم رکھا اور دونوں ہاتھ دعا کے واسطے اٹھائے اور اسی حال میں انتقال ہو گیا۔ علامہ ساجیؒ نے بچپن میں فقہ حاصل کیا۔ اسکے بعد علم حدیث کا شغل رہا۔ ہرات میں دس برس قیام کیا۔ جس میں چھ مرتبہ ترمذی شریف اپنے ہاتھ سے لکھی۔ ابن مندہؒ سے غرائب شعبہ پڑھ رہے تھے کہ اسی حال میں ابن مندہؒ کا عشرہ کی نماز کے بعد انتقال ہوا،

یعنی کتاب میں بھی ہوئی ترتیب کے خلاف سنا رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ تمام کتاب کا حفظ سنا دینا ہی کیا کچھ کم ہے، لیکن کس بلا کا حافظ تھا کہ تو یہ کتاب سامنے رکھی ہے اور جہد سے چاہتے ہیں پڑھتے جاتے ہیں۔
سے عمل الیوم واللیلۃ ان کی مشہور کتاب ہے۔

پڑھنے والے سے پڑھانے والے کا دلولہ علمی ہے کہ اخیر وقت تک پڑھاتے رہے۔

ابو عمرو خفافؓ کو ایک لاکھ حدیثیں از بر تھیں۔ امام بخاریؒ کے استاد عاصم بن علیؓ جب بغداد پہنچے تو شاگردوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ اکثر ایک لاکھ سے زائد ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ اندازہ لگایا گیا تو ایک لاکھ بیس ہزار ہوئے۔ اسی وجہ سے بعض الفاظ کو کئی کئی مرتبہ کہنا پڑتا۔ ان کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حدیثنا الیث کو چودہ مرتبہ کہنا پڑا۔ ظاہر بات ہے کہ سو لاکھ آدمیوں کو آواز پہنچانے کے واسطے بعض لفظوں کو کئی کئی مرتبہ کہنا ہی پڑے گا۔

ابو مسلم بصریؓ جب بغداد پہنچے تو ایک بڑے میدان میں حدیث کا درس شروع ہوا، سات آدمی کھڑے ہو کر لکھواتے تھے جس طرح عید کی تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ سبق کے بعد دو اتنی شمار کی گئیں تو چالیس ہزار سے زیادہ تھیں اور جو لوگ صرف سننے والے تھے وہ ان سے علیحدہ۔ فریابیؓ کی مجلس میں اسی طرح لکھوانے والے تین سو سولہ تھے۔ اس سے مجمع کا اندازہ اپنے آپ ہو جاتا ہے، اس محنت اور مشقت سے یہ پاک علم آج تک زندہ ہے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے انتخاب کر کے بخاری شریف لکھی ہے۔ جس میں سات ہزار دو سو پچھتر حدیثیں ہیں اور ہر حدیث لکھتے وقت دو رکعت نفل نماز پڑھ کر حدیث لکھی ہے۔ جب یہ بغداد پہنچے تو وہاں کے محدثین نے ان کا امتحان لیا۔ اس طرح کہ دس آدمی متعین ہوئے۔ ان میں سے ہر شخص نے دس دس حدیثیں چھانٹیں جن کو بدل بدل کر ان سے پوچھا۔ یہ ہر سوال کے جواب میں مجھے معلوم نہیں کہتے رہے۔ جب دس کے دس پوچھ چکے تو انھوں نے سب سے پہلے پوچھنے والے کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم نے سب سے پہلی حدیث یہ پوچھی تھی، تم نے اس طرح بیان کی یہ غلط ہے اور صحیح اس طرح ہے۔ دوسری حدیث یہ پوچھی تھی وہ اس طرح تم نے بیان کی یہ غلط ہے اور صحیح اس طرح ہے۔ غرض اسی طرح سو کی سو حدیثیں ترتیب وار بیان فرماویں کہ ہر حدیث کو اول اس طرح پڑھتے جس طرح امتحان لینے والے نے پڑھا تھا۔ پھر کہتے کہ یہ غلط ہے اور صحیح اس طرح ہے۔

امام مسلمؒ نے چودہ برس کی عمر میں حدیث پڑھنا شروع کی تھی۔ اسی میں اخیر تک مشغول رہے۔ خود کہتے ہیں کہ میں نے تین لاکھ احادیث میں سے چھانٹ کر مسلم شریف تصنیف کی ہے جس میں بارہ ہزار حدیثیں ہیں۔ امام ابو داؤدؒ کہتے ہیں کہ میں نے پانچ لاکھ احادیث سنی ہیں جن میں سے انتخاب کر کے سنن ابو داؤد شریف تصنیف کی ہے جس میں چار ہزار آٹھ سو حدیثیں ہیں۔ یوسف مزنی مشہور محدث ہیں۔ اسماء رجال کے امام ہیں۔ اول اپنے شہر میں فقہ اور حدیث حاصل کیا۔

اسکے بعد مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، حلب، حمات بسنیک وغیرہ کا سفر کیا۔ بہت سی کتابیں اپنے قلم سے لکھیں۔ تہذیب الکمال دو سو جلدوں میں تصنیف کی اور کتاب الاطراف اسی جلدوں سے زیادہ ہیں۔ ان کی عادت شریفہ تھی کہ اکثر چپ رہتے۔ بات کسی سے بہت ہی کم کرتے تھے۔ اکثر اوقات کتاب دیکھنے میں مشغول رہتے تھے۔ حاسدوں کی عداوت کا شکار بھی بنے مگر انتقام نہیں لیا۔

ان حضرات کے حالات کا احاطہ دشوار ہے۔ بڑی بڑی کتابیں ان کے حالات اور جانفشانیوں کا احاطہ نہیں کر سکیں۔ یہاں نمونہ کے طور پر چند حضرات کے دو چار واقعات کا ذکر اسلئے کیا تا کہ یہ معلوم ہو کہ وہ علم حدیث جو آج ساڑھے تیرہ سو برس تک نہایت آب و تاب سے باقی ہے وہ کس محنت اور جانفشانی سے باقی رکھا گیا ہے اور جو لوگ علم حاصل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں اپنے آپ کو طالب علم کہتے ہیں وہ کتنی محنت اور مشقت اسکے لئے گوارا کرتے ہیں اگر ہم لوگ یہ چاہیں کہ ہم اپنی عیش و عشرت راحت و آرام سیر و تفریح اور دنیا کے دوسرے مشاغل میں لگے رہیں اور حضورؐ کے پاک کلام کا یہ شیوع اسی طرح باقی رہے تو اس خیال است و محال است و جنوں کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔



فوائد باب

حضورؐ کی فرمانبرداری اور امتثال حکم اور یہ دیکھنا کہ حضورؐ کا نشانہ کیا ہے

ویسے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بر فعل فرماں برداری تھا اور گزشتہ قصوں سے بھی یہ بات خوب روشن ہے۔ لیکن خاص طور سے چند قصے اس باب میں اسلئے ذکر کئے جاتے ہیں کہ ہم لوگ اپنی حالتوں کا اس باب سے خاص طور پر مقابلہ کر کے دیکھیں کہ ہم اللہ کی اور اسکے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی فرماں برداری کہاں تک کرتے ہیں۔ جس پر ہم لوگ ہر وقت اسکے بھی منتظر رہتے ہیں کہ وہ برکات، ترقیات اور ثمرات جو صحابہ کرام کو حاصل ہوتے تھے ہمیں بھی حاصل ہو، اگر واقعی ہم لوگ اس چیز کے متمنی ہیں تو ہمیں بھی وہ کرنا چاہیے جو وہ حضرات کر کے دکھلا گئے ہیں۔

① حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کا چادر کو جلا دینا حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر میں ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے اوپر ایک چادر تھی جو کسم کے رنگ میں ہلکی سی رنگی ہوئی تھی حضورؐ

نے دیکھ کر فرمایا یہ کیا اور رکھا ہے۔ مجھے اس سوال سے حضور کی ناگواری کے آثار معلوم ہوئے، گھر والوں کے پاس واپس ہوا تو انھوں نے چوٹھا جلا رکھا تھا۔ میں نے وہ چادر اس میں ڈال دی دوسرے روز جب حاضری ہوئی تو حضور نے فرمایا وہ چادر کیا ہوئی۔ میں نے قصہ سنا دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ عورتوں میں سے کسی کو کیوں نہ پہنا دی، عورتوں کے پہننے میں تو مضائقہ نہ تھا۔ یہ ف :- اگرچہ چادر کے جلا دینے کی ضرورت نہ تھی، مگر جس کے دل میں کسی کی ناگواری اور ناراضی کی چوٹ لگی ہوئی ہو، وہ اتنی سوچ کا متمثل ہی نہیں ہوتا کہ اسکی کوئی اور صورت بھی ہو سکتی ہے۔ ہاں مجھ جیسا نالائق ہوتا تو نہ معلوم کتنے احتمالات پیدا کر لیتا کہ یہ ناگواری کس درجہ کی ہے اور دریافت تو کر لوں اور کوئی صورت اجازت کی بھی ہو سکتی ہے یا نہیں اور حضور نے پوچھا ہی تو ہے منع تو نہیں کیا وغیرہ وغیرہ۔

۱۲ انصاری کا مکان کو دھا دینا | حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ دولت کدہ سے باہر تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک قبۃ (گنبد دار حجرہ) دیکھا جو اونچا بنا ہوا تھا، ساتھ ہی سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ فلاں انصاری نے قبۃ بنایا ہے۔ حضور سن کر خاموش ہو رہے۔ کسی دوسرے وقت وہ انصاری حاضر خدمت ہوئے اور سلام کیا، حضور نے اعراض فرمایا، سلام کا جواب بھی نہ دیا۔ انھوں نے اس خیال سے کہ شاید خیال نہ ہوا ہو، دوبارہ سلام کیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی اعراض فرمایا اور جواب نہیں دیا۔ وہ اسکی کیسے متمثل ہو سکتے تھے۔ صحابہؓ سے جو وہاں موجود تھے دریافت کیا پوچھا۔ تحقیق کیا کہ میں آج حضور کی نظروں کو پھرا ہوا پاتا ہوں خیر تو ہے۔ انھوں نے کہا کہ حضور باہر تشریف لے گئے تھے۔ راستہ میں تمہارا قبۃ دیکھا تھا اور دریافت فرمایا تھا کہ یہ کس کا ہے۔ یہ سن کر وہ انصاری فوراً گئے اور اسکو توڑ کر ایسا زمین کی برابر کر دیا کہ نام و نشان بھی نہ رہا۔ اور پھر آکر عرض بھی نہیں کیا۔ اتفاقاً حضور ہی کا اسی جگہ کسی دوسرے موقع پر گزر ہوا تو دیکھا کہ وہ قبۃ وہاں نہیں ہے۔ دریافت فرمایا، صحابہؓ نے عرض کیا کہ انصاری نے آنحضرتؐ کے اعراض کا کئی روز ہوئے ذکر کیا تھا۔ ہم نے کہہ دیا تھا کہ تمہارا قبۃ دیکھا ہے۔ انھوں نے آکر اسکو بالکل توڑ دیا، حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہر تعمیر آدمی پر وبال ہے۔ مگر وہ تعمیر جو سخت ضرورت اور مجبوری کی ہو۔ ف :- یہ کمال عشق کی باتیں ہیں ان حضرات

۱۳ ابوداؤدؓ یہ سب سوچنا عقل کا کام ہے۔ عشق ان سوچ فکر کے جھگڑوں سے آزاد ہو کر بنا ہوتا ہے فوراً کر گزرتا ہے بے خطر کو دہرا آتش نبرد میں عشق عقل ہے جو تماشائے لب بام ابھی

۱۴ ابوداؤدؓ۔

کو اس کا تحمل ہی نہیں تھا کہ چہرہ انور کو رنجیدہ دیکھیں یا کوئی شخص اپنے سے حضور کی گرانی محسوس کرے۔ ان صحابی نے قہہ کو گرایا اور پھر یہ بھی نہیں کہ گمانے کے بعد جتانے کے طور پر آکر کہتے کہ آپ کی خوشی کے واسطے گرا دیا بلکہ جب حضور کا خود ہی اتفاق سے ادھر کو تشریف لیجانا ہوا تو ملاحظہ فرمایا حضور کو تعمیر میں روپے کا ضائع کرنا خاص طور سے ناگوار تھا۔ بہت سی احادیث میں اس کا ذکر آیا ہے۔ خود ازواج مطہرات کے مکانات کھجور کی ٹہنیوں کے ٹٹے تھے جن پر ٹاٹ کے پردے پڑے رہتے تھے تاکہ اجنبی نگاہ اندر نہ جاسکے۔ ایک مرتبہ حضور کہیں سفر میں تشریف لے گئے۔ حضرت ام سلمہؓ کو کچھ ثروت حاصل تھی۔ انھوں نے اپنے مکان پر بجائے ٹٹوں کے کچی اینٹیں لگالیں۔ واپسی پر جب حضور نے ملاحظہ فرمایا تو دریافت کیا کہ یہ کیا کیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ اس میں بے پردگی کا احتمال رہتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ بدترین چیز جس میں آدمی کا روپیہ خرچ ہو تعمیر ہے۔ عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور میری والدہ اپنے مکان کی ایک دیوار کو جو خراب ہو گئی تھی درست کر رہے تھے۔ حضور نے ملاحظہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ موت اس دیوار کے گرنے سے زیادہ قریب ہے۔

۳ صحابہ کرام کا سرخ چادرین اتار دینا حضرت رافعؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ سفر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور ہمارے اونٹوں پر چادریں پڑی ہوئی تھیں جن میں سرخ ڈور تھے۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ میں دیکھتا ہوں کہ یہ سرخی تم پر غالب ہوتی جاتی ہے، حضور کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ ہم لوگ ایک دم ایسے گھبرا کے اٹھے کہ ہمارے بھاگنے سے اونٹ بھی ادھر ادھر بھاگنے لگے اور ہم نے فوراً سب چادریں اونٹوں سے اتار لیں۔

ف۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگی میں اس قسم کے واقعات کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ ہاں ہماری زندگی کے اعتبار سے اُن پر تعجب ہوتا ہے۔ ان حضرات کی عام زندگی ایسی ہی تھی۔ عروہ بن مسعود جب صلح حدیبیہ میں جس کا قصہ باب کے نمبر پر گذرا، کفار کی طرف سے

لے کچھ مالی گنجائش تھی وہ ابوداؤد (ز) سے یعنی سرخ دھاریوں کی چادریں تھیں یہ چیز ذرا غور طلب ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم نے سرخ یعنی چادر اورھی ہے اور احادیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرخ رنگ کی ممانعت بھی ثابت ہے۔ اس کے متعلق حافظ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں ذرا تفصیل سے کلام کیا ہے اور اخیر میں ثابت کیا ہے کہ ممانعت اس سرخ کپڑے کی ہے جو تمام کا تمام سرخ ہو اور کبھی چادر جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم زیب تن فرماتے تھے پوری سرخ نہ تھی بلکہ سفید زمین میں سرخ دھایاں ہوتی تھیں۔ لیکن یہاں جو اظہار ناپسندیدگی ہوا ہے۔ وہ درحقیقت سرخ دھاریوں پر نہیں ہے بلکہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ صحابہ کرام میں رفتہ رفتہ سرخ رنگ کی طرف میلان بڑھ رہا تھا اسلئے پیش بندی کے طور پر آپ نے روکا۔ چنانچہ ارشاد گرامی کے الفاظ سے یہ بات صاف معلوم ہو رہی ہے۔ واللہ اعلم وہ ابوداؤد (ز)۔

۶ حضرت سہیل بن حنظلیہ کی عادت اور خیریم کا بال کٹوانا | دمشق میں سہیل بن حنظلیہ نامی ایک صحابی رہا کرتے تھے جو نہایت عیسوی تھے۔ بہت کم کسی سے ملتے جلتے تھے اور کہیں آتے جاتے نہ تھے۔ دن بھر نماز میں مشغول رہتے یا تسبیح اور وظائف میں مسجد میں آتے جاتے، راستہ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ پر جو مشہور صحابی ہیں گزر ہوتا، ابوالدرداء فرماتے کہ کوئی کلمہ خیر سناتے جاؤ تمہیں کوئی نقصان نہیں، ہمیں نفع ہو جائے گا۔ تو وہ کوئی واقعہ حضور کے زمانہ کا یا کوئی حدیث سنا دیتے۔ ایک مرتبہ اسی طرح جا رہے تھے ابوالدرداء نے معمول کے موافق درخواست کی کہ کوئی کلمہ خیر سناتے جائیں۔ کہنے لگے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خیریم اسدی اچھا آدمی ہے۔ اگر دو باتیں نہ ہوں ایک سر کے بال بہت بڑھے رہتے ہیں دوسرے لنگی ٹخنوں سے نیچے باندھتا ہے۔ ان کو حضور کا یہ ارشاد پہنچا فوراً چاقو لے کر بال کانوں کے نیچے سے کاٹ دیے اور لنگی آدھی پنڈلی تک باندھنا شروع کر دی۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان دونوں باتوں کو ارشاد فرمایا اور انھوں نے قسم کھا کر کہا کہ اب نہ ہوں گی مگر دونوں روایتوں میں کچھ اشکال نہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ خود ان سے بھی ارشاد فرمایا ہو اور غیبت میں بھی ارشاد فرمایا ہو جو سننے والے نے ان سے جا کر عرض کر دیا۔

۷ حضرت ابن عمرؓ کا اپنے بیٹے سے نہ بولنا | حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دے دیا کرو۔ ابن عمرؓ کے ایک صاحبزادہ نے عرض کیا کہ ہم تو اجازت نہیں دے سکتے کیونکہ وہ اسکو آئندہ چل کر بہانہ بنالیں گی آزادی اور فساد و آوارگی کا۔ حضرت ابن عمرؓ بہت ناراض ہوئے برا بھلا کہا اور فرمایا کہ میں تو حضور کا ارشاد سناؤں اور تو مجھے کہ اجازت نہیں دے سکتے۔ اس کے بعد سے ہمیشہ کیلئے ان صاحبزادہ سے بولنا چھوڑ دیا۔ صاحبزادہ کا یہ کہنا کہ فساد کا حیلہ بنالیں گی۔ اپنے زمانہ کی حالت کو دیکھ کر تھا۔ اسی وجہ سے خود حضرت عائشہؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ اگر حضور اس زمانہ کی عورتوں کا حال دیکھتے تو ضرور عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع فرما دیتے۔ حالانکہ حضرت عائشہؓ کا زمانہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ زیادہ بعد کا نہیں لیکن اسکے باوجود حضرت ابن عمرؓ کو اس کا تحمل نہیں ہو سکا کہ حضور کے ارشاد کو سن کر اس میں کوئی تردد یا تاثر کیا جائے اور صرف اس بات پر کہ حضور کے ارشاد پر انھوں نے انکار کیا، عمر بھر نہیں

لے ابوداؤد سے غیبت (غین پر زبرد پڑھئے) یعنی انکی عدم موجودگی میں سے سلم ابوداؤد (ز) سے متعدد نسخوں میں یہاں ابن عمرؓ کے بجائے "عمرؓ" ہے۔ یہ بلاشبہ کتابت کی غلطی ہے۔ اسلئے مولانا یونس صاحب مراجعت کے بعد درست کر دیا گیا۔

بولے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس میں دقتیں اٹھانا پڑیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد کی اہمیت کی وجہ سے جو اُن کی جان تھی مسجد سے روکنا بھی مشکل تھا اور زمانہ کے فساد کی وجہ سے جس کا اندیشہ اسی وقت سے شروع ہو گیا تھا اجازت بھی مشکل تھی چنانچہ حضرت عاتکہؓ جن کے کئی نکاح ہوئے جن میں سے حضرت عمرؓ سے بھی ہوا وہ مسجد میں تشریف لے جاتی تھیں اور حضرت عمرؓ کو گراں ہوتا تھا۔ کسی نے اُن سے کہا کہ عمرؓ کو گراں ہوتا ہے، انھوں نے کہا کہ اگر ان کو گراں ہے تو منع کر دیں۔ حضرت عمرؓ کے وصال کے بعد حضرت زبیرؓ سے نکاح ہوا۔ اُن کو بھی یہ چیز گراں تھی مگر روکنے کی ہمت نہ ہوئی۔ تو ایک مرتبہ عشاء کی نماز کے لئے یہ جہاں کو جاتی تھیں راستہ میں بیٹھ گئے اور جب یہ پاس کو گذریں تو ان کو چھڑا۔ خاوند تھے اس لئے انکو تو جائز تھا ہی مگر ان کو خبر نہ ہوئی۔ اندھیرا تھا کہ یہ کون ہیں۔ اسکے بعد سے انھوں نے جانا چھوڑ دیا، دوسرے وقت حضرت زبیرؓ نے پوچھا کہ مسجد میں کیوں جانا چھوڑ دیا۔ کہنے لگیں کہ اب زمانہ نہیں رہا، حضرت ابن عمرؓ سے سوال کہ نماز قصر قرآن میں نہیں [حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ قرآن شریف میں مقیم کی نماز کا بھی ذکر ہے اور خوف کی نماز کا بھی مسافر کی نماز کا ذکر نہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ برادر زادہ اللہ جل شانہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا۔ ہم لوگ انجان تھے کچھ نہیں جانتے تھے۔ بس جو ہم نے اُن کو کرتے دیکھا ہے وہ کریں گے۔ ف:- مقصود یہ ہے کہ ہر مسئلہ کا صراحۃً قرآن شریف میں ہونا ضروری نہیں، عمل کے واسطے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جانا کافی ہے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے قرآن شریف عطا ہوا اور اسکی برابر اور احکام دیئے گئے۔ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ پیٹ بھرے لوگ اپنے گدوں پر بیٹھ کر کہیں گے کہ بس قرآن شریف کو مضبوط پکڑ لو جو اس میں احکام ہیں ان پر عمل کرو۔ ف:- پیٹ بھرے سے مراد یہ ہے کہ اس قسم کے فاسد خیال دولت کے نشہ سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔

⑨ حضرت ابن مغفلؓ کا خذف کی وجہ سے کلام چھوڑ دینا [عبداللہ بن مغفلؓ کا ایک نوعمر بھتیجہ خذف سے کھیل رہا تھا۔ انھوں نے دیکھا اور فرمایا کہ برادر زادہ ایسا نہ کرو۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس سے فائدہ کچھ نہیں نہ شکار ہوتا ہے نہ دشمن کو نقصان پہنچایا جاسکتا ہے، اور اتفاقاً کسی کے لگ جائے تو آنکھ پھوٹ جائے، دانت ٹوٹ جائے، بھتیجہ کم عمر تھا۔ اس نے جب

لے سیمان اللہ ازبان سے روکنے کی بھی ضرورت نہ پڑی اور کام بھی ہو گیا۔ برادر زادہ یعنی بھتیجہ۔ یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بھتیجہ نہ تھے بلکہ جسطرح ہمارے یہاں چھوٹے بچے کو میا کہہ کر پکارتے ہیں۔ عرب میں ایسے موقع پر بھتیجا بولا جاتا ہے۔

سے شکار نہ ہو اور (دز)۔

چچا کو غافل دیکھا تو پھر کھیلنے لگا۔ انھوں نے دیکھ لیا۔ فرمایا کہ میں تجھے حضور کا ارشاد سنا تا ہوں تو پھر اسی کام کو کرتا ہے۔ خدا کی قسم تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گا۔ ایک دوسرے قصہ میں اسکے بعد ہے خدا کی قسم نہ تیرے جنازہ میں شریک ہوں گا نہ تیری عیادت کروں گا۔ ف۔ خذو اسکو کہتے ہیں کہ انگوٹھے پر چھوٹی سی کنکری رکھ کر اسکو انگلی سے پھینک دیا جائے۔ بچوں میں عام طور سے اس طرح کھیلنے کا مرض ہوتا ہے۔ وہ ایسا تو ہوتا نہیں کہ اس سے شکار ہو سکے، ہاں آسمان میں کسی کے اتفاقاً لگ جائے تو اسکو زخمی کر ہی دے۔ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کو اسکا تحمل نہ ہو سکا کہ حضور کا ارشاد سنانے کے بعد بھی وہ بچہ اس کام کو کرے۔ ہم لوگ صبح سے شام تک حضور کے کتنے ارشادات سنتے ہیں اور ان کا کتنا اہتمام کرتے ہیں بشرط اس اپنے متعلق خود ہی فیصلہ کر سکتا ہے۔

① حضرت حکیم بن حزامؓ کا سوال سے عہد حکیم بن عزامؓ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے کچھ طلب کیا۔ حضور نے عطا فرمایا۔ پھر کسی موقع پر کچھ مانگا، حضور نے پھر مرحمت فرمادیا۔ تیسری دفعہ پھر سوال کیا، حضور نے عطا فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ حکیم بن حزامؓ یہ مال سب برباد ہے۔ ظاہر میں بڑی میٹھی چیز ہے، مگر اسکا دستور یہ ہے کہ اگر یہ دل کے استغنا سے ملے تو اس میں برکت ہوتی ہے اور اگر طمع اور لالچ سے حاصل ہو تو اس میں برکت نہیں ہوتی، ایسا ہو جاتا ہے (جیسے جوع البقر کی بیماری ہو) کہ ہر وقت کھائے جاتے اور پیٹ نہ بھرے۔ حکیمؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے بعد اب کسی کو نہیں ستاؤں گا، اسکے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں حکیمؓ کو بیت المال سے کچھ عطا فرمانے کا ارادہ کیا۔ انھوں نے انکار کر دیا۔ اسکے بعد حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں بار بار اصرار کیا مگر انھوں نے انکار ہی فرمادیا۔ ف۔ یہی وجہ ہے کہ ہم لوگوں کے مالوں میں برکت نہیں ہوتی کہ لالچ اور طمع میں گھرے رہتے ہیں۔

② حضرت حذیفہؓ کا جاسوسی کیلئے جانا حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ خندق میں ہماری ایک طرف تو مکہ کے کفار اور ان کے ساتھ دوسرے کافروں کے بہت سے گروہ تھے جو ہم پر چڑھائی کر کے آئے تھے اور حملہ کیلئے تیار تھے اور دوسری طرف خود مدینہ منورہ میں بنو قریظہ کے یہود ہماری دشمنی پر تلے ہوئے تھے جن سے ہر وقت اندیشہ تھا کہ کہیں مدینہ منورہ کو خالی دیکھ کر وہ ہمارے اہل و عیال کو بالکل ختم نہ کر دیں۔ ہم لوگ مدینہ منورہ سے باہر لڑائی کے

سلسلہ میں پڑے ہوئے تھے۔ منافقوں کی جماعت گھر کے خالی اور تنہا ہونے کا بہانہ کر کے اجازت لے کر اپنے گھروں کو واپس جا رہی تھی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر اجازت مانگنے والے کو اجازت مرحمت فرمادیتے تھے۔ اسی دوران میں ایک رات آندھی اس قدر شدت سے آئی کہ نہ اس پہلے کبھی اتنی آئی نہ اس کے بعد، اندھیرا اس قدر زیادہ کہ آدمی کو پاس والا آدمی تو کیا اپنا ہاتھ بھی نظر نہ آتا تھا اور ہوا اتنی سخت کہ اس کا شور بجلی کی طرح گرج رہا تھا منافقین اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ ہم تین تنہا جمع اسی جگہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک کا حال دریافت فرما رہے تھے اور اس اندھیری میں ہر طرف تحقیقات فرما رہے تھے۔ اتنے میں میرے پاس کو حضور کا گزر ہوا، میرے پاس نہ تو دشمن سے بچاؤ کے واسطے کوئی ہتھیار نہ سردی سے بچاؤ کیلئے کوئی کپڑا صرف ایک چھوٹی سی چادر تھی جو اوڑھنے میں گھٹنوں تک آتی تھی اور وہ بھی میری نہیں بیوی کی تھی۔ میں اسکو اوڑھے ہوئے گھٹنوں کے بل زمین سے چمٹا ہوا بیٹھا تھا حضور نے دریافت فرمایا کون ہے۔ میں نے عرض کیا حذیفہ مگر مجھ سے سردی کے مارے اٹھا بھی نہ گیا، اور شرم کے مارے زمین سے چمٹ گیا، حضور نے ارشاد فرمایا کہ اٹھ کھڑا ہو اور دشمنوں کے جتنے میں جا کر ان کی خبر لا کہ کیا ہو رہا ہے۔ میں اسوقت گھبراہٹ خوف اور سردی کی وجہ سے سب سے زیادہ خستہ حال تھا، مگر تعمیل ارشاد میں اٹھ کر فوراً چل دیا۔ جب میں جانے لگا تو حضور نے دُعادی۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَمِنْ فَوْقِهِ وَمِنْ تَحْتِهِ۔۔۔ یا اللہ آپ اسکی حفاظت فرمائیں سامنے سے اور پیچھے سے دائیں سے اور بائیں سے اوپر سے اور نیچے سے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ حضور کا یہ ارشاد فرمانا تھا گویا مجھ سے خوف اور سردی بالکل ہی جاتی رہی اور ہر قدم پر یہ معلوم ہوتا تھا گویا گرمی میں چل رہا ہوں، حضور نے چلتے وقت یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ کوئی حرکت نہ کر کے آئیو، چپ چاپ دیکھ کر آ جاؤ کہ کیا ہوا ہے۔ میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ آگ جل رہی ہے اور لوگ سینک رہے ہیں۔ ایک شخص آگ پر ہاتھ سینکتا ہے اور کوکھ پر پھیرتا ہے اور ہر طرف سے واپس چل دو واپس چل دو کی آوازیں آرہی ہیں۔ ہر شخص اپنے قبیلہ والوں کو آواز دے کر کہتا ہے کہ واپس چلو اور ہوا کی تیزی کی وجہ سے چاروں طرف سے پتھر ان کے خیموں پر برس رہے تھے۔ خیموں کی رسیاں ٹوٹی جاتی تھیں اور گھوڑے وغیرہ جالور ہلاک ہو رہے تھے۔ ابوسفیان جو ساری جماعتوں کا اسوقت گویا سردار بن رہا تھا آگ پر سینک رہا تھا۔ میرے دل میں آیا کہ موقع اچھا ہے اسکو نمٹا چلوں، ترکش سے تیز کال کر کمان میں بھی رکھ لیا مگر پھر حضور کا ارشاد یاد آیا کہ کوئی حرکت نہ کیجیو دیکھ کر چلے آنا۔ اسلئے میں نے

تیر کو ترکش میں رکھ دیا۔ ان کو شبہ ہو گیا، کہنے لگے تم میں کوئی جاسوس ہے۔ ہر شخص اپنے برابر والے کا ہاتھ پکڑ لے، میں نے جلدی سے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا تو کون؟ وہ کہنے لگا سبحان اللہ تو مجھے نہیں جانتا میں فلاں ہوں، میں وہاں سے واپس آیا۔ جب آدھے راستہ پر تھا تو تقریباً بیس سوار عمامہ باندھے ہوئے مجھے ملے۔ انھوں نے کہا اپنے آقا سے کہہ دینا کہ اللہ نے دشمنوں کا انتظام کر دیا ہے فکر رہی۔ میں واپس پہنچا تو حضور ایک چھوٹی سی چادر اوڑھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ ہمیشہ کی عادت شریفہ تھی کہ جب کوئی گھبراہٹ کی بات بیش آتی تو حضور نماز کی طرف متوجہ ہو جایا کرتے تھے۔ نماز سے فراغت پر میں نے وہاں کا جو منظر دیکھا تھا عرض کر دیا۔ جاسوس کا قصہ سن کر دندان مبارک چمکنے لگے۔ حضور نے مجھے اپنے پاؤں مبارک کے قریب لٹا لیا اور اپنی چادر کا ذرا سا حصہ مجھ پر ڈال دیا۔ میں نے اپنے سینے کو حضور کے تلووں سے چمٹا لیا۔ ف۔ ان ہی حضرات کا یہ حصہ تھا اور ان ہی کو زیبا تھا کہ اس قدر سختیوں اور دقتوں کی حالت میں بھی تعمیل ارشاد تن من جان مال سب سے زیادہ عزیز تھی۔ اللہ جل شانہ بلا استحقاق اور بلا اہلیت مجھ ناپاک کو بھی ان کے اتباع کا کوئی حصہ نصیب فرمادیں تو زہے قسمت یہ۔



دسواں باب



عورتوں کا دینی جذبہ

حقیقت یہ ہے کہ اگر عورتوں میں دین کا شوق اور نیک اعمال کا جذبہ پیدا ہو جائے تو اولاد پر اس کا اثر ضروری ہے۔ اسکے برخلاف ہمارے زمانہ میں اولاد کو شروع ہی سے ایسے ماحول میں رکھا جاتا ہے جس میں اس پر دین کے خلاف اثر پڑے یا کم از کم یہ کہ دین کی طرف سے بے توجہی پیدا ہو جائے۔ جب ایسے ماحول میں ابتدائی زندگی گزرے گی تو اس سے جو نتائج پیدا ہوں گے وہ ظاہر ہیں۔

① **تسبیحات حضرت فاطمہؓ** | حضرت علیؓ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ میں تمہیں اپنا اور فاطمہؓ کا جو حضورؐ کی سب سے زیادہ لاڈلی بیٹی تھیں قصہ سناؤں۔ شاگرد نے کہا ضرور۔ فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھ سے چمکی پیستی تھیں جس کی وجہ سے ہاتھ میں نشان پڑ گئے تھے اور گھر کی جھاڑو وغیرہ بھی خود ہی دیتی تھیں جس کی وجہ سے کپڑے میلے پھیلے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لہ آنکی ہوشیاری اور بیچ بکھنے پر آپؐ نے تبسم فرمایا تھہ درمنثور (ز) تھہ اور ہم پڑھنے سننے والوں کو بھی آمین۔

پاس کچھ غلام باندیاں آئیں۔ میں نے فاطمہؓ سے کہا کہ تم بھی جا کر حضورؐ سے ایک خدمت گار مانگ لو تاکہ تم کو کچھ مدد مل جاوے۔ وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، وہاں مجمع تھا اور شرم مزاج میں بہت زیادہ تھی۔ اسلئے شرم کی وجہ سے سب کے سامنے باپت بھی مانگتے ہوئے شرم آئی، وہیں آگئیں، دوسرے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے، ارشاد فرمایا کہ فاطمہؓ کل تم کس کام کیلئے گئی تھیں۔ وہ شرم کی وجہ سے چپ ہو گئیں، میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ ان کی یہ حالت ہے کہ چکی کی وجہ سے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے اور مشک کی وجہ سے سینہ پر رسی کے نشان ہو گئے ہر وقت کے کاروبار کی وجہ سے کپڑے میلے رستے ہیں۔ میں نے ان سے کل کہا تھا کہ آپ کے پاس خادم آئے ہوئے ہیں ایک یہ بھی مانگ لیں اسلئے گئی تھیں۔ بعض روایات میں آیا ہے حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میرے اور علیؓ کے پاس ایک ہی بستر ہے اور وہ بھی مینڈھے کی ایک کھال ہے۔ رات کو اسکو بچھا کر سو جاتے ہیں۔ صبح کو اسی پر گھاس دانہ ڈال کر اونٹ کو کھلاتے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ بیٹی صبر کر۔ حضرت موسیٰؑ اور ان کی بیوی کے پاس دس برس تک ایک ہی بچھونا (بستر) تھا، وہ بھی حضرت موسیٰؑ کا چوغہ تھا، رات کو اسی کو بچھا کر سو جاتے تھے۔ تو تقویٰ حاصل کر اور اللہ سے ڈر اور اپنے پروردگار کا فریضہ ادا کرتی رہ اور گھر کے کاروبار کو ادا کرتی رہ، اور جب سونے کے واسطے لیٹا کرے تو سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کر۔ یہ خادم سے زیادہ اچھی چیز ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا میں اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے راضی ہوں۔ یعنی جو اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی رضا میرے بارہ میں ہو مجھے خوشی منظور ہے۔ یہ بھی زندگی دوجہان کے بادشاہ کی بیٹی کی۔ آج ہم لوگوں میں سے کسی کے پاس دو پیسہ ہو جائیں تو اس کے گھر والے گھر کا کام کاج درکنار اپنا کام بھی نہ کر سکیں، پاخانہ میں لوٹا بھی ماما ہی رکھ کر آئے۔ اس واقعہ میں جو اوپر ذکر کیا گیا صرف سونے کے وقت کا ذکر ہے۔ دوسری حدیثوں میں ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ یہ تینوں کلمے اور ایک مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ بھی آیا ہے۔

② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا صدقہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں دو گونین درہموں کی بھر پیش کی گئیں جن میں ایک لاکھ سے زیادہ درہم تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے طباق منگایا اور ان کو بھر بھر کر تقسیم فرمانا شروع کر دیا۔ اور شام تک سب ختم کر دیئے ایک درہم بھی باقی نہ چھوڑا، خود روزہ دار تھیں۔ افطار کے وقت باندی سے کہا کہ افطار کیلئے کچھ لے آؤ۔ وہ ایک روٹی اور زیتون لے گھر کا کام کاج لے کر آؤ اور زیتون لے کر اشارہ بیوی کی طرف ہے۔

کاتیل لائیں اور عرض کرنے لگیں کیا اچھا ہوتا کہ ایک درہم کا گوشت ہی منگالیتیں۔ آج ہم روزہ گوشت سے افطار کر لیتے۔ فرمانے لگیں۔ اب طعن دینے سے کیا ہوا سوقت یاد دلاتی تو میں منگالیتی ف۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں اس نوع کے نذرانے میر معاویہؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ حضرات کی طرف سے پیش کئے جاتے تھے۔ کیونکہ وہ زمانہ فتوحات کی کثرت کا تھا، مکانوں میں غلہ کی طرح سے اشرفیوں کے انبار پڑے رہتے تھے اور اسکے باوجود اپنی زندگی نہایت سادہ اور نہایت معمولی گذاری جاتی تھی، حتیٰ کہ افطار کے واسطے بھی مالک کے یاد دلانے کی ضرورت تھی۔ پچیس ہزار روپے کے قریب تقسیم کر دیا اور یہ بھی خیال نہ آیا کہ میرا روزہ ہے اور گوشت بھی منگانا ہے۔ آج کل اس قسم کے واقعات اتنے دور ہو گئے ہیں کہ خود واقعہ کے سچا ہونے میں تردد ہونے لگا۔ لیکن اس زمانہ کی عام زندگی جن لوگوں کی نظر میں ہے اُن کے نزدیک یہ اور اس قسم کے سینکڑوں واقعات کچھ بھی تعجب کی چیز نہیں، خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بہت سے واقعات اس کے قریب قریب ہیں۔ ایک دفعہ روزہ دار تھیں اور گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا۔ ایک فقیر نے آکر سوال کیا۔ خادمہ سے فرمایا کہ وہ روٹی اسکو دیدو۔ اس نے عرض کیا کہ افطار کیلئے گھر میں کچھ بھی نہیں۔ فرمایا کیا مضائقہ ہے۔ وہ روٹی اسکو دیدو۔ اس نے دیدی۔ ایک مرتبہ ایک سانب مار دیا۔ خواب میں دیکھا کوئی کہتا ہے کہ تم نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا۔ فرمایا اگر وہ مسلمان ہوتا تو حضورؐ کی بیویوں کے یہاں نہ آتا۔ اس نے کہا۔ مگر پردے کی حالت میں آیا تھا۔ اس پر گھبرا کر آنکھ کھل گئی اور بارہ ہزار درہم جو ایک آدمی کا خوں بہا ہوتے ہیں صدقہ کئے۔ عروہ رضی اللہ عنہ کہتا ہے کہ میں نے ایک دفعہ دیکھا کہ ستر ہزار درہم صدقہ کئے اور اپنے کرتہ میں پیوند لگ رہا تھا۔

حضرت ابن زبیرؓ کا حضرت عائشہؓ کو صدقہ سے روکنا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ کا خفا ہونا حضرت عائشہؓ کے

بھانجے تھے اور وہ ان سے محبت بہت فرماتی تھیں۔ انھوں نے ہی گویا بھانجے کو پالا تھا، حضرت عائشہؓ کی اس فیاضی سے پریشان ہو کر کہ خود تکلیفیں اٹھائیں اور جو آئے وہ فوراً خرچ کر دیں، ایک دفعہ کہہ دیا کہ خالہ کا ہاتھ کسی طرح روکنا چاہیے، حضرت عائشہؓ کو بھی یہ فقرہ پہنچ گیا، اس پر ناراض ہو گئیں کہ میرا ہاتھ روکنا چاہتا ہے اور ان سے نہ بولنے کی نذر کے طور پر قسم کھاتی، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو خالہ کی ناراضی کا بہت صدمہ ہوا، بہت سے لوگوں سے سفارش کرائی، مگر انھوں نے اپنی قسم کا عذر فرما دیا۔ آخر جب عبداللہ بن زبیرؓ بہت ہی پریشان ہوئے تو حضورؐ نے تذکرہ دن لے موطان لے طبقات لے یعنی یہ بات حضرت عائشہؓ کے کانوں تک پہنچ گئی۔

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انھیال کے دو حضرات کو سفارشی بنا کر ساتھ لے گئے۔ وہ دونوں حضرت آجانت لے کر اندر گئے۔ یہ بھی چھپ کر ساتھ ہوئے۔ جب وہ دونوں پردہ کے پیچھے بیٹھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اندر بیٹھ کر بات چیت فرمانے لگیں تو یہ جلدی سے پردہ میں چلے گئے اور جا کر خالہ سے لیٹ گئے اور بہت روئے اور خوشامد کی، وہ دونوں حضرات بھی سفارش کرتے رہے اور مسلمان سے بولنا چھوڑنے کے متعلق حضور کے ارشادات یاد دلاتے رہے اور احادیث میں جو ممانعت اسکی آئی ہے وہ سناتے رہے۔ جس کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان احادیث میں جو ممانعت اور مسلمان سے بولنا چھوڑنے پر جو عتاب وارد ہوا ہے اسکی تاب نہ لاسکیں اور روئے لگیں، آخر معاف فرما دیا اور بولنے لگیں، لیکن اپنی اس قسم کے کفارہ میں بار بار غلام آزاد کرتی تھیں، حتیٰ کہ چالیس غلام آزاد کئے اور جب بھی اس قسم کے توڑنے کا خیال آجاتا اتنا روئیں کہ دوپٹہ تک آنسوؤں سے بھیگ جاتا۔ ف:- ہم لوگ صبح سے شام تک کتنی قسمیں ایک سانس میں کھالیتے ہیں اور پھر اسکی کتنی پرواہ کرتے ہیں۔ اسکا جواب اپنے ہی سوچنے کا ہے۔ دو ٹوٹا شخص کون ہر وقت پاس رہتا ہے جو بتا دے۔ لیکن جن لوگوں کے یہاں اللہ کے نام کی وقعت ہے اور اللہ سے عہد کر لینے کے بعد پورا کرنا ضروری ہے۔ اُن سے پوچھو کہ عہد کے پورا نہ ہونے سے دل پر کیا گزرتی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب یہ واقعہ یاد آتا تھا تو بہت زیادہ روتی تھیں۔

● حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حالت اللہ کے خوف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جتنی محبت تھی وہ کسی سے مخفی نہیں۔ حتیٰ کہ جب حضورؐ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے تو آپؐ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ اس کے ساتھ ہی مسائل سے اتنی زیادہ واقف تھیں کہ بڑے بڑے صحابہ مسائل کی تحقیق کیلئے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، حضرت جبریل علیہ السلام انکو سلام کرتے تھے۔ جنت میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضورؐ کی بیوی ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔ منافقوں نے آپؐ پر تہمت لگائی تو قرآن شریف میں آپؐ کی بڑاۃ نازل ہوئی، خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دس خصوصیات مجھ میں ایسی ہیں کہ کوئی دوسری بیوی ان میں شریک نہیں۔ ابن سعد نے ان کو مفصل نقل کیا ہے۔ صدقہ کی کیفیت پہلے قصوں سے معلوم ہو ہی چکی، لیکن ان سب باتوں کے باوجود اللہ کے خوف کا یہ حال تھا۔ فرمایا کرتیں کہ کاش میں درخت ہی ہو جاتی تو تسبیح کرتی رہتی اور کوئی آخرت کا مطالبہ مجھ سے نہ ہوتا، کاش میں پتھر ہوتی

لے بخاری (۱) یعنی آپکا پاک دامن ہونا قرآن مجید میں نازل ہوا ہے قرآن مجید میں ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے مگر تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں، اسی طرف اشارہ ہے۔

کاش میں مٹی کا ڈلا ہوتی۔ کاش میں پیدا ہی نہ ہوتی، کاش میں درخت کا پتہ ہوتی، کاش میں کوئی گھاس ہوتی۔ ف۔۔ الشہ کے خوف کا یہ منظر دوسرے باب کے پانچویں چھٹے قصہ میں بھی گزر چکا ہے۔ ان حضرات کی یہ عام حالت تھی اللہ سے ڈرنا انھیں کا حصہ تھا۔

۵ حضرت ام سلمہؓ کے خاوند کی دعا اور ہجرت ام المومنین حضرت ام سلمہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت ابو سلمہؓ صحابی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، دونوں میں بہت سی زیادہ محبت اور تعلق تھا، جس کا اندازہ اس قصہ سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ ام سلمہؓ نے ابو سلمہؓ سے کہا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ اگر مرد اور عورت دونوں جنتی ہوں اور عورت مرد کے بعد کسی سے نکاح نہ کرے تو وہ عورت جنت میں اسی مرد کو ملے گی، اسی طرح اگر مرد دوسری عورت سے نکاح نہ کرے تو وہی عورت اس کو ملے گی۔ اسلئے لاؤ ہم اور تم دونوں عہد کر لیں کہ ہم میں سے جو پہلے مر جائے دوسرا نکاح نہ کرے ابو سلمہؓ نے کہا کہ تم میرا کہنا مان لو گی۔ ام سلمہؓ نے کہا کہ میں تو اسی واسطے مشورہ کر رہی ہوں کہ تمہارا کہنا مانوں۔ ابو سلمہؓ نے کہا کہ تو میرے بعد نکاح کر لینا۔ پھر دعا کی کہ یا اللہ میرے بعد ام سلمہؓ کو مجھ سے بہتر خاوند عطا فرما جو نہ اس کو رنج پہنچائے نہ تکلیف دے۔ ابتدائے اسلام میں دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی ہجرت کی۔ اسکے بعد وہاں سے واپسی پر مدینہ طیبہ کی ہجرت کی جس کا مفصل حال خود ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب ابو سلمہؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو اپنے اونٹ پر سامان لاداد اور مجھے اور میرے بیٹے کو سوار کیا اور خود اونٹ کی نکیل ہاتھ میں لے کر چلے۔ میرے میکے کے لوگوں بنو مغیرہ نے دیکھ لیا۔ انھوں نے ابو سلمہؓ سے کہا کہ تم اپنی ذات کے بارے میں آزاد ہو سکتے ہو مگر ہم اپنی لڑکی کو تمہارے ساتھ کیوں جانے دیں کہ یہ ہر در شہر پھرے یہ کہہ کر اونٹ کی نکیل ابو سلمہؓ کے ہاتھ سے چھین لی اور مجھے زبردستی واپس لے آئے۔ میری سسرال کے لوگ بنو عبد الاسد کو جو ابو سلمہؓ کے رشتہ دار تھے جب اس قصہ کی خبر ملی تو وہ میرے میکے والوں بنو مغیرہ سے جھگڑنے لگے کہ تمہیں اپنی لڑکی کا تو اختیار ہے مگر ہم اپنے لڑکے سلمہؓ کو تمہارے پاس کیوں چھوڑ دیں جب کہ تم نے اپنی لڑکی کو اسکے خاوند کے پاس نہیں چھوڑا، اور یہ کہہ کر میرے لڑکے سلمہؓ کو بھی مجھ سے چھین لیا، اب میں اور میرا لڑکا اور میرا شوہر تینوں جدا جدا ہو گئے، خاوند تو مدینہ چلے گئے، میں اپنے میکے میں نہ گئی اور بیٹا اپنی ددھیال میں پہنچ گیا۔ میں روز میدان میں نکل جاتی اور شام تک رویا کرتی،

لے اگر عورت دوسرے خاوند سے نکاح کرے تو اس میں دو حدیں وارد ہوتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ وہ دوسرے کو بیٹا اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اس کو اختیار دیدیا جائیگا کہ جس خاوند کے پاس رہنا چاہے اس کو اختیار کر لے، یہ دوسری حدیث زیادہ مشہور ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن عورتوں کو دونوں خاوند برابر ہوں ان کے حق میں پہلی حدیث ہو۔ اس بارہ میں بھی روایات مختلف ہیں کہ ہر شخص کو کتنی بیبیاں ملیں گی (ذ)

اسی طرح پورا ایک سال مجھے روتے گزر گیا، نہ میں خاوند کے پاس جاسکی نہ بچے مجھے مل سکا، ایک دن میرے ایک چچا زاد بھائی نے میرے حال پر ترس کھا کر اپنے لوگوں سے کہا کہ تمہیں اس سکینہ پر ترس نہیں آتا کہ اسکو بچہ اور خاوند سے تم نے جدا کر رکھا ہے۔ اسکو کیوں نہیں چھوڑ دیتے، غرض میرے چچا زاد بھائی نے کہہ سن کر اس بات پر ان سب کو راضی کر لیا۔ انھوں نے مجھے اجازت دیدی کہ تو اپنے خاوند کے پاس جانا چاہتی ہے تو چلی جا۔ یہ دیکھ کر بنو عبد الاسد نے بھی لڑکا دیدیا۔ میں نے ایک اونٹ تیار کیا اور بچہ گود میں لے کر اونٹ پر تنہا سوار ہو کر مدینہ کو چل دی۔ تین چار میل چلی تھی کہ تنیم بن عثمان بن طلحہ مجھے ملے۔ مجھ سے پوچھا کہ اکیلی کہاں جا رہی ہو۔ میں نے کہا کہ اپنے خاوند کے پاس مدینہ جا رہی ہوں، انھوں نے کہا کوئی تمہارے ساتھ نہیں۔ میں نے کہا کہ اللہ کی ذات کے سوا کوئی نہیں ہے۔ انھوں نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑی اور آگے آگے چل دیئے۔ خدا پاک کی قسم مجھے عثمان سے زیادہ شریف آدمی کوئی نہیں ملا، جب اترنے کا وقت ہوتا وہ میرے اونٹ کو بٹھا کر خود علیحدہ درخت کی آڑ میں ہو جاتے۔ میں اتر جاتی، اور جب سوار ہونے کا وقت ہوتا اونٹ کو سامان وغیرہ لاد کر میرے قریب بٹھا دیتے میں اس پر سوار ہو جاتی اور وہ آکر اس کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چلنے لگتے، اسی طرح ہم مدینہ منورہ پہنچے۔ جب قبا میں پہنچے تو انھوں نے کہا کہ تمہارا خاوند یہیں ہے۔ اس وقت تک ابوسلمہ قبا ہی میں مقیم تھے۔ عثمان مجھے وہاں پہنچا کر خود مکہ مکرمہ واپس ہو گئے، پھر کہا کہ خدا کی قسم عثمان بن طلحہ سے زیادہ کریم اور شریف آدمی میں نے نہیں دیکھا اور اس سال میں جتنی مشقت اور تکلیف میں نے برداشت کی ہے شاید ہی کسی نے کی ہو۔ ف:- اللہ پر بھروسہ کی بات تھی کہ تنہا ہجرت کے ارادہ سے چل دیں، اللہ جل شانہ نے اپنے فضل سے ان کی مدد کا سامان ہیا کر دیا، جو اللہ پر بھروسہ کر لیتا ہے اللہ جل شانہ اس کی مدد فرماتا ہے۔ بندوں کے دل اسی کے قبضہ میں ہیں۔ ہجرت کا سفر اگر کوئی محرم نہ ہو تو تنہا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ ہجرت فرض ہو۔ اسلئے ان کے تنہا سفر پر شرعی اشکال نہیں۔

● حضرت اُمّ زیادؓ کی چند عورتوں کے ساتھ خیبر کی جنگ میں شرکت | حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مردوں کو تو جہاد کی شرکت کا شوق تھا ہی جس کے واقعات کثرت سے نقل کئے جاتے ہیں عورتیں بھی اس چیز میں مردوں سے پیچھے نہیں تھیں۔ ہمیشہ مشاق رہتی تھیں اور جہاں موقع مل جاتا پہنچ جاتیں، ام زیادؓ کہتی ہیں کہ خیبر کی لڑائی میں ہم چھ عورتیں

بہ اسد الغابہ (ز)

جہاد میں شرکت کیلئے چلیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو ہم کو بلایا۔ حضور کے چہرہ انور پر غصہ کے آثار تھے۔ ارشاد فرمایا کہ تم کس کی اجازت سے آئیں اور کس کے ساتھ آئیں، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو اون بنا آتا ہے اور جہاد میں اسکی ضرورت پڑتی ہے، زخموں کی دوائیں بھی ہمارے پاس ہیں اور کچھ نہیں تو مجاہدین کو شیر ہی پکڑنے میں مدد دیدیں گے اور جو بیمار ہوگا اسکی دوا دارو کی مدد ہو سکے گی۔ ستودہ غیرہ گھولنے اور پلانے میں کام دے دیں گے، حضور نے ٹھہر جانے کی اجازت دیدی۔ ف:- حق تعالیٰ شانہ نے اسوقت عورتوں میں بھی کچھ ایسا ولولہ اور جرات پیدا فرمائی تھی جو آج کل مردوں میں بھی نہیں ہے۔ دیکھئے یہ سب اپنے شوق سے خود ہی پہنچ گئیں اور کتنے کام اپنے کرنے کے تجویز کر لئے۔ حنین کی لڑائی میں ام سلیمؓ باوجودیکہ حاملہ تھیں، عبد اللہ بن ابی طلحہ پیٹ میں تھے، شریک ہوئیں اور ایک خنجر ساتھ لئے رہتی تھیں۔ حضور نے فرمایا کہ کس لئے ہے۔ عرض کیا کہ اگر کوئی کافر میرے پاس آئے گا تو اس کے پیٹ میں بھونک دوں گی۔ اس سے پہلے احد وغیرہ کی لڑائی میں بھی یہ شریک ہوتی تھیں، زخموں کی دوا دارو اور بیماریوں کی خدمت کرتی تھیں۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ اور ام سلیمؓ کو دیکھا کہ نہایت مستعدی سے مشک بھر کر لاتی تھیں اور زخموں کو پانی پلاتی تھیں اور جب خالی ہو جاتیں تو پھر بھر لاتی تھیں۔

⑤ حضرت ام حرامؓ رضی اللہ عنہا کی غزوۃ البحر میں شرکت کی تمنا | حضرت ام حرامؓ حضرت انسؓ کی خالہ تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے ان کے گھر تشریف لیجاتے اور کبھی دوپہر وغیرہ کو وہیں آرام بھی فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر آرام فرما رہے تھے کہ مسکراتے ہوئے اُٹھے۔ ام حرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کس بات پر آپ مسکرا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ مجھے دیکھائے گئے جو سمندر پر لڑائی کے ارادہ سے اسطرح سوار ہوئے جیسے تختوں پر بادشاہ بیٹھے ہوں۔ ام حرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرمادیجئے کہ حق تعالیٰ شانہ مجھے بھی ان میں شامل فرمادیں، حضور نے فرمایا تم بھی ان میں شامل ہوگی۔ اسکے بعد پھر حضور نے آرام فرمایا اور پھر مسکراتے ہوئے اُٹھے، ام حرامؓ نے پھر مسکرانے کا سبب پوچھا۔ آپ نے پھر اسی طرح ارشاد فرمایا، ام حرامؓ نے پھر وہی درخواست کی کہ یا رسول اللہ آپ دعا فرمادیں کہ میں بھی ان میں ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم پہلی جماعت میں ہوگی، چنانچہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں امیر معاویہؓ نے جو شام کے حاکم تھے جزائر قبرس پر حملہ کی اجازت چاہی۔ حضرت عثمانؓ نے اجازت دیدی۔ امیر معاویہؓ

نے ایک لشکر کے ساتھ حملہ فرمایا جس میں ام عروم بھی اپنے خاوند حضرت عبادہؓ کے ساتھ لشکر میں شریک ہوئیں اور واپسی پر ایک فوج پر سوار ہو رہی تھیں کہ وہ بدکا اور یہ اس پر سے گر گئیں، جس سے گردن ٹوٹ گئی اور انتقال فرما گئیں اور وہیں دفن کی گئیں۔ ف: یہ دلولہ تھا جہاد میں شرکت کا کہ ہر لڑائی میں شرکت کی دعا کرائی تھیں، مگر چونکہ ان دونوں لڑائیوں میں سے پہلی لڑائی میں انتقال فرمانا متعین تھا اسلئے دوسری لڑائی میں شرکت نہ ہو سکی اور اسی وجہ سے حضورؐ نے اس میں شرکت کی دعا بھی نہ فرمائی تھی۔

● حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی لڑکے کے مرنے پر خاوند سے ہم بستری | ام سلیم حضرت انسؓ کی والدہ تھیں۔ جو اپنے پہلے خاوند یعنی حضرت انسؓ کے والد کی وفات کے بعد بیوہ ہو گئی تھیں اور حضرت انسؓ کی پرورش کے خیال سے کچھ دنوں تک نکاح نہیں کیا تھا۔ اسکے بعد حضرت ابو طلحہؓ سے نکاح کیا جن سے ایک صاحبزادہ ابو عمیرؓ پیدا ہوئے جن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب انکے گھر تشریف لیجاتے تو ہنسی بھی فرمایا کرتے تھے۔ اتفاق سے ابو عمیرؓ کا انتقال ہو گیا۔ ام سلیمؓ نے ان کو نہ لایا دھلایا۔ کفن پہنایا اور ایک چار پائی پر لٹا دیا۔ ابو طلحہؓ کا روزہ تھا۔ ام سلیمؓ نے ان کے لئے کھانا وغیرہ تیار کیا اور خود اپنے آپ کو بھی آراستہ کیا خوشبو وغیرہ لگائی، رات کو خاوند آئے، کھانا وغیرہ بھی کھایا۔ بچہ کا حال پوچھا تو انھوں نے کہہ دیا کہ اب تو سکون ہے، معلوم ہوتا ہے بالکل اچھا ہو گیا وہ بے فکر ہو گئے، رات کو خاوند نے صحبت بھی کی۔ صبح کو جب وہ اٹھے تو کہنے لگیں کہ ایک بات دریافت کرنا تھی اگر کوئی شخص کسی کو مانگی چیز دیدے۔ پھر وہ اسے واپس لینے لگے تو واپس کر دینا چاہیے یا اسے روک لے واپس نہ کرے؟ وہ کہنے لگے کہ ضرور واپس کر دینا چاہیے، روکنے کا کیا حق ہے۔ مانگی چیز کا تو واپس کرنا ہی ضروری ہے۔ یہ سن کر ام سلیمؓ نے کہا کہ تمہارا لڑکا جو اللہ کی امانت تھا وہ اللہ نے لے لیا۔ ابو طلحہؓ کو اس پر رنج ہوا اور کہنے لگے کہ تم نے مجھ کو خبر بھی نہ کی۔ صبح کو حضورؐ کی خدمت میں ابو طلحہؓ نے اس سارے قصہ کو عرض کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعادی اور فرمایا کہ شاید اللہ جل شانہ اس رات میں برکت عطا فرماویں۔ ایک انصاریؓ رہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کی دعا کی برکت دیکھی کہ اس رات کے حمل سے عبد اللہ بن ابی طلحہؓ پیدا ہوئے جن کے نوبچے ہوئے، سب قرآن شریف پڑھا۔ ف: بڑے صبر اور ہمت کی بات ہے کہ اپنا بچہ مرجائے اور ایسی طرح اسکو برداشت کیا جائے کہ خاوند کو بھی محسوس نہ ہونے دے۔ چونکہ خاوند کا روزہ تھا اسلئے خیال ہوا کہ خبر ہونے پر کھانا بھی مشکل ہوگا۔

① حضرت ام حبیبہ کا اپنے باپ کو بستر پر بیٹھنے دینا | ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عبد الشرب بن عرش کے نکاح میں تھیں۔ دونوں خاوند بیوی ساتھ ہی مسلمان ہوئے اور حبشہ کی ہجرت بھی اکتھے ہی کی، وہاں جا کر خاوند مرتد ہو گیا اور اسی حالت ارتداد میں انتقال کیا۔ حضرت ام حبیبہ نے یہ بیوگی کا زمانہ حبشہ ہی میں گزارا جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں نکاح کا پیام بھیجا اور حبشہ کے بادشاہ کی معرفت نکاح ہوا جیسا کہ باب کے ختم پر بیویوں کے بیان میں آئے گا۔ نکاح کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لائیں۔ صلح کے زمانہ میں ان کے باپ ابوسفیان مدینہ طیبہ آئے کہ حضور سے صلح کی مضبوطی کیلئے گفتگو کرنا تھی۔ بیٹی سے ملنے گئے وہاں بستر بچھا ہوا تھا اس پر بیٹھنے لگے تو حضرت ام حبیبہ نے وہ بستر اٹ دیا۔ باپ کو تعجب ہوا کہ بجائے بستر بچھانے کے اُس بچھے ہوئے کو بھی اٹ دیا۔ پوچھا کہ یہ بستر میرے قابل نہیں تھا اسلئے پیٹ دیا یا میں بستر کے قابل نہیں تھا۔ حضرت ام حبیبہ نے فرمایا کہ یہ اللہ کے پاک اور پیارے رسول کا بستر ہے اور تم بوجہ مشرک ہونے کے ناپاک ہو۔ اُس پر کیسے بٹھا سکتی ہوں، باپ کو اس بات سے بہت رنج ہوا اور کہا کہ تم مجھ سے جدا ہونے کے بعد بُری عادتوں میں مبتلا ہو گئیں مگر ام حبیبہ کے دل میں حضور کی جو عظمت تھی اسکے لحاظ سے وہ کب اسکو گوارا کر سکتی تھیں کہ کوئی ناپاک مشرک باپ ہو یا غیر ہو حضور کے بستر پر بیٹھ سکے۔ ایک مرتبہ حضور سے چاشت کی بارہ رکعتوں کی فضیلت سنی تو ہمیشہ اُن کو پابندی سے نبھا دیا۔ اُن کے والد بھی جن کا قصہ ابھی گزرا ہے بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ جب اُن کا انتقال ہوا تو تیسرے دن خوشبو منگائی اور اسکو استعمال کیا اور فرمایا کہ مجھے نہ خوشبو کی ضرورت نہ رغبت، مگر میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عورت کو جائز نہیں کہ خاوند کے علاوہ کسی پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ ہاں خاوند کیلئے چار مہینہ دس دن ہیں۔ اسلئے خوشبو استعمال کرتی ہوں کہ سوگ نہ سمجھا جا، جب خود اپنے انتقال کا وقت ہوا تو حضرت عائشہ رضہ کو بلایا اور اُن سے کہا کہ میرا تمہارا معاملہ سوکن کا تھا اور سوکنوں میں آپس میں کسی نہ کسی بات پر تھوڑی بہت رنجش ہو ہی جاتی ہے۔ اللہ مجھے بھی معاف فرما دیں اور تمہیں بھی۔ حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا اللہ تمہیں سب معاف کرے اور درگزر فرمائیں، یہ سن کر کہنے لگیں کہ تم نے مجھے اس وقت بہت ہی خوشی پہنچائی، اللہ تمہیں بھی خوش و خرم رکھے۔ اسکے بعد اسی طرح ام سلمہ کے پاس بھی آدمی بھیجا۔ ف: یہ سوکنوں کے جو تعلقات آپس میں ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے کی صورت بھی دیکھنا نہیں چاہا کرتیں۔ مگر ان کو یہ اہتمام

لے طبقات از یمنی طبقات ابن سعد۔

تھا کہ دنیا کا جو معاملہ ہو وہ یہیں نمٹ جائے۔ آخرت کا بوجھ سر پر نہ رہے اور حضور کی عظمت اور محبت کا اندازہ تو اس بسترہ کے معاملہ سے ہو ہی گیا۔

① حضرت زینبؓ کا افک کے معاملہ میں صفائی پیش کرنا اُم المؤمنین حضرت زینبؓ بنت جحش رضی اللہ عنہا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ شروع ہی زمانہ میں مسلمان ہو گئی تھیں۔ ابتدا میں آپ کا نکاح حضرت زیدؓ سے ہوا جو حضور کے آزاد کئے ہوئے غلام تھے اور حضور کے متبنی بھی تھے جس کو لے پالک کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے زیدؓ بن محمدؓ کہلاتے تھے مگر حضرت زیدؓ سے حضرت زینبؓ کا نباہ نہ ہو سکا تو انھوں نے طلاق دے دی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ زمانہ جاہلیت کی ایک رسم ٹوٹے وہ یہ کہ متبنی بالکل ہی بیٹے جیسا ہوتا ہے اور اسکی بیوی سے نکاح بھی نہ کرنا چاہیے۔ اسلئے اپنے نکاح کا پیام بھیجا حضرت زینبؓ نے جواب دیا کہ میں اپنے رب کے مشورہ کر لوں یہ کہہ کر وضو کیا اور نماز کی نیت باندھی کہ اللہ سے مشورہ بغیر میں کچھ جواب نہیں دیتی جس کی برکت یہ ہوئی کہ اللہ جل شانہ نے خود حضورؐ کا نکاح حضرت زینبؓ سے کیا اور قرآن پاک کی آیت فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا (پس جب زیدؓ نے اپنی حاجت کو اس سے پورا کر لیا تو ہم نے اس کو تمہارے نکاح میں دیدیا تاکہ نہ رہے مومنین پر تنگی اپنے لے پالکوں کی بیویوں کے بارہ میں جبکہ وہ اپنی حاجت اُن سے پوری کر چکیں اور اللہ کا حکم ہو کر ہی رہا) نازل ہوئی، جب حضرت زینبؓ کو اس آیت کے نازل ہونے پر نکاح کی خوشخبری دی گئی تو جس نے بشارت دی تھی اسکو وہ زیور نکال کر دے دیا جو وہ اسوقت پہن رہی تھیں اور خود سجدہ میں گر گئیں اور دو مہینے کے روزوں کی منت مانی۔ حضرت زینبؓ کو اس بات پر بجا طوید پر فخر تھا کہ سب بیویوں کا نکاح اُن کے عزیز رشتہ داروں نے کیا مگر حضرت زینبؓ کا نکاح آسمان پر ہوا اور قرآن پاک میں نازل ہوا۔ اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ سے مقابلہ کی نوبت بھی آجاتی تھی کہ ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ محبوبہ ہونے پر ناز تھا اور اُن کو آسمان کے نکاح پر ناز تھا۔ لیکن اس کے باوجود حضرت عائشہؓ پر تہمت کے قصہ میں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

آئے جب حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کچھ اطمینان نہ تھا اور اپنے خاموشی اختیار کرنی تھی اور کچھ خاص خاص لوگوں سے حضرت عائشہؓ کے متعلق خیالات دریافت فرماتے تھے۔ اسی سلسلہ میں حضرت زینبؓ بنت جحش سے بھی دریافت فرمایا، لیکن حضرت زینبؓ نے باوجودیکہ حضرت زینبؓ اور حضرت عائشہؓ میں مقابلہ ہا کرتا تھا لیکن حضرت عائشہؓ کے متعلق اچھے خیالات کا اظہار فرمایا مگر بولا بیٹا۔ گود لیا ہوا بیٹا۔

منجملہ اوروں کے ان سے بھی دریافت کیا تو انھوں نے عرض کیا کہ میں عائشہؓ میں بھلائی کے
 سوا کچھ نہیں جانتی، یہ تھی سچی دینداری، ورنہ یہ وقت سوکن کے الزام لگانے کا تھا اور خداوند
 کی نگاہ سے گرانے کا۔ بالخصوص اس سوکن کے جو لاڈلی بھی تھی مگر اس کے باوجود زور سے صفائی
 کی اور تعریف کی۔ حضرت زینبؓ بڑی بزرگ تھیں۔ روزے بھی کثرت سے رکھتی تھیں اور نوافل
 بھی کثرت سے پڑھتی تھیں۔ اپنے ہاتھ سے محنت بھی کرتی تھیں اور جو حاصل ہوتا تھا اسکو
 صدقہ کر دیتی تھیں۔ حضورؐ کے وصال کے وقت ازواج مطہرات نے پوچھا کہ ہم میں سے سب
 سے پہلے آپؐ سے کون سی بیوی ملے گی۔ آپؐ نے فرمایا جس کا ہاتھ لمبا ہو۔ وہ لکڑی لے کر ہاتھ
 ناپنے لگیں۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ ہاتھ کے لمبا ہونے سے بہت زیادہ خرچ کرنا مراد تھا۔
 چنانچہ سب سے پہلے حضرت زینبؓ ہی کا وصال ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ازواج مطہرات
 کی تنخواہ مقرر فرمائی اور ان کے پاس ان کے حصے کا مال بارہ ہزار درہم بھیجے تو یہ سمجھیں کہ یہ سب
 کا ہے فرمانے لگیں کہ تقسیم کیلئے تو اور بیبیاں زیادہ مناسب تھیں۔ قاصد نے کہا کہ یہ سب
 آپؐ ہی کا حصہ ہے اور تمام سال کیلئے ہے تو تعجب سے کہنے لگیں سبحان اللہ اور منہ پر کپڑا ڈال
 لیا کہ اس مال کو دیکھیں بھی نہیں۔ اسکے بعد فرمایا کہ حجرہ کے کونہ میں ڈال دیا جائے اور اس پر
 ایک کپڑا ڈال دیا۔ پھر برزہؓ سے فرمایا (جو اس قصہ کو نقل کر رہے ہیں) کہ اس میں سے ایک ٹھھی
 بھر کر فلاں کو دے آؤ اور ایک ٹھھی فلاں کو، غرض رشتہ دار اور غریبوں بیواؤں کو ایک ایک
 ٹھھی تقسیم کر دیا۔ اس میں جب ذرا سارہ گیا تو برزہؓ نے بھی خواہش ظاہر کی، فرمایا کہ جو کپڑے کے
 نیچے رہ گیا وہ تم لے جاؤ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے جو رہ گیا تھا وہ لے لیا اور لیکر گنا تو چوڑا سی درہم
 تھے۔ اسکے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ یا اللہ آئندہ سال یہ مال مجھے نہ ملے کہ اس کے آنے
 میں بھی قتنہ ہے۔ چنانچہ دوسرے سال کی تنخواہ آنے سے پہلے ہی ان کا وصال ہو گیا۔ حضرت عمرؓ
 کو خبر ہوئی کہ وہ بارہ ہزار تو ختم کر دیئے گئے تو انھوں نے ایک ہزار اور بھیجے کہ اپنی ضرورتوں
 میں خرچ کریں۔ انھوں نے وہ بھی تقسیم کر دیئے۔ باوجود کثرت فتوحات کے انتقال کے وقت
 نہ کوئی درہم چھوڑا نہ مال، صرف وہ گھر ترک تھا جس میں رہتی تھیں۔ صدقہ کی کثرت کی وجہ سے
 ماویٰ المساکین (مساکین کا ٹھکانا) ان کا لقب تھا۔ ایک عورت کہتی ہیں کہ میں حضرت زینبؓ کے
 یہاں تھی، اور ہم گیسو سے کپڑے رنگنے میں مشغول تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف
 لے آئے۔ ہم کو رنگتے ہوئے دیکھ کر واپس تشریف لے گئے۔ حضرت زینبؓ کو خیال پیدا ہوا کہ

لے یعنی بہت زیادہ مال آنے کے باوجود تلہ طبقات۔ (ز)

حضور کو یہ چیز ناگوار ہوئی سب کپڑوں کو جو رنگ تھے فوراً دھو ڈالا۔ دوسرے موقع پر حضور تشریف لائے جب دیکھا کہ وہ رنگ کا منظر نہیں ہے تو اندر تشریف لائے۔ ف: عورتوں کو بالخصوص مال سے جو محبت ہوتی ہے وہ بھی مخفی نہیں اور رنگ وغیرہ سے جو انس ہوتا ہے وہ بھی محتاج بیان نہیں، لیکن وہ بھی آخر عورتیں تھیں جو مال کا رکھنا جانتی ہی نہ تھیں اور حضور کا معمولی سا اشارہ پا کر سارا رنگ دھو ڈالا۔

● حضرت خنساء رضی کی اپنے چار بیٹوں سمیت جنگ میں شرکت | حضرت خنساء

مشہور شاعرہ ہیں۔ اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ مدینہ آکر مسلمان ہوئیں، ابن اثیر کہتے ہیں کہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی عورت نے ان سے بہتر شعر نہیں کہا۔ نہ ان سے پہلے نہ ان کے بعد۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں سلسلہ میں فادیہ کی لڑائی ہوئی، جس میں خنساء اپنے چار بیٹوں سمیت شریک ہوئیں۔ لڑکوں کو ایک دن پہلے بہت نصیحت کی اور لڑائی کی شرکت پر بہت اُبھارا، کہنے لگیں کہ میرے بیٹو تم اپنی خوشی سے مسلمان ہوئے ہو اور اپنی ہی خوشی سے تم نے ہجرت کی۔ اُس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو۔ اسی طرح ایک باپ کی اولاد ہو۔ میں نے نہ تمہارے باپ کی خیانت کی نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا نہ میں نے تمہاری شرافت میں کوئی دھبہ لگایا، نہ تمہارے نسب کو میں نے خراب کیا۔ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کیلئے کافروں سے لڑائی میں کیا کیا ثواب رکھا ہے۔ تمہیں یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیے کہ آخرت کی باقی رہنے والی زندگی دنیا کی فنا ہو جانے والی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔ اللہ جل شانہ کا پاک ارشاد ہے: - **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** ۱۷ (اے ایمان والو! تکالیف پر صبر کرو اور کفار کے مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلہ کیلئے تیار رہو تاکہ تم پورے کامیاب ہو) لہذا کل صبح کو جب تم صبح و سالم اٹھو تو بہت ہوشیاری سے لڑائی میں شریک ہو اور اللہ تعالیٰ سے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد مانگتے ہوئے بڑھو اور جب تم دیکھو کہ لڑائی زور پر آگئی اور اسکے شعلے بھڑکنے لگے تو اسکی گرم آگ میں گھس جانا اور کافروں کے سردار کا مقابلہ کرنا۔ انشاء اللہ جنت میں اکرام کے ساتھ کامیاب ہو کر رہو گے۔ چنانچہ جب صبح کو لڑائی زوروں پر ہوئی تو چاروں لڑکوں میں سے ایک ایک نمبر وار آگے بڑھتا تھا اور اپنی ماں کی نصیحت کو اشعار میں پڑھ کر اُننگ پیدا کرتا تھا اور جب شہید ہو جاتا تھا تو اسی طرح دوسرا بڑھتا تھا اور شہید ہونے تک لڑتا

رہتا تھا بالآخر چاروں شہید ہوئے اور جب ماں کو چاروں کے مرنے کی خبر ہوئی تو انھوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ان کی شہادت سے مجھے شرف بخشا، مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اس کی رحمت کے سایہ میں ان چاروں کے ساتھ میں بھی رہوں گی۔ یہ ایسی بھی اللہ کی بندی مائیں ہوتی ہیں جو چاروں جوان بیٹوں کو لڑائی کی تیزی اور زور میں گھس جانے کی ترغیب دیں اور جب چاروں شہید ہو جائیں اور ایک ہی وقت میں سب کام آجائیں تو اللہ کا شکر ادا کریں۔ یہ

۲۰ حضرت صفیہؓ کا یہودی کو تنہا قتل کر ڈالنا حضرت صفیہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی اور حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن تھیں۔ اُحد کی لڑائی میں شریک ہوئیں اور جب مسلمانوں کو کچھ شکست ہوئی اور بھاگنے لگے تو وہ برچھاؤں کے منہ پر مار مار کر واپس کرتی تھیں۔ غزوہ خندق میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سب مستورات کو ایک قلعہ میں بند فرما دیا تھا اور حضرت حسانؓ بن ثابت کو بطور محافظ کے چھوڑ دیا تھا۔ یہودی کیلئے یہ موقع بہت غنیمت تھا کہ وہ تو اندرونی دشمن تھے ہی۔ یہودی کی ایک جماعت نے عورتوں پر حملہ کا ارادہ کیا اور ایک یہودی لڑکی کو معلوم کرنے کیلئے قلعہ پر پہنچا۔ حضرت صفیہؓ نے کہیں سے دیکھ لیا۔ حضرت حسانؓ سے کہا کہ یہ یہودی موقع دیکھنے آیا ہے۔ تم قلعہ سے باہر نکلو اور اس کو مار دو۔ وہ ضعیف تھے ضعیف کی وجہ سے ان کی ہمت نہ ہوئی تو حضرت صفیہؓ نے ایک خیمہ کا کھونٹا اپنے ہاتھ میں لیا اور خود نکل کر اس کا سر کھل دیا۔ پھر قلعہ میں واپس آ کر حضرت حسانؓ سے کہا کہ چونکہ وہ یہودی مرد تھا نا محرم ہونے کی وجہ سے میں نے اس کا سامان اور کپڑے نہیں اُتارے۔ تم اس کے سب کپڑے اتار لو اور اس کا سر بھی کاٹ لاؤ۔ حضرت حسانؓ ضعیف تھے جس کی وجہ سے اس کی بھی ہمت نہ فرما سکے تو دوبارہ تشریف لے گئیں اور اس کا سر بھی کاٹ لائیں اور دیوار پر کو یہودی کے مجمع میں پھینک دیا۔ وہ دیکھ کر کہنے لگے کہ ہم تو پہلے ہی سے سمجھتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عورتوں کو بالکل تنہا نہیں چھوڑ سکتے ہیں۔ ضرور ان کے محافظ مرد اندر موجود ہیں۔ یہ سنا میں حضرت صفیہؓ کا وصال ہوا، اس لحاظ سے خندق کی لڑائی میں جو سہ ماہ میں ہوئی۔ ان کی عمر اٹھاون سال کی ہوئی۔ آج کل اس عمر کی عورتوں کو گھر کا کام بھی دو بھر ہو جاتا ہے چہ جائیکہ ایک مرد کا اس طرح تنہا قتل کر دینا اور ایسی حالت میں کہ یہ تنہا عورتیں اور دوسری جانب یہودی کا مجمع۔

۱۷۷۔ اسد الغابہ (ز) ۱۷۷ عورت تو عورت آج مردوں میں بھی اس صبر و شکر کا پچا سواں حصہ بھی نہیں ہے۔
۱۷۸۔ اسد الغابہ (ز)۔

۳۰ اسد الغابہ (ز)۔

۱۲ حضرت اسماء کا عورتوں کے آجر کے بارے میں سوال | اسماء بنت یزید انصاری

صحابیہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہیں عورتوں کی طرف سے بطور قاصد کے حضور کی خدمت میں حاضر ہوتی ہوں، بیشک آپ کو اللہ جل شانہ نے مرد اور عورت دونوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ اس لئے ہم عورتوں کی جماعت آپ پر ایمان لائی اور اللہ پر ایمان لائی، لیکن ہم عورتوں کی جماعت مکانوں میں گھری رہتی ہے پردوں میں بند رہتی ہے مردوں کے گھروں میں گڑی رہتی ہے اور مردوں کی خواہشیں ہم سے پوری کی جاتی ہیں، ہم ان کی اولاد کو پیٹ میں اٹھائے رہتی ہیں اور ان سب باتوں کے باوجود مرد بہت سے ثواب کے کاموں میں ہم سے بڑھے رہتے ہیں۔ جمعہ میں شریک ہوتے ہیں جماعت کی نمازوں میں شریک ہوتے ہیں بیماروں کی عیادت کرتے ہیں جنازوں میں شرکت کرتے ہیں اور اس سب بڑھ کر جہاد کرتے رہتے ہیں اور جب وہ حج کیلئے یا عمرہ کیلئے یا جہاد کیلئے جاتے ہیں تو ہم عورتیں ان کے مالوں کی حفاظت کرتی ہیں ان کیلئے کپڑا بنتی ہیں ان کی اولاد کو پالتی ہیں۔ کیا ہم ثواب میں ان کے شریک نہیں حضور اقدس ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ تم نے دین کے بارے میں اس عورت کے بہتر سوال کرنے والی کوئی سنی صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو خیال بھی نہ تھا کہ عورت بھی ایسا سوال کر سکتی ہے، اس کے بعد حضور اقدس ﷺ اسماؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ غور سے سن اور سمجھ اور جن عورتوں نے تجھ کو بھیجا ہے ان کو بتادے کہ عورت کا اپنے خاوند کیساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور اس کی خوشنودی کو ڈھونڈنا اور اس پر عمل کرنا ان سب چیزوں کے ثواب کے برابر ہے۔ اسماءؓ نے جواب سن کر نہایت خوش ہوئی واپس ہو گئیں، ف: عورتوں کا اپنے خاوند کیساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا بہت ہی قیمتی چیز ہے مگر عورتیں اس بہت ہی غافل ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ عجیب لوگ اپنے بادشاہوں اور سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں۔ آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کیا کریں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر میں اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کا حکم کرتا تو عورتوں کو حکم کرتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں۔ پھر حضور نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ عورت اپنے رب کا حق اس وقت تک ادا نہیں کر سکتی جب تک کہ خاوند کا حق ادا نہ کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک اونٹ آیا اور حضور کو سجدہ کیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ جب یہ جانور آپ کو سجدہ کرتا ہے تو ہم زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۔ حضور نے منع فرمایا اور یہی ارشاد

فرمایا کہ اگر میں کسی کو اللہ کے سوا سجدہ کرنے کا حکم کرتا تو عورت کو حکم کرتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو عورت ایسی حالت میں مرے کہ خاوند اس سے راضی ہو وہ جنت میں جائے گی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر عورت خاوند سے ناراض ہو کر علیحدہ رات گزارے تو فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو آدمیوں کی نماز قبولیت کھیلے آسمان کی طرف اتنی بھی نہیں جاتی کہ سر سے اوپر ہی ہو جائے۔ ایک وہ غلام جو اپنے آقا سے بھاگا ہو اور ایک وہ عورت کہ جو خاوند کی نافرمانی کرتی ہو۔

حضرت ام عمارہؓ کا اسلام اور جنگ میں شرکت | حضرت ام عمارہ انصاریہؓ ان عورتوں میں ہیں جو اسلام کے شروع زمانہ میں مسلمان ہوئیں اور بیعتہ عقبہ میں شریک ہوئیں۔ عقبہ کے معنی گھاٹی کے ہیں۔ حضورؐ اول چھپ کر مسلمان کرتے تھے۔ کیونکہ مشرک و کافر لوگ نو مسلموں کو سخت تکلیف پہنچاتے تھے۔ مدینہ کے کچھ لوگ حج کے زمانہ میں آتے تھے اور منیٰ کے پہاڑ میں ایک گھاٹی میں چھپ کر مسلمان ہوتے تھے۔ تیسری مرتبہ جو لوگ مدینہ سے آئے ہیں ان میں یہ بھی تھیں۔ ہجرت کے بعد جب لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا تو یہ اکثر لڑائیوں میں شریک ہوئیں۔ بالخصوص احد، حدیبیہ، خیبر، عمرہ القضا، حنین اور یمامہ کی لڑائی میں۔ احد کی لڑائی کا قصہ خود ہی سناتی ہیں کہ میں مشکیزہ پانی کا بھر کر احد کو چل دی کہ دیکھوں مسلمانوں پر کیا گزری اور کوئی پیاسا زخمی ملا تو پانی پلا دوں گی۔ اس وقت ان کی عمر تینتالیس برس کی تھی۔ ان کے خاوند اور دو بیٹے بھی لڑائی میں شریک تھے۔ مسلمانوں کو فتح اور غلبہ ہو رہا تھا۔ مگر تھوڑی دیر میں جب کافروں کو غلبہ ظاہر ہونے لگا تو میں حضورؐ کے قریب پہنچ گئی اور جو کافر ادھر کا رخ کرتا تھا اسکو ہٹاتی تھی۔ ابتدا میں ان کے پاس ڈھال بھی نہ تھی، بعد میں ملی جس پر کافروں کا حملہ روکتی تھیں۔ کمر پر ایک کپڑا باندھ رکھا تھا جس کے اندر مختلف چیتھڑے بھرے ہوئے تھے۔ جب کوئی زخمی ہو جاتا تو ایک چیتھڑا نکال کر جلا کر اس زخم میں بھر دیتی۔ خود بھی کئی جگہ سے زخمی ہوئیں، بارہ تیرہ جگہ زخم آئے جن میں ایک بہت سخت تھا۔ ام سعیدؓ کہتی ہیں کہ میں نے ان کے ہونڈھے پر ایک بہت گہرا زخم دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کس طرح پڑا تھا۔ کہنے لگیں کہ احد کی لڑائی میں جب لوگ ادھر ادھر پریشان پھر رہے تھے تو ابن قیسہؓ یہ کہتا ہوا بڑھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں مجھے کوئی بتا دو کہ کدھر ہیں۔ اگر آج وہ بچ گئے تو میری نجات نہیں۔ مصعب بن عمیرؓ اور چند آدمی اس کے سامنے آگئے جن میں میں بھی تھی۔ اس نے میرے ہونڈھے پر وار کیا۔ میں نے

لے جمع الفوائد (ز)

بھی کئی وار کئے۔ مگر اس پر دوسری زرعہ بھی اسلئے زرعہ سے حملہ رک جاتا تھا۔ یہ زخم ایسا سخت تھا کہ سال بھر تک علاج کیا مگر اچھا نہ ہوا۔ اسی دوران میں حضورؐ نے حمراء الاسد کی لڑائی کا اعلان فرمادیا۔ ام عمارہؓ بھی کمر باندھ تیار ہو گئیں مگر چونکہ پہلا زخم بالکل ہر اتھا اسلئے شریک نہ ہو سکیں۔ حضورؐ جب حمراء الاسد سے واپس آئے تو سب سے پہلے ام عمارہؓ کی خیریت معلوم کی اور جب معلوم ہوا کہ افاقہ ہے تو بہت خوش ہوئے۔ اس زخم کے علاوہ اُحد کی لڑائی میں اور بھی بہت سے زخم آئے تھے۔ ام عمارہؓ کہتی ہیں کہ اصل میں وہ لوگ گھوڑے سوار تھے اور ہم پیدل تھے اگر وہ بھی ہماری طرح سے پیدل ہوتے جب بات تھی۔ اس وقت اصل مقابلہ کا پتہ چلتا۔ جب کوئی گھوڑے پر آتا اور مجھے مارتا تو اس کے حملوں کو میں ڈھال پر روکتی رہتی اور جب وہ مجھ سے منھ موڑ کر دوسری طرف چلتا تو میں اس کے گھوڑے کی ٹانگ پر حملہ کرتی اور وہ کٹ جاتی جس سے وہ بھی گرتا اور سوار بھی گرتا اور جب وہ گرتا تو حضورؐ میرے لڑکے کو آواز دے کر میری مدد کیلئے بھیجتے میں اور وہ دونوں مل کر اسکو نمٹا دیتے۔ ان کے بیٹے عبداللہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ میرے بائیں بازو میں زخم آیا اور خون تھمتا نہ تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ پیٹی باندھ لو۔ میری والدہ آئیں اپنی کمر سے کچھ کپڑا نکالا پیٹی باندھی اور باندھ کر کہنے لگیں کہ جا کافروں سے مقابلہ کر۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ فرمانے لگے ام عمارہؓ اتنی ہمت کون رکھتا ہوگا جتنی تو رکھتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوران میں انکو اور ان کے گھرانے کو کئی بار دعائیں بھی دیں اور تعریف بھی فرمائی۔ ام عمارہؓ کہتی ہیں کہ اسی وقت ایک کافر آیا تو حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کہ یہی ہے جس نے تیرے بیٹے کو زخمی کیا ہے۔ میں بڑھی اور اس کی پینڈلی پر وار کیا جس سے وہ زخمی ہوا اور ایک دم بیٹھ گیا۔ حضورؐ مسکرائے اور فرمایا کہ بیٹے کا بدلہ لے لیا۔ اسکے بعد ہم لوگ آگے بڑھے اور اسکو نمٹا دیا۔ حضورؐ نے جب ہم لوگوں کو دعائیں دیں تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ دعا فرمائیے کہ حق تعالیٰ شانہ جنت میں آپ کی رفاقت نصیب فرمائیں۔ جب حضورؐ نے اس کی دعا فرمادی تو کہنے لگیں کہ اب مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ دنیا میں مجھ پر کیا مصیبت گذری۔ اُحد کے علاوہ اور بھی کئی لڑائیوں میں انکی شرکت اور کارنامے ظاہر ہوئے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اوتداد کا زور شور ہوا اور یمامہ میں زبردست لڑائی ہوئی۔ اس میں بھی ام عمارہؓ شریک تھیں، ان کا ایک ہاتھ بھی اس میں کٹ گیا تھا اور اسکے علاوہ گیارہ زخم بدن پر آئے تھے۔ انہیں زخموں

لہ یعنی عرب کے بہت سے لوگ اسلام سے منھ موڑ کر کفر کی طرف لوٹنے لگے۔

کی حالت میں مدینہ طیبہ پہنچیں۔ ف:- ایک عورت کے یہ کارنامے ہیں۔ جن کی عمر احد کی لڑائی میں تینتالیس برس کی تھی۔ جیسا کہ پہلے گزرا اور پیامہ کی لڑائی میں تقریباً باون برس کی۔ اس عمر میں ایسے معرکوں کی شرکت کرامت ہی کہی جاسکتی ہے۔

۵) حضرت ام حکیم کا اسلام اور جنگ میں شرکت ام حکیم بنت عمارت جو عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی تھی اور گھار کی طرف سے احد کی لڑائی میں بھی شریک ہوئی تھیں۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو مسلمان ہو گئیں، خاوند سے بہت زیادہ محبت تھی۔ مگر وہ اپنے باپ کے اثر کی وجہ سے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اور جب مکہ فتح ہو گیا تو یمن بھاگ گئے تھے، انھوں نے حضور سے اپنے خاوند کیلئے امن چاہا اور خود یمن پہنچیں۔ خاوند کو بڑی مشکل سے واپس آنے پر راضی کیا اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار سے اُن کے دامن ہی میں پناہ مل سکتی ہے تم میرے ساتھ چلو۔ وہ مدینہ طیبہ واپس آکر مسلمان ہوئے اور دونوں میاں بیوی خوش و غرم رہے، پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب روم کی لڑائی ہوئی تو اس میں عکرمہ بھی شریک ہوئے اور یہ بھی ساتھ تھیں۔ حضرت عکرمہ اس میں شہید ہو گئے تو خالد بن سعید نے ان سے نکاح کر لیا اور اسی سفر میں مرج الصفر ایک جگہ کا نام ہے وہاں رخصتی کا ارادہ کیا۔ بیوی نے کہا کہ ابھی دشمنوں کا جھگڑا ہے اسکو نمٹنے دیجئے۔ خاوند نے کہا مجھے اس معرکہ میں اپنے شہید ہونے کا یقین ہے وہ بھی چپ ہو گئیں اور وہیں ایک منزل پر خیمہ میں رخصتی ہوئی۔ صبح کو ولیمہ کا انتظام ہو ہی رہا تھا کہ رومیوں کی فوج چڑھ آئی اور گھسان کی لڑائی ہوئی جس میں خالد بن سعید شہید ہوئے۔ ام حکیم نے اس خیمہ کو اکھاڑا جس میں رات گزری تھی اور اپنا سب سامان باندھا اور خیمہ کا کھونٹا لیکر خود بھی مقابلہ کیا اور سات آدمیوں کو تنہا قتل کیا۔ ف:- ہمارے زمانہ کی کوئی عورت تو درکنار مرد بھی ایسے وقت میں نکاح کو تیار نہ ہوتا۔ اور اگر نکاح ہو بھی جاتا تو اس اچانک شہادت پر روتے روتے نہ معلوم کتنے دن سوگ میں گذرتے۔ اس اللہ کی بندی نے خود بھی جہاد شروع کر دیا اور عورت ہو کر سات آدمیوں کو قتل کیا۔

۶) حضرت سیمہ ام عمار کی شہادت سیمہ بنت خیاط حضرت عمارؓ کی والدہ تھیں جن کا قصہ پہلے باب کے ساتویں نمبر پر گزر چکا ہے۔ یہ بھی اپنے لڑکے حضرت عمارؓ اور اپنے خاوند حضرت یاسرؓ کی طرح اسلام کی خاطر قسم قسم کی تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کرتی تھیں

لے طبقات (ز) ۱۷۱ اسد الغابہ

مگر اسلام کی سچی محبت جو دل میں گھر کر چکی تھی اس میں ذرا بھی فرق نہ آتا تھا۔ ان کو گرمی کے سخت وقت دھوپ میں کنکریوں پر ڈالا جاتا تھا اور لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کیا جاتا تھا تاکہ دھوپ سے لوہا پینے لگے اور اسکی گرمی سے تکلیف میں زیادتی ہو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر کو گذر ہوتا تو صبر کی تلقین فرماتے اور جنت کا وعدہ فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت سمیہ کھڑی تھیں کہ ابو جہل کا ادھر کو گذر ہوا برا بھلا کہا اور غصہ میں برچھا شرمگاہ پر مارا جس کے زخم سے انتقال فرما گئیں۔ اسلام کی خاطر سب پہلی شہادت انہیں کی ہوئی۔

ف: عورتوں کا اس قدر صبر ہمت اور استقلال قابل رشک ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ جب آدمی کے دل میں کوئی چیز گھر کر جاتی ہے تو اسکی ہر بات سہل ہو جاتی ہے۔ اب بھی عشق کے بیسیوں قصے اس قسم کے سننے میں آتے ہیں کہ جان دیدی۔ مگر یہی جان دینا اگر اللہ کے راستہ میں ہو، دین کی خاطر ہو تو دوسری زندگی میں جو مرنے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہے سرخروئی کا سبب ہے اور اگر کسی دنیاوی غرض سے ہو تو دنیا تو گئی تھی ہی آخرت بھی برباد ہوئی، حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادی اسماءؓ کی تنگدستی اور محنت و مشقت حضرت اسماءؓ

بنت ابی بکرؓ حضرت ابو بکرؓ کی بیٹی اور عبداللہ بن زبیرؓ کی والدہ اور حضرت عائشہؓ کی سوتیلی بہن مشہور صحابیات میں ہیں۔ شروع ہی میں مسلمان ہو گئی تھیں۔ کہتے ہیں کہ سترہ آدمیوں کے بعد یہ مسلمان ہوئی تھیں۔ ہجرت سے ستائیس سال پہلے پیدا ہوئیں اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ پہنچ گئے تو حضرت زیدؓ وغیرہ کو بھیجا کہ ان دونوں حضرات کے اہل و عیال کو لے آئیں۔ ان کے ساتھ ہی حضرت اسماءؓ بھی چلی آئیں۔ جب قبا میں پہنچیں تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے۔ اور ہجرت کے بعد سب پہلی پیدائش ان کی ہوئی۔ اس زمانہ کی عام غربت تنگدستی فقر و فاقہ مشہور و معروف ہے اور اس کے ساتھ ہی اس زمانہ کی ہمت جفاکشی بہادری، جرات ضرب المثل ہیں۔ بخاری میں حضرت اسماءؓ کا طرز زندگی خود ان کی زبان سے نقل کیا ہے۔ فرماتی ہیں کہ جب میرا نکاح زبیرؓ سے ہوا تو ان کے پاس نہ مال تھا نہ جائیداد نہ کوئی خادم کام کرنے والا نہ کوئی اور چیز، ایک اونٹ پانی لا کر لانے والا اور ایک گھوڑا۔ میں ہی اونٹ کے لئے گھاس وغیرہ لاتی تھی اور گھوڑے کی گھٹلیاں کوٹ کر دانہ کے طور پر کھلاتی تھی۔ خود میں پانی بھر کر لاتی اور پانی کا ڈول پھٹ جاتا تو اسکو آب ہی سیتی تھی اور خود

۱۔ اسد الغابہ (ز)، ۲۔ یعنی حضرت اسماءؓ جو حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادی اور عبداللہ بن زبیرؓ کی والدہ ہیں اور حضرت عائشہؓ کی سوتیلی بہن، یہ عمر میں حضرت عائشہؓ سے دس سال بڑی تھیں۔

ہی گھوڑے کی ساری خدمت گھاس دانہ وغیرہ کرتی تھی اور گھر کا سارا کاروبار بھی انہیں ہی دیتی تھی۔ مگر ان سب کاموں میں گھوڑے کی خبر گیری اور خدمت میرے لئے زیادہ مشقت کی چیز تھی۔ روٹی البتہ مجھے اچھی طرح پکانا نہیں آتی تھی تو میں آٹا گوندھ کر اپنے پڑوس کی انصار عورتوں کے یہاں لے جاتی۔ وہ بڑی سچی مخلص عورتیں تھیں، میری روٹی بھی پکا دیتی تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچنے پر زبیرؓ کو ایک زمین جاگیر کے طور پر دے دی جو دو میل کے قریب تھی۔ میں وہاں سے اپنے سر پر کھجور کی گٹھلیاں لاد کر لایا کرتی تھی۔ میں ایک مرتبہ اسی طرح آ رہی تھی اور گھڑی میرے سر پر تھی۔ راستہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مل گئے اونٹ پر تشریف لارہے تھے اور انصار کی ایک جماعت ساتھ تھی۔ حضورؐ نے مجھے دیکھ کر اونٹ ٹھیرایا اور اسکو بیٹھنے کا اشارہ کیا تاکہ میں اس پر سوار ہو جاؤں۔ مجھے مردوں کے ساتھ جاتے ہوئے شرم آئی اور یہ بھی خیال آیا کہ زبیرؓ کو غیرت بہت ہی زیادہ ہے۔ ان کو بھی یہ ناگوار ہوگا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے انداز سے سمجھ گئے کہ مجھے اس پر بیٹھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ حضورؐ تشریف لے گئے میں گھر آئی اور زبیرؓ کو قصہ سنایا کہ اس طرح حضورؐ ملے اور یہ ارشاد فرمایا۔ مجھے شرم آئی اور تمہاری غیرت کا بھی خیال آیا۔ زبیرؓ نے کہا کہ خدا کی قسم تمہارا گٹھلیاں سر پر رکھ کر لانا میرے لئے اس سے بہت زیادہ گراں ہے۔ (مگر مجبوری یہ تھی کہ یہ حضرات خود تو زیادہ تر جہاد میں اور دین کے دوسرے امور میں مشغول رہتے تھے۔ اسلئے گھر کے کاروبار عام طور پر عورتوں ہی کو کرنا پڑتے تھے) اس کے بعد میرے باپ حضرت ابو بکرؓ نے ایک خادم جو حضورؐ نے ان کو دیا تھا میرے پاس بھیج دیا۔ جس کی وجہ سے گھوڑے کی خدمت سے مجھے خلاصی ملی گویا بڑی قید سے میں آزاد ہو گئی۔ ف۔ ب۔ عرب کا دستور پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے کہ کھجور کی گٹھلیاں کوٹ کر یا چکی میں دل کر پھر پانی میں بھگو کر جانوروں کو دانہ کے طور پر کھلاتے ہیں۔

۱۸ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ہجرت کے وقت تمام مال لیجانا جب حضرت ابو بکرؓ اور حضرت اسماءؓ کا اپنے دادا کو اطمینان دلانا۔ ہجرت فرما کر تشریف

لے جا رہے تھے تو اس خیال سے کہ نہ معلوم راستہ میں کیا ضرورت درپیش ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی ساتھ تھے۔ اسلئے جو کچھ مال اس وقت موجود تھا جس کی مقدار پانچ چھ ہزار درہم تھی وہ سب ساتھ لے گئے تھے۔ ان حضرات کے تشریف لیجانے کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے والد

لہ یعنی اس زمین کا فاصلہ گھر سے دو میل کے قریب تھا۔

ابو قحافہ جو نابینا ہو گئے تھے اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ پوتیوں کے پاس تسلی کے لئے آئے۔ آکر افسوس سے کہنے لگے کہ میرا خیال ہے کہ ابو بکرؓ نے اپنے جانے کا صدمہ بھی تم کو پہنچایا اور مال بھی شاید سب لے گیا کہ یہ دوسری مشقت تم پر ڈالی۔ اسماءؓ کہتی ہیں۔ میں نے کہا نہیں دادے آباؤہ تو بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ یہ کہہ کر میں نے چھوٹی چھوٹی ہتھیریاں جمع کر کے گھر کے اس طاق میں بھر دیں جس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے درہم پڑے رہتے تھے اور ان پر ایک کپڑا ڈال کر دادے کا ہاتھ اس کپڑے پر رکھ دیا۔ جس سے انھوں نے ہاتھ سے یہ اندازہ کیا کہ یہ درہم بھرے ہوئے ہیں۔ کہنے لگے خیر یہ اُس نے اچھا کیا تمہارے گزارہ کی صورت اس میں ہو جائیگی۔ اسماءؓ کہتی ہیں کہ خدا کی قسم کچھ بھی نہیں چھوڑا تھا مگر میں نے دادے کی تسلی کیلئے یہ صورت اختیار کی کہ انکو اس کا صدمہ نہ ہو یوسفؑ۔ یہ دل گردہ کی بات ہے ورنہ دادے سے زیادہ ان لڑکیوں کو صدمہ ہونا چاہیے تھا اور جتنی بھی شکایت اس وقت دادا کے سامنے کرتیں درست تھا کہ اس وقت کا ظاہری سہارا ان پر ہی تھا۔ ان کے متوجہ کرنے کی بظاہر بہت ضرورت تھی کہ ایک تو باپ کی جدائی دوسرے گزارہ کی کوئی صورت ظاہر نہیں، پھر مکہ والے عام طور سے دشمن اور بے تعلق مگر اللہ جل شانہ نے ایک ایک ادا ان سب حضرات کو مردہوں یا عورت ایسی عطا فرمائی تھی کہ رشک آنے کے سوا اور کچھ بھی نہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اول میں نہایت مالدار اور بہت بڑے تاجر تھے۔ لیکن اسلام کی اور اللہ کی راہ میں یہاں تک خرچ فرمایا کہ غزوہ تبوک میں جو کچھ گھر میں تھا سب ہی کچھ لا دیا جیسا کہ چھٹے باب کے چوتھے قصبے میں مفصل گزرا ہے اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں پہنچا جتنا ابو بکرؓ کے مال نے، میں ہر شخص کے احسانات کا بدلہ دے چکا ہوں مگر ابو بکرؓ کے احسانات کا بدلہ اللہ ہی دیں گے۔

● حضرت اسماءؓ کی سخاوت حضرت اسماءؓ بڑی سخی تھیں۔ اول جو کچھ خرچ کرتی تھیں اندازہ سے ناپ تول کر خرچ کرتی تھیں مگر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ باندھ باندھ کر نہ رکھا کرو اور نہ حساب لگایا کرتی تھیں بھی قدرت میں ہو خرچ کیا کرو، تو پھر خوب خرچ کرنے لگیں۔ اپنی بیٹیوں اور گھر کی عورتوں کو نصیحت کیا کرتی تھیں کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے اور صدقہ کرنے میں ضرورت سے زیادہ ہونے اور بچنے کا انتظار نہ کیا کرو کہ اگر ضرورت سے زیادتی کا انتظار کرتی رہو گی تو ہونے کا ہی نہیں۔ (کہ ضرورت

لے مسند احمد (۲) ۱۷ جتنا بھی اپنے بس کا ہو۔

خود بڑھتی رہتی ہے) اور اگر صدقہ کرتی رہو گی تو صدقہ میں خرچ کر دینے سے نقصان میں نہ رہو گی۔ ف۔ ان حضرات کے پاس جتنی تنگی اور ناداری تھی اتنی ہی صدقہ و خیرات اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی گنجائش اور وسعت تھی۔ آج کل مسلمانوں میں افلاس و تنگی کی عام شکایت ہے۔ مگر شاید ہی کوئی ایسی جماعت نکلے جو پیٹ پر پتھر باندھ کر گذر کرتی ہو یا ان پر کئی کئی دن کا مسلسل فاقہ ہو جاتا ہو۔

۲۰ حضورؐ کی بیٹی حضرت زینبؓ کی ہجرت اور انتقال | دو جہان کے سردار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب نبوت کے دس برس پہلے جب کہ حضورؐ کی عمر شریف تیس برس کی تھی پیدا ہوئیں اور خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن زبج سے نکاح ہوا۔ ہجرت کے وقت حضورؐ کے ساتھ نہ جاسکیں۔ ان کے خاوند بدر کی لڑائی میں کفار کے ساتھ شریک ہوئے اور قید ہوئے۔ اہل مکہ نے جب اپنے قیدیوں کی رہائی کیلئے فدیے ارسال کئے تو حضرت زینبؓ نے بھی اپنے خاوند کی رہائی کیلئے مال بھیجا جس میں وہ بار بھی تھا جو حضرت خدیجہؓ نے جہیز میں دیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو دیکھا تو حضرت خدیجہؓ کی یاد تازہ ہوئی۔ ابدیدہ ہوئے اور صحابہؓ کے مشورہ سے یہ قرار پایا کہ ابوالعاص کو بلا فدیہ کے اس شرط پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ واپس جا کر حضرت زینبؓ کو مدینہ طیبہ بھیج دیں۔ حضورؐ نے دو آدمی حضرت زینبؓ کو لینے کیلئے ساتھ کر دیئے کہ وہ مکہ سے باہر کھڑ جائیں اور ان کے پاس تک ابوالعاص پہنچو ادیں۔ چنانچہ حضرت زینبؓ اپنے دیور کنانہ کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہوئیں۔ کفار کو جب اس کی خبر ہوئی تو آگ بگولہ ہو گئے اور ایک جماعت مزاحمت کیلئے پہنچ گئی جن میں حبار بن اسود جو حضرت خدیجہؓ کے چچا زاد بھائی کا لڑکا تھا اور اس لحاظ سے حضرت زینبؓ کا بھائی ہوا۔ وہ اور اس کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ ان دونوں میں سے کسی نے اور اکثروں نے حبار ہی کو لکھا ہے۔ حضرت زینبؓ کے نیزہ مارا جس سے وہ زخمی ہو کر اونٹ سے گریں چونکہ حاملہ تھیں اسوجہ سے پیٹ سے بچہ بھی ضائع ہوا، کنانہ نے تیروں سے مقابلہ کیا۔ ابوسفیان نے ان سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی اور اس طرح علی الاعلان چلی جائے، یہ تو گوارا نہیں۔ اسوقت واپس چلو۔ پھر چپکے سے بھیج دینا۔ کنانہ نے اس کو قبول

لے طبقات (از) ۱۵ اور صحابہ کرامؓ میں پیٹ پر پتھر باندھنے تک کی نوبت بھی آتی تھی اور اسکے باوجود صدقہ خیرات آج کے مقابلہ میں بہت زیادہ کرتے تھے ۱۵ حضرت زینبؓ کے خاوند اور اہل مکہ کے دوسرے فوجی مسلمانوں کے ہاتھ میں مدینہ میں گرفتار تھے۔ مکہ والوں نے جب اپنے قیدیوں کو چھڑانے کیلئے بدلے کے طور پر مال بھیجا تو حضرت زینبؓ نے بھی اپنے خاوند کو چھڑانے کیلئے اپنے باپ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس مال بھیجا، اس میں انکی والدہ ام المومنین حضرت خدیجہؓ کا بھی ہار تھا۔

کر لیا۔ اور واپس آئے۔ دو ایک روز بعد پھر روانہ کیا۔ حضرت زینبؓ کا یہ زخم کسی سال تک رہا اور کئی سال اس میں بیمار رہ کر شہید ہوئے۔ انتقال فرمایا۔ رضی اللہ عنہا۔ اور نماز حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستانی تھی۔ دفن کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود قبر میں اترے اور دفن فرمایا۔ اتنے وقت بہت رنجیدہ تھے، جب باہر تشریف لائے تو چہرہ کھلا ہوا تھا۔ صحابہؓ نے دریافت کیا تو ارشاد فرمایا کہ مجھے زینبؓ کے ضعف کا خیال تھا۔ میں نے دعا کی کہ قبر کی تنگی اور اس کی سختی اس سے ہٹا دی جائے، اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تو صاحبزادی اور دین کی خاطر اتنی مشقت اٹھائی کہ جان بھی اُس میں دی۔ پھر بھی قبر کی تنگی کیلئے حضورؐ کی دعا کی ضرورت پیش آئی تو ہم جیسوں کا کیا پوچھنا۔ اسلئے آدمی کو اکثر اوقات قبر کیلئے دعا کرنا چاہیے، خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم کی وجہ سے اکثر اوقات عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ اللہم احفظنا منہ ببینہ و کرمہ و فضیلتہ

حضرت ربیع بنت معوذ کی غیرت دینی | ربیع بنت معوذ ایک انصاری صحابیہ رہی ہیں۔ اکثر لڑائیوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئی ہیں۔ زخمیوں کی دوا دار و فرمایا کرتی تھیں اور مقتولین اور شہداء کی نعشیں اٹھا کر لایا کرتی تھیں۔ حضورؐ کی ہجرت سے پہلے مسلمان ہو گئی تھیں۔ ہجرت کے بعد شادی ہوئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شادی کے دن ان کے گھر تشریف لے گئے تھے۔ وہاں چند لڑکیاں خوشی میں شعر پڑھ رہی تھیں جن میں انصار کے اسلامی کارنامے اور ان کے بڑوں کا ذکر تھا جو بدر کی لڑائی میں شہید ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے یہ مصرع بھی پڑھا:۔ دینا نبی یعلم ما فی غد (ہم میں ایک ایسے نبی ہیں جو آئندہ کی باتوں کو جانتے ہیں) حضورؐ نے اسکو پڑھنے کو منع فرمادیا۔ کیونکہ آئندہ کے حالات اللہ ہی کو معلوم ہیں۔ ربیع کے والد حضرت معوذہ ابو جہل کے قتل کرنے والوں میں ہیں۔ ایک عورت جس کا نام اسماء تھا، عطر بیچا کرتی تھی۔ وہ ایک مرتبہ چند عورتوں کے ساتھ حضرت ربیعہ کے گھر بھی گئی اور ان سے نام حال پتہ وغیرہ جیسے کہ عورتوں کی عادت ہوتی ہے دریافت کیا، انھوں نے بتا دیا۔ ان کے والد کا نام سن کر وہ کہنے لگی کہ تو اپنے سردار کے قاتل کی بیٹی ہے۔ ابو جہل چونکہ عرب کا سردار شمار کیا جاتا تھا۔ اسلئے اپنے سردار کا قاتل کہا۔ یہ سن کر ربیعہ کو غصہ آگیا۔ کہنے لگیں کہ میں اپنے غلام کے قاتل کی بیٹی ہوں۔ ربیعہ کو

لے خیس اصدا الغابہ (۱) آہ آہین سے راز پر پیش پڑھئے بار پر فتح (ذہر) اور یار پر تشدید اور کسرہ (زیر)۔

غیرت آئی کہ ابو جہل کو اپنے باپ کا سردار بنے۔ اسلئے انہوں نے اپنے غلام کے لفظ سے ذکر کیا۔ اسماء کو ابو جہل کے متعلق غلام کا لفظ سن کر غصہ آیا اور کہنے لگی کہ مجھ پر حرام ہے کہ تیرے ہاتھ عطر فروخت کروں، ربیع نے کہا کہ مجھ پر بھی حرام ہے کہ تجھ سے عطر خریدوں۔ میں نے تیرے عطر کے سوا کسی عطر میں گندگی اور بدبو نہیں دیکھی۔ ربیع کہتی ہیں کہ میں نے بدبو کا لفظ اس کے جلانے کو کہا تھا۔ یہ حمیت اور دینی غیرت تھی کہ دین کے اس سخت دشمن کے متعلق وہ سرداری کا لفظ نہ سن سکیں۔ آج کل دین کے بڑے سے بڑے دشمن پر بھی اس سے اونچے اونچے لفظ بولے جاتے ہیں۔ اور کوئی شخص اگر منع کرے تو وہ تنگ نظر بتا دیا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ منافق کو سردار مت کہو۔ اگر وہ تمہارا سردار ہو گیا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کیا۔

معلومات: حضور کی بیبیاں اور اولاد

اپنے آقا اور دو جہان کے سردار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں اور اولاد کا حال معلوم کرنے کا اشتیاق ہوا کرتا ہے اور ہر مسلمان کو ہونا چاہیے بھی۔ اسلئے مختصر حال ان کا لکھا جاتا ہے کہ تفصیل حالات کیلئے تو بڑی ضخیم کتاب چاہیے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح جن پر محدثین اور مؤرخین کا اتفاق ہے گیارہ عورتوں سے ہوا۔ اس سے زیادہ میں اختلاف ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ ان سب میں پہلا نکاح حضرت خدیجہ سے ہوا جو بیوہ تھیں۔ حضور کی عمر شریف اس وقت پچیس برس کی تھی اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس برس کی تھی۔ حضور کی اولاد بھی بجز حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سب انہیں سے ہوئی جن کا بیان بعد میں آئے گا۔

● حضرت خدیجہ کے حالات | حضرت خدیجہ کے نکاح کی سب سے اول تجویز ورقہ بن نوفل سے ہوئی تھی۔ مگر نکاح کی نوبت نہیں آئی۔ اسکے بعد دو شخصوں سے نکاح ہوا۔ اہل مایح کا اس میں اختلاف ہے کہ ان دونوں میں پہلے کس سے ہوا۔ اکثر کی رائے یہ ہے کہ پہلے عتیق بن عائد سے ہوا جن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جن کا نام ہند تھا اور وہ بڑی ہو کر مسلمان ہوئیں اور صاحب اولاد بھی۔ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ عتیق سے ایک لڑکا بھی ہوا جس کا نام

ابو اسد الغبار (ز) اور اسکو واداری اور ملک کیساتھ وفاداری قرار دیا جاتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ہر جگہ بے ادبی سے نام لینا دانشمندی کے خلاف ہے مگر جو شخص اسلام اور اہل اسلام کا دشمن ہے اسکا احترام کیوں کیا جائے (ابوداؤد و ز)۔

عبداللہ یا عبد مناف تھا۔ عتیق کے بعد پھر حضرت خدیجہؓ کا نکاح ابوہالہ سے ہوا جن سے ہند اور ہالہ دو اولاد ہوئیں۔ اکثر لوگ نے کہا ہے کہ دونوں لڑکے تھے۔ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ ہند لڑکا ہے اور ہالہ لڑکی۔ ہند حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے۔ ابوہالہ کے انتقال کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا جس وقت کہ حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس برس کی تھی۔ نکاح کے بعد پچیس برس حضورؐ کے نکاح میں رہیں اور رمضان سن ۶۱ھ میں پینیسٹھ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بیحد محبت تھی اور ان کی زندگی میں کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا۔ ان کا لقب اسلام سے پہلے ہی سے طاہرہ تھا۔ اسی وجہ سے ان کی اولاد جو دوسرے خاندانوں سے ہے وہ بھی بنو طاہرہ کہلاتی ہے۔ ان کے فضائل حدیث کی کتابوں میں کثرت سے ہیں۔ ان کے انتقال پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قبر مبارک میں اتر کر دفن فرمایا تھا۔ نماز جنازہ اس وقت تک مشروع نہیں ہوئی تھی۔ ان کے بعد اسی سال شوال میں حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ سے نکاح ہوا، اس میں بھی اختلاف ہے کہ ان دونوں میں کس کا نکاح پہلے ہوا، بعض مؤرخین نے حضرت عائشہؓ سے نکاح پہلے ہونا لکھا ہے اور بعضوں کی رائے یہ ہے کہ حضرت سودہؓ سے پہلے ہوا۔ بعد میں حضرت عائشہؓ رہے۔

● حضرت سودہؓ کے حالات حضرت سودہؓ بھی بیوہ تھیں۔ ان کے والد کا نام زمعہ بن قیس ہے۔ پہلے سے اپنے چچا زاد بھائی سکران بن عمروؓ کے نکاح میں تھیں۔ دونوں مسلمان ہوئے اور ہجرت فرما کر حبشہ تشریف لے گئے اور حبشہ میں سکران کا انتقال ہو گیا۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ مکہ واپس آ کر انتقال فرمایا۔ ان کے انتقال کے بعد سلمہ نبویؓ میں حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے کچھ دنوں بعد ان سے نکاح ہوا اور رخصتی حضرت عائشہؓ کی رخصتی سے سب کے نزدیک پہلے ہی ہوئی۔ حضورؐ کی عادت شریفہ تو کثرت سے نماز میں مشغول رہنا تھی ہی، ایک مرتبہ حضورؐ سے انھوں نے عرض کیا کہ رات آپؐ نے اتنا مبارکوح کیا کہ مجھے اپنی ناک سے نکسیر نکلنے کا ڈر ہو گیا۔ (یہ بھی حضورؐ کے پیچھے نماز پڑھ رہی تھیں۔ چونکہ بدن کی بھاری تھیں اس وجہ سے اول بھی مشقت ہوئی ہوگی) ایک مرتبہ حضورؐ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا۔ انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ مجھے خاوند کی خواہش نہیں مگر یہ تمنا ہے کہ جنت میں حضورؐ کی بیویوں میں داخل رہوں۔ اسلئے مجھے آپؐ طلاق نہ دیں۔ میں اپنی باری عائشہؓ کو دیتی ہوں۔ اسکو حضورؐ نے قبول فرمایا اور اس وجہ سے ان کی باری کا دن حضرت عائشہؓ کے حصہ میں آتا تھا۔ سن ۶۲ھ

یا ۵۵ھ میں اور بعض نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے اخیر زمانہ خلافت میں وفات پائی۔ ان کے علاوہ ایک سودہ اور بھی ہیں جو قریش ہی کی ہیں۔ حضورؐ نے ان سے نکاح کا ارادہ فرمایا، انھوں نے عرض کیا کہ مجھے ساری دنیا میں سب سے زیادہ محبوب آپؐ ہیں۔ مگر میرے پاس چھ بچے ہیں، مجھے یہ بات گراں ہے کہ وہ آپؐ کے سر ہانے روئیں چلائیں، حضورؐ نے ان کی اس بات کو پسند فرمایا، تعریف کی اور نکاح کا ارادہ ملتوی فرمادیا۔

۳ حضرت عائشہؓ کے حالات حضرت عائشہؓ نے سے بھی نکاح مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے سوال سنہ نبوی میں ہوا۔ جس وقت کہ ان کی عمر چھ سال کی تھی۔ حضورؐ کی بیویوں میں یہی صرف ایک ایسی ہیں جن سے کنوارے پن میں نکاح ہوا اور باقی سب نکاح بیوگی کی حالت میں ہوا۔ نبوت سے چار سال بعد یہ پیدا ہوئیں اور ہجرت کے بعد جب کہ ان کی عمر کو نو اٹھ برس تھا رخصتی ہوئی اور اٹھارہ سال کی عمر میں حضورؐ کا وصال ہوا اور چھٹیا سٹھ سال کی عمر میں، ۱۷ رمضان ۵۷ھ کو منگل کی شب میں ان کا وصال ہوا۔ خود ہی وصیت فرمائی تھی کہ مجھے عام قبرستان میں جہاں اور بیبیاں دفن کی گئی ہیں دفن کیا جائے، حضورؐ کے قریب حجرہ شریفہ میں نہ دفن کیا جائے چنانچہ بقیع میں دفن کی گئیں۔ عرب میں یہ مشہور تھا کہ سوال کے مہینہ میں نکاح نامبارک ہوتا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرا نکاح بھی سوال میں ہوا۔ رخصتی بھی سوال میں ہوئی۔ حضورؐ کی بیویوں میں کون سی مجھ سے زیادہ نصیبہ ور اور حضورؐ کی محبوبہ تھی۔

حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد خولہؓ حکیم کی بیٹی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہؐ آپؐ نکاح نہیں کرتے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کس سے۔ عرض کیا کنواری بھی ہے بیوہ بھی ہے جو منظور ہو۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا تو عرض کیا کہ کنواری تو آپؐ کے سب سے زیادہ دوست ابو بکرؓ کی لڑکی عائشہؓ ہے اور بیوہ سودہ بنت زمعہ۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا تذکرہ کر کے دیکھ لو۔ وہ وہاں سے حضرت ابو بکرؓ کے گھر آئیں اور حضرت عائشہؓ کی والدہ ام رومانؓ سے عرض کیا کہ میں ایک بڑی خیر و برکت لے کر آئی ہوں۔ دریافت کرنے پر کہا کہ حضورؐ نے مجھے عائشہؓ سے منگنی کرنے کیلئے بھیجا ہے۔ ام رومانؓ نے کہا وہ تو ان کی بیٹی ہے اس سے کیسے نکاح ہو سکتا ہے۔ اچھا ابو بکرؓ کو آنے دو۔ ابو بکرؓ اس وقت گھر پر موجود نہ تھے، ان کے تشریف لانے پر ان سے بھی یہی ذکر کیا۔ انھوں نے بھی یہی جواب دیا کہ وہ تو حضورؐ کی بیٹی ہے، حضورؐ سے کیسے نکاح ہو سکتا ہے۔ خولہؓ نے جا کر حضورؐ سے عرض کیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ

وہ میرے اسلامی بھائی ہیں۔ اُن کی لڑکی سے میرا نکاح جائز ہے۔ خولہ واپس ہوئیں اور حضرت ابو بکرؓ کو جواب سنایا۔ وہاں کیا دیر تھی۔ کہا بلا لاؤ حضورؐ تشریف لے گئے اور نکاح ہو گیا۔ ہجرت کے بعد چند مہینے گزر جانے پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے دریافت کیا کہ آپؐ اپنی بیوی عائشہؓ کو کیوں نہیں بلا لیتے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سامان مہیا نہ ہونے کا عذر فرمایا، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے نذرانہ پیش کیا جس سے تیاری ہوئی اور سوال سلسلہ یا سلسلہ میں چاشت کے وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ ہی کے دولت کدہ پر پناہ یعنی رخصتی ہوئی۔ یہ تین نکاح حضورؐ کے ہجرت سے پہلے ہوئے اسکے بعد جتنے نکاح ہوئے وہ ہجرت کے بعد ہوئے۔

۴ حضرت حفصہؓ کے حالات حضرت عائشہؓ کے بعد حضرت عمرؓ کی صاحبزادی

حضرت حفصہؓ سے نکاح ہوا، حضرت حفصہؓ نبوت سے پانچ برس قبل مکہ میں پیدا ہوئیں پہلا نکاح مکہ ہی میں خنیس بن حذافہ سے ہوا، یہ بھی پرانے مسلمان ہیں جنہوں نے اول حبشہ کی ہجرت کی پھر مدینہ طیبہ کی ہجرت کی۔ بدر میں بھی شریک ہوئے اور اسی لڑائی میں یا احد کی لڑائی میں انکے ایسا زخم آیا جس سے اچھے نہ ہوئے اور سلسلہ یا سلسلہ میں انتقال فرمایا۔ حضرت حفصہؓ بھی اپنے خاوند کے ساتھ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ ہی آگئی تھیں۔ جب بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمرؓ نے اول حضرت ابو بکر صدیقؓ سے درخواست کی کہ میں حفصہؓ کا نکاح تم سے کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے سکوت فرمایا۔ اسکے بعد حضرت عثمانؓ کی اہلیہ حضورؐ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا جب انتقال ہوا تو حضرت عثمانؓ سے ذکر فرمایا۔ انہوں نے فرمادیا کہ میرا تو اس وقت نکاح کا ارادہ نہیں۔ حضورؓ سے حضرت عمرؓ نے اس کی شکایت کی تو حضورؓ نے ارشاد فرمایا کہ میں حفصہؓ کے لئے عثمانؓ سے بہتر خاوند اور عثمانؓ کیلئے حفصہؓ سے بہتر بیوی بتاتا ہوں۔ اسکے بعد حضرت حفصہؓ سے سلسلہ یا سلسلہ میں خود نکاح کیا اور حضرت عثمانؓ کا نکاح اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ سے کر دیا۔ ان کے پہلے خاوند کے انتقال میں نور خین کا اختلاف ہے کہ بدر کے زخم سے شہید ہوئے یا احد کے۔ بدر سلسلہ میں ہے اور احد سلسلہ میں، اسی وجہ سے ان کے نکاح میں بھی اختلاف ہے۔ اسکے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ جب تم نے حفصہؓ کے نکاح کا ذکر کیا تھا اور میں نے سکوت کیا تھا تمہیں اس وقت ناگہاری ہوئی ہوگی مگر چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان سے نکاح کا تذکرہ فرما چکے تھے۔ اسلئے نہ تو میں قبول کر سکتا تھا اور حضورؓ کے راز کو ظاہر کر سکتا تھا۔ اسلئے سکوت کیا تھا۔ اگر حضورؓ ارادہ ملتوی فرمادیتے

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ سے نکاح کا ذکر حضرت ابو بکرؓ سے رازدارانہ طور پر پہلے ہی کیا تھا۔

تو میں ضرور کر لیتا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ابو بکرؓ کے سکوت کا حضرت عثمانؓ کے انکار سے بھی زیادہ رنج تھا۔ حضرت حفصہؓ بڑی عابدہ زاہدہ تھیں۔ رات کو اکثر جاگتی تھیں اور دن میں کثرت سے روزہ رکھا کرتی تھیں۔ کسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک طلاق بھی دی تھی جس کی وجہ سے حضرت عمرؓ کو بہت رنج ہوا۔ رہونا بھی چاہیے تھا، حضرت جبریلؑ تشریف لائے اور عرض کیا اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ حفصہؓ سے رجوع کر لو، یہ بڑی شب بیدار اور کثرت سے روزہ رکھنے والی ہیں اور عمرؓ کی خاطر بھی منظور ہے۔ اسلئے حضورؐ نے رجوع فرمایا۔ جمادی الاولیٰ ۳۲ھ میں جب کہ ان کی عمر تقریباً تریسٹھ برس کی تھی مدینہ طیبہ میں انتقال فرمایا۔ بعض نے ان کا انتقال ۳۳ھ میں اور عمر ساٹھ برس کی لکھی ہے۔

۵ حضرت زینب بنت خزیمہ کے حالات | ان کے بعد حضورؐ کا نکاح حضرت زینبؓ سے ہوا، حضرت زینبؓ خزیمہ کی بیٹی جن کے پہلے نکاح میں اختلاف ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ پہلے عبد اللہ بن جحش سے نکاح ہوا تھا۔ جب وہ غزوہ احد میں شہید ہوئے جن کا قصہ باب ۷ کی پہلی حدیث میں گذرا تو حضورؐ نے نکاح کیا اور بعض نے لکھا کہ ان کا پہلا نکاح طفیل بن حارث سے ہوا تھا۔ ان کے طلاق دینے کے بعد ان کے بھائی عبیدہ بن الحارث سے ہوا، جو بدر میں شہید ہوئے۔ اسکے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے اکتیس مہینے بعد رمضان ۳ھ میں ہوا۔ آٹھ مہینے حضورؐ کے نکاح میں رہیں اور ربیع الآخر ۴ھ میں انتقال فرمایا، حضورؐ کی بیویوں میں حضرت خدیجہؓ اور حضرت زینبؓ دو ہی بیبیاں ایسی ہیں جن کا وصال حضورؐ کے سامنے ہوا۔ باقی نو حضورؐ کے وصال کے وقت تک زندہ تھیں۔ جن کا بعد میں انتقال ہوا۔ حضرت زینبؓ بڑی سخی تھیں۔ اسی وجہ سے ان کا نام اسلام سے پہلے بھی اُمّ المسائکین یعنی (مسکینوں کی ماں) تھا۔

۶ حضرت اُمّ سلمہؓ کے حالات | ان کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت اُمّ سلمہؓ سے ہوا۔ حضرت اُمّ سلمہؓ ابو اُمیہ کی بیٹی تھیں۔ جن کا پہلا نکاح اپنے چچا زاد بھائی ابو سلمہؓ سے ہوا تھا جن کا نام عبد اللہ بن عبد الاسد تھا۔ دونوں میاں بیوی ابتدائی مسلمانوں میں ہیں کفار کے ہاتھ سے تنگ آکر اول دونوں نے حبشہ کی ہجرت کی۔ وہاں جا کر ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جن کا نام سلمہؓ تھا۔ حبشہ سے واپسی کے بعد مدینہ طیبہ کی ہجرت کی جن کا قصہ اسی باب کے ۵ پر مفصل گذر چکا ہے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر ایک لڑکا عمرؓ اور دو لڑکیاں درہ اور زینب پیدا ہوئیں۔ ابو سلمہؓ دس آدمیوں کے بعد مسلمان ہو گئے تھے۔ اُحد اور بدر کی لڑائی میں بھی شریک

ہوئے تھے۔ اُحد کی لڑائی میں ایک زخم آگیا تھا جس کی وجہ سے بہت تکلیف اٹھائی۔ اس کے بعد صفر ۳۷ھ میں ایک سریہ میں تشریف لے گئے تو واپسی پر وہ زخم پھر ہرا ہو گیا اور اسی میں آٹھ جمادی الاخریٰ ۳۷ھ میں انتقال کیا۔ حضرت ام سلمہؓ اس وقت حاملہ تھیں اور زینبؓ پیٹ میں تھیں۔ جب وہ پیدا ہوئیں تو عدت پوری ہوئی حضرت ابو بکر صدیقؓ نے نکاح کی خواہش فرمائی تو انھوں نے عذر کر دیا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا وہ فرمایا۔ انھوں نے عرض کیا کہ میرے بچے بھی ہیں اور ۷۰ مزاج میں غیرت کا مضمون بہت ہے اور میرا کوئی ولی یہاں ہے نہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ بچوں کا اللہ محافظ ہے اور یہ غیرت بھی انشاء اللہ جاری رہے گی اور کوئی ولی اسکو ناپسند نہیں کرے گا۔ تو انھوں نے اپنے بیٹے سلمہؓ سے کہا کہ حضورؐ سے میرا نکاح کر دو۔ اخیر سوال ۳۷ھ میں حضورؐ سے نکاح ہوا۔ بعض نے ۳۸ھ میں اور بعض نے ۳۹ھ میں لکھا ہے۔ ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سنا تھا کہ جس شخص کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ یہ دعا کرے اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَ اَخْلِفْنِیْ خَیْرًا مِّنْهَا اے اللہ مجھے اس مصیبت میں اجر عطا فرما اور اس کا نعم البدل نصیب فرما تو اسکو اللہ جل شانہ بہترین بدل عطا فرماتے ہیں۔ ابو سلمہؓ کے مرنے پر میں یہ دعا تو پڑھ لیتی مگر یہ سوچتی تھی کہ ابو سلمہؓ سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔ اللہ نے حضورؐ سے نکاح کرادیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ان کے حسن کی بہت شہرت تھی جب نکاح ہو گیا تو میں نے چھپ کر حیلہ سے جا کر دیکھا تو جیسا سنا تھا اس سے زیادہ پایا۔ میں نے حفصہؓ سے اس کا ذکر کیا۔ انھوں نے کہا نہیں ایسی حسین نہیں ہیں جتنی شہرت ہے۔ اُمّہات المؤمنین میں سب اخیر میں حضرت ام سلمہؓ کا انتقال ۳۷ھ یا ۳۸ھ میں ہوا۔ اس وقت چوراسی سال کی عمر تھی۔ اس لحاظ سے نبوت سے تقریباً نو برس پہلے پیدا ہوئیں۔ حضرت زینب بنت خزیمہ کے انتقال کے بعد ان سے نکاح ہوا اور حضرت زینبؓ کے مکان میں مقیم ہوئیں۔ انھوں نے وہاں دیکھا کہ ایک مٹکے میں جو رکھے ہیں اور ایک چکی اور ہانڈی بھی۔ انھوں نے جو خود پیسے اور چکنائی ڈال کر

لے سریہ در اس لشکر اور فوجی دستہ کو کہتے ہیں۔ لیکن علماء حدیث و تاریخ کی اصطلاح میں سریہ دور رسالت کے اُس لشکر کو کہتے ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی کی سرکردگی میں روانہ کیا ہو اور اسکے بالمقابل جس لشکر اسلامی میں آپؐ بنفس نفیس تشریف لے گئے ہوں اسے غزوہ کہتے ہیں۔ غزوات کی کل تعداد بیس ہے اور سریہ کی تینتالیس (دیکھئے اوجز السیرۃ از محترم مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ) علامہ نوویؒ نے کتاب الاذکار ص ۱۲۱ میں حضرت ام سلمہؓ کی یہ پوری روایت ذکر کی ہے اور حصن حصین ص ۱۴۱ میں یہ دُعا نقل کی گئی ہے۔ دونوں جگہ یہ لفظ ”واخلفنی“ ہے۔ مگر حضرت مولانا محمد یونسؒ موجودہ شیخ الحدیث مظاہر علوم سے مراجعت پر معلوم ہوا کہ روایت ”واخلفنی“ بھی ہے جو مسند احمد میں نقل کی گئی ہے۔

ملیدہ تیار کیا اور پہلے ہی دن حضورؐ کو وہ ملیدہ کھلایا جو نکاح کے دن اپنے ہی ہاتھ سے پکایا تھا۔
حضرت زینب بنت جحش کے حالات ان کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح زینب بنت جحش سے ہوا۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن ہیں۔ ان کا پہلا نکاح حضورؐ نے اپنے متبنی حضرت زید بن حارثہ سے کیا تھا۔ ان کے طلاق دینے کے بعد اللہ جل شانہ نے خود ان کا نکاح حضورؐ سے کر دیا۔ جس کا قصہ سورہ احزاب میں بھی ہے۔ اس وقت ان کی عمر پینتیس سال کی تھی۔ مشہور قول کے موافق ذیقعدہ ۳۵ھ میں نکاح ہوا بعض نے ۳۳ھ میں لکھا ہے مگر صحیح ۳۵ھ ہے اور اس حسابے نبوت سے گویا سترہ سال قبل ان کی پیدائش ہوئی۔ ان کو اس پر فخر تھا کہ سب عورتوں کا نکاح ان کے اولیا نے کیا اور ان کا نکاح اللہ جل شانہ نے کیا۔ حضرت زیدؓ نے جب ان کو طلاق دی اور عدت پوری ہو گئی تو حضورؐ نے ان کے پاس پیام بھیجا۔ انھوں نے جواب میں عرض کیا کہ میں اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتی جب تک اپنے اللہ سے مشورہ نہ کر لوں اور یہ کہہ کر وضو کیا اور نماز کی نیت باندھ لی اور یہ دعا کی کہ یا اللہ تیرے رسولؐ مجھ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں اگر میں ان کے قابل ہوں تو میرا نکاح ان سے فرمادے، ادھر حضورؐ پر قرآن شریف کی آیت **فَلَمَّا كَهْنُ نَزِدْنَا قَمِيهَا وَطَرْنَا وَجَنَّا كَمَانَا** نازل ہوئی تو حضورؐ نے خوشخبری بھیجی۔ حضرت زینبؓ خوشی کی وجہ سے سجدہ میں گر گئیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نکاح کا ولیمہ بڑی شان سے کیا۔ بکری ذبح کی اور گوشت روٹی کی دعوت فرمائی۔ ایک ایک جماعت کو بلایا جاتا تھا اور جب وہ فارغ ہو جاتی تھی تو دوسری جماعت اسی طرح بلائی جاتی تھی کہ سب ہی لوگوں نے پیٹ بھر کر کھایا۔ حضرت زینبؓ بڑی سخی تھیں اور بڑی محنتی، اپنے ہاتھ سے محنت کرتیں اور جو حاصل ہوتا وہ صدقہ کر دیتیں۔ ان ہی کے بارہ میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ سے سب پہلے مرنے کے بعد وہ ملے گی جس کا ہاتھ لانا ہو گا۔ بیبیاں ظاہری لمبائی سمجھیں اسلئے لکڑی لیکر سب کے ہاتھ ناپنے شروع کر دیئے۔ دیکھنے میں حضرت سودہؓ کا ہاتھ سب سے لمبا ملا، مگر جب حضرت زینبؓ کا انتقال سب پہلے ہوا جب یہ سمجھیں کہ ہاتھ کی لمبائی سے مراد صدقہ کی کثرت تھی۔ روزے بھی بہت زیادہ رکھتی تھیں۔ ۳۵ھ میں انتقال فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ پچاس برس کی عمر تھی۔ ان کا قصہ اسی باب کے علاوہ بھی گزرا ہے۔

حضرت جویریہؓ کے حالات ان کے بعد آپ کا نکاح حضرت جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرارؓ سے ہوا، یہ غزوہ مریضہ میں قید ہو کر آئی تھیں اور غنیمت میں حضرت ثابت بن قیسؓ کے حصہ میں آئیں۔ قید ہونے

لے سورہ احزاب آیت ۳۴ (ترجمہ) پھر جب زیدؓ اس عورت سے اپنی غرض پوری کر چکا تو ہم نے اسکو آپ کے نکاح میں دیدیا۔

سے پہلے مسافع بن صفوان کے نکاح میں تھیں۔ حضرت ثابتؓ نے ان کو نو اوقیہ سونے پر مکاتب کر دیا۔ مکاتب اس غلام یا باندی کو کہتے ہیں جس سے یہ مقرر کر لیا جاوے کہ اتنے دام تم اگر دیدہ تو تم آزاد۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم تقریباً ساڑھے تین آنے کا۔ اس حساب سے نو اوقیہ کی قیمت (معیشت) ہوئی اور چار آنے کا اگر درہم ہو تو (لغہ) ہوئی۔ یہ حضورؐ کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میں اپنی قوم کے سردار حارث کی بیٹی جویریہؓ جو مصیبت مجھ پر نازل ہوئی آپ کو معلوم ہے۔ اب اتنی مقدار میں میں مکاتب ہوئی ہوں۔ اور یہ مقدار میری طاقت سے باہر ہے۔ آپ کی اُمید پر آئی ہوں حضورؐ نے فرمایا کہ میں تجھے اس سے بہتر راستہ بتاؤں کہ تجھے مال ادا کر کے آزاد کرادوں اور تجھ سے نکاح کر لوں۔ ان کے لئے اس سے بہتر کیا تھا۔ بخوشی منظور کر لیا۔ اور سہ ماہ میں مشہور قول کے موافق اور بعضوں نے سہ ماہ میں اس قصہ کو بتایا ہے۔ نکاح ہو گیا۔ صحابہؓ نے جب سنا کہ بنو المصطلق حضورؐ کی سسرال بن گئی تو انھوں نے بھی اس رشتہ کے اعزاز میں اپنے اپنے غلام آزاد کر دیئے۔ کہتے ہیں کہ ایک حضرت جویریہؓ کی وجہ سے شوگر خانے آزاد ہوئے جن میں تقریباً سات سو آدمی تھے۔ اس قسم کی مصلحتیں حضورؐ کے ان سب نکاحوں میں تھیں۔ حضرت جویریہؓ نہایت حسین تھیں۔ چہرے پر ملاحت تھی۔ کہتے ہیں جو نگاہ پڑ جاتی تھی اٹھتی نہ تھی۔ حضرت جویریہؓ نے اس لڑائی سے تین دن پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ میرے سے ایک چاند چلا اور میری گود میں آ گیا۔ کہتی ہیں کہ جب میں قید ہوئی تو مجھے اپنے خواب کی تعبیر کی اُمید بندھی۔ اس وقت ان کی عمر بیس سال کی تھی اور ربیع الاول ۳۵ھ میں صحیح قول کے موافق پینسٹھ برس کی عمر میں مدینہ طیبہ میں انتقال ہوا اور بعضوں نے ان کا انتقال ۳۵ھ میں شتر برس کی عمر میں لکھا ہے۔

④ حضرت اُم حبیبہؓ کے حالات اُم المؤمنین حضرت اُم حبیبہؓ ابوسفیان کی صاحبزادی ان کے نام میں اختلاف ہے۔ اکثروں نے مرملہ اور بعضوں نے ہند بتایا ہے۔ ان کا پہلا نکاح عبید بن جحشؓ سے مکہ مکرمہ میں ہوا تھا۔ دونوں میاں بیوی مسلمان ہو گئے تھے۔ کفار کی تکالیف کی بدولت وطن چھوڑنا پڑا اور حبشہ کی ہجرت دونوں نے کی۔ وہاں جا کر خاوند نصرانی ہو گیا۔ یہ اسلام پر باقی رہیں۔ انھوں نے اسی رات میں اپنے خاوند کو خواب میں نہایت بُری شکل میں دیکھا۔ صبح کو معلوم ہوا کہ وہ نصرانی ہو گیا ہے۔ اس تنہائی میں اس حالت میں ان پر کیا گزری ہوگی، اللہ ہی کو معلوم ہے۔ لیکن حق تعالیٰ شانہ نے اس کا نعم البدل یہ عطا فرمایا کہ حضورؐ کے نکاح

لے پونے انا سا آرد پے لے نوتے رز پے۔

میں آگئیں۔ حضورؐ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس پیام بھیجا کہ ان کا نکاح مجھ سے کر دو، چنانچہ نجاشی نے ایک عورت ابرہہ کو ان کے پاس اسکی خبر کیلئے بھیجا۔ انھوں نے خوشی میں اپنے دونوں کنگن جو پہن رہی تھیں اسکو عطا کر دیئے اور پاؤں کے چھلے کڑے وغیرہ متعدد چیزیں دیں۔ نجاشی نے نکاح کیا اور اپنے پاس سے چار سو دینار مہر کے ادا کئے اور بہت کچھ سامان دیا۔ جو لوگ مجلس نکاح میں موجود تھے ان کو بھی دینار دیئے اور کھانا کھلایا۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ نکاح ۳۵ھ میں ہوا۔ جیسا کہ اکثر کا قول ہے۔ یا ۳۶ھ میں جیسا کہ بعض نے کہا ہے۔ صاحب تاریخ خمیس نے لکھا ہے کہ ان کا نکاح ۳۵ھ میں ہوا اور رخصتی ۳۶ھ میں۔ جب یہ مدینہ طیبہ پہنچیں نجاشی نے بہت سی خوشبو اور سامان جہیز وغیرہ دیکر ان کو نکاح کے بعد حضورؐ کی خدمت میں بھیجا۔ بعض کتب و تواریخ اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے باپ نے نکاح کیا۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ اسلئے کہ ان کے باپ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ اس قصہ کے بعد مسلمان ہوئے ہیں۔ ان کا ایک قصہ اسی باب کے ۹ پر گزر چکا ہے۔ ان کے انتقال میں بہت اختلاف ہے۔ اکثر نے ۳۵ھ بتایا ہے۔ اور اس کے علاوہ ۳۶ھ اور ۳۷ھ اور ۳۸ھ وغیرہ اقوال بھی ہیں۔

۱۰ حضرت صفیہؓ کے حالات اُم المؤمنین حضرت صفیہؓ جی کی بیٹی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ اول سلام بن مشکم کے نکاح میں تھیں۔ اسکے بعد کنانہ بن ابی حقیق کے نکاح میں آئیں۔ اس سے نکاح اُس زمانہ میں ہوا تھا کہ خیبر کی لڑائی شروع ہو گئی تھی اور ان کا خاوند قتل ہو گیا تھا۔ خیبر کی لڑائی کے بعد دُخنیہ کلبی ایک صحابی تھے۔ انھوں نے حضورؐ سے ایک باندی مانگی۔ حضورؐ نے ان کو مرحمت فرمادیا۔ چونکہ مدینہ میں بھی دو قبیلے قرظہ اور نضیر آباد تھے اور یہ سردار کی بیٹی تھیں۔ اسلئے لوگوں نے عرض کیا کہ یہ بات بہت سے لوگوں کو ناگوار ہوگی۔ صفیہؓ کو اگر حضورؐ اپنے نکاح میں لے لیں تو بہت سے لوگوں کی دلداری ہے، اسلئے حضورؐ نے دُخنیہ کو خاطر خواہ عوض دے کر ان کو لے لیا اور ان کو آزاد فرما کر نکاح کر لیا اور خیبر سے واپسی میں ایک منزل پر ان کی رخصتی ہوئی۔ صبح کو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس جو چیز کھانے کی ہو وہ لے آئے۔ صحابہؓ کے پاس متفرق چیزیں کھجور، پنیر، گھی وغیرہ جو تھادہ لے آئے ایک چمڑے کا دسترخوان بچھا دیا۔ اور اس پر وہ سب ڈال دیا گیا اور سب نے شریک ہو کر کھالیا۔ یہی ولیمہ تھا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضورؐ نے ان کو اختیار دے دیا تھا کہ اگر تم اپنی قوم

لے ہو قرظہ اور نضیر۔

اور اپنے ملک میں رہنا چاہتا تو آزاد ہو چلی جاؤ اور میرے پاس میرے نکاح میں رہنا چاہتا تو رہو۔ انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں شرک کی حالت میں حضورؐ کی تمنا کرتی تھی اب مسلمان ہو کر کیسے جاسکتی ہوں۔ اس سے مراد غالباً ان کا وہ خواب ہے جو انھوں نے مسلمان ہونے سے پہلے دیکھا تھا کہ ایک چاند کا ٹکڑا میری گود میں ہے۔ اس خواب کو انھوں نے اپنے خاوند کنانہ سے کہا اس نے ایک طمانچہ اس زور سے منہ پر مارا کہ آنکھ پر اس کا نشان پڑ گیا اور یہ کہا کہ تو یثرب کے بادشاہ کے نکاح کی تمنا کرتی ہے۔ ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ آفتاب ان کے سینہ پر ہے۔ خاوند سے اسکو بھی ذکر کیا۔ اس نے اس پر بھی یہی کہا کہ تو چاہتی ہے کہ یثرب کے بادشاہ کے نکاح میں جائے۔ ایک مرتبہ انھوں نے چاند کو دیکھا کہ گود میں ہے تو اپنے باپ ذکر کیا۔ اس نے بھی ایک طمانچہ مارا۔ اور یہ کہا کہ تیری نگاہ یثرب کے بادشاہ پر جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ چاند کا وہی ایک خواب خاوند اور باپ دونوں سے کہا ہو یا چاند دو مرتبہ دیکھا ہو۔ رمضان شہ ہجری میں صحیح قول کے موافق انتقال ہوا۔ اور تقریباً ساٹھ برس کی عمر پائی، خود کہتی ہیں کہ میں جب حضورؐ کے نکاح میں آئی تو میری عمر سترہ سال کی نہیں ہوئی تھی۔

● حضرت میمونہؓ کے حالات | اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ عاتقہ بنت حارث بن حزن کی بیٹی ان کا اصل نام بڑھ تھا۔ حضورؐ نے بدل کر میمونہ رکھا تھا۔ پہلے سے ابو رحم بن عبد العزی کے نکاح میں تھیں، اکثر مؤرخین کا یہی قول ہے اور بھی بہت سے اقوال ان کے پہلے خاوند کے نام میں ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ حضورؐ سے پہلے بھی دو نکاح ہوئے تھے۔ بیوہ ہو جانے کے بعد ذیقعدہ ۳ھ میں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کیلئے مکہ مکرمہ تشریف لے جا رہے تھے۔ موضع سرف میں نکاح ہوا حضورؐ نے ارادہ فرمایا کہ عمرہ سے فراغت کے بعد مکہ میں رخصتی ہو جائے مگر مکہ والوں نے قیام کی اجازت نہ دی۔ اسلئے واپسی میں سرف ہی میں رخصتی ہوئی اور سرف ہی میں خاص اُسی جگہ جہاں رخصتی کا خیمہ تھا ۱۳ھ میں صحیح قول کے موافق انتقال ہوا اور بعض نے ۱۴ھ میں لکھا ہے، اُس وقت ان کی عمر اکیاسی برس کی تھی اور اسی جگہ قبر بنی، یہ بھی عبرت کا مقام ہے اور تاریخ کا عجیبہ ہے کہ ایک سفر میں وہاں نکاح ہوا اور دوسرے سفر میں وہاں رخصتی اور عرسہ کے بعد اسی جگہ قبر بنی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میمونہؓ ہم سب میں زیادہ متقی اور صلہ رحمی کرنے والی تھیں۔ زید بن اسلمؓ فرماتے ہیں کہ ان کا مشغلہ ہر وقت نماز تھا یا گھر کا کام۔ اگر دواؤں سے فراغت ہوتی تو مسواک کرتی رہتی تھیں۔ جن عورتوں کے نکاح پر محدثین و مؤرخین کا اتفاق ہے ان میں حضرت میمونہؓ کا نکاح سب سے آخری نکاح ہے۔ ان کی درمیانی ترتیب میں البدۃ اختلاف ہے۔

جس کی وجہ سے ان نکاحوں کی تاریخ کا اختلاف ہے جیسا کہ مختصر طور پر معلوم ہوا، ان گیارہ بیویوں میں سے دو کا وصال حضور کے سامنے ہو چکا تھا۔ حضرت خدیجہؓ کا اور حضرت زینب بنت خزیمہ کا۔ باقی نو بیبیاں حضور کے وصال کے وقت موجود تھیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بعض نکاح بعض محدثین اور مؤرخین نے لکھے ہیں جن کے ہونے میں اختلاف ہے۔ اسلئے انہیں بیبیوں کا ذکر لکھا ہے جن پر اتفاق ہے۔

معلومات: حضور کی اولاد

مؤرخین اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کے چار لڑکیاں ہوئیں اور اکثر تحقیق یہ ہے کہ ان میں سب سے بڑی حضرت زینبؓ ہیں۔ پھر حضرت رقیہؓ پھر حضرت ام کلثومؓ پھر حضرت سیدہ فاطمہؓ۔ لڑکوں میں البتہ بہت اختلاف ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب حضرات بچپن ہی میں انتقال فرما گئے تھے اور عرب میں اس زمانہ میں تاریخ کا اہتمام کچھ ایسا نہ تھا۔ صحابہؓ جیسے جاں نثار بھی اس وقت تک کثرت سے نہیں ہوئے تھے جو ہر بات پوری پوری محفوظ رہتی۔ اکثر کی تحقیق یہ ہے کہ تین لڑکے حضرت قاسمؓ حضرت عبداللہؓ حضرت ابراہیمؓ ہوئے۔ بعضوں نے کہا کہ چوتھے صاحبزادے حضرت طیبؓ اور پانچویں حضرت طاہرؓ تھے۔ اس طرح پانچ ہوئے، بعض کہتے ہیں کہ طیبؓ اور طاہرؓ دونوں ایک ہی صاحبزادہ کے نام ہیں۔ اس طرح چار ہوئے۔ اور بعض نے کہا کہ حضرت عبداللہؓ ہی کا نام طیبؓ اور طاہرؓ تھا۔ اس طرح تین ہی لڑکے ہوئے۔ اور بعضوں نے دو لڑکے اور بھی بتائے۔ طیبؓ اور مطہرؓ اور لکھا ہے کہ طیبؓ اور مطیبؓ ایک ساتھ پیدا ہوئے، اس طرح سات لڑکے ہوئے۔ لیکن اکثر کی تحقیق تین لڑکوں کی ہے اور حضور کی ساری اولاد حضرت ابراہیمؓ کے سوا حضرت خدیجہؓ ہی سے پیدا ہوئی۔

۱ حضرت قاسمؓ لڑکوں میں حضرت قاسمؓ سب سے پہلے پیدا ہوئے۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ حضرت زینبؓ ان سے بڑی تھیں یا چھوٹی حضرت قاسمؓ نے بچپن ہی میں انتقال فرمایا۔ دو سال کی عمر اکثر نے لکھی ہے اور بعضوں نے اس سے کم یا زیادہ لکھی ہے۔

۲ حضرت عبداللہؓ دوسرے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ جو نبوت کے بعد پیدا ہوئے اور اسی وجہ سے ان کا نام طیبؓ اور طاہرؓ بھی پڑا۔ اور بچپن ہی میں انتقال ہوا۔ ان کے انتقال پر اور بعض نے لکھا ہے کہ حضرت قاسمؓ کے انتقال پر کفار بہت خوش ہوئے کہ آپ کی نسل منقطع

ہو گئی جس پر سورہ انا اعطینا نازل ہوئی اور کفار کے اس کہنے کا کہ جب نسل ختم ہوئی تو کچھ دنوں میں نام مبارک بھی مٹ جائے گا۔ یہ جواب ملا کہ آج ساڑھے تیرہ سو برس بعد تک بھی حضور م کے نام کے فدائی کروڑوں موجود ہیں۔

③ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ تیسرے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ تھے جو ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں بالاتفاق ذی الحجہ ۱۱ھ میں پیدا ہوئے یہ حضور کی باندی حضرت ماریہ کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور حضور کی سب سے آخری اولاد ہیں حضور نے ساتویں دن ان کا عقیقہ کیا اور دو مینڈھے ذبح کئے اور بالوں کے برابر چاندی صدقہ فرمائی اور بالوں کو دفن کرایا۔ ابوہند سیاحی رضی اللہ عنہ نے سر کے بال اتارے حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے باپ حضرت ابراہیم کے نام پر نام رکھا ہے اور منگولہ مہینے کی عمر میں ان صاحبزادہ نے بھی ۱۰ رجب الاول ۱۱ھ میں انتقال فرمایا۔ بعضوں نے اٹھارہ مہینے کی عمر بتلائی ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ ابراہیم کیلئے جنت میں دودھ پلانے والی تجویز ہو گئی۔

④ حضرت زینب رضی اللہ عنہا صاحبزادیوں میں سب سے بڑی حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔ اور جن مؤرخین نے اس کے خلاف لکھا ہے غلط ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح سے پانچ برس بعد جبکہ آپ کی عمر شریف تیس برس کی تھی پیدا ہوئیں اور اپنے والدین کے آغوش میں جوان ہوئیں مسلمان ہوئیں اور اپنے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن زبج سے نکاح ہوا۔ غزوہ بدر کے بعد ہجرت کی جس میں مشرکین کی ناپاک حرکتوں سے زخمی ہوئیں، جس کا قصہ اسی باب کے عنبر پر گزر چکا ہے اور اسی بیماری کا سلسلہ اخیر تک چلتا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۱ھ کے شروع میں انتقال فرمایا۔ ان کے خالہ بھی ۱۱ھ یا ۱۲ھ میں مسلمان ہو کر مدینہ منورہ پہنچ گئے تھے اور انہی کے نکاح میں رہیں، ان سے دو بچے ہوئے ایک لڑکا ایک لڑکی۔ لڑکے کا نام حضرت علی رضی اللہ عنہ تھا جنہوں نے اپنی والدہ کے انتقال کے بعد بلوغ کے قریب حضور کی زندگی ہی میں انتقال فرمایا۔ فتح مکہ میں حضور کے ساتھ اونٹنی پر جو سوار تھے وہ یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ لڑکی کا نام حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا جن کے متعلق حدیث

۱۱ یعنی ہم نے آپ کو کوثر دی ہے۔ یہاں کوثر سے کیا مراد ہے؟ اسمیں اختلاف ہے۔ تفسیر البحر المحیط میں اس کے متعلق چھ بیس اقوال ذکر کئے ہیں۔ اور اخیر میں ترجیح اس کو دی ہے کہ اس لفظ کے تحت ہر قسم کی دینی و دنیوی دولتیں حاصل ہیں جو آپ کو اللہ کے فضل میں امت مرحومہ کو ملنے والی تھیں۔ (فوائد تفسیریہ از مولانا عثمانی مشہد) ۱۱ اور جو مرحومہ قسمت گستاخ آپ کو ملنے دیتے تھے ان کا نام لینے والا آج کون ہے؟ اور جو کچھ برائی کے ساتھ نام لیا بھی جاتا ہے یہ بھی آپ کے طفیل میں ہے کہ فلاں رسوائے زمانہ لوگ جو ایسے مبارک انسان کو ستاتے۔

کی کتابوں میں کثرت سے قصہ آتا ہے کہ جب حضورؐ نماز میں سجدہ کرتے تو یہ کمر پر سوار ہو جاتیں، یہ حضورؐ کے بعد تک زندہ رہیں۔ حضرت سیدہ فاطمہؓ کے وصال کے بعد جو ان کی خالہ تھیں حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے ان سے نکاح کیا اور ان کے وصال کے بعد مغیرہ بن نوفل سے نکاح ہوا، حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کے کوئی اولاد ان سے نہیں ہوئی۔ البتہ مغیرہؓ سے بعضوں نے ایک لڑکا بھی لکھا ہے اور بعضوں نے انکار کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے خود وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد حضرت علیؓ کا نکاح بھانجی سے کر دیا جائے۔ ان کا انتقال ۵۶ھ میں ہوا۔

⑤ حضرت رقیہؓ | حضورؐ کی دوسری صاحبزادی حضرت رقیہؓ تھیں جو اپنی بہن حضرت زینبؓ سے تین برس بعد پیدا ہوئیں جبکہ حضورؐ کی عمر شریف تینتیس برس کی تھی اور بعضوں نے حضرت رقیہؓ کو حضرت زینبؓ سے بڑا بتایا ہے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ حضرت زینبؓ سے چھوٹی تھیں۔ حضورؐ کے چچا ابولہب کے بیٹے عتبہ سے نکاح ہوا تھا۔ جب سورۃ تبت نازل ہوئی تو ابولہب نے ان سے اولاد کے دوسرے بھائی عتبہ سے جس کے نکاح میں حضورؐ کی تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ تھیں یہ کہا کہ میری ملاقات تم دونوں سے حرام ہے۔ اگر تم محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو طلاق نہ دیدو۔ اس پر دونوں نے طلاق دیدی۔ یہ دونوں نکاح بچپن میں ہوئے تھے، رخصتی کی نوبت بھی نہیں آئی تھی۔ اُس کے بعد فتح مکہ پر حضرت رقیہؓ کے خاوند عتبہ مسلمان ہو گئے تھے مگر بیوی کو پہلے ہی طلاق دے چکے تھے اور حضرت رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ سے عرصہ ہوا ہو چکا تھا۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت رقیہؓ نے دونوں مرتبہ حبشہ کی ہجرت کی تھی، جس کا بیان پہلے باب کے غدا پر گذر چکا۔ اس کے بعد جب حضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے بھی ہجرت کا حکم ہونے والا ہے اور مدینہ منورہ میری ہجرت کی جگہ ہوگی تو صحابہؓ نے مدینہ طیبہ کی ہجرت شروع کر دی۔ اسی سلسلہ میں حضورؐ سے پہلے ہی یہ دونوں حضرات بھی مدینہ طیبہ پہنچ گئے تھے۔ حضورؐ کی ہجرت کے بعد جب حضورؐ بدر کی لڑائی میں تشریف لیجانے لگے تو حضرت رقیہؓ بیمار تھیں۔ اسی لئے حضورؐ حضرت عثمانؓ کو انکی تیمارداری کے واسطے مدینہ چھوڑ گئے۔ بدر کی فتح کی خوشخبری مدینہ طیبہ میں اس وقت پہنچی جب یہ حضرات حضرت رقیہؓ کو دفن کر کے آرہے تھے۔ اسی وجہ سے حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دفن میں شرکت نہ فرما سکے۔ حضرت رقیہؓ کے پہلے خاوند کے یہاں رخصتی بھی نہیں ہوئی تو اولاد کا کیا ذکر۔ البتہ حضرت عثمانؓ سے ایک صاحبزادہ جن کا نام عبد اللہؓ تھا حبشہ میں پیدا ہوئے تھے جو اپنی والدہ کے انتقال کے بعد تک زندہ رہے اور چھ سال کی عمر میں ۳۷ھ میں انتقال فرمایا اور بعض نے لکھا ہے کہ اپنی والدہ سے ایک سال پہلے انتقال کیا۔ ان کے علاوہ

کوئی اور اولاد حضرت رقیہؓ سے نہیں ہوئی۔

۶ حضرت ام کلثومؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ تھیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ ان میں اور حضرت فاطمہؓ میں سے کون سی بڑی تھیں۔ اکثر کی رائے یہ ہے کہ ام کلثومؓ بڑی تھیں۔ اول عتیبہ بن ابی لہب سے نکاح ہوا مگر رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ سورہ تبت کے نازل ہونے پر طلاق کی نوبت آئی جیسا کہ حضرت رقیہؓ کے بیان میں گذرا، لیکن ان کے خاوند تو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے جیسا کہ گذر چکا اور ان کے خاوند عتیبہ نے طلاق دی اور حضورؐ کی خدمت اقدس میں آکر نہایت گستاخی بے ادبی اور نامناسب الفاظ بھی زبان سے نکالے۔ حضورؐ نے بددعا دی کہ یا اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط فرما۔ ابوطالب اس وقت موجود تھے۔ باوجود مسلمان نہ ہونے کے سہم گئے اور کہا کہ اسکی بددعا سے تجھے خلاصی نہیں چنانچہ عتیبہ ایک مرتبہ شام کے سفر میں جا رہا تھا۔ اس کا باپ ابولہب باوجود ساری عداوت اور دشمنی کے کہنے لگا کہ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بددعا کا فکر ہے۔ قافلہ کے سب لوگ ہماری خبر رکھیں ایک منزل پر پہنچے وہاں شیر زیادہ تھے۔ رات کو تمام قافلہ کا سامان ایک جگہ جمع کیا اور اس کا ٹیلہ سا بنا کر اس پر عتیبہ کو سلایا اور قافلہ کے تمام آدمی چاروں طرف سوئے۔ رات کو شیر آیا اور سب کے منہ سونگھے۔ اس کے بعد ایک زقند لگائی اور اس ٹیلے پر پہنچ کر عتیبہ کا سر بدن سے جدا کر دیا۔ اس نے ایک آواز دی مگر ساتھ ہی کام تمام ہو چکا تھا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ یہ مسلمان ہو گیا تھا اور یہ قصہ پہلے بھائی کے ساتھ پیش آیا۔ بہر حال حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کے پہلے شوہروں میں سے ایک مسلمان ہوئے۔ دوسرے کے ساتھ یہ عبرت کا واقعہ پیش آیا۔ اسی واسطے اللہ والوں کی دشمنی سے ڈرایا جاتا ہے۔ خود اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: مَن عَادَى لِيُؤَدِّ لِيَ الشَّوْكَ فَقَدْ آذَنْتُ بِالْغَرْبِ (جو میرے کسی ولی کو ستائے اسکو میری طرف سے لڑائی کا اعلان ہے) حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد ربیع الاول ۳۷ھ میں حضرت ام کلثومؓ کا نکاح بھی حضرت عثمانؓ سے ہوا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میں نے ام کلثومؓ کا نکاح آسمانی وحی کے حکم سے عثمانؓ سے کیا۔ بعض روایات میں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ دونوں کے متعلق یہی ارشاد فرمایا۔ پہلے خاوند کے یہاں رخصتی بھی نہیں ہوئی تھی۔ اولاد کوئی حضرت عثمانؓ سے بھی نہیں ہوئی اور شعبان ۳۷ھ میں انتقال فرمایا۔ حضورؐ نے ان کے انتقال کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر میرے سوا لڑکیاں ہوتیں اور انتقال کرتیں تو اسی طرح ایک دوسری کے بعد سب کا نکاح عثمانؓ سے کرتا۔

لے چھا لگ۔

حضرت فاطمہؓ حضورؐ کی چوتھی صاحبزادی جنتی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہؓ جو عمر میں اکثر مؤرخین کے نزدیک سب سے چھوٹی ہیں نبوت کے ایک سال بعد جبکہ حضورؐ کی عمر شریف اکتالیس برس کی تھی پیدا ہوئیں اور بعض نے نبوت سے پانچ سال پہلے پینتیس سال کی عمر میں لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ ان کا نام فاطمہؓ الہام یا وحی سے رکھا گیا۔ فلم کے معنی روکنے کے ہیں یعنی یہ جہنم کی آگ سے محفوظ ہیں۔ سلسلہ محرم یا صفر یا رجب یا رمضان میں حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے نکاح ہوا اور نکاح سے سات ماہ اور پندرہ دن بعد رخصتی ہوئی۔ یہ نکاح بھی اللہ جل شانہ کے حکم سے ہوا۔ کہتے ہیں کہ نکاح کے وقت آپؐ کی عمر پندرہ سال پانچ ماہ کی تھی، اس سے بھی اکتالیس سال میں پیدائش یعنی پہلے قول کی تائید ہوتی ہے اور حضرت علیؓ کی عمر اکیس سال پانچ ماہ یا چوبیس سال ڈیڑھ ماہ کی تھی۔ حضورؐ کو اپنی تمام صاحبزادیوں میں ان سے زیادہ محبت تھی جب حضورؐ سفر کو تشریف لیجاتے تو سب سے اخیر میں ان سے رخصت ہوتے اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے ان کے پاس تشریف لیجاتے۔ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے ابو جہل کی لڑکی سے دوسرے نکاح کا ارادہ فرمایا تو ان کو رنج ہوا۔ حضورؐ سے شکایت کی حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ فاطمہؓ میرے بدن کا ٹکڑا ہے جس نے اسکو رنج پہنچایا اس نے مجھے رنج پہنچایا۔ اس لئے حضرت علیؓ نے ان کی زندگی میں کوئی نکاح نہیں کیا۔ آپؐ کے وصال کے بعد آپؓ کی بھانجی امامہؓ سے نکاح کیا جس کا ذکر حضرت زینبؓ کے بیان میں گذرا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ مہینے بعد حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں اور ایک روز خادمہ سے فرمایا کہ میں غسل کروں گی پانی رکھ دو۔ غسل فرمایا۔ نئے کپڑے پہنے۔ پھر فرمایا کہ میرا بستر گھر کے بیچ میں کر دو۔ اس پر تشریف لے گئیں اور قبلہ رخ لیٹ کر دوا ہنا ہاتھ رخسار کے میچے رکھا اور فرمایا کہ بس اب میں مرنے ہوں۔ یہ فرما کر وصال فرمایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کا سلسلہ انھیں سے چلا اور انشاء اللہ قیامت تک چلتا رہے گا۔ ان کی چھ اولاد تین لڑکے تین لڑکیاں ہوئیں۔ سب سے اول حضرت حسنؓ نکاح سے دوسرے سال میں پیدا ہوئے۔ پھر حضرت حسینؓ تیسرے سال میں یعنی سلسلہ میں پھر حضرت محسنؓ (یہ اس کی تشدید کے ساتھ ہے) پیدا ہوئے جن کا انتقال بچپن میں ہی میں ہو گیا۔ صاحبزادیوں میں سے حضرت رقیہؓ کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے بعض مؤرخین نے ان کو لکھا بھی نہیں۔ دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کا پہلا نکاح حضرت عمر امیر المؤمنینؓ سے ہوا جن سے ایک صاحبزادہ زیدہؓ اور صاحبزادی رقیہؓ پیدا ہوئیں۔ حضرت عمرؓ نے بھی طہر حیوٰتی اولاد سے محبت کچھ ہوتی تھی زیادہ ہی ہے۔ حضرت فاطمہؓ کے نکاح کے دوسرے سال۔

کے وصال کے بعد ام کلثومؓ کا نکاح عون بن جعفرؓ سے ہوا۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، ان کے انتقال کے بعد ان کے بھائی محمد بن جعفرؓ سے ہوا۔ ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو بچپن ہی میں انتقال کر گئی۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے تیسرے بھائی عبد اللہ بن جعفرؓ سے ہوا۔ ان سے بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی اور انہیں کے نکاح میں حضرت ام کلثومؓ کا انتقال ہوا اور اسی دن ان کے صاحبزادے زیدؓ کا بھی انتقال ہوا، دونوں جنازے ساتھ ہی اٹھے اور کوئی سلسلہ اولاد کا ان سے نہیں چلا۔ یہ تینوں بھائی وہی عبد اللہؓ اور عونؓ اور محمدؓ ہیں جن کا قصہ چھٹے باب کے علاوہ گزرا ہے۔ یہ حضرت علیؓ کے بھتیجے اور جعفر طیارؓ کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ کی تیسری صاحبزادی حضرت زینبؓ تھیں جن کا نکاح عبد اللہ بن جعفرؓ سے ہوا۔ اور دو صاحبزادے عبد اللہؓ اور عونؓ پیدا ہوئے اور ان کے ہی نکاح میں انتقال فرمایا۔ ان کے انتقال کے بعد عبد اللہ بن جعفرؓ کا نکاح ان کی ہمشیرہ حضرت ام کلثومؓ سے ہوا تھا۔ یہ اولاد حضرت فاطمہؓ سے ہے ورنہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی دوسری بیویوں سے جو بعد میں ہوئیں اور بھی اولاد ہے، مورخین نے حضرت علیؓ کی تمام اولاد بتیس لکھی ہے جن میں سولہ لڑکے سولہ لڑکیاں اور حضرت امام حسنؓ کے پندرہ لڑکے آٹھ لڑکیاں اور حضرت امام حسینؓ کے چھ لڑکے تین لڑکیاں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضاهم اجمعین وجعلنا ہدیہم متبعین واللہ اعلم وعلما اتم ملخص من الخمیس والذرقانی علی المواہب والتلخیص والاصحاب واسد الغابۃ

گیارہواں باب

بچوں کا دینی جذبہ

کم سن اور نو عمر بچوں میں جو دین کا جذبہ تھا وہ حقیقت میں بڑوں کی پرورش کا ثمرہ تھا، اگر ماں باپ اور دوسرے اولیا اولاد کو شفقت میں گھو دینے اور ضائع کر دینے کے بجائے شروع ہی سے ان کی دینی حالت کی خبر گیری اور اس پر تنبیہ رکھیں تو دین کے امور بچوں کے دلوں میں جگہ پکڑیں اور بڑی عمر میں جا کر وہ چیزیں ان کے لئے بمنزلہ عادت کے ہو جائیں۔ لیکن ہم لوگ اس کے برخلاف بچے کی ہر بری بات پر بچہ سمجھ کر چشم پوشی کرتے ہیں بلکہ زیادہ محبت کا جوش ہوتا ہے یعنی یہ غمازین تاریخ نہیں، ذرقانی شرح مواہب تلخیص، اصحابہ اور اسد الغابہ سے تلخیص و اختصار کر کے نقل کئے گئے ہیں۔

سے واقف اور عالم تھیں۔ ابو موسیٰؓ کہتے ہیں کہ جو علمی مشکل ہمیں درپیش آتی تھی حضرت عائشہؓ کے پاس اس کے متعلق تحقیق ملتی تھی۔ دو ہزار دس سو دس حدیثیں کتب حدیث میں ان کی ملتی ہیں۔ خود فرماتی ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں بچپن میں کھیل رہی تھی اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ قمر کی آیت بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهَىٰ وَاَمَرُّ نازل ہوئی۔ مکہ مکرمہ میں آٹھ برس کی عمر تک حضرت عائشہؓ رہی ہیں۔ اس کم عمری میں اس آیت کے نازل ہونے کی خبر ہونا اور پھر اس کا یاد بھی رکھنا دین کے ساتھ خاص ہی لگاؤ سے ہو سکتا ہے۔ ورنہ آٹھ برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے۔

۳۔ حضرت عمیرؓ کا شوق جہاد | حضرت عمیرؓ ابی اللحم کے غلام اور کم عمر بچے تھے۔ جہاد میں شرکت کا شوق اس وقت ہر چھوٹے بڑے کی جان تھا، خیبر کی لڑائی میں شرکت کی خواہش کی، ان کے سرداروں نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سفارش کی کہ اجازت فرمادی جائے چنانچہ حضورؐ نے اجازت فرمادی اور ایک تلوار مرحمت فرمائی جو گلے میں لٹکالی مگر تلوار بڑی تھی اور قد چھوٹا تھا اسلئے وہ زمین پر گھسٹی جاتی تھی۔ اسی حال میں خیبر کی لڑائی میں شرکت کی۔ چونکہ بچے بھی تھے اور غلام بھی اسلئے غنیمت کا پورا حصہ تو ملا نہیں البتہ بطور عطا کے کچھ سامان حصہ میں آیا۔ ف۔ ان جیسے حضرات کو یہ بھی معلوم تھا کہ غنیمت میں ہمارا پورا حصہ بھی نہیں اس کے باوجود پھر یہ شوق کہ دوسرے حضرات سے سفارشیں کرائی جاتی تھیں۔ اسکی وجہ دینی جذبہ اور اللہ اور اسکے سچے رسول کے وعدوں پر اطمینان کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔

۴۔ حضرت عمیرؓ کی جنگ بدر میں چھپکر شریک ہونے کی کوشش | حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص ایک نو عمر صحابی ہیں۔ شروع ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ سعد بن ابی وقاص مشہور صحابی کے بھائی ہیں سعدؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی عمیرؓ کو بدر کی لڑائی کے وقت دیکھا کہ لشکر کی روانگی کی تیاری ہو رہی تھی اور وہ ادھر ادھر چھپتے پھر رہے تھے کہ کوئی دیکھے نہیں۔ مجھے یہ بات دیکھ کر تعجب ہوا، میں نے اُن سے پوچھا کہ کیا ہوا چھپنے کیوں پھر رہے ہو۔ کہنے لگے مجھے یہ ڈر ہے کہ ہمیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نہ دیکھ لیں اور بچہ سمجھ کر جانے کی ممانعت کر دیں کہ پھر نہ جاسکوں گا۔ اور مجھے تمنا ہے کہ ضرور شریک ہوں کیا بعید ہے اللہ تعالیٰ مجھے بھی کسی طرح شہادت نصیب فرمائیں آخر جب لشکر پیش ہوا تو جو خطرہ تھا وہ پیش آیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے کم عمر

۱۔ اصابت، ۲۔ تلخیص، ۳۔ ابن جوزی کی کتاب تلخیص فہوم اہل الاثر فی عیون التاریخ والسیر

۴۔ بخاری (۲)

باب یازدھم

ہونے کی وجہ سے انکار فرمادیا اور جو خطرہ تھا وہ سامنے آگیا۔ مگر شوق کا غلبہ تھا تحمل نہ کر سکے اور رونے لگے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شوق کا اور رونے کا حال معلوم ہوا تو اجازت عطا فرمادی۔ لڑائی میں شریک ہوئے اور دوسری تمنا بھی پوری ہوئی کہ اسی لڑائی میں شہید ہوئے، ان کے بھائی سعدؓ کہتے ہیں کہ ان کے چھوٹے ہونے اور تلوار کے بڑے ہونے کی وجہ سے میں اس کے تسموں میں گرہیں لگاتا تھا تاکہ اونچی ہو جائے یہ

۵) دوانصاری بچوں کا ابو جہل کو قتل کرنا حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ مشہور اور بڑے

صحابہ میں ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں بدر کی لڑائی میں میدان میں لڑنے والوں کی صف میں کھڑا تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرے دائیں اور بائیں جانب انصار کے دو کم عمر لڑکے ہیں۔ مجھے خیال ہوا کہ میں اگر قوی اور مضبوط لوگوں کے درمیان ہوتا تو اچھا تھا کہ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی مدد کر سکتے۔ میرے دونوں جانب بچے ہیں یہ کیا مدد کر سکیں گے۔ اتنے میں ان دونوں لڑکوں میں سے ایک نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا چچا جان تم ابو جہل کو بھی پہچانتے ہو۔ میں نے کہا ہاں پہچانتا ہوں تمہاری کیا غرض ہے۔ اس نے کہا مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گالیاں بکتا ہے۔ اُس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں اسکو دیکھ لوں تو اُس وقت تک اُس سے جدا نہ ہوں گا کہ وہ مرجائے یا میں مرجاؤں۔ مجھے اس کے سوال اور جواب پر تعجب ہوا، اتنے میں دوسرے نے یہی سوال کیا اور جو پہلے نے کہا تھا وہی اس نے بھی کہا۔ اتفاقاً میدان میں ابو جہل دوڑتا ہوا مجھے نظر پڑ گیا۔ میں نے ان دونوں سے کہا کہ تمہارا مطلوب جس کے بارہ میں تم مجھ سے سوال کر رہے تھے وہ جا رہا ہے۔ دونوں یہ سن کر تلواریں ہاتھ میں لئے ہوئے ایک دم بھاگے چلے گئے اور جا کر اُس پر تلوار چلائی شروع کر دی یہاں تک کہ اس کو گرا دیا۔ ف: یہ دونوں صاحبزادے معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن عفرہ ہیں۔ معاذ بن عمرو کہتے ہیں کہ میں لوگوں سے سنا تھا کہ ابو جہل کو کوئی نہیں مار سکتا وہ بڑی حفاظت میں رہتا ہے۔ مجھے اسی وقت سے خیال تھا کہ میں اسکو مار دوں گا۔ یہ دونوں صاحبزادے پیدل تھے اور ابو جہل گھوڑے پر سوار تھا۔ صفوں کو درست کر رہا تھا۔ جب وقت عبدالرحمن بن عوفؓ نے دیکھا اور یہ دونوں دوڑے تو گھوڑے سوار پر براہ راست حملہ مشکل تھا۔ اسلئے ایک نے گھوڑے پر حملہ کیا اور دوسرے نے ابو جہل کی ٹانگ پر حملہ کیا جس سے گھوڑا بھی گرا اور ابو جہل بھی گرا اور اٹھ نہ سکا۔ یہ دونوں حضرات اسکو ایسا کر کے چھوڑ آئے تھے کہ اٹھ نہ سکے وہیں پڑا ترپتا رہا۔ مگر معوذ بن عفرہ ان کے بھائی نے اور ذرا ٹھنڈا کر دیا کہ مبادا اٹھ کر

لے اصحابہ (ز) تہ بخاری (ز)

چلا جائے۔ لیکن بالکل انھوں نے بھی نہ مٹایا۔ اس کے بعد عبداللہ بن مسعودؓ نے بالکل ہی سر جڑا کر دیا۔ معاذ بن عمرو کہتے ہیں کہ جس وقت میں نے اُسکی ٹانگ پر حملہ کیا تو اُس کا لڑکا عکرمہؓ ساتھ تھا۔ اُس نے میرے موندھے پر حملہ کیا۔ جس سے میرا ہاتھ کٹ گیا اور صرف کھال میں لٹکا ہوا رہ گیا۔ میں نے اس لٹکے ہوئے ہاتھ کو کمر کے پیچھے ڈال لیا اور دن بھر دوسرے ہاتھ سے لڑتا رہا۔ لیکن جب اس کے لٹکے رہنے سے وقت ہوئی تو میں نے اسکو پاؤں کے نیچے دبا کر زور سے کھینچا وہ کھال بھی ٹوٹ گئی جس سے وہ اٹک رہا تھا اور میں نے اسکو پھینک دیا۔

۶ حضرت رافعؓ اور حضرت جندبؓ کا مقابلہ انبی اکرم علی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف یہ تھی کہ جب لڑائی کیلئے تشریف لے جاتے تو مدینہ منورہ سے باہر جانے کے بعد لشکر کا معائنہ فرماتے، ان کے احوال کو، ان کی ضرورتوں کو دیکھتے اور لشکر کی اصلاح فرماتے، کم عمر بچوں کو واپس فرمادیتے یہ حضرات شوق میں نکل پڑتے۔ چنانچہ اُحد کی لڑائی کیلئے جب تشریف لیجانا ہوا تو ایک موقع پر جا کر لشکر کا معائنہ فرمایا اور نو عمروں کو لڑکپن کی وجہ سے واپس فرمادیا۔ جن میں حضرات ذیل بھی تھے، عبداللہ بن عمرؓ، زید بن ثابتؓ، اسامہ بن زیدؓ، زید بن ارقمؓ، برابر بن عازبؓ، عمرو بن حزمؓ، اسید بن ظہیرؓ، عرابہ بن اوسؓ، ابوسعید خدریؓ، سمو جندبؓ، رافع بن خدیجؓ، کہ ان کی عمریں تقریباً تیرہ چودہ برس کی تھیں، جب ان کو واپسی کا حکم ہوا تو حضرت خدیجؓ نے سفارش کی اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا لڑکا رافعؓ تیرا چلانا بہت اچھا جانتا ہے اور خود رافعؓ بھی اجازت کے اشتیاق میں ابھر ابھر کر کھڑے ہوتے تھے کہ قد لانا معلوم ہو۔ حضورؐ نے اجازت عطا فرمادی تو سمرہ بن جندبؓ نے اپنے سوتیلے باپ مرثدہ بن سنان سے کہا کہ حضورؐ نے رافعؓ کو تو اجازت مرحمت فرمادی اور مجھے اجازت نہیں عطا فرمائی۔ حالانکہ میں رافعؓ سے قوی ہوں اگر میرا اور اُس کا مقابلہ ہو تو میں اُسکو پھیٹا لوں گا۔ حضورؐ نے دونوں کا مقابلہ کرایا تو سمرہؓ نے رافعؓ کو واقعی پھیٹا لیا۔ اسلئے حضورؐ نے سمرہؓ کو بھی اجازت عطا فرمادی۔ اس کے بعد اور بچوں نے بھی کوشش کی اور بعضوں کو اور بھی اجازت مل گئی، اسی سلسلے میں رات ہو گئی حضورؐ نے تمام لشکر کی حفاظت کا انتظام فرمایا اور پچاس آدمیوں کو پورے لشکر کی حفاظت کے واسطے متعین فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہماری حفاظت کون کریگا، ایک صاحب اُٹھے حضورؐ نے فرمایا تمہارا کیا نام ہے انھوں نے کہا زکوانؓ، حضورؐ نے فرمایا اچھا

یہ بڑے بے نصیب باپ کا وہ خوش نصیب بیٹا ہے جسے فتح منجھ کے بعد سن آٹھ ہجری میں حضرت محمد علی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا شرف حاصل ہوا اور تاج کی شہادت یہ ہے کہ حسن اسلام بہت اچھا رہا، یعنی حق مسلمانی کو خوب نباہا۔ (الاکمال صاحب الشکوۃ مشتمل) تہ اند الغابہ (ز)، تہ خیس (ز)، تہ ۷۰ لما کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں تو میرا شوق دیکھ مرا انتظار دیکھ

سبب بنائے

۱۷ خیس (ز)، ۱۸ اسد الغابہ (ز)، ۱۹ اسد الغابہ (ز)۔

کو اس میں کوئی دخل نہیں تھا۔ اسکے باوجود حضورؐ نے قرآن پاک کی زیادتی کی وجہ سے جھنڈے کے اٹھانے میں ان کو مقدم فرمایا۔ اکثر چیزوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کا لحاظ فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر کسی آدمیوں کو کسی ضرورت سے ایک قبر میں دفن فرمانے کی نوبت آتی تو جس کا قرآن شریف زیادہ پڑھا ہوا ہوتا تھا اس کو مقدم فرماتے جیسا کہ غزوہ اُحد میں کیا۔

● حضرت ابوسعید خدریؓ کے بچپن میں انکے والد کی شہادت حضرت ابومعبد خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں اُحد کی لڑائی میں پیش کیا گیا۔ تیرہ سال کی میری عمر تھی حضورؐ نے قبول نہیں فرمایا، میرے والد نے سفارش بھی کی کہ اس کے قوی اچھے ہیں ہڈیاں بھی موٹی ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نگاہ میری طرف اوپر کو اٹھاتے تھے، پھر نیچے کر لیتے تھے۔ بالآخر کم عمر ہونے کی وجہ سے اجازت نہیں دی۔ میرے والد اس لڑائی میں شریک ہوئے اور شہید ہو گئے، کوئی مال وغیرہ کچھ نہ تھا۔ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سوال کرنے کی غرض سے حاضر ہوا۔ حضورؐ نے مجھے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ جو صبر مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو صبر عطا فرماتے ہیں اور جو پاکبازی اللہ سے مانگتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس کو پاکباز بنادیتے ہیں اور جو غنا چاہتا ہے اس کو غنا عطا فرماتے ہیں۔ میں نے یہ مضمون حضورؐ سے سنا پھر کچھ نہ مانگا چپکے ہی واپس آ گیا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہ نے ان کو وہ رتبہ عطا فرمایا کہ نو عمر صحابہؓ میں اس بڑے درجہ کا عالم دوسرا مشکل سے ملے گا۔ ف: بچپن کی عمر اور باپ کے صدمہ کے علاوہ ضرورت کا وقت لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عام نصیحت کو سن کر چپ چاپ چلے آنا اور اپنی پریشانی کا اظہار تک نہ کرنا، کیا آجکل کوئی بڑی عمر والا بھی کر سکتا ہے۔ سچ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے رسول کی مصاحبت کیلئے ایسے ہی لوگ چنے تھے جو اس کے اہل تھے۔ اسی لئے حضورؐ کا ارشاد ہے جو خاتمہ میں آتا ہے کہ اللہ نے سارے آدمیوں میں سے میرے صحابہؓ کو چنا ہے۔

● حضرت سلمہ بن اکوعؓ کا تن تنہا ایک جماعت سے مقابلہ غابہ مدینہ طیبہ سے چار پانچ میل پر ایک آبادی تھی، وہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اونٹ چرا کرتے تھے، کافروں کے ایک جمع کے ساتھ عبدالرحمن فزاری نے ان کو لوٹ لیا جو صاحب چراتے تھے ان کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو لیکر چل دیئے۔ یہ ٹیرے لوگ گھوڑوں پر سوار تھے اور ہتھیار لگائے ہوئے تھے، اتفاقاً حضرت سلمہ بن اکوعؓ صبح کے وقت بیدل، تیرکمان لئے ہوئے غابہ کی طرف چلے جا رہے تھے کہ چانک ان ٹیروں پر نگاہ پڑی بچے تھے دوڑتے بہت تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کی دوڑ ضرب المثل اور مشہور

لے اصحاب استیجاب (ز)

تھی۔ یہ اپنی دوڑ میں گھوڑے کو پکڑ لیتے تھے اور گھوڑا ان کو نہیں پکڑا سکتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی تیر اندازی میں بھی مشہور تھے۔ حضرت سلمہ بن اکوع نے مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے ایک پہاڑی پر چڑھ کر لوٹ کا اعلان کیا اور خود تیر کمان ساتھ تھی ہی ان لیٹروں کے پیچھے دوڑنے سے کہ ان کے پاس تک پہنچ گئے اور تیر مارنے شروع کئے اور اس پھرتی سے دما دم تیر برساتے کہ وہ لوگ بڑا مجمع سمجھے اور چونکہ خود تنہا تھے اور پیدل بھی تھے۔ اس لئے جب کوئی گھوڑا لٹا کر پیچھا کرتا تو کسی درخت کی آڑ میں چھپ جاتے اور آڑ میں سے اس کے گھوڑے کے تیر مارنے جس سے وہ زخمی ہوتا اور وہ اس خیال سے واپس جاتا کہ گھوڑا اگر گیا تو میں پکڑا جاؤں گا۔ حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں غرض وہ بھاگتے رہے اور میں پیچھا کرتا رہا حتیٰ کہ جتنے اونٹ انھوں نے حضورؐ کے لئے تھے وہ میرے پیچھے ہو گئے اور اس کے علاوہ تیشا برچھے اور تیشا چادریں وہ اپنی چھوڑ گئے۔ اتنے میں عینیہ بن حصن کی ایک جماعت مدد کے طور پر ان کے پاس پہنچ گئی اور ان لیٹروں کو قوت حاصل ہو گئی۔ یہ بھی ان کو معلوم ہو گیا کہ میں اکیلا ہوں۔ انھوں نے کئی آدمیوں نے مل کر میرا پیچھا کیا۔ میں ایک پہاڑ پر چڑھ گیا وہ بھی چڑھ گئے۔ جب میرے قریب ہو گئے تو میں نے زور سے کہا کہ ذرا ٹھیرو پہلے میری ایک بات سنو۔ تم مجھے جانتے بھی ہو کہ میں کون ہوں۔ انھوں نے کہا کہ بتا کون ہے۔ میں نے کہا کہ میں ابن الاکوع ہوں، اُس ذات پاک کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت دی۔ تم میں سے اگر کوئی مجھے پکڑنا چاہے تو نہیں پکڑ سکتا اور تم میں سے جس کو میں پکڑنا چاہوں وہ مجھ سے ہرگز نہیں چھوٹ سکتا۔ ان کے متعلق چونکہ عام طور سے یہ شہرت تھی کہ بہت زیادہ دوڑتے ہیں۔ حتیٰ کہ عربی گھوڑا بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے یہ دعویٰ کچھ عجیب نہیں تھا۔ سلمہؓ کہتے ہیں کہ میں اسی طرح ان سے بات چیت کرتا رہا اور میرا مقصود یہ تھا کہ ان لوگوں کے پاس تو مدد پہنچ گئی ہے مسلمانوں کی طرف سے میری مدد بھی آجائے کہ میں بھی مدینہ میں اعلان کر کے آیا تھا۔ غرض ان سے اسی طرح میں بات کرتا رہا اور درختوں کے درمیان سے مدینہ منورہ کی طرف غور سے دیکھتا رہا کہ مجھے ایک جماعت گھوڑے سواروں کی دوڑ کر آتی ہوئی نظر آئی۔ ان میں سے آگے انحرام اسدیؓ تھے۔ انھوں نے آتے ہی عبد الرحمن فزاریؓ پر حملہ کیا اور عبد الرحمن بھی ان پر متوجہ ہوا۔ انھوں نے عبد الرحمن کے گھوڑے پر حملہ کیا اور پاؤں کاٹ دیئے جس سے وہ گھوڑا گرا اور عبد الرحمن نے گرتے ہوئے ان پر حملہ کر دیا جس سے وہ شہید ہو گئے اور عبد الرحمن فوراً ان کے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ان کے پیچھے ابو قتادہؓ تھے فوراً انھوں نے حملہ شروع کر دیا۔ عبد الرحمن نے ابو قتادہؓ کے گھوڑے کے پاؤں پر حملہ کیا جس سے

لے لیٹروں کو تو میں بھگانا ہوا اور درختوں میں گیا اور اونٹ میرے پیچھے رہ گئے۔

وہ گرے اور گرتے ہوئے انھوں نے عبد الرحمن پر حملہ کیا جس سے وہ قتل ہو گیا اور ابوقحادہؓ فوراً اس گھوڑے پر جو اخرم اسدی کا تھا اور اب اس پر عبد الرحمن سوار ہو رہا تھا سوار ہو گئے۔ بعض تواریخ میں لکھا ہے کہ حضرت سلمہؓ نے اخرم اسدی کو حملہ سے روکا بھی تھا کہ ذرا ٹھہرو اپنا مجمع اور آنے دو مگر انھوں نے فرمایا کہ مجھے شہید ہونے دو۔ کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں صرف یہی شہید ہوئے اور کفار کے بہت سے آدمی اس لڑائی میں مارے گئے۔ اسکے بعد بڑا مجمع مسلمانوں کا پہنچ گیا اور وہ لوگ بھاگ گئے تو حضرت سلمہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے ساتھ سو آدمی کر دیں میں ان کا بیچا کروں مگر حضورؐ نے فرمایا کہ وہ اپنی جماعتوں میں پہنچ گئے۔ اکثر تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلمہؓ کی عمر اس وقت بارہ یا تیرہ برس کی تھی۔ بارہ تیرہ برس کا لڑکا گھوڑے سواروں کی ایک بڑی جماعت کو اس طرح بھگا دے کہ ہوش و حواس گم ہو جائیں جو لوٹا تھا وہ بھی چھوڑ دیں اور اپنا بھی سامان چھوڑ جائیں، یہ اسی اخلاص کی برکت تھی جو اللہ جل شانہ نے اس جماعت کو نصیب فرمایا تھا۔

۱۰۔ بدر کا مقابلہ اور حضرت برابرؓ کا شوقِ ابدی کی لڑائی سے افضل اور سب سے زیادہ مہتمم بالشان لڑائی ہے۔ اسلئے کہ اس میں مقابلہ نہایت سخت تھا۔ مسلمانوں کی جماعت نہایت قلیل کل تین سو پندرہ آدمی تھے۔ جن کے پاس صرف تین گھوڑے، چھ یا نو زہریں اور آٹھ تلواریں تھیں اور ستر اونٹ تھے۔ ایک ایک اونٹ پر کئی کئی آدمی باری باری سوار ہوتے تھے اور کفار کی جماعت ایک ہزار کے قریب تھی جن میں سو گھوڑے اور سات سو اونٹ اور لڑائی کا کافی سامان تھا۔ اسی وجہ سے وہ لوگ نہایت اطمینان کے ساتھ باجوں اور گانے والی عورتوں کے ساتھ میدان میں آئے، ادھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت متفکر کہ مسلمان نہایت کمزوری کی حالت میں تھے جب حضورؐ نے دونوں جماعتوں کا اندازہ فرمایا تو دعا مانگی یا اللہ یہ مسلمان ننگے پاؤں ہیں تو ہی ان کو سواری دینے والا ہے، یہ ننگے بدن ہیں تو ہی ان کو کپڑا پہنانے والا ہے، یہ بھوکے ہیں تو ہی ان کا پیٹ بھرنے والا ہے، یہ فقیر ہیں تو ہی ان کو غنی کرنے والا ہے۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی۔ ان سب باتوں کے باوجود حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت برابرؓ دونوں حضرات لڑائی میں شرکت کے شوق میں گھر سے چل دیئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے ہونے کی وجہ سے راستہ میں سے لوٹا دیا، یہ دونوں حضرات اُحد کی لڑائی میں سے بھی واپس کئے گئے تھے جیسا کہ پہلے قصہ میں گذر چکا ہے۔ اُحد کی لڑائی بدر کی لڑائی سے ایک سال بعد ہوئی جب اس میں بھی یہ بچوں میں شمار کئے گئے تو بدر میں بطریقِ اولیٰ

لے ابو داؤد (۲) سے تین سو تیرہ، تین سو چودہ، تین سو پندرہ مختلف روایتیں ہیں۔

بچے تھے مگر ان حضرات کا شوق تھا کہ بچپن ہی سے یہ دلولہ اور شوق دل میں جوش مارتا تھا اور ہر لڑائی میں شریک ہونے اور اجازت ملنے کی کوشش کرتے تھے۔

۱۱

حضرت عبداللہ بن عبد اللہ بن ابی کا اپنے باپ سے معاملہ اس میں بنوا مطلق کی مشہور جنگ ہوئی۔ اس میں ایک مہاجر اور انصاری کی باہم لڑائی ہو گئی۔ معمولی بات تھی مگر بڑھ گئی، ہر ایک نے اپنی اپنی قوم سے دوسرے کے خلاف مدد چاہی اور دونوں طرف جماعتیں پیدا ہو گئیں اور قریب تھا کہ آپس میں لڑائی کا معرکہ گرم ہو جائے کہ درمیان میں بعض لوگوں نے پڑ کر صلح کرادی، عبداللہ بن ابی منافقوں کا سردار اور نہایت مشہور منافق اور مسلمانوں کا سخت مخالف تھا مگر چونکہ اسلام ظاہر کرتا تھا اسلئے اس کے ساتھ خلاف کا برتاؤ نہ کیا جاتا تھا اور اس وقت منافقوں کے ساتھ علم برتاؤ تھا۔ اسکو جب اس قصے کی خبر ہوئی تو اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ لفظ کہے اور اپنے دوستوں سے خطاب کر کے کہا کہ یہ سب کچھ تمہارا اپنا ہی کیا ہوا ہے۔ تم نے ان لوگوں کو اپنے شہروں میں ٹھکانا دیا۔ اپنے مالوں کو ان کے درمیان آدھوں آدھ بانٹ لیا۔ اگر تم ان لوگوں کی مدد کرنا چھوڑ دو تو اب بھی سب چلے جاویں اور یہ بھی کہا کہ خدا کی قسم ہم لوگ اگر مدینہ پہنچ گئے تو ہم عزت والے مل کر ان ذلیلوں کو دہاں سے نکال دیں گے۔ حضرت زید بن ارقمؓ نے تو عمر بچے تھے۔ وہاں موجود تھے۔ یہ سن کر تاب نہ لاسکے۔ کہنے لگے کہ خدا کی قسم تو ذلیل ہے تو اپنی قوم میں بھی ترچھی لگاؤں سے دیکھا جاتا ہے تیرا کوئی حمایتی نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزت والے ہیں۔ رحمن کی طرف سے بھی عزت دیئے گئے اور اپنی قوم میں بھی عزت والے ہیں۔ عبداللہ بن ابی نے کہا کہ اچھا چپکا رہ، میں تو ویسے ہی مذاق میں کہہ رہا تھا، مگر حضرت زیدؓ نے جا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے درخواست بھی کی کہ اس کافر کی گردن اڑادی جائے مگر حضورؐ نے اجازت مرحمت نہ فرمائی۔ عبداللہ بن ابی کو جب اس کی خبر ہوئی کہ حضورؐ تک یہ قصہ پہنچ گیا ہے تو حاضر خدمت ہو کر جھوٹی قسمیں کھانے لگا کہ میں نے کوئی لفظ ایسا نہیں کہا۔ زیدؓ نے جھوٹ نقل کر دیا، انصار کے بھی کچھ لوگ حاضر خدمت تھے انھوں نے بھی سفارش کی کہ یا رسول اللہ عبداللہ قوم کا سردار ہے بڑا آدمی شمار ہوتا ہے۔ ایک بچہ کی بات اس کے مقابلہ میں قابل قبول نہیں۔ ممکن ہے کہ سننے میں کچھ غلطی ہوئی ہو یا سمجھنے میں حضورؐ نے اس کا عذر قبول فرما لیا۔ حضرت زیدؓ کو جب اس کی خبر ہوئی کہ اس نے جھوٹی قسموں سے اپنے کو سچا ثابت کر دیا اور زیدؓ کو جھٹلادیا تو شرم کی وجہ سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ حضورؐ کی مجلس میں بھی ندامت کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے۔ بالآخر سورۃ منافقون

لے اسی کو غزۃ تبوک بھی کہتے ہیں یہ خاموش رہ۔

نازل ہوئی جس سے حضرت زیدؓ کی سچائی اور عبد اللہ بن ابی کی جھوٹی قسموں کا حال ظاہر ہوا حضرت زیدؓ کی وقعت موافق مخالف سب کی نظروں میں بڑھ گئی اور عبد اللہ بن ابی کا قصہ بھی سب پر ظاہر ہو گیا۔ جب مدینہ منورہ قریب آیا تو عبد اللہ بن ابی کے بیٹے جن کا نام بھی عبد اللہ تھا، اور بڑے بچے مسلمانوں میں تھے۔ مدینہ منورہ سے باہر تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور باپ کے کہنے لگے کہ اس وقت تک مدینہ میں داخل نہیں ہونے دوں گا جب تک اس کا اقرار نہ کرے کہ تو ذلیل ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزیز ہیں۔ اسکو بڑا تعجب ہوا کہ یہ صاحبزادہ ہمیشہ سے باپ کے ساتھ بہت احترام اور نیکی کا برتاؤ کر نیوالے تھے مگر حضورؐ کے مقابلہ میں تحمل نہ کر سکے۔ آخر اس نے مجبور ہو کر اس کا اقرار کیا کہ واللہ میں ذلیل ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزیز ہیں۔ اس کے بعد مدینہ میں داخل ہو سکا۔

۱۲ حضرت جابرؓ کی حمراہ الاسد میں شرکت | اُحد کی لڑائی سے فراغت پر مسلمان مدینہ طیبہ پہنچے۔ سفر اور لڑائی کی تکان خوب تھی مگر مدینہ منورہ پہنچتے ہی یہ اطلاع ملی کہ ابوسفیان نے لڑائی سے واپسی پر حمراہ الاسد (ایک جگہ کا نام ہے) پہنچ کر ساتھیوں سے مشورہ کیا اور یہ رائے قائم کی کہ اُحد کی لڑائی میں مسلمانوں کو شکست ہوئی ہے ایسے موقع کو غنیمت سمجھنا چاہیے تھا کہ نہ معلوم پھر ایسا وقت آسکے یا نہ آسکے۔ اسلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ قتل کر کے لوٹنا چاہیے تھا۔ اس ارادہ سے اس نے واپسی کا مشورہ کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کر دیا کہ جو لوگ اُحد میں ساتھ تھے وہی صرف ساتھ ہوں اور دوبارہ حملہ کیلئے چلنا چاہیے۔ اگرچہ مسلمان اس وقت تھکے ہوئے تھے مگر اسکے باوجود سب کے سب تیار ہو گئے۔ چونکہ حضورؐ نے اعلان فرمادیا تھا کہ صرف وہی لوگ ساتھ چلیں جو اُحد میں ساتھ تھے۔ اسلئے حضرت جابرؓ نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ میری تمنا اُحد میں بھی شرکت کی تھی مگر والد نے یہ کہہ کر اجازت نہ دی کہ میری شات بہنیں ہیں۔ کوئی مرد اوہ ہے نہیں، انھوں نے فرمایا تھا کہ ہم دونوں میں سے ایک کا رہنا ضروری ہے اور وہ خود جلنے کا ارادہ فرما چکے تھے اسلئے مجھے اجازت نہ دی تھی اُحد کی لڑائی میں ان کی شہادت ہو گئی۔ اب حضورؐ مجھے اجازت مرحمت فرمادیں کہ میں بھی ہمراہ چلوں۔ حضورؐ نے اجازت عطا فرمادی۔ ان کے علاوہ کوئی اور ایسا شخص نہیں گیا جو اُحد میں شریک نہ ہو۔ حضرت جابرؓ کا اس شوق و تمنا سے اجازت مانگنا کس قدر قابل رشک ہے کہ والد کا ابھی انتقال ہوا ہے۔ قرضہ بھی باپ کے ذمہ بہت

لے لے یعنی عزت والے ہیں۔ عربی میں عزیز کے معنی غالب اور صاحب قدرت و عزت کے ہیں۔ لیکن اردو میں عزیز رشتہ دار کو کہتے ہیں۔ یہاں عربی محاورے والا عزیز استعمال کر لیا گیا ہے لہٰذا غمیس (نہ)۔

سب سے وہ بھی یہود کا جو سختی کا برتاؤ کیا کرتے تھے اور ان کے ساتھ خاص طور سے سختی کا برتاؤ کر رہے تھے۔ اس سب کے علاوہ یہنوں کے گذران کا فکر کہ شات یہنیں بھی باپ نے چھوڑی ہیں جن کی وجہ سے ان کو اُحد کی لڑائی میں شرکت کی باپ نے اجازت بھی نہ دی تھی لیکن جہاد کا شوق ان سب پر غالب ہے۔

۱۳ روم کی لڑائی میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی بہادری حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں ۱۳ھ میں مصر کے پہلے حاکم حضرت عمرو بن عاصؓ کی بجائے جب عبداللہ بن ابی سرحؓ حاکم بنائے گئے تو وہ روم کی لڑائی کے واسطے بیس ہزار کے مجمع کے ساتھ نکلے۔ رومیوں کا لشکر دو لاکھ کے قریب تھا۔ بڑے گھسان کی لڑائی ہوئی، رومیوں کے امیر جریر نے اعلان کیا کہ جو شخص عبداللہ بن ابی سرحؓ کو قتل کر دے گا اس سے اپنی بیٹی کا نکاح کروں گا اور ایک لاکھ دینار انعام بھی دوں گا۔ اس اعلان سے بعض مسلمانوں کو فکر ہوا، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو معلوم ہوا، انھوں نے کہا یہ فکر کی بات نہیں ہماری طرف سے بھی اعلان کیا جائے کہ جو جریر کو قتل کرے گا اس کی بیٹی سے اُس کا نکاح کیا جائے گا اور ایک لاکھ دینار انعام اور مزید یہ کہ اسی کو ان شہروں کا امیر بھی بنا دیا جائے گا۔ الغرض دیر تک مقابلہ ہوتا رہا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے دیکھا کہ جریر سارے لشکر کے پیچھے ہے اور لشکر اس سے آگے بڑھا ہوا ہے۔ دو باندیاں مور کے پروں سے اس پر سایہ کئے ہوئے ہیں۔ انھوں نے غفلت کی حالت میں لشکر سے ہٹ کر اُس پر تنہا جا کر حملہ کیا۔ وہ یہ سمجھتا رہا کہ یہ تنہا اس طرح بڑھے آ رہے ہیں۔ کوئی پیغام صلہ لیکر آئے ہیں، مگر انھوں نے سیدھے پہنچ کر اس پر حملہ کر دیا اور تلوار سے سر کاٹ کر برچھے پر اٹھا کر لے آئے اور سب دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ ف۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نو عمر ہی تھے۔ ہجرت کے بعد سب سے پہلی پیدائش مہاجرین میں ان کی ہے۔ مسلمانوں کو ان کی پیدائش سے بہت خوشی ہوئی تھی اسلئے کہ ایک سال تک کسی مہاجر کے کوئی لڑکا نہ ہوا تھا تو یہود نے یہ کہہ دیا تھا کہ ہم نے ان مہاجرین پر جادو کر رکھا ہے ان کے لڑکا نہیں ہو سکتا۔ حضورؐ کا معمول بچوں کو بیعت فرمانے کا نہیں تھا، لیکن حضرت ابن زبیرؓ کو شات برس کی عمر میں بیعت فرمایا تھا اس لڑائی کے وقت ان کی عمر چوبیس چھپیس سال کی تھی۔ اس عمر میں دو لاکھ کے مجمع کو پھلانگ کر اس طرح بادشاہ کا سر کاٹ لینا معمولی چیز نہیں۔

لے سبحان اللہ! کیا جواب ہے، جس کا جواب نہیں۔

۱۴ حضرت عمرو بن سلمہ کا کفر کی حالت میں قرآن پاک یاد کرنا | عمرو بن سلمہ کہتے ہیں

کہ ہم لوگ مدینہ طیبہ کے راستے میں ایک جگہ رہا کرتے تھے وہاں کے آنے جانے والے ہمارے پاس سے گذرتے تھے جو لوگ مدینہ منورہ سے واپس آتے ہم اُن سے حالات پوچھا کرتے کہ لوگوں کا کیا حال چال ہے جو صاحب نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اُن کی کیا خبر ہے۔ وہ لوگ حالات بیان کرتے کہ وہ کہتے ہیں مجھ پر وحی آتی ہے۔ یہ یہ آیتیں نازل ہوئیں میں کم عمر بچہ تھا وہ جو بیان کرتے میں اُس کو یاد کر لیتا۔ اسی طرح مسلمان ہونے سے پہلے ہی مجھے بہت سا قرآن شریف یاد ہو گیا تھا۔ عرب کے سب لوگ مسلمان ہونے کیلئے مکہ والوں کا انتظار کر رہے تھے جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو ہر جماعت اسلام میں داخل ہونے کیلئے حاضر خدمت ہوئی۔ میرے باپ بھی اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ ساری قوم کی طرف سے قاصد بن کر حاضر خدمت ہوئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شریعت کے احکام بتائے اور نماز سکھائی جماعت کا طریقہ بتایا اور ارشاد فرمایا کہ جس کو تم میں سے زیادہ قرآن یاد ہو وہ امامت کیلئے افضل ہے۔ میں چونکہ آنے والوں سے آیتیں سن کر ہمیشہ یاد کر لیا کرتا تھا اسلئے سب سے زیادہ حافظ قرآن میں ہی تھا۔ سب نے تلاش کیا تو مجھ سے زیادہ حافظ قرآن کوئی بھی قوم میں نہ نکلا تو مجھ ہی کو انھوں نے امام بنایا۔ میری عمر اس وقت چھ سات برس کی تھی جب کوئی مجمع ہوتا یا جنازہ کی نماز کی نوبت آتی تو مجھ ہی کو امام بنایا جاتا۔ ف:- یہ دین کی طرف طبعی میلان اور رجحان کا اثر تھا کہ اس عمر میں بغیر مسلمان ہوئے قرآن شریف کا حصہ بہت سا یاد کر لیا۔ رہا بچہ کی امامت کا قصہ، یہ مسئلہ کی بحث ہے جن کے نزدیک جائز ہے اُن کے نزدیک تو اشکال نہیں اور جن کے نزدیک جائز نہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضور نے ان ہی لوگوں کو ارشاد فرمایا تھا کہ تم میں جس کو قرآن زیادہ یاد ہو۔ بچے اس سے مراد نہیں تھے یہ

۱۵ حضرت ابن عباسؓ کا اپنے غلام کے پاؤں میں بٹری ڈالنا | حضرت عبد اللہؓ

بن عباسؓ کے غلام حضرت عکرمہ مشہور علماء میں ہیں۔ کہتے ہیں کہ میرے آقا حضرت عبد اللہؓ بن عباسؓ نے قرآن و حدیث اور شریعت کے احکام پڑھانے کیلئے میرے پاؤں میں بٹری ڈال دی تھی کہ کہیں آؤں جاؤں نہیں۔ وہ مجھے قرآن شریف پڑھاتے اور حدیث شریف پڑھاتے، ف:- حقیقت میں پڑھنا اسی صورت سے ہو سکتا ہے جو لوگ پڑھنے کے زمانہ میں سیر و سفر اور بازار کی لفرج کے شوق میں رہتے ہیں وہ بے کار اپنی عمر ضائع کرتے ہیں۔ اسی چیز کا اثر تھا کہ

ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ مطلب یہ ہے کہ یہاں بچہ کو امام خود ان کے قبیلے کے لوگوں نے بنایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم نہیں دیا تھا کہ بچہ کو امام بنالو، آپ نے تو صرف یہ بتا دیا تھا کہ تم لوگوں میں جو زیادہ قرآن پڑھا ہو وہ امامت کا زیادہ مستحق ہے لہٰذا بخاری نے

پھر عکرمہ غلام حضرت عکرمہ بن گئے کہ بحر الامة اور حبر الامة کے القاب سے یاد کئے جانے لگے، قتادہ کہتے ہیں کہ تمام تابعین میں زیادہ عالم چار ہیں جن میں سے ایک عکرمہ ہیں۔

۱۶ حضرت ابن عباسؓ کا بچپن میں حفظ قرآن | خود حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے تفسیر پوچھو میں نے بچپن میں قرآن شریف حفظ کیا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے دس برس کی عمر میں اخیر کی منزل پڑھ لی تھی۔ اس زمانہ کا پڑھنا ایسا نہیں تھا جیسا کہ اس زمانہ میں ہم لوگ غیر زبان والوں کا، بلکہ جو کچھ پڑھتے تھے وہ مع تفسیر کے پڑھتے تھے۔ اسی واسطے حضرت ابن عباسؓ تفسیر کے بہت بڑے امام ہیں کہ بچپن کا یاد کیا ہوا بہت محفوظ ہوتا ہے چنانچہ تفسیر کی حدیثیں جتنی حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل ہیں بہت کم دوسرے حضرات سے اتنی نقل ہوں گی۔ عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ قرآن کے بہترین مفسر ابن عباسؓ ہیں ابو عبد الرحمن کہتے ہیں کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہم کو قرآن شریف پڑھاتے تھے وہ کہتے تھے کہ صحابہ حضورؐ سے دس آیتیں قرآن کی سیکھتے تھے۔ اس کے بعد دوسری دس آیتیں اس وقت تک نہیں سیکھتے تھے جب تک پہلی دس آیتوں کے موافق علم اور عمل نہیں ہو جاتا تھا۔ تیرہ سال کی عمر تھی جس وقت کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ اس عمر میں جو درجہ تفسیر و حدیث میں حاصل کیا وہ کھلی کرامت اور قابل رشک ہے کہ امام تفسیر ہیں اور بڑے بڑے صحابہ تفسیر ان سے دریافت کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ حضورؐ ہی کی دعا کا ثمرہ تھا کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم استنجے تشریف لے گئے۔ باہر تشریف لائے تو لوٹا بھرا ہوا رکھا تھا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا یہ کس نے رکھا ہے عرض کیا گیا کہ ابن عباسؓ نے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خدمت پسند آئی اور دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ دین کا فہم اور کتاب اللہ کی سمجھ عطا فرمائیں۔ اسکے بعد ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نوافل پڑھ رہے تھے۔ یہ بھی نیت باندھ کر بیٹھے کھڑے ہو گئے۔ حضورؐ نے ہاتھ سے کھینچ کر برابر کھڑا کر لیا کہ ایک مقتدی اگر ہو تو اس کو برابر کھڑا ہونا چاہیے۔ اس کے بعد حضورؐ تو نماز میں مشغول ہو گئے۔ یہ ذرا سا بیچھے کو ہٹ گئے۔ حضورؐ نے نماز کے بعد دریافت فرمایا۔ عرض کیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ کے برابر کس طرح کھڑا ہو سکتا ہوں۔ حضورؐ نے علم و فہم کے زیادہ ہونے کی دُعا دی ہے۔

۱۷ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا حفظ حدیث | حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ رضی اللہ عنہ ان عابد اور زاہد صحابہ میں تھے کہ روزانہ ایک کلام مجید ختم کرتے اور رات بھر عبادت

لہ بخاری (۲) ۳۵ منتخب کنز (۲) ۳۵ اصابہ (۲)

میں مشغول رہتے تھے اور دن کو ہمیشہ روزہ دار رہتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کثیر محنت پر تنبیہ بھی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ایسی صورت میں بدن ضعیف ہو جائے گا، آنکھیں رات بھر جانکنے سے پتھر جائیں گی۔ بدن کا بھی حق ہے اہل و عیال کا بھی حق ہے آنے جانے والوں کا بھی حق ہے۔ کہتے ہیں میرا معمول تھا کہ روزانہ ایک ختم کرتا تھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ایک مہینے میں ایک قرآن پڑھا کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اپنی قوت اور جوانی سے منتفع ہونے کی اجازت فرمادیجئے۔ حضور نے فرمایا اچھا بیٹے روز میں ایک ختم کر لیا کرو۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بہت کم ہے۔ مجھے اپنی جوانی اور قوت سے متفع ہونے کی اجازت دیجئے۔ عرض اسی طرح عرض کرتا رہا۔ اخیر میں تین دن میں ایک ختم کی اجازت ہوئی۔ ان کا معمول تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو تحریر کیا کرتے تھے تاکہ یاد رہیں۔ چنانچہ ان کے پاس ایک مجموعہ حضور کی احادیث کا لکھا ہوا تھا جس کا نام انھوں نے صادقہ رکھا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حضور سے جو سنتا اس کو لکھ لیا کرتا تاکہ یاد رہے۔ مجھے لوگوں نے منع کیا کہ حضور بہر حال آدمی ہیں۔ تبھی غصہ اور ناراضی میں کسی کو کچھ فرماتے ہیں۔ کبھی خوشی اور مزاح میں کچھ ارشاد ہوتا ہے۔ ہر بات نہ لکھا کرو میں نے چھوڑ دیا۔ ایک مرتبہ حضور سے میں نے اس کا ذکر کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ لکھا کرو۔ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اس منہ سے غصہ میں یا خوشی میں حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی۔ ف۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو باوجود اس قدر زاہد عابد ہونے کے کہ کثرت عبادت میں ممتاز شمار کئے جاتے ہیں۔ پھر بھی ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ صحابہ میں مجھ سے زیادہ روایت کرنے والا کوئی نہیں بجز عبد اللہ بن عمرو کے کہ وہ لکھتے تھے میں لکھتا نہیں تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی روایات ابو ہریرہ سے بھی زیادہ ہیں۔ اگرچہ ہمارے زمانے میں ابو ہریرہ کی روایات ان سے کہیں زیادہ ملتی ہیں جس کی بہت سی وجوہ ہیں لیکن اس زمانہ میں اتنی عبادت پر بھی کثرت سے ان کی احادیث موجود تھیں۔

۸ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا حفظ قرآن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ان جلیل القدر صحابہ میں ہیں جو اپنے زمانے میں بڑے عالم اور بڑے مفتی شمار ہوتے تھے۔ بالخصوص فرائض کے ماہر تھے۔ کہا جاتا ہے کہ مدینہ منورہ میں فتویٰ قضا و فرائض قرأت میں ان کا شمار چوٹی کے لوگوں میں تھا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت کم عمر

یعنی اللہ نے مجھے جوانی اور قوت عطا فرمائی ہے۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس سے فائدہ اٹھاؤں اور زیادہ سے زیادہ عمل کروں۔

یعنی مذاق خوش طبعی سے مسند احمد، ابن سعد، زہبی، میراث کے مسائل کا فن فرائض کہلاتا ہے۔

بچے تھے۔ گیارہ برس کی عمر تھی اسی وجہ سے باوجود خواہش کے ابتدائی لڑائیوں یعنی بدر وغیرہ میں شرکت کی اجازت نہیں ہوئی۔ ہجرت سے پانچ برس پہلے چھ سال کی عمر میں یتیم بھی ہو گئے تھے۔ حضور جب ہجرت کے بعد مدینہ منورہ پہنچے تو جیسے اور لوگ حاضر خدمت ہو رہے تھے اور حصول برکت کے واسطے بچوں کو بھی ساتھ لارہے تھے۔ زیدؓ بھی خدمت میں حاضر کئے گئے۔ زیدؓ کہتے ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت میں جب پیش کیا گیا تو عرض کیا گیا کہ یہ قبیلہ بنجار کا ایک لڑکا ہے آپؐ کی تشریف آوری سے قبل ہی اس نے سترہ سور میں قرآن پاک کی حفظ کر لیں۔ حضورؐ نے امتحان لئے طور پر مجھے پڑھنے کو ارشاد فرمایا۔ میں نے سورہ ق حضورؐ کو سنائی۔ حضورؐ کو میرا پڑھنا پسند آیا، حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خطوط یہود کے پاس بھیجا ہوتے تھے وہ یہودی ہی لکھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہودی کی جو خط و کتابت ہوتی ہے اس پر مجھے اطمینان نہیں کہ گڑبڑ نہ کر دیتے ہوں۔ تو یہودی کی زبان سیکھ لے۔ زیدؓ کہتے ہیں کہ میں پندرہ دن میں ان کی زبان عبرانی میں کامل ہو گیا تھا۔ اسکے بعد سے جو تحریر ان کو جاتی وہ میں ہی لکھتا اور جو تحریر یہود کے پاس آتی وہ میں ہی پڑھتا۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے بعض لوگوں کو سریانی زبان میں خطوط لکھنا پڑتے ہیں۔ اسلئے مجھ کو سریانی زبان سیکھنے کیلئے ارشاد فرمایا میں نے سترہ دن میں سریانی زبان سیکھ لی تھی۔

⑤ حضرت امام حسنؓ کا بچپن میں علمی مشغلہ اسید السادات حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائش جمہور کے قول کے موافق رمضان سنہ ۳۳ میں ہے۔ اس اعتبار سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر سات برس اور کچھ مہینوں کی ہوئی۔ سات برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے جس میں کوئی علمی کمال حاصل کیا جاسکتا ہو۔ لیکن اس کے باوجود حدیث کی کئی روایتیں ان سے نقل کی جاتی ہیں۔ ابوالحورؓ اور ایک شخص ہیں انھوں نے حضرت حسنؓ سے پوچھا کہ تمہیں حضورؐ کی کوئی بات یاد ہے۔ انھوں نے فرمایا ہاں، میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا۔ راستہ میں صدقہ کی کھجوروں کا ایک ڈھیر لگ رہا تھا۔ میں نے اس میں سے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں رکھ لی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کچ (دہا) فرمایا اور میرے منہ سے نکال دی اور یہ ارشاد فرمایا کہ ہم صدقہ کا مال نہیں کھاتے۔ اور میں نے پانچوں نمازیں حضورؐ سے سمجھی ہیں۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ مجھے وتر میں پڑھنے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا بتائی تھی: اَللّٰهُمَّ اِهْدِنِيْ فَيَسْرَ هَدِيَّتٍ وَعَافِنِيْ فَيَسْرَ عَافِيَّتٍ وَتَوَلَّنِيْ

لے فتح، صابہ (ز) لے ٹھوٹو سے سند احمد

فِي مَن تَوَلَّيْتُ وَبَارِكْ لِي فِيهَا اَعْطَيْتُ وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يَقْضِي عَلَيْكَ
 اِنَّكَ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ تَبَارَكَ رَبُّنَا وَتَعَالَيْتَ۔ ترجمہ :- اے اللہ تو مجھے ہدایت فرما
 منجملہ اُن کے جن کو تو نے ہدایت فرمائی اور مجھے عافیت عطا فرما ان لوگوں کے ذیل میں جن
 کو تو نے عافیت بخشی اور تو میرے کاموں کا متولی بن جاہاں اور بہت سے لوگوں کا متولی
 ہے اور جو کچھ تو نے مجھے عطا فرمایا اس میں برکت عطا فرما اور جو کچھ تو نے مقدر فرمایا ہے اس
 کی برائی سے مجھے بچا کہ تو جو چاہے طے فرما سکتا ہے۔ تیرے خلاف کوئی شخص کچھ بھی فیصلہ
 نہیں کر سکتا اور جس کا تُو والی ہے وہ بھی ذلیل نہیں ہو سکتا۔ تیری ذات بابرکت ہے اور
 سب بلند ہے۔ امام حسنؑ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سنا کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد سے
 طلوع آفتاب تک اسی جگہ بیٹھا رہے وہ جہنم کی آگ سے نجات پائے گا۔ حضرت حسنؑ نے کئی
 ج پیدل کئے اور ارشاد فرماتے تھے کہ مجھے اس سے شرم آتی ہے کہ مرنے کے بعد اللہ سے
 ملوں اور اس کے گھر پاؤں چل کر نہ گیا ہوں۔ نہایت حلیم مزاج تھے اور پرہیزگار۔ مسند احمد
 میں متعدد روایات ان سے نقل کی گئی ہیں اور صاحب تہذیب نے ان صحابہؓ میں ان کو ذکر کیا ہے
 جن سے تیرہ حدیثیں روایت کی جاتی ہیں۔ سات برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے اس وقت کی اتنی
 احادیث کا یاد رکھنا اور نقل کرنا حافظہ کا کمال ہے اور شوق کی انتہا۔ افسوس ہے کہ ہم لوگ
 اپنے بچوں کو سات برس تک دین کی معمولی سی باتیں بھی نہیں بتاتے۔

۱۷ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا علمی مشغلہ اسید السادات حضرت حسینؑ اپنے بھائی
 حضرت حسنؑ سے بھی ایک سال چھوٹے تھے۔ اسلئے ان کی عمر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال
 کے وقت اور بھی کم تھی۔ یعنی چھ برس اور چند مہینے کی تھی۔ چھ برس کا بچہ کیا دین کی باتوں کو محفوظ
 کر سکتا ہے۔ لیکن امام حسینؑ کی روایتیں حدیث کی کتابوں میں نقل کی جاتی ہیں اور محدثین نے
 اس جماعت میں ان کا شمار کیا ہے جن سے آٹھ حدیثیں منقول ہیں۔ امام حسینؑ فرماتے ہیں کہ
 میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ کوئی مسلمان مرد ہو یا عورت اس کو کوئی مصیبت
 پہنچی ہو پھر وہ عرصہ کے بعد یاد آئے اور یاد آنے پر پھر وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ پڑھے تو
 اس کو اس وقت بھی اتنا ہی ثواب پہنچے گا جتنا کہ مصیبت کے وقت پہنچا تھا۔ یہ بھی حضورؐ کا
 ارشاد ہے کہ میری امت جب دریا پر سوار ہو اور سوار ہوتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرُمًا وَّمُہْرًا

لے لہذا اگر اب تک کوئی تکلیف میرے لئے طے فرما رکھی تھی تو اب اسے بدل کر راحت و آرام بھی طے فرما سکتا ہے۔
 یہ یعنی تہذیب فہوم اہل الاثر کے مصنف امام ابن الجوزیؒ نے

اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ الرَّحِيْمُ پڑھے تو یہ ڈوبنے سے امن کا ذریعہ ہے۔ حضرت حسینؑ نے پیش ج
 پیدل کئے ہیں۔ نماز اور روزہ کی بھی بہت کثرت فرماتے تھے اور صدقہ اور دین کے ہر کام میں
 کثرت کا اہتمام تھا۔ ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسینؑ سے پوچھا کہ حضورؐ کی کوئی بات آپؑ
 کو یاد ہے۔ انھوں نے فرمایا ہاں، میں ایک کھڑکی پر چڑھا جس میں کھجوریں رکھی تھیں۔ اس میں سے
 ایک کھجور میں نے منہ میں رکھ لی، حضورؐ نے فرمایا کہ اس کو بھینک دو ہم کو صدقہ جائز نہیں، حضرت
 حسینؑ سے حضورؐ کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بیکار کاموں میں
 مشغول نہ ہو۔ ان کے علاوہ اور بھی متعدد روایات آپؑ سے منقول ہیں۔ ف:- اس قسم کے
 واقعات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بکثرت ہیں کہ بچپن کے واقعات حضورؐ سے نقل کئے اور یاد
 رکھے۔ محمود بن الزبیرؓ ایک صحابی ہیں جن کی عمر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت
 پانچ برس کی تھی وہ کہتے ہیں کہ میں عمر بھر اس بات کو نہیں بھولوں گا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 ہمارے گھر تشریف لائے ہمارے یہاں ایک کنواں تھا۔ اس کے پانی سے ایک گلی میرے منہ پر کی۔
 ہم لوگ بچوں کو وہی تباہی فضول باتوں میں لگاتے ہیں۔ جھوٹے جھوٹے قصے ان کو سنا کر
 لغویات میں دماغ کو پریشان کرتے ہیں۔ اگر اللہ والوں کے قصے تلاش کر کے ان کو سنائے جائیں
 اور بجائے جن بھوت سے ڈرانے کے اللہ سے اور اس کے عذاب سے ڈرائیں اور اللہ کی ناراضی
 کی اہمیت اور ہیبت دل میں پیدا کریں تو دنیا میں بھی ان کے کارآمد ہو اور آخرت میں تو مفید ہے
 ہی۔ بچپن کا زمانہ حافظہ کی قوت کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس وقت کا یاد کیا ہوا کبھی بھی نہیں بھولتا۔
 ایسے وقت میں اگر قرآن پاک حفظ کر دیا جائے تو نہ کوئی دقت ہو نہ وقت خرچ ہو۔ میں نے اپنے
 والد صاحب نور اللہ مرقدہ سے بھی بارہا سنا اور اپنے گھر کی بوڑھیوں سے بھی سنا ہے کہ میرے والد
 صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جب دودھ چھڑایا گیا ہے تو پاؤ پارہ حفظ ہو چکا تھا اور ساتویں برس کی
 عمر میں قرآن شریف پورا حفظ ہو چکا تھا اور وہ اپنے والد یعنی میرے دادا صاحب سے مخفی
 فارسی کا بھی معتد بہ حصہ بوستاں سکندر نامہ وغیرہ پڑھ چکے تھے فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد صاحب
 نے قرآن شریف ختم ہونے کے بعد یہ ارشاد فرمادیا تھا کہ ایک قرآن شریف روزانہ پڑھ لیا کرو
 باقی تمام دن چھٹی میں گرمی کے موسم میں صبح کی نماز کے بعد مکان کی چھت پر بیٹھا کرتا تھا اور
 چھ سات گھنٹہ میں قرآن شریف پورا کر کے دوپہر کو روٹی کھاتا تھا اور شام کو اپنی خوشی سے
 فارسی پڑھا کرتا تھا۔ چھ ماہ تک مسلسل یہی معمول رہا۔ چھ ماہ تک روزانہ ایک کلام مجید پڑھنا اور

لے اسد الغابہ، استیعاب (ز) ۱۷۱، ص ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶

پھر اس کے ساتھ ہی دوسرے اسباق بھی پڑھتے رہنا اور وہ بھی سات برس کی عمر میں کوئی معمولی بات نہیں۔ اسی کا یہ ثمرہ تھا کہ قرآن شریف میں متشابہ لگنا یا بھولنا جانتے ہی نہ تھے چوتھیں ظاہر کی معاشی کتابوں کی تجارت پر تھی اور کتب خانہ کا اکثر کام اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے۔ اسلئے ایسا کبھی بھی نہیں ہوتا تھا کہ ہاتھ سے کام کرتے وقت زبان سے تلاوت نہ فرماتے رہتے ہوں اور کبھی کبھی اسی کے ساتھ ہم لوگوں کو جو مدرسہ سے الگ پڑھتے تھے اسباق بھی پڑھا دیا کرتے تھے۔ اس طرح تین کام ایک وقت کر لیا کرتے تھے۔ مگر ان کا طریقہ تعلیم ہم لوگوں کے ساتھ وہ نہیں تھا جو مدرسہ کے اسباق کا تھا اور عام مدارس کا مروجہ طریقہ ہے کہ سارا بوجھ استاد ہی کے ذمہ رہے بلکہ مخصوص طلبہ کے ساتھ یہ طریقہ تھا کہ شاگرد عبارت پڑھے ترجمہ کرے مطلب بیان کرے۔ اگر وہ مطلب صحیح ہوتا تو آگے چلو فرمادیتے اور غلط ہوتا تو اگر غلطی قابل تنبیہ ہوتی تو تنبیہ فرماتے اور قابل بتانے کے ہوتی تو بتا دیتے۔ یہ پرانے زمانے کا قصہ نہیں ہے اسی صلی کا واقعہ ہے۔ لہذا یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ صحابہ جیسے قوی اور ہمتیں اب کہاں سے لائی جائیں۔



حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و ملاقات

اگرچہ جتنے قہقہے اب تک نقل کئے گئے ہیں وہ سب ہی محبت کے کرشمے تھے کہ محبت ہی ان حضرات کی والہانہ زندگی کا سبب تھی جس کی وجہ سے نہ جان کی پرواہ تھی نہ زندگی کی تمنا۔ نہ مال کا خیال تھا نہ تکلیف کا خوف نہ موت سے ڈر، اس کے علاوہ محبت حکایت کی چیز بھی نہیں وہ ایک کیفیت ہے جو الفاظ و عبارت سے بالاتر ہے۔ محبت ہی ایک ایسی چیز ہے جو دل میں بس جانے کے بعد محبوب کو ہر چیز پر غالب کر دیتی ہے۔ نہ اس کے سامنے ننگ و ناموس کوئی چیز ہے نہ عزت و شرافت کوئی شے، حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے اور اپنے محبوب کے وسیلہ سے اپنی اور اپنے پاک رسول کی محبت عطا فرمائیں تو ہر عبادت میں لذت ہے اور دین کی ہر تکلیف میں راحت۔

● حضرت ابو بکرؓ کا اعلان اسلام اور تکلیف ابتداء اسلام میں جو شخص مسلمان

لے جسمانی طاقت

باب دوم ازادہ

ہوتا تھا وہ اپنے اسلام کو حتی الوسع مخفی رکھتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی اس وجہ سے کہ ان کو کفار سے اذیت نہ پہنچے اخفاء کی تلقین ہوتی تھی۔ جب مسلمانوں کی مقصد انتالیس تک پہنچی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اظہار کی درخواست کی کہ کھلم کھلا علی الاعلان تبلیغ کی جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اول انکار فرمایا مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اصرار پر قبول فرمایا اور ان سب حضرات کو ساتھ لیکر مسجد کعبہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تبلیغی خطبہ شروع کیا۔ یہ سب پہلا خطبہ ہے جو اسلام میں پڑھا گیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہؓ اسی دن اسلام لائے۔ اور اس کے تین دن بعد حضرت عمرؓ مشرف باسلام ہوئے ہیں۔ خطبہ کا شروع ہونا تھا کہ چاروں طرف سے کفار و مشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی باوجودیکہ مکہ مکرمہ میں ان کی عظمت و شرافت مسلم تھی اس قدر مارا کہ تمام چہرہ مبارک خون میں بھر گیا۔ ناک کان سب ہولہان ہو گئے تھے۔ پہچانے نہ جاتے تھے۔ جوتوں سے لالوں سے مارا، پاؤں میں روندنا اور جونہ کرنا تھا سب ہی کچھ کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو گئے۔ بنو تیمم یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قبیلے کے لوگوں کو خبر ہوئی وہ وہاں سے اٹھا کر لائے۔ کسی کو بھی اس میں تردد نہ تھا کہ حضرت ابو بکرؓ اس وحشیانہ حملہ سے زندہ نہ بچ سکیں گے۔ بنو تیمم مسجد میں آئے اور اعلان کیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اگر اس حادثہ میں وفات ہو گئی تو ہم لوگ ان کے بدلہ میں عتبہ بن ربیعہ کو قتل کریں گے۔ عتبہ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے مارنے میں بہت زیادہ بد بختی کا اظہار کیا تھا۔ شام تک حضرت ابو بکرؓ کو بیہوشی رہی۔ باوجود آوازیں دینے کے بولنے یا بات کرنے کی نوبت نہ آتی تھی۔ شام کو آوازیں دینے پر وہ بولے تو سب پہلا لفظ یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے۔ لوگوں نے اس پر بہت ملامت کی کہ ان ہی کے ساتھ کی بدولت یہ مصیبت آئی اور دن بھر موت کے منہ میں رہنے پر بات کی تو وہ بھی حضور ہی کا جذبہ اور ان ہی کی لئے۔ لوگ پاس سے اٹھ کر چلے گئے کہ بددلی بھی تھی اور یہ بھی کہ آخر کچھ جان باقی ہے کہ بولنے کی نوبت آئی اور آپؐ کی والدہ اُمّ خیرؓ سے کہہ گئے کہ ان کے کھانے پینے کے لئے کسی چیز کا انتظام کر دیں۔ وہ کچھ تیار کر کے لائیں اور کھانے پر اصرار کیا مگر حضرت ابو بکرؓ کی وہی ایک صدا تھی کہ حضورؐ کا کیا حال ہے، حضورؐ پر کیا گداری۔ ان کی والدہ نے فرمایا مجھے تو خبر نہیں کہ کیا حال ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اُمّ جمیلؓ (حضرت عمرؓ کی بہن) کے پاس جا کر دریافت کر لو کہ لے جہاں تک ہو چھپاتا تھا۔ یعنی آپؐ بھی چھپانے ہی کو فراتے تھے۔ یعنی سب کو یقین تھا کہ یہ وفات پا جائیں گے۔

کیا حال ہے۔ وہ بیچاری بیٹے کی اس مظلومانہ حالت کی بیتابانہ درخواست کو پورا کرنے کے واسطے اُمّ جمیلؓ کے پاس گئیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کیا۔ وہ بھی عام دستور کے موافق اس وقت تک اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھیں۔ فرمانے لگیں میں کیا جانوں خونِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور کون ابو بکرؓ، تیرے بیٹے کی حالت سن کر رنج ہوا اگر تو کہے تو میں چل کر اس کی حالت دیکھوں۔ اُمّ خیرؓ نے قبول کر لیا۔ ان کے ساتھ گئیں اور حضرت ابو بکرؓ کی حالت دیکھ کر تحمل نہ کر سکیں، بے تحاشہ رونا شروع کر دیا کہ بدکرداروں نے کیا حال کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے کئے کی سزا دے۔ حضرت ابو بکرؓ نے پھر پوچھا کہ حضورؐ کا کیا حال ہے۔ اُمّ جمیلؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی والدہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ سن رہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان سے خوف نہ کرو تو اُمّ جمیلؓ نے خیریت سنائی اور عرض کیا بالکل صحیح سالم ہیں۔ آپؐ نے پوچھا کہ اس وقت کہاں ہیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ ارقمؓ کے گھر تشریف رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھ کو خدا کی قسم ہے کہ اس وقت تک کوئی چیز نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک حضورؐ کی زیارت نہ کر لوں۔ ان کی والدہ کو تو بیکراری تھی کہ وہ کچھ کھالیں اور انھوں نے قسم کھالی کہ جب تک زیارت نہ کر لوں کچھ نہ کھاؤں گا۔ اسلئے والدہ نے اس کا انتظار کیا کہ لوگوں کے آمد و رفت بند ہو جائے مبادا کوئی دیکھ لے اور کچھ اذیت پہنچائے جب رات کا بہت سا حصہ گزر گیا تو حضرت ابو بکرؓ کو لیکر حضورؐ کی خدمت میں ارقمؓ کے گھر پہنچیں۔ حضرت ابو بکرؓ حضورؐ سے لپٹ گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی لپٹ کر روئے اور مسلمان بھی سب رونے لگے کہ حضرت ابو بکرؓ کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے درخواست کی کہ یہ میری والدہ ہیں آپؐ ان کیلئے ہدایت کی دعا بھی فرمادیں اور ان کو اسلام کی تبلیغ بھی فرمائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اول دعا فرمائی۔ اس کے بعد ان کو اسلام کی ترغیب دی۔ وہ بھی اسی وقت مسلمان ہو گئیں۔ ف۔ عیش و عشرت نشاط و فرحت کے وقت محبت کے دعوے کرنے والے سینکڑوں ہوتے ہیں۔ محبت و عشق وہی ہے جو مصیبت اور تکلیف کے وقت بھی باقی رہے۔

● حضرت عمرؓ کا حضورؐ کے وصال پر رنج | حضرت عمرؓ باوجود اپنی اس ضرب المثل قوت، شجاعت، دلیری اور بہادری کے جو آج ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد بھی شہرہ آفاق ہے اور باوجودیکہ اسلام کا ظہور حضرت عمرؓ کے اسلام لانے ہی سے ہوا کہ اسلام لانے کے بعد

لے نہیں رہے

اپنے اسلام کا اخفا گوارا نہ ہوا۔ حضور کے ساتھ محبت کا ایک ادنیٰ سا کرتب یہ ہے کہ اپنی اس بہادری کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی حالت کا تحمل نہ فرما سکے۔ سخت حیرانی اور بریشانی کی حالت میں تلوار ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو گئے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضور کا وصال ہو گیا ہے تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے رب کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام طور پر تشریف لے گئے تھے۔ عنقریب حضور واپس تشریف لائیں گے اور ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیں گے جو حضور کے انتقال کی جھوٹی خبر اڑا رہے ہیں۔ حضرت عثمانؓ بالکل گم سم تھے کہ دوسرے دن تک بالکل آواز نہیں نکلی چلتے پھرتے تھے مگر بولا نہیں جاتا تھا۔ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ چپ چاپ بیٹھے رہ گئے کہ حرکت بھی بدن کو نہ ہوتی تھی۔ صرف ایک حضرت ابو بکرؓ کا دم تھا کہ اس وقت کے پہاڑ جیسے وقت کو برداشت کیا اور اپنی اس محبت کے باوجود جو پہلے قصہ میں گذری اس وقت نہایت سکون سے تشریف لا کر اول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور باہر تشریف لا کر حضرت عمرؓ کو ارشاد فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، اسکے بعد خطبہ پڑھا جس کا حاصل یہ تھا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا ہو وہ جان لے کہ حضور کا وصال ہو چکا لیکن جو شخص اللہ کی پرستش کرتا ہو وہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ شانہ زندہ ہیں اور ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اس کے بعد کلام پاک کی آیت وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اخیر تک تلاوت فرمائی۔ ترجمہ:- محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی کے رسول ہی تو ہیں (خدا تو نہیں جس پر موت وغیرہ نہ آسکے) سو اگر آپ کا انتقال ہو جاوے یا آپ شہید بھی ہو جاویں تو کیا تم لوگ اٹے پھر جاؤ گے اور جو شخص اٹا پھر جائیگا تو خدا تعالیٰ کا تو کوئی نقصان نہیں کریگا (اپنا ہی کچھ بھروسہ گا) اور خدا تعالیٰ شانہ جلد ہی جزا دے گا حق شناس لوگوں کو۔ ف:- چونکہ اللہ جل شانہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے خلافت کا اہم کام لینا تھا اسلئے ان کی شایان شان اس وقت یہی حالت تھی اسی وجہ سے اس وقت جس قدر استقلال اور تحمل حضرت صدیق اکبرؓ میں تھا کسی میں بھی نہ تھا اور اس کے ساتھ ہی جس قدر مسائل دفن و میراث وغیرہ کے اس وقت کے مناسب حضرت صدیق اکبرؓ کو معلوم تھے مجموعی طور پر کسی کو بھی معلوم نہ تھے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن میں اختلاف ہوا کہ مکہ مکرمہ میں دفن کیا جائے یا مدینہ منورہ میں یا بیت المقدس میں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ نبی کی قبر

اسی جگہ ہوتی ہے جہاں اس کی وفات ہو۔ لہذا جس جگہ وفات ہوئی ہے اسی جگہ قبر کھودی جائے۔ آپؐ نے فرمایا میں نے حضورؐ سے سنا کہ ہم لوگوں (یعنی انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں نے حضورؐ سے سنا ہے جو شخص مسلمانوں کی حکومت کا متولی بنے اور وہ لاپرواہی سے کوتاہی کرتے ہوئے کسی دوسرے کو امیر بنائے اس پر لعنت ہے، نیز حضورؐ کا ارشاد کہ قریش اس امر یعنی سلطنت کے متولی ہیں، وغیرہ وغیرہ، ایک عورت کا حضورؐ کی خبر کیلئے بیقرار ہونا اُحد کی لڑائی میں مسلمانوں کو اذیت بھی

بہت پہنچی اور شہید بھی بہت سے ہوئے۔ مدینہ طیبہ میں یہ وحشت اثر خبر پہنچی تو عورتیں پریشان ہو کر تحقیق حال کیلئے گھر سے نکل پڑیں۔ ایک انصاری عورت نے مجمع کو دیکھا تو بیتابانہ پوچھا کہ حضورؐ کیسے ہیں؟ اس مجمع میں سے کسی نے کہا کہ تمہارے والد کا انتقال ہو گیا انھوں نے انا اللہ پر ہی اور پھر بیقراری سے حضورؐ کی خیریت دریافت کی۔ اتنے میں کسی نے خاوند کے انتقال کی خبر سنائی اور کسی نے بیٹے کی اور کسی نے بھائی کی کہ یہ سب ہی شہید ہو گئے تھے۔ مگر انھوں نے پوچھا کہ حضورؐ کیسے ہیں۔ لوگوں نے جواب دیا کہ حضورؐ بخیریت ہیں تشریف لارہے ہیں۔ اس سے اطمینان نہ ہوا۔ کہنے لگیں کہ مجھے بتادو کہاں ہیں۔ لوگوں نے اشارہ کر کے بتایا اس مجمع میں ہیں۔ یہ دوڑی ہوئی گئیں اور اپنی آنکھوں کو حضورؐ کی زیارت سے ٹھنڈا کر کے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ کی زیارت ہو جانے کے بعد ہر مصیبت ہلکی اور معمولی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ کا کپڑا پکڑ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جب آپؐ زندہ و سلامت ہیں تو مجھے کسی کی ہلاکت کی پرواہ نہیں ہے۔ اس قسم کے متعدد قصے اس موقع پر پیش آئے ہیں۔ اسی وجہ سے مورخین میں ناموں میں اختلاف بھی ہوا ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس نوع کا واقعہ کئی عورتوں کو پیش آیا ہے۔

● حدیث میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور مغیرہؓ کا فعل اور عام صحابہ کا طرز عمل حدیبیہ کی مشہور لڑائی ذیقعدہ ۳ھ میں ہوئی جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ عمرہ کے ارادہ سے تشریف لارہے تھے۔ کفار مکہ کو جب اس کی خبر پہنچی تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا اور یہ طے کیا کہ مسلمانوں کو مکہ آنے سے روکا جائے۔ اس کے لئے بہت بڑے پیمانہ پر تیاری کی اور مکہ کے علاوہ باہر کے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ شرکت کی دعوت دی اور بڑے مجمع کے ساتھ مقابلہ کی تیاری کی، ذوالحلیفہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

لے: بات اس وقت سوائے حضرت ابو بکرؓ کے کسی کو معلوم نہ تھی نہ خیس (ز)

صاحب کو حالات کی خبر لانے کیلئے بھیجا جو مکہ سے حالات کی تحقیق کر کے عسفان پر حضور سے ملا
انہوں نے عرض کیا کہ مکہ والوں نے مقابلہ کی بہت بڑی پیمانہ پر تیاری کر رکھی ہے اور باہر سے
بھی بہت سے فوجیں روانہ کی گئی ہیں۔ حضور نے صحابہ سے مشورہ فرمایا کہ اس وقت
کیا کرنا چاہیے۔ ایک صورت یہ ہے کہ جو لوگ باہر سے مدد کو گئے ہیں ان کے گھروں پر حملہ کیا
جائے جب وہ خبر سنیں گے تو مکہ سے واپس آجائیں گے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ سیدھے
چلے چلیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس وقت آپ بیت اللہ کے
ارادہ سے تشریف لائے ہیں۔ لڑائی کا ارادہ تو تھا ہی نہیں اسلئے آگے بڑھے چلیں اگر وہ ہمیں
روکیں گے تو مقابلہ کریں گے ورنہ نہیں، حضور نے اس کو قبول فرمایا اور آگے بڑھے۔ حدیبیہ میں
پہنچ کر بدیل بن ورقہ خزاعی ایک جماعت کو ساتھ لیکر آئے اور حضور سے اس کا ذکر کیا کہ کفار
آپ کو ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے وہ تو لڑائی پر تلے ہوئے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ
ہم لوگ لڑنے کے واسطے نہیں آئے ہیں ہمارا مقصد صرف عمرہ کرنا ہے اور قریش کو روزِ مزد کی
لڑائی نے بہت نقصان پہنچا رکھا ہے بالکل ہلاک کر دیا ہے اگر وہ راضی ہوں تو میں ان سے
مصالحت کرنے کو تیار ہوں کہ میرے اور ان کے درمیان اس پر معاہدہ ہو جائے کہ مجھ سے تعرض
نہ کریں۔ میں ان سے تعرض نہ کروں۔ مجھے اور ان سے نمٹنے دیں اور اگر وہ کسی چیز پر بھی راضی نہ
ہوں تو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں اس وقت تک ان سے لڑوں گا
جب تک کہ اسلام غالب ہو جائے یا میری گردن جدا ہو جائے۔ بدیل نے عرض کیا کہ اچھا میں
آپ کا پیغام ان تک پہنچائے دیتا ہوں۔ وہ لوٹے اور جا کر پیغام پہنچایا مگر کفار راضی نہ ہوئے۔
اسی طرح طرفین سے آمد و رفت کا سلسلہ راجن میں ایک مرتبہ عروہ بن مسعود ثقفی کفار کی جانب سے
آئے کہ وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے بعد میں مسلمان ہوئے۔ حضور نے ان سے بھی
وہی گفتگو فرمائی جو بدیل سے کی تھی۔ عروہ نے عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تم یہ چاہتے
ہو کہ عرب کا بالکل خاتمہ کر دو تو یہ ممکن نہیں۔ تم نے سمجھی نہ سنا ہو گا کہ تم سے پہلے کوئی شخص ایسا گدرا
ہو جس نے عرب کو بالکل فنا کر دیا ہو اور اگر دوسری صورت ہوئی کہ وہ تم پر غالب ہو گئے تو یاد
رکھو کہ میں تمہارے ساتھ اشراف کی جماعت نہیں دیکھتا۔ یہ اطراف کے کم ظرف لوگ تمہارے
ساتھ میں مصیبت پڑنے پر سب بھاگ جائیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوئے تھے
یہ جملہ سن کر غصہ میں بھر گئے اور ارشاد فرمایا کہ تو اپنے معبودات کی پیشاب گاہ کو چاٹ، کیا ہم حضور
سے بھاگ جائیں گے اور آپ کو ایسا چھوڑ دیں گے۔ عروہ نے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ

ابو بکرؓ نے انھوں نے حضرت ابو بکرؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہارا ایک قدیمی احسان مجھ پر ہے جس کا بدلہ میں نہیں دے سکا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اس گالی کا جواب دیتا۔ یہ کہہ کر عروہ پھر حضورؐ سے بات میں مشغول ہو گئے اور عرب کے عام دستور کے موافق بات کرتے ہوئے حضورؐ کی دائرہ مبارک کی طرف ہاتھ لیجاتے کہ خوشامد کے موقع پر دائرہ میں ہاتھ لگا کر بات کیجاتی ہے۔ صحابہؓ کو یہ بات کب گوارا ہو سکتی تھی۔ عروہ کے بھتیجے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سر پر خود اوڑھے ہوئے اور ہتھیار لگائے ہوئے پاس کھڑے تھے انھوں نے تلواریں قبضہ عروہ کے ہاتھ پر مارا کہ ہاتھ پرے کو رکھو۔ عروہ نے پوچھا یہ کون ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ مغیرہ۔ عروہ نے کہا او خدا تیری غداری کو میں اب تک بھگت رہا ہوں اور تیرا یہ برتاؤ حضرت مغیرہؓ بن شعبہؓ نے اسلام سے قبل چند کافروں کو قتل کر دیا تھا جن کی دیت عروہ نے ادا کی تھی اس کی طرف یہ اشارہ تھا (غرض عروہ طویل گفتگو حضورؐ سے کرتے رہے اور نظریں بچا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات کا اندازہ بھی کرتے جاتے تھے۔ چنانچہ واپس جا کر کفار سے کہا کہ اے قریش میں بڑے بڑے بادشاہوں کے یہاں کیا ہوں۔ قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں کو بھی دیکھا ہے اور ان کے آداب بھی دیکھے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کی جماعت اس کی تعظیم کرنی ہو جیسے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جماعت ان کی تعظیم کرتی ہے۔ اگر وہ بتو کہتے ہیں تو جس کے ہاتھ پڑ جائے وہ اس کو بدن اور منہ پر مل لیتا ہے۔ جو بات محمدؐ کے منہ سے نکلتی ہے اس کے پورا کرنے کو سب کے سب پوٹ پڑتے ہیں۔ ان کی وضو کا پانی آپس میں لڑ لڑ کر تقسیم کرتے ہیں۔ زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ اگر کسی کو قطرہ نہ ملے تو وہ دوسرے کے تر ہاتھ کو ہاتھ سے مل کر اپنے منہ پر مل لیتا ہے۔ ان کے سامنے بولتے ہیں تو بہت نیچی آواز سے۔ ان کے سامنے زور سے نہیں بولتے۔ ان کی طرف نگاہ اٹھا کر ادب کی وجہ سے نہیں دیکھتے۔ اگر ان کے کمر یا دائرہ میں کا کوئی بال گرے تو اس کو تبرکاً اٹھا لیتے ہیں اور اس کی تعظیم اور احترام کرتے ہیں۔ غرض میں نے کسی جماعت کو اپنے آقا کے ساتھ اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جتنی محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جماعت ان کے ساتھ کرتی ہے۔ اسی دوران میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو اپنی طرف سے قاصد بنا کر سرزد اوان مکہ کے پاس بھیجا۔ حضرت عثمانؓ کی باوجود مسلمان ہو جانے کے مکہ میں بہت عزت تھی اور ان کے متعلق زیادہ اندیشہ نہ تھا۔ اسلئے ان کو تجویز فرمایا تھا۔ وہ تشریف لے گئے تو لے لے انسان شرافت کی بات تھی وہ نہ چھوٹی طبیعت کے لوگ ایسے موقع پر کسی احسان کو نہیں یاد رکھتے نہ لوہے کی ٹوپی۔ انھیں گولہ لگا کر کفر کی اندھیروں میں ڈوبا ہوا ہاتھ رشک قمر جہرے کے قریب ہو۔

صحابہ کو رشک ہوا کہ عثمانؓ تو مزے سے کعبہ کا طواف کر رہے ہوں گے۔ حضورؐ نے فرمایا: مجھے امید نہیں کہ وہ میرے بغیر طواف کریں۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ مکہ میں داخل ہوئے تو ابان بن سعید نے ان کو اپنی پناہ میں لے لیا اور ان سے کہا کہ جہاں نہ لے جاوے چلو پھرو۔ تم کو کوئی روک نہیں سکتا۔ حضرت عثمانؓ ابو سفیان وغیرہ کے سرदारوں سے ملتے رہے اور حضورؐ کا پیام پہنچاتے رہے۔ جب واپس ہونے لگے تو کفار نے جو درخواست کی کہ تم مکہ میں آئے ہو تم طواف کرتے جاؤ۔ انھوں نے جواب دیدیا کہ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو روکے گئے ہوں اور میں طواف کر لوں۔ قریش کو اس جواب پر غصہ آیا جس کی وجہ سے انھوں نے حضرت عثمانؓ کو روک لیا۔ مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی کہ ان کو شہید کر دیا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے اخیر دم تک لڑنے پر بیعت لی۔ جب کفار کو اس کی خبر پہنچی تو گھبرائے اور حضرت عثمانؓ کو فوراً چھوڑ دیا۔ ف۔ اس قصہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ارشاد حضرت مغیرہؓ کا مارنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عام برتاؤ جس کو عمرو نے بہت غور سے دیکھا، حضرت عثمانؓ کا طواف سے انکار، ہر واقعہ ایسا ہے کہ حضورؐ کے ساتھ بے انتہا عشق و محبت کی خبر دیتا ہے۔ یہ بیعت جس کا اس قصہ میں ذکر ہے بیعت الشجرہ کہلاتی ہے۔ قرآن پاک میں بھی اس کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ فتح کی آیت لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ الْآیۃ میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ پوری آیت مع ترجمہ کے عنقریب خاتمہ میں آرہی ہے۔

۵ حضرت ابن زبیرؓ کا خون پینا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سینگیانگوئیں اور جو خون نکلا وہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کو دیا کہ اسکو کہیں دبا دیں۔ وہ گئے اور آکر عرض کیا کہ دبا دیا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہاں۔ عرض کیا میں نے پی لیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جس کے بدن میں میرا خون جائیگا اسکو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی۔ مگر تیرے لئے بھی لوگوں سے ہلاکت ہے اور لوگوں کو تجھ سے نفرت ہے۔ حضورؐ کے فضلات پاخانہ پیشاب وغیرہ سب پاک ہیں۔ اسلئے اس میں کوئی اشکال نہیں۔ حضورؐ کے اس ارشاد کا مطلب کہ ہلاکت ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ سلطنت اور امارت کی طرف اشارہ ہے کہ امارت ہوگی اور لوگ اس میں مزاحم ہوں گے۔ چنانچہ عبد اللہ بن زبیرؓ جب بیدار ہوئے تھے اس وقت بھی حضورؐ نے اس طرف اشارہ فرمایا تھا کہ ایک سینڈھالے بھیڑیوں کے درشتیان ایسے بھیڑیے جو کچڑے پہنے ہوئے ہوں گے۔ چنانچہ زبیرؓ اور عبد الملک

لہ تھ جس (۲) اس میں لڑائی کے اشارے کے علاوہ یہ اشارہ بھی آگیا کہ آخر کار یہ شہید ہونگے۔ کیونکہ سینڈھالے کے مقابلہ میں سینڈھالے کی ہلاکت یقیناً ہوتی ہے۔

دونوں کے ساتھ حضرت ابن زبیرؓ کی مشہور لڑائی ہوئی اور آخر شہید ہوئے۔

۶ حضرت مالک بن سنانؓ کا خون پینا | احد کی لڑائی میں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور یا سر مبارک میں خود کے دو حلقے گھس گئے تھے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دوڑے ہوئے آگے بڑھے اور دوسری جانب سے حضرت ابو عبیدہؓ دوڑے اور آگے بڑھ کر خود کے حلقے دانت سے کھینچنے شروع کئے ایک حلقہ نکالا جس سے ایک دانت حضرت ابو عبیدہؓ کا ٹوٹ گیا۔ اس کی پرواہ نہ کی۔ دوسرا حلقہ کھینچا جس سے دوسرا بھی دانت ٹوٹا۔ لیکن حلقہ وہ بھی کھینچ ہی لیا۔ ان حلقوں کے نکلنے سے حضورؐ کے پاک جسم سے خون نکلنے لگا تو حضرت ابو سعید خدیؓ کے والد ماجد مالک بن سنان نے اپنے لبوں سے اُس خون کو چوس لیا اور نگل لیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ بس کے خون میں میرا خون ملا ہے اسکو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی۔ یہ

۷ حضرت زید بن حارثہؓ کا اپنے باپ کو انکار | حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں اپنی والدہ کے ساتھ تنہا چارہ بے تھے بنو قیس نے قافلہ کو لوٹا جس میں زید بھی تھے، انکو مکہ کے بازار میں لاکر بیچا، حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کو کیلئے ان کو خرید لیا۔ جب حضورؐ کا مکمل حضرت خدیجہؓ سے ہوا تو انھوں نے زیدؓ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہت کے طور پر پیش کر دیا۔ زیدؓ کے والد کو ان کے فراق کا بہت صدمہ تھا اور ہونا ہی چاہئے تھا کہ اولاد کی محبت فطری چیز ہے۔ وہ زیدؓ کے فراق میں روتے اور اشعار پڑھتے پھرا کرتے تھے۔ اکثر جو اشعار پڑھتے تھے اُن کا مختصر ترجمہ یہ ہے:-

”میں زیدؓ کی یاد میں روتا ہوں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ زندہ ہے۔ تاکہ اسکی اُمید کی جائے یا موت نے اسکو مٹا دیا۔ خدا کی قسم مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ تجھے اے زیدؓ نرم زمین نے ہلاک کیا یا کسی پہاڑ نے ہلاک کیا۔ کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تو عمر بھر میں کبھی بھی واپس آئے گا یا نہیں۔ ساری دنیا میں میری انتہائی غمزدگی تیری واپسی ہے۔ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے جب بھی مجھے زیدؓ کی یاد آتا ہے اور جب بارش ہونے کو ہوتی ہے جب بھی اُس کی یاد مجھے ستاتی ہے اور جب ہوائیں چلتی ہیں تو وہ بھی اس کی یاد کو بھڑکاتی ہیں۔ ہائے میرا غم اور میرا فکر

۸ اکثر نسخوں میں یہاں مالک بن سنانؓ کے بجائے ابو عبیدہؓ ہے۔ لیکن خون ابو عبیدہؓ نے نہیں بلکہ مالک بن سنانؓ نے پیا تھا۔ حضرت شیخ مدظلہ سے رجوع کیا۔ بعد دست کر دیا گیا کہ قرۃ العیون (ز) سے اولاد سے جو فطری محبت ماں باپ کو ہوتی ہے اس میں مختلف درجوں میں کچھ فرق بھی ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کو اولاد سے غیر معمولی محبت ہوتی ہے جو عشق کے درجہ تک پہنچتی ہوتی ہے۔

مس قدر طویل ہو گیا۔ میں اس کی تلاش اور کوشش میں ساری دنیا میں اونٹ کی تیز رفتاری کو کام میں لاؤں گا اور دنیا کا چکر لگانے سے نہیں اکتاؤں گا۔ اونٹ چلنے سے اکتا جائیں تو اکتا جائیں لیکن میں کبھی بھی نہیں اکتاؤں گا۔ اپنی ساری زندگی اسی میں گزار دوں گا۔ ہاں میری موت ہی آگئی تو خیر کہ موت ہر چیز کو فنا کر دینے والی ہے۔ آدمی خواہ کتنی ہی امیدیں لگاویں۔ مگر میں اپنے بعد فلاں فلاں رشتہ داروں اور آل اولاد کو وصیت کر جاؤں گا کہ وہ بھی اسی طرح زید کو ڈھونڈتے رہیں۔“

غرض یہ اشعار وہ پڑھتے تھے اور روتے ہوئے ڈھونڈتے پھرا کرتے تھے۔ اتفاق سے ان کی قوم کے چند لوگوں کا حج کو جانا ہوا اور انھوں نے زید کو پہچانا۔ باپ کا حال سنایا۔ شعر سنائے ان کی یاد و فراق کی داستان سنائی۔ حضرت زیدؓ نے ان کے ہاتھ تین شعر کہہ کر بھیجے جن کا مطلب یہ تھا کہ میں یہاں مکہ میں ہوں۔ خیریت سے ہوں۔ تم غم اور صدمہ نہ کرو۔ میں بڑے کریم لوگوں کی غلامی میں ہوں۔ ان لوگوں نے جا کر زیدؓ کی خیر و خبر ان کے باپ کو سنائی اور وہ اشعار سنائے جو زیدؓ نے کہہ کر بھیجے تھے اور پتہ بتایا۔ زیدؓ کے باپ اور چچا فدیہ کی رقم لے کر ان کو غلامی سے چھڑانے کی نیت سے مکہ مکرمہ پہنچے۔ تحقیق کی پتہ چلایا۔ حضورؐ کی خدمت میں پہنچے۔ عرض کیا اے باپؐ تم کی اولاد اور اپنی قوم کے سردار تم لوگ حرم کے رہنے والے ہو اور اللہ کے گھر کے پڑوسی۔ تم خود قیدیوں کو رہا کرتے ہو، بھوکوں کو کھانا دیتے ہو۔ ہم اپنے بیٹے کی طلب میں تمہارے پاس پہنچے ہیں۔ ہم پر احسان کرو اور کریم فرماؤ اور فدیہ قبول کر لو اور اسکو رہا کر دو۔ بلکہ جو فدیہ ہو اس سے زیادہ لے لو۔ حضورؐ نے فرمایا کیا بات ہے۔ عرض کیا زیدؓ کی طلب میں ہم لوگ آئے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا بس اتنی سی بات ہے۔ عرض کیا کہ حضورؐ بس یہی غرض ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اسکو بلاؤ اور اس سے پوچھ لو اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر فدیہ ہی کے وہ تمہاری نذر ہے اور اگر نہ جانا چاہے تو میں ایسے شخص پر جبر نہیں کر سکتا جو خود نہ جانا چاہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ آپؐ نے استحقاق سے بھی زیادہ احسان فرمایا۔ یہ بات خوشی سے منظور ہے۔ حضرت زیدؓ بلائے گئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم ان کو پہچانتے ہو۔ عرض کیا جی ہاں پہچانتا ہوں یہ میرے باپ ہیں اور یہ میرے چچا۔ حضورؐ نے فرمایا میرا حال بھی تمہیں معلوم ہے۔ اب تمہیں اختیار ہے کہ میرے پاس رہنا چاہو تو میرے پاس رہو، ان کے ساتھ جانا چاہو تو اجازت ہے۔ حضرت زیدؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ میں آپؐ کے مقابلہ میں بھلا کس کو پسند کر سکتا

ہوں۔ آپ میرے لئے باپ کی جگہ بھی ہیں اور چچا کی جگہ بھی۔ ان دونوں باپ چچا نے کہا کہ اے زید غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو اور باپ چچا اور سب گھروالوں کے مقابلہ میں غلام ہونے کو پسند کرتے ہو۔ زید نے کہا کہ ہاں میں نے ان میں (حضور کی طرف اشارہ کر کے) ایسی بات دیکھی ہے جس کے مقابلہ میں کسی چیز کو پسند نہیں کر سکتا۔ حضور نے جب یہ جواب سنا تو ان کو گود میں لے لیا اور فرمایا کہ میں نے اسکو بیٹا بنا لیا۔ زید کے باپ اور چچا بھی یہ منظر دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور خوشی سے ان کو چھوڑ کر چلے گئے۔ حضرت زید اس وقت بچے تھے۔ بچپن کی حالت میں سارے گھر کو، عزیز و اقارب کو غلامی پر قربان کر دینا جس محبت کا پتہ دیتا ہے وہ ظاہر ہے۔

● حضرت انس بن نضر کا عمل اُحد کی لڑائی میں | اُحد کی لڑائی میں مسلمانوں کو جب شکست ہو رہی تھی تو کسی نے یہ خبر اُردی کہ حضور بھی شہید ہو گئے۔ اس وحشتناک خبر سے جو اثر صحابہ پر ہونا چاہیے تھا وہ ظاہر ہے۔ اسی وجہ سے اور بھی زیادہ گھٹنے ٹیٹ گئے، حضرت انس بن نضر چلے جا رہے تھے کہ مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت میں حضرت عمرؓ اور حضرت طلحہؓ نظر پڑے کہ سب حضرات پریشان حال تھے۔ حضرت انسؓ نے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے کہ مسلمان پریشان سے نظر آ رہے ہیں۔ ان حضرات نے کہا کہ حضور شہید ہو گئے۔ حضرت انسؓ نے کہا کہ پھر حضورؐ کے بعد تمہیں زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ تلوار ہاتھ میں لو اور چل کر مر جاؤ۔ چنانچہ حضرت انسؓ نے خود تلوار ہاتھ میں لی اور کفار کے جھگڑے میں گھس گئے اور اس وقت تک لڑتے رہے کہ شہید ہوئے۔ ف۔ ب۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ جس ذات کے دیدار کیلئے جینا تھا جب وہی نہیں رہی تو پھر گویا جی کر ہی کیا کرنا ہے۔ چنانچہ اسی میں اپنی جان نثار کر دی۔

● سعد بن ربیع کا پیام اُحد میں | اسی اُحد کی لڑائی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ سعد بن ربیع کا حال معلوم نہیں ہوا کہ کیا گزری۔ ایک صحابی کو تلاش کیلئے بھیجا وہ شہداء کی جماعت میں تلاش کر رہے تھے آوازیں بھی دے رہے تھے کہ شاید وہ زندہ ہوں پھر پکار کر کہا کہ مجھے حضورؐ نے بھیجا ہے کہ سعد بن ربیعؓ کی خبر لاؤں تو ایک جگہ سے بہت ضعیف سی آواز آئی۔ یہ اُس طرف بڑھے جا کر دیکھا کہ شات مقتولین کے درمیان میں پڑے ہیں اور ایک آدھ سانس باقی ہے۔ جب یہ قریب پہنچے تو حضرت سعدؓ نے کہا کہ حضورؐ کو میرا سلام

اے خمیس (ز) ملے میری تیر کا یہ شعر اس سے زیادہ اور کہاں صادق آئے گا۔
جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

عرض کر دینا اور کہہ دینا کہ اللہ تعالیٰ میری جانب سے آپ کو اس سے افضل اور بہتر بدلہ عطا فرمائیں جو کسی نبی کو اس کے امتی کی طرف سے بہتر سے بہتر عطا کیا ہو اور مسلمانوں کو میرا یہ پیام پہنچا دینا کہ اگر کافر حضور تک پہنچ گئے اور تم میں سے کوئی ایک آنکھ بھی چمکتی ہوئی رہے۔ یعنی وہ زندہ رہا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی عذر بھی تمہارا نہ چلے گا اور یہ کہہ کر جان بحق ہو گئے۔ **ف۔** **وَجَزَاكَ اللَّهُ عَنَّا أَفْضَلُ مَا جَزَىٰ صَحَابِيَا عَنْ أُمَّةٍ نَبِيٍّ** درحقیقت ان جاں نثاروں نے (اللہ تعالیٰ) اپنے لطف سے اُن کی قبروں کو نور سے بھر دے) اپنی جاں نثاری کا پورا ثبوت دے دیا کہ زخموں پر زخم لگے ہوئے ہیں۔ دم توڑ رہے ہیں مگر کیا مجال ہے کہ کوئی شکوہ کوئی گھبراہٹ کوئی پریشانی لاحق ہو جائے۔ ولولہ ہے تو حضورؐ کی حفاظت کا حضورؐ پر جاں نثاری کا حضورؐ پر قربانی کا کاش مجھ سے نا اہل کو بھی کوئی حصہ اس محبت کا نصیب ہو جاتا۔

⑩ **حضورؐ کی قبر دیکھ کر ایک عورت کی موت** حضرت عائشہ صدیقہ رحمہ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئیں اور آکر عرض کیا کہ مجھے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرا دو۔ حضرت عائشہ رحمہ نے حجرہ شریفہ کھولا۔ انھوں نے زیارت کی اور زیارت کر کے روتی رہیں اور روتے روتے انتقال فرما گئیں۔ رضی اللہ عنہا وارضیٰ ہا۔ **ف۔** کیا اس عشق کی نظیر بھی کہیں ملے گی کہ قبر کی زیارت کی تاب نہ لاسکیں اور وہیں جان دے دی۔

صحابہؓ کی محبت کے متفرق قصے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ آپؐ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت تھی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ خدائے پاک کی قسم حضورؐ ہم لوگوں کے نزدیک اپنے مالوں سے اور اپنی اولادوں سے اور اپنی ماؤں سے اور سخت پیاس کی حالت میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب تھے۔ **ف۔** سچ فرمایا درحقیقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہی حالت تھی اور کیوں نہ ہوتی جبکہ وہ حضرات کامل الایمان تھے اور اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔ **قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ** **اِقْتَرَفْتُمْوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ** ترجمہ :- آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو (اگر یہ سب چیزیں) تم کو اللہ سے اور اس کے

(لے خیس نہ) (لے شفا نہ) (لے شفا نہ)

رسولؐ سے اور اُس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہوں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دیں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہی کرے والوں کو اُن کے مقصود تک نہیں پہنچاتا اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کی محبت کے ان سب چیزوں سے کم نہ کرنے پر وعید ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کو میری محبت اپنے باپ اور اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون نقل کیا گیا ہے۔ علماء کا ارشاد ہے کہ ان احادیث میں محبت سے محبت اختیار ہی مراد ہے۔ غیر اختیاری یعنی طبعی اضطراری مراد نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر محبت طبعی مراد ہو تو پھر ایمان سے مراد کمالِ دھبہ کا ایمان ہو جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ پائی جائیں ایمان کی حلاوت اور منہ نصیب ہو جائے۔ ایک یہ کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت ان کے ماسوا سب سے زیادہ ہوئے۔ دوسرے یہ کہ جس کسی سے محبت کرے اللہ ہی کے واسطے کرے۔ تیسرے یہ کہ کفر کی طرف لوٹنا اس کو ایسا ہی گراں اور مشکل ہو جیسا کہ آگ میں گرنا۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے اپنی جان کے علاوہ اور سب چیزوں سے آپؐ زیادہ محبوب ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص مومن اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اس کو میری محبت اپنی جان سے بھی زیادہ نہ ہو حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اب آپؐ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا الآن یا عمرؓ اس وقت اے عمرؓ علماء نے اس ارشاد کے دو مطلب بتائے ہیں ایک یہ کہ اس وقت تمہارا ایمان کامل ہوا ہے۔ دوسرا یہ کہ تمہارے یہ بات پیدا ہوئی کہ میں تمہیں اپنے نفس سے زیادہ محبوب ہوں۔ حالانکہ یہ بات اول ہی سے ہونا چاہیئے تھی۔ سہیل تستریؒ کہتے ہیں کہ جو شخص ہر حال میں حضورؐ کو اپنا والی نہ جانے اور اپنے نفس کو اپنی ملک میں سمجھے وہ سنت کا مزہ نہیں چکھ سکتا۔ ایک صحابیؓ نے آکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ حضورؐ نے فرمایا کہ قیامت کیلئے کیا تیار کر رکھا ہے جس کی وجہ سے انتظار ہے۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں نے بہت سی نمازیں اور روزے اور صدقے تو تیار کر رکھے ہیں۔ البتہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کی محبت

میرے دل میں ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت میں تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے محبت رکھتے ہو۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہو گا جس سے اس کو محبت ہے۔ کئی صحابہؓ نے نقل کیا ہے۔ جن میں عبد اللہ بن مسعودؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ، صفوانؓ، ابو ذرؓ وغیرہ حضرات ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہؓ کو ام رضی اللہ عنہم کو جس قدر خوشی اس ارشاد مبارک سے ہوئی ہے کسی چیز سے بھی اتنی خوشی نہیں ہوئی اور ظاہر بات ہے ہونا بھی چاہیے تھی کہ حضورؐ کی محبت تو ان کے رگ و پے میں تھی۔ پھر ان کو کیوں نہ خوشی ہوئی حضرت فاطمہؓ کا مکان شروع میں حضورؐ سے ذرا دور تھا۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا تھا تمہارا مکان تو قریب ہی ہو جاتا۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ حادثہ کا مکان آپ کے قریب ہے ان سے فرمادیں کہ میرے مکان سے بدل لیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ان سے پہلے بھی تبادلہ ہو چکا ہے۔ اب تو شرم آتی ہے۔ حادثہ کا اس کی اطلاع ہوئی فوراً حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ فاطمہؓ کا مکان اپنے قریب چاہتے ہیں۔ یہ میرے مکانات موجود ہیں۔ ان سے زیادہ قریب کوئی مکان بھی نہیں۔ جو نہ پسند ہو بدل لیں۔ یا رسول اللہؐ خدا کی قسم جو مال آپ لے لیں وہ مجھے زیادہ پسند ہے اس مال سے جو میرے پاس رہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا سچ کہتے ہو اور برکت کی دعادی اور مکان بدل لیا۔ ایک صحابیؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ کی محبت مجھے میری جان و مال اور اہل و عیال سے زیادہ ہے۔ میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں اور آپ کا خیال آجاتا ہے تو میرے نہیں آتا۔ یہاں تک کہ حاضر ہوں اور آپ کی زیارت نہ کر لوں۔ مجھے یہ فکر ہے کہ موت تو آپ کو بھی اور مجھے بھی ضرور آتی ہی ہے۔ اس کے بعد آپ تو انبیاء کے درجہ پر چلے جائیں گے تو مجھے یہ خوف رہتا ہے کہ پھر میں آپ کو نہیں دیکھ سکوں گا۔ حضورؐ نے اس کے جواب میں سکوت فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ آیت سنائی وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۚ وَلَٰكِنَّ الْفَضْلَ مِنَ اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا ترجمہ :- جو شخص اللہ اور رسولؐ کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی جنت میں ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام

لے طہات (۱) یہ سچی محبت کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی محبوب کی ہر بات دل و جان سے ماننا ہے چنانچہ یہاں ارشاد خداوندی میں صرف محبت پر یہ انعام نہیں بتایا گیا بلکہ اس محبت پر یہ خوش خبری دی گئی ہے جس کا لازمی نتیجہ اطاعت ہے۔ اسلئے یہاں پہلے محبت کے اطاعت کا لفظ لایا گیا ہے۔

فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحا اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں اور ان کے ساتھ رفاقت محض اللہ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں ہر ایک عمل کو۔ اس قسم کے واقعات بہت سے صحابہؓ کو پیش آئے اور آنا ضروری تھے۔ عشقِ است و ہزار بدگمانی حضورؐ نے جواب میں یہی آیت سنائی۔ چنانچہ ایک صحابیؓ رضہ حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے آپؐ سے ایسی محبت ہے کہ جب خیال آجاتا ہے اگر اس وقت میں آکر زیارت نہ کر لوں تو مجھے غالب گمان ہے کہ میری جان نکل جائے مگر مجھے یہ خیال ہے کہ اگر میں جنت میں داخل بھی ہو گیا تب بھی آپؐ سے تو نیچے درجہ میں ہوں گا۔ مجھے تو جنت میں بھی آپؐ کی زیارت کے بغیر بڑی مشقت ہوگی۔ آپؐ نے یہی آیت سنائی۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ ایک انصاریؓ حاضر خدمت ہوئے اور نہایت غمگین تھے حضورؐ نے فرمایا غمگین کیوں ہو عرض کیا یا رسول اللہؐ ایک سرچ میں ہوں۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کیا سرچ ہے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہم صبح و شام حاضر خدمت ہوتے ہیں۔ آپؐ کی زیارت سے محظوظ ہوتے ہیں۔ آپؐ کی خدمت میں بیٹھتے ہیں۔ کل کو آپؐ تو انبیاء کے درجے پر پہنچ جائیں گے۔ ہماری وہاں تک رسائی نہیں ہوگی حضورؐ نے سکوت فرمایا اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضورؐ نے ان انصاریؓ کو بھی بلایا اور ان کو اسکی بشارت دی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بہت سے صحابہؓ نے یہ اشکال کیا حضورؐ نے یہ آیت ان کو سنائی۔ ایک حدیث میں ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ تو ظاہر ہے کہ نبی کو امتیٰ پر فضیلت ہے اور جنت میں اس کے درجہ اونچے ہوں گے تو پھر اکٹھا ہونے کی کیا صورت ہوگی حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اوپر کے درجہ والے نیچے کے درجہ والوں کے پاس آئیں گے ان کے پاس بیٹھیں گے بات چیت کریں گے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مجھ سے بہت محبت کرنے والے بعض ایسے لوگ ہوں گے جو میرے بعد پیدا ہوں گے اور ان کی یہ تمنا ہوگی کہ کاش اپنے اہل و عیال اور مال کے بدلے میں وہ مجھے دیکھ لیتے۔ خالد بن ابی بکرؓ کہتی ہیں کہ میرے والد جب بھی سونے لیٹتے تو ان کی آنکھ نہ لگتی اور جاگتے رہتے۔ حضورؐ کی یاد اور شوق و اشتیاق میں لگے رہتے اور مہاجرین و انصار صحابہؓ کا نام لیکر یاد کرتے رہتے اور یہ کہتے کہ یہی میرے اصول و فروع ہیں (یعنی بڑے اور چھوٹے) اور ان کی طرف میرا دل کھینچا جا رہا ہے یا اللہ مجھے جلد ہی موت دے دے کہ ان لوگوں سے جا کر ملوں اور یہی کہتے کہتے سو جاتے حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ مجھے اپنے باپ کے مسلمان ہونے کی نسبت

نے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اپنی آنکھوں کو ٹھنڈی کرتے ہیں تہ در شوروں

آپ کے چچا ابوطالب کے مسلمان ہو جانے کی زیادہ تمنا ہے۔ اسلئے کہ اس سے آپ کو زیادہ خوشی ہوگی۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ سے عرض کیا کہ آپ کے اسلام لانے کی مجھے زیادہ خوشی ہے اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے اسلئے کہ آپ کا اسلام حضورؐ کو زیادہ محبوب ہے۔ حضرت عمرؓ ایک مرتبہ رات کو حفاظتی گشت فرما رہے تھے کہ ایک گھر میں سے چراغ کی روشنی محسوس ہوئی اور ایک بڑھیا کی آواز کان میں پڑی جو اون کو دھنتی ہوئی اشعار پڑھ رہی تھیں۔ جن کا ترجمہ یہ ہے:- کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نیکیوں کا درود پہنچے اور پاک صاف لوگوں کی طرف سے جو برگزیدہ ہوں ان کا درود پہنچے۔ بیشک یا رسول اللہ! آپ راتوں کو عبادت کر رہے ہوں گے اور اخیر راتوں کو رونے والے تھے۔ کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ میں اور میرا محبوب کبھی اکٹھا ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ اسلئے کہ موت مختلف حالتوں میں آتی ہے نہ معلوم میری موت کس حالت میں آئے اور حضورؐ سے مرنے کے بعد ملنا ہو سکے یا نہ ہو سکے۔ حضرت عمرؓ بھی ان اشعار کو سن کر رونے بیٹھ گئے۔ حضرت بلالؓ کا قصہ مشہور ہے ہی کہ جب ان کے انتقال کا وقت ہوا تو ان کی بیوی جلدی پر رنجیدہ ہو کر کہنے لگیں کہ ہائے افسوس، وہ کہنے لگے سبحان اللہ کیا مزے کی بات ہے کہ کل کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں گے اور ان کے صحابہؓ سے ملیں گے۔ حضرت زیدؓ کا قصہ باب کے قصہ نمبر میں گزر چکا ہے کہ جب ان کو سولی دی جانے لگی تو ابوسفیان نے پوچھا کیا تجھے یہ گوارا ہے کہ ہم تجھے چھوڑ دیں اور تیرے بجائے (خدا نخواستہ) حضورؐ کے ساتھ یہ معاملہ کریں۔ تو زیدؓ نے کہا خدا کی قسم مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ حضورؐ اپنے دولت کدہ پر تشریف فرما ہوں اور وہاں ان کے کانٹا چبھ جائے اور میں اپنے گھر آرام سے رہ سکوں۔ ابوسفیان کہنے لگا کہ میں نے کبھی کسی کے ساتھ اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جماعت کو ان سے ہے۔

تنبیہ:- علماء نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی مختلف علامات لکھی ہیں قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی چیز کو محبوب رکھتا ہے اس کو ماسویٰ پر ترجیح دیتا ہے۔ یہی معنی محبت کے ہیں ورنہ محبت نہیں محض دعویٰ محبت ہے۔ پس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی علامات میں سب سے مہتمم بالشان یہ ہے کہ آپ کا اقتدا کرے۔ آپ کے طریقہ کو اختیار کرے اور آپ کے اقوال و افعال کی پیروی کرے۔ آپ کے احکامات کی بجا آوری کرے اور آپ نے جن چیزوں سے روک دیا ہے ان سے پرہیز کرے۔ خوشی میں رنج میں تنگی میں وسعت

لے یہاں سبحان اللہ بطور تعجب کہا گیا ہے۔ یعنی کیا عجیب بات ہے کہ تم اس وقت روتے ہو حالانکہ یہ تو نہایت خوشی کا مقام ہے کہ کل محبوب سے ملنے کا وقت آ رہا ہے۔

میں ہر حال میں آپ کے طریقے پر چلے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ترجمہ: آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم میرا اتباع کرو۔ خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے ہیں۔ بڑے رحم فرمانے والے ہیں۔

خاتمہ

صحابہ کے حقوق اور ان کے مختصر فضائل

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یہ چند قفے نمونہ کے طور پر لکھے گئے ہیں ورنہ ان کے حالات بڑی ضخیم کتابوں میں بھی پورے نہیں ہو سکتے۔ اردو میں بھی متعدد کتابیں اور رسالے اس مضمون کے ملتے ہیں۔ کئی مہینے ہوئے یہ رسالہ شروع کیا تھا۔ پھر مدرسہ کے مشاغل اور وقتی عوارض کی وجہ سے تعویق میں پڑ گیا۔ اس وقت ان اوراق پر خاتمہ کرتا ہوں کہ جتنے لکھے جا چکے ہیں وہ قابل شائع ہو جائیں۔ اخیر میں ایک ضروری امر پر تنبیہ بھی اشد ضروری ہے وہ یہ کہ اس آزادی کے زمانہ میں جہاں ہم مسلمانوں میں دین کے اور بہت سے امور میں کوتاہی اور آزادی کا رنگ ہے وہاں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی حق شناسی اور ان کے ادب و احترام میں بھی حد سے زیادہ کوتاہی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر بعض دین سے بے پرواہ لوگ تو ان کی شان میں گستاخی تک کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ صحابہ کرام دین کی بنیاد ہیں۔ دین کے اول پھیلانے والے ہیں ان کے حقوق سے ہم لوگ مرتے دم تک بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل سے ان پاک نفوس پر لاکھوں رحمتیں نازل فرمائیں کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دین حاصل کیا اور ہم لوگوں تک پہنچایا۔ اس لئے اس خاتمہ میں قاضی عیاضؒ کی شفا کی ایک فصل کا مختصر ترجمہ جو اس کے مناسب ہے درج کرتا ہوں۔ اور اسی پر اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اعزاز و اکرام میں داخل ہے حضور کے

لہ اکثر نسخوں میں یہ لفظ ”تاویق“ ہے۔ لیکن صحیح میں کے ساتھ ”تعویق“ ہے۔ چنانچہ بعض قدیم نسخوں میں اسی طرح چھپا ہے مطلب یہ ہے کہ رکار گیا۔

صحابہ کا اعزاز و اکرام کرنا اور ان کے حق کو پہچاننا اور ان کا اتباع کرنا اور ان کی تعریف کرنا اور ان کے لئے استغفار اور دعائے مغفرت کرنا اور ان کے آپس کے اختلافات میں بکشتائی نہ کرنا اور مورخین اور شیعہ اور بدعتی اور جاہل راویوں کی ان خبروں سے اعراض کرنا جو ان حضرات کی شان میں نقص پیدا کرنے والی ہوں اور اس نوع کی کوئی روایت اگر سننے میں آئے تو اس کی کوئی اچھی تاویل کرے اور کوئی اچھا تحمل تجویز کرے کہ وہ اس کے مستحق ہیں اور ان حضرات کو بُرائی سے یاد نہ کرے بلکہ ان کی خوبیاں اور ان کے فضائل بیان کیا کرے۔ اور عیب کی باتوں سے سکوت کرے جیسا کہ حضور کا ارشاد ہے کہ جب میرے صحابہ کا ذکر (یعنی بُرا ذکر) ہو تو سکوت کیا کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے فضائل قرآن شریف اور احادیث میں بکثرت وارد ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رَحِمَاءٌ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِمَّنْ آتَاهُ السُّجُودُ ذَلِكَ مِثْلَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمِثْلَهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ يَكْذِبُ رُءُوسُ الْأَخْرَجَ شَطَاةً فَاتَرَاهُ فَاسْتَعْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں اور آپس میں مہربان، اور اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کرنے والے ہیں کبھی سجدہ کرنے والے ہیں اور اللہ کے فضل اور رضا مندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی عبدیت کے آثار بوجہ تاثیر ان کے سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہ ان کے اوصاف تورات میں ہیں اور انجیل میں۔ ان کی یہ مثال ذکر کی ہے کہ جیسے کھیتی کہ اُس نے اول اپنی سوئی نکالی۔ پھر اُس نے اپنی سوئی کو قوی کیا۔ (یعنی وہ کھیتی مٹی ہوئی) پھر وہ کھیتی اور مٹی ہوئی پھر اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہوئی کہ کسانوں کو کھلی معلوم ہونے لگی (اسی طرح صحابہ میں اول ضعف تھا۔ پھر روزانہ قوت بڑھتی گئی اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو اس لئے یہ نشوونما دیا) تاکہ ان سے کافروں کو حسد میں جلاوے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان صاحبوں سے جو کہ ایمان لائے اور نیک کام کر رہے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔ یہ ترجمہ اس صورت میں ہے کہ تورات پر آیت ہو اور آیت کے فرق سے ترجمہ میں بھی فرق ہو جائے گا۔ جو تفاسیر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اسی سورۃ میں دوسری

لے سورۃ الفتح کی آخری آیت ۵۷ انکی پیشانیوں پر سجدوں کے نشانات سے انکی شانِ بندگی عیاں ہے ۵۸ بایک کونسل ۵۹ یعنی ذَلِكُمْ مِثْلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ۔ پر وقف کیا جائے یعنی ٹھہرا جائے۔

جگہ ارشاد ہے :- لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا وَمَعَازٍ كَثِيرَةً يَأْخُذُ بِهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ترجمہ :- تحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے (جو کہ آپ کے ہم سفر ہیں) خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور اُن کے دلوں جو کچھ (اخلاص اور عزم) تھا اللہ تعالیٰ کو وہ بھی معلوم تھا اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے دل میں اطمینان پیدا کر دیا تھا اور ان کو ایک لگتے ہاتھ فتح بھی دے دی (مراد اس سے فتح خیبر ہے جو اس کے قریب ہی ہوئی) اور بہت سی غیمتیں بھی دیں اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست حکمت والا ہے۔ یہی وہ بیعت ہے جس کو بیعت الشجرہ کہا جاتا ہے۔ اخیر باب کے قصہ ۷ میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ صحابہؓ کے بارے میں ایک جگہ ارشاد خداوندی ہے :- رَجُلٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَلُوا أَتَبْدِيلًا ترجمہ :- ان مؤمنین میں ایسے لوگ ہیں کہ انھوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اُس میں سچے اترے پھر ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے (یعنی شہید ہو چکے) اور بعض ان میں اُس کے مشاق (منتظر ہیں ابھی شہید نہیں ہوئے) اور اپنے ارادہ میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا۔ ایک جگہ ارشاد خداوندی ہے، وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ الْمُهاجِرِينَ وَالْأَنْصَارَ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ اور جو مہاجرین و انصار (ایمان لانے میں سب اُمت سے) مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ اُن کے پیرو ہیں اللہ تعالیٰ اُن سب سے راضی ہوا اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ ان آیات میں اللہ جل شانہ نے صحابہؓ کی تعریف اور اُن سے خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی بہت کثرت سے فضائل وارد ہوئے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے بعد ابو بکرؓ و عمرؓ کا اقتدا کیا کرو، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جس کا اتباع کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ محدثین کو اس حدیث میں کلام ہے اور اسی وجہ سے قاضی عیاضؒ پر اُس کے ذکر کرنے میں اعتراض ہے مگر ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ تعدد طرق کی وجہ سے اُن کے نزدیک قابل اعتبار ہو یا فضائل میں ہونے کی وجہ سے ذکر کیا ہو کیونکہ فضائل میں معمولی ضعف کی روایتیں لے اُن کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔

ذکر کر دی جاتی ہیں) حضرت انسؓ کہتے ہیں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میرے صحابہؓ کی مثال کھانے میں نمک کی سی ہے کہ کھانا بغیر نمک کے اچھا نہیں ہو سکتا۔ حضورؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ سے میرے صحابہؓ کے بارے میں ڈرو، اُن کو ملامت کا نشانہ نہ بناؤ جو شخص اُن سے محبت رکھتا ہے میری محبت کی وجہ سے اُن سے محبت رکھتا ہے اور جو اُن سے بغض رکھتا ہے وہ میرے بغض کی وجہ سے بغض رکھتا ہے۔ جو شخص اُن کو اذیت دے اُس نے مجھ کو اذیت دی اور جس نے مجھ کو اذیت دی اُس نے اللہ کو اذیت دی اور جو شخص اللہ کو اذیت دیتا ہے قریب ہے کہ پکڑ میں آجائے، حضورؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ میرے صحابہؓ کو گالیاں نہ دیا کرو۔ اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد کے پہاڑ کی برابر سونا خرچ کرے تو وہ ثواب کے اعتبار سے صحابہؓ کے ایک مدیا آدھے مدی کی برابر بھی نہیں ہو سکتا اور حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص صحابہؓ کو گالیاں دے اُس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت اور تمام آدمیوں کی لعنت، نہ اُس کا فرض مقبول ہے نہ نفل۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ کے علاوہ تمام مخلوق میں سے میرے صحابہؓ کو چھانٹا ہے اور اُن میں سے چار کو ممتاز کیا ہے۔ ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، ان کو میرے سب صحابہؓ سے افضل قرار دیا۔ ایوب سختیانیؓ کہتے ہیں کہ جس شخص نے ابو بکرؓ سے محبت کی اُس نے دین کو سیدھا کیا اور جس نے عمرؓ سے محبت کی اُس نے دین کے واضح راستے کو پالیا اور جس نے عثمانؓ سے محبت کی وہ اللہ کے نور کے ساتھ منور ہوا اور جس نے علیؓ سے محبت کی اُس نے دین کی مضبوط رسی کو پکڑ لیا۔ جو صحابہؓ کی تعریف کرتا ہے وہ نفاق سے بری ہے اور جو صحابہؓ کی بے ادبی کرتا ہے وہ بدعتی، منافق، ہنست کا مخالف ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اُس کا کوئی عمل قبول نہ ہو۔ یہاں تک کہ اُن سب کو محبوب رکھے اور اُن کی طرف سے دل صاف ہو۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اے لوگو! میں ابو بکرؓ سے خوش ہوں تم لوگ اُن کا مرتبہ پہچانو۔ میں عمرؓ سے علیؓ سے عثمانؓ سے طلحہؓ سے زبیرؓ سے سعدؓ سے سعیدؓ سے عبد الرحمنؓ بن عوفؓ سے ابوعبیدہؓ سے خوش ہوں۔ تم لوگ اُن کا مرتبہ پہچانو، اے لوگو! اللہ جل شانہ نے بدر کی لڑائی میں شریک ہونے والوں کی اور حدیبیہ کی لڑائی میں شریک ہونے والوں کی مغفرت فرمادی۔ تم میرے صحابہؓ کے بارے میں میری رعایت کیا کرو اور اُن لوگوں کے بارے میں جن کی بیٹیاں میرے نکاح میں ہیں یا میری بیٹیاں اُن کے نکاح میں ہیں، ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ قیامت میں تم سے کسی قسم کے ظلم کا مطالبہ کریں کہ وہ معاف نہیں کیا جائے گا۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ میرے

لے ایک کلو وزن کے قریب کا ایک پیمانہ ہے ۱۰۰ صحابہؓ کی شان میں ایسے الفاظ کہنا جو ان کی شان کے خلاف ہوں گالی ہی کے درجہ میں ہیں۔

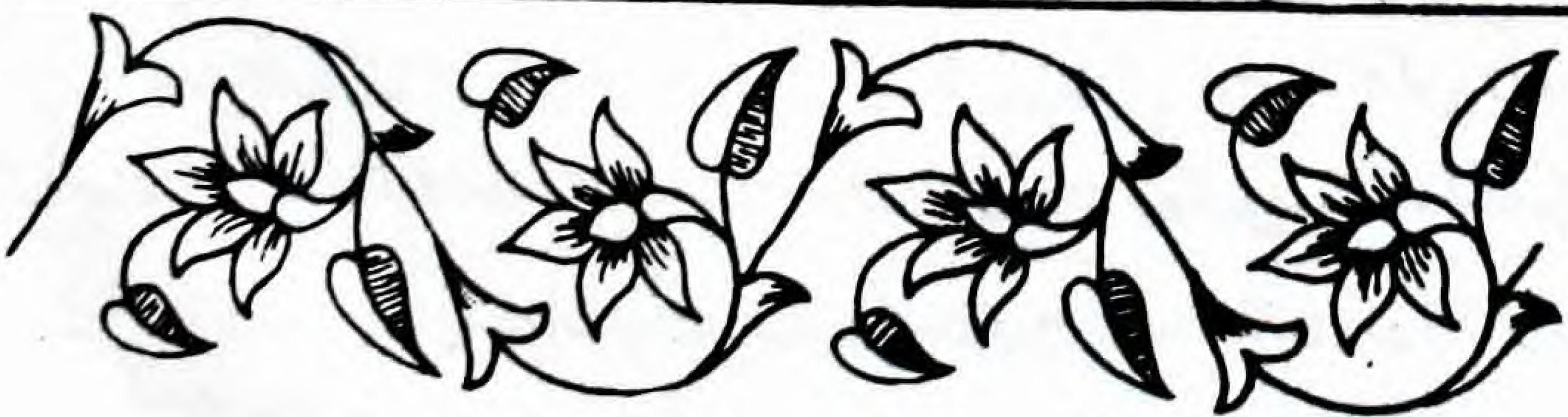
صحابہؓ اور میرے دامادوں میں میری رعایت کیا کرو جو شخص اُن کے بارے میں میری رعایت کرے گا اللہ تعالیٰ شانہ دنیا و آخرت میں اُس کی حفاظت فرمائیں گے اور جو اُن کے بارے میں میری رعایت نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اُس سے بُری ہیں اور جس سے اللہ تعالیٰ بُری ہیں کیا بعید ہے کہ کسی گرفت میں آجائے حضورؐ سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص صحابہؓ کے بارے میں میری رعایت کرے گا میں قیامت کے دن اُس کا محافظ ہوں گا۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ جو میرے صحابہؓ کے بارے میں میری رعایت رکھے گا وہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ سکے گا اور جو اُن کے بارے میں میری رعایت نہ کرے گا وہ میرے پاس حوض تک نہیں پہنچ سکے گا اور مجھے دُور ہی سے دیکھے گا۔ سہلؓ بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ جو شخص حضورؐ کے صحابہؓ کی تعظیم نہ کرے وہ حضورؐ ہی پر ایمان نہیں لایا۔ اللہ جل شانہ اپنے لطف و فضل سے اپنی گرفت سے اور اپنے محبوب کے عتاب سے مجھ کو اور میرے دوستوں کو میرے محسنوں کو اور ملنے والوں کو میرے مشائخ کو تلامذہ کو اور سب مومنین کو محفوظ رکھے اور ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی محبت سے ہمارے دلوں کو بھر دے، آمین برحمتک یا ارحم الراحمین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوة والسلام الاتمان الاکملان علی سید المرسلین وعلی آل واصحابہ الطیبین الطاہرین وعلی اتباعہ واتباعہم حملة الدین المتین۔

زکریا غفری عنہ کا ندھلوی

مقیم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

۱۳ شوال ۱۳۵۶ھ دوشنبہ

اے اگر ہم حقیقت کی نظر سے دیکھیں تو نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اپنی ذات کے لحاظ سے ہمارے دوست ہیں اور نہ ابولہب اور ابولہب اپنی ذات کے لحاظ سے ہمارے دشمن، صرف ایک سید الانبیاءؐ کی غلامی نے صحابہ کرام کو ہماری آنکھوں کا آرا اور ان بد نصیبوں کو ان کی اسی ذات گرامی سے دشمن بنا دیا۔ ہم جو صحابہ کرام سے محبت کرتے ہیں وہ دراصل حضورؐ ہی کے تعلق کا احترام ہے اور ان حضرات میں جو بھی کوئی خوبی ہے وہ اسی چشمہ فیض کا ظہور ہے۔ یہ مراحمی، یہ فردیغ مئے گلرنگ، یہ جامِ حیات، چشم ساقی کی عنایت کے سوا کچھ بھی نہیں



کتاب الزکوٰۃ

مرتبہ بہ (مولانا) خلیل الرحمن نعمانی مظاہری

- ☆ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ زکوٰۃ! اسلام کا ایک بنیادی ستون! اور نماز، روزہ اور حج کی طرح اہم فریضہ ہے!
- ☆ زکوٰۃ! اسلام کے معاشی نظام کی بے حد اہم کڑی ہے!
- ☆ زکوٰۃ! مسلمانوں کی فلاح، تہذیب، تہذیب، فقر و فاقہ دور کرنے کا بحرب نسخہ ہے!

لیکن

- اس کے باوجود اکثر مسلمان زکوٰۃ کے مسائل سے ناواقف ہیں۔
- ☆ کتاب الزکوٰۃ! میں اسی اہم فرض کے متعلق روزمرہ پیش آنے والے مسائل ضخیم اور مستند فقہی کتب سے منتخب کر کے پیش کئے گئے ہیں۔
- ☆ کتاب الزکوٰۃ! ہر صاحب نصاب پڑھے لکھے مسلمان گھرانے کی ناگزیر ضرورت ہے
- چند اہم عنوانات
- فرضیت زکوٰۃ ● آداب زکوٰۃ ● گم شدہ مال کی زکوٰۃ ● سونے چاندی اور نقد کا نصاب
- مال تجارت کا نصاب ● جانوروں کی زکوٰۃ ● جانوروں کا نصاب ● کان اور دھن کی زکوٰۃ
- عشر کا بیان ● مصارف زکوٰۃ ● پراویڈنٹ فنڈ کی زکوٰۃ ● کن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں
- صدقہ فطر و دیگر صدقات وغیرہ
- آفت طباعت سفید کاغذ ۲۰۴ ۳۰ سائز صفحات
- اپنی طلب سے پتہ ذیل پر مطلع کیجئے۔

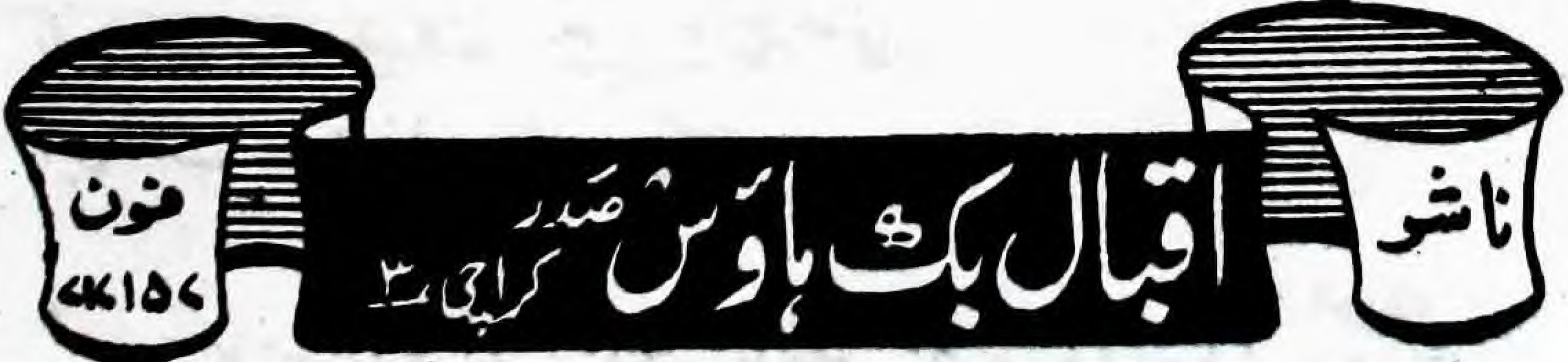
ملنے کا پتہ: اقبال بک ہاؤس، صدر، کراچی۔ فون ۱۵۷

خزینہ رحمت

یعنی فضائل برکات، فوائد و ثمرات درود شریف کا مختصر مگر قیمتی مجموعہ

رہنمائے محتاج کے مؤلف مولانا الحاج خلیل الرحمن صاحب نجان مظاہر نے
خزینہ رحمت کے نام سے فضائل و ثمرات درود شریف پر ایک نہایت مفید مجموعہ
ترتیب دیا ہے، جس میں آداب درود، فوائد و برکات، درود شریف کے بیان
کے ساتھ درود شریف نہ پڑھنے پر جو وعیدیں آئی ہیں ان کو بھی ذکر کیا ہے
ترغیب اور شوق دلانے والی بعض حکایات لکھ کر پھر چالیس سے زیادہ
درود شریف جمع کی گئی ہیں۔

آخر میں مرتب موصوف نے اپنے خاص معمولات میں سے دو انمول تحفے
وقف عام کئے ہیں۔ "خزینہ رحمت" ہر مسلمان کے مطالعہ اور ہر گھر میں رہنے کے
لائق تحفہ ہے۔ آفسٹ کی حسین کتابت و طباعت سفید کاغذ $\frac{30 \times 20}{14}$ ۹۴ صفحات



قَالَ فَالْحَقُّ الْيَقِينُ الَّذِينَ هُمْ أَفْضَلُكُمْ شَرًّا وَنَجْوً
ترجمہ

بیشک فلاح اور کامیابی کو پہنچ گئے وہ لوگ
جو اپنی نماز کو خشوع سے پڑھنے والے ہیں

فضائل نماز

جس میں
حضرت مولانا الحافظ الحاج محمد الیاس صاحب نوبۃ اللہ مرقدہ
کے ارشاد سے وہ حدیثیں جمع کی گئی ہیں جن میں نماز پڑھنے
کی فضیلت، نماز چھوڑنے کا عذاب، جماعت کے ثواب اور
اس کے چھوڑنے کی سزائیں آئی ہیں۔

تالیف

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نوبۃ اللہ مرقدہ

ناشر: یوسف سنز

ناشران، تاجران کتب و اسٹیشنرز

13 - نیو آردو بازار - کراچی - فون 214453

مطبوعہ: اوکھائی پرنٹنگ پریس - نزد آردو بازار - کراچی

فون: 214453

فہرست مضامین فضائل نمازِ محشی

وخاص خاص فوائدِ خواستی

(نوٹ) حاشیہ کے مضامین کے سامنے فہرست میں "ح" بنادی گئی ہے تاکہ اصل کتاب کے عنوان سے فرق ہو جائے۔

۱۳	خطبہ و تمہید	۳	نماز سے دنیا کے مصائب
۱۵	سن پیدائش و وفات حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ (ح)	۴	بھی حل ہوتے ہیں
۱۶	فضائل کے رسالوں کی سن وار ترتیب	۴	نمازی کے ہر حصہ جسم کے گناہوں کی معافی
۱۸	باب اول نماز کی اہمیت کے بیان میں	۵	نمازی کا شہید سے پہلے جنت میں داخلہ
۲۱	فصل اول نماز کی فضیلت کے بیان میں	۵	خدا کے منادی کا اعلان کہ نماز کے ذریعہ اپنی آگ بجھا لو
۲۲	اسلام کی پانچ بنیادی چیزیں	۵	نماز کی دو رکعتیں ہزار بار پڑھنے سے زیادہ قیمتی ہیں
۲۳	سب سے زیادہ محبوب عمل	۶	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت
۲۴	گناہوں کے لئے نماز ایسی ہے جیسے درختوں کے پتوں کیلئے موسمِ خزاں	۷	نماز اشراق کی فضیلت
۲۵	بکیرہ گناہوں کیلئے توبہ کی ضرورت	۷	نماز کی تاکید و فضیلت پر مختصر چہل حدیث
۲۶	مسواک کی فضیلت	۹	نماز صحت کی محافظ ہے
۲۷	فائدہ :- حضرت سلمان کا عمل کر کے دکھلانا	۹	دوسری فصل نماز کے چھوڑنے پر جو وعید اور عتاب حدیثوں میں آیا ہے اس کا بیان
۲۸	گناہوں کے دھونے میں نماز ایک چلتی ہوئی نہر کی طرح ہے	۱۱	آدمی کے اور کفر کے درمیان صرف نماز حائل ہے
۲۹	ہر مصیبت میں نماز کا سہارا	۱۳	محبوب کی سات نصیحتیں
	صلوۃ الحساجت	۱۳	
	مصیبت و پریشانی کے وقت نماز		

۷۶	{ کابل نماز گناہوں سے پاک بھان کر دیتی ہے	۳۰	اولاد کی تربیت اور نماز کی تاکید
۷۸	{ فرائض کی کمی نوافل سے پوری کر دی جائے گی	۳۱	{ ایک نماز کا چھوٹ جانا گویا سب مال و دولت لٹ جانا ہے
۷۹	{ قیامت میں سب پہلے نماز کا حساب ہوگا	۳۲	{ بغیر کسی شرعی مجبوری کے دو نمازیں ایک ساتھ پڑھنا کبیرہ گناہ ہے
۸۰	نماز کی چوری	۳۴	{ ابن حجر عسقلانی اور ابن حجر مکی دو الگ الگ مصنف ہیں
۸۱	نماز میں ہلنے چلنے کی ممانعت	۳۹	{ بغیر حساب کتاب کے جنت میں جانیوالے تحیتہ الوضوء
۸۳	{ جو نماز آدمی کو غلط حرکتوں سے نہ روک دے وہ نماز ہی کیا	۴۲	باب دوم جماعت کے بیان میں
۸۳	خشوع و خضوع کی تعریف (ح)	۴۷	فصل اول جماعت کے فضائل میں
۸۴	لمبی رکعتوں کی فضیلت	۴۷	آخر میں ستائیں گنا اضافہ
۸۸	نماز میں بارہ ہزار چیزیں ہیں	۴۹	آخر میں پچیس گنا اضافہ
۸۹	شنا کا ترجمہ و مطلب	۴۹	مذکورہ تعداد میں فرق کی توجیہ
۹۰	{ بزرگوں کے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے واقعات	۵۸	دوسری فصل جماعت کے چھوڑنے پر عتاب کے بیان میں
۹۵	آخری گزارش	۶۱	نوافل کے مقابلہ میں فرائض کی اہمیت
۹۵	ایک ضروری بات	۶۳	فائدہ :- ساق کی تہلی
۹۶	خاتمہ	۶۳	تیسرا باب خشوع و خضوع کے بیان میں
		۶۹	صوفیا کی نمازوں کی حکایات
		۷۵	{ بعض لوگوں کو نماز کا کچھ ہی حصہ حاصل ہوتا ہے



خطبہ و تمہید

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهُ وَنُشْكُرُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَاتَّبَاعِهِ
 الْحَمَاقَةِ لِلدِّينِ الْقَوِيمِ وَبَعْدُ فَهَذِهِ أَرْبَعُونَ فُضَائِلَ الصَّلَاةِ جَمَعْتُهَا امْتِنَانًا
 لِأَمْرِ عَتِيٍّ وَصِنُو أَبِي رَقَاهُ اللَّهُ إِلَى الْمَرَاتِبِ الْعُلْيَا وَوَقَفَنِي وَإِيَّاهُ لِمَا يُحِبُّ وَيَرْضَى.
 آمَّا بَعْدُ: اس زمانہ میں دین کی طرف سے جتنی بے توجہی اور بے التفاتی کی جا رہی ہے وہ محتاج
 بیان نہیں، حتیٰ کہ اہم ترین عبادت نماز جو بالاتفاق سب کے نزدیک ایمان کے بعد تمام
 فرائض پر مقدم ہے اور قیامت میں سب سے اول اسی کا مطالبہ ہوگا اس سے بھی نہایت غفلت
 اور لاپرواہی ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ دین کی طرف متوجہ کر نیوالی کوئی آواز کانوں تک نہیں
 پہنچتی، تبلیغ کی کوئی صورت بار آور نہیں ہوتی۔ تجربہ سے یہ بات خیال میں آئی ہے کہ نبی اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات لوگوں تک پہنچانے کی سعی کی جائے۔ اگرچہ اس میں بھی
 جو مزاحمتیں حائل ہیں وہ بھی مجھ سے بے بضاعت کیلئے کافی ہیں۔ تاہم اُمید یہ ہے کہ جو لوگ
 خالی الذہن ہیں اور دین کا مقابلہ نہیں کرتے ہیں یہ پاک الفاظ انشاء اللہ تعالیٰ ان پر ضرور
 اثر کریں گے اور کلام و صاحب کلام کی برکت سے نفع کی توقع ہے، نیز دوسرے دوستوں کو اس
 کامیابی کی اُمیدیں زیادہ ہیں اسلئے مخلصین کا اصرار بھی ہے۔ اس رسالہ میں صرف نماز کے متعلق
 چند احادیث کا ترجمہ پیش کرتا ہوں چونکہ نفس تبلیغ کے متعلق بندہ ناچیز کا ایک مضمون رسالہ فضائل
 تبلیغ کے نام سے شائع ہو چکا ہے اسوجہ سے اسکو سلسلہ تبلیغ کا نمبر دو قرار دیکر فضائل نماز کیساتھ
 موسوم کرتا ہوں۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا و مولانا محمد وآلہ و صحابہ اجمعین۔

۱۔ (ترجمہ) حمد و صلوٰۃ، خطبہ مسنونہ کے بعد حضرت شیخ مدظلہ فرماتے ہیں کہ نماز کے متعلق یہ چالیس احادیث کا مجموعہ میں نے اپنے
 چچا (یعنی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، پیدائش ۱۳۰۳ھ وفات ۱۳۶۳ھ بالی جماعت تبلیغ) کے حکم
 سے مرتب کیا ہے۔ ۲۔ بے سرو سامان۔ ۳۔ وہ ان فضائل کے رسالوں کی تالیف کی سن و ترتیب یہ ہے کہ سب سے پہلے
 فضائل قرآن مجید کی چل حدیث مرتب ہوئی اسکے بعد فضائل رمضان پھر فضائل تبلیغ پھر حکایات صحابہ پھر فضائل نماز پھر فضائل
 ذکر اور سب کے بعد فضائل درود شریف۔ اس طرح فضائل نماز کا نمبر پانچواں ہے۔ لیکن یہ سب رسائل چونکہ تبلیغی جماعت کیلئے
 نہیں لکھے گئے تھے بلکہ اس سلسلہ کیلئے اور اسی کی نیت کر کے پہلا رسالہ فضائل تبلیغ ہے اور دوسرا یہ فضائل نماز ہے۔

نماز کے بارے میں تین قسم کے حضرات عام طور سے پائے جاتے ہیں۔ ایک جماعت وہ ہے جو سرے سے نماز ہی کی پرواہ نہیں کرتی، دوسرا گروہ وہ ہے جو نماز تو پڑھتا ہے مگر جماعت کا اہتمام نہیں کرتا، تیسرے وہ لوگ ہیں جو نماز بھی پڑھتے ہیں اور جماعت کا اہتمام بھی کرتے ہیں مگر لا پرواہی اور بُری طرح سے پڑھتے ہیں اسلئے اس رسالہ میں تینوں مضامین کی مناسبت سے تین باب ذکر کئے گئے ہیں اور ہر باب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک شادات اور ان کا ترجمہ پیش کر دیا ہے مگر ترجمہ میں وضاحت اور سہولت کا لحاظ کیا ہے۔ لفظی ترجمہ کی زیادہ رعایت نہیں کی، نیز چونکہ نماز کی تبلیغ کرنیوالے اکثر اہل علم بھی ہوتے ہیں، اسلئے حدیث کا حوالہ اور اسکے متعلق جو مضامین اہل علم سے تعلق رکھتے تھے وہ عربی میں لکھ دیئے گئے ہیں کہ عوام کو ان سے کچھ فائدہ نہیں ہے اور تبلیغ کرنے والے حضرات کو بسا اوقات ضرورت پڑ جاتی ہے اور ترجمہ و فوائد وغیرہ اردو میں لکھ دیئے گئے ہیں۔

باب اول نماز کی اہمیت کے بیان میں

اس باب میں دو فصلیں ہیں۔ فصل اول میں نماز کی فضیلت کا بیان ہے اور دوسری فصل میں نماز کے چھوڑنے پر جو وعید اور عتاب حدیث میں آیا ہے اس کا بیان ہے۔

فصل اول نماز کی فضیلت کے بیان میں

اسلام کی پانچ بنیادی چیزیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔ سب سے اول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا یعنی اس بات کا اقرار

(۱) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ

یعنی لوگوں کی ایک قسم۔ اسے بنیاد کے لفظ پر غور کیجئے تو سمجھ میں آتا ہے صرف یہی پانچ چیزیں پورا اسلام نہیں ہیں بلکہ اسلامی زندگی کی عمارت کا یہ بنیادی پتھر ہیں۔ ان پانچ بنیادی احکام پر عمل کرنے کے بعد جو شخص جتنا جتنا اپنی زندگی میں شریعت کے حکموں کو جاری کرتا جائیگا اتنی ہی اسکی اسلامی زندگی کی تعمیر ہوتی چلی جائیگی اور زندگی کے جس معاملہ میں بھی شریعت کی پابندی چھوڑ دے گا، اسلامی زندگی کی عمارت کا وہی کونہ ناقص اور ادھورا رہ جائے گا۔

وَإِيَّاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ
 رمتفق علیہ، وقال المنذری فی الترغیب
 رواہ البخاری ومسلم وغیرہما
 عن غیر واحد من الصحابة۔
 کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس کے بعد
 نماز کو قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا، رمضان
 المبارک کے روزے رکھنا۔

ف:- یہ پانچوں چیزیں ایمان کے بڑے اصول اور اہم ارکان ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اس پاک حدیث میں بطور مثال کے اسلام کو ایک خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو پانچ ستونوں
 پر قائم ہوتا ہے پس کلمہ شہادت خیمہ کی درمیانی لکڑی کی طرح ہے اور بقیہ چاروں ارکان بمنزلہ اُن
 چار ستونوں کے ہیں جو چاروں کونوں پر ہوں، اگر درمیانی لکڑی نہ ہو تو خیمہ کھڑا ہو ہی نہیں سکتا،
 اور اگر یہ لکڑی موجود ہو اور چاروں طرف کے کونوں میں کوئی سی لکڑی نہ ہو تو خیمہ تو قائم ہو جائے گا،
 لیکن جوئے کونے کی لکڑی نہیں ہوگی وہ جانب ناقص اور گری ہوئی ہوگی۔ اس پاک ارشاد کے بعد اب
 ہم لوگوں کو اپنی حالت پر خود ہی غور کر لینا چاہیے کہ اسلام کے اس خیمہ کو ہم نے کس درجہ تک قائم
 کر رکھا ہے اور اسلام کا کونسا رکن ایسا ہے جس کو ہم نے پورے طور پر سنبھال رکھا ہے۔ اسلام کے
 یہ پانچوں ارکان نہایت اہم ہیں۔ حتیٰ کہ اسلام کی بنیاد انھیں کو قرار دیا گیا ہے۔ ایک مسلمان کیلئے
 بحیثیت مسلمان ہونے کے ان سب کا اہتمام نہایت ضروری ہے مگر ایمان کے بعد سب سے اہم چیز
 نماز ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ شانہ کے
 یہاں سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ نماز۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کیا ہے؟
 ارشاد فرمایا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون سا ہے۔ ارشاد
 فرمایا جہاد۔ ملاء علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں علماء کے اس قول کی دلیل ہے کہ ایمان کے
 بعد سب سے مقدم نماز ہے اس کی تائید اس حدیث صحیح سے بھی ہوتی ہے جس میں ارشاد ہے الصَّلَاةُ
 خَيْرُ مَوْضُوعٍ یعنی بہترین عمل جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کیلئے مقرر فرمایا وہ نماز ہے۔ اور احادیث
 میں کثرت سے یہ مضمون صاف اور صحیح حدیثوں میں نقل کیا گیا کہ تمہارے اعمال میں سب سے بہتر عمل
 نماز ہے۔ چنانچہ جامع صغیر میں حضرت ثوبانؓ ابن عمروؓ سلمہ ابوامامہؓ عبادة رضی اللہ عنہم پانچ صحابہؓ سے
 یہ حدیث نقل کی گئی ہے اور حضرت ابن مسعودؓ انسؓ سے اپنے وقت پر نماز کا پڑھنا افضل ترین عمل
 نقل کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اور اُم فروہؓ سے اول وقت نماز پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔ مقصد سب
 کا قریب ہی قریب ہے۔

گناہوں کیلئے نماز ایسی ہے جیسے درختوں کے پتوں کیلئے موسمِ خزاں:

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سردی کے موسم میں باہر تشریف لائے اور پتے درختوں پر سے گر رہے تھے۔ آپ نے ایک درخت کی ٹہنی ہاتھ میں لی اس کے پتے اور بھی گرنے لگے۔ آپ نے فرمایا اے ابوذر مسلمان بندہ جب اخلاص سے اللہ کیلئے نماز پڑھتا ہے تو اس سے اسکے گناہ ایسے ہی گرتے ہیں جیسے یہ پتے درخت سے گر رہے ہیں۔

(۲) عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِي الشِّتَاءِ وَالْوَرَقُ يَتَهافتُ فَأَخَذَ بَعْضُ مَنْ شَجَرَةٍ قَالَ فَجَعَلَ ذَلِكَ الْوَرَقُ يَتَهافتُ فَقَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَبَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لِيُصَلِّيَ الصَّلَاةَ يُرِيدُ بِهَا وَجْهًا لِلَّهِ فَمَتَا ذُنُوبُهُ كَمَا تَهافتُ هَذِهِ الْوَرَقُ عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ (رَوَاهُ أَحْمَدُ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ كَذَا فِي التَّرغِيبِ)

ف: سردی کے موسم میں درختوں کے پتے ایسی کثرت سے گرتے ہیں کہ بعض درختوں پر ایک بھی پتہ نہیں رہتا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ اخلاص سے نماز پڑھنے کا اثر بھی یہی ہے کہ اسکے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ایک بھی نہیں رہتا۔

کبیرہ گناہوں کیلئے توبہ کی ضرورت

مگر ایک بات قابلِ لحاظ ہے۔ علماء کی تحقیق آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کی وجہ سے یہ ہے کہ نماز وغیرہ عبادات سے صرف گناہِ صغیرہ معاف ہوتے ہیں، کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا، اسلئے نماز کے ساتھ توبہ و استغفار کا اہتمام بھی کرنا چاہیئے اس سے غافل نہ ہونا چاہیئے۔ البتہ حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل سے کسی کے کبیرہ گناہ بھی معاف فرما دیں تو دوسری بات ہے۔

ابو عثمان کہتے ہیں کہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا، انھوں نے اس درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اسکو حرکت دی جس سے اُسکے پتے گر گئے پھر مجھے کہنے لگے کہ ابو عثمان تم نے مجھ سے یہ نہ پوچھا کہ میں نے یہ کیوں کیا میں نے کہا بتا دیجئے کیوں کیا انھوں نے کہا کہ

(۳) عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ كُنْتُ مَعَ سَلْمَانَ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَأَخَذَ غُصْنًا مِنْهَا يَابِسًا فَمَرَرَهُ حَتَّى نَحَاتَ وَرَقَاتُهُمْ قَالَ يَا أَبَا عُثْمَانَ أَلَا تَسْمَعُ لِسَحَرٍ أَفْعَلُ هَذَا قُلْتُ لِمَ تَفْعَلُهُ قَالَ هَكَذَا فَعَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَعَهُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ وَأَخَذَ مِنْهَا غُصْنًا

يَا بَسَافَ هَذَا كَحَتِّ تَحَاتِّ وَرَقًا فَقَالَ يَا
سَلَمَانُ أَلَا تَسْأَلُنِي لِمَ أَفْعَلُ هَذَا أَقُلْتُ
وَلِمَ تَفْعَلُهُ قَالَ إِنَّهُ سَلِمَ إِذَا تَوَضَّأَ
فَأَحْسَنَ! تَوَضَّؤُهُ ثُمَّ صَدَّ الصَّلَاةُ الْخَمْسَ
تَحَاتَّتْ خَطَايَاهُ كَمَا تَحَاتَّتْ هَذِهِ الْوَرَقُ وَ
قَالَ أَقِيمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفَا
مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُدْهِبْنَ الشَّرَّاتِ
ذَلِكَ ذِكْرِي لِلَّذِ أَكْرِي (مَنْهَا أَحَدُ النَّسَائِطِ)

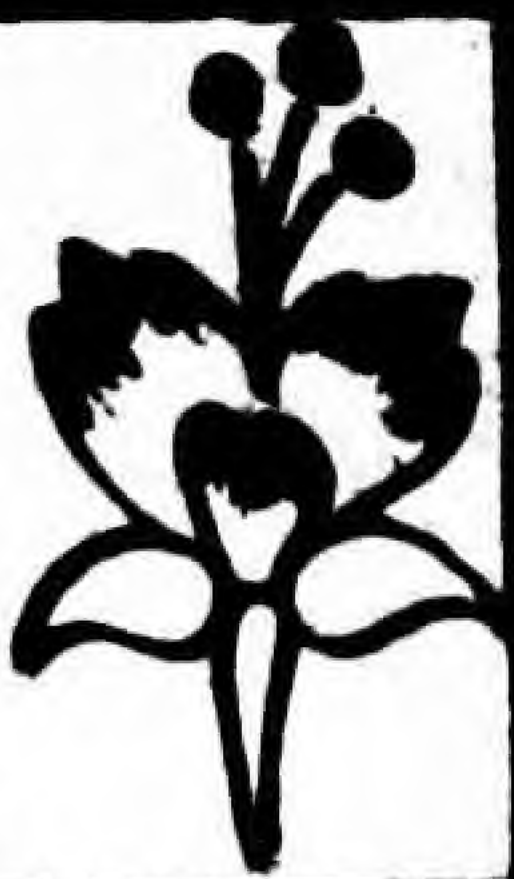
میں ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک
درخت کے نیچے تھا آپ نے بھی درخت کی ایک خشک
ٹہنی پکڑ کر اسی طرح کیا تھا جس سے اس ٹہنی کے پتے
جھڑ گئے تھے پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ سلمان
پوچھتے نہیں کہ میں نے اس طرح کیوں کیا، اپنے ارشاد
فرمایا تھا کہ جب مسلمان اچھی طرح سے وضو کرتا ہے
پھر پانچوں نمازیں پڑھتا ہے تو اس کی خطائیں اس سے
ایسی ہی گر جاتی ہیں جیسے یہ پتے گرتے ہیں۔ پھر آپؐ

قرآن کی آیت اَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ تِلَاوَتِ فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قائم کر نماز کو دن کے دونوں کُروں
میں اور رات کے کچھ حصوں میں، بیشک نیکیاں دور کر دیتی ہیں گناہوں کو، یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لیے۔
و :- حضرت سلمانؓ نے جو عمل کر کے دکھلایا، یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے عشق کی
ادنی مثال ہے۔ جب کسی شخص کو کسی سے عشق ہوتا ہے اس کی ہر ادا ابھاتی ہے اور اسی طرح ہر کام
کے کرنے کو جی چاہا کرتا ہے جس طرح محبوب کو کرتے دیکھتا ہے۔ جو لوگ محبت کا ذائقہ چکھ چکے ہیں وہ
اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے ارشادات نقل کرنے میں اکثر ان افعال کی بھی نقل کرتے تھے جو اس ارشاد کے وقت حضورؐ نے
کئے تھے۔ نماز کا اہتمام اور اس کی وجہ سے گناہوں کا معاف ہونا جس کثرت سے روایات میں ذکر کیا
گیا ہے اس کا احاطہ دشوار ہے۔ پہلے بھی متعدد روایات میں یہ مضمون گذر چکا ہے۔ علامہ نے اس کو
صغیرہ گناہوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ جیسا پہلے معلوم ہو چکا۔ مگر احادیث میں صغیرہ کبیرہ کی کچھ قید
نہیں ہے مطلق گناہوں کا ذکر ہے۔ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم کے وقت
اس کی دو وجہیں ارشاد فرمائی تھیں۔ ایک یہ کہ مسلمان کی شان سے یہ بعید ہے کہ اُسکے ذمہ
کوئی کبیرہ ہو۔ اولاً تو اس سے گناہ کبیرہ کا صادر ہونا ہی مشکل ہے اور اگر ہو بھی گیا تو بغیر توبہ کے
اُسکو چین آنا مشکل ہے۔ مسلمان کی مسلمانی شان کا مقتضی یہ ہے کہ جب اس سے کبیرہ صادر ہو جائے
تو اتنے روپیٹ کر اسکو دھونے لے اسکو چین نہ آئے۔ البتہ صغیرہ گناہ ایسے ہیں کہ ان کی طرف

۱۔ سورہ ہود آیت ۴۱ ۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت سے ان تمام کو جمع کرنا
۳۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی۔ دس ذی قعدہ سن تیرہ سو چونتیس ۴۔ ۳۳۳ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

بسا اوقات التفات نہیں ہوتا ہے اور ذمہ پر رہ جاتے ہیں جو نماز وغیرہ سے معاف ہو جاتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جو شخص اخلاص سے نماز پڑھے گا اور آداب و مستحبات کی رعایت رکھے گا وہ خود ہی نہ معلوم کتنی مرتبہ توبہ استغفار کریگا، اور نماز میں التَّحِيَّاتِ کی اخیر دُعا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ میں تو توبہ و استغفار خود ہی موجود ہے۔ ان روایات میں وضو کو بھی اچھی طرح سے کرنے کا حکم ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اسکے آداب اور مستحبات کی تحقیق کر کے ان کا اہتمام کرے۔

مسواک: — مثلاً ایک سنت اسکی مسواک ہی ہے جس کی طرف عام طور پر بے توجہی ہے حالانکہ حدیث میں وارد ہے کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے وہ اس نماز سے جو بلا مسواک پڑھی جائے شتر درجہ افضل ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ مسواک کا اہتمام کیا کرو، اس میں دست فائدے ہیں۔ منہ کو صاف کرتی ہے، اللہ کی رضا کا سبب ہے، شیطان کو غصہ دلاتی ہے، مسواک کر نیوالے کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں، فرشتے محبوب رکھتے ہیں، مسوڑھوں کو قوت دیتی ہے، ملغم کو قطع کرتی ہے، منہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے، صُفرا کو دور کرتی ہے، نگاہ کو تیز کرتی ہے، منہ کی بدبو کو زائل کرتی ہے اور ان سب کے علاوہ یہ ہے کہ سنت ہے۔ علمائے لکھا ہے کہ مسواک کے اہتمام میں شتر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ شہادت پڑھنا نصیب ہوتا ہے اور اسکے بالمقابل اُنیون کھانے میں شتر مضرتیں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ یاد نہیں آتا اچھی طرح وضو کرنے کے فضائل احادیث میں بڑی کثرت سے آئے ہیں۔ وضو کے اعضاء قیامت میں روشن اور چمک دار ہوں گے اور اس سے حضور فوراً اپنے امتی کو پہچان جائیں گے۔



گناہوں کے دھونے میں نماز ایک چلتی ہوئی نہر کی طرح ہے



حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ایک مرتبہ

(۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اَرَأَيْتُمْ

لے خیال لے لیکن توبہ کی جان ہے اپنے کئے ہوئے پر شرمندگی اور آئندہ کبھی نہ کرنے کا عہد — اگر یہ دعا سمجھ کر اسی کیفیت کے ساتھ پڑھ لی جائے تو یہی توبہ کافی ہے۔

لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدٍ كُفِّيَتْ فِيهِ
كُلُّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرْنِهِ
شَيْءٌ قَالُوا لَا يَبْقَى مِنْ دَرْنِهِ شَيْءٌ قَالَ
فَكَذَلِكَ مَثَلُ الصَّلَاةِ الْخَمْسِ
يَمْحُو اللَّهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ
وَمُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ
وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ مِنْ حَدِيثِ عَثْمَانَ
كَذَا فِي التَّرْغِيبِ -

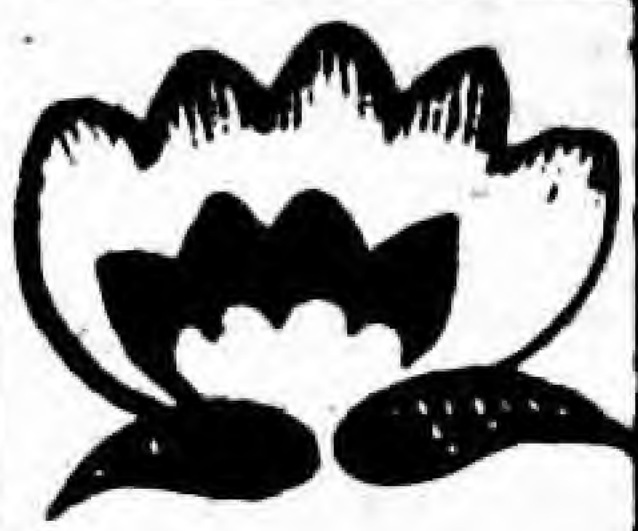
(۴) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الصَّلَاةِ
الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ غَيْرِ عَلَى بَابِ
أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلُّ يَوْمٍ خَمْسَ
مَرَّاتٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ كَذًا فِي التَّرْغِيبِ -

ارشاد فرمایا بتاؤ اگر کسی شخص کے دروازہ پر ایک
نہر جاری ہو جس میں وہ پانچ مرتبہ روزانہ غسل
کرتا ہو کیا اسکے بدن پر کچھ میل باقی رہے گا۔
صحابہ نے عرض کیا کہ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔
حضور نے فرمایا کہ یہی حال پانچوں نمازوں کا ہے
کہ اللہ جل شانہ ان کی وجہ سے گناہوں کو زائل
کر دیتے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ پانچوں نمازوں
کی مثال ایسی ہے کہ کسی کے دروازے
پر ایک نہر ہو جس کا پانی جاری ہو اور بہت
گہرا ہو اس میں روزانہ پانچ دفعہ
غسل کرے۔

ف۔۔ جاری پانی گندگی وغیرہ سے پاک ہوتا ہے اور جتنا پانی گہرا ہوگا اتنا ہی صاف
شفاف ہوگا اسی لئے اس حدیث میں اس کا جاری ہونا اور گہرا ہونا فرمایا گیا ہے اور جتنے
صاف پانی سے آدمی غسل کرے گا اتنی ہی صفائی بدن پر آئے گی۔ اسی طرح نمازوں کی وجہ
سے اگر آداب کی رعایت رکھتے ہوئے پڑھی جائیں تو گناہوں سے صفائی حاصل ہوتی ہے۔
اس قسم کا مضمون کئی حدیثوں میں مختلف صحابہ سے مختلف الفاظ میں نقل کیا گیا ہے۔ ابو سعید
خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ پانچوں
نمازیں درمیانی اوقات کے لئے کفارہ ہیں، یعنی ایک نماز سے دوسری نماز تک جو صغیرہ گناہ
ہوتے ہیں وہ نماز کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں۔ اسکے بعد حضور نے ارشاد فرمایا مثلاً ایک
شخص کا کوئی کارخانہ ہے جس میں وہ کچھ کاروبار کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے اسکے بدن پر کچھ گرد و
غبار میل کچیل لگ جاتا ہے اور اسکے کارخانے اور مکان کے درمیان میں پانچ نہریں پڑتی ہیں،
جب وہ کارخانہ سے گھر جاتا ہے تو ہر نہر پر غسل کرتا ہے، اسی طرح سے پانچوں نمازوں کا حال ہے کہ
جب سمجھی درمیانی اوقات میں کچھ خطا لغزشیں۔ غیرہ ہو جاتی ہے تو نمازوں میں دُعا استغفار کرنے
سے اللہ جل شانہ بالکل اسکو معاف فرمادیتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس قسم کی

مثالوں سے اس امر کا سمجھا دینا ہے کہ اللہ جل شانہ نے نماز کو گناہوں کی معافی میں بہت قوی تاثیر عطا فرمائی ہے اور چونکہ مثال سے بات ذرا اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے اس لئے مختلف مثالوں کے حضور نے اس مضمون کو واضح فرما دیا ہے۔ اللہ جل شانہ کی اس رحمت اور وسعت مغفرت اور لطف و انعام اور کرم سے ہم لوگ فائدہ نہ اٹھائیں تو کسی کا کیا نقصان ہے اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں ہم لوگ گناہ کرتے ہیں نافرمانیاں کرتے ہیں، حکم عُدولیاں کرتے ہیں، تعمیل ارشاد میں کوتاہیاں کرتے ہیں، اس کا مقصد یہ تھا کہ قادر عادل بادشاہ کے یہاں ضرور سزا ہوتی اور اپنے کئے کو بھگتتے مگر اللہ کے کرم کے قربان کہ جس نے اپنی نافرمانیاں اور حکم عُدولیاں کرنے کی تلافی کا طریقہ بھی بتا دیا، اگر ہم اس سے نفع حاصل نہ کریں تو ہماری حماقت ہے۔ حق تعالیٰ شانہ کی رحمت اور لطف تو عطا کیواسطے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص سوتے ہوئے یہ ارادہ کرے کہ تہجد پڑھوں گا اور پھر آنکھ نہ کھلے تو اس کا ثواب اس کو ملے گا اور سونا مفت میں رہا۔ کیا ٹھکانہ ہے اللہ کی دین اور عطا کا اور جو کریم اس طرح عطائیں کرتا ہو اس سے نہ لینا کتنی سخت محرومی اور کتنا زبردست نقصان



ہر صیبت میں نماز کا سہارا



حضرت خذیفہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی سخت امر پیش آتا تھا تو نماز کی طرف فوراً متوجہ ہوتے تھے۔

(۵) عَنْ خُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ فَذَعَّ إِلَى الصَّلَاةِ (ابن ماجہ ابوداؤد ابن جریر کنز الدین المنثور)

ف :- نماز اللہ کی بڑی رحمت ہے اسلئے ہر پریشانی کے وقت میں ادھر متوجہ ہو جانا گویا اللہ کی رحمت کی طرف متوجہ ہو جانا ہے اور جب رحمت الہی مساعد و مددگار ہو تو پھر کیا مجال ہے کسی پریشانی کی کہ باقی رہے۔ بہت سی روایتوں میں مختلف طور سے یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جو ہر قدم پر حضور کا اتباع فرمانے والے ہیں۔ ان کے حالات میں بھی یہ چیز نقل کی گئی ہے۔ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ جب آندھی چلتی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فوراً مسجد میں تشریف لے جاتے تھے اور جب تک آندھی بند نہ ہو جاتی مسجد سے نہ نکلتے۔ اسی طرح جب سورج یا چاند گرہن ہو جاتا تو حضور فوراً نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ حضرت صہیبؓ حضور اقدس

سے بھی خدا کے حکموں کو مانا جاتے ہیں بلکہ اس کی وکرم سے ترغیب۔ درالترغیب والترہیب مؤلف حافظ زکی الدین، النوری النوری

صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ پہلے انبیاء کا بھی یہی معمول تھا کہ ہر پریشانی کے وقت نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ سفر میں تھے۔ راستہ میں اطلاع ملی کہ بیٹے کا انتقال ہو گیا۔ اونٹ سے اترے دو رکعت نماز پڑھی پھر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ پڑھا اور پھر فرمایا کہ ہم نے وہ کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور قرآن پاک کی آیت وَاسْتَعِیْذُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ تلاوت کی۔ ایک اور قصہ اسی قسم کا نقل کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں ان کے بھائی قثم کے انتقال کی خبر ملی، راستہ سے ایک طرف کو ہوا کہ اونٹ سے اترے دو رکعت نماز پڑھی اور التحیات میں بہت دیر تک دُعائیں پڑھتے رہے، اسکے بعد اٹھے اور اونٹ پر سوار ہوئے اور قرآن پاک کی آیت وَاسْتَعِیْذُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ وَاِنَّمَا الْکَبِیْرُ اِلَّا عِنْدَ الْخَاشِعِیْنَ تلاوت فرمائی۔ (ترجمہ) اور مدد حاصل کرو صبر کیساتھ اور نماز کے ساتھ اور بیشک وہ نماز دشوار ضرور ہے مگر جن کے دلوں میں خشوع ہے اُن پر کچھ دشوار نہیں۔ خشوع کا بیان تیسرے باب میں مفصل آ رہا ہے۔ انہیں کا ایک اور قصہ ہے کہ ازواجِ مطہرات میں سے کسی کے انتقال کی خبر ملی تو سجدہ میں گر گئے، کسی نے دریافت کیا کہ یہ کیا بات تھی، آپ نے فرمایا کہ حضور کا ہم کو یہی ارشاد ہے کہ جب کوئی حادثہ دیکھو تو سجدہ میں (یعنی نماز میں) مشغول ہو جاؤ، اس سے بڑا حادثہ اور کیا ہو گا کہ اُم المؤمنینؓ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت جب قریب آیا تو جو لوگ وہاں موجود تھے اُن سے فرمایا کہ میں ہر شخص کو اس سے روکتا ہوں کہ وہ مجھے روئے اور جب میری روح نکل جائے تو ہر شخص وضو کرے اور اچھی طرح سے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے وضو کرے پھر مسجد میں جائے اور نماز پڑھ کر میرے واسطے استغفار کرے۔ اسلئے کہ اللہ جلّ شانہ نے وَاسْتَعِیْذُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ کا حکم فرمایا ہے اس کے بعد مجھے قبر کے گڑھے میں پہنچا دینا۔ حضرت اُم کلثومؓ کے خاوند حضرت عبدالرحمنؓ بیمار تھے اور ایک دفعہ ایسی سکتہ کی سی حالت ہو گئی کہ سب نے انتقال ہونا تجویز کر لیا۔ حضرت اُم کلثومؓ اٹھیں اور نماز کی نیت باندھ لی، نماز سے فارغ ہوئیں تو حضرت عبدالرحمنؓ کو بھی افاقہ ہوا لوگوں سے پوچھا۔ میری حالت موت کی سی ہو گئی تھی۔ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا کہ دو فرشتے میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ چلو احکم الحاکمین کی بارگاہ میں تمہارا فیصلہ ہونا ہے وہ مجھے لے جانے لگے تو ایک تیسرے فرشتے آئے اور ان دونوں سے کہا کہ تم چلے جاؤ یہ اُن لوگوں میں ہیں جن کی قسمت میں سعادت اسی وقت لکھ دی گئی تھی جب یہ ماں کے پیٹ میں تھے اور ابھی ان کی اولاد کو ان سے اور فوائد حاصل کرنے ہیں۔ اسکے بعد ایک مہینہ تک حضرت عبدالرحمنؓ زندہ رہے پھر انتقال ہوا۔

حضرت نصرؓ کہتے ہیں کہ دن میں ایک مرتبہ سخت اندھیرا ہو گیا، میں دوڑا ہوا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دریافت کیا کہ حضورؐ کے زمانہ میں کبھی ایسی نوبت آئی ہے؟ انھوں نے فرمایا خدا کی پناہ، حضورؐ کے زمانہ میں تو ذرا بھی ہوا تیز چلتی تھی تو ہم سب مسجدوں کو دوڑ جاتے تھے کہ کہیں قیامت تو نہیں آگئی۔ عبد اللہ بن سلامؓ کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر کسی قسم کی تنگی پیش آتی تو ان کو نماز پڑھنے کا حکم فرمایا کرتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے: **وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا تَسْأَلُكَ رِزْقًا الْآيَةُ**۔ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرتے رہے اور خود بھی اس کا اہتمام کیجئے ہم آپ سے روزی کمانا نہیں چاہتے روزی تو آپ کو ہم دیں گے۔

صلوۃ الحاجت: — ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس شخص کو کوئی بھی ضرورت پیش آئے دینی ہو یا دنیوی اس کا تعلق مالک الملک سے ہو یا کسی آدمی سے اسکو چاہیے کہ بہت اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے، پھر اللہ جل شانہ کی حمد و ثنا کرے اور پھر درود شریف پڑھے اس کے بعد یہ دعا پڑھے تو انشاء اللہ اس کی حاجت ضرور پوری ہوگی دعا یہ ہے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَغَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بَرٍّ وَسَلَامَةٍ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ لَا تَدْعُنِي ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَ تَدْنِيَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَجْتَهُ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے حاجتیں نماز کے ذریعہ طلب کی جاتی ہیں اور پہلے لوگوں کو جب کوئی حادثہ پیش آتا تھا وہ نماز ہی کی طرف متوجہ ہوتے تھے جس پر بھی کوئی حادثہ گذرتا وہ جلدی سے نماز کی طرف رجوع کرتا۔

محببت و پریشانی کے وقت نماز

کہتے ہیں کوفہ میں ایک قلی تھا جس پر لوگوں کو بہت اعتماد تھا۔ ایٹن ہونے کی وجہ سے تاجروں کا سامان روپیہ وغیرہ بھی لے جاتا، ایک مرتبہ وہ سفر میں جا رہا تھا، راستہ میں ایک شخص اسکو

ملا، پوچھا کہاں کا ارادہ ہے، قلی نے کہا فلاں شہر کا وہ کہنے لگا کہ مجھے بھی جانا ہے۔ میں پاؤں چل سکتا تو تیرے ساتھ ہی چلتا کیا یہ ممکن ہے کہ ایک دینار کرایہ پر مجھے خچر پر سوار کر لے۔ قلی نے اس کو منظور کر لیا وہ سوار ہو گیا۔ راستہ میں ایک دو راہ ملا۔ سوار نے پوچھا کہ ہر کو چلنا چاہیے۔ قلی نے شارع عام کا راستہ بتایا۔ سوار نے کہا یہ دوسرا راستہ قریب کا ہے اور جانور کے لئے بھی سہولت کا ہے کہ سبزہ اس پر خوب ہے۔ قلی نے کہا میں نے یہ راستہ دیکھا نہیں۔ سوار نے کہا کہ میں بارہا اس راستہ پر چلا ہوں قلی نے کہا اچھی بات ہے۔ اسی راستہ کو چلیں۔ تھوڑی دور چل کر وہ راستہ ایک وحشتناک جنگل پر ختم ہو گیا جہاں بہت سے مردے پڑے تھے، وہ شخص سوار سے اُترا اور کمر سے خنجر نکال کر قلی کے قتل کرنے کا ارادہ کیا، قلی نے کہا کہ ایسا نہ کریں خچر اور سامان سب کچھ لے لے یہی تیرا مقصود ہے مجھے قتل نہ کر، اس نے نہ مانا اور قسم کھالی کہ پہلے تجھے مار دوں گا پھر یہ سب کچھ لوں گا۔ اس نے بہت عاجزی کی مگر اس ظالم نے ایک نہ مانی قلی نے کہا اچھا مجھے دو رکعت آخری نماز پڑھنے دے۔ اس نے قبول کیا اور ہنس کر کہا جلدی سے پڑھ لے، ان مردوں نے بھی یہی درخواست کی تھی مگر ان کی نماز نے کچھ بھی کام نہ دیا۔ اس قلی نے نماز شروع کی، الحمد شریف پڑھ کر سورت بھی یاد نہ آئی، ادھر وہ ظالم کھڑا قضا کر رہا تھا کہ جلدی ختم کر۔ بے اختیار اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہوئی اَمِنْ تَجِيبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَا الْاِلٰهَ: یہ پڑھ رہا تھا اور رو رہا تھا کہ ایک سوار نمودار ہوا جس کے سر پر چمکتا ہوا خود (لوہے کی ٹوپی) تھا اس نے نیزہ مار کر اس ظالم کو ہلاک کر دیا، جس جگہ وہ ظالم مر کر گر آگ کے شعلے اس جگہ سے اُٹھنے لگے۔ یہ نمازی بے اختیار سجدہ میں گر گیا، اللہ کا شکر ادا کیا، نماز کے بعد اس سوار کی طرف دوڑا، اس سے پوچھا کہ خدا کے واسطے اتنا بتا دو کہ تم کون ہو کیسے آئے، اس نے کہا کہ میں اَمِنْ تَجِيبُ الْمُضْطَرَّ کا غلام ہوں اب تم مامون ہو جہاں چاہے جاؤ۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔ درحقیقت نماز ایسی ہی بڑی دولت ہے کہ اللہ کی رضا کے علاوہ دنیا کے مصائب سے بھی اکثر نجات کا سبب ہوتی ہے اور کون قلب و حاصل ہوتا ہی ہے۔ ابنِ سیرینؒ کہتے ہیں کہ اگر مجھے جنت کے جانے میں اور دو رکعت نماز پڑھنے میں اختیار دیدیا جائے تو میں دو رکعت ہی کو اختیار کروں گا۔ اسلئے کہ جنت میں جانا میری اپنی خوشی کے واسطے ہے اور دو رکعت نماز میں میرے مالک کی رضا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے بڑا قابلِ رشک ہے وہ سلمان جو ہلکا پھلکا ہو (یعنی اہل و عیال کا زیادہ بوجھ نہ ہو) نماز سے وافر حصہ اسکو

لے گا اس وغیرہ بہت ہے۔ مہ سورۃ النمل آیت ۶۲۔ (ترجمہ) بھلا کون سنتا ہے کیس کی پکار کو جب وہ اسے پکارتا ہے۔ یعنی خدا کی ذات ہے جو بیکسوں اور کس پیروں کے کام آتی ہے۔ مہ سامنے آیا۔ مہ بے فکر ہو کوئی خطرہ نہیں ہے۔

ملا ہو۔ روزی صرف گزارے کے قابل ہو جس پر صبر کر کے عمر گزار دے، اللہ کی عبادت اچھی طرح کرتا ہو۔ گنہامی میں پڑا ہو، جلدی سے مرجا دے، نہ میراث زیادہ ہو، نہ رونے والے زیادہ ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے گھر میں نماز کثرت سے پڑھا کر و گھر کی خیر میں اضافہ ہوگا۔

نمازی کے ہر حصہ جسم کے گناہوں کی معافی

ابو مسلم کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھ سے ایک صاحب نے آپ کی طرف سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا ہے جو شخص اچھی طرح وضو کرے اور پھر فرض نماز پڑھے تو حق تعالیٰ جل شانہ اس دن وہ گناہ جو چلنے سے ہوئے ہوں اور وہ گناہ جو اس کے کانوں سے صادر ہوئے ہوں اور وہ گناہ جن کو آنکھوں سے کیا ہو اور وہ گناہ جو اس کے دل میں پیدا ہوئے ہوں سب کو معاف فرما دیتے ہیں۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے یہ مضمون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی دفعہ سنا ہے۔

(۶) عَنْ أَبِي مُسْلِمٍ التَّغْلَبِيِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى أَبِي أُمَامَةَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَقُلْتُ يَا أَبَا أُمَامَةَ إِنَّ رَجُلًا حَدَّثَنِي مِنْكَ أَنَّكَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ تَوَضَّأَ فَاسْبَغَ الْوُضُوءَ غَسَلَ يَدَيْهِ وَجْهَهُ وَمَسَحَ عَلَى رَأْسِهِ وَأَذْنَيْهِ ثُمَّ قَامَ إِلَى صَلَاةٍ مَقْرُوضَةٍ غُفِرَ اللَّهُ لَهُ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ مَا مَشَتْ إِلَيْهِ رِجْلَاهُ وَقَبِضَتْ إِلَيْهِ يَدَاهُ وَسَمِعَتْ إِلَيْهِ أَذْنَاهُ وَنَظَرَتْ إِلَيْهِ عَيْنَاهُ وَحَدَّثَتْ بِهِ نَفْسُهُ مِنْ سُوءٍ فَقَالَ وَاللَّهِ لَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَارًا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْعَالِبُ عَلَى سَنَدِهِ الْحَسَنُ وَتَقَدَّمَ لَهُ شَوَاهِدٌ فِي الْوُضُوءِ كَذَا فِي الرَّغِيبِ قُلْتُ وَرَوَى مَعْنَى الْحَدِيثِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بِطَرَقٍ فِي مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ.

ف۔ یہ مضمون بھی کئی صحابہؓ سے نقل کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ صناعیؓ، حضرت عمرو بن عبسہؓ وغیرہ حضرات سے مختلف الفاظ کے ساتھ متعذر

روایات میں ذکر کیا گیا ہے اور جو حضرات اہل کشف ہوتے ہیں ان کو گناہوں کا زائل ہو جانا بھی محسوس ہو جاتا ہے، چنانچہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ مشہور ہے کہ وضو کا پانی گرتے ہوئے یہ محسوس فرماتے تھے کہ کونسا گناہ دھل رہا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل کیا گیا ہے کہ کسی شخص کو اس بات سے مغرور نہیں ہونا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس گنہگار پر کہ نماز سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں گناہوں پر جرأت نہیں کرنا چاہیے اسلئے کہ ہم لوگوں کی نماز اور عبادات جیسی ہوتی ہیں ان کو اگر حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف اور کرم سے قبول فرمائیں تو ان کا لطف و احسان و انعام ہے ورنہ ہماری عبادتوں کی حقیقت ہمیں خوب معلوم ہے۔ اگرچہ نماز کا یہ اثر ضروری ہے کہ اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں مگر ہماری نماز بھی اس قابل ہے اس کا علم اللہ ہی کو ہے اور دوسری بات یہ بھی کہ اس وجہ سے گناہ کرنا کہ میرا مالک کریم ہے معاف کرے والا ہے انتہائی بے غیرتی ہے اسکی مثال تو ایسی ہوتی کہ کوئی شخص یوں کہے کہ اپنے ان بیٹوں سے جو فلاں کام کریں درگزر کرنے کو بہر حال جان جان کر اسکی نافرمانیاں کریں۔

نماز کا شہید پہلے جنت میں داخل

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک قبیلہ کے دو صحابی ایک ساتھ مسلمان ہوئے، ان میں سے ایک صاحب جہاد میں شہید ہو گئے اور دوسرے صاحب کا ایک سال بعد انتقال ہوا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ صاحب جن کا ایک سال بعد انتقال ہوا تھا ان شہید سے بھی پہلے جنت میں داخل ہو گئے تو مجھے بڑا تعجب ہوا کہ شہید کا درجہ تو بہت اونچا ہے وہ پہلے جنت میں داخل ہوتے ہیں نے حضورؐ سے خود عرض کیا، یا کسی اور نے عرض کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جن صاحب کا بعد میں انتقال ہوا ان کی نیکیاں نہیں

۱۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَجُلَانِ مِنْ بَلَدٍ حَتَّى مَن قَضَاءً أَسْلَمَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْتَشْمَدَا أَحَدُهُمَا وَآخَرُ الْآخِرُ سَنَةً قَالَ طَلَحَةُ بْنُ عُبَيْدٍ اللَّهُ فَرَأَيْتُ الْمُؤَخَّرَ مِنْهُمَا أَدْخِلَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الشَّهِيدِ فَتَعَبَبْتُ لِدَا إِلَيْكَ فَأَصْبَحْتُ فذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ ذَكَرَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ أَلَيْسَ قَدْ صَامَ بَعْدَهُ رَمَضَانَ وَصَلَّى سِتَّةَ أَلْفِ رَكْعَةٍ وَكَذًا أَوْ كَذًا رَكْعَةً صَلَوةً

۲۔ یعنی خدا کے وہ نیک بندے جنہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے بعض وہ چیزیں بھی دکھائی جاتی ہیں جو عام انسانوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوتی ہیں۔

دیکھتے کتنی زیادہ ہو گئیں ایک رمضان المبارک کے پورے روزے بھی ان کے زیادہ ہوئے اور چھ ہزار اور اتنی اتنی رکعتیں نماز کی ایک سال میں ان کی بڑھ گئیں۔

ف :- اگر ایک سال کے تمام مہینے انتیس دن کے لگائے جائیں اور صرف فرض اور وتر کی بیس رکعتیں شمار کی جائیں تب بھی چھ ہزار نو سو ساٹھ رکعتیں ہوتی ہیں اور جتنے مہینے تیس دن کے ہوں گے بیس بیس رکعتوں کا اضافہ ہوتا رہے گا اور سنتیں اور نوافل بھی شمار کئے جائیں تو کیا ہی پوچھنا، ابن ماجہ میں یہ قصہ اور بھی مفصل آیا ہے اس میں حضرت طلحہ جو خواب دیکھنے والے ہیں وہ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک قبیلہ کے دو آدمی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ساتھ آئے اور اکٹھے ہی مسلمان ہوئے، ایک صاحب بہت زیادہ مستعد اور ہمت والے تھے وہ ایک لڑائی میں شہید ہو گئے اور دوسرے صاحب کا ایک سال بعد انتقال ہوا، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت

کے دروازے پر کھڑا ہوں اور وہ دونوں صاحب بھی وہاں ہیں۔ اندر سے ایک شخص آئے اور ان صاحب کو جن کا ایک سال بعد انتقال ہوا تھا اندر جانے کی اجازت ہو گئی۔ اور جو صاحب شہید ہوئے تھے وہ کھڑے رہ گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر اندر سے ایک شخص آئے اور ان شہید کو بھی اجازت ہو گئی اور مجھ سے یہ کہا کہ تمہارا بھی وقت نہیں آیا تم واپس چلے جاؤ۔ میں نے صبح کو لوگوں سے اپنے خواب کا تذکرہ کیا۔ سب کو اس پر تعجب ہوا کہ ان شہید کو بعد میں کیوں اجازت ہوئی۔ ان کو تو پہلے ہونی چاہیے تھی۔ آخر حضور سے لوگوں نے اس کا تذکرہ کیا تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ شہید بھی ہوئے اور بہت زیادہ مستعد

سَنَةِ سِرَاوَاهُ أَحْمَدُ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ وَرَوَاهُ
ابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ حَبَانَ فِي صَحِيحِهِمَا
وَالْبَيْهَقِيُّ كُلُّهُمْ عَنْ طَلْحَةَ بَنِي خُوَهِ الطُّوَلِ
مِنْهُ وَمِنْ أَدَابِ ابْنِ مَاجَةَ وَابْنِ حَبَانَ فِي
آخِرِهِ فَلَمَّا بَيْنَهُمَا الطُّوَلُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ
وَالْأَرْضِ كَذَا فِي التَّرْغِيبِ وَلَفْظُ أَحَدِهِ
فِي النُّسخَةِ الَّتِي بَايَدُنَا أَوْ كَذَا أَوْ كَذَا
بَلْفِظْ أَوْ فِي الدَّرَجَةِ مَالِكٌ وَاحِدٌ
النَّسَائِيُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَهُ
وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ عَنْ عَامِرِ بْنِ
سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا وَنَاسًا مِنَ الصَّحَابَةِ
يَقُولُونَ كَانَ رَجُلَانِ أَخْرَانِ فِي عَهْدِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ
أَحَدُهُمَا أَفْضَلُ مِنَ الْآخَرِ فَمَاتَ الَّذِي
هُوَ أَفْضَلُهُمَا ثُمَّ عَمِيَ الْآخَرُ بَعْدَ أَرْبَعِينَ
لَيْلَةً الْحَدِيثُ وَقَدْ أَخْرَجَ أَبُو دَاوُدَ بِمَعْنَى
حَدِيثِ الْبَابِ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ بْنِ خَالِدٍ
بَلْفِظْ قَتَلَ أَحَدَهُمَا وَمَاتَ الْآخَرُ بَعْدَهُ
بِجَمْعَةِ الْحَدِيثِ :-

اور ہمت والے بھی تھے اور جنت میں یہ دوسرے صاحب پہلے داخل ہو گئے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کیا انھوں نے ایک سال عبادت زیادہ نہیں کی؟ عرض کیا بیشک کی۔ ارشاد فرمایا، کیا انھوں نے پورے ایک رمضان کے روزے اُن سے زیادہ نہیں رکھے؟ عرض کیا کیا بے شک رکھے۔ ارشاد فرمایا، کیا انھوں نے اتنے اتنے سجدے ایک سال کی نمازوں کے زیادہ نہیں کئے؟ عرض کیا کیا بے شک کئے؟ حضورؐ نے فرمایا پھر تو ان دونوں میں آسمان زمین کا فرق ہو گیا۔

اس نوع کے قصے کئی لوگوں کے ساتھ پیش آئے۔ ابو داؤد شریف میں دو صحابہ کا قصہ اسی قسم کا صرف آٹھ دن کے فرق سے ذکر کیا گیا ہے کہ دوسرے صاحب کا انتقال ایک ہفتہ بعد ہوا، پھر بھی وہ جنت میں پہلے داخل ہو گئے۔ حقیقت میں ہم لوگوں کو اس کا اندازہ نہیں کہ نماز کتنی قیمتی چیز ہے۔ آخر کوئی توبات ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بتلائی ہے۔ حضورؐ کی آنکھ کی ٹھنڈک جو انتہائی محبت کی علامت ہے معمولی چیز نہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو بھائی تھے، ان میں سے ایک چالیس روز پہلے انتقال کر گئے، دوسرے بھائی کا چالیس روز بعد انتقال ہوا، پہلے بھائی زیادہ بزرگ تھے، لوگوں نے اُن کو بہت بڑھانا شروع کر دیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا تمہیں کیا معلوم کہ ان چالیس دن کی نمازوں نے ان کو کس درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ نماز کی مثال ایک سیٹھی اور گہری نہر کی سی ہے جو دروازہ پر جاری ہو اور آدمی پانچ دفعہ اس میں نہاتا ہو تو اس کے بدن پر کیا میل رہ سکتا ہے؟ اسکے بعد پھر دوبارہ حضورؐ نے فرمایا، تمہیں کیا معلوم کہ اسکی نمازوں نے جو بعد میں پڑھی گئیں اسکو کس درجہ تک پہنچا دیا۔

خدا کے منادی کا اعلان کہ نماز کے ذریعہ اپنی آگ بجھا لو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ اے آدم کی اولاد اٹھو اور جہنم کی آگ کو جسے تم نے

(۸۱) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يُبْعَثُ مَنَادٍ عِنْدَ حَضَرَةِ كُلِّ صَلَاةٍ يَقُولُ يَا

۱۔ حدیث شریف کے الفاظ میں:۔ جب الی من دنیاکم النار والطیب جعلت قرۃ عینی فی الصلوة۔ رواہ احمد والنسائی والحاکم والبیہقی عن انس بن مالک والسرّاج البیرونی ص ۱۳۲ اس حدیث کا ذکر آگے کی جگہ آئے گا۔ یہ یعنی انکی بہت تعریف کرنے لگے۔
۲۔ قال المنذر بن رواد مالک واللفظ لاؤحمد باسناد حسن والنسائی وابن خریزہ فی معجم (۲)

بَنِي آدَمَ قَوْمًا طَافُوا مَا أَوْقَدَتْهُ عَلَى
 أَنْفُسِكُمْ فَيَقُومُونَ فَيَسْطَرُونَ وَيَصَلُّونَ
 الظَّهْرَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ مَا بَيْنَهُمَا فَإِذَا أَحْضَرَتْ
 الْعَصْرَ فَيَمُتُّونَ ذَلِكَ فَإِذَا أَحْضَرَتْ الْمَغْرِبَ
 فَيَمُتُّونَ ذَلِكَ فَإِذَا أَحْضَرَتْ الْعَتَمَةَ فَيَمُتُّونَ
 ذَلِكَ فَيَنَامُونَ فَمُدَّ لِحْجِي فِي خَيْرٍ وَ
 مَدَّ لِحْجِي فِي شَرٍّ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي
 الْكَبِيرِ كَذَا فِي التَّرغِيبِ.

گناہوں کی بدولت، اپنے اوپر جلانا شروع کر دیا
 ہے بجاؤ۔ چنانچہ دیندار لوگ اٹھتے ہیں وضو کرتے
 ہیں، ظہر کی نماز پڑھتے ہیں جسکی وجہ سے اُنکے گناہوں
 کی (صبح سے ظہر تک) کی مغفرت کر دی جاتی ہے
 اسی طرح پھر عصر کے وقت پھر مغرب کے وقت پھر
 عشاء کے وقت (غرض ہر نماز کے وقت یہی صورت
 ہوتی ہے) عشاء کے بعد لوگ سونے میں مشغول
 ہو جاتے ہیں، اسکے بعد اندھیری میں بعض لوگ
 بُرائیوں (زنا کاری بدکاری چوری وغیرہ) کی طرف چل دیتے ہیں، اور بعض لوگ بھلائیوں (نماز و وظیفہ
 ذکر وغیرہ) کی طرف چلنے لگتے ہیں۔

فائدہ :- حدیث کی کتابوں میں بہت کثرت سے یہ مضمون آیا ہے کہ اللہ جل شانہ
 اپنے لطف سے نماز کی بدولت گناہوں کو معاف فرماتے ہیں اور نماز میں چونکہ استغفار خود
 موجود ہے جیسا کہ اوپر گزرا، اسلئے صغیرہ اور کبیرہ ہر قسم کے گناہ اس میں داخل ہو جاتے ہیں،
 بشرطیکہ دل سے گناہوں پر ندامت ہو، خود حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے اَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَ
 النَّهَارِ وَزُلْفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبُنَ السَّيِّئَاتِ جیسا کہ حدیث برائے میں گزرا
 حضرت سلمانؓ ایک بڑے مشہور صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب عشاء کی نماز ہو جاتی ہے
 تو تمام آدمی تین جماعتوں میں منقسم ہو جاتے ہیں۔ ایک وہ جماعت ہے جس کیلئے یہ رات نعمت
 ہے اور کمائی ہے اور بھلائی ہے، یہ وہ حضرات ہیں جو رات کی فرصت کو غنیمت سمجھتے ہیں اور جو
 لوگ اپنے اپنے راحت و آرام اور سونے میں مشغول ہو جاتے ہیں تو یہ لوگ نماز میں مشغول ہو جاتے
 ہیں، ان کی رات ان کے لئے اجر و ثواب بن جاتی ہے، دوسری وہ جماعت ہے جس کیلئے رات
 وبال ہے عذاب ہے، یہ وہ جماعت ہے جو رات کی تنہائی اور فرصت کو غنیمت سمجھتی ہے اور
 اور گناہوں میں مشغول ہو جاتی ہے، ان کی رات ان پر وبال بن جاتی ہے تیسری وہ جماعت ہے
 جو عشاء کی نماز پڑھ کر سو جاتی ہے اسکے لئے نہ وبال ہے نہ کمائی نہ کچھ گناہ آیا ہے

لے کتاب کے سابقہ نسخوں میں یہاں عطا تھا لیکن یہ ذکر حدیث علی میں ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ مدظلہ
 کی ہدایت کے مطابق درست کر دیا گیا۔ یہ یعنی لوگوں کی تین قسمیں ہو جاتی ہیں۔ ایک وہ جماعت ہے جسکی غنیمت سمجھتی ہے اور
 تیسری وہ جماعت ہے جسکی غنیمت سمجھتی ہے اور

نمازی کے جنت میں داخلہ کی ضمانت

(۹) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ بْنِ رَبِيعٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِنِّي أَفْتَرَضْتُ عَلَى أُمَّتِكَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ وَعَهْدْتُ عِنْدِي عَهْدًا أَنَّهُ مَنْ حَافَظَ عَلَيْهِنَّ لَوْ قُتِلَ أَوْ دَخَلَتْهُ الْجَنَّةُ فِي عَهْدِي وَمَنْ لَمْ يَحَافِظْ عَلَيْهِنَّ فَلَا عَهْدَ لِي عِنْدِي كَذَا فِي الدَّرَالِ الْمُنْتَوَسِرِ بِرِوَايَةِ أَبِي دَاوُدَ وَابْنِ مَاجَةَ وَفِيهِ أَيْضًا أَخْرَجَ مَالِكٌ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاحْمَدُ وَابْنُ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ حَبَانَ وَابْنُ أَبِي عَمْرٍاءَ عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ الْبَابِ مَرْفُوعًا بِأَهْوَلِ مَنْه.

حضور کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے یہ فرمایا کہ میں تمہاری امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور اسکا میں نے اپنے لئے عہد کر لیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کر نیک اہتمام کرے اسکو اپنی ذمہ داری پر جنت میں داخل کروں گا، اور جو ان نمازوں کا اہتمام نہ کرے تو مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔

ف :- ایک دوسری حدیث میں مضمون اور بوضاحت سے آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں جو شخص ان میں لاپرواہی سے کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے، اچھی طرح وضو کرے اور وقت پر ادا کرے، خشوع خضوع سے پڑھے حق تعالیٰ شانہ کا عہد ہے کہ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے اور جو شخص ایسا نہ کرے اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد اس سے نہیں، چاہے اسکی مغفرت فرمائیں چاہے عذاب دیں بکتنی بڑی فضیلت ہے نماز کی اس کے اہتمام سے اللہ کے عہد میں اور ذمہ داری میں آدمی داخل ہو جاتا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی معمولی سا حاکم یا دولت مند کسی شخص کو اطمینان و لادے یا کسی مطالبہ کا ذمہ دار ہو جائے یا کسی قسم کی ضمانت کرے تو وہ کتنا مطمئن اور خوش ہوتا ہے اور اس حاکم کا کس قدر احسان مند اور گرویدہ بن جاتا ہے۔ یہاں ایک معمولی عبادت پر جس میں کچھ مشقت بھی نہیں ہے مالک الملک دو جہان کا بادشاہ عہد کرتا ہے، پھر بھی لوگ اس چیز سے غفلت اور لاپرواہی کرتے ہیں، اس میں کسی کا کیا نقصان ہے اپنی ہی کم نصیبی اور اپنا ہی ضرر ہے۔

لے حافظ عراقی نے احیاء العلوم کی تخریج احادیث میں حافظ ابن عبد البر کو نقل کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (احیاء العلوم ج ۱۲) ۲۰ "مزر" نقصان۔

ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ لڑائی میں جب
خیز کو فتح کر چکے تو لوگوں نے اپنے مالِ غنیمت کو
نکالا، جس میں متفرق سامان تھا اور قیدی تھے اور
خرید و فروخت شروع ہو گئی (کہ ہر شخص اپنی ضروریات
خریدنے لگا۔ دوسری زائد چیزیں فروخت کرنے لگا)
اتنے میں ایک صحابیؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر
ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ مجھے آج کی اس
تجارت میں اس قدر نفع ہوا کہ ساری جماعت میں
کسی کو بھی اتنا نفع نہیں مل سکا، حضورؐ نے
تعجب سے پوچھا کہ کتنا کمایا، انھوں نے عرض کیا
کہ حضورؐ! میں سامان خریدتا رہا اور بیچتا رہا،
جس میں تین سو اوقیہ چاندی نفع میں پئی۔ حضورؐ
انھوں نے عرض کیا حضورؐ ضرور بتائیں، ارشاد

نے ارشاد فرمایا میں تمہیں بہترین نفع کی چیز بتاؤں
فرمایا کہ فرض نماز کے بعد دو رکعت نفل۔

فائدہ :- ایک اوقیہ چالیس درم کا ہوتا ہے اور ایک درم تقریباً چار آنہ کا۔ تو اس حساب سے تین ہزار روپیہ ہوا جس کے مقابلہ میں دو جہان کے بادشاہ کا ارشاد ہے کہ یہ کیا نفع ہوا، یہی نفع وہ ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنے والا اور کبھی نہ ختم ہونے والا ہے۔ اگر حقیقت میں ہم لوگوں کے ایمان ایسے ہی ہو جائیں اور دو رکعت نماز کے مقابلہ میں تین ہزار روپے کی وقعت نہ رہے تو پھر واقعی زندگی کا لطف ہے اور حق یہ ہے کہ نماز ہے ہی ایسی دولت

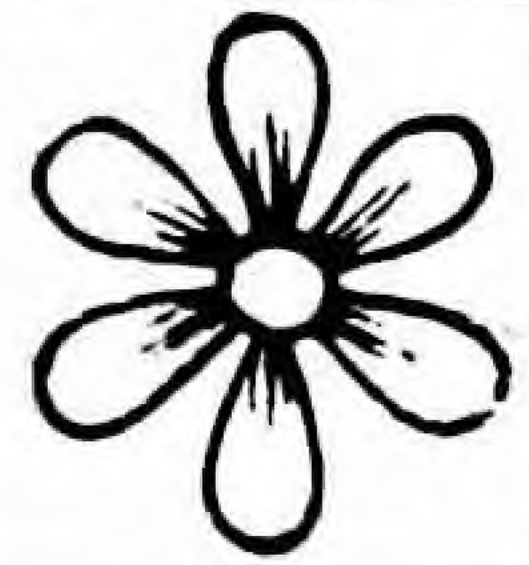
۱۷ مختلف، کئی قسم کا۔ عہ وہ مال جو کسی جہاد میں کُفار سے مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت

اسی وجہ سے حضور اقدس سید البشر محمد رسول نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بتلائی ہے اور دعائے کے وقت آخری وصیت جو فرمائی ہے اس میں نماز کے اہتمام کا حکم فرمایا ہے۔ متعدد حدیثوں میں اس کی وصیت مذکور ہے۔ منجملہ ان کے حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ آخری وقت میں جب زبان مبارک سے پورے لفظ نہیں نکل رہے تھے اس وقت بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز اور غلاموں کے حقوق کی تاکید فرمائی تھی۔ حضرت علیؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا کہ آخری کلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کی تاکید اور غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کا حکم تھا۔



نماز اشراق کی فضیلت



حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک مرتبہ جہاد کے لئے لشکر بھیجا، جو بہت ہی جلدی واپس لوٹ آیا اور ساتھ ہی بہت سا مال غنیمت لے کر آیا۔ لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ اتنی ذرا سی مدت میں ایسی بڑی کامیابی اور مال و دولت کے ساتھ واپس آگیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اس سے بھی کم وقت میں اس مال سے بہت زیادہ غنیمت اور دولت کمانے والی جماعت بتاؤں، یہ وہ لوگ ہیں جو صبح کی نماز میں جماعت میں شریک ہوں اور آفتاب نکلنے تک اسی جگہ بیٹھے رہیں آفتاب نکلنے کے بعد جب مکروہ وقت جو تقریباً بیس منٹ رہتا ہے نکل جائے تو دو رکعت اشراق کی نماز پڑھیں۔ یہ لوگ بہت تھوڑے سے وقت میں بہت زیادہ دولت کمانے والے ہیں۔ حضرت شقیق بلخی مشہور صوفی اور بزرگ ہیں، فرماتے ہیں کہ ہم نے پانچ چیزیں تلاش کیں ان کو پانچ جگہ پایا۔ روزی کی برکت چاشت کی نماز میں ملی اور قبر کی روشنی تہجد کی نماز میں ملی، منکر نکیر کے سوال کا جواب طلب کیا تو اسکو قرأت میں پایا اور پلصراط کا سہولت سے پار ہونا روزہ اور صدقہ میں پایا۔ اور عرش کا سایہ خلوت میں پایا۔ حدیث کی کتابوں میں نماز کے بارے میں

بہت ہی تاکید اور بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں اُن سب کا احاطہ کرنا مشکل ہے، تبرکاً چند احادیث کا صرف ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

نماز کی تاکید و فضیلت پر مختصر چہل حدیث

(۱) حضور کا ارشاد ہے کہ اللہ جلّ شانہ نے میری اُمت پر سب چیزوں سے پہلے نماز فرض کی اور قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا (۲) نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو (۳) آدمی کے اور شرک کے درمیان نماز ہی حائل ہے (۴) اسلام کی علامت نماز ہے، جو شخص دل کو فارغ کر کے اور اوقات اور مستحبات کی رعایت رکھتے ہوئے نماز پڑھے وہ مومن ہے (۵) حق تعالیٰ شانہ نے کوئی چیز ایمان اور نماز سے افضل فرض نہیں کی، اگر اس سے افضل کسی اور چیز کو فرض کرتے تو فرشتوں کو اس کا حکم دیتے، فرشتے دن رات کوئی رکوع میں ہے کوئی سجدے میں (۶) نماز دین کا ستون ہے (۷) نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے (۸) نماز مومن کا نور ہے (۹) نماز افضل جہاد ہے (۱۰) جب آدمی نماز میں داخل ہوتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس کی طرف پوری توجہ فرماتے ہیں جب وہ نماز سے ہٹ جاتا ہے تو وہ بھی توجہ ہٹا لیتے ہیں (۱۱) جب کوئی آفت آسمان سے اُترتی ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں سے ہٹ جاتی ہے (۱۲) اگر آدمی کسی وجہ سے جہنم میں جاتا ہے تو اس کی آگ سجدے کی جگہ کو نہیں کھاتی (۱۳) اللہ نے سجدے کی جگہ کو آگ پر حرام کر دیا ہے (۱۴) سب سے زیادہ پسندیدہ عمل اللہ کے نزدیک وہ نماز ہے جو وقت پر پڑھی جائے (۱۵) اللہ جلّ شانہ کو آدمی کی ساری حالتوں میں سب سے زیادہ یہ پسند ہے کہ اس کو سجدے میں پڑا ہوا دیکھیں کہ پیشانی زمین سے رگڑ رہا ہے (۱۶) اللہ جلّ شانہ کے ساتھ آدمی کو سب سے زیادہ قرب سجدہ میں ہوتا ہے (۱۷) جنت کی کنجیاں نماز ہیں (۱۸) جب آدمی نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ جلّ شانہ کے اور اُس نمازی کے درمیان کے پردے ہٹ جاتے ہیں جب تک کہ کھانسی وغیرہ میں مشغول نہ ہو (۱۹) نمازی شہنشاہ کا دروازہ کھٹکاتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو دروازہ کھٹکاتا ہی رہے تو کھٹکتا ہی ہے (۲۰) نماز کا مرتبہ دین میں ایسا ہے

۱۔ یعنی وہ مخصوص توجہ جو نماز کے وقت رہتی ہے دوسرے اوقات میں نہیں رہتی۔

۲۔ زیادہ دباؤ ہو تو خیر و نہ جہاں تک ہو سکے کھانسی کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

جیسا کہ سر کا درجہ بدن میں (۲۱) نمازِ دل کا نور ہے جو اپنے دل کو نورانی بنانا چاہے (نماز کے ذریعہ سے) بنالے (۲۲) جو شخص اچھی طرح وضو کرے، اسکے بعد خشوع و خضوع سے دو یا چار رکعت نماز فرض یا نفل پڑھ کر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے اللہ تعالیٰ شانہ معاف فرمادیتے ہیں۔ (۲۳) زمین کے جس حصہ پر نماز کے ذریعہ سے اللہ کی یاد کیجاتی ہے وہ حصہ زمین کے دوسرے ٹکڑوں پر فخر کرتا ہے (۲۴) جو شخص دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے کوئی دُعا مانگتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ وہ دُعا قبول فرمالیتے ہیں (۲۵) جو شخص تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے جس کو اللہ اور اسکے فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے تو اس کو جہنم کی آگ سے بری ہونے کا پروانہ مل جاتا ہے (۲۶) جو شخص ایک فرض نماز ادا کرے اللہ جل شانہ کے یہاں ایک مقبول دُعا اُس کی ہو جاتی ہے (۲۷) جو پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہے اُنکے رکوع و سجود اور وضو وغیرہ کو اہتمام کیسا تھا اچھی طرح سے پورا کرتا رہے جنت اسکے لئے واجب ہو جاتی ہے اور دوزخ اس پر حرام ہو جاتی ہے (۲۸) مسلمان جب تک پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہتا ہے شیطان اس سے ڈرتا رہتا ہے اور جب وہ نمازوں میں کوتاہی کرنے لگتا ہے تو شیطان کو اس پر جرأت ہو جاتی ہے اور اُس کے بہکانے کی طمع کرنے لگتا ہے (۲۹) سب سے افضل عمل اول وقت نماز پڑھنا ہے (۳۰) نماز ہر شقی کی قربانی ہے (۳۱) اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز کو اول وقت پڑھنا ہے (۳۲) صبح کو جو شخص نماز کو جاتا ہے اسکے ہاتھ میں ایمان کا جھنڈا ہوتا ہے اور جو بازار کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں شیطان کا جھنڈا ہوتا ہے۔ (۳۳) ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتوں کا ثواب ایسا ہے جیسا کہ تہجد کی چار رکعتوں کا (۳۴) ظہر سے پہلے چار رکعتیں تہجد کی چار رکعتوں کے برابر شمار ہوتی ہیں (۳۵) جب آدمی نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو رحمت الہیہ اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے (۳۶) افضل ترین نماز آدھی رات کی ہے، مگر اسکے پڑھنے والے بہت ہی کم ہیں (۳۷) میرے پاس حضرت جبریلؑ آئے اور کہنے لگے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خواہ کتنا ہی آپ زندہ رہیں آخر ایک دن مرنا ہے اور جس سے چاہے محبت کریں آخر ایک دن اس سے جدا ہونا ہے اور آپ جس قسم کا بھی عمل کریں (بھلا یا بُرا) اس کا بدلہ ضرور ملیگا اس میں کوئی تردید نہیں کہ مومن کی شرافت تہجد کی نماز ہے اور مومن کی عزت لوگوں سے استغنا ہے (۳۸) آخر رات کی دو رکعتیں تمام دُنیا سے افضل ہیں۔ اگر مجھے مُشَقَّت کا اندیشہ نہ

لے خوش نصیب ہے وہ شخص جو شیطان کا جھنڈا بیکر بھی رحمان ہی کی فوج کا سپاہی رہتا ہے اور اپنے کاروبار میں شریعت کی پابندی ہو جاتی ہے کہ اب اسکا چیت کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔

ہوتا تو اُمت پر فرض کر دیتا (۲۹) تہجد ضرور پڑھا کرو کہ تہجد صابحین کا طریقہ ہے اور اللہ کے قرب کا سبب، تہجد گناہوں سے روکتا ہے اور خطاؤں کی معافی کا ذریعہ ہے، اس سے بدن کی تندرستی بھی ہوتی ہے (۴۰) حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ اے آدم کی اولاد تو دین کے شروع میں چار رکعتوں سے عاجز نہ بن، میں تمام دن تیرے کاموں کی کفایت کروں گا۔

حدیث کی کتابوں میں بہت کثرت سے نماز کے فضائل اور ترغیبات ذکر کی گئی ہیں۔ چالیس کے عدد کی رعایت سے اتنے پر کفایت کی گئی کہ اگر کوئی شخص ان کو حفظ یاد کر لے تو چالیس حدیثیں یاد کرنے کی فضیلت حاصل کر لے گا۔ حق یہ ہے کہ نماز ایسی بڑی دولت ہے کہ اس کی قدر وہی کر سکتا ہے جس کو اللہ جلّ شانہ نے اس کا مزہ چکھا دیا ہو، اسی دولت کی وجہ سے حضورؐ نے اپنی آنکھ کی ٹھنڈک اس میں فرمائی اور اسی لذت کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کا اکثر حصہ نماز ہی میں گزار دیتے تھے، یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے وقت خاص طور پر نماز کی وصیت فرمائی اور اُس کے اہتمام کی تاکید فرمائی، متعدد احادیث میں ارشادِ نبویؐ نقل کیا گیا، اتَّقُوا اللَّهَ فِي الصَّلَاةِ۔ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ تمام اعمال میں مجھے نماز سب سے زیادہ محبوب ہے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد نبویؐ پر گزرا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، مجھے بھی شوق ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نیت باندھ لی۔ حضور سورۃ بقرہ پڑھ رہے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ تنوایتوں پر رکوع کر دیں گے مگر جب وہ گزر گئیں اور رکوع نہ کیا تو میں نے سوچا کہ دوسو پر رکوع کریں گے، مگر وہاں بھی نہ کیا تو مجھے خیال ہوا کہ سورۃ کے ختم ہی پر کریں گے جب سورۃ ختم ہوئی تو حضورؐ نے کئی مرتبہ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ پڑھا اور سورۃ آل عمران شروع کر دی میں سوچ میں پڑ گیا۔ آخر میں نے خیال کیا کہ آخر اسکے ختم پر تو رکوع کرینگے ہی۔ حضورؐ نے اس کو ختم فرمایا اور تین مرتبہ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ پڑھا اور سورۃ مائدہ شروع کر دی اسکو ختم کر کے رکوع کیا اور رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ پڑھتے رہے اور اُسکے ساتھ کچھ اور بھی پڑھتے تھے جو سمجھ میں نہ آیا۔ اس کے بعد اسی طرح سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰی بھی پڑھتے رہے، اسکے ساتھ بھی کچھ پڑھتے تھے جو سمجھ میں نہ آیا۔ اسکے بعد اسی طرح سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰی بھی پڑھتے رہے اسکے ساتھ بھی کچھ پڑھتے تھے۔ اس کے بعد دوسری رکعت میں

سورۃ انعام شروع کر دی، میں حضور کے ساتھ نماز پڑھنے کی ہمت نہ کر سکا اور مجبور ہو کر چلا آیا۔ پہلی رکعت میں تقریباً پانچ پارے ہوئے اور پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا جو نہایت اطمینان سے تجوید اور ترتیل کے ساتھ ایک ایک آیت جدا کر کے پڑھتے تھے۔ ایسی صورت میں کتنی لابی رکعت ہوئی ہوگی۔ انھیں وجوہ سے آپ کے پاؤں پر نماز پڑھتے پڑھتے ورم آجاتا تھا۔ مگر جس چیز کی لذت دل میں اتر جاتی ہے اس میں مشقت اور تکلیف دشوار نہیں رہتی۔ ابو اسحق سبعمی مشہور محدث ہیں سو برس کی عمر میں انتقال فرمایا، اس پر افسوس کیا کرتے تھے کہ بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے نماز کا لطف جاتا رہا۔ دو رکعتوں میں صرف دو سورتیں سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران پڑھی جاتی ہیں زیادہ نہیں پڑھا جاتا۔ یہ دو سورتیں بھی پونے چار پاروں کی ہیں۔ محمد بن سہاک فرماتے ہیں کہ کوفہ میں میرا ایک پڑوسی تھا اسکے ایک لڑکا تھا جو دن کو ہمیشہ روزہ رکھتا اور رات بھر نماز میں اور شوقیہ اشعار میں رہتا تھا وہ سوکھ کر ایسا ہو گیا کہ صرف ہڈی ان چمڑے رہ گیا، اسکے والد نے مجھ سے کہا کہ تم ذرا اسکو سمجھاؤ، میں ایک مرتبہ اپنے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا وہ سامنے سے گزرا میں نے اسکو بلایا وہ آیا سلام کر کے بیٹھ گیا۔ میں نے کہنا ہی شروع کیا تھا کہ وہ کہنے لگا۔ چچا شاید آپ محنت کی کمی کا مشورہ دیں گے۔ چچا جان میں نے اس محلے کے چند لڑکوں کے ساتھ یہ طے کیا تھا کہ دیکھیں کون شخص عبادت میں زیادہ کوشش کرے، انھوں نے کوشش اور محنت کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلا لئے گئے، جب وہ بلائے گئے تو بڑی خوشی اور سرور کے ساتھ گئے، ان میں سے میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا، میرا عمل دن میں دو بار ان پر ظاہر ہوتا ہوگا وہ کیا کہیں گے جب اس میں کوتاہی پائیں گے، چچا جان ان جوانوں نے بڑے بڑے مجاہدے کئے ان کی محنتیں اور مجاہدے بیان کرنے لگا جن کو سن کر ہم لوگ متحیر رہ گئے۔ اسکے بعد وہ لڑکا اٹھ کر چلا گیا۔ تیسرے دن ہم نے سنا کہ وہ بھی رخصت ہو گیا۔ رَحْمَةُ اللّٰهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔ اب بھی اس گئے گذرے زمانے میں اللہ کے بندے ایسے دیکھے جاتے ہیں جو رات کا اکثر حصہ نماز میں گزار دیتے ہیں اور دن میں دین کے دوسرے کاموں تبلیغ و تعلیم میں منہمک رہتے ہیں۔ حضرت مجتبیٰ دالہ ثانیؑ کے نام نامی سے کون شخص ہندوستان میں ناواقف ہوگا، ان کے ایک خلیفہ مولانا عبد الواحدؒ لاہوری نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ جنت میں نماز نہ ہوگی، کسی نے عرض کیا کہ حضرت جنت

ایضا بقضیوں میں یہاں "سبعمی" کے ساتھ تھا لیکن اصل ماخذ تہذیب التہذیب (ج ۸ ص ۱۲۷) میں "سبعمی" کے ساتھ ہے۔ اب حضرت شیخ مظلوم سے رجوع کے بعد درست کر دیا گیا ہے تہذیب التہذیب (ج ۸ ص ۱۲۷) کے خدا سے عشق و محبت کے اشعار لکھ جیران لکھ گئے (۱۲۷ ص ۱۲۷)۔

میں نماز کیوں ہو وہ تو اعمال کے بدلہ کی جگہ ہے نہ کہ عمل کرنے کی اس پر ایک آہ کھینچی اور رونے لگے اور فرمایا کہ بغیر نماز کے جنت میں کیونکر گزرے گی۔ ایسے ہی لوگوں سے دنیا قائم ہے اور زندگی کو وصول کرنے والی حقیقت میں یہی مبارک ہستیاں ہیں۔ اللہ جلّ شانہ اپنے لطف اور اپنے پر مریٹنے والوں کے طفیل اس روسیہ کو بھی نواز دے تو اس کے لطفِ عام سے کیا بعید ہے۔ ایک پُر لطف قصہ پر اس فصل کو ختم کرتا ہوں۔ حافظ ابن حجرؒ نے منہات میں لکھا ہے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے دنیا میں تین چیزیں محبوب ہیں خوشبو، عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ حضورؐ کے پاس چند صحابہ شریف فرماتے تھے، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ارشاد فرمایا اور مجھے تین چیزیں محبوب ہیں، آپ کے چہرہ کا دیکھنا اپنے مال کو آپ پر خرچ کرنا اور یہ کہ میری بیٹی آپ کے نکاح میں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا سچ ہے اور مجھے تین چیزیں محبوب ہیں اَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ نہیِ عَنِ الْمُنْكَرِ (اچھے کاموں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا) اور پُرانا کپڑا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا آپ نے سچ کہا، اور مجھے تین چیزیں محبوب ہیں۔ بھوکوں کو کھلانا، تنگوں کو کپڑا پہنانا اور قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا آپ نے سچ فرمایا اور مجھے تین چیزیں پسند ہیں، مہمان کی خدمت، گرمی کا روزہ اور دشمن پر تلوار۔ اتنے میں حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا کہ مجھے حق تعالیٰ شانہ نے بھیجا ہے اور فرمایا کہ اگر میں (یعنی جبریلؑ) دنیا والوں میں ہوتا تو بتاؤں مجھے کیا پسند ہوتا، حضورؐ نے ارشاد فرمایا بتاؤ۔ عرض کیا مجھو لے ہوؤں کو راستہ بتانا، غریب عبادت کرنیوالوں سے محبت رکھنا اور عیال و ارمیسوں کی مدد کرنا اور اللہ جلّ جلالہ کو بندوں کی تین چیزیں پسند ہیں (اللہ کی راہ میں) طاقت کا خرچ کرنا (مال سے ہو یا جان سے) اور (گناہ پر) ندامت کے وقت رونا اور فاقہ پر صبر کرنا۔

حافظ ابن قیمؒ زاد المعاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز روزی کو کھینچنے والی ہے، صحت کی محافظ ہے، بیماریوں کو رفع کرنے والی ہے، دل کو تقویت پہونچاتی، چہرہ کو خوبصورت اور منور کرتی ہے۔ جان کو فرحت پہونچاتی ہے، اعضاء میں نشاط پیدا کرتی ہے، کاہلی کو دفع کرتی ہے، شرح صدر کا سبب ہے، روح کی غذا ہے، دل کو منور کرتی ہے، اللہ کے انعام کی محافظ ہے اور عذاب الہی سے حفاظت کا سبب ہے، شیطان کو دور کرتی ہے اور رحمن سے قرب پیدا کرتی ہے، غرض روح اور بدن کی صحت کی حفاظت میں اس کو خاص دخل ہے۔

۱۔ یہ صورت کی خوشنماں سیرت کی تابناکی کا پرتو ہوتا ہے، یہ دل کا نور ہوتا ہے جو چہرہ پر جھلکتا ہے۔

اور دونوں چیزوں میں اس کی عجیب تاثیر ہے۔ نیز دنیا اور آخرت کی مصرتوں کے دور کرنے میں اور دونوں جہان کے منافع پیدا کرنے میں اس کو بہت خصوصیت ہے۔

دوسری فصل نماز کے چھوڑنے پر و عید و عتاد شوق میں آیات

حدیث کی کتابوں میں نماز نہ پڑھنے پر بہت سخت سخت عذاب ذکر کئے گئے ہیں نمونے کے طور پر چند حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں، سچی خبر دینے والے کا ایک ارشاد بھی سمجھا رکھئے کافی تھا مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کے قربان کہ اپنے کئی کئی طرح سے اور بار بار اس چیز کی طرف متوجہ فرمایا کہ ان کے نام لیواؤں کی اُمت کہیں اس میں کوتاہی نہ کرنے لگے۔ پھر افسوس ہے ہمارے حال پر کہ ہم حضور کے اس اہتمام کے باوجود نماز کا اہتمام نہیں کرتے اور بے غیرتی اور بے حیائی سے اپنے کو اُمتی اور شیخ رسول اور اسلام کا دھنی بھی سمجھتے ہیں۔ آدمی کے اور کفر کے درمیان صرف نمازِ حائل ہے:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز چھوڑنا آدمی کو کفر سے ملا دیتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ بندہ کو اور کفر کو ملانے والی چیز صرف نماز کو چھوڑنا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ ایمان اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔ فائدہ :- اس قسم کا مضمون اور بھی کئی حدیثوں میں آیا ہے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ ابرکے دن نماز جلدی پڑھا کرو، کیونکہ نماز چھوڑنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ ابرکے وجہ سے وقت کا پتہ نہ چلے اور نماز قضا ہو جائے، اس کو بھی نماز کا چھوڑنا ارشاد فرمایا کتنی سخت بات ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے چھوڑنے والے پر کفر کا حکم

(۱) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ رواه أحمد ومسلم وقال بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ ابوداؤد والنسائی ولفظه ليس بين العبد وبين الكفر إلا ترك الصلوة والترمذی ولفظه قال بين الكفر والایمان ترك الصلوة وابن ماجه ولفظه قال بين العبد وبين الكفر ترك الصلوة كذا في الترغيب للمندرج وقال السيوطی في الدرر الحديث جابر أخرجه ابن أبي شيبة وأحمد و

۱۰ یعنی حدیث شریف کا مطلب یہ قرار دیا ہے کہ جو انکار کر دے یہ حکم اسکے بارے میں ہے نہ ترغیب (از)

بِئِنَّ الذِّمَّةَ هِيَ تَيْسَرُ شَرَابٍ نَهْ يَنِيَا كَهَرُ بُرَائِي كِي كُنْجِي هِي۔

(۳) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ أَوْصَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْرِ كَلِمَاتٍ قَالَ لَا تَشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا وَإِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَعْقَنْ وَالْيَدِ يَدُكَ وَإِنْ أَمَرَكَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَيِّدًا فَإِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَيِّدًا فَقَدْ بَرِئْتُ مِنْهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَلَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا فَإِنَّهُ رَأْسُ كُلِّ فَاحِشَةٍ وَإِيَّاكَ وَالْمَعْصِيَةَ فَإِنَّ بِالْمَعْصِيَةِ حَلَّ سَخَطِ اللَّهِ وَإِيَّاكَ وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ وَإِنْ هَلَكَ النَّاسُ وَإِنْ أَصَابَ النَّاسَ مَوْتُ فَأَثَبْتُ وَأَنْفَقْتُ عَلَى أَهْلِكَ مِنْ طَوْلِكَ وَلَا تَرْفَعُ عَنْهُمْ عَصَاكَ أَدَبًا وَآخِفْهُمْ فِي اللَّهِ سِرًّا

احمد والطبرانی فی الکبیر واسناد احمد صحیح لوسلم من الانقطاع فان عبد الرحمن ابن جبیر لوسلم من معاذ کذا فی الترغیب والیہما عزاء السیوطی فی الدر ولعمد کذا لا نقطاع ثم قال واخرج الطبرانی عن امیمة مولاة رسول الله صلی الله علیه وسلم قالت کنت اصب علی رسول

حضرت معاذ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں کی وصیت فرمائی (۱) یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا گو تو قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے، (۲) والدین کی نافرمانی نہ کرنا گو وہ تجھے اس کا حکم کریں کہ بیوی کو چھوڑ دے یا سارا مال خرچ کر دے (۳) فرض نماز جان کر نہ چھوڑنا جو شخص فرض نماز جان کر چھوڑ دیتا ہے اللہ کا ذمہ اس سے بری ہے (۴) شراب نہ پینا کہ یہ ہر بُرائی اور فحش کی جڑ ہے (۵) اللہ کی نافرمانی نہ کرنا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا غضب اور قہر نازل ہوتا ہے (۶) لڑائی میں نہ بھاگنا چاہے سب ساتھی مرجائیں (۷) اگر کسی جگہ وبا پھیل جاوے (جیسے طاعون وغیرہ) تو وہاں سے نہ بھاگنا (۸) اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا (۹) تنبیہ کے واسطے ان پر سے لکڑی نہ ہٹانا (۱۰) اللہ تعالیٰ سے ان کو ڈراتے رہنا۔

اولاد کی تربیت اور نماز کی تاکید :-

ف :- لکڑی نہ ہٹانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے بے فکر نہ ہوں کہ باپ تنبیہ نہیں کرتا اور مارتا نہیں جو چاہے کرتے رہو بلکہ ان کو حدود شرعیہ کے ماتحت کبھی کبھی مارتے رہنا چاہیے کہ بغیر مار کے اکثر تنبیہ نہیں ہوتی۔

آج کل اولاد کو شروع میں تو محبت کے جوشن

نہ شراب کا حملہ عقل پر ہوتا ہے جب وہی نہ رہے تو نفس و شیطان جو کچھ بھی کریں کم ہے۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضوء قد دخل
رجل فقال اوصني فقال لا تشرك
باللہ شیئاً وان قطعت اذنت ولا
تقن والدیک وان امراک ان تخلی من
اهلک ودنیاک فتخلیہ ولا تشرب خمر
فانه مفتاح کل شر ولا تترک صدقة
متعمدا فمن فعل ذلک فقد برئت
منہ ذمۃ اللہ ورسولہ۔

میں تنبیہ نہیں کی جاتی جب وہ بری باتوں
میں پختہ ہو جاتے ہیں تو پھر روتے پھرتے
ہیں، حالانکہ یہ اولاد کیساتھ محبت نہیں سخت
دشمنی ہے کہ اسکو بری باتوں سے روکا نہ جائے
اور مار پیٹ کو محبت کے خلاف سمجھا جائے۔
کون سمجھدار اسکو گوارا کر سکتا ہے کہ اولاد کے
پھوڑے پھنسی کو بڑھایا جائے اور اس وجہ سے
کہ نشتر لگانے سے زخم اور تکلیف ہوگی عمل

جراحی نہ کرایا جائے بلکہ لاکھ بچہ روئے منہ بنائے بھاگے بہر حال نشتر لگانا ہی پڑتا ہے بہت
سی حدیثوں میں حضور کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ بچہ کو سات برس کی عمر میں نماز کا حکم کر دو
اور دس برس کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر مارو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ بچوں کی
نماز کی نگرانی کیا کرو اور اچھی باتوں کی ان کو عادت ڈالو۔ حضرت لقمان حکیم کا ارشاد ہے کہ باپ
کی مار اولاد کے لئے ایسی ہے جیسا کہ کھیتی کے لئے پانی۔ حضور کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص اپنی
اولاد کو تنبیہ کرے یہ ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ ایک صاع تقریباً ساٹھ تین بیر
غلہ کا ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کوئی باپ اپنی اولاد کو اس سے افضل عطیہ نہیں دے
سکتا کہ اس کو اچھا طریقہ تعلیم کرے ۵

ایک نماز کا چھوٹ جانا گویا اپنا سب مال و دولت لٹ جانا ہے :

(۳) عَنْ نُوَيْلِ بْنِ مُعَوِيَّةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ فَاتَتْهُ صَلَوةٌ
فَكَانَ مَوْتَرًا أَهْلًا وَمَالًا رَوَاهُ ابْنُ حَبَّانٍ
فِي صَحِيحِهِ كَذَا فِي التَّرْغِيبِ زَادَ السُّيُوطِيُّ
فِي الْمَدَامِ وَالنَّسَائِيُّ ابْنُ مَسِينَةَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس
شخص کی ایک نماز بھی فوت ہوگئی وہ ایسا ہے کہ
گویا اس کے گھر کے لوگ اور مال و دولت سب
چھین لیا گیا ہو۔

ف :- نماز کا ضائع کرنا اکثر بال بچوں کی وجہ سے

۵ یعنی اوپر لکھ کرانا ہی پڑتا ہے۔ ۵ دراز ۵ در مشور ۵ جامع صغیر ۵ ۵ ایضا
۵ ہر چیز کے نفع نقصان کا احساس اس قدر ہوتا ہے جتنی اس چیز کی قدر و قیمت کسی کے دل میں ہوتی ہے۔ ہم لوگوں کے
دلوں میں مال و دولت کی قیمت ہے تو اس کے نقصان کا احساس بھی ہم کو خوب ہوتا ہے۔ ایمان و یقین کی دولت کی ہم قدر نہ کر سکتے
ہیں ایمانی اعمال کو ضائع کر کے ہمیں کچھ دکھ نہیں ہوتا۔ آپ اس کتاب میں ایک بزرگ کا قصہ پڑھیں گے کہ انھیں اپنی جماعت چھوٹنے
پر اولاد کے مرنے سے زیادہ غم ہوا تھا۔

ہوتا ہے کہ ان کی خیر خبر میں مشغول رہے یا مال و دولت کمانے کے لالچ میں ضائع کی جاتی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز کا ضائع کرنا انجام کے اعتبار سے ایسا ہی ہے گویا بال بچے اور مال و دولت سب ہی چھین لیا گیا اور اکیلا کھڑا رہ گیا، یعنی جتنا خسارہ اور نقصان اس حالت میں ہے اتنا ہی نماز کے چھوڑنے میں ہے یا جس قدر رنج و صدمہ اس حالت میں ہو، اتنا ہی نماز کے چھوٹنے میں ہونا چاہیے۔ اگر کسی شخص سے کوئی معتبر آدمی یہ کہہ دے اور اُسے یقین آجائے کہ فلاں راستہ لٹتا ہے اور جو رات کو اس راستہ سے جاتا ہے تو ڈاکو اس کو قتل کر دیتے ہیں اور مال چھین لیتے ہیں تو کون بہادر رہے کہ اس راستہ سے رات کو چلے۔ رات تو درکنار دن کو بھی مشکل سے اس راستہ کو چلے گا مگر اللہ کے سچے رسول کا یہ پاک ارشاد ایک دو نہیں کئی کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے اور ہم مسلمان حضور کے سچے ہونے کا دعویٰ بھی جھوٹی زبانوں سے کرتے ہیں مگر اس پاک ارشاد کا ہم پر اثر کیا ہے ہر شخص کو معلوم ہے۔

بغیر کسی شرعی مجبوری کے دو نمازیں ایک ساتھ پڑھنا کبیرہ گناہ ہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص دو نمازوں کو بلا کسی عذر کے ایک وقت میں پڑھے وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر پہنچ گیا۔

ف۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں تاخیر نہ کر، ایک نماز جب اس کا وقت ہو جائے، دوسری جنازہ جب تیار ہو جائے، تیسری بے نکاحی عورت جب اس کے جوڑ کا خاوند مل جائے (یعنی فوراً نکاح کر دینا) بہت سے لوگ جو اپنے کو دیندار بھی سمجھتے ہیں اور گویا نماز کے پابند بھی سمجھے جاتے ہیں وہ کئی کئی نمازیں معمولی بہانہ سے سفر کا ہو، دوکان کا ہو، ملازمت کا ہو گھر آکر کٹھی ہی پڑھ لیتے ہیں، یہ گناہ کبیرہ

(۵) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ صَلَوتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُدَّةٍ فَقَدْ أَتَى بَابًا مِنْ أَبْوَابِ الْكِبَائِرِ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ حَنَشٌ هُوَ ابْنُ قَيْسٍ ثِقَةٌ وَقَالَ الْحَافِظُ بَلْ وَاهِ بِمِرَّةٍ لَا نَعْلَمُ أَحَدًا وَثِقَةً غَيْرَ حَصِينِ بْنِ نَبِيرٍ كَذَا فِي التَّرْغِيبِ زَادَ السَّيوطِيُّ فِي الدُّرَرِ لِتَرْمِذٍ أَيْضًا وَذَكَرَ فِي اللَّالِئِ لَهُ شَوَاهِدٌ وَكَذَا فِي التَّعْقِبَاتِ وَقَالَ الْحَدِيثُ أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَنَشٌ ضَعِيفٌ ضَعْفُهُ أَحَدٌ وَغَيْرُهُ وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ فَاشْتَأَبَذَ لَكَ إِلَى أَنْ الْحَدِيثُ اعْتَصَدَ بِقَوْلِ أَهْلِ الْعِلْمِ وَقَدْ صَرَحَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ دَلِيلِ صِحَّةِ الْحَدِيثِ قَوْلُ أَهْلِ

لے لیکن یہ ہماری بے حسی اور ایمان کی کمزوری ہے کہ یہ نقصان ہماری نظروں میں کوئی نقصان نہیں ہے۔

العلم به وان لم یکن له اسناد یعمد علی مثله۔
اپنے وقت پر نہ پڑھا جاوے۔ گو بالکل نماز نہ پڑھنے کی برابر گناہ نہ ہو۔ لیکن بے وقت پڑھنے کا بھی سخت گناہ ہے اس سے خلاصی نہ ہوئی۔

(۶) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا فَقَالَ مَنْ حَافِظٌ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُورًا وَبُرْهَانًا وَنَجَاةً يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَمَنْ أَمَّ يَحَافِظُ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَهُ نُورٌ وَلَا بُرْهَانٌ وَلَا نَجَاةٌ وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مَعَ فِرْعَوْنَ وَهَارُونَ وَأَبِي بَنْ خَلْفٍ أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ وَابْنُ حَبَّانٍ وَالتَّبْرَانِيُّ كَذَا فِي الدَّرَا الْمُنْتَوَرِ لِلْسَيُوطِيِّ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ سَرَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَالْأَوْسَطِ وَرَجَالُ أَحَدِ ثِقَاتٍ وَقَالَ ابْنُ جَرِّمٍ فِي الزَّوْجِ أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ بِسَنَدٍ جَيِّدٍ وَزَادَ فِيهِ قَارُونَ أَيْضًا مَعَ فِرْعَوْنَ وَغَيْرِهِ وَكَذَا زَادَهُ فِي مُنْتَخَبِ الْكُنُوزِ بِرَوَايَةِ ابْنِ نَصْرِ وَالْمَشْكُوتَةِ أَيْضًا بِرَوَايَةِ أَحْمَدُ الدَّارِ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الشَّعْبِ وَابْنُ الْقَيْمِ فِي كِتَابِ الصَّلَاةِ۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا ذکر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرے تو نماز اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگی اور حساب پیش ہونے کے وقت حجت ہوگی اور نجات کا سبب ہوگی اور جو شخص نماز کا اہتمام نہ کرے اس کے لئے قیامت کے دن نہ نور ہوگا اور نہ اس کے پاس کوئی حجت ہوگی اور نہ نجات کا کوئی ذریعہ، اسکا حشر فرعون ہا مان اور ابی بن خلف کیسا ہو فائدہ :- فرعون کو تو ہر شخص جانتا ہے کہ کس درجہ کا کافر تھا حتیٰ کہ خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور ہا مان اس کے وزیر کا نام ہے اور ابی بن خلف مکہ کے مشرکین میں سے بڑا سخت دشمن اسلام تھا، ہجرت سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتا تھا کہ میں نے ایک گھوڑا پالا ہے اسکو بہت کچھ کھلاتا ہوں اس پر سوار ہو کر (نغوز) (اللہ) تم کو قتل کروں گا حضورؐ نے ایک مرتبہ اس سے فرمایا تھا کہ اِنشَاء اللہ میں ہی تجھکو قتل کروں گا۔ اُحد کی لڑائی میں وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتا پھرتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر وہ آج بج گئے تو میری خیر نہیں۔ چنانچہ حملہ کے ارادے سے وہ حضورؐ کے قریب پہنچ گیا صحابہؓ نے ارادہ بھی فرمایا کہ دور ہی سے نہ لڑیں، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ آنے دو۔ جب وہ قریب ہوا تو حضورؐ نے ایک صحابیؓ کے ہاتھ میں سے بڑچھا لیکر اس کے مارا جو اس کی گردن پر لگا، اور ہلکا سا خراش اس کی گردن پر آگیا مگر

لے یعنی دیں۔ جتنی ہونے اور جہنم سے نجات پانے کا ثبوت ۳۹۰ جلد اول ۱۳۹۰ ۳۵ ختم کر دیں۔

اس کی وجہ سے گھوڑے سے لڑھکتا ہوا گرا اور کئی مرتبہ گرا۔ اور بھاگتا ہوا اپنے لشکر میں پہنچ گیا اور چلاتا تھا کہ خدا کی قسم مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قتل کر دیا۔ کفار نے اس کو اطمینان دلایا کہ معمولی خراش ہے کوئی فکر کی بات نہیں، مگر وہ کہتا تھا کہ محمد نے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا۔ خدا کی قسم اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں مرجاتا۔ لکھتے ہیں کہ اس کے چلانے کی آواز ایسی ہو گئی تھی جیسا کہ بیل کی ہوتی ہے۔ ابوسفیان نے جو اس لڑائی میں بڑے زوروں پر تھا اس کو شرم دلانی کہ اس ذرا سی خراش سے اتنا چلاتا ہے۔ اس نے کہا تجھے خبر بھی ہے کہ یہ کس نے ماری ہے یہ محمد کی مار ہے مجھے اس سے جس قدر تکلیف ہو رہی ہے لات اور عزی کی قسم اگر یہ تکلیف سارے حجاز والوں کو تقسیم کر دی جائے تو سب ہلاک ہو جائیں۔ محمد نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا۔ میں نے اسی وقت سمجھ لیا تھا کہ میں ان کے ہاتھ سے ضرور مارا جاؤں گا۔ میں ان سے چھوٹ نہیں سکتا، اگر وہ اس کہنے کے بعد مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں اس سے بھی مرجاتا۔ چنانچہ مکہ مکرمہ پہنچنے سے ایک دن پہلے وہ راستہ ہی میں مر گیا۔ ہم مسلمانوں کے لئے نہایت غیرت اور عبرت کا مقام ہے کہ ایک کافر بچے کا فراور سخت دشمن کو تو حضور کے ارشاد کے سچا ہونے کا اس قدر یقین ہو کہ اس کو اپنے مارے جانے میں ذرا بھی تردد یا شک نہ تھا لیکن ہم لوگ حضور کو سچا ماننے کے باوجود حضور کے ارشادات کو یقینی کہنے کے باوجود حضور کے ساتھ محبت کے دعوے کے باوجود حضور کی اُمت میں ہونے پر فخر کے باوجود کتنے ارشادات پر عمل کرتے ہیں اور جن چیزوں میں حضور نے عذاب بتائے ہیں ان سے کتنا ڈرتے ہیں کتنا کانپتے ہیں۔ یہ ہر شخص اپنے ہی گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ سکتا ہے۔ کوئی دوسرا کسی کے متعلق کیا کہہ سکتا ہے۔ ابن حجر نے کتاب الزواجر میں قارون کا بھی فرعون وغیرہ کیساتھ ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کے ساتھ حشر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اکثر ان ہی وجوہ سے نمازیں سستی ہوتی ہے جو ان لوگوں میں پائی جاتی تھیں۔ پس اگر اس کی وجہ مال و دولت کی کثرت ہے

یعنی بار بار اٹھنے کی کوشش کرتا تھا اور سنبھلا نہ ملتا تھا پھر گرتا تھا اسے دو مشہور تہوں کے نام ہیں ۱۔ خیس از ۲۔ ابن حجر کے لفظ سے دو بزرگ مشہور ہیں اور دونوں ہی ادنیٰ درجہ کے محدث اور صاحب تصانیف ہیں (۱) ایک احمد بن علی المرعی التونی ۳۵۰ھ یہ ابن حجر عسقلانی کے نام سے مشہور ہیں۔ بخاری کی شرح فتح الباری کے مصنف ہیں۔ (۲) احمد بن محمد بن علی بن جراحیتی رباط الثناء من فوق قبل الیم المرعی ثم الکی التونی ۳۵۰ھ یہ ابن حجر کی اور ابن حجر عسقلانی کے نام سے مشہور ہیں۔ الزواجر من اقوال الکبار اور شرح منہاج اور فتاویٰ جدیدہ وغیرہ کے مصنف ہیں۔ یہ کتاب الزواجر کثیرہ گناہوں کے موضوع پر نہایت جامع کتاب ہے۔ قدیم معری ٹائپ سے پانچ سو اڑسٹھ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس میں مصنف نے کل چار سو اڑسٹھ کبار بیان کئے ہیں۔

توقاروں کے ساتھ حشر ہوگا اگر حکومت و سلطنت ہے تو فرعون کے ساتھ، اور وزارت (یعنی ملازمت یا مصاحبت) ہے تو ہامان کے ساتھ۔ اور تجارت ہے تو ابی بن خلف کے ساتھ۔ اور جب ان لوگوں کے ساتھ اس کا حشر ہو گیا تو پھر جس قسم کے بھی عذاب احادیث میں وارد ہوئے ہیں خواہ وہ حدیثیں مشکلم فیہ ہوں ان میں کوئی اشکال نہیں رہا کہ جہنم کے عذاب سخت سے سخت ہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ اسکو اپنے ایمان کی وجہ سے ایک نہ ایک دن ان سے خلاصی ہو جائیگی اور وہ لوگ ہمیشہ کیلئے اس میں رہیں گے۔ لیکن خلاصی ہونے تک کا زمانہ کیا کچھ سنسی کھیل ہے نہ معلوم کتنے ہزار برس ہوں گے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے حق تعالیٰ شانہ پانچ طرح سے اس کا اکراؤ اعزاز فرماتے ہیں ایک یہ کہ اس پر سے رزق کی تنگی ہٹا دی جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سے عذاب قبر ہٹا دیا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ قیامت کو اسکے اہل خانہ وائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے (جن کا حال سورہ النامہ میں مفصل مذکور ہے کہ جن لوگوں کے نامہ اعمال دلہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ نہایت خوش و خرم ہر شخص کو دکھاتے پھریں گے) اور چوتھے یہ کہ پلصراط پر سے بجلی کی طرح گذر جائیں گے۔ پانچویں یہ کہ حساب سے محفوظ رہیں گے اور جو شخص نمازیں سستی کرتا ہے اس کو پندرہ طریقہ عذاب ہوتا ہے۔ پانچ طرح دنیا میں اور تین طرح سے موت کے وقت اور تین طرح قبر میں اور تین طرح قبر سے نکلنے کے بعد۔ دنیا کے پانچ تو یہ ہیں، اول یہ کہ اس کی زندگی میں برکت نہیں رہتی، دوسرے یہ کہ صلحا کا نور اس کے چہرہ سے ہٹا دیا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ اسکے نیک کاموں کا اجر ہٹا دیا جاتا ہے۔ چوتھے اکی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ پانچویں

(۷) قَالَ بَعْضُهُمْ رَدِّ فِي الْحَدِيثِ أَنَّ مَنْ حَافِظًا عَلَى الصَّلَاةِ أَكْرَمَهُ اللَّهُ تَعَالَى بِخَمْسٍ خَصَالٍ يَرْفَعُ عَنْهُ ضِيقَ الْعَيْشِ وَعَذَابَ الْقَبْرِ وَيُعْطِيهِ اللَّهُ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ وَيَسَّرَ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبُرْقِ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَمَنْ تَهَاوَنَ عَنِ الصَّلَاةِ عَاقَبَهُ اللَّهُ بِخَمْسٍ عَشْرَةَ عُقُوبَةً خَمْسٌ فِي الدُّنْيَا وَثَلَاثٌ عِنْدَ الْمَوْتِ وَثَلَاثٌ فِي قَبْرِهِ وَثَلَاثٌ عِنْدَ خُرُوجِهِ مِنَ الْقَبْرِ فَأَمَّا الدُّوَاثِي فِي الدُّنْيَا فَالْأُولَى تُنَزَّعُ الْبُرْكَهُ مِنْ عَمَلِهِ وَالثَّانِيَةُ تُنَحُّ سَيِّئَاتُ الصَّالِحِينَ مِنْ وَجْهِهِ وَالثَّلَاثَةُ كُلُّ عَمَلٍ يَعْمَلُهُ لَا يَاجِرُهُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَالرَّابِعَةُ لَا يُرْفَعُ لَهُ دُعَاءُ إِلَى السَّمَاءِ وَالْخَامِسَةُ لَيْسَ لَهُ حَقٌّ فِي دُعَاءِ الصَّالِحِينَ وَأَمَّا الَّتِي تُصِيبُهُ عِنْدَ الْمَوْتِ فَإِنَّهُ يَمُوتُ ذَلِيلًا وَالثَّانِيَةُ يَمُوتُ جُوعًا وَالثَّلَاثَةُ يَمُوتُ عَطْشَانًا وَلَوْ سَقِيَ بِمَحَارِ الدُّنْيَا مَا رَوِيَ مِنْ عَطْشِهِ وَأَمَّا الَّتِي

یعنی وہ بہت کمزور ہوں گے پارہ انتیسواں۔

تُصِيبُهُ فِي قَبْرِهِ فَالْأُولَى يَفِيضُ
 عَلَيْهِ الْقَبْرُ حَتَّى تَخْتَلِفَ أَضْلَاعُهُ وَالثَّانِيَةُ
 يُوقَدُ عَلَيْهِ الْقَبْرُ نَارًا أَنْتَقِلَبُ عَلَى الْجَحْرِ
 لَيْلًا وَنَهَارًا وَالثَّالِثَةُ يُسَلَطُ عَلَيْهِ فِي
 قَبْرِهِ ثَعْبَانُ لِاسْمِهِ الشَّجَاعُ الْأَوَّلُ عُنَانُهُ
 مِنْ نَارٍ وَالْخَفَافَةُ مِنْ حَدِيدٍ طُولُ كُلِّ
 ظَفْرِ مِائَةِ يَوْمٍ يُكَلِّمُ الْمَيِّتَ فَيَقُولُ أَنَا
 الشَّجَاعُ الْأَوَّلُ عُنَانُهُ وَصَوْتُهُ مِثْلُ الرَّعْدِ
 الْقَاصِفِ يَقُولُ أَمَرَنِي رَبِّي أَنْ أَضْرِبَكَ
 عَلَى تَضْيِيعِ صَلَاةِ الصُّبْحِ إِلَى بَعْدِ طُلُوعِ
 الشَّمْسِ وَأَضْرِبَكَ عَلَى تَضْيِيعِ صَلَاةِ الظُّهْرِ
 إِلَى الْعَصْرِ وَأَضْرِبَكَ عَلَى تَضْيِيعِ صَلَاةِ الْعَصْرِ
 إِلَى الْمَغْرِبِ وَأَضْرِبَكَ عَلَى تَضْيِيعِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ
 إِلَى الْفَجْرِ تَكَلَّمَ ضَرْبًا ضَرْبًا يَغْرُصُ فِي
 الْأَرْضِ سَبْعِينَ ذِرَاعًا فَلَا يَزَالُ فِي
 الْقَبْرِ مُعَذِّبًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَأَمَّا الَّتِي
 تُصِيبُهُ عِنْدَ خُرُوجِهِ مِنَ الْقَبْرِ فَمَوْقِفُ
 الْقِيَمَةِ فَشِدَّةُ الْحِسَابِ وَتَسْخَطُ الرَّبِّ وَ
 دُخُولُ النَّارِ وَفِي رِوَايَةٍ فَإِنَّمَا يَأْتِي يَوْمَ
 الْقِيَمَةِ وَعَلَى وَجْهِهِ ثَلَاثَةُ أَسْطُرٍ كَتُوبَتَا
 الْأَسْطُرِ الْأَوَّلُ يَا مُضَيِّعَ حَقِّ اللَّهِ السَّطْرُ
 الثَّانِي يَا مَخْصُوصًا بِغَضَبِ اللَّهِ الثَّالِثُ
 كَمَا ضَيَّعْتَ فِي الدُّنْيَا حَقَّ اللَّهِ نِيَّاسِ الْيَوْمِ
 أَنْتَ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ وَمَا ذَكَرَ فِي هَذَا
 الْحَدِيثِ مِنْ تَفْصِيلِ الْعَذَابِ لَا يَطَابِقُ
 جَمْلَةَ الْخَمْسِ عَشْرَةَ لِأَنَّ الْمَفْصَلَ أَرْبَعِ

یہ کہ نیک بندوں کی دعاؤں میں اسکا استحقاق
 نہیں رہتا۔ اور موت کے وقت کے تین عذاب یہ
 ہیں کہ اول ذلت سے مرتا ہے۔ دوسرے بھوکا
 مرتا ہے۔ تیسرے پیاس کی شدت میں موت آتی
 ہے اگر سمندر بھی پی لے تو پیاس نہیں بھرتی۔ قبر
 کے تین عذاب یہ ہیں۔ اول اس پر قبر اتنی تنگ
 ہو جاتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسری میں گھسن جاتی
 ہیں۔ دوسرے قبر میں آگ جلادی جاتی ہے۔
 تیسرے قبر میں ایک سانپ اس پر ایسی شکل کا
 مسلط ہوتا ہے جس کی آنکھیں آگ کی ہوتی ہیں
 اور ناخن لوہے کے اتنے لانے کہ ایک دن پورا
 چل کر ان کے ختم تک پہنچ جائے۔ اس کی آواز
 بجلی کی کڑک کی طرح ہوتی ہے۔ وہ یہ کہتا ہے
 کہ مجھے میرے رب نے تجھ پر مسلط کیا ہے کہ تجھے صبح
 کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے آفتاب نکلنے تک
 مارے جاؤں اور ظہر کی نماز ضائع کر نیکی وجہ سے
 عصر تک مارے جاؤں، اور پھر عصر کی نماز ضائع
 کر نیکی وجہ سے غروب تک اور مغرب کی نماز کی
 وجہ سے عشاء تک اور عشاء کی نماز کی وجہ سے
 صبح تک مارے جاؤں۔ جب وہ ایک دفعہ اسکو
 مارتا ہے تو اس کی وجہ سے وہ مردہ ستر ہاتھ زمین
 میں دھنس جاتا ہے۔ اسی طرح قیامت تک
 اسکو عذاب ہوتا رہے گا اور قبر سے نکلنے کے بعد
 تین عذاب یہ ہیں۔ ایک حساب سختی سے کیا
 جائیگا۔ دوسرے حق تعالیٰ شانہ کا اس پر غصہ
 ہوگا۔ تیسرے جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔

عشرة فقط فعل الراوى نسى
الخامس عشر كذا فى الزواجر لابن حجر
المكى قلت وهو كذا فى ابا الليث
السمرقندى ذكر الحديث فى قسرة
العيون فجعل ستة فى الدنيا فقال
الخامسة تنقته الخلاق فى الدار الدنيا
والسادس ليس له حظ فى دعاء الصالحين
ثم ذكر الحديث بتمامه ولم يعزه الى
احد وفى تنبيه الغافلين للشيخ نصر
بن محمد بن ابراهيم السمرقندى
يقال من داوم على الصلوات الخمس فى
الجماعة اعطاه الله خمس خصال ومن
تھاون بها فى الجماعة عاقبه الله باثني
عشر خصلة ثلثة فى الدنيا وثلثة عند
الموت وثلثة فى القبر وثلثة يوم القيمة
ثم ذكر نحوھا ثم قال وروى عن ابى ذر
عن النبى صلى الله عليه وسلم نحو هذا
وذكر السيوطى فى ذيل اللالى بعد ما
اخرج بمعناه من تخریج ابن النجار فى
تاریخ بغداد بسند الى ابى هريرة
قال فى الميزان هذا حديث باطل كبر
محمد بن على بن عباس على ابى بكر بن
زياد النيسابورى قلت لكن ذكر المحافظ
فى المنبهات عن ابى هريرة مرفوعا
الصلوة عماد الدين وفيها عشر خصال
الحديث ذكرته فى المندية وذكر الغزالي

یہ کل میزان چودہ ہوتی ممکن ہے کہ پندرہوں
بھول سے رہ گیا ہو۔ اور ایک روایت میں یہ
بھنی ہے کہ اسکے چہرہ پر تین سطریں لکھی ہوئی ہیں
پہلی سطر اواللہ کے حق کو ضائع کر نیوالے دوسری
سطر اواللہ کے غصہ کے ساتھ مخصوص، تیسری
سطر، جیسا کہ تونے دنیا میں اللہ کے حق کو ضائع
کیا آج تواللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔

فائدہ :- یہ حدیث پوری اگرچہ عام کتب
حدیث میں مجھے نہیں ملی لیکن اس میں جتنی
قسم کے ثواب اور عذاب ذکر کئے گئے ہیں،
ان کی اکثری تائید بہت سی روایات سے
ہوتی ہے جن میں سے بعض پہلے گذر چکے
اور بعض آگے آرہے ہیں۔ اور پہلی روایات
میں بے نمازی کا اسلام سے نکل جانا بھی مذکور
ہے تو پھر جس قدر عذاب ہو تھوڑا ہے۔ البتہ
یہ ضرور ہے کہ یہ جو کچھ مذکور ہے اور آئندہ
آ رہا ہے وہ سب اس فعل کی سزا ہے اسکے
مستحق سزا ہونے کے بعد اور اس دفعہ
کی فرد جرم کے ساتھ ہی ارشاد خداوندی
إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ
مَا دُونِ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ کہ اللہ تعالیٰ شرک
کی تو معافی نہیں فرمائیں گے۔ اسکے علاوہ
جس کی دل چاہے معافی فرمادیں گے۔
اس آیت شریفہ اور اس جیسی آیات اور
احادیث کی بنا پر اگر معاف فرمادیں تو
زہے قسمت، احادیث میں آیا ہے کہ قیامت

في دقائق الاخبار بنحو هذا ثم منه
وقال من حافظ عليها اكرم الله
بخمسة عشرة اخص مفصلاً .

میں تین عداوتیں ہیں، ایک کُفر و اسلام کی، اسی میں بالکل بخشش نہیں، دوسری حَقُّوْقُ الْعِبَاد کی، اسی میں حق والے کا حق

ضرور دلایا جائے گا چاہے اس سے لیا جائے جس کے ذمہ ہے یا اس کو معاف کرنے کی مرضی ہو تو اپنے پاس سے دیا جائیگا، تیسری عدالت اللہ تعالیٰ کے اپنے حقوق کی ہے اس میں بخشش کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ اس بنا پر یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اپنے افعال کی سزائیں تو یہی ہیں جو احادیث میں وارد ہوئیں۔ لیکن **مُحْشَرُونَ** اس سے بالاتر ہیں۔ انکے علاوہ اور بھی بعض قسم کے عذاب اور ثواب احادیث میں آئے ہیں۔ بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد صحابہؓ سے دریافت فرماتے کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ اگر کوئی دیکھتا تو بیان کر دیتا، حضورؐ اس کی تعبیر ارشاد فرمادیتے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے حسب معمول دریافت فرمایا۔ اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ دو شخص آئے اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ اسکے بعد بہت لمبا خواب ذکر فرمایا جس میں جنت و دوزخ اور اس میں مختلف قسم کے عذاب لوگوں کو ہوتے ہوئے دیکھے۔ منجملہ ان کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا ہے اور اس زور سے پتھر مارا جاتا ہے کہ وہ پتھر ٹھکتا، ہوا دوڑ جا پڑتا ہے اتنے اس کو اٹھایا جاتا ہے وہ سر پھر ویسا ہی ہو جاتا ہے تو دوبارہ اس کو زور سے مارا جاتا ہے، اسی طرح اسکے ساتھ برتاؤ کیا جا رہا ہے۔ حضورؐ نے اپنے دونوں ساتھیوں سے جب دریافت فرمایا کہ یہ کون شخص ہے تو انھوں نے بتایا کہ اس شخص نے قرآن شریف پڑھا تھا اور اس کو چھوڑ دیا تھا اور فرض نماز چھوڑ کر سو جاتا تھا۔ ایک دوسری حدیث میں اسی قسم کا ایک اور قصہ ہے جس میں ہے کہ حضورؐ نے ایک جماعت کے ساتھ یہ برتاؤ دیکھا تو حضرت جبریل سے دریافت کیا انھوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز میں سستی کرتے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ جو لوگ نماز کے اوقات معلوم کرنے کا اہتمام رکھتے ہیں ان میں ایسی برکت ہوتی ہے جیسی حضرت ابراہیمؑ اور ان کی اولاد میں ہوتی ہے۔

حضرت انسؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص دُنیا سے ایسے حال میں رخصت ہو کہ اخلاص کے ساتھ ایمان رکھتا ہو اس کی عبادت کرتا ہو، نماز پڑھتا ہو، زکوٰۃ ادا کرتا

۱۵ شامی بخشیر۔

۱۷ نہ اسے پڑھاتا اور نہ اس پر عمل کرتا تھا۔ ۱۸ ترغیب (زالکھ درمشو

ہو تو وہ ایسی حالت میں دنیا سے رخصت ہو گا کہ حق تعالیٰ شانہ اس سے راضی ہوں گے۔
 حضرت انسؓ حضورؐ سے حق تعالیٰ شانہ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں کسی جگہ عذاب بھیجنے
 کا ارادہ کرتا ہوں مگر وہاں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو مسجدوں کو آباد کرتے ہیں، اللہ
 کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں، اخیر راتوں میں استغفار کرتے ہیں تو عذاب کو موقوف
 کر دیتا ہوں۔ حضرت ابوذرؓ دار نے حضرت سلمانؓ کو ایک خط لکھا، جس میں یہ لکھا کہ مسجد
 میں اکثر اوقات گزارا کرو، میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ مسجد متقی کا گھر ہے اور اللہ جل شانہ
 نے اس بات کا عہد فرمایا ہے کہ جو شخص مسجد میں اکثر رہتا ہے اس پر رحمت کروں گا، اس کو
 راحت دوں گا اور قیامت میں پلصراط کا راستہ آسان کر دوں گا اور اپنی رضا نصیب کر دوں گا۔
 حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ مسجدیں اللہ کے گھر ہیں اور گھر انبیوالے
 کا اکرام ہوتا ہی ہے اسلئے اللہ پر ان کا اکرام ضروری ہے جو مسجدوں میں حاضر ہوںیوالے ہیں۔
 ابوسعید خدریؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص مسجد سے اُلفت رکھے حق تعالیٰ شانہ اس
 سے اُلفت رکھتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ جب مردہ قبر میں رکھ دیا
 جاتا ہے تو جو لوگ قبر تک ساتھ گئے تھے وہ ابھی تک واپس بھی نہیں ہوتے کہ فرشتے اسکے امتحان
 کیلئے آتے ہیں۔ اس وقت اگر وہ مومن ہے تو نماز اس کے سر کے قریب ہوتی ہے اور زکوٰۃ دایں
 جانب اور روزہ بائیں جانب اور باقی جتنے بھلائی کے کام ہوتے ہیں وہ پاؤں کی جانب
 ہو جاتے ہیں اور ہر طرف سے اس کا احاطہ کر لیتے ہیں کہ اس کے قریب تک کوئی نہیں پہنچ
 سکتا۔ فرشتے دُور ہی سے کھڑے ہو کر سوال کرتے ہیں۔ ایک صحابیؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب
 حضورؐ کے گھر والوں پر خرچ کی کچھ تنگی ہوتی تو آپؐ ان کو نماز کا حکم فرماتے اور یہ آیت تلاوت
 فرماتے **وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا تَسْأَلْ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ**
لِلتَّقْوَىٰ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس کا اہتمام کرتے رہیے ہم آپؐ سے
 روزی (کمانا) نہیں چاہتے روزی تو ہم دیں گے اور بہترین انجام پر ہیزگاری ہی کا ہے۔
 بغیر حساب کتاب کے جنت میں جانے والے:

حضرت اسماءؓ کہتی ہیں میں نے حضورؐ سے سنا کہ قیامت کے دن سارے آدمی ایک
 جگہ جمع ہوں گے اور فرشتہ جو بھی آواز دے گا سب کو سنائی دے گی، اُس وقت اعلان ہو گا

کہاں ہیں وہ لوگ جو راحت اور تکلیف ہر حال میں اللہ کی حمد کرتے تھے، یہ سُکرا ایک جماعت اُٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائے گی، پھر اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جو راتوں کو عبادت میں مشغول رہتے تھے اور ان کے پہلو بستروں سے دُور رہتے تھے پھر ایک جماعت اُٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائے گی۔ پھر اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی تھی۔ پھر ایک جماعت اُٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائے گی۔ ایک اور حدیث میں بھی یہی قصہ آیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ اعلان ہوگا آج محشر والے دکھیں گے کہ کریم لوگ کون ہیں اور اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارتی مشاغل اللہ کے ذکر اور نماز سے نہیں روکتے تھے۔ شیخ نصر سمرقندی نے تَبْیِیْہُ الْعَافِلِیْن میں بھی یہ حدیث لکھی ہے۔ اسکے بعد لکھا ہے کہ جب یہ حضرات بغیر حساب کتاب چھوٹ چکیں گے تو جہنم سے ایک (عُثْق) لمبی گردن ظاہر ہوگی جو لوگوں کو پھاندتی ہوئی چلی آئے گی، اس میں دو چمکدار آنکھیں ہوں گی اور نہایت فصیح زبان ہوگی، وہ کہے گی کہ میں ہر اس شخص پر مُسَلِّط ہوں جو مُتَبَكِّر بد مزاج ہو۔ اور مجمع میں سے ایسے لوگوں کو اس طرح چُن لے گی جیسا کہ جانور دانہ چُکاتا ہے، ان سب کو چُن کر جہنم میں پھینک دے گی۔ اسکے بعد پھر اسی طرح دوبارہ نکلے گی اور کہے گی کہ اب میں ہر اس شخص پر مُسَلِّط ہوں جس نے اللہ کو اور اس کے رسول کو ایذا دی۔ ان لوگوں کو بھی جماعت سے چُن کر لیجائیگی۔ اس کے بعد سہ بارہ پھر نکلے گی اور اس مرتبہ تصویر والوں کو چُن کر لے جائیگی۔ اس کے بعد جب یہ تینوں قسم کے آدمی مجمع سے چھٹ جائیں گے تو حساب کتاب شروع ہوگا، کہتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں شیطان آدمیوں کو نظر آجاتا تھا، ایک صاحب نے اس سے کہا کہ کوئی ترکیب ایسی بتا کہ میں بھی تجھ جیسا ہو جاؤں۔ شیطان نے کہا کہ اس کی ترکیب یہ ہے کہ نماز میں سُستی کر اور قسم کھانے میں ذرا پروا نہ کر جھوٹی سچی ہر طرح کی قسمیں کھایا کر۔ ان صاحب نے کہا کہ میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ کبھی نماز نہ چھوڑوں گا اور کبھی قسم نہ کھاؤں گا۔ شیطان نے کہا کہ تیرے سوا مجھ سے چال کیسا تھا کسی نے کچھ نہیں لیا۔ میں نے بھی عہد کر لیا کہ آدمی کو کبھی نصیحت نہیں کروں گا۔

حضرت اُبی فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اس اُمت کو رفعت و عزت اور دین کے فروغ کی بشارت دو، لیکن دین کے کسی کام کو جو شخص دنیا کے واسطے کرے آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدسؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حق

تعالیٰ شانہ کی بہترین صورت میں زیارت کی، مجھ سے ارشاد ہوا کہ محمدؐ، ملا بر اعلیٰ والے یعنی فرستے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا مجھے تو علم نہیں، تو حق تعالیٰ شانہ نے اپنا دست مبارک میرے سینہ پر رکھ دیا، جس کی ٹھنڈک سینہ کے اندر تک محسوس ہوئی اور اس کی برکت سے تمام عالم مجھ پر منکشف ہو گیا، پھر مجھ سے ارشاد فرمایا اب بتاؤ فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ درجہ بلند کرنے والی چیزوں میں اور ان چیزوں میں جو گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں اور جماعت کی نماز کی طرف جو قدم اٹھتے ہیں ان کے ثواب میں۔ اور سردی کے وقت وضو کو اچھی طرح سے کرنے کے فضائل میں اور ایک نماز کے بعد سے دوسری نماز تک انتظار میں بیٹھے رہنے کی فضیلت میں جو شخص ان کا اہتمام کرے گا بہترین حالت میں زندگی گزارے گا اور بہترین حالت میں مرے گا۔

ایشراق کی نماز: ————— متعدد احادیث میں آیا ہے حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں اے ابن آدم تو دن کے شروع میں میرے لئے چار رکعت پڑھ لیا کر، میں تمام دن کے تیرے کام بنادیا کروں گا۔

تَبِیْہُ الْغَافِلِیْنَ میں ایک حدیث لکھی ہے کہ نماز اللہ کی رضا کا سبب ہے، فرشتوں کی محبوب چیز ہے، انبیاء کی سنت ہے اس سے معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے، دعا قبول ہوتی ہے، رزق میں برکت ہوتی ہے۔ یہ ایمان کی جڑ ہے۔ بدن کی راحت ہے۔ دشمن کیلئے ہتھیار ہے۔ نمازی کے لئے سفارشی ہے۔ قبر میں چراغ ہے اور اس کی وحشت میں دل بہلانے والی ہے۔ منکر نیکر کے سوال کا جواب ہے اور قیامت کی دھوپ کا سایہ ہے اور اندھیرے میں روشنی ہے۔ جہنم کی آگ کیلئے آڑ ہے۔ اعمال کی ترازو کا بوجھ ہے۔ پل صراط پر جلدی سے گزارنے والی ہے۔ جنت کی کنجی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے مُنْبِہَات میں حضرت عثمان غنیؓ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص نماز کی محافظت کرے، اوقات کی پابندی کے ساتھ اس کا اہتمام کرے حق تعالیٰ شانہ نو چیزوں کے ساتھ اس کا اکرام فرماتے ہیں۔ اول یہ کہ اس کو خود محبوب رکھتے ہیں، دوسرے تندرستی عطا فرماتے ہیں، تیسرے فرشتے اس کی حفاظت فرماتے ہیں، چوتھے اس کے گھر میں برکت عطا فرماتے ہیں، پانچویں اس کے چہرہ پر صلحہ کے انوار ظاہر ہوتے ہیں، چھٹے اس کا دل

۱۔ ترمذی من ابن عباس کما فی التریغ ج ۱ صفحہ ۲۶۲ لے یہ حدیث التریغ والترہیب میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے۔ (التریغ ج ۱ صفحہ ۲۶۲)

تو وضو کرتا ہوں، اس کے بعد (تَحِيَّةُ الْوُضُوءِ) کی نماز جتنی مقدر ہو پڑھتا ہوں۔ سفیری نے کہا ہے کہ صبح کی نماز چھوڑنے والے کو ملائکہ اوفاجر سے پکارتے ہیں اور ظہر کی نماز چھوڑنے والے کو اواخر (خسارہ والے) اور عصر کی نماز چھوڑنے والے کو عاصی سے اور مغرب کی نماز چھوڑنے والے کو کافر سے اور عشاء کی نماز چھوڑنے والے کو اومضیع (اللہ کا حق ضائع کرنے والے) سے پکارتے ہیں۔ علامہ شعرانی فرماتے ہیں کہ یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ مصیبت ہر اس آبادی سے ہٹا دی جاتی ہے کہ جہاں کے لوگ نمازی ہوں جیسا کہ ہر اس آبادی پر نازل ہوتی ہے جہاں کے لوگ نمازی ہوں ایسی جگہوں میں زلزلوں کا آنا، بجلیوں کا گرنا، مکانوں کا دھنس جانا، کچھ بھی مُسْتَعْبِد نہیں۔ اور کوئی یہ خیال نہ کرے کہ میں تو نمازی ہوں مجھے دوسروں سے کیا غرض۔ اسلئے کہ جب بلا نازل ہوتی ہے تو عام ہوا کرتی ہے (خود حدیث شریف میں مذکور ہے، کسی نے سوال کیا کہ ہم ایسی صورت میں ہلاک ہو سکتے ہیں کہ ہم میں مسلمان موجود ہوں، حضور نے ارشاد فرمایا ہاں، جب خباثت کا غلبہ ہو جائے) اسلئے کہ ان کے ذمہ یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی وسعت کے موافق دوسروں کو بری باتوں سے روکیں اور اچھی باتوں کا حکم کریں،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص نماز کو قضا کر دے گو وہ بعد میں پڑھ بھی لے پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حُقبِ جہنم میں جلے گا اور حُقب کی مقدار اسی برس کی ہوتی ہے اور ایک برس میں سو سو سال کا اور قیامت کا ایک دن ایک ہزار برس کی برابر ہوگا، اس حساب سے ایک حُقب کی مقدار دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس ہوتی۔
فائدہ :- حُقب کے معنی نعت میں بہت زیادہ زمانہ کے ہیں۔ اکثر حدیثوں میں اس کی مقدار یہی آئی ہے جو اوپر گزری، یعنی اسی سال۔ دُرُمنثور میں متعدد روایات سے یہی

(۸) رَوَى أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ حَتَّى مَضَى وَقْتُهَا ثُمَّ قَضَى عَذَبَ فِي النَّارِ حُقُبًا وَالحُقُبُ ثَمَانُونَ سَنَةً وَالسَّنَةُ ثَلَاثُمِائَةٍ وَسِتُونَ يَوْمًا كُلُّ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ كَذَا فِي مَجَالِسِ الْأَبْرَارِ قُلْتُ لِمَ أَجِدُ فِيهَا عِنْدَ مَرَكَبِ الْحَدِيثِ إِلَّا أَنْ مَجَالِسِ الْأَبْرَارِ مَدْحًا شَيْخُ مَشَائِخِنَا الشَّاهِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الدَّهْلَوِيُّ ثُمَّ قَالَ لِرَاغِبٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى لَا بُشَيْنَ فِيهَا أَحْقَابًا قِيلَ جَمْعُ الْحُقُبِ أَيْ الدَّهْرُ قِيلَ وَالْحُقُبَةُ ثَمَانُونَ عَامًا وَالصَّحِيحُ أَنَّ الْحُقُبَةَ مَدَّةٌ

لے گنہگار لے غایبہ الموعظ لے جہاں تک طاقات ہو لے لوائح الانوار (ز)

من الزمان مبهمة واخرج ابن کثیر
فی تفسیر قوله تعالى تَوِيلٌ لِّلْمُتَّعِلِينَ
الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ
ابن عباس ان فی جہنم لوادی استعین
جہنم من ذلک الوادی فی کل یوم اربعاً
مرة اعد ذلک الوادی للرائین من
امّة محمد الحدیث و ذکر ابو الیث
السمرقندی فی قرۃ العیون عن ابن
عباس وهو مسکن من یؤخر الصلوة
عن وقتها وعن سعد بن ابی وقاص
مرفوعاً لِّلَّذِینَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ
قال هم الذین یؤخرون الصلوة عن
وقتها و صحیح المحاکم والبیہقی وقفوا
المحاکم عن عبد اللہ فی قوله تعالى فسوف

یلقون غیا قال وادی جہنم بعید القعر
خبیث الطعم وقال صحیح الاسناد۔

اس کے بعد حضرت

عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ

اس بھروسہ پر نہیں رہنا چاہیے کہ ایمان کی بدولت جہنم سے آخر نکل جائیں گے۔ اتنے
سال یعنی دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس جلنے کے بعد نکلنا ہو گا، وہ بھی جب ہی کہ کوئی اور
زیادہ پڑے رہنے کی نہ ہو۔ اس کے علاوہ اور بھی کچھ مقدار اس سے کم و زیادہ حدیث
میں آئی ہے، مگر اول تو اوپر والی مقدار کئی حدیثوں میں آئی ہے، اس لئے یہ مقدم ہے دوسرے

مقدار منقول ہے۔ حضرت علیؑ نے ہلالِ ہجری
سے دریافت فرمایا کہ حقب کی کیا مقدار ہے
انہوں نے کہا کہ حقب اسی برس کا ہوتا ہے
اور ہر برس بارہ مہینے کا اور ہر مہینہ تین
دن کا اور ہر دن ایک ہزار برس کا۔
حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے بھی صحیح روایت
سے اسی برس منقول ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ
نے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی
نقل کیا ہے کہ ایک حقب اسی سال کا ہوتا
ہے اور ایک سال تین سو ساٹھ دن کا اور
ایک دن تہارے دنوں کے اعتبار سے
(یعنی دنیا کے موافق) ایک ہزار دن کا، یہی مفسرین
حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے بھی حضورؐ سے نقل
فرمایا ہے۔

یعنی یہ بات متعدد احادیث میں آئی ہے کہ حقب "اسی سال کے عرصے کو کہتے ہیں۔ علامہ ابن الاثیر نے نہایت (جامعاً) میں اسی
قول کو اصل قرار دیا ہے اور ایک کمزور قول کے درجہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے زیادہ بھی کہا گیا ہے۔ مگر امام راغب اصفہانی کہتے
ہیں۔ الصحیح مدۃ من الزمان مہمتہ: یعنی صحیح بات یہ ہے کہ حقب ایک فی مئین زمانہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ والفرقات علی حاشیہ النہایت
(ج ۱ ص ۱۷۷) جیسے مثلاً ہندوستان کے قدیم محاورہ میں کہتے ہیں کہ "ان باتوں کو کرسیاں بیت گئیں" یعنی بہت طویل زمانہ گزر گیا۔
یہ نام بعض نسخوں میں "ہلالِ ہجری" ہمارے ساتھ ہے اور بعض میں "ہلال" بار مودہ کے ساتھ۔ لیکن صحیح ہمارے ساتھ ہے۔
تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۷۷ میں حقب کی تفسیر میں یہ روایت نقل کی گئی ہے اور وہاں "ہلال" ہمارے ساتھ ہے۔ حضرت شیخ
مدظلہ کے ارشاد کے مطابق درست کر دیا گیا۔

یہ بھی مَن ہے کہ آدمیوں کی حالت کے اعتبار سے کم و بیش ہو۔
 ابواللیث سمرقندیؒ نے قرۃ العیون میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا ہے جو شخص ایک فرض نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دے اس کا نام جہنم کے دروازہ پر لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو اس میں جانا ضروری ہے اور حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا یہ کہو کہ اے اللہ ہم میں کسی کو شقی محروم نہ کر۔ پھر فرمایا جانتے ہو شقی محروم کون ہے؟ صحابہؓ کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ شقی محروم نماز کا چھوڑنے والا ہے، اس کا کوئی حصہ اسلام میں نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ دیدہ و دانستہ بلا عذر نماز چھوڑنے والے کی طرف حق تعالیٰ قیامت میں ایقان ہی نہ فرمائیں گے اور عذاب الیم (دکھ دینے والا عذاب) اس کو دیا جائیگا۔ منجملہ ان کے نماز کا چھوڑنے والا بھی ہے کہ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے اور فرشتے منہ اور پشت پر ضرب لگا رہے ہوں گے۔ جنت کہے گی کہ میرا تیرا کوئی تعلق نہیں نہ میں تیرے لئے نہ تو میرے لئے۔ دوزخ کہے گی کہ آجا تو میرے لئے ہے میں تیرے لئے۔ یہ بھی نقل کیا ہے کہ جہنم میں ایک وادی (جنگل) ہے جس کا نام ہے لم لم، اس میں سانپ ہیں جو اونٹ کی گردن کے برابر موٹے ہیں اور ان کی لمبائی ایک ہینہ کی مسافت کے برابر ہے، اس میں نماز چھوڑنے والوں کو عذاب دیا جائے گا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک میدان ہے جس کا نام جب الحزن ہے۔ وہ بھوؤں کا گھر ہے اور ہر بچھو خچر کی برابر بڑا ہے وہ بھی نماز چھوڑنے والوں کو ڈسنے کیلئے ہیں۔ ہاں مولائے کریمؐ معاف کر دے تو کون بوجھنے والا ہے مگر کوئی معافی چاہے بھی تو۔ ابن حجرؒ نے زواجر میں لکھا ہے کہ ایک عورت کا انتقال ہو گیا تھا، اس کا بھائی دفن میں شریک تھا، اتفاق سے دفن کرتے ہوئے ایک تھیلی قبر میں گر گئی۔ اُس وقت خیال نہیں آیا کہ میں یاد آئی تو بہت رنج ہوا چپکے سے قبر کھول کر نکالنے کا ارادہ کیا۔ قبر کو کھولا تو وہ آگ کے شعلوں سے بھر رہی تھی۔ روتا ہوا ماں کے پاس آیا اور حال بیان کیا اور پوچھا کہ یہ کیا بات ہے۔ ماں نے بتایا کہ وہ نماز میں سُستی کرتی تھی اور قضا کر دیتی تھی۔ اَعَاذَنَا اللہ مِنْهَا۔

(۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا سَهْمَ فِي الْإِسْلَامِ حُضُورِ أَقْدَسٍ كَأَرْشَادِهِ كَمَا أَنَّ اسْلَامَ مِی كُوْنِیْ مَحْصِیْ نَہِیْ اُسْ شَخْصِ كَا جُو نَمَازَہِ پُرھٹا ہو اور

حضور اقدسؐ کا ارشاد ہے کہ اسلام میں کوئی بھی حصہ نہیں اُس شخص کا جو نماز نہ پڑھتا ہو اور

لے معلوم کرنے پر ملے جان بوجھ کر بغیر کسی شرعی مجبوری کے ملے توجہ نہ فرمائیں گے ملے رنج و غم کا ٹھکانہ ابن حجرؒ کہتے ہیں۔

لَا الزَّاهِرَ عَنِ اقْتِرَانِ الْكِبَارِ ج ۱ ص ۱۴۳

لَمْ يَنْ لَّا صَلَوةَ لَنَا وَلَا صَلَوةَ لِمَنْ لَا
وَضُوءَ لَنَا اُخْرَجَ الْبَزَارُ وَاخْرَجَ الْحَا
عَنْ عَائِشَةَ مَرْفُوعًا وَصَحَّحَهُ ثَلَاثُ اُخْلَفُ
عَلَيْهِنَّ لَا يَجْعَلُ اللَّهُ مِنْ لَهْ سَهْمًا
فِي الْاِسْلَامِ كَمَنْ لَا سَهْمَ لَهُ وَسَهْمًا
الْاِسْلَامِ الصَّوْمُ وَالصَّلَوةُ وَالصَّدَقَةُ
الْحَدِيثُ وَاخْرَجَ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ
عَنْ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوعًا لَا دِينَ لِمَنْ لَا
صَلَوةَ لَهُ اِنَّمَا مَوْضِعُ الصَّلَوةِ مِنَ الدِّينِ
كَمَوْضِعِ الرَّاسِ مِنَ الْجَسَدِ كَذَا فِي
الدِّمَا الْمُنْتَوَسِ.

بے وضو کی نماز نہیں ہوتی۔ دوسری حدیث میں
ہے کہ دین بغیر نماز کے نہیں ہے۔ نماز دین کے
لئے ایسی ہے جیسا آدمی کے بدن کیلئے سر
ہوتا ہے۔

ف۔ جو لوگ نماز نہ پڑھ کر اپنے کو مسلمان
کہتے ہیں یا حمیتِ اسلام کے لمبے چوڑے
دعوے کرتے ہیں وہ حضورِ اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کے ان ارشادات پر ذرا غور کر لیں
اور جن اسلاف کی کامیابیوں تک پہنچنے کے
خواب دیکھتے ہیں، ان کے حالات کی بھی
تحقیق کریں کہ وہ دین کو کس مضبوطی سے

پکڑے ہوئے تھے پھر دنیا ان کے قدم کیوں نہ چومتی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی آنکھ میں
پانی اُتر آیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کا علاج تو ہو سکتا ہے مگر چند روز آپ نماز نہ پڑھ سکتے
فرمایا یہ نہیں ہو سکتا۔ میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ جو شخص نماز نہ پڑھے وہ اللہ جل شانہ کے
یہاں ایسی حالت میں حاضر ہوگا کہ حق تعالیٰ شانہ اس پر ناراض ہوں گے۔ ایک حدیث میں
آیا ہے کہ لوگوں نے کہا پانچ دن لکڑی پر سجدہ کرنا پڑے گا، انھوں نے فرمایا کہ ایک رکعت بھی
اس طرح نہیں پڑھوں گا۔ عمر بھر بینائی کو صبر کر لینا ان حضرات کے یہاں اس سے سہل تھا کہ
نماز چھوڑیں حالانکہ اس عذر کی وجہ سے نماز کا چھوڑنا جائز بھی تھا، حضرت عمرؓ کے اخیر زمانہ
میں جب برچھا مارا گیا تو ہر وقت خون جاری رہتا تھا اور اکثر اوقات غفلت رہتی تھی حتیٰ کہ کسی
غفلت میں وصال بھی ہو گیا۔ مگر بیماری کے ان دنوں میں جب نماز کا وقت ہو جاتا تو ان کو
ہوشیار کیا جاتا اور نماز کی درخواست کی جاتی، وہ اسی حالت میں نماز ادا کرتے اور یہ فرماتے
کہ ہاں ہاں ضرور جو شخص نماز نہ پڑھے اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ ہمارے یہاں بیمار
کی خیر خواہی راحت رسانی اس میں سمجھی جاتی ہے کہ اس کو نماز کی تکلیف نہ دی جائے بعد
میں فدیہ دے دیا جائے گا۔ ان حضرات کے یہاں خیر خواہی یہ تھی جو عبادت بھی چلتے چلاتے

لے یعنی اکابروں کی، بزرگوں کی۔ یہ حدیث حاکم کے علاوہ سنن نسائی، مسند احمد اور شعب الایمان للبیہقی میں بھی ہے۔ (جاء)
صغیر غلط ہے اسان سے عام مروج طریقہ چھوڑنا اور معذوم کے احکام کے مطابق نماز ادا کرنا جائز تھا۔ یہ قصہ کیا صحابہؓ

کر سکے دریغ نہ کیا جائے، بیس تفاوت رہ از کجاست تباہ کجا۔

حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ حضورؐ سے ایک خادم مانگا کہ کاروبار میں مدد کرے حضورؐ نے فرمایا یہ تین غلام ہیں جو پسند ہو لے لو۔ انھوں نے عرض کیا آپ ہی پسند فرمادیں حضورؐ نے ایک شخص کے متعلق فرمایا کہ اسکو لے لویہ نمازی ہے مگر اس کو مارنا نہیں ہمیں نمازیوں کے مارنے کی ممانعت ہے۔ اس قسم کا واقعہ ایک اور صحابی ابوالہیثمؓ کے ساتھ بھی ہوا، انھوں نے بھی حضورؐ سے غلام مانگا تھا، اس کے بالمقابل ہمارا ملازم نمازی بن جائے تو ہم اس کو طعن کرتے ہیں اور حماقت سے اس کی نماز میں اپنا حرج سمجھتے ہیں۔ حضرت سفیان ثوریؒ پر ایک مرتبہ غلبہ حال ہوا تو سات روز تک گھر میں رہے نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے نہ سوتے تھے۔ شیخ کو اس کی اطلاع کی گئی دریافت کیا کہ نماز کے اوقات تو محفوظ رہتے ہیں (یعنی نماز کے اوقات کا تو اہتمام رہتا ہے) لوگوں نے عرض کیا کہ نماز کے اوقات بیشک محفوظ ہیں، فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يُجْعَلْ لِلشَّيْطَانِ عَلَيْهِ سَبِيلًا (تمام تعریف اللہ ہی کی ہے جس نے شیطان کو اس پر مسلط نہ ہونے دیا۔)

باب دوم جماعت کے بیان میں

جیسا کہ شروع رسالہ میں لکھا جا چکا ہے، بہت سے حضرات نماز پڑھتے ہیں، لیکن جماعت کا اہتمام نہیں کرتے، حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس طرح نماز کے بارے میں بہت تاکید آئی ہے اسی طرح جماعت کے بارے میں بھی بہت سی تاکیدیں وارد ہوئی ہیں۔ اس باب میں بھی دو فصلیں ہیں۔ پہلی فصل جماعت کے فضائل میں، دوسری فصل جماعت کے چھوڑنے پر عتاب میں،

فصل اول جماعت کے فضائل میں

اجبر میں ستائیں گئے اضافہ:

(۱) عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیں درجہ

لے برا بھلا کہتے ہیں، طعنے دیتے ہیں مے یعنی ہوش و حواس قائم نہ رہے سہ معلوم ہوا کہ اگر کسی کو ایسا وجد اور حال آئے کہ نماز میں بھی غائب ہو جائیں تو اس "حال" میں شیطانی "حال" اور نفسانی "حال" شامل ہے۔

أَفْضَلُ مِنْ صَلَوةِ الْفَدَا بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ

زیادہ ہوتی ہے۔

دَرَجَاتٍ سَوَاءَ مَا لَكَ وَالْبُخَارِي وَمُسْلِمٌ

ف :- جب آدمی نماز پڑھتا ہے اور ثواب

وَالْتَرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ كَذَا فِي التَّوْغِيْبِ

ہی کی نیت سے پڑھتا ہے تو معمولی سی بات

ہے کہ گھر میں نہ پڑھے مسجد میں جا کر جماعت سے پڑھ لے کہ نہ اس میں کچھ مشقت ہے نہ وقت

اور اتنا بڑا ثواب حاصل ہوتا ہے، کون شخص ایسا ہوگا جس کو ایک روپے کے ستائیس یا

اٹھائیس روپے ملتے ہوں اور وہ ان کو چھوڑ دے، مگر دین کی چیزوں میں اتنے بڑے نفع

سے بھی بے توقفی کیجاتی ہے۔ اسکی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہم لوگوں کو دین کی پراہیں

اس کا نفع ہم لوگوں کی نگاہ میں نفع نہیں۔ دنیا کی تجارت جس میں ایک آنہ دو آنہ فی روپیہ نفع

ملتا ہے اس کے پیچھے دن بھر خاک چھانتے ہیں۔ آخرت کی تجارت جس میں ستائیس گنا نفع ہے

وہ ہمارے لئے نصیبت ہے، جماعت کی نماز کے لئے جاتے ہیں تو دوکان کا نقصان سمجھا

جاتا ہے بکری کا بھی نقصان بتایا جاتا ہے دوکان کے بند کرنے کی بھی وقت کہی جاتی ہے

لیکن جن لوگوں کے یہاں اللہ جل شانہ کی عظمت ہے، اللہ کے وعدوں پر ان کو اطمینان

ہے، اسکے اجر و ثواب کی کوئی قیمت ہے، ان کے یہاں یہ پیر غدر کچھ بھی وقعت نہیں رکھتے

ایسے ہی لوگوں کی اللہ جل شانہ نے کلام پاک میں تعریف فرمائی ہے **يَرْجَا لَّا تُلْهِيْهُمْ**

تِجَارَةً الآیہ تیسرے باب کے شروع میں پوری آیت مع ترجمہ موجود ہے اور صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم اجمعین کا جو معمول اذان کے بعد اپنی تجارت کے ساتھ تھا وہ حکایات صحابہ

کے پانچویں باب میں مختصر طور پر گزر چکا۔ سالم حداد ایک بزرگ تھے، تجارت کرتے تھے

جب اذان کی آواز سنتے تو رنگ متغیر ہو جاتا اور زرد پڑ جاتا، بے قرار ہو جاتے، دوکان کھلی

چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے اور یہ اشعار پڑھتے۔

إِذَا مَادَّ عَادَا عَيْكُؤُكُمُ مُّسْرِعًا مَّجِيْبًا لِّمَوْلَى جَلَّ لَيْسَ لَهُ مِثْلٌ

جب تمہارا منادی (مؤذن) پکارنے کے واسطے کھڑا ہو جاتا ہے تو میں جلدی سے کھڑا ہو جاتا ہوں

ایسے مالک کی پکار کو قبول کرتے ہوئے جسکی بڑی شان ہے اسکا کوئی مثل نہیں۔

أُجِيبُ إِذَا نَادَى بِسْمِ اللَّهِ طَاعَتِي وَبِئْسَ نَشْوَةٌ لِّبَيْدٍ يَا مَنْ لَهُ الْفَضْلُ

مے یعنی ان وعدوں کے پورا ہونے کا یقین ہے مے فضول اور کمزور پہلنے

مے باب ۵ قصہ ۳ مے بدل جاتا تھا۔

جب وہ منادی (مؤذن) پکارتا ہے تو میں بحالت نشاط اطاعت و فرماں برداری کے ساتھ جواب میں کہتا ہوں کہ اے فضل و بزرگی والے بتیک یعنی حاضر ہوتا ہوں۔

وَيَصْفِرُ لَوْ نِي خَيْفَةً وَقَهَابَةً وَيَرْجِعُ لِي عَنْ كُلِّ شُغْلٍ بِشُغْلٍ

اور میرا رنگ خوف اور ہیبت سے زرد پڑ جاتا ہے اور اس پاک ذات کی مشغولی مجھے ہر کام سے بے خبر کر دیتی ہے۔

وَحَقِّقْكُمْ قَالَتَنِي غَيْرُ ذِكْرِكُمْ وَذِكْرُ سِوَاكُمْ فِيَّ قَطُّ لَا يَخْلُو

تمہارے حق کی قسم تمہارے ذکر کے سوا مجھے کوئی چیز بھی لذیذ نہیں معلوم ہوتی اور تمہارے سوا کسی کے ذکر میں بھی مجھے مزہ نہیں آتا۔

مَتَى يَجْمَعُ الْإِيَّامُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَيَفْرَحُ مُشْتَقُّ إِذَا جَمَعَ الشَّمْلُ

دیکھئے زمانہ مجھ کو اور تم کو کب جمع کرے گا اور مشتاق تو جب ہی خوش ہوتا ہے جب اجتماع نصیب ہوتا ہے۔

فَمَنْ شَاهَدَتْ عَيْنَاهُ نَوْجًا لَكُمْ يَمُوتُ اشْتِيَاقًا نَحْوَكُمْ قَطُّ لَا يَسْلُو

جس کی آنکھوں نے تمہارے جمال کا نور دیکھ لیا ہے تمہارے اشتیاق میں مرجائے گا، کبھی بھی تسلی نہیں پاسکتا۔

حدیث میں آیا ہے کہ (جو لوگ کثرت سے مسجد میں جمع رہتے ہوں وہ) مسجد کے کھونٹے ہیں، فرشتے ان کے ہمنشین ہوتے ہیں، اگر وہ بیمار ہو جائیں تو فرشتے ان کی عیادت کرتے ہیں اور وہ کسی کام کو جائیں تو فرشتے ان کی اعانت کرتے ہیں۔

آخر میں پیش گنا اضافہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی کی وہ نماز جو جماعت سے پڑھی گئی ہو اس نماز جو گھر میں پڑھ لی ہو یا بازار میں پڑھ لی ہو۔ پچیس درجہ الضاعف ہوتی ہے اور بات یہ ہے کہ جب آدمی وضو کرتا ہے اور وضو کو کمال درجہ تک پہنچا دیتا ہے، پھر مسجد کی طرف صرف نماز

(۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَوةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ تَضَعُ عَلَى صَلَوتِهِ فِي بَيْتِهِ رُبِّي سَوْقٍ خَمْسًا وَعِشْرِينَ ضِعْفًا وَذَلِكَ أَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَحَسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا إِلَى الصَّلَاةِ لَهُ

لے چستی و تازگی ۵۰ عاشق ۵۰ وصال یار میسر آجائے ۵۰ نزہتہ (ز) ۵۰ یعنی یہ خدا کی نورانی مخلوق ایسے حالات پیدا کر دیتی ہے کہ کام خود بخود نپٹے چلے جاتے ہیں۔ تفصیل کیلئے دیکھئے انتخاب الترغیب جلد اول ص ۴۱۲ ۵۰ حاکم (ز) ۵۰ یعنی درجہ اسکی یہ ہے

يَخُطُّ خُطْوَةً إِلَّا رُفِعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَ
حُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ فَإِذَا صَلَّى لَمْ تَزَلِ
الْمَلَكُ تَصَلِّيْ عَلَيْهِ مَا دَامَ فِي مَصَلَاةٍ
مَا لَمْ يُحْدِثْ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اللَّهُمَّ
ارْحَمْنَا وَلَا يَزَالُ فِي صَلَاةٍ مَا أَنْتَظِرُ
الصَّلَاةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَالْفُطُولَةُ
وَمُسْلِمٌ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ
مَلْجَهٍ كَذَا فِي التَّرْغِيبِ.

کے ارادہ سے چلتا ہے کوئی اور ارادہ اس کے
ساتھ شامل نہیں ہوتا تو جو قدم بھی رکھتا ہے
اس کی وجہ سے ایک نیکی بڑھ جاتی ہے اور ایک
خطا معاف ہو جاتی ہے اور پھر جب نماز پڑھ کر
اسی جگہ بیٹھا رہتا ہے تو جب تک با وضو بیٹھا
رہے گا فرشتے اس کے لئے مغفرت اور رحمت
کی دعا کرتے رہتے ہیں اور جب تک آدمی نماز
کے انتظار میں رہتا ہے وہ نماز کا ثواب پاتا رہتا ہے

فائدہ :- پہلی حدیث میں ستائش درجہ کی زیادتی بتلائی گئی تھی اور اس حدیث
میں پچیس درجہ کی، ان دونوں حدیثوں میں جو اختلاف ہوا ہے علماء نے اس کے بہت سے
جوابات تحریر فرمائے ہیں جو شرح حدیث میں مذکور ہیں۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ یہ نمازیوں کے
حال کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ بعضوں کو پچیس درجہ کی زیادتی ہوتی ہے اور بعضوں کو
اخلاص کی وجہ سے ستائش کی ہو جاتی ہے۔ بعض علماء نے نماز کے اختلاف پر محمول فرمایا
ہے کہ ستر نمازوں میں پچیس ہے اور چہرہ میں ستائش ہے۔ بعض نے ستائش عشر
اور صبح کے لئے بتلایا ہے کہ ان دونوں نمازوں میں جانا مشکل معلوم ہوتا ہے اور پچیس باقی
نمازوں میں۔ بعض شرح نے لکھا ہے کہ اس اُمت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے العامات کی بارش
برمھتی ہی چلی گئی۔ جیسا کہ اور بھی بہت سی جگہ اس کا ظہور ہے۔ اسلئے اول پچیس درجہ تھا
بعد میں ستائش ہو گیا۔ بعض شرح نے ایک عجیب بات سمجھی ہے وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث
کا ثواب پہلی حدیث سے بہت زیادہ ہے۔ اسلئے کہ اس حدیث میں یہ ارشاد نہیں ہے کہ وہ
پچیس درجہ کی زیادتی ہے بلکہ یہ ارشاد ہے کہ پچیس درجہ الضاعف ہوتی ہے جس کا ترجمہ
دو چند اور دو گنا ہوتا ہے یعنی یہ کہ پچیس مرتبہ تک دو گنا اجر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس صورت

میں جماعت کی ایک نماز کا ثواب تین کروڑ پینتیس لاکھ چوں ہزار چار سو تیس
درجہ ہوا۔ حق تعالیٰ شانہ کی رحمت سے یہ ثواب کچھ بعید نہیں اور جب نماز کے چھوڑنے کا گناہ
ایک حقہ ہے۔ جو پہلے باب میں گذرا تو اس کے پڑھنے کا ثواب یہ ہونا قرین قیاس بھی ہے
اس کے بعد حضور نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ یہ تو خود ہی غور کر لینے کی چیز ہے کہ جماعت

۱۔ جن میں قرأت آہستہ ہوتی ہے ۲۔ جن میں قرأت آواز سے ہوتی ہے۔

کی نماز میں کس قدر اجر و ثواب اور کس کس طرح حُسنات کا اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے کہ جو شخص گھر سے وضو کر کے محض نماز کی نیت سے مسجد میں جائے تو اس کے ہر ہر قدم پر ایک نیکی کا اضافہ اور ایک خطا کی معافی ہوتی چلی جاتی ہے۔ بنو سلمہ مدینہ طیبہ میں ایک قبیلہ تھا، ان کے مکانات مسجد کے دور تھے، انھوں نے ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب ہی کہیں منتقل ہو جائیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا، وہیں رہو، تمہارے مسجد تک آنے کا ہر قدم لکھا جاتا ہے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص گھر سے وضو کر کے نماز کو جائے وہ ایسا ہے جیسا کہ گھر سے احرام باندھ کر حج کو جائے۔ اسکے بعد حضورؐ ایک اور فضیلت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ جب نماز پڑھ چکا تو اس کے بعد جب تک مہلتے پر رہے فرشتے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ فرشتے اللہ کے مقبول اور معصوم بندے ہیں، ان کی دعا کی برکات خود ظاہر ہیں۔ محمد بن سماءؒ ایک بزرگ عالم ہیں جو امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ کے شاگرد ہیں ایک سو تین برس کی عمر میں انتقال ہوا، اُس وقت دو سو رکعات نفل روزانہ پڑھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ مسلسل چالیس برس تک میری ایک مرتبہ کے علاوہ تکبیرِ اولیٰ فوت نہیں ہوئی، صرف ایک مرتبہ جس دن میری والدہ کا انتقال ہوا ہے اس کی مشغولی کی وجہ سے تکبیرِ اولیٰ فوت ہو گئی تھی۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری جماعت کی نماز فوت ہو گئی تھی تو میں نے اس وجہ سے کہ جماعت کی نماز کا ثواب پچیس درجہ زیادہ ہے۔ اس نماز کو پچیس دفعہ پڑھانا کہ وہ عید پورا ہو جائے۔ تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ محمد پچیس دفعہ نماز تو پڑھ لی مگر ملائکہ کی آمین کا کیا ہوگا۔ ملائکہ کی آمین کا مطلب یہ ہے کہ بہت سی احادیث میں یہ ارشاد نبویؐ آیا ہے کہ جب امام سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہتا ہے تو ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں۔ جس شخص کی آمین ملائکہ کی آمین کے ساتھ ہو جاتی ہے اسکے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ تو خواب میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ مولانا عبدالحی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس قصہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ جماعت کا ثواب مجموعی طور سے جو حاصل ہوتا ہے وہ اکیلے میں حاصل ہو ہی نہیں سکتا چاہے ایک ہزار مرتبہ اس نماز کو پڑھ لے۔ اور یہ ظاہر بات ہے ایک آمین کی موافقت ہی صرف نہیں بلکہ جمع کی شرکت نماز سے فراغت کے بعد ملائکہ کی دعا جس کا اس حدیث میں ذکر ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سی خصوصیات ہیں جو جماعت میں ہی پائی جاتی ہیں، ایک ضروری امر یہ بھی قابلِ لحاظ ہے، علماء نے لکھا ہے کہ فرشتوں کی اس دعا کا مستحق جب ہی ہوگا جب نماز نماز بھی ہو۔ اور اگر ایسے ہی پڑھی کہ پُرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر منہ پر مار دی گئی تو پھر فرشتوں کی دعا کا مستحق نہیں ہوتا۔

لے فائدہ ہر روز ۱۰۰ لکھنوی فرنگی ملی۔

(۳) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ مَنْ سَرَّاهُ أَنْ
يَلْقَى اللَّهَ غَدًا مُسْلِمًا فَلْيَحَافِظْ عَلَى هَذِهِ
الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يَنَادِي بِهِنَّ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى
شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ
الْهُدَى وَإِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى وَلَوْ
أَتَاكُمْ صَلَاتُكُمْ فِي بُيُوتِكُمْ كَمَا يُصَلِّي هَذَا
الْمُتَخَلِّفُ فِي بَيْتِهِ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ
وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ وَمَا مِنْ رَجُلٍ
يَنْتَظِرُ فَيُحْسِنُ الظُّهُورَ ثُمَّ يَعِدُ إِلَى مَسْجِدٍ
مِنْ هَذِهِ الْمَسَاجِدِ إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِكُلِّ
خَطْوَةٍ يَخْطُوهَا حَسَنَةً وَيَرْفَعُهَا بِهَا دَرَجَةً وَ
يُحْطَ عَنْهَا بِهَا سِتِّينَ وَلَقَدْ رَأَيْنَا وَمَا
يَخْتَلِفُ عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ مَعْلُومُ النِّفَاقِ
وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتِي بِهَا سَهَادَى بَيْنَ
الرَّجُلَيْنِ حَتَّى يَقَامَ فِي الصَّفِّ فِي رِوَايَةٍ
لَقَدْ رَأَيْنَا وَمَا يَخْتَلِفُ عَنِ الصَّلَاةِ إِلَّا مُنَافِقٌ
قَدْ عَلِمَ نِفَاقًا أَوْ مَرِيضٌ إِنْ كَانَ السَّحْلُ
لِيَمْشِي بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتَّى يَأْتِيَ الصَّلَاةَ
وَقَالَ إِنْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدَى فَإِنَّ مِنْ سُنَنِ
الْهُدَى الصَّلَاةَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي
يُؤَذَّنُ فِيهِ سِرَّاهُ مُسْلِمًا وَابْدُؤُوا دُورَ النِّسَاءِ
وَابْنُ مَاجَةَ كَذَانِي التَّرْغِيبِ وَالذِّمَامِ الْمُنْشُورِ
وَالسُّنَّةُ نَوْعَانِ سُنَّةُ الْهُدَى وَتَابِعَاهَا

حضرت عبد اللہ بن مسعود ارشاد فرماتے ہیں کہ
جو شخص یہ چاہے کہ کل قیامت کے دن اللہ جل
شانہ کی بارگاہ میں مسلمان بن کر جاؤں وہ ان
نمازوں کو ایسی جگہ ادا کرنے کا اہتمام کرے
جہاں اذان ہوتی ہے (یعنی مسجدیں) اس لئے
کہ حق تعالیٰ شانہ نے تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے لئے ایسی سنتیں جاری فرمائی ہیں جو
سراسر ہدایت ہیں، انہیں میں سے یہ جماعت کی
نمازیں بھی ہیں۔ اگر تم لوگ اپنے گھروں میں نماز
پڑھنے لگو گے جیسا کہ فلاں شخص پڑھتا ہے تو تم
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے چھوڑنے والے
ہو گے اور یہ سمجھ لو کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے اور
جو شخص اچھی طرح وضو کرے اس کے بعد مسجد
کی طرف جائے تو ہر قدم پر ایک ایک نیکی لکھی
جائے گی اور ایک ایک خطا معاف ہوگی اور ہم تو
اپنا یہ حال دیکھتے تھے کہ جو شخص کھلم کھلا منافق ہو
وہ تو جماعت سے رہ جاتا تھا اور نہ حضور کے زمانہ
میں عام منافقوں کی بھی جماعت چھوڑنے کی ہمت
نہ ہوتی تھی یا کوئی سخت بیمار دور نہ جو شخص دو
آدمیوں کے سہارے سے گھٹتا ہو جاسکتا
تھا وہ بھی صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا۔
ف: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے
یہاں جماعت کا اس قدر اہتمام تھا کہ اگر بیمار

۱۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پورے معاشرہ کا یہ حال تھا کہ سابقہ تمام نسخوں میں یہاں

”عَلَّمَنَا“ ”تہمنا“ لیکن صحیح عَلَّمَنَا بغیر ہائے ہے حضرت شیخ مدظلہ کی ہدایت کے مطابق درست کر دیا گیا۔

یستوجب اساءة کالجماعة والاذان الزائد
وتارکھا لا یستوجب اساءة کبیر النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فی لباسہ وقعودہ کذا
فی نور الانوار والاضافة فی سنة الہکذا
بیانہ اے سنتہ ہی ہدی والحمد
مبالغتہ کذا فی قصر الاقمار۔

بھی کسی طرح جماعت میں جاسکتا تھا تو وہ
بھی جا کر شریک ہو جاتا تھا۔ چاہے دو آدمیوں
کو کھینچ کر لیجانے کی نوبت آجاتی، اویہ اہتمام
کیوں نہ ہوتا جبکہ ان کے اور ہمارے آقا
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کا اہتمام
تھا۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
کے مرض الوفا میں یہی صورت پیش آئی کہ مرض کی شدت کی وجہ سے بار بار غشی ہوتی تھی
اور کئی کئی دفعہ وضو کا پانی طلب فرماتے تھے، آخر ایک مرتبہ وضو فرمایا اور حضرت عباسؓ اور ایک
دوسرے صحابیؓ کے سہارے سے مسجد میں تشریف لے گئے کہ زمین پر پاؤں مبارک اچھی طرح جمتا
بھی نہ تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے تعمیل ارشاد میں نماز پڑھانا شروع کر دی تھی۔ حضورؐ جا کر نماز
میں شریک ہوئے۔ حضرت ابو درودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ
ارشاد فرماتے سنا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا وہ بالکل سامنے ہے اور تو اس کو دیکھ رہا ہے
اور اپنے آپ کو مردوں کی فہرست میں شمار کیا کر (زندوں میں اپنے آپ کو سمجھ ہی نہیں کہ پھر نہ کسی بات
کی خوشی نہ کسی بات سے رنج) اور مظلوم کی بددعا سے اپنے آپ کو بچا اور جو تو اتنی بھی طاقت رکھتا ہو
کہ زمین پر گھسٹ کر عشاء اور صبح کی جماعت میں شریک ہو سکے تو دریغ نہ کر۔ ایک حدیث میں
ارشاد ہے کہ منافقوں پر عشاء اور صبح کی نماز بہت بھاری ہے، اگر ان کو یہ معلوم ہو جاتا کہ جماعت
میں کتنا ثواب ہے تو زمین پر گھسٹ کر جاتے اور جماعت سے ان کو پڑھتے پڑھتے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص چالیس
دن اخلاص کے ساتھ ایسی طرح نماز پڑھے کہ تکبیر
اولیٰ قوت نہ ہو تو اسکو دو پرولنے ملتے ہیں ایک
پروانہ جہنم سے چھٹکارے کا دوسرا نفاق سے
بری ہونے کا۔

فائدہ :- یعنی جو اس طرح چالیس دن اخلاص
سے نماز پڑھے کہ شروع ہی سے امام کیساتھ
شریک ہو اور نماز شروع کرنے کی تکبیر جب

(۴) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى اللَّهُ
أَرْبَعِينَ يَوْمًا فِي جَمَاعَةٍ يُدِيرُ التَّكْبِيرَةَ
الْأُولَى كَتَبَ لَهُ بَرَاءَتَانِ بَرَاءَةٌ مِنَ
النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِنَ النِّفَاقِ بَرَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَقَالَ لَا أَعْلَمُ أَحَدًا رَفَعَهُ إِلَّا مَارُومُ
مُسْلِمُ بْنُ قَتِيبَةَ عَنْ طَعْمَةَ ابْنِ عَمْرٍ
وَقَالَ الْمُسْلِمُ وَمُسْلِمٌ وَبَقِيَّةُ رِوَاةِ ثِقَاتٍ

کذا فی الترغیب قلت ولہ شواہد من حدیث عمرؓ رافعا من صلی فی مسجد جماعة اربعین لیلۃ لا تقوته الركعة الاولى من صلوۃ العشاء کتب اللہ لہ بہا عتقا من النار رواہ ابن ماجة واللفظ لہ والترمذی وقال نحو حدیث انسؓ یعنی المتقدم ولم یذکر لفظہ وقال مرسل یعنی ان عمارۃ الراوی عن انس لہ یدرک انسا وعزاه فی منتخب الکنازی البیهقی فی الشعب وابن عساکر وابن النجار۔

امام کہے تو اسی وقت یہ بھی نماز میں شریک ہو جائے تو وہ شخص نہ جہنم میں داخل ہوگا نہ منافقوں میں داخل ہوگا۔ منافق وہ لوگ کہلاتے ہیں جو اپنے کو مسلمان ظاہر کریں لیکن دل میں کفر رکھتے ہوں اور چالیس دن کی خصوصیت بظاہر اس وجہ سے ہے کہ حالات کے تغیر میں چالیس دن کو خاص دخل ہے چنانچہ آدمی کی پیدائش کی ترتیب جس حدیث میں آئی ہے اس میں بھی چالیس دن تک نطفہ رہنا پھر گوشت کا ٹکڑا چالیس دن تک، اسیر

چالیس دن میں اس کا تغیر ذکر فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے صوفیہ کے یہاں چلہ بھی خاص اہمیت رکھتا ہے، کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کی برسوں بھی تکبیر اولی فوت نہیں ہوتی۔

(۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وُضُوئَهُ ثَمَّ رَأَى فَوْجَدَ النَّاسِ قَدْ صَلَّوْا أَعْطَاهُ اللَّهُ مِثْلَ أَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا وَحَضَرَ هَا لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أَجُورِهِمْ شَيْءٌ رواہ ابوداؤد والنسائی والحاہم وقال صحیح علی شرط مسلم کذا فی الترغیب وفيہ ایضا عن سعید بن المسيب قال حضر رجلا من الانصار الموت فقال انی محمد بنکون حدیثا ما لحدیثکون الا احتسابا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا توضأ احدکم فاحسن الوضوء الحدیث وفيہ فان اتی المسجد وقد صلوا بعضا وبقی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد میں نماز کے لئے جائے اور وہاں پہنچ کر معلوم ہو کہ جماعت ہو چکی تو بھی اس کو جماعت کی نماز کا ثواب ہوگا، اور اس ثواب کی وجہ سے ان لوگوں کے ثواب میں کچھ کمی نہیں ہوگی، جنہوں نے جماعت کی نماز پڑھی ہے۔

ف :- یہ اللہ کا کس قدر انعام و احسان ہے کہ محض کوشش اور سعی پر جماعت کا ثواب مل جائے گو جماعت نہ مل سکے۔ اللہ کی اس دین پر بھی ہم لوگ خود ہی نہیں تو کسی کا کیا نقصان ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ محض اس کھٹکے سے کہ جماعت ہو چکی ہوگی مسجد میں جانا ملتوی نہ کرنا چاہیے، اگر جا کر معلوم ہو کہ ہو چکی ہے تب بھی ثواب تو مل ہی

بعض صلے ما ادرک و اتق ما بقی کان
کذلک فان اتی المسجد وقد صلوا فاتق
الصلوة کان کذلک رواہ ابوداؤد۔

(۶) عَنْ قُبَّاتِ بْنِ أَشِيمٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَوةُ
الرَّجُلَيْنِ يَوْمٌ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ أَزْكَى
عِنْدَ اللَّهِ مِنْ صَلَوةِ أَرْبَعَةٍ تَتْرَى وَصَلَوةُ
أَرْبَعَةٍ أَزْكَى عِنْدَ اللَّهِ مِنْ صَلَوةِ ثَمَانِيَةٍ
تَتْرَى وَصَلَوةُ ثَمَانِيَةٍ يَوْمٌ قَوْمُهُمْ أَحَدُهُمْ
أَزْكَى عِنْدَ اللَّهِ مِنْ صَلَوةِ مِائَةٍ تَتْرَى
رواہ البزار والطبرانی باسناد لا بأس به
کذا فی الترغیب و فی مجمع الزوائد رواہ
البزار والطبرانی فی الکبیر و رجال الطبرانی
موثقون وعزاه فی الجامع الصغیر الی
الطبرانی والبیہقی و رقمہ بالصحة عن
ابی بن کعب رافعه بمعنی حدیث الباب
وفیه قصه و فی آخرہ و کما کثر فہو واجب
الی اللہ عز وجل رواہ احمد و ابوداؤد
والنسائی وابن خزيمة وابن حبان فی
صحیحہما و الحاکم و قد جزم یحییٰ بن
معین والذہلی بصحة هذا الحدیث
کذا فی الترغیب۔

جائیگا، البتہ اگر پہلے سے یقیناً معلوم ہو جائے
تو مضائقہ نہیں۔

(۶) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے
کہ دو آدمیوں کی جماعت کی نماز کہ ایک امام
ہو ایک مقتدی، اللہ کے نزدیک چار آدمیوں
کی علیحدہ علیحدہ نماز سے زیادہ پسندیدہ ہے،
اسی طرح چار آدمیوں کی جماعت کی نماز آٹھ
آدمیوں کی متفرق نماز سے زیادہ محبوب ہے،
اور آٹھ آدمیوں کی جماعت کی نماز ستر
آدمیوں کی متفرق نمازوں سے بڑھی ہوئی ہے۔
ایک دوسری حدیث میں ہے، اسی طرح
جتنی بڑی جماعت میں نماز پڑھی جائیگی
وہ اللہ کو زیادہ محبوب ہے مختصر
جماعت سے۔

فائدہ:- جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دو چار
آدمی ملکر گھر و کان وغیرہ پر جماعت کر لیں
وہ کافی ہے، اول تو اس میں مسجد کا ثواب
شروع ہی سے نہیں ہوتا، دوسرے کثرت
جماعت کے ثواب سے بھی محرومی ہوتی ہے
مجمع جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کو زیادہ
محبوب ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی
کے واسطے ایک کام کرنا ہے تو پھر جس طریقہ

میں اسکی خوشنودی زیادہ ہو اسی طریقہ سے کرنا چاہیے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ
تین چیزوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ ایک جماعت کی صف کو، ایک اس شخص کو جو آدمی ات
(تہجد) کی نماز پڑھ رہا ہو، تیسرے اس شخص کو جو کسی لشکر کے ساتھ لڑ رہا ہو۔

اور جتنی دور مسجد ہوگی اتنے ہی قدم زیادہ ہوں گے، اسی وجہ سے بعض صحابہؓ چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر لوگوں کو ان کا ثواب معلوم ہو جائے تو لڑائیوں سے ان کو حاصل کیا جائے۔ ایک اذان کہنا دوسری جماعت کی نمازوں کے لئے دوپہر کے وقت جانا تیسری پہلی صف میں نماز پڑھنا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب ہر شخص پر نشان ہوگا اور آفتاب نہایت تیزی پر ہوگا، سات آدمی ایسے ہوں گے جو اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوں گے، ان میں ایک شخص وہ بھی ہوگا جس کا دل مسجد میں انگار ہے کہ جب کسی ضرورت سے باہر آئے تو پھر مسجد ہی میں واپس جانے کی خواہش ہو۔ ایک حدیث میں وارد ہے جو شخص مسجد سے اُلفت رکھتا ہے اللہ جل شانہ اس سے اُلفت فرماتے ہیں۔

شریعتِ مطہرہ کے ہر حکم میں خیر و برکت اجر و ثواب تو بے پایاں ہے ہی اسکے ساتھ ہی بہت سی مصلحتیں بھی ان احکام میں جو ملحوظ ہوتی ہیں ان کی حقیقت تک پہنچنا تو مشکل ہے کہ اللہ جل شانہ کے علوم اور ان کے مصالح بھی سمجھ میں آتی ہیں اور جتنی استعداد ہوتی ہے اتنی ہی خوبیاں ان احکام کی معلوم ہوتی رہتی ہیں۔ علماء نے جماعت کی مصالح بھی اپنی اپنی سمجھ کے موافق تحریر فرمائی ہیں، ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں ایک تقریر اس کے متعلق ارشاد فرمائی ہے جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ :-

رسم و رواج کے مہلکات سے بچنے کے لئے اس سے زیادہ نافع کوئی چیز نہیں کہ عبادات میں سے کسی عبادت کو ایسی عام رسم اور عام رواج بنا لیا جائے جو علی الاعلان ادا کی جائے اور ہر شخص کے سامنے خواہ سمجھدار ہو یا نا کجھ وہ ادا کی جائے۔ اسکے ادا کرنے میں شہری اور غیر شہری برابر ہوں مسابقت اور تفاخر اسی پر کیا جائے اور ایسی عام ہو جائے کہ ضروریاتِ زندگی میں اس طرح دخل ہو جائے کہ اس سے علیحدگی ناممکن اور دشوار بن جائے تاکہ وہ اللہ کی عبادت کے لئے مؤید ہو جائے اور وہ رسم و رواج جو موجبِ مضرت و نقصان تھا وہی حق کی طرف کھینچنے والا بن جائے، اور چونکہ عبادات میں کوئی عبادت بھی نماز سے زیادہ مہتمم بالشان اور دلیل و حجت کے اعتبار سے بڑھی ہوئی نہیں، اسلئے ضروری ہوا کہ آپس میں اسکے رواج کو خوب شائع کیا جائے اور اس کے لئے خاص طور سے اجتماع کیا جائے اور آپس میں اتفاق سے اس کو ادا کیا جائے۔ نیز ہر مذہب اور دین میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مقتدا ہوتے ہیں کہ ان کا اتباع کیا جاتا ہے اور کچھ لوگ دوسرے

لے تاکہ قدموں کی تعداد زیادہ ہو جائے مکہ جامع الصغیر (ز) مکہ یعنی سورج کی عمری بہت زیادہ تیز ہوگی مکہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش ہے یعنی جب ایک چیز رواج میں آجائیگی اور قومی زندگی کا ایک جز بن جائیگی تو اس کے انجام پائیں بہت مدد ملے گی۔

درجہ میں ایسے ہوتے ہیں جو کسی معمولی سی ترغیب و تنبیہ کے محتاج ہوتے ہیں اور کچھ لوگ تیسرے درجہ میں بہت ناکارہ اور ضعیف الاعتقاد ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو اگر مجمع میں عبادت کا تکلف نہ کیا جائے تو وہ سستی اور کاہلی کی وجہ سے عبادت بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ اس وجہ سے مصلحت کا مقتضایہ یہ ہے کہ یہ سب لوگ اجتماعی طور پر عبادت کو ادا کریں تاکہ جو لوگ عبادت کو چھوڑنے والے ہیں وہ عبادت کرنے والوں سے ممتاز ہو جائیں، اور رغبت کرنے والوں اور بے رغبتی کرنے والوں میں کھلا تفاوت ہو جائے اور ناواقف لوگ علماء کے اتباع سے واقف بن جائیں اور جاہل لوگوں کو عبادت کا طریقہ معلوم ہو جائے اور اللہ کی عبادت ان لوگوں میں اس گھٹی ہوئی چاندی کی طرح سے ہو جائے جو کسی ماہر کے سامنے رکھی جائے جس سے جائز، ناجائز اور کھرے کھوٹے میں کھلا فرق ہو جائے، جائز کی تقویت کی جائے اور ناجائز کو روکا جائے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کے ایسے اجتماع میں جس میں اللہ کی طرف رغبت کرنے والے اس کی رحمت کے طلب کرنے والے اس سے ڈرنے والے موجود ہوں اور سب کے سب اللہ ہی کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوں، برکتوں کے نازل ہونے اور رحمت کے متوجہ ہونے کی عجیب خاصیت رکھتی ہے۔ نیز اُمتِ محمدیہ کے قیام کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ کا بول بالا ہو اور دین اسلام کو تمام دنیوں پر غلبہ ہو اور یہ ممکن نہیں جب تک یہ طریقہ رائج نہ ہو سب کے سب غوام خواص شہر کے رہنے والے اور گاؤں کے رہنے والے چھوٹے بڑے ایک جگہ جمع ہو کر اس چیز کو جو اسلام کا سب سے بڑا شعار ہے اور سب سے بالاتر عبادت ہے ادا نہ کریں ان وجوہ سے شریعتِ جمعہ اور جماعت کے اہتمام کی طرف متوجہ ہوئی۔ ان کے اظہار و اعلان کی ترغیبیں اور چھوڑنے پر وعیدیں نازل ہوئیں اور چونکہ اظہار و اجتماع ایک صرف محلہ اور قبیلہ کا ہے اور ایک تمام شہر کا۔ اور محلہ کا اجتماع ہر وقت سہل ہے اور تمام شہر کا ہر وقت مشکل ہے کہ اس میں تنگی ہے، اسلئے محلہ کا اجتماع ہر نماز کے وقت قرار دیا، اور جماعت کی نماز اسکے لئے مشروع ہوئی اور تمام شہر کا اجتماع آٹھویں دن قرار دیا اور جمعہ کی نماز اس کے لئے تجویز ہوئی۔

دوسری فصل جماعت کے چھوٹے پر عتاب کے بیان میں

حق تعالیٰ شانہ نے اپنے احکام کی پابندی پر جیسے کہ انعامات کا وعدہ فرمایا ہے ایسے ہی تعمیل نہ کرنے پر ناراضی اور عتاب بھی فرمایا ہے۔ یہ بھی اللہ کا فضل ہے کہ تعمیل میں بے کمری

انعامات کا وعدہ ہے ورنہ بندگی کا مقتضا صرف عتاب ہی ہونا چاہیے تھا کہ بندگی کا فرض ہے تعمیل ارشاد، پھر اس پر انعام کے کیا معنی اور نافرمانی کی صورت میں جتنا بھی عتاب و عذاب ہو وہ بر محل کہ آقا کی نافرمانی سے بڑھ کر اور کیا جرم ہو سکتا ہے۔ پس کسی خاص عتاب یا تنبیہ کے فرمانے کی ضرورت نہ تھی مگر پھر بھی الشرع جل شانہ اور اس کے پاک رسولؐ نے ہم پر شفقت فرمائی کہ طرح طرح سے متنبہ فرمایا، اسکے نقصانات بتائے، مختلف طور سے سمجھایا پھر بھی ہم نہ سمجھیں تو اپنا ہی نقصان ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور بلا کسی عذر کے نماز کو نہ جائے (وہیں پڑھ لے) تو وہ نماز قبول نہیں ہوتی صحابہؓ نے عرض کیا کہ عذر سے کیا مراد ہے ارشاد ہوا کہ مرض ہو یا کوئی خوف ہو۔

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ الْإِذَاءَ فَلَمْ يَنْعُهُ مِنْ اتِّبَاعِهِ عَذْرًا قَالُوا وَمَا الْعَذْرُ قَالَ خَوْفٌ أَوْ مَرَضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلَاةُ لَتَقِيَنَّ صَلَّاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ حَبَانٍ فِي صَحِيحِهِ وَابْنُ مَاجَةَ بِنَحْوِهِ كَذَا فِي التَّرْغِيبِ وَفِي الْمَشْكُوتِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ قَطْنَةً۔

فائدہ :- قبول نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس نماز پر جو ثواب اور انعام حق تعالیٰ شانہ

کی طرف سے ہوتا وہ نہ ہو گا۔ گو فرض ذمہ سے اتر جائے گا اور یہی مراد ہے ان حدیثوں سے جن میں آیا ہے کہ اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اسلئے کہ ایسا ہونا بھی کچھ ہونا ہوا جس پر انعام و اکرام نہ ہوا۔ یہ ہمارے امام کے نزدیک ہے، ورنہ صحابہؓ اور تابعینؓ کی ایک جماعت کے نزدیک ان احادیث کی بنا پر بلا عذر جماعت کا چھوڑنا حرام ہے اور جماعت سے پڑھنا فرض ہے۔ حتیٰ کہ بہت سے علماء کے نزدیک نماز ہوتی ہی نہیں جنتیہ کے نزدیک اگرچہ نماز ہو جاتی ہے مگر جماعت کے چھوڑنے کا مجرم تو ہو ہی گا۔ حضرت ابن عباسؓ سے ایک حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا کہ اس شخص نے اللہ کی نافرمانی کی اور رسولؐ کی نافرمانی کی۔ حضرت ابن عباسؓ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور جماعت سے نماز نہ پڑھے نہ اُس نے بھلائی کا ارادہ کیا نہ اُسکے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا گیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور جماعت میں حاضر نہ ہو اس کے کان پگھلے ہوئے سیرے سے بھر دیئے جاویں۔ یہ بہتر ہے۔

اذان سن کر نماز کو نہ جانے پر وعید :-

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سراسر ظلم ہے اور کفر ہے اور نفاق ہے، اس شخص کا فعل جو

(۲) عَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ الْجَفَاءُ

یعنی اس حدیث کا یہ مطلب ہمارے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے۔

كُلَّ الْجَفَاءِ وَالْكَفْرِ وَالنِّفَاقِ مَنْ سَمِعَ
مُنَادِيَ اللَّهِ يُنَادِي إِلَى الصَّلَاةِ فَلَا
يُجِيبُهُ سِرَّاهُ أَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِيُّ مِنْ بَوَايَةِ
زَبَانَ بْنِ فَاذَلْكَ ذَا فِي التَّرْغِيبِ وَفِي مَجْمَعِ
الزَّوَادِ سِرَّاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَزَبَانَ
ضَعْفَهُ ابْنُ مَعِينٍ وَوَثْقَهُ ابُو حَاتِمٍ وَعَزَاهُ
فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ إِلَى الطَّبْرَانِيِّ وَرَقْمَ لَهُ
بِالضَّعْفِ -

اللہ کے مُنادی (یعنی مُؤذن) کی آواز سُننے اور
نماز کو نہ جانے۔

ف :- کتنی سخت وعید اور ڈانٹ ہے اس حدیث
پاک میں کہ اسی کی اس حرکت کو کافروں کا فعل
اور منافقوں کی حرکت بتایا ہے کہ گویا مسلمان
سے یہ بات بوہی نہیں سکتی۔ ایک دوسری حدیث
میں ارشاد ہے کہ آدمی کی بد بختی اور بد قسمتی کیلئے
یہ کافی ہے کہ مؤذن کی آواز سُننے اور نماز کو نہ جانے

سلیمان بن ابی حاتمہ جلیل القدر لوگوں میں تھے۔ حضور کے زمانہ میں پیدا ہوئے مگر حضور سے رؤیت
سننے کی نوبت کم عمری کی وجہ سے نہیں آئی۔ حضرت عمرؓ نے ان کو بازار کانگراں بنا رکھا تھا۔ ایک
دن اتفاق سے صبح کی نماز میں موجود نہ تھے۔ حضرت عمرؓ اس طرف تشریف لے گئے تو ان کی والدہ
سے پوچھا کہ سلیمان آج صبح کی نماز میں موجود نہ تھے۔ والدہ نے کہا کہ رات بھر نفلوں میں مشغول رہا،
نیند کے غلبہ سے آنکھ لگ گئی۔ آپؐ نے فرمایا، میں صبح کی جماعت میں شریک ہوں یہ مجھے اس سے
پسندیدہ ہے کہ رات بھر نفلیں پڑھوں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ
میرا دل چاہتا ہے کہ چند جوانوں سے کہوں کہ بہت
سایندھن اکٹھا کر کے لائیں، پھر میں ان لوگوں
کے پاس جاؤں جو بلا عذر کے گھروں میں نماز
پڑھ لیتے ہیں اور جا کر اُنکے گھروں کو جلا دوں۔
ف :- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس
شفقت اور رحمت کے جو اُمت کے حال پر
تھی اور کسی شخص کی ادنیٰ سی تکلیف بھی گوارا نہ
تھی ان لوگوں پر جو گھروں میں نماز پڑھ لیتے
ہیں، اس قدر غصہ ہے کہ اُن کے گھروں میں
آگ لگا دینے کو بھی آمادہ ہیں۔

(۴) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس

(۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ
أَمُرَّ فِتْيَتِي فَيَجْعَلُوا لِي حَزْمًا مِنْ حَطَبٍ ثُمَّ
أَتِي قَوْمًا يُصَلُّونَ فِي بُيُوتِهِمْ لَيْسَتْ بِهِمْ
عِلَّةٌ فَأَحْرَقْتُهُمْ عَلَيْهِمْ سِرَّاهُ مُسْلِمٌ وَابُو
دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ كَذَا فِي التَّرْغِيبِ
قَالَ السَّيوطِيُّ فِي الدِّمَاخِيِّ أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ
وَالْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ أَثْقَلَ الصَّلَاةُ عَلَى الْمَنَافِقِينَ
صَلَاةُ الْعِشَاءِ وَصَلَاةُ الْفَجْرِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا
فِيهِمَا لَا تَوَهَّمُوا وَلَا حَبُوا وَلَقَدْ هَمَمْتُ
أَنْ أَمُرَّ بِالصَّلَاةِ فَتَقَامَ الْحَدِيثُ بِمَنْحُوهِ -

(۴) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِي قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ وَلَا تَقَامُ فِيهِمُ الصَّلَاةُ إِلَّا اسْتَجُودَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِيَةَ رَأَاهُ أَحْمَدُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ خَزِيمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ فِي صَحِيحِهِمَا وَالْحَاكِمُ وَزَادَ رِزِينَ فِي جَامِعِهِ وَإِنَّ ذِئْبَ الْإِنْسَانِ الشَّيْطَانُ إِذَا اخْلَاصَ أَكَلَهُ كَذَا فِي التَّرْغِيبِ وَرَقْمٌ لَهُ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ بِالصَّحَّةِ وَصَحَّاحِ الْحَاكِمِ أَتَى عَلَيْهِ الذَّهَبِيُّ

گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور وہاں باجماعت نماز نہ ہوتی ہو تو ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے، اس لئے جماعت کو ضروری سمجھو، بھڑیا اکیلی بکری کو کھا جاتا ہے اور آدمیوں کا بھڑیا شیطان ہے۔ ف :- اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کھیتی باڑی میں مشغول رہتے ہیں اگر تین آدمی ہوں تو انکو جماعت سے نماز پڑھنا چاہیے۔ بلکہ دو کو بھی جماعت سے پڑھنا اولیٰ ہے۔ کسان عام طور سے اول تو نماز پڑھتے ہی نہیں کہ انکے لئے کھیتی کی مشغولی اپنے نزدیک کافی عذر ہے اور جو بہت دیندار سمجھے جاتے ہیں وہ بھی اکیلے ہی پڑھ لیتے ہیں۔ حالانکہ اگر

چند کھیت والے بھی ایک جگہ جمع ہو کر پڑھیں تو کتنی بڑی جماعت ہو جائے اور کتنا بڑا ثواب حاصل کریں۔ چار پیسے کے واسطے گرمی سردی دھوپ بارش سب بے نیاز ہو کر دن بھر مشغول رہتے ہیں، لیکن اتنا بڑا ثواب ضائع کرتے ہیں اور اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ لوگ اگر جنگل میں جماعت سے نماز پڑھیں تو اور بھی زیادہ ثواب کا سبب ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ چپاس نمازوں کا ثواب ہو جاتا ہے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی بکریاں چرانے والا کسی پہاڑ کی جڑ میں (یا جنگل میں) اذان کہتا ہے اور نماز پڑھنے لگتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس سے بید خوش ہوتے ہیں اور تعجب و تفاعل فرشتوں سے فرماتے ہیں، دیکھو جی میرا بندہ اذان کہہ کر نماز پڑھنے لگا یہ سب میرے دُر کی وجہ سے کر رہا ہے، میں نے اس کی مغفرت کر دی اور جنت کا داخلہ ملے کر دیا۔ نوافل کے مقابلہ میں فرائض کی اہمیت :-

(۵) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِي قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ وَلَا تَقَامُ فِيهِمُ الصَّلَاةُ إِلَّا اسْتَجُودَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِيَةَ رَأَاهُ أَحْمَدُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ خَزِيمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ فِي صَحِيحِهِمَا وَالْحَاكِمُ وَزَادَ رِزِينَ فِي جَامِعِهِ وَإِنَّ ذِئْبَ الْإِنْسَانِ الشَّيْطَانُ إِذَا اخْلَاصَ أَكَلَهُ كَذَا فِي التَّرْغِيبِ وَرَقْمٌ لَهُ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ بِالصَّحَّةِ وَصَحَّاحِ الْحَاكِمِ أَتَى عَلَيْهِ الذَّهَبِيُّ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات بھر نقلیں پڑھتا ہے مگر جمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہوتا (اسکے متعلق کیا حکم ہے) آپؐ نے فرمایا

لے کھیتوں اور باغات میں نماز کا بہت معقول انتظام ہو سکتا ہے کہ ایک جگہ نماز کے لئے مقرر کر لی جائے اور نماز کے وقت اس پاس کے لوگ جمع ہو کر وہیں اذان اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کیا کریں۔ (مشکوٰۃ ذی)

تنبیہ الغافلین رؤی عن مجاہدان رجلا
جاء الی ابن عباس فقال یا ابن عباس ما
تقول فی رجل فذکرہ بلفظہ زاد فی آخرہ
فاختلف الیہ شہراً یسألہ عن ذلک وهو
يقول هو فی الناس۔

کہ یہ شخص جہنمی ہے۔
ف :- گو ایک خاص زمانہ تک سزا بھگتے کے بعد
جہنم سے نکل آئے کہ بہر حال مسلمان ہے مگر معلوم
کتنے عرصہ تک رہنا پڑے گا۔ جاہل صوفیوں میں
وظیفوں اور نقلوں کا تو زور ہوتا ہے مگر جماعت کی
پروا نہیں ہوتی۔ اسکو وہ بزرگی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ کمال بزرگی اللہ کے محبوب کا اتباع ہے۔ ایک حدیث
میں وارد ہے کہ تین شخصوں پر حق تعالیٰ شانہ لعنت بھیجتے ہیں۔ ایک اُس شخص پر جس سے نمازی دیکھی مقول
وجہ سے ناراض ہوں اور وہ امامت کرے۔ دوسرے اس عورت پر جس کا خاوند اس سے ناراض ہو۔
تیسرے اس شخص پر جو اذان کی آواز سننے اور جماعت میں شریک نہ ہو۔

(۶) أَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَيْدٍ عَنْ كَعْبِ بْنِ الْحَبَرِ
قَالَ وَالَّذِي أَنزَلَ التَّوْرَةَ عَلَى مُوسَى
وَالْإِنْجِيلَ عَلَى عِيسَى وَالزَّبُورَ عَلَى دَاوُدَ
وَالْفُرْقَانَ عَلَى مُحَمَّدٍ أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَاتُ
فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوباتِ حَيْثُ سَادَى بِهِنَّ
يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ إِلَى قَوْلِهِ وَهُمْ سَائِلُونَ
الصَّلَاةِ الْخَمْسَ إِذَا نُودِيَ بِهَا وَأُخْرِجَ
الْبِهْقَى فِي الشَّعْبِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ
قَالَ الصَّلَاةُ فِي الْجَمَاعَاتِ وَأُخْرِجَ الْبِهْقَى
عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ الرَّجُلُ يَسْمَعُ الْإِذَانَ
فَلَا يَجِيبُ الصَّلَاةَ كَذَا فِي الدَّرَجَاتِ الْمُنْتَوَسِ
قُلْتُ وَسَامَ الْآيَةِ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَ
يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ خَاسِعَةً
أَبْصَارُهُمْ تَرَاهُمْ ذُلَّةً وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ
إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَائِلُونَ۔

حضرت کعب بن جابر فرماتے ہیں کہ قسم ہے اُس پاک
ذات کی جس نے تورات حضرت موسیٰ پر اور انجیل
حضرت عیسیٰ پر اور زبور حضرت داؤد پر (علی نبینا
وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) نازل فرمائی۔ اور قرآن
شریف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا
کہ یہ آیتیں فرض نمازوں کو جماعت سے ایسی جگہ
پڑھنے کے بارہ میں جہاں اذان ہوتی ہو نازل
ہوئی ہیں (ترجمہ آیات) جس دن حق تعالیٰ شانہ
ساق کی تجلی فرمائیں گے (جو ایک خاص قسم کی تجلی
ہوگی) اور لوگ اس دن سجدہ کیلئے بلا جاویں گے۔
تو یہ لوگ سجدہ نہیں کر پائیں گے۔ ان کی آنکھیں
شرم کے مارے جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت
چھائی ہوئی ہوگی، اسلئے کہ یہ لوگ دنیا میں سجدہ کی
طرف بلائے جاتے تھے اور صحیح سالم تندرست تھے
بہر بھی سجدہ نہیں کرتے تھے۔

اے کئی شخص خواہ کتنا ہی گناہ گار ہو، اگر اسلام کی دولت سے محروم نہیں ہے تو ایک نہ ایک دن وہ جنت میں پہنچ جائے گا۔
تھے میں سجدہ میں تھے میں نماز میں پڑھتے تھے۔

فائدہ :- ساق کی تجلی ایک خاص قسم کی تجلی ہے جو میدانِ حشر میں ہوگی اس تجلی کو دیکھ کر سارے مسلمان سجدہ میں گر جائیں گے۔ مگر بعض لوگ ایسے ہوں گے جن کی کمر تختہ ہو جائے گی اور سجدہ پر قدرت نہ ہوگی، یہ کون لوگ ہوں گے اس کے بارے میں تفسیروں مختلف وارد ہوئی ہیں ایک تفسیر یہ ہے کہ جو کعب احبار سے منقول ہے اور اسی کے موافق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے بھی منقول ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں جماعت کی نماز کے واسطے بلائے جاتے تھے اور جماعت کی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ دوسری تفسیر بخاری شریف میں حضرت ابوسعید خدری سے منقول ہے کہ میں نے حضور سے سنا کہ یہ لوگ وہ ہوں گے جو دنیا میں ریا اور دکھلاوے کے واسطے نماز پڑھتے تھے۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ یہ کافر لوگ ہیں جو دنیا میں سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے تھے۔ چوتھی تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد منافق ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ دَعِلْمُنَا اَللّٰهُ۔

بہر حال اس تفسیر کے موافق جس کو حضرت کعب احبار قسم کھا کر ارشاد فرما رہے ہیں اور حضرت ابن عباس جیسے جلیل القدر صحابی امام تفسیر سے اس کی تائید ہوتی ہے، کتنا سخت معاملہ ہے کہ میدانِ حشر میں ذلتِ نیکبت ہو۔ اور جہاں سارے مسلمان سجدہ میں مشغول ہوں اس سے سجدہ ادا نہ ہو سکے، ان کے علاوہ اور بھی بہت سی وعیدیں جماعت کے چھوڑنے پر آئی ہیں، مسلمان کے لئے تو ایک بھی وعید کی ضرورت نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم و ارشاد ہی سب کچھ ہے اور جس کو اس کی قدر نہیں اس کے لئے ہزار طرح کی وعیدیں بھی بیکار ہیں۔ جب سزا کا وقت آئے گا تو پشیمانی ہوگی جو بیکار ہوگی۔

تیسرا باب خشوع و خضوع کے بیان میں

بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور ان میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں جو جماعت کا بھی اہتمام فرماتے ہیں، لیکن اس کے باوجود ایسی بُری طرح پڑھتے ہیں کہ وہ نماز بجلے اس کے ثواب و اجر کا سبب ہو، ناقص ہونے کی وجہ سے منہ پر مار دی جاتی ہے گو نہ پڑھنے سے یہ بھی بہتر ہے کیونکہ نہ پڑھنے کی صورت میں جو عذاب ہے وہ بہت زیادہ سخت ہے اور اس صورت میں یہ ہوا کہ وہ قابل قبول نہ ہوئی اور منہ پر پھینک کر مار دی گئی اس پر کوئی ثواب نہیں ہوا، لیکن نہ پڑھنے میں جس درجہ کی نافرمانی

لے رسوائی تھی یہ دونوں اظہارِ خشوع و خضوع یوں تو کثرت سے ایک دوسرے کا تقاضا کرتے ہیں، لیکن ان دونوں میں تصورِ مازق بھی ہے خشوع کہتے ہیں دل خدا کے سامنے عاجزی کرنا اور خضوع ہے آواز و نظر کا پست ہونا اور تمام اعضاء بدن سے عاجزی و انکساری کا ظہور ہونا

اور نخواست ہوئی وہ تو اس صورت میں نہ ہوگی البتہ یہ مناسب ہے کہ جب آدمی وقت خرچ کرے، کاروبار چھوڑے، مشقت اٹھائے تو اس کی کوشش کرنا چاہیے کہ جتنی زیادہ سے زیادہ وزنی اور قیمتی پڑھ سکے اس میں کوتاہی نہ کرے۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے گو وہ قربانی کے بارے میں ہے مگر احکام تو سارے ایک ہی ہیں، فرماتے ہیں لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومُهَا وَلَا دِمَآءُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ وَهُوَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔ شانہ کے پاس اُن کا گوشت پہنچتا ہے نہ اُن کا خون بلکہ اس کے پاس تو تمہارا تقویٰ اور اخلاص پہنچتا ہے۔ پس جس درجہ کا اخلاص ہوگا اسی درجہ کی مقبولیت ہوگی۔ حضرت معاذؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے یمن کو بھیجا تو میں نے آخری وصیت کی درخواست کی حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دین کے ہر کام میں اخلاص کا اہتمام کرنا کہ اخلاص سے تھوڑا عمل بھی بہت کچھ ہے۔ حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ اخلاص والوں کیلئے خوشحالی ہو کہ وہ ہدایت کے چراغ ہیں، ان کی وجہ سے سخت سے سخت فتنے دور ہو جاتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے

کہ اللہ تعالیٰ ضعیف لوگوں کی برکت سے اس اُمت کی مدد فرماتے ہیں۔ نیز ان کی دُعا سے ان کی نماز سے ان کے اخلاص سے، نماز کے بارے میں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے قَوْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُرْآؤْنَ ۖ بَرِي خِرَابِي ۖ اُن لوگوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔ جو ایسے ہیں کہ دکھلاوا کرتے ہیں، بے خبر ہونے کی بھی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں ایک یہ کہ وقت کی خبر نہ ہو قضا کر دے، دوسرے یہ کہ متوجہ نہ ہو ادھر ادھر مشغول ہو، تیسرے یہ کہ یہی خبر نہ ہو کتنی رعیتیں ہوئیں، دوسری جگہ منافقین کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے وَ اِذَا قَامُوا اِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالٰى يُرْآؤْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو دکھلاتے ہیں (کہ ہم بھی نمازی ہیں) اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے مگر بہت تھوڑا سا۔ ایک جگہ چند انبیاء علی نبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر فرما کر ارشاد ہے فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَةَ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ غِيَاۃً پس ان نبیوں کے بعد جنھے ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو برباد کیا اور خواہشات نفسانیہ کے پیچھے پڑ گئے سو عنقریب آخرت میں خرابی دکھیں گے۔ غنی کا ترجمہ لغت میں گمراہی ہے جس سے مراد آخرت کی خرابی اور ہلاکت ہے اور بہت سے مفسرین نے لکھا ہے کہ غنی جہنم کا ایک طبقہ ہے جس میں لہو پیپ وغیرہ

۱۔ غرور و تجرکۃ سورۃ الحج آیت ۲۴۔ ۲۔ ترغیب از آلک سورۃ الماعون پارہ ۳۷ سورۃ النسا آیت ۱۳۲۔ ۳۔ یعنی خدا کی یاد اور

اس کا دھیان بہت کم کرتے ہیں سورۃ مریم آیت ۵۹۔

جمع ہوگا اس میں یہ لوگ والدیے جائیں گے۔ ایک جگہ ارشاد ہے وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَى وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَارِهُونَ ۝ (ترجمہ) اور ان کی خیر خیرات مقبول ہونے سے اور کوئی چیز بجز اس کے مانع نہیں ہے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور نماز نہیں پڑھتے مگر کاہلی سے اور نیک کام میں خرچ نہیں کرتے مگر گرانی سے: اس کے بالمقابل اچھی طرح سے نماز پڑھنے والوں کے بارے میں ارشاد ہے۔ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُوْلَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لَا يُخَالِفُونَ بِأَنَّهُمْ لَكُمْ عَلَيْكُمْ رَاعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝ أُوْلَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ۝ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (ترجمہ) بیشک کامیابی اور فلاح کو پہنچ گئے وہ مومن جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور وہ لوگ جو لغویات سے اعراض کرنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں (یا اپنے اخلاق کو درست کر لیا ہے) اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کر لیا ہے (یا اپنی بے بسیوں اور باندیوں کے کہ ان میں کوئی حرج نہیں، البتہ جو ان کے علاوہ اور جگہ شہوت پوری کرنا چاہیں وہ لوگ حد سے گزرنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کا اہتمام کرنے والے ہیں یہی لوگ جنت کے وارث ہیں جو فردوس کے وارث بنیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہیں گے: حدیث میں آیا ہے کہ فردوس جنت کا اعلیٰ اور افضل ترین حصہ ہے، وہاں سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں، اسی پر عرش الہی ہوگا۔ جب تم جنت کی دعا کیا کرو تو جنت الفردوس مانگا کرو۔ دوسری جگہ نماز کے بارے میں ارشاد الہی ہے۔ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلْقَوْنَ فِيهَا وَانْتَبَهُوا مِنَ اللَّغْوِ وَمَا أَجْعَلُونَ (ترجمہ) بیشک نماز دشوار ہے مگر جن کے دلوں میں خشوع ہے ان پر کچھ بھی دشوار نہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اس کا خیال رکھتے ہیں کہ بلاشبہ وہ اپنے رب کی قیامت میں ملنے والے ہیں اور مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹ کے جانے والے ہیں: ایسے ہی لوگوں کی تعریف میں ایک جگہ ارشاد خداوندی ہے فِي بُيُوتٍ أُذِنَ لِلَّهِ أَنْ تَرْفَعَهُ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ

۱۔ سورۃ التوبہ آیت ۵۴ لے یعنی بوجھ سمجھ خرچ کرتے ہیں۔ ۲۔ سورۃ المؤمنون آیت از اول تا گیارہ۔

۳۔ فضول کاموں سے پرہیز کرتے ہیں ۴۔ زکوٰۃ کی تفسیر میں اختلاف ہے کہ اس جگہ شہور معنی زکوٰۃ کے مراد ہیں یا زکوٰۃ بدن یعنی اپنی اصلاح اور نفس کا تزکیہ ان لے اسی پر عرش الہی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے اوپر بھر کوئی اور درجہ جنت کا نہیں ہے بس عرش اعظم ہی ہے ۵۔ سورۃ بقرہ آیت ۴۶۔

وَالْأَصَالِ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ^۱ ایسے گھروں میں جن کے متعلق اللہ جل شانہ نے حکم فرمادیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے ان کو بلند کیا جائے ان میں صبح شام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں، ایسے لوگ جن کو اللہ کی یاد سے اور نماز کے قائم کرنے سے اور زکوٰۃ کے دینے سے نہ تو تجارت غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت غفلت میں ڈالتی ہے وہ لوگ ایسے دن کی سختی سے ڈرتے ہیں جس دن دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی (یعنی قیامت کا دن) اور وہ لوگ یہ سب کچھ اسلئے کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ ان کے نیک اعمال کا بدلہ ان کو عطا فرماویں اور بدلہ سے بھی بہت زیادہ انعامات اپنے فضل سے عطا فرماویں اور اللہ جل شانہ تو جس کو چاہتے ہیں بے شمار عطا فرمادیتے ہیں۔

تو وہ دانا ہے کہ دینے کے لئے : در تری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نماز قائم کرنے سے یہ مراد ہے کہ اس کے رکوع سجدہ کو اچھی طرح ادا کرے، ہمہ تن متوجہ رہے اور خشوع کیساتھ پڑھے۔ قتادہؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا کہ نماز کا قائم کرنا اس کے اوقات کی حفاظت رکھنا اور وضو کا اور رکوع سجدے کا اچھی طرح ادا کرنا ہے یعنی جہاں جہاں قرآن شریف میں اِقَامِ الصَّلَاةِ اور يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ آیا ہے یہی مراد ہے یہی لوگ ہیں جن کی تعریف دوسری جگہ ان الفاظ سے ارشاد فرمائی گئی وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا اور رحمٰن کے خاص بندے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر عاجزی سے (اکڑ کر نہیں چلتے) اور جب اُن سے جاہل لوگ (جہالت کی) بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ سلام (یعنی سلامتی کی بات کرتے ہیں جو رفع شرکی ہو، یا بس دُور ہی سے سلام) اور یہ وہ لوگ ہیں جو رات بھر گزار دیتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدے کرنے میں اور نماز میں کھڑے رہنے میں۔ آگے ان کے اور چند اوصاف ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے اُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا مَنَاجِيْةً وَسَلَامًا خَالِدِينَ فِيهَا حَسَنَتْ مُّسْتَقَرًّا وَمُقَامًا یہی لوگ ہیں جن کو جنت کے بالا خانے بدلہ میں دیئے جائیں گے، اسلئے کہ انھوں نے صبر کیا (یادین پر ثابت قدم رہے) اور جنت میں فرشتوں کی طرف سے دُعا و سلام سے استقبال کیا جاوے گا

۱۔ در از، سورۃ الفرقان آیت ۶۳-۶۴۔ شاد عظیم آبادی نے کیا خوب کہا ہے۔

گلوں نے خاروں کے پھرنے پر سوا غوشی کے دم نہ مارا شریف انھیں اگر کسی سے تو پھر شرافت کہاں رہے گی

۲۔ سورۃ النور آیت ۳۶-۳۸۔ سورۃ الفرقان آیت ۵۵-۵۶۔

اور اس جنت میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، کیا ہی اچھا ٹھکانہ اور رہنے کی جگہ ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ اور فرشتے ہر دروازہ سے داخل ہوں گے اور کہیں گے کہ تم پر سلام (اور سلامتی) ہو اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا (یا دین پر مضبوط اور ثابت قدم رہے) پس کیا ہی اچھا انجام کار ٹھکانہ ہے: انہیں لوگوں کی تعریف دوسری جگہ ان الفاظ سے فرمائی گئی ہے تَتَجَافَى جُنُوبَهُمْ عَنْ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ وہ لوگ ایسے ہیں کہ رات کو ان کے پہلو انکے خوابگا ہوں اور بستروں سے لیحدہ رہتے ہیں (کہ نماز پڑھتے رہتے ہیں اور اپنے رب کو عذاب کے ڈر سے اور ثواب کی امید میں بکارتے رہتے ہیں اور ہماری عطا کی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں، سو کوئی بھی نہیں جانتا کہ ایسے لوگوں کیلئے کیا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان پر وہ غیب میں موجود ہے جو بدلہ ہے ان کے نیک اعمال کا، انہیں لوگوں کی شان میں ہے۔ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ آخِذِينَ مَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ مُحْسِنِينَ كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ بیشک متقی لوگ جنتوں اور پانی کے چشموں کے درمیان میں ہوں گے اور ان کو ان کے رب اور مالک نے جو کچھ ثواب عطا فرمایا، اُس کو خوشی خوشی لے رہے ہوں گے اور کیوں نہ ہو کہ وہ لوگ اس سے پہلے (دنیا میں) اچھے کام کر نیوالے تھے، وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے اور اخیر شب میں استغفار کرنے والے تھے: ایک جگہ ارشاد خداوندی ہے أَمَّنْ هُوَ قَائِمٌ أُنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو أَرْحَمَ رَبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولَٰئِكَ لَّئِيْلَآءٌ (کیا برابر ہو سکتا ہے بے دین) اور وہ شخص جو عبادت کرنے والا ہو، رات کے اوقات میں کبھی سجدہ کرنے والا ہو اور کبھی نیت باندھ کر کھڑا ہونے والا ہو، آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کا اُمیدوار ہو) (اچھا آپ اُن سے یہ پوچھیں) کہیں عالم اور جاہل برابر ہو سکتا ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ عالم اپنے رب کی عبادت کرے گا ہی اور جو ایسے کریم مولیٰ کی عبادت نہ کرے وہ جاہل بلکہ اجہل ہے ہی) نصیحت وہی لوگ مانتے ہیں جو اہل عقل ہیں: ایک جگہ ارشاد ہے إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا إِذَا ذُكِّرَ بِشَيْءٍ أَعْرَضَ عَنْهُ الشَّرُّ جَزْءٌ وَعَآذٌ إِذَا ذُكِّرَ بِشَيْءٍ إِلَّا الْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ اس میں شک نہیں کہ انسان غیر مستقل مزاج پیدا ہوا ہے کہ جب

۱۔ سورۃ الرعد آیت ۲۲ ۲۔ سورۃ السجدہ آیت ۱۶-۱۷

۳۔ سورۃ الذاریات آیت ۱۵-۱۸ ۴۔ سورۃ الزمر آیت ۹ ۵۔ اجہل بہت بڑا جاہل ۶۔ سورۃ العارج آیت ۱۹-۲۰

کوئی تکلیف اس کو پہنچتی ہے تو بہت زیادہ گھبرا جاتا ہے اور جب کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے کہ دوسرے کو یہ بھلائی نہ پہنچے مگر (ہاں) وہ نمازی جو اپنی نماز کے ہمیشہ پابند رہتے ہیں اور سکون وقار سے پڑھنے والے ہیں، آگے ان کی اور چند صفیوں ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے کہ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کا جنتوں میں اکرام کیا جائے گا۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں نماز کا حکم اور نمازیوں کے فضائل ان کے اعزاز و اکرام ذکر فرمائے گئے ہیں اور حقیقت میں نماز ایسی ہی دولت ہے، اسی وجہ سے دو جہان کے سردار خضر رسل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے اسی وجہ سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ دعا فرماتے ہیں رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ اے رب مجھ کو نماز کا خاص اہتمام کرنے والا بنادے اور میری اولاد میں سے بھی ایسے لوگ پیدا فرما جو اہتمام کرنے والے ہوں، اے ہمارے رب میری یہ دعا قبول فرمائے اللہ کا ایک پیارا نبی جس کو خلیل ہونے کا بھی فخر ہے وہ نماز کی پابندی اور اہتمام کو اللہ ہی سے مانگتا ہے، خود حق سبحانہ و تقدس اپنے محبوب سید المرسلین کو حکم فرماتے ہیں وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَى اے گھر والوں کو نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس کا اہتمام کیجیے۔ ہم آپ سے روزی (کھانا) نہیں چاہتے، روزی تو آپ کو ہم دیں گے اور بہترین انجام تو پر سزگاری کا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ شنگی وغیرہ پیش آتی تو گھر والوں کو نماز کا حکم فرماتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے۔ اور یہی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بھی معمول نقل کیا گیا کہ جب بھی ان حضرات کو کوئی وقت پیش آتی تو نمازیں مشغول ہو جاتے، مگر ہم لوگ اس اہم چیز سے ایسے غافل اور بے نیاز ہیں کہ اسلام اور مسلمانی کے لیے بے دعویٰ کے باوجود بھی ادھر متوجہ نہیں ہوتے۔ بلکہ اگر کوئی بلانے والا کہنے والا کھڑا ہوتا ہے تو اس پر فقرے کتے ہیں۔ اس کی مخالفت کرتے ہیں، مگر کسی کا کیا نقصان ہے اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں اور جو لوگ نماز پڑھتے بھی ہیں، ان میں سے اکثر ایسی پڑھتے ہیں جسکو نماز کے ساتھ اگر مذاق سے تعبیر کیا جائے تو بیجا نہیں کہ اکثر ارکان بھی پورے طور سے ادا نہیں کرتے، خشوع خضوع کا تو کیا ذکر ہے، حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ سامنے ہے وہ ہر کام خود کر کے دکھلا گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے کارنامے بھی سامنے ہیں ان کا اتباع کرنا چاہیے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے چند قصے نمونہ کے طور پر اپنے رسالہ حکایات صحابہ میں لکھ چکا ہوں۔ یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں،

البتہ اس رسالہ میں چند حکایات صوفیاء کی نقل کرنے کے بعد چند ارشادات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقل کرتا ہوں۔

حکایا:۔ شیخ عبد الواحد مشہور صوفیاء میں ہیں، فرماتے ہیں کہ ایک روز نیند کا اتنا غلبہ ہوا کہ رات کو اُڑاؤ و وظائف بھی چھوٹ گئے، خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت حسین خوبصورت لڑکی سبز ریشمی لباس پہنے ہوئے ہے۔ جس کے پاؤں کی جوتیاں تک تسبیح میں مشغول ہیں، کہتی ہے کہ میری طلب میں کنشش کر، میں تیری طلب میں ہوں، اسکے بعد اس نے چند شوقیہ شعر پڑھے، یہ خواب اٹھے اور رقم کھالی کہ رات کو نہیں سوؤں گا، کہتے ہیں کہ چالیس برس تک صبح کی نماز عشاء کی وضو سے پڑھی۔

شیخ منظر سعدی ایک بزرگ ہیں جو اللہ جل شانہ کے عشق و شوق میں ساٹھ برس تک روتے رہے۔ ایک شب خواب میں دیکھا گویا ایک نہر ہے جس میں خالص مشک بھرا ہوا ہے، اس کے کناروں پر موتیوں کے درخت سونے کی شاخوں والے لہلہا رہے ہیں، وہاں چند نو عمر لڑکیاں پکار پکار کر اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں، انہوں نے پوچھا تم کون ہو تو انہوں نے دو شعر پڑھے، جن کا مطلب یہ تھا کہ ہم لوگوں کے معبود اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار نے ان لوگوں کیلئے پیدا فرمایا ہے جو رات کو اپنے پروردگار کے سامنے اپنے قدموں پر کھڑے رہتے ہیں اور اپنے اللہ سے مناجات کرتے رہتے ہیں۔

ابو بکر صریح کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک نوجوان غلام رہتا تھا، دن بھر روزہ رکھتا تھا اور رات بھر تہجد پڑھتا۔ ایک دن وہ میرے پاس آیا اور بیان کیا کہ میں اتفاق سے آج رات سو گیا تھا خواب میں دیکھا کہ محراب کی دیوار پھٹی اس میں سے چند لڑکیاں نہایت ہی حسین اور خوبصورت ظاہر ہوئیں مگر ان میں ایک نہایت بد صورت بھی ہے۔ میں نے اُن سے پوچھا تم کون ہو اور یہ بد صورت کون ہے۔ وہ کہنے لگیں کہ ہم تیری گزشتہ راتیں ہیں اور یہ تیری آج کی رات ہے۔

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ مجھے ایک رات ایسی گہری نیند آئی کہ آنکھ نہ کھلی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ایسی نہایت حسین لڑکی ہے کہ اس جیسی میں نے عمر بھر نہیں دیکھی، اس میں سے ایسی تیزر خوشبو مہک رہی تھی کہ میں نے ویسی خوشبو بھی کبھی نہیں سونگھی۔ اس نے مجھے ایک کاغذ کا پرچہ دیا جس میں تین شعر لکھے ہوئے تھے، ان کا مطلب یہ تھا کہ تو نیند کی لذت میں مشغول ہو کر جنت کے بالا خانوں سے غافل ہو گیا جہاں ہمیشہ تجھے رہنا ہے اور موت بھی وہاں نہ آئے گی۔ اپنی نیند سے

اٹھ، سونے سے تہجد میں قرآن پڑھنا بہت بہتر ہے۔ کہتے ہیں اسکے بعد سے جب مجھے نیند آتی ہے اور یہ اشعار یاد آتے ہیں تو نیند بالکل اڑ جاتی ہے۔

حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ میں ایک بازار میں گیا، وہاں ایک باندی فروخت ہو رہی تھی جو دیوانی بتائی جاتی تھی، میں نے سات دینار میں خرید لی اور اپنے گھر لے آیا۔ جب رات کا کچھ حصہ گزرا تو میں نے دیکھا کہ وہ اٹھی وضو کیا نماز شروع کر دی اور نماز میں اس کی یہ حالت تھی کہ روتے روتے اس کا دم نکلا جاتا تھا۔ نماز کے بعد اس نے مناجات شروع کی اور یہ کہنے لگی اے میرے معبود آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم مجھ پر رحم فرما، میں نے اس سے کہا کہ اس طرح نہ کہو یوں کہو کہ مجھے تجھ سے محبت رکھنے کی قسم۔ یہ سن کر اُسکو غصہ آگیا اور کہنے لگی قسم ہے اُس ذات کی، اگر اُسکو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تجھے میٹھی نیند نہ سلاتا اور مجھے یوں نہ کھڑا رکھتا پھر اوندھے منہ گر گئی اور چند شعر پڑھے، جن کا مطلب یہ ہے کہ بیچنی بڑھتی جا رہی ہے اور دل جلا جا رہا ہے اور صبر جاتا رہا اور آنسو بہہ رہے ہیں اس شخص کو کس طرح قرار آسکتا ہے جس کو عشق و شوق اور اضطراب چیں ہی نہیں۔ اے اللہ اگر کوئی خوشی کی چیز ہو تو اس کو عطا فرما کر مجھ پر احسان فرما۔ اسکے بعد بلند آواز سے یہ دعا کی کہ یا اللہ میرا اور آپ کا معاملہ اب تک پوشیدہ تھا اب مخلوق کو خبر ہو چلی اب مجھے اٹھالیجئے۔ یہ کہہ کر زور سے ایک چیخ ماری اور مر گئی۔

اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت بربری کے ساتھ بھی پیش آیا، کہتے ہیں کہ میں نے اپنی خدمت کیلئے ایک باندی خریدی۔ ایک مدت تک وہ میری خدمت کرتی رہی اور اپنی حالت کا مجھ سے اخفا کرتی، اس کی نماز کی ایک جگہ متعین تھی۔ جب کام سے فارغ ہو جاتی وہاں جا کر نماز میں مشغول ہو جاتی۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ وہ کبھی نماز پڑھتی ہے اور کبھی مناجات میں مشغول ہو جاتی ہے اور کہتی ہے کہ آپ اس محبت کے وسیلہ سے جو مجھ سے ہے فلاں فلاں کام کر دیں۔ میں نے آواز سے کہا کہ اے عورت یوں کہہ کہ میری محبت کے وسیلہ سے جو مجھے آپ کا ہے۔ کہنے لگی میرے آقا اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمہیں نماز سے بھلا کر مجھے کھڑا نہ کرتا۔ بربری کہتے ہیں جب صبح ہوئی تو میں نے اُسکو بلا کر کہا کہ تو میری خدمت کے قابل نہیں، اللہ ہی کی عبادت کے لائق ہے۔ اُسکو کچھ سامان دے کر آزاد کر دیا۔

حضرت بربری سقطی ایک عورت کا حال فرماتے ہیں کہ جب وہ تہجد کی نماز کو کھڑی ہوتی تو کہتی اے اللہ ابلیس بھی تیرا ایک بندہ ہے اس کی پیشانی بھی تیرے قبضہ میں ہے وہ مجھے دیکھتا ہے اور میں اُسے نہیں دیکھتی تو اُسے دیکھتا ہے اور اسکے سارے کاموں پر قادر ہے اور وہ تیرے کسی کام پر

یعنی اے پروردگار تیری اس محبت کی قسم جو تجھے میرے ساتھ ہے۔ مگر نہ ہوتا۔

بھی قدرت نہیں رکھتا، اے اللہ اگر وہ میری بُرائی چاہے تو تو اسکو دفع کر اور وہ میرے ساتھ سحر کرے تو تو اسے سحر کا انتقام لے، میں اسے شر سے تیری پناہ مانگتی ہوں اور تیری مدد سے اس کو دھکیلتی ہوں۔ اس کے بعد وہ روتی رہتی تھی۔ جسے کہ روتے روتے اس کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ لوگوں نے اس سے کہا خدا سے ڈر کہیں دوسری آنکھ بھی نہ جاتی رہے، اس نے کہا اگر یہ آنکھ جنت کی آنکھ ہے تو اللہ جل شانہ اس سے بہتر عطا فرمائیں گے اور اگر دوزخ کی آنکھ ہے تو اسکا دُور ہی ہونا اچھا۔

شیخ ابو عبد اللہ جلال فرماتے ہیں کہ ایک دن میری والدہ نے میرے والد سے پھلی کی فرمائش کی۔ والد صاحب بازار تشریف لے گئے، میں بھی ساتھ تھا، پھلی خریدی، گھر تک لانے کے واسطے مزدور کی تلاش تھی کہ ایک نو عمر لڑکا جو پاس ہی کھڑا تھا کہنے لگا چچا جان اسے اٹھانے کیواسطے مزدور چاہیے کہا، ہاں، اس لڑکے نے اپنے سر پر اٹھائی اور ہمارے ساتھ چل دیا، راستہ میں اس نے اذان کی آواز سن لی۔ کہنے لگا اللہ کے مُنادی نے بلایا ہے مجھے وضو بھی کرنا ہے۔ نماز کے بعد لے جاسکوں گا، آپ کا دل چاہے انتظار کر لیجئے ورنہ اپنی پھلی لے لیجئے۔ یہ کہہ کر پھلی رکھ کر چلا گیا۔ میرے والد صاحب کو خیال آیا کہ یہ مزدور لڑکا تو ایسا کرے ہمیں بطریقِ اولیٰ اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ یہ سوچ کر وہ بھی پھلی رکھ کر مسجد میں چلے گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر ہم سب آئے تو پھلی اسی طرح رکھی ہوئی تھی اس لڑکے نے اٹھا کر ہمارے گھر پہنچا دی۔ گھر جا کر والد نے یہ عجیب قصہ والدہ کو سنایا۔ انھوں نے فرمایا کہ اسکو روک لو وہ بھی پھلی کھا کر جائے۔ اس سے کہا گیا۔ اس نے جواب دیا کہ میرا تو روزہ ہے والد نے اصرار کیا کہ شام کے وقت یہیں آکر افطار کرے۔ لڑکے نے کہا کہ میں ایک دفعہ جا کر دوبارہ نہیں آتا، یہ ممکن ہے کہ میں پاس ہی مسجد میں ہوں شام کو آپ کی دعوت کھا کر چلا جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ قریب ہی مسجد میں چلا گیا۔ شام کو بعد مغرب آیا کھانا کھایا اور کھانے سے فراغت پر اسکو تخلیۃ کی جگہ بتا دی۔ ہمارے قریب ہی ایک ایسا ج عورت رہا کرتی تھی۔ ہم نے دیکھا کہ وہ بالکل اچھی نیت سے آرہی ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ تو کس طرح اچھی ہو گئی۔ کہا میں نے اس مہمان کے طفیل سے دعا کی تھی کہ یا اللہ اس کی برکت سے مجھے اچھا کر دے، میں فوراً اچھی ہو گئی۔ اس کے بعد جب ہم اس کے تخلیۃ کی جگہ اسکو دیکھنے گئے تو دیکھا دروازے بند ہیں اور اس مزدور کا کہیں پتہ نہیں۔

ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان کے پاؤں میں پھوڑا نکل آیا، طبیبوں نے کہا اگر ان کا پاؤں نہ کاٹا گیا تو ہلاکت کا اندیشہ ہے، ان کی والدہ نے کہا ابھی ٹھہر جاؤ۔ جب یہ نماز کی نیت باندھ لیں تو

یعنی اسکو اور اس کے سحر و فریب کو اپنے سے دور کرتی ہیں۔

یعنی تنہائی۔ یعنی مات کو آرام کرنے کے لئے اسے ایک الگ جگہ دے دی

کاٹ لیند چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔

ابو عامر کہتے ہیں کہ میں نے ایک باندی دیکھی جو بہت کم داموں میں فروخت ہو رہی تھی جونہایت دُبی تلی تھی، اس کا پیٹ کمرے لگ رہا تھا۔ بال بھرے ہوئے تھے۔ میں نے اس پر رحم کھا کر اُسکو خرید لیا۔ اس سے کہا کہ ہمارے ساتھ بازار چل۔ رمضان المبارک کے واسطے کچھ ضروری سامان خرید لیں، کہنے لگی اللہ کا شکر ہے جس نے میرے واسطے سارے مہینے یکساں کر دیئے۔ وہ ہمیشہ دن کو روزہ رکھتی۔ رات بھر نماز پڑھتی۔ جب عید قریب آئی تو میں نے اس سے کہا کہ کل صبح بازار چلیں گے تو بھی ساتھ چلنا۔ عید کے واسطے کچھ ضروری سامان خرید لائیں گے، کہنے لگی میرے آقا تم تو دنیا میں بہت ہی مشغول ہو، پھر اندر گئی اور نماز میں مشغول ہو گئی اور اطمینان سے ایک ایک آیت مزے لے لے کر پڑھتی رہی، حتیٰ کہ اس آیت پر پہونچی **وَيُسْقِيهِم مِّنْ مَّاءٍ صَدِيدٍ** الآية اس آیت کو بار بار پڑھتی رہی اور ایک بیج مار کر اس دنیا سے رخصت ہو گئی۔

ایک سید صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ بارہ دن تک ایک ہی وضو سے ساری نمازیں پڑھیں، اور پندرہ برس مسلسل لیٹنے کی نوبت نہیں آئی۔ کئی کئی دن ایسے گزر جاتے کہ کوئی چیز چھنے کی نوبت نہ آتی تھی۔

اہل مجاہدہ لوگوں میں اس قسم کے واقعات بہت کثرت سے ملتے ہیں۔ ان حضرات کی حرص تو بہت ہی مشکل ہے کہ اللہ جل شانہ نے ان کو پیدا ہی اسلئے فرمایا تھا لیکن جو حضرات اکابر کے دوسرے دینی اور دنیوی مشاغل میں مشغول تھے ان کی حرص بھی ہم جیسوں کو دشوار ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ سے سب ہی واقف ہیں۔ خلفاء راشدین کے بعد انہیں کا شمار ہے۔ ان کی بیوی فرماتی ہیں کہ عمر بن عبد العزیزؓ سے زیادہ وضو اور نماز میں مشغول ہونے والے تو اور بھی ہوں گے مگر ان سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا میں نے نہیں دیکھا۔ عشاء کی نماز کے بعد مصلے پر بیٹھ جاتے اور دُعا کے واسطے ہاتھ اٹھاتے اور روتے رہتے تھے کہ اسیں نیند کا غلبہ ہوتا تو آنکھ لگ جاتی۔ پھر جب کھل جاتی تو اسی طرح روتے رہتے اور دعائیں مشغول رہتے۔ کہتے ہیں کہ خلافت کے بعد سے جنابت کے غسل کی نوبت نہیں

۱۔ بعض بزرگوں پر کبھی کبھی ایک جذب و حمل کی کیفیت طاری ہوتی ہے جس میں انہیں کچھ بھی ہوش نہیں رہتا۔ ممکن ہے جو وقت ان بزرگ صاحب کا پاؤں کاٹا گیا تھا وہ اسی طرح کی حالت ہو۔ ۲۔ سورہ ابراہیم آیت ۱۶۔ اس آیت میں ایک جہنمی کا ذکر ہے کہ اسے پیپ جیسا پانی پلایا جائیگا۔ جسے وہ گھونٹ گھونٹ کر پیئے گا، مگر حق تعالیٰ نے اُتار دیا۔

۳۔ نہ جملہ سے نہ احتلام سے۔ سلیمان بن عبد الملک کے بعد سن نیا نوے ہجری میں یہ خلیفہ ہوئے اور سلسلہ میں وفات پائی۔ وفات کے وقت عمر چالیس سال تھی۔ کتاب میں یہاں تک جو حالات بیان ہوئے ہیں یہ خود اُنکی بیوی کا بیان ہے۔ (الاکمال فی اسیار الرجال صاحب الشکوۃ الملقی بآخر المشکوۃ ص ۱۰۱)

آئی۔ ان کی بیوی عبد الملک بادشاہ کی بیٹی تھیں۔ باپ نے بہت سے زیورات خواہر دیئے تھے اور ایک ایسا ہیرا دیا تھا جس کی نظیر نہیں تھی۔ اپنے بیوی سے فرمایا کہ دو باتوں میں سے ایک اختیار کر، یا تو وہ زیور سارا اللہ واسطے دے کہ میں اسکو بیت المال میں داخل کر دوں، یا مجھ سے جدائی اختیار کر لے، مجھے یہ چیز ناگوار ہے کہ میں اور مال ایک گھر میں جمع رہیں۔ بیوی نے عرض کیا کہ وہ مال کیا چیز ہے میں اس سے کئی چند زیادہ پر بھی آپکو نہیں چھوڑ سکتی۔ یہ کہہ کر سب مال بیت المال میں داخل کر دیا۔ آپکے انتقال کے بعد جب عبد الملک کا بیٹا زید بادشاہ بنا تو اس نے بہن سے دریافت کیا، اگر تم چاہو تو تمہارا زیور تم کو واپس دیدیا جائے۔ فرمانے لگیں کہ جب میں ان کی زندگی میں اس سے خوش نہ ہوتی تو ان کے مرنے کے بعد اس سے کیا خوش ہوں گی۔ مرض الموت میں اپنے لوگوں سے پوچھا کہ اس مرض کے متعلق کیا خیال کیا جاتا ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ لوگ جادو سمجھ رہے ہیں، اپنے فرمایا یہ نہیں۔ پھر ایک غلام کو بلایا، اس سے پوچھا کہ مجھے زہر دینے پر کس چیز نے تجھے آمادہ کیا۔ اس نے کہا سو دینار دیئے گئے اور آزادی کا وعدہ کیا گیا۔ اپنے فرمایا وہ دینار لے آ۔ اس نے حاضر کئے۔ آپنے ان کو بیت المال میں داخل فرمادیا اور اس غلام سے فرمایا تو کسی ایسی جگہ چلا جا جہاں تجھے کوئی نہ دیکھے۔ انتقال کے وقت مسلمہؓ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اپنے اولاد کے ساتھ ایسا کیا جو کسی نے بھی نہیں کیا ہوگا آپکے تیرہ بیٹے ہیں اور ان کے لئے نہ کوئی روپیہ اپنے چھوڑا، نہ پیسہ۔ اپنے فرمایا، ذرا مجھے بٹھا دو، بیٹھ کر فرمایا کہ میں نے ان کا کوئی حق نہیں دیا اور جو دوسروں کا حق تھا وہ ان کو دیا نہیں، پس اگر وہ صالح ہیں تو اللہ جل شانہ خود ان کا کفیل ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے وَهُوَ تَوَكَّلِ الصَّالِحِينَ (وہی متوکل ہے صلحاء کا) اور اگر وہ گنہگار ہیں تو ان کی مجھے بھی کچھ پرواہ نہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ جو فقہ کے مشہور امام ہیں دن بھر مسائل میں مشغول رہنے کے باوجود رات دن میں تین سو رکعت نفل پڑھتے تھے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ ایک رکعت میں پورا قرآن شریف پڑھ لیتے تھے۔ حضرت محمد بن منکدرؒ حفاظ حدیث میں ہیں۔ ایک رات تہجد میں اتنی کثرت سے روئے کہ حد نہ رہی کسی نے دریافت کیا تو فرمایا تلاوت میں یہ آیت آگئی تھی وَبَدَّ اللَّهُ قَهْرَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُنْ فَوْا يَحْتَسِبُونَ آخر تک۔ اوپر کی آیت میں اس کا ذکر ہے کہ اگر ظلم کرنے والوں کے پاس دنیا کی ساری چیزیں ہوں اور اتنی ہی ان کے ساتھ اور بھی ہوں تو وہ قیامت کے دن سخت عذاب سے چھوٹنے کیلئے فدیہ کے طور پر دینے لگیں، اس کے بعد ارشاد ہے وَبَدَّ اللَّهُ قَهْرَ اللَّهِ اور اللہ کی طرف سے ان کیلئے (عذاب کا) وہ معاملہ پیش آئے گا جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا اور اس وقت ان کو اپنی تمام

بد اعمالیاں ظاہر ہو جائیں گی۔ حضرت محمد بن منکدر وفات کے وقت بھی گھبرا رہے تھے اور فرماتے تھے کہ اسی آیت سے ڈر رہا ہوں۔

حضرت ثابت بنانی حفظہ حدیث میں ہیں، اس قدر کثرت سے اللہ کے سامنے روتے تھے کہ حد نہیں کسی نے عرض کیا کہ آنکھیں جاتی رہیں گی۔ فرمایا کہ ان آنکھوں سے اگر روئیں نہیں تو فائدہ ہی کیا ہے۔ اس کی دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہو سکتی ہو تو مجھے بھی ہو جائے۔ ابوسنان کہتے ہیں خدا کی قسم میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے ثابت کو دفن کیا۔ دفن کرتے ہوئے لحد کی ایک اینٹ گر گئی تو میں نے دیکھا کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے۔ اُس نے مجھے کہا چپ ہو جاؤ۔ جب دفن کر چکے تو اُن کے گھر جا کر ان کی بیٹی سے دریافت کیا کہ ثابت کا عمل کیا تھا۔ اس نے کہا کیوں پوچھتے ہو۔ ہم نے قصہ بیان کیا۔ اس نے کہا کہ پچاس برس شب سیداری کی اور صبح کو ہمیشہ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر تو کسی کو یہ دولت عطا کرے کہ وہ قبر میں نماز پڑھے تو مجھے بھی عطا فرما۔

حضرت امام ابو یوسفؒ باوجود علمی مشاغل کے جو سب کو معلوم ہیں اور ان کے علاوہ قاضی القضاۃ ہونے کی وجہ سے قضا کے مشاغل علیحدہ تھے لیکن پھر بھی دو سو رکعات نوافل روزانہ پڑھتے تھے۔ حضرت محمد بن نصر مشہور محدث ہیں اس انہماک سے نماز پڑھتے تھے جس کی نظیر مشکل ہے۔ ایک مرتبہ پیشانی پر ایک بھڑنے نماز میں کانا جس کی وجہ سے خون بھی نکل آیا مگر نہ حرکت ہوئی نہ خشوع خضوع میں کوئی فرق آیا۔ کہتے ہیں کہ نماز میں لکڑی کی طرح سے بے حرکت کھڑے رہتے تھے، حضرت یحییٰ بن خالد روزانہ تہجد اور وتر کی تیرہ رکعت میں ایک قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ہناد ایک محدث ہیں ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ وہ بہت ہی زیادہ روتے تھے۔ ایک مرتبہ صبح کو ہمیں سبق پڑھاتے رہے اس کے بعد وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر زوال تک نفلیں پڑھتے رہے دوپہر کو گھر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں آکر ظہر کی نماز پڑھائی اور عصر تک نفلوں میں مشغول رہے پھر عصر کی نماز پڑھائی اور قرآن پاک کی تلاوت مغرب تک فرماتے رہے۔ مغرب کے بعد میں واپس چلا آیا۔ میں نے ان کے ایک پڑوسی سے تعجب سے کہا کہ یہ شخص کس قدر عبادت کرنے والے ہیں۔ اس نے کہا کہ شربرس سے ان کا یہی عمل ہے اور اگر تم ان کی رات کی عبادت دیکھو گے تو اور بھی تعجب کرو گے۔

مسروق ایک محدث ہیں۔ ان کی بیوی کہتی ہیں کہ وہ نمازیں اتنی لمبی لمبی پڑھا کرتے تھے

کہ ان کی پندلیوں پر ہمیشہ اسکی وجہ سے درم رہتا تھا اور میں ان کے پیچھے بیٹھی ہوئی ان کے حال پر ترس کھا کر رویا کرتی تھی۔ سعید بن المسیبؓ کے متعلق لکھا ہے کہ پچاس برس تک عشاء اور صبح کی نماز ایک ہی وضو سے پڑھی۔ اور ابوالمعتزؓ کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک ایسا ہی کیا۔ امام غزالیؒ نے ابوطالبؓ مکی سے نقل کیا کہ چالیس تابعیوں سے تو اتر کے طریق سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ عشاء کی وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے۔ ان میں سے بعض کا چالیس برس تک یہی عمل رہا۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تو بہت کثرت سے یہ چیز نقل کی گئی کہ تیس یا چالیس یا پچاس برس عشاء اور صبح کی نماز ایک وضو سے پڑھی اور یہ اختلاف نقل کرنے والوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ جس شخص کو جتنے سال کا علم ہوا اتنا ہی نقل کیا ہے۔ لکھا ہے کہ آپ کا معمول صرف دوپہر کو تھوڑی دیر سونے کا تھا اور یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ دوپہر کے سونے کا حدیث میں حکم ہے۔ حضرت امام شافعیؒ صاحب کا معمول تھا کہ رمضان میں ساٹھ قرآن شریف نمازیں پڑھتے تھے۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ میں کئی روز تک امام شافعیؒ کے یہاں رہا صرف رات کو تھوڑی دیر سوتے تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ تین رکعتیں روزانہ پڑھتے تھے۔ اور جب بادشاہ وقت نے آپ کے کورے لگوائے اور اس کی وجہ سے ضعیف بہت ہو گیا تو ڈیڑھ سورہ گئی تھیں اور تقریباً اسی برس کی عمر تھی۔ ابوعبید اللہؒ چالیس برس تک رات بھر روتے تھے اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے۔ ان کے علاوہ ہزاروں لاکھوں واقعات توفیق والوں کے کتب تواریخ میں مذکور ہیں جن کا احاطہ بھی دشوار ہے۔ نمونہ اور مثال کے لئے یہی واقعات کافی ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ مجھے بھی اور ناظرین کو بھی ان حضرات کے اتباع کا کچھ حصہ اپنے لطف و فضل سے نصیب فرمائیں۔ آمین۔

بعض لوگوں کو نماز کا کچھ ہی حصہ حاصل ہوتا ہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اسکے لئے ثواب کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض کیلئے نواں حصہ بعض کیلئے آٹھواں، ساتواں، چھٹا، پانچواں اور چوتھا، تہائی، آدھا حصہ لکھا جاتا ہے۔

ف :- یعنی جس درجہ کا خشوع اور اخلاص نماز

۱۱۱ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَنْصَرِفُ وَمَا كُتِبَ لَهُ إِلَّا عَشْرُ صَلَوَاتٍ تَسْعَاهَا تَسْعَاهَا سَبْعُهَا سُدُّهَا خَمْسُهَا رُبْعُهَا ثَلَاثُهَا نِصْفُهَا رَوَاهُ ابُو دَاوُدَ وَقَالَ الْمُنْذَرِيُّ فِي التَّرْغِيبِ رَوَاهُ ابُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ

یعنی چالیس تابعیوں کے متعلق یہ بات اس کثرت سے لوگوں نے بیان کی ہے کہ ہر آدمی یقین کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ لہذا اتحاد (یعنی اتفاق) اہل سادۃ التّقین بشرع احیاء علوم الدین سے یعنی قیلو کہنے کا حدیث شریف میں حکم ہے اسکی تعمیل میں دوپہر کو سو جاتا ہوں۔

حبان فی صحیحہ بضمہ وعزاه فی الجامع
الصغیر الی احمد وابی داود وابن حبان
ورقم لم بالصحیح وفی المنتخب عزاه الی
احمد ایضاً وفی الدر المنثور اخرج احمد عن
ابی الیسر مرفوعاً منکم من یصلی الصلوة
کاملة ومنکم من یصلی النصف والثلث
والربع حتی بلغ العشر قال المنذری فی
الترغیب رواه النسائی باسناد حسن واسم
ابی الیسر کعب بن عمرو والسمی شہد بدناً۔

میں ہوتا ہے دینی ہی مقدار اجر و ثواب کی ملتی ہے
حتیٰ کہ بعض کو پورے اجر کا در سواں حصہ ملتا ہے
اگر اس کے موافق خشوع خضوع ہو اور بعض کو آدھا
مل جاتا ہے اور اسی طرح دسویں سے کم اور
آدھے سے زیادہ بھی مل جاتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض
کو پورا پورا اجر مل جاتا ہے اور بعض کو بالکل بھی
نہیں ملتا کہ وہ اس قابل ہی نہیں ہوتی۔ ایک
حدیث میں آیا ہے کہ فرض نماز کیلئے اللہ کے یہاں
ایک خاص وزن ہے۔ جتنی اس میں کمی ہوتی
جائیگا کہ پوری جماعت میں ایک شخص بھی خشوع سے پڑھنے والا نہ ملے گا۔

کامل نماز گناہوں سے پاک صاف کر دیتی ہے:

(۲) رُوِيَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ صَلَّى الصَّلَاةَ لَوْ قُتِلَ بِهَا
وَأُسْبِغَ لَهَا وَضُوءُهَا وَاتَّمَّ لَهَا قِيَامُهَا وَخُشُوعُهَا
وَرُكُوعُهَا وَسُجُودُهَا خَرَجَتْ وَهِيَ بَيْضَاءُ
مُسْفِرَةٌ تَقُولُ حِفْظَكَ اللَّهُ كَمَا حَفِظْتَنِي
وَمَنْ صَلَّى لَهَا الْغَيْرُ وَقُتِلَ وَلَمْ يُسْبِغْ لَهَا وَضُوءُهَا
وَلَمْ يُتِمَّ لَهَا خُشُوعُهَا وَلَا رُكُوعُهَا وَلَا سُجُودَهَا
خَرَجَتْ وَهِيَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ تَقُولُ ضَيَعَكَ
كَمَا ضَيَعْتَنِي حَتَّى إِذَا كَانَتْ حَيْثُ شَاءَ اللَّهُ
لَقَتْ كَمَا يُلْقَى الثَّوْبُ الْخَلْقُ ثُمَّ تُضْرَبُ بِهَا
وَجْهَةٌ رَأَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ كَذَا فِي
الترغیب والدر المنثور وعزاه فی المنتخب
الی البیهقی فی الشعب وفیہ ایضاً بروایة

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو
شخص نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھے وضو بھی
اچھی طرح کرے خشوع و خضوع سے بھی پڑھے۔
کھڑا بھی پورے وقار سے ہو۔ پھر اسی طرح رکوع
سجدہ بھی اچھی طرح اطمینان سے کرے۔ غرض ہر
چیز کو اچھی طرح ادا کرے تو وہ نماز نہایت روشن
چمکدار بن کر جاتی ہے اور نمازی کو دعا دیتی ہے
کہ اللہ تعالیٰ شانہ تیری بھی ایسی ہی حفاظت
کرے جیسی تو نے میری حفاظت کر لی۔ اور جو
شخص نماز کو بُری طرح پڑھے وقت کو بھی ٹال
دے وضو بھی اچھی طرح نہ کرے تو وہ نماز بُری حالت
سے سیاہ رنگ میں بد دعا دیتی ہوئی جاتی ہے کہ
اللہ تعالیٰ تجھے بھی ایسا ہی برباد کرے جیسا تو نے

نہ یعنی ایک خاص پیمانہ اور معیار مقرر ہے کہ جامع الصغیر (۲) کہ یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے۔

مجھے ضائع کیا۔ اسکے بعد وہ نماز پُرانے کپڑے کی طرح سے لپیٹ کر نمازی کے منہ پر مار دی جاتی ہے۔
 ف :- خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو نماز کو اچھی طرح پڑھیں کہ اللہ کی اہم ترین عبادت ان کے لئے دعا کرتی ہے۔ لیکن عام طور سے جیسی نماز پڑھی جاتی ہے کہ رُکوع کیا تو وہیں سے سجدے

عبادة بمعناه وزاد في الاولى بعد قوله كما حفظتني ثم اصدق بها الى السماء حتى ينتهي بها الى الله فتشفع لصاحبها وقال في الثانية وغلقت دونها ابواب السماء وعزاه في الدر الى البزار والطبراني وفي الجامع الصغير حديث عبادة الى الطيالسي وقال صحيح

میں چلے گئے۔ سجدے سے اُٹھے تو سر اٹھانے بھی نہ پائے تھے کہ فوراً کٹوے کی سی ٹھونگ دوسری دفعہ مار دی۔ ایسی نماز کا جو حشر ہے وہ اس حدیث شریف میں ذکر فرما ہی دیا اور پھر جب وہ بربادی کی بددعا کرے تو اپنی بربادی کا گلہ کیوں کیا جائے، یہی وجہ ہے کہ آج کل مسلمان گرتے جا رہے ہیں اور ہر طرف تباہی ہی تباہی کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں بھی یہی مضمون وارد ہوا ہے اس میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جو نماز خشوع خضوع سے پڑھی جاتی ہے آسمان کے دروازے اسکے لئے کھل جاتے ہیں وہ نہایت نورانی ہوتی ہے اور نمازی کیلئے حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں سفارشی بنتی ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ جس نماز میں رُکوع اچھی طرح نہ کیا جائے کہ کمر پوری جھک جائے اسکی مثال اس عورت کی سی ہے جو حاملہ ہو اور جب بچہ ہونے کا وقت قریب آجائے تو اسقاط کر دے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ بہت سے روزے دار ایسے ہیں جن کو روزے سے بجز بھوکا اور پیاسا رہنے کے کوئی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں جن کو جاگنے کے علاوہ کوئی چسینہ نہیں ملتی۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو قیامت کے دن پانچوں نمازیں ایسی لے کر حاضر ہو کہ ان کے اوقات کی بھی حفاظت کرتا رہا ہو اور وضو کا بھی اہتمام کرتا رہا ہو اور ان نمازوں کو خشوع خضوع سے پڑھتا رہا ہو تو حق تعالیٰ شانہ نے عہد فرمایا ہے کہ اسکو عذاب نہیں کیا جائے گا اور جو ایسی نمازیں نہ لے کر حاضر ہوا اسکے لئے کوئی وعدہ نہیں ہے چاہے اپنی رحمت سے معاف فرما دیں۔ چاہے عذاب دیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

لے لیکن یہ سوچنا کہ ایسی نماز جب بددعا کرتی ہے تو چھوڑ دو کیوں بددعائیں۔ اس سے بھی زیادہ تباہ کن ہے۔ بلکہ یوں سوچنا چاہیے جب غراب پڑھنے سے اتنی بددعائیں ہیں تو بالکل نہ پڑھنے میں تو خدا ہی جانے کیا کیا تباہی آئیگی اسلئے پڑھتے تو ضرور رہیں اور جہاں تک ہو سکے اسے بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کرتے رہیں۔ حدیث شریف کا منشا اور اسکی تعلیم یہی ہے کہ یعنی ادھر وہی بچہ گرا دے۔
 کچھ ترغیب (از) اگلے راتوں کو جاگ کر عبادت کر نیوالے۔

صحابہ کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا تمہیں معلوم بھی ہے اللہ جل شانہ نے کیا فرمادیا، صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی جانتے ہیں۔ حضور نے اہتمام کی وجہ سے تین مرتبہ یہی دریافت فرمایا اور صحابہ کرام یہی جواب دیتے رہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ اپنی عزت اور اپنی بڑائی کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جو شخص ان نمازوں کو اوقات کی پابندی کے ساتھ پڑھتا رہے گا میں اُس کو جنت میں داخل کروں گا اور جو پابندی نہ کرے گا تو میرا دل چاہے گا رحمت سے بخش دوں گا درنہ عذاب دوں گا۔

قرآن کی کمی نوافل سے پوری کر دی جائے گی:

(۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ فَإِنْ صَلَحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ وَإِنْ قَسَدَتْ خَابَ وَخَسِرَ وَإِنْ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيضَتِهِ قَالَ الرَّبُّ انْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ فَيُكْمَلُ بِهِمَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيضَةِ ثُمَّ يَكُونُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلَى ذِيئِهِ رواه الترمذی وحسنہ النسائی وابن ماجہ والحاکم وصححه کذا فی الدرر فی المنتخب بروایۃ الحاکم فی الکنی عن ابن عمر اول ما افترض الله علی امتی الصلوة الخمس الحدیث بطوله بمعنی حدیث الباب وفیه ذکر الصیام والزکوۃ نحو الصلوة وفی الدرر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت میں آدمی کے اعمال میں سے پہلے فرض نماز کا حساب کیا جائے گا۔ اگر نماز اچھی نکل آئی تو وہ شخص کامیاب ہوگا اور باعمراد، اور اگر نماز بیکار ثابت ہوئی تو وہ نامراد خسارہ میں ہوگا اور اگر کچھ نماز میں کمی پائی گئی تو ارشاد خداوندی ہوگا کہ دیکھو اس بندہ کے پاس کچھ نفلیں بھی ہیں جن سے فرضوں کو پورا کر دیا جائے۔ اگر نکل آئیں تو ان سے فرضوں کی تکمیل کر دی جائیگی۔ اس کے بعد اسی طرح باقی اعمال روزہ زکوٰۃ وغیرہ کا حساب ہوگا۔ فائدہ :- اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آدمی کو نفلوں کا ذخیرہ بھی اپنے پاس کافی رکھنا چاہیے کہ اگر فرضوں میں کچھ کوتاہی نکلے تو میزان پوری ہو جائے۔ بہت سے لوگ کہہ دیا کرتے ہیں

اے قربان مولائے کریم کی اس کریمی کے کہ پابندی کی صورت میں تو یہ ملے ہے کہ جنت اور دوسری نعمتیں میں گی لیکن پابندی نہ کرنے کی صورت میں ملے نہیں ہے کہ دوزخ ہی میں ڈال دے بلکہ مرضی پر ہے۔ بندوں کی بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے کریم مولے کی اور زیادہ دل و جان سے عبادت کریں۔ اے اللہ تعالیٰ کے یہاں نماز کا درجہ انسان کی عمل زندگی میں نمود اور معیار کا ہے اسکو دیکھ کر پوری زندگی کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ اس نے تمام دیگر اعمال کے ساتھ خاص طور پر نماز کو ٹھیکہ دکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اخرج ابو یعلیٰ عن انس رفعہ اول ما
افترض اللہ علی الناس من دینہم الصلوۃ
واخر ما یبقی الصلوۃ واول ما یحاسب
بہ الصلوۃ یقول اللہ انظروا فی صلوۃ عبدی
فان کانت تامۃ کتبت تامۃ وان کانت فاقصۃ
قال انظروا اهل لہ من تطوع الحدیث فیہ
ذکر الزکوۃ والصدقتہ وفیہ ایضا اخرج
ابن ماجۃ والمحاکم عن تیم الدارمی مرفوعاً
اول ما یحاسب بہ العبد یوم القیمۃ صلوۃ
الحدیث وفی آخرہ ثم الزکوۃ مثل ذلک
ثم توخذ الاعمال حسب ذلک وعزاه
السیوطی فی الجامع الی احمد وابی داؤد
المحاکم وابن ماجۃ ورقم لہ بالصحیح۔

اجی ہم سے فرض ہی پورے ہو جائیں تو بہت
غنیمت ہے۔ نفلیں پڑھنا تو بڑے آدمیوں کا کام
ہے۔ اس میں شک نہیں کہ فرض ہی پورے
پورے ہو جائیں تو بہت کافی ہیں، لیکن انکا بالکل
پورا پورا ادا ہو جانا کون سا سہل کام ہے کہ ہر
ہر چیز بالکل پوری ادا ہو جائے اور جب تھوڑی
بہت کوتاہی ہوتی ہی ہے تو اسکے پورا کرنے
کے لئے نفلوں بغیر چارہ کار نہیں۔ ایک دوسری
حدیث میں یہ مضمون زیادہ وضاحت سے آیا ہے
ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادات میں سب سے پہلے
نماز کو فرض فرمایا ہے اور سب سے پہلے اعمال میں نماز
ہی پیش کی جاتی ہے اور سب سے پہلے قیامت میں نماز ہی
حساب ہوگا۔ اگر فرض نمازوں میں کچھ کمی
گئی تو نفلوں سے اسکو پورا کیا جائے گا۔ اور پھر اسکے بعد اسی طرح روزوں کا حساب کیا جائے گا اور
فرض روزوں میں جو کمی ہوگی وہ نفل روزوں سے پوری کر دی جائے گی اور پھر زکوۃ کا حساب اسی طریقہ
سے ہوگا۔ ان سب چیزوں میں نوافل کو ملا کر بھی اگر نیکیوں کا پلہ بھاری ہو گیا تو وہ شخص خوشی خوشی
جنت میں داخل ہو جائے گا ورنہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی
تھا کہ جو شخص مسلمان ہوتا سب سے اول اس کو نماز سکھائی جاتی۔

قیامت میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا:

(۴) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُرَيْظٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ
بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ الصَّلَاةُ فَإِنْ صَلَحَتْ
صَلَحَ سَائِرُ عَمَلِهِ وَإِنْ فَسَدَتْ فَسَدَ سَائِرُ
عَمَلِهِ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ وَابْنُ
بِاسْنَادِهِ أَفْشَاءَ اللَّهُ كَذَابِي التَّرْغِيبِ وَفِي
الْمُنْتَخَبِ بِرَوَايَةِ الطَّبْرَانِيِّ فِي الْأَوْسَطِ وَ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد۔ جبکہ قیامت
میں سب سے پہلے نماز کا حساب کیا جائے گا، اگر وہ
اچھی اور پوری نکل آئی تو باقی اعمال بھی پورے
اُتریں گے، اور اگر وہ خراب ہو گئی تو باقی اعمال
بھی خراب نکلیں گے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت
کے زمانہ میں ایک اعلان سب جگہ کے حکام کے
پاس بھیجا تھا کہ سب سے زیادہ مہتمم باشند چسینہ

ایضاً عن انس بلفظه وفي الترغيب عن أبي هريرة رفعه الصلوة ثلثة اثلاث الطهور ثلث والركوع ثلث والسجود ثلث فمن أداها بحقها قبلت منه وقبل منه سائر عمله ومن ردت عليه صلواته رد عليه سائر عمله رواه البزار وقال لا نعلمه مرفوعاً إلا من حديث المغيرة بن مسلم قال المحافظ واسناده حسن. وأخرج مالك في الموطأ أن عمر بن الخطاب كتب إلى عماله أن أحصوا من ترك عندى الصلوة من حفظها أو حافظ عليها حفظ ديناً ومن ضيعها فهو لها سواها اضيع كذا في الدرر.

میرے نزدیک نماز ہے۔ جو شخص اسکی حفاظت اور اس کا اہتمام کرے گا وہ دین کے اور اجزاء کا بھی اہتمام کر سکتا ہے اور جو اسکو ضائع کر دے گا وہ دین کے اور اجزاء کو زیادہ برباد کر دے گا۔

ف:- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاک ارشاد اور حضرت عمرؓ کے اس اعلان کا منشا بظاہر یہ ہے جو دوسری حدیث میں آیا ہے کہ شیطان مسلمان سے اس وقت تک ڈرتا رہتا ہے جب تک وہ نماز کا پابند اور اسکو اچھی طرح ادا کرتا رہتا ہے کیونکہ خوف کی وجہ سے اس کو زیادہ جرات نہیں ہوتی۔ لیکن جب وہ نماز کو ضائع کر دیتا ہے تو اس کی جرات بہت بڑھ جاتی ہے اور پھر بہت سے مہلکات اور بڑے بڑے گناہوں میں اسکو مبتلا کر دیتا ہے۔ اور یہی مطلب ہے حق سبحانہ و تقدس کے ارشاد

نماز کی چوری:

۱۵۱ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْوَأُ النَّاسِ سَرَقَةً الَّذِي يَسْرِقُ صَلَاتَهُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ يَسْرِقُ صَلَاتَهُ قَالَ لَا يَتَمَرُّ لَكُمْ هَا وَلَا يَجُودُ هَا رَاهِ الدَّارُ فِي التَّرْغِيبِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِيُّ وَابْنُ خَزِيمَةَ فِي صَحِيحِهِ وَقَالَ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَفِي الْمَقَاصِدِ الْحَسَنَةِ حَدِيثُ أَنَّ أَسْوَأَ النَّاسِ سَرَقَةً رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ فِي مُسْنَدِهِمَا مِنْ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بدترین چوری کرنیوالا شخص وہ ہے جو نماز میں سے بھی چوری کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز میں سے کس طرح چوری کرے گا۔ ارشاد فرمایا کہ اس کا رکوع اور سجدہ اچھی طرح سے نہ کرے۔ ف:- یہ مضمون کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے اول تو چوری خود ہی کس قدر ذلت کی چیز ہے اور چور کو کسی حقارت سے دیکھا جاتا ہے پھر چوری میں بھی اس حرکت کو بدترین چوری

لے ہلاک و تباہ کرنیوالا چیزوں میں سے ہے منتخب کنز الدقائق، یعنی منتخب کنز العمال۔

حدیث الولید بن مسلم عن الاوزاعی
عن یحییٰ بن ابی کثیر عن عبد اللہ بن ابی
قتادة عن ابیہ مرفوعاً فی لفظ یحذفان
وصححا ابن خزيمة والحاکم وقال ابن علی
شرطہما ولم یخرجاه لروایۃ کاتب الاوزاعی
لہ عنہ عن یحییٰ عن ابی سلمۃ عن ابی
ہریرۃ ورواہ احمد ایضاً والطیالسی فی
مسند یمامہ من حدیث علی بن زید عن
سعید بن المسیب عن ابی سعید الخدری
بہ مرفوعاً وروایۃ ابی ہریرۃ عند ابن
منیع فی الباب عن عبد اللہ ابن مغفل
وعن النعمان بن مرۃ عند مالک ورسلاً
فی آخرین۔ وقال المنذری فی الترغیب
لحدیث ابن مغفل رواہ الطبرانی فی معجمہ
الثلثۃ باسناد جید وقال لحدیث ابی
ہریرۃ رواہ الطبرانی فی الاوسط وابن
حبان فی صحیحہ والحاکم وقال صحیحہ الاسناد
قلت وحدیث ابی قتادة وابی سعید کرمہما
السیوطی فی الجامع الصغیر ورقم بالصحیح۔

ارشاد فرمایا گیا ہے کہ رکوع سجدہ کو اچھی طرح نہ
کرے۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک
مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان
کی طرف نگاہ اٹھائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ اس وقت
علم دنیا سے اٹھ جانے کا وقت (منکشف ہوا)
ہے۔ حضرت زیاد صحابی نے عرض کیا، یا رسول اللہ
علم ہم سے کس طرح اٹھ جائے گا۔ ہم لوگ قرآن شریف
پڑھتے ہیں اور اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں (اور وہ
اسی طرح اپنی اولاد کو پڑھائیں گے اور سلسلہ چلتا رہے گا)
حضور نے فرمایا میں تو تجھے بڑا سمجھا رہا تھا کہ
تھا۔ یہ یہود و نصاریٰ بھی تو توراۃ انجیل پڑھتے
پڑھاتے ہیں پھر کیا کار آمد ہوا۔ ابوہریرہ کے
شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے دوسرے صحابی حضرت
عبادہ سے جا کر یہ قصہ سنایا۔ انھوں نے فرمایا
کہ ابوہریرہ درجہ کچھ کہتے ہیں، اور میں بتاؤں کہ
سب پہلے کیا چیز دنیا سے اٹھے گی۔ سب پہلے
نماز کا خشوع اٹھ جائے گا۔ تو دیکھے گا کہ بھری مسجد
میں ایک شخص بھی خشوع سے نماز پڑھنے والا نہ
ہوگا۔ حضرت حذیفہ جو حضور کے رازدار کہلاتے
ہیں وہ بھی فرماتے ہیں کہ سب پہلے نماز کا خشوع اٹھایا جائے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ
شانہ اس نماز کی طرف توجہ ہی نہیں فرماتے جس میں رکوع سجدہ اچھی طرح نہ کیا جائے۔ ایک حدیث
میں ارشاد نبوی ہے کہ آدمی ساٹھ برس تک نماز پڑھتا ہے مگر ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی کہ کبھی رکوع
اچھی طرح کرتا ہے تو سجدہ پورا نہیں کرتا۔ سجدہ کرتا ہے تو رکوع پورا نہیں کرتا۔ حضرت مجد ذالفتح ثانی نور اللہ
مرقدہ نے اپنے مکاتیب (خطوط) میں نماز کے اہتمام پر بہت زور دیا ہے اور بہت گرامی ناموں میں مختلف
مضامین پر بحث فرمائی ہے۔ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سجدہ میں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملانے

کا اور رکوع میں انگلیوں کو علیحدہ علیحدہ کرنے کا اہتمام بھی ضروری ہے۔ شریعت نے انگلیوں کو ملانے کا کھولنے کا حکم بے فائدہ نہیں فرمایا ہے یعنی ایسے معمولی آداب کی رعایت بھی ضروری ہے۔ اسی سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کی جگہ نگاہ کا جائے رکھنا اور رکوع کی حالت میں پاؤں پر نگاہ رکھنا اور سجدہ میں جا کر ناک پر رکھنا اور بیٹھنے کی حالت میں ہاتھوں پر نگاہ رکھنا نماز میں خشوع کو پیدا کرتا ہے اور اس سے نماز میں دلجمعی نصیب ہوتی ہے جب ایسے معمولی آداب بھی اتنے اہم فائدے رکھتے ہیں تو بڑے آداب اور سنتوں کی رعایت تم مجھ لو کہ کس قدر فائدہ بخشے گی۔

نماز میں ہلنے چلنے کی ممانعت :

حضرت عائشہ کی والدہ ام رومان فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ نماز پڑھ رہی تھی نماز میں ادھر ادھر جھکنے لگی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے دیکھ لیا تو مجھے اس زور سے ڈانسا کہ میں (ڈر کی وجہ سے) نماز توڑنے کے قریب ہو گئی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ جب کوئی شخص نماز کو کھڑا ہو تو اپنے تمام بدن کو بالکل سکون سے رکھے، یہود کی طرح ہلے نہیں۔ بدن کے تمام اعضاء کا نماز میں بالکل سکون سے رہنا نماز کے پورا ہونیکا جزو ہے۔

ف :- نماز میں سکون سے رہنے کی تاکید بہت سی حدیثوں میں آئی ہے۔ نبی اکرمؐ کی شان علیہ وسلم کی عادت شریفہ اکثر آسمان کی طرف دیکھنے کی تھی کہ وحی کے فرشتے کا انتظار رہتا تھا اور جب کسی چیز کا انتظار ہوتا ہے تو اس طرف نگاہ بھی لگ جاتی ہے اسی وجہ سے کہیں نماز میں بھی نگاہ اوپر اٹھ جاتی تھی جب قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ النِّبِّینَ حَمْدٌ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ نَازِلٌ هُوَ تَوْبَهُ نَظَرٌ نَظَرٌ رَسَبَتْ تَحِيٌّ صَحَابَةُ كَيْسَ مَعْلُوقٌ بِحَدِيثِ نَبِيِّ آيَا بِي كَرَامٌ اِدْرَادُهُ تَوْبَهُ فَرَمَالِيَا كَرَامٌ تَعَمَّرَ اس آیت شریفہ کے نازل ہونے کے بعد

(۶) عَنْ اُمِّ مَرْثَدَةَ وَالدَّةِ عَائِشَةَ قَالَتْ رَأَيْتُ اَبَا بَكْرٍ وَالصِّدِّيقَ اتَّيَلَّ فِي صَلَاتِهِمْ فَزَجَرَنِي زَجْرًا كَدَّتْ اَنْصُرُ مِنْ صَلَاتِهِمْ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيُسْكِرْ أَطْرَافَهُ لَا يَتَمَيَّلُ تَتَمَيَّلُ الْيَهُودُ فَإِنْ سَكُنَ الْأَطْرَافُ فِي الصَّلَاةِ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ اَخْرَجَ الْحَكِيمُ التِّرْمِذِيُّ مِنْ طَرِيقِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ اُمِّ رُحْمَانَ كَذَا فِي الدِّرْ وَغَرَاهُ السَّيُوطِيُّ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ اِلَى اَبِي نَعِيمٍ فِي الْحَلِيَّةِ وَابْنِ عَدِي فِي الْكَامِلِ وَرَقْمٌ لَهُ بِالضَّعْفِ وَذَكَرَ اَيْضًا بِرَوَايَةِ ابْنِ عَسَاكَرٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ سَكُنَ الْأَطْرَافُ

لے یعنی خیالات منتشر نہیں ہوتے سکون اور نماز کی طرف توجہ ہوتی ہے بلکہ حضرت صدیق اکبرؓ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ۔

سورۃ المؤمن آیت اول۔ (ترجمہ) کامیاب ہو گئے وہ مؤمنین جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کر لیا کرتے ہیں۔

سے کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اسی آیت شریفہ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام جب نماز کو کھڑے ہوتے تھے تو کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے ہم تن نماز کی طرف متوجہ رہتے تھے اپنی نگاہوں کو سجدہ کی جگہ رکھتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ حق تعالیٰ شانہ ان کی طرف متوجہ ہیں۔ حضرت علیؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ خشوع کیا چیز ہے۔ فرمایا کہ خشوع دل میں ہوتا ہے (یعنی دل سے نماز میں متوجہ رہنا) اور یہ بھی اس میں داخل ہے کہ کسی طرف توجہ نہ کرے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ خشوع کرنے والے وہ ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور نماز میں سکون سے رہنے والے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ نفاق کے خشوع سے اللہ ہی سے پناہ مانگو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور نفاق کا خشوع کیا چیز ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ظاہر میں تو سکون ہو اور دل میں نفاق ہو۔ حضرت ابو درداءؓ بھی اس قسم کا ایک اور واقعہ نقل فرماتے ہیں جس میں حضور کا یہ ارشاد نقل کیا کہ نفاق کا خشوع یہ ہے کہ ظاہر بدن تو خشوع والا معلوم ہو اور دل میں خشوع نہ ہو۔ حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ دل کا خشوع اللہ کا خوف ہے اور نگاہ کو نیچی رکھنا۔ حضورؐ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں دارھی پر ہاتھ پھیر رہا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو بدن کے سارے اعضا میں سکون ہوتا۔ حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ نماز میں ادھر ادھر دیکھنا کیسا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہ شیطان کا نماز میں سے اچک لینا ہے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ نماز میں اوپر دیکھتے ہیں وہ اپنی اس حرکت سے باز آجائیں ورنہ نگاہیں اوپر کی اوپر ہی رہ جائیں گی۔ بہت سے صحابہؓ اور تابعین سے نقل کیا گیا ہے کہ خشوع سکون کا نام ہے۔ یعنی نماز نہایت سکون سے پڑھی جاوے۔ متعدد احادیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ نماز ایسی طرح پڑھا کر دو گویا یہ آخری نماز ہے۔ ایسی طرح پڑھا کر جیسا وہ شخص پڑھتا ہے جسکو یہ گمان ہو کہ اس وقت کے بعد مجھے دوسری نماز کی نوبت ہی نہ آئے گی۔

جو نماز آدمی کو غلط حرکتوں سے نہ روکدے وہ نماز ہی کیا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے حق تعالیٰ شانہ کے ارشاد اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی الْاِنْسَانَ (بیشک نماز روکتی ہے بے حیائی سے اور ناشائستہ حرکتوں سے)

(۱) عَنْ عُمَرَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ

۱۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں: نماز اور سر جھکانا، نگاہ پست رکھنا، ادب دستہ بستہ کھڑا ہونا، ادھر ادھر نہ تکانا، کپڑے یا دارھی وغیرہ سے نہ کھینا، انگلیاں نہ چٹھانا اور اسی قسم کے بہت اعمال و احوال جو لازم خشوع میں سے ہیں: (فوائد تفسیر سورہ جبرئیل ص ۳۳)

۲۔ مدنی (۱/۲۷۷) جامع التفسیر (۲)

فَقَالَ مَنْ لَمْ تَنْهَهُ صَلَوَتُهُ عَنِ الْفَحْشَاءِ
وَالْمُنْكَرِ فَلَا صَلَوةَ لَهُ أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ
وَابْنُ مَرْدُودٍ كَذَا فِي الدَّرَرِ الْمُنْتَوَسِ.

کے متعلق دریافت کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کی نماز ایسی نہ ہو اور اسکو بے حیائی اور ناشائستہ حرکتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں۔

فائدہ :- بے شک نماز ایسی ہی بڑی دولت ہے اور اسکو اپنی اصلی حالت پر پڑھنے کا ثمرہ یہی ہے کہ وہ ایسی نامناسب باتوں سے روک دے۔ اگر یہ بات پیدا نہیں ہوئی تو نماز کے کمال میں کمی ہے۔ بہت سی حدیثوں میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نماز میں گناہوں سے روک ہے اور گناہوں سے ہٹانا ہے۔ حضرت ابو العالیہؓ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کے ارشاد اِنَّ الصَّلٰۃَ تَنْهٰی کَآمَاطٍ یَّجِبُہَا (نماز میں یہ چیزیں نہیں ہیں جو نماز میں تین چیزیں ہوتی ہیں۔ اخلاص، اللہ کا خوف، اور اللہ کا ذکر، جس نماز میں یہ چیزیں نہیں وہ نماز ہی نہیں۔ اخلاص نیک کاموں کا حکم کرتا ہے۔ اور اللہ کا خوف بُری باتوں سے روکتا ہے۔ اور اللہ کا ذکر قرآن پاک ہے جو مستقل طور پر اچھی باتوں کا حکم کرتا ہے اور بُری باتوں سے روکتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو نماز بُری باتوں اور نامناسب حرکتوں سے نہ روک دے وہ نماز بجائے اللہ کے قرب کے اللہ سے دُوری پیدا کرتی ہے۔ حضرت حسنؓ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کی نماز اُس کو بُری باتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں۔ اس نماز کی وجہ سے اللہ سے دُور مٹی پیدا ہوتی ہے حضرت ابن عمرؓ نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی مضمون نقل فرمایا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو نماز کی اطاعت نہ کرے اس کی نماز ہی کیا اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ بے حیائی اور بُری باتوں سے رُکے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا رہتا ہے اور صبح ہوتے چوری کرتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس کی نماز اسکو اس فعل سے عنقریب ہی روک دیگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص بُری باتوں میں مشغول ہو تو اسکو اہتمام سے نماز میں مشغول ہونا چاہیے۔ بُری باتیں اسے خود ہی چھوٹ جائیں گی۔ برہر بُری بات کے چھوڑانے کا اہتمام دُشوار بھی ہے اور دیر طلب بھی۔ اور اہتمام سے نماز میں مشغول ہو جانا آسان بھی ہے اور دیر طلب بھی نہیں۔ اس کی برکت سے بُری باتیں اُس سے اپنے آپ ہی چھوٹی ملی جاویں گی۔ حق تعالیٰ شانہ مجھے بھی اچھی طرح نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ افضل

(۸) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

۴ البتہ آدمی اگر نماز کو بہتر بنانے کی کوشش کرتا رہے تو خواہ کامیابی دیر سے ہو لیکن خود یہ کوشش اللہ سے قریب ہونے کا سبب ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ طَوْلُ الْقُنُوتِ
 أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِيُّ
 وَابْنُ مَاجَةَ كَذَا فِي الدَّرَا الْمُنُورِ وَفِيهِ أَيْضًا
 عَنْ مُجَاهِدٍ فِي تَوَلَّى تَعَالَى وَقَوْمُوا لِلَّهِ قَائِمِينَ
 قَالَ مِنَ الْقُنُوتِ الرُّكُوعُ وَالْخُشُوعُ وَطَوْلُ
 الرُّكُوعِ يَغْنِي طَوْلَ الْقِيَامِ وَغَضَبُ الْبَصَرِ وَخَفَضُ
 الْجَنَائِزِ وَالتَّوَهُبَةُ لِلَّهِ وَكَانَ الْفُقَهَاءُ مِنْ أَصْحَابِ
 مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ أَحَدُهُمْ
 فِي الصَّلَاةِ يَهَابُ الرَّحْمَنَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى
 أَنْ يَلْتَفِتَ أَوْ يَنْقَلِبَ الْخَصِي أَوْ يَشُدَّ بَعْسَرَةً
 أَوْ يَعْثُثَ بِشَيْءٍ أَوْ يُحَدِّثَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ
 مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا إِلَّا نَاسِيًا حَتَّى يَنْصَرِفَ أَخْرَجَهُ
 سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَابْنُ جَرِيرٍ
 وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَالْأَصْبَهَانِيُّ فِي
 التَّرغِيبِ وَالتَّوْبِخِ فِي شَعْبِ الْإِيمَانِ. وَهَذَا
 أَخْرَجَهُ إِبْرَاهِيمُ فِي هَذِهِ الْجُمْلَةِ الرَّعَايَةِ
 لِعَدْلِ الْأَرْبَعِينَ وَاللَّهُ وَلِيُّ التَّوْفِيقِ وَقَدْ وَقَعَ
 الْفَرَاغُ مِنْ لَيْلَةِ التَّرْوِيَةِ مِنْ سِتَّةِ سَبْعٍ وَ
 خَمْسِينَ بَعْدَ الْفِ وَاثْنَمِائَةِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ
 أَوَّلًا وَآخِرًا.

نماز وہ ہے جس میں بی بی رکعتیں ہوں۔ مجاہد
 کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کے ارشاد قَوْمُوا لِلَّهِ
 قَائِمِينَ (اور نماز میں) کھڑے رہو اللہ کے سامنے
 موقب۔ اس آیت میں رکوع بھی داخل ہے اور
 خشوع بھی اور بی رکعت ہونا بھی اور آنکھوں
 کو پست کرنا، بازوؤں کو جھکانا (یعنی اگر کے کھڑا
 نہ ہونا) اور اللہ سے ڈرنا بھی شامل ہے کہ لفظ
 قنوت میں جس کا اس آیت میں حکم دیا گیا یہ سب
 چیزیں داخل ہیں) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
 کے صحابہ میں سے جب کوئی شخص نماز کو کھڑا ہوتا
 تھا تو اللہ سے ڈرتا تھا اس بات سے کہ ادھر سے
 ادھر دیکھے یا (سجدہ میں جاتے ہوئے) کنکریوں
 کو الٹ پلٹ کرے (عرب میں صفوں کی جگہ
 کنکریاں بچھائی جاتی ہیں) یا کسی لغو چیز میں مشغول
 ہو یا دل میں کسی دنیاوی چیز کا خیال لائے۔
 ہاں بھول کے خیال آگیا ہو تو دوسری بات ہے۔
 ف۔ قَوْمُوا لِلَّهِ قَائِمِينَ کی تفسیر میں مختلف
 ارشادات وارد ہوئے ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ
 قَائِمِينَ کے معنی چپ چاپ کے ہیں۔ ابتداء
 زمانہ نماز میں بات کرنا، سلام کا جواب دینا
 وغیرہ امور جائز تھے مگر جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو نماز میں بات کرنا ناجائز ہو گیا۔
 حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضورؐ نے اس بات کا عادی بنا رکھا تھا کہ
 جب میں حاضر ہوں تو حضورؐ نماز میں مشغول ہوں میں سلام کرتا حضورؐ جواب دیتے۔ ایک مرتبہ میں
 حاضر ہوا، حضورؐ نماز میں مشغول تھے۔ میں نے حسب عادت سلام کیا، حضورؐ نے جواب نہیں دیا۔ مجھے
 سخت فکر ہوا کہ شاید میرے بارے میں اللہ جل شانہ کے یہاں سے کوئی عتاب نازل ہوا ہو۔ نئے اور
 نہ تمام نسخوں میں یہ نام نہ ملتا تھا لیکن یہ صحیح نہیں۔ ابن ابی حاتم ہونا چاہیے۔ حضرت شیخ مظاہر سے رجوع کر نیچے بعد درست
 کر دیا گیا۔

پُرانے خیالات نے مجھے گھیر لیا، پرانی پرانی باتیں سوچتا تھا کہ شاید فلاں بات پر حضور ناراض ہو گئے ہوں، شاید فلاں بات ہو گئی ہو۔ جب حضور نے سلام پھیر لیا تو ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ اپنے احکام میں جو چاہتے ہیں تبدیل فرماتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ نے نماز میں بولنے کی ممانعت فرمادی۔ اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اور پھر ارشاد فرمایا کہ نماز میں اللہ کے ذکر اُکی تسبیح، اُکی حمد و ثنا کے سوا بات کرنا جائز نہیں۔

معاویہ بن حکم سلمیٰ کہتے ہیں کہ جب میں مدینہ طیبہ مسلمان ہونے کے لئے حاضر ہوا تو مجھے بہت سی چیزیں سکھائی گئیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی تھا کہ جب کوئی چھینکے اور الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا چاہیے۔ چونکہ نئی تعلیم تھی اس وقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ نماز میں نہ کہنا چاہیے ایک صاحب کو نماز میں چھینک آئی، میں نے جواب میں یرحمک اللہ کہا۔ اُس پاس کے لوگوں نے مجھے تنبیہ کے طور پر گھورا۔ مجھے اس وقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ نماز میں بولنا جائز نہیں۔ اس لئے میں نے کہا کہ ہائے افسوس تمہیں کیا ہوا کہ مجھے کڑوی کڑوی بنگا ہوں سے گھورتے ہو۔ مجھے اشارہ سے ان لوگوں نے چپ کر دیا۔ میری سمجھ میں تو آیا نہیں مگر میں چپ ہو گیا۔ جب نماز ختم ہو چکی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے ماں باپ آپ پر قربان) نہ مجھے مارا، نہ ڈانسا، نہ برا بھلا کہا۔ بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ نماز میں بات کرنا جائز نہیں۔ نماز تسبیح و تحمید اور قرآن ہی کا موقع ہے۔ خدا کی قسم حضور صلیا شفیق استاد نہ میں نے پہلے دیکھا نہ بعد میں۔

دوسری تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قَائِلَتَيْنِ کے معنی خاشعین کے ہیں۔ یعنی خشوع سے نماز پڑھنے والے اسی کے موافق مجاہد یہ نقل کرتے ہیں جو اوپر ذکر کیا گیا کہ یہ سب چیزیں خشوع میں داخل ہیں۔ یعنی لمبی لمبی رکعات کا ہونا اور خشوع خشوع سے پڑھنا نگاہ کو نیچی رکھنا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں حضور اقدسؐ رات کو جب نماز گئے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے کورسی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں اس پر طے مَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ نازل ہوئی اور یہ مضمون تو کئی حدیثوں میں آیا ہے کہ حضورؐ اتنی طویل رکعت کیا کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آجاتا تھا اگرچہ ہم لوگوں پر شفقت کی وجہ سے حضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ جب قدر تحملؓ اور نباہ ہو سکے اتنی محنت کرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ تحملؓ سے زیادہ بار اٹھانے کی وجہ سے بالکل ہی جاتا رہے۔ چنانچہ ایک صحابیؓ عورت نے بھی اسی طرح رستی میں

۱۔ سورہ طہ کی پہلی آیت ہے۔ ترجمہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن مجید آپ پر اس لئے نہیں اتارا ہے کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔
۲۔ تحملؓ برداشت۔

اپنے کو باندھنا شروع کیا تو حضورؐ نے منع فرمادیا۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ تحمل کے بعد جتنی لمبی نماز ہوگی اتنی ہی بہتر اور افضل ہوگی۔ آخر حضورؐ کا اتنی لمبی نماز پڑھنا کہ پاؤں مبارک پر درم آجاتا تھا کوئی تو بات رکھتا ہے۔ صحابہ کرام عرض بھی کرتے کہ سورہ نفع میں آپؐ کی مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تو حضورؐ ارشاد فرماتے کہ پھر میں شکر گزار بندہ کیوں نہ بنوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے تو آپؐ کے سینہ مبارک سے رونے کی آواز (سانس رکنے کی وجہ سے) ایسی مسلسل آتی تھی جیسا چنگی کی آواز ہوتی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ایسی آواز ہوتی تھی جیسا کہ ہندیا کے پکنے کی آواز ہوتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں میں نے حضورؐ کو دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے کہ اسی حالت میں صبح فرمادی۔ متعدد احادیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ چند آدمیوں سے بید خوش ہوتے ہیں۔ مجملہ ان کے وہ شخص ہے جو سردی کی رات میں نرم بستر پر لیٹا ہو، اور خوبصورت دل میں جگہ کر نیوالی بیوی پاس لیٹی ہو اور پھر تہجد کیلئے اُٹھے اور نماز میں مشغول ہو جائے۔ حق تعالیٰ شانہ اس شخص سے بہت ہی خوش ہوتے ہیں، تعجب فرماتے ہیں۔ باوجود عالم الغیب ہونے کے فرشتوں سے فرز کے طور پر دریافت فرماتے ہیں کہ اس بندہ کو کس بات نے مجبور کیا کہ اس طرح کھڑا ہو گیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ آپؐ کے لطف و عطا یا کی اُمید نے اور آپؐ کے عتاب کے خوف نے، ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا جس چیز کی اُس نے مجھ سے اُمید رکھی وہ مینے عطا کی اور جس چیز کا اسکو خوف ہے اس سے امن بخشا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ کسی بندہ کو کوئی عطا اللہ کی طرف سے اس سے بہتر نہیں دی گئی کہ اسکو دو رکعت نماز کی توفیق عطا ہو جائے۔

قرآن و حدیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے کہ فرشتے ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ احادیث میں آیا ہے کہ ایک جماعت ان کی ایسی ہے جو قیامت تک رُکوع ہی میں رہے گی۔ اور ایک جماعت اس طرح ہر وقت سجدہ میں مشغول رہتی ہے۔ اور ایک جماعت اس طرح کھڑی رہتی ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے مومن کیلئے یہ اکرام و اعزاز فرمایا کہ ان سب چیزوں کا مجموعہ اسکو دو رکعت نماز میں عطا فرمادیا تاکہ فرشتوں کی ہر عبادت سے اسکو حصہ مل جائے اور نماز میں قرآن شریف کی تلاوت اُن کی عبادتوں پر اضافہ ہے اور جب یہ فرشتوں کی عبادت کا مجموعہ ہے تو انہیں کی سی صفات سے انہیں لطف میسر ہو سکتا ہے۔ اسی لئے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ نماز کیلئے اپنی کمر اور پیٹ کو ہلکا رکھا کرو۔ مگر کو ہلکا رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ بہت سے جھگڑے اپنے پیچھے نہ لگاؤ، اور پیٹ کو ہلکا رکھنا ظاہر ہے کہ

لے ترغیب (ذات اللہ کوئی نعمت سے جامع المصیر ذرا)

زیادہ سیر ہو کر نہ کھاد، اس سے کاہلی سستی پیدا ہوتی ہے۔

نماز میں بارہ ہزار چیزیں ہیں:

مُوفیہ کہتے ہیں کہ نماز میں بارہ ہزار چیزیں ہیں جن کو حق تعالیٰ شانہ نے بارہ چیزوں میں مُنقسم فرمایا ہے۔ ان بارہ کی رعایت ضروری ہے تاکہ نماز مکمل ہو جائے اور اس کا پورا فائدہ حاصل ہو۔ یہ بارہ حسب ذیل ہیں۔ اول علم، حضور کا ارشاد ہے کہ علم کے ساتھ مقننہ اس عمل بھی جہل کی حالت کے بہت سے عمل سے افضل ہے۔ دوسرے وضو، تیسرے لباس، چوتھے وقت، پانچویں قبلہ کی طرف رخ کرنا، چھٹے نیت، ساتویں تکبیر تحریمہ، آٹھویں نماز میں کھڑا ہونا، نویں قرآن شریف پڑھنا، دسویں رکوع، گیارہویں سجدہ، بارہویں التیمات میں بیٹھنا اور ان سب کی تکمیل اخلاص کیساتھ ہے، پھر ان بات کے تین تین جزو ہیں۔ اول علم کے تین جزو یہ ہیں کہ فرضوں اور سنتوں کو علیحدہ علیحدہ معلوم کرے۔ دوسرے یہ معلوم کرے کہ وضو اور نماز میں کتنی چیزیں فرض ہیں، کتنی سنت ہیں۔ تیسرے یہ معلوم کرے کہ شیطان کس کس محو سے نماز میں رخنہ ڈالتا ہے۔ اس کے بعد وضو کے بھی تین جزو ہیں۔ اول یہ کہ دل کو کینہ اور حسد سے پاک کرے جیسا کہ ظاہری اعضاء کو پاک کر رہا ہے۔ دوسرے ظاہری اعضاء کو گناہوں سے پاک رکھے۔ تیسرے وضو کرنے میں نہ اسراف کرے نہ کوتاہی کرے۔ پھر لباس کے بھی تین جزو ہیں۔ اول یہ کہ حلال کمائی سے ہو، دوسرے یہ کہ پاک ہو، تیسرے سنت کے موافق ہو کہ ٹخنے وغیرہ ڈھکے ہوئے نہ ہوں، تکبرا اور بڑائی کے طور پر نہ پہنا ہو۔ پھر وقت میں بھی تین چیزوں کی رعایت ضروری ہے۔ اول یہ کہ دھوپ ستاروں وغیرہ کی خبر گیری رکھے تاکہ اوقات صحیح معلوم ہو سکیں (اور ہمارے زمانہ میں اسکے قائم مقام گھڑی گھنٹے ہو گئے ہیں) دوسرے اذان کی خبر گیری رکھے، تیسرے دل سے ہر وقت نماز کے وقت کا خیال رکھے، کبھی ایسا نہ ہو کہ وقت گزر جائے پتہ نہ چلے۔ پھر قبلہ کی طرف منہ کرنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت رکھے۔ اول یہ کہ ظاہری بدن سے لومہ متوجہ ہو۔ دوسرے یہ کہ دل سے اللہ کی طرف توجہ رکھے کہ دل کا کعبہ وہی ہے۔ تیسرے مالک کھانے جس طرح ہم تن متوجہ ہونا چاہیے اس طرح متوجہ ہو۔ پھر نیت بھی تین چیزوں کی محتاج ہے۔ اول یہ کہ کون سی نماز پڑھ رہا ہے، دوسرے یہ کہ اللہ کے سامنے کھڑا ہے اور وہ دیکھتا ہے، تیسرے یہ کہ وہ دل کی حالت کو بھی دیکھتا ہے، پھر تکبیر تحریمہ کے وقت بھی تین چیزوں کی رعایت کرنا ہے۔ اول یہ کہ لفظ صحیح ہو، دوسرے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے (گویا اشارہ ہے کہ اللہ کے سامنے سب چیزوں کو

نے غرابی پیدا کرتا ہے یعنی نہ پانی فضول بہائے اور نہ اتنا کم کرے کہ اعضاء اپنی طرح تر بھی نہ ہو سکیں نہ اسے گھڑیوں کا وقت بالکل ٹھیک رکھے آگے بھیجے نہ ہوں

پیچھے پھینک دیا) تیسرے یہ کہ اللہ اکبر کہتے ہوئے اللہ کی بڑائی اور عظمت دل میں بھی موجود ہو۔ پھر قیام یعنی کھڑے ہونے میں بھی تین چیزیں ہیں۔ اول یہ کہ نگاہ سجدہ کی جگہ رہے۔ دوسرے دل سے اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا خیال کرے۔ تیسرے کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ جو شخص نماز میں ادھر ادھر متوجہ ہو۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بڑی شکل سے دربانوں کی منت سماجت کر کے بادشاہ کے حضور میں پہنچے اور جب رسائی ہو اور بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہو تو وہ ادھر ادھر دیکھنے لگے، ایسی صورت میں بادشاہ اس کی طرف کیا توجہ کرے گا۔ پھر قرأت میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے۔ اول صحیح ترتیل سے پڑھے، دوسرے اس کے معنی پر غور کرے، تیسرے جو پڑھے اس پر عمل کرے۔ پھر رکوع میں بھی تین چیزیں ہیں۔ اول یہ کہ کمر کو رکوع میں بالکل سیدھا رکھے نہ بچا کرے نہ اونچا (علماء نے لکھا ہے کہ سر اور کمر اور سرین تینوں چیزیں برابر رہیں) دوسرے ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر چوڑی کر کے گھٹنوں پر رکھے، تیسرے تسبیحات کو عظمت اور وقار سے پڑھے، پھر سجدہ میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے۔ اول یہ کہ دونوں ہاتھ سجدہ میں کانوں کے برابر رہیں، دوسرے ہاتھوں کی کہنیاں کھڑی رہیں، تیسرے تسبیحات کو عظمت سے پڑھے، پھر بیٹھنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے۔ اول یہ کہ دایاں پاؤں کھڑا کرے اور بائیں پر بیٹھے۔ دوسرے یہ کہ عظمت کے ساتھ معنی کی رعایت کر کے تشہد پڑھے کہ اس میں حضور پر سلام ہے، مومنین کے لئے دعا ہے پھر فرشتوں پر اور دائیں بائیں جانب جو لوگ ہیں ان پر سلام کی نیت کرے۔ پھر اخلاص کے بھی تین جزو ہیں۔ اول یہ کہ اس نماز سے صرف اللہ کی خوشنودی مقصود ہو، دوسرے یہ سمجھے کہ اللہ ہی کی توفیق سے یہ نماز ادا ہوئی۔ تیسرے اس پر ثواب کی امید رکھے۔

شنا کا ترجمہ و مطلب: ————— حقیقت میں نماز میں بڑی خیر اور بڑی برکت، اسکا ذکر بہت سی خوبیوں کو اور اللہ کی بڑائیوں لئے ہوئے ہے۔ ایک سُبْحَانَكَ اللّٰہُمَّ ہی کو دیکھ لیجئے جو سب سے پہلی دعا ہے کہ کتنے فضائل پر مادی ہے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰہُمَّ یا اللہ تیری پاکی کا بیان کرتا ہوں، کہ تو ہر عیب سے پاک ہے۔ ہر بُرائی سے دور ہے۔ وَبِحَمْدِكَ جتنی تعریف کی باتیں ہیں اور جتنے بھی قابلِ مدح امور ہیں وہ سب تیرے لئے ثابت ہیں اور تجھے زیبا و تبارک و تملک تیرا نام بابرکت ہے اور ایسا بابرکت ہے کہ جس چیز پر تیرا نام لیا جائے وہ بھی بابرکت ہو جاتی ہے وَتَعَالٰی جَدُّكَ تیری شان بہت بلند ہے۔ تیری عظمت سب سے بالاتر ہے۔ وَكَلا إِلَٰهَ غَيْرُكَ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں نہ کوئی ذات پریش کے لائق کبھی ہوئی نہ ہو۔ اسی طرح رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ میرا عظمت اور بڑائی

لے میں امل رکھنے والے فرشتے جو دائیں بائیں انسان کے ساتھ ہر وقت جوتے ہیں۔ عہ چرائیں۔ پھر سے دار۔

والا رب ہر عیب سے بالکل پاک ہے۔ اسکی بڑائی کے سامنے اپنی عاجزی اور بیچارگی کا اظہار ہے کہ گردن کا بلند کرنا غرور اور تکبر کی علامت ہے اور اسکا جھکا دینا نیاز مندی اور فرمانبرداری کا اقرار ہے تو رکوع میں گویا اسکا اقرار ہے کہ تیرے احکام کے سامنے اپنے کو جھکاتا ہوں اور تیری طاعت اور بندگی کو اپنے سر پر رکھتا ہوں، میرا یہ گنہگار جسم تیرے سامنے حاضر ہے اور تیری بارگاہ میں جھکا ہوا، تو بیشک بڑائی والا ہے اور تیری بڑائی کے سامنے میں سرنگوں ہوں۔ اسی طرح سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى میں بھی اللہ کی بجد رفعت اور بلندی کا اقرار ہے اور اس بلندی کے ساتھ ہر برائی اور عیب سے پاکی کا اقرار ہے۔ اپنے اس سر کو اسکے سامنے ڈال دینا ہے جو سارے اعضاء میں اشرف شمار کیا جاتا ہے اور اس میں محبوب ترین چیزیں آنکھ، کان، ناک، زبان ہیں، گویا اس کا اقرار ہے کہ میری سب اشرف اور محبوب چیزیں تیرے حضور میں حاضر اور تیرے سامنے زمین پر پڑی ہوئی ہیں، اس اُمید پر کہ تو مجھ پر فضل فرمائے اور رحم کرے، اور اس عاجزی کا پہلا ظہور اسکے سامنے ہاتھ باندھ کر مودب کھڑے ہونے میں تھا، اس پر ترقی اسکے سامنے سر جھکا دینے میں تھی، اور اس پر بھی ترقی اسکے سامنے زمین پر ناک رگڑنے اور سر رکھ دینے میں ہے۔ اسی طرح پوری نماز کی حالت ہے اور حق یہ ہے کہ یہی اصلی ہیئت نماز کی ہے اور یہی ہے وہ نماز جو دین و دنیا کی فلاح و بہرہ دہ کارزینہ ہے حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے مجھے اور سب مسلمانوں کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

بزرگوں کے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے واقعات :

اور جیسا کہ مجاہدؒ نے بیان کیا ہے فقہائے صحابہؓ کی یہی نماز تھی وہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے، اللہ سے ڈرتے تھے۔ حضرت حسنؓ جب وضو فرماتے تو چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔ کسی نے پوچھا یہ کیا بات ہے تو ارشاد فرمایا کہ ایک بڑے جبار بادشاہ کے حضور میں کھڑے ہونے کا وقت آگیا ہے، پھر وضو کر کے جب مسجد میں تشریف لیجاتے تو مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر یہ فرماتے اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ يَا مُحْسِنُ قَدْ آتَاكَ الْمُسِيءُ وَقَدْ أَمَرْتُ الْمُحْسِنَ مَتَانًا أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنِ الْمُسِيءِ فَأَتَى الْمُحْسِنُ وَأَنَا الْمُسِيءُ فَتَجَاوَزَ عَنِّي قَبِيحٌ مَا عِنْدِي بِجَمِيلٍ مَا عِنْدَكَ يَا كَرِيمُ ترجمہ : یا اللہ تیرا بندہ تیرے دروازہ پر حاضر ہے۔ اے احسان کرنے والے اور بھلائی کا برتاؤ کرنے والے، بد اعمال تیرے پاس حاضر ہے۔ تو نے ہم لوگوں کو یہ حکم فرمایا ہے کہ اچھے لوگ بُروں سے درگزر کریں تو اچھا فی الواقع ہے اور میں بدکار ہوں، اے کریم میری بُرائیوں سے اُن خوبیوں کی بدولت جن کا تو مالک ہے درگزر فرما۔ اس کے بعد مسجد میں داخل ہوتے۔

لے آئیں کہ بدل جاتا تھا۔

حضرت زین العابدینؑ روزانہ ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے۔ تہجد کبھی سفر یا حضر میں ناغہ نہیں ہوا۔ جب وضو کرتے تو چہرہ زرد ہو جاتا تھا۔ اور جب نماز کو کھڑے ہوتے تو بدن پر لرزہ آ جاتا۔ کسی نے دریافت کیا تو فرمایا کیا تمہیں خبر نہیں کہ کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں۔ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے کہ گھر میں آگ لگی یہ نماز میں مشغول رہے، لوگوں نے عرض کیا تو فرمایا کہ دنیا کی آگ سے آخرت کی آگ نے غافل رکھا، آپکا ارشاد ہے کہ مجھے تکبر کرنیوالے پر تعجب ہے کہ کل تک ناپاک نطفہ تھا اور کل کو مُردار ہو جائے گا پھر تکبر کرتا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ تعجب ہے کہ لوگ فنا ہونے والے گھر کے لئے تو فکر کرتے ہیں ہمیشہ رہنے والے گھر کی فکر نہیں کرتے۔ آپ کا معمول تھا کہ رات کو چُپ کر صدقہ کیا کرتے، لوگوں کو یہ بھی خبر نہ ہوتی کہ کس نے دیا۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو سو گھرایسے نکلے جن کا گزارہ آپ کی اعانت پر تھا۔

حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ جب نماز کا وقت آتا تو چہرہ کا رنگ بدل جاتا، بدن پر کچکی آ جاتی۔ کسی نے پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ اس امانت کے ادا کرنے کا وقت ہے جسکو آسمان و زمین نہ اٹھائے، پہاڑ اٹکے اٹھانے سے عاجز ہو گئے، میں نہیں سمجھتا کہ اسکو پورا کر سکوں گا یا نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب اذان کی آواز سنتے تو اسقدر روتے کہ چادر تر ہو جاتی، رگیں پھول جاتیں آنکھیں سُرخ ہو جاتیں۔ کسی نے عرض کیا کہ ہم تو اذان سنتے ہیں مگر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا، آپ اسقدر گھبراتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ مؤذن کیا کہتا ہے تو راحت و آرام سے محروم ہو جائیں اور نیند اڑ جائے۔ اس کے بعد اذان کے ہر ہر جملہ کی تنبیہ کو مفصل ذکر فرمایا۔

ایک شخص نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ذوالنون مصریؒ کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی جب انھوں نے اللہ اکبر کہا تو لفظ اللہ کے وقت ان پر طلال الہی کا ایسا غلبہ تھا گویا ان کے بدن میں روح نہیں رہی بالکل مہو ہو گئے اور جب اکبر زبان سے کہا تو میرا دل انکی اس تکبیر کی ہیبت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

حضرت اویسؓ قرنی مشہور بزرگ اور افضل ترین تابعیؓ ہیں۔ بعض مرتبہ رکوع کرتے اور تمام اہل اسی حالت میں گزار دیتے، کبھی سجدہ میں یہی حالت ہوتی کہ تمام رات ایک ہی سجدہ میں گزار دیتے۔ عصامؓ نے حضرت حاتمؓ زاہد ثنی سے پوچھا کہ آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں۔ فرمایا کہ جب نماز کا وقت آتا ہے اول نہایت اطمینان سے اچھی طرح دُشو کرتا ہوں پھر اس جگہ پہنچتا ہوں جہاں نماز پڑھنا ہے اور اول نہایت اطمینان سے کھڑا ہوتا ہوں کہ گویا کعبہ میرے منہ کے سامنے ہے اور میرا پاؤں پھر اُٹھ رہا ہے، داہنی طرف جنت ہے بائیں طرف دوزخ ہے۔ موت کا فرشتہ میرے سر پر ہے اور میں سمجھتا ہوں

لے ناپاک ظہر تہ زمرۃ الباقین (اور اے میرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پایا سحر قانات ذکر کے)

کہ یہ میری آخری نماز ہے، پھر کوئی اور نماز شاید میسر ہو، اور میرے دل کی حالت کو اللہ ہی جانتا ہے۔ اسکے بعد نہایت عاجزی کیساتھ اللہ اکبر کہتا ہوں، پھر معنی کو سوچ کر پڑھتا ہوں، توضیح کے ساتھ رکوع کرتا ہوں، عاجزی کیساتھ سجدہ کرتا ہوں اور اطمینان سے نماز پوری کرتا ہوں۔ اسی طرح اللہ کی رحمت سے اس کے قبول ہونے کی امید رکھتا ہوں۔ اور اپنے اعمال سے مردود ہو جانے کا خوف کرتا ہوں۔ عصا منے پوچھا کہ کتنی مدت سے آپ ایسی نماز پڑھتے ہیں؟ حاتم نے کہا تین برس سے۔ عصا منے رونے لگے کہ مجھے ایک بھی نماز ایسی نصیب نہ ہوئی۔ کہتے ہیں کہ حاتم کی ایک مرتبہ جماعت فوت ہو گئی جس کا بید اثر تھا ایک دو طے والوں نے تعزیت کی۔ اس پر رونے لگے اور فرمایا کہ اگر میرا ایک بیٹا مر جاتا تو آدھا بلخ تعزیت کرتا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ دس ہزار آدمیوں سے زیادہ تعزیت کرتے جماعت کے فوت ہونے پر ایک دو آدمیوں نے تعزیت کی۔ یہ صرف اس وجہ سے کہ دین کی مصیبت لوگوں کی نگاہ میں دنیا کی مصیبت سے ہلکی ہے۔

حضرت سعید بن المسیبؓ کہتے ہیں کہ بیش برس کے عرصہ میں کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ اذان ہوئی ہو اور میں مسجد میں پہلے سے موجود نہ ہوں۔ محمد بن واضحؓ کہتے ہیں کہ مجھے دنیا میں صرف تین چیزیں چاہئیں۔ ایک ایسا دوست جو مجھے میری لغزشوں پر متنبہ کرتا رہے۔ ایک بقدر زندگی دوزی جس میں کوئی جھگڑا نہ ہو۔ ایک جماعت کی نماز ایسی کہ اس میں جو کوتاہی ہو جائے وہ تو معاف ہو اور ثواب جو ہو مجھے مل جائے۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے ایک مرتبہ نماز پڑھائی، نماز کے بعد فرمانے لگے کہ شیطان نے اس وقت مجھ پر ایک حملہ کیا۔ میرے دل میں یہ خیال ڈالا کہ میں افضل ہوں (اس لئے کہ افضل کو امام بنایا جاتا تھا) آئندہ کبھی بھی نماز نہیں پڑھاؤں گا۔ میمون بن مہران ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لے گئے تو جماعت ہو چکی تھی اِنَّا لِلّٰہِ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور فرمایا کہ نماز کی فضیلت مجھے عراق کی سلطنت سے بھی زیادہ محبوب تھی۔

کہتے ہیں کہ ان حضرات کرام میں سے جس کی تکبیر اولیٰ فوت ہو جاتی تین دن تک اس کا رخ کرتے تھے اور جس کی جماعت جاتی رہتی سات دن تک اس کا افسوس کرتے تھے۔ بکر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ اگر تو اپنے مالک اپنے مولا سے بلا واسطہ بات کرنا چاہے تو جب چاہے کر سکتا ہے۔ کسی نے پوچھا کہ اسکی کیا صورت ہے۔ فرمایا کہ اچھی طرح وضو کر اور نماز کی نیت باندھ لے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ ہم سے باتیں کرتے تھے اور ہم حضورؐ سے باتیں کرتے تھے لیکن جب نماز کا وقت آجاتا تو ایسے

نہ ایمان کا کمال ہی ہے کہ امید و بیم دونوں پوری طرح موجود ہوں۔ خدا کے رحم و کرم پر نظر جائے تو اپنے ہزلہ لگنا ہوں کے باوجود مغفرت کا پورا یقین ہو اور جب بھی اپنی کوتاہیاں سننے آئیں تو کانپ جائے کہ انکا کیا جواب دوں گا۔ ایمان میں لغو و الرجا رکھے (احیاء روز)

ہو جاتے گویا ہم کو پہچانتے ہی نہیں اور ہم تنہا کی طرف مشغول ہو جاتے تھے۔ سَعِيدُ تَوْحِيْدٍ جب تک نماز پڑھتے رہتے مُسْلِمُ السُّوْدُوں کی لڑی رُخساروں پر جاری رہتی۔ خُلف بن اِیُوْب سے کسی نے پوچھا کہ یہ نکھیاں تم کو نماز میں دِق نہیں کرتیں۔ کہنے لگے کہ میں اپنے کو کسی ایسی چیز کا عادی نہیں بناتا، جس سے نماز میں نقصان آئے۔ یہ بدکار لوگ حکومت کے کوڑوں کو برداشت کرتے رہتے ہیں مھن اتنی سی بات کیلئے کہ لوگ کہیں گے کہ بُرا متعلّٰی مزاج ہے اور پھر اسکو فخریہ بیان کرتے ہیں۔ میں اپنے مالک کے سامنے کھڑا ہوں اور ایک مکھی کی وجہ سے حرکت کرنے لگوں۔

بَہْجَةُ النَّفْسِ میں لکھا ہے کہ ایک صحابی رات کو نماز پڑھ رہے تھے، ایک چور آیا اور گھوڑا کھول کر لے گیا۔ لیجاتے ہوئے اس پر نظر بھی پڑ گئی، مگر نماز نہ توڑی۔ بعد میں کسی نے کہا بھی کہ اپنے پکڑ لیا۔ فرمایا جس چیز میں مشغول تھا وہ اس سے بہت اونچی تھی۔

حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہُہُ کا توقّعہ مشہور ہے کہ جب لڑائی میں اُنکے تیر لگ جاتے تو وہ نماز ہی میں نکالے جاتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ران میں ایک تیر گھس گیا۔ لوگوں نے نکالنے کی کوشش کی نہ نکل سکا۔ آپس میں مشورہ کیا کہ جب یہ نماز میں مشغول ہوں اس وقت نکالا جائے۔ آپ نے جب نفلیں شروع کیں اور سجدہ میں گئے تو ان لوگوں نے اسکو زور سے کھینچ لیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس پاس جمع دیکھا، فرمایا کیا تم تیر نکالنے کے واسطے آئے ہو، لوگوں نے عرض کیا کہ وہ تو ہم نے نکال بھی لیا۔ آپ نے فرمایا مجھے خبر ہی نہیں ہوئی۔

مُسلم بن یسار جب نماز پڑھتے تو گھر والوں سے کہہ دیتے کہ تم باتیں کرتے رہو مجھے تمہاری باتوں کا پتہ نہیں چلے گا۔ رَبيع کہتے ہیں کہ میں جب نماز میں کھڑا ہوتا ہوں مجھ پر اس کا فکر سوار ہو جاتا ہے کہ مجھ سے کیا کیا سوال و جواب ہو گا۔ عَامِر بن عبد اللہ جب نماز پڑھتے تو گھر والوں کی باتوں کی تو کیا خبر ہوتی ڈھول کی آواز کا بھی پتہ نہ چلتا تھا۔ کسی نے اُن سے پوچھا کہ تمہیں نماز میں کسی چیز کی بھی خبر ہوتی ہے۔ فرمایا ہاں مجھے اس کی خبر ہوتی ہے کہ ایک دن اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہونا ہو گا اور دونوں گھروں جنت یا دوزخ میں سے ایک میں جانا ہو گا۔ انھوں نے عرض کیا، یہ نہیں پوچھتا ہماری باتوں میں سے بھی کسی کی خبر ہوتی ہے؟ فرمایا کہ مجھ میں نیزوں کی بھالیں گھس جائیں یہ زیادہ اچھا ہے اس سے کہ مجھے نماز میں تمہاری باتوں کا پتہ چلے۔ ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر آخرت کا منظر اسوقت میرے سامنے ہو جائے تو میرے یقین اور ایمان میں اضافہ نہ ہو (کہ غیب پر ایمان اتنا ہی بچتے ہے جتنا مشاہدہ پر ہوتا ہے) ایک صاحب کا کوئی عضو خراب ہو گیا تھا جس کیلئے اس کے کاٹنے کی ضرورت

چنانچہ نماز پڑھتے ہوئے اس عضو کو کاٹ دیا گیا۔ ایک صاحب پوچھا گیا کہ تمہیں نماز میں دنیا کا بھی خیال آجاتا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ نہ نماز میں آتا ہے نہ بغیر نماز کے۔ ایک اور صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ اُن سے کسی نے دریافت کیا کہ تمہیں نماز میں کوئی چیز یاد آجاتی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ نماز بھی زیادہ کوئی محبوب چیز ہے جو نماز میں یاد آئے۔

بہجۃ النّفوس میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ کی خدمت میں ایک شخص ملنے کے لئے آیا، وہ ظہر کی نماز میں مشغول تھے وہ انتظار میں بیٹھ گیا۔ جب نماز سے فارغ ہو چکے تو نفلوں میں مشغول ہو گئے اور عصر تک نفلیں پڑھتے رہے۔ یہ انتظار میں بیٹھا رہا۔ نفلوں سے فارغ ہوئے تو عصر کی نماز شروع کر دی اور اس سے فارغ ہو کر ذکر میں مشغول ہو گئے اور مغرب تک مشغول رہے۔ پھر مغرب کی نماز پڑھی اور نفلین شروع کر دیں۔ عشاء تک اس میں مشغول رہے۔ یہ بیچارہ انتظار میں بیٹھا رہا۔ عشاء کی نماز پڑھ کر پھر نفلوں کی نیت باندھ لی اور صبح تک اس میں مشغول رہے پھر صبح کی نماز پڑھی اور ذکر شروع کر دیا اور اوراد و وظائف پڑھتے رہے۔ اسی میں مُصلّے پر بیٹھے بیٹھے آنکھ جھپک گئی تو فوراً آنکھوں کو ملتے ہوئے اُٹھے، استغفار و توبہ کرنے لگے اور یہ دُعا پڑھی۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عِلْبٍ لَا تَسْبَعُ مِنَ النَّوْمِ (اللہ ہی سے پناہ مانگتا ہوں ایسی آنکھ سے جو نیند سے بھرتی ہی نہیں)

ایک صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ وہ رات کو سوئے لیٹے تو کوشش کرتے کہ آنکھ لگ جائے مگر جب نیند نہ آتی تو اُٹھ کر نماز میں مشغول ہو جاتے اور عرض کرتے یا اللہ تجھ کو معلوم ہے کہ جہنم کی آگ کے خوف نے میری نیند اُڑادی۔ یہ کہہ کر صبح تک نماز میں مشغول رہتے۔

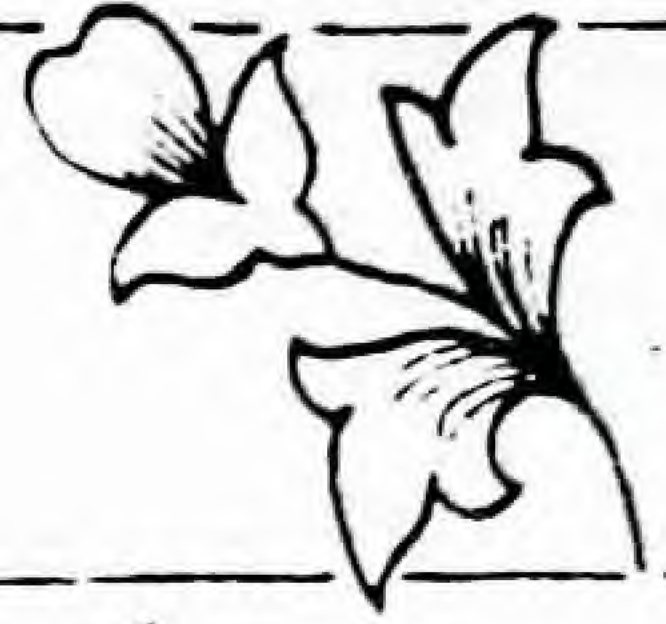
ساری رات بے چینی اور اضطراب یا شوق و اشتیاق میں جاگ کر گزار دینے کے واقعات اس کثرت سے ہیں کہ اُن کا احاطہ ممکن نہیں۔ ہم لوگ اس لذت سے اتنے دُور ہو گئے ہیں کہ ہم کو ان واقعات کی صحت میں بھی تردّد ہونے لگا۔ لیکن اول تو جس کثرت اور تواتر سے یہ واقعات نقل کئے گئے ہیں ان کی تردید میں ساری ہی توارخ سے اعتماد اٹھتا ہے کہ واقعہ کی صحت کثرت نقل ہی سے ثابت ہوتی ہے۔ دوسرے ہم لوگ اپنی آنکھوں سے ایسے لوگوں کو آئے دن دیکھتے ہیں جو سینما اور تھیٹر میں ساری رات کھڑے کھڑے گزار دیتے ہیں کہ نہ ان کو تعب ہوتا ہے نہ نیند ساتی ہے۔ پھر کیا وجہ کہ ہم ایسے معاصی کی لذتوں کا یقین کرنے کے باوجود ان طاعات کی لذتوں کا انکار کریں۔ حالانکہ طاعت میں اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے قوت بھی عطا ہوتی ہے۔ ہمارے اس تردّد کی وجہ اس کے سوا اور کیا

لے تھکن۔

ہو سکتی ہے کہ ہم ان لذتوں سے نا آشنا ہیں اور نابالغ بلوغ کی لذتوں سے ناواقف ہوتا ہی ہے۔
حق تعالیٰ شانہ اس لذت تک پہنچا دیں تو زہے نصیب“



آخری گذارش



صوفیہ نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں اللہ جل شانہ کے ساتھ مناجات کرنا اور ہم کلام ہونا ہے جو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا۔ نماز کے علاوہ اور عبادتیں غفلت سے بھی ہو سکتی ہیں مثلاً زکوٰۃ ہے کہ اس کی حقیقت مال کا خرچ کرنا ہے۔ یہ خود ہی نفس کو اتنا شاق ہے کہ اگر غفلت کے ساتھ ہو تب بھی نفس کو شاق گذرے گا۔ اسی طرح روزہ دن بھر کا بھوکا پیاسا رہنا، صحبت کی لذت رکنا کہ یہ سب چیزیں نفس کو مغلوب کرنے والی ہیں۔ غفلت سے بھی اگر متحقق ہوں تو نفس کی شدت و تیزی پر اثر پڑے گا۔ لیکن نماز کا معظم حصہ ذکر ہے، قرأت قرآن ہے۔ یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہیں ایسی ہی ہیں جیسے بخار کی حالت میں ہڈیاں اور کمر اس ہوتی ہے کہ جو چیز دل میں ہوتی ہے وہ زبان پر ایسے اوقات میں جاری ہو جاتی ہے نہ اس میں کوئی مشقت ہوتی ہے نہ کوئی نفع۔ اسی طرح چونکہ نماز کی عادت پڑ گئی ہے اسلئے اگر توجہ نہ ہو تو عادت کے موافق بلا سوچے سمجھے زبان سے الفاظ نکلتے رہیں گے۔ جیسا کہ سونے کی حالت میں اکثر باتیں زبان سے نکلتی ہیں کہ سننے والا اسکو اپنے سے کلام سمجھتا ہے نہ اسکا کوئی فائدہ ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ شانہ بھی ایسی نماز کی طرف التفات اور توجہ نہیں فرماتے جو بلا ارادہ کے ہو۔ اسلئے نہایت اہم ہے کہ نماز اپنی وسعت و ہمت کے موافق پوری توجہ سے پڑھی جائے۔

ایک ضروری بات :- لیکن یہ امر نہایت ضروری ہے کہ اگر یہ حالات اور کیفیات جو پچھلوں کی معلوم ہوئی ہیں حاصل نہ ہوں تب بھی نماز جس حال سے بھی ممکن ہو ضرور پڑھی جائے۔ یہ بھی شیطان کا ایک سخت ترین مکر ہوتا ہے کہ وہ یہ سمجھائے کہ بُری طرح پڑھنے سے تو نہ پڑھنا ہی اچھا ہے۔ یہ غلط ہے۔ نہ پڑھنے سے بُری طرح کا پڑھنا ہی بہتر ہے۔ اسلئے کہ نہ پڑھنے کا

۱۰ اکبر الہ آبادی فرماتے ہیں (خفیہ ترسیم کے ساتھ) ۷

۱۱ نا تجربہ کاری سے زاہد کی ہیں یہ باتیں
اس لطف کو کیا جانے پوچھو تو سمجھی پی ہے

۱۲ پال جائیں سے اکثر حصہ۔

جو عذاب ہے وہ نہایت ہی سخت ہے۔ حتیٰ کہ علماء کی ایک جماعت نے اس شخص کے کفر کا فتویٰ دیا ہے جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے۔ جیسا کہ پہلے باب میں مفصل گزر چکا ہے۔ البتہ اس کی کوشش ضرور ہونا چاہیے کہ نماز کا جو حق ہے اور اپنے اکابر اس کے مطابق پڑھ کر دکھائے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے اس کی توفیق عطا فرمائیں اور عمر بھر میں کم از کم ایک ہی نماز ایسی ہو جائے جو پیش کرنے کے قابل ہو۔ اخیر میں اس امر پر تنبیہ ضروری ہے کہ حضراتِ محدثین رضی اللہ عنہم اجمعین کے نزدیک فضائل کی روایات میں توسع ہے اور معمولی ضعف قابلِ تسامح۔ باقی صوفیہ کرام رحمہم اللہ کے واقعات تو تاریخی حیثیت رکھتے ہی ہیں اور ظاہر ہے کہ تاریخ کا درجہ حدیث کے درجہ سے کم ہے۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَكَ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّبَنِي آدَمَ وَلَا تَجْعَلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاعْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔

وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِ الْوَالِدِينَ وَالْآخِرِينَ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَاتَّبَاعِهِمْ وَحَمَلَةِ الدِّينِ الْمَتَّيْنِ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔



زکریا عفی عنہ کا ندھلوی

شبِ دو شنبہ، محرم ۱۳۵۸ھ



قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً

(الحديث)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری
طرف سے پہنچا دو اگرچہ ایک ہی آیت ہو

فضائل تبلیغ

جسم میں

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ بانی
سلسلہ تبلیغ کی تعمیل ارشاد میں تبلیغ کی اہمیت اور اس کے آداب
نیز مبلغین اور عام لوگوں کے فرائض بیان کئے گئے ہیں

تالیف

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب اللہ مرقدہ

ناشر: یوسف سنز

ناشران، تاجران کتب و اسٹیشنرز

13 - نیو آردو بازار - کراچی - فون 214453

فہرست مضامین فضائل تبلیغ محشی

صفحہ	مضمون	فصل
۳	آغاز کتاب	تہید
۵	تبلیغ کی تاکید و ترغیب پر چند آیات	فصل اول
۱۰	تبلیغ کی تاکید و ترغیب پر چند حدیثیں	فصل دوم
۲۳	تبلیغ کی اپنی اصلاح کی اہمیت	فصل سوم
۲۵	مومن کی آبرو کی اہمیت	فصل چہارم
۲۷	اچھی بات اچھے ہی انداز میں سمجھائیے (حاشیہ)	
۲۸	تبلیغین کیلئے اخلاص کی اہمیت اور تاکید	فصل پنجم
۳۱	علماء کرام کا مقام و مرتبہ	فصل ششم
۳۵	اللہ والوں سے تعلق رکھنے کی تاکید	فصل ہفتم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ



حمد و صلوة کے بعد، مجددین اسلام کے ایک درخشندہ جوہر، اور علماء و مشائخ عصر کے ایک آبدار گوہر کا ارشاد ہے کہ تبلیغ دین کی ضرورت کے متعلق مختصر طور پر چند آیات و احادیث لکھ کر پیش کروں۔ چونکہ مجھ جیسے سیہ کار کے لئے ایسے ہی حضرات کی رضا و خوشنودی وسیلہ نجات اور کفارہ سیئات ہو سکتی ہے۔ اسلئے اس عجاۃ نافعہ کو خدمت میں پیش کرتے ہوئے ہر اسلامی مدرسہ، اسلامی انجمن، اسلامی اسکول اور ہر اسلامی طاقت بلکہ ہر مسلمان سے گزارش ہے کہ اس وقت دین کا انحطاط جس قدر روز افزوں ہے، دین کے اوپر جس طرح کفار کی طرف سے نہیں خود مسلمانوں کی طرف سے حملے ہو رہے ہیں، فرائض و واجبات پر عمل عام مسلمانوں سے نہیں بلکہ خاص اور اخص انخواص مسلمانوں سے متروک ہوتا جا رہا ہے۔ نماز روزہ کے چھوڑ دینے کا کیا ذکر جبکہ لاکھوں آدمی کھلے ہوئے شرک و کفر میں مبتلا ہیں۔ اور غضب یہ ہے کہ انکو شرک و کفر نہیں سمجھتے، محرمات اور فسق و فجور کا شیوہ جس قدر صاف اور واضح طریق سے بڑھتا جا رہا ہے اور دین کے ساتھ لاپرواہی بلکہ استخفاف و استہزاء جتنا عام ہوتا جا رہا ہے وہ کسی فرد بشر سے مخفی نہیں۔ اسی وجہ سے خاص علماء بلکہ عام علماء میں بھی لوگوں سے یکسوئی اور وحدت بڑھتی جا رہی ہے جس کا لازمی اثر یہ ہو رہا ہے کہ دین اور دینیات سے اجنبیت میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ عوام اپنے کو معذور کہتے ہیں کہ انکو بتلانے والا کوئی نہیں، لیکن خدائے قدوس کے یہاں نہ عوام کا یہ عذر کافی کہ کسی نے بتلایا نہ تھا اس لئے کہ

۱۔ مراد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۲۔ عجاۃ نافعہ جلدی میں لکھی ہوئی کچھ کارآمد نصیحتوں کا مجموعہ — ۳۔ زوال ۴۔ روز افزوں ہے یعنی برابر بڑھتا جا رہا ہے عام ہونا۔

۵۔ استخفاف :- دین کی باتوں کو معمولی اور غیر اہم سمجھنا۔ استہزاء :- دینی معاملات کا مذاق اڑانا۔

دینی امور کا معلوم کرنا، تحقیق کرنا ہر شخص کا اپنا فرض ہے قانون سے ناواقفیت کا عذر کسی حکومت میں بھی معتبر نہیں۔ اَحْکَمُ الْخَائِمِیْن کے یہاں یہ پوچھ عذر کیسے چل سکتا ہے یہ تو عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ اسی طرح نہ علماء کے لئے یہ جواب موزوں کہ کوئی سننے والا نہیں۔ جن اسلاف کی نیابت کے آپ حضرات دعویٰ داری ہیں انہوں نے کیا کچھ تبلیغ کی خاطر برداشت نہیں فرمایا، کیا پتھر نہیں کھائے، گالیاں نہیں کھائیں، مصیبتیں نہیں جھیلیں؟ لیکن ہر نوع کی تکالیف برداشت فرمانے کے بعد اپنی تبلیغی ذمہ داریوں کا احساس فرما کر لوگوں تک دین پہنچایا، ہر سخت سے سخت مزاحمت کے باوجود نہایت شفقت سے اسلام و احکام کی اشاعت کی۔

عام طور پر مسلمانوں نے تبلیغ کو علماء کے ساتھ مخصوص سمجھ رکھا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ ہر وہ شخص جس کے سامنے کوئی منکر ہو رہا ہو اور وہ اس کے روکنے پر قادر ہو یا اس کے روکنے کے اسباب پیدا کر سکتا ہو اس کے ذمہ واجب ہے کہ اس کو روکے اور اگر بفرض محال مان بھی لیا جاوے کہ یہ علماء کا کام ہے تب بھی جبکہ وہ اپنی کوتاہی سے یا کسی مجبوری سے اس حق کو پورا نہیں کر رہے ہیں یا ان سے پورا نہیں ہو رہا ہے تو ضروری ہے کہ ہر شخص کے ذمہ یہ فریضہ عائد ہو۔ قرآن و حدیث میں جس قدر اہتمام سے تبلیغ اور اَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ کو ارشاد فرمایا گیا ہے وہ ان آیات و احادیث سے ظاہر ہے جو آئندہ فصلوں میں آرہی ہیں۔ ایسی حالت میں صرف علماء کے ذمہ رکھ کر یا ان کی کوتاہی بتا کر کوئی شخص بَرِّیُّ الدِّمَہ نہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میری علی العموم درخواست ہے کہ ہر مسلمان کو اس وقت تبلیغ میں کچھ نہ کچھ حصہ لینا چاہیے اور جس قدر وقت بھی دین کی تبلیغ اور حفاظت میں خرچ ہو سکتا ہو کرنا چاہیے ۵

ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتم شمار
کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست
یہ بھی معلوم کر لینا ضروری ہے کہ تبلیغ کیلئے یا اَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ اور نہی عَنِ الْمُنْكَرِ کے لئے

۱۔ منکر:- برائی ۲۔ ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ آدمی جتنی بات صحیح طور پر جانتا ہو اتنی ہی دوسروں کو بتائے اور اپنی معلومات سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرے اس لئے کہ یہ خود ایک بُرائی ہے ۳۔ (ترجمہ) جو بھی وقت میسر آجائے اسے غنیمت سمجھ اس لئے کہ کسے خبر ہے انجام کیا ہونے والا ہے

پورا کامل و مکمل عالم ہونا ضروری نہیں ہر وہ شخص جو کوئی مسئلہ جانتا ہو اسکو دوسروں تک پہنچائے۔ جب اسکے سامنے کوئی ناجائز امر کیا جا رہا ہو اور وہ اسکے روکنے پر قادر ہو تو اسکا روکنا اس پر واجب ہے۔ اس رسالہ میں مختصر طور پر ثباتِ فصیلیں ذکر کی ہیں۔

فصل اول

(اس فصل) میں تبرکاً اللہ پاک کی بابرکت کلام میں سے چند آیات کا ترجمہ جنہیں تبلیغ و امر بالمعروف کی تاکید و ترغیب فرمائی ہے پیش کرتا ہوں جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ خود حق سبحانہ و تقدس کو اسکا کتنا اہتمام ہے کہ جسکے لئے بار بار مختلف عنوانوں سے اپنے پاک کلام میں اسکا اعادہ کیا ہے۔ تقریباً سٹھ آیات تو میری کوتاہ نظر سے اسکی ترغیب اور توصیف میں گزر چکی ہیں۔ اگر کوئی دقیق النظر غور سے دیکھے تو نہ معلوم کس قدر آیات معلوم ہوں چونکہ ان سب آیات کا اس جگہ جمع کرنا طول کا سبب ہوگا۔ اسلئے چند آیات ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

① قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَمَنْ أَحْسَنُ
تَوْلاً قَسَمٌ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا
وَقَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔

① اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے
جو خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے
کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ (بیان القرآن)

مفسرین نے لکھا ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی طرف کسی کو بلائے وہ اس بشارت اور تعریف کا مستحق ہے خواہ کسی طریق سے بلائے: مثلاً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معجزہ وغیرہ سے بلائے ہیں، اور علماء دلائل سے، مجاہدین تلوار سے، اور مؤذنین اذان سے۔ غرض جو بھی کسی شخص کو دعوتِ الی الخیر کرے وہ اس میں داخل ہے خواہ اعمالِ ظاہرہ کی طرف بلائے یا اعمالِ باطنہ کی طرف جیسا کہ مشائخ صوفیہ معرفت اللہ کی طرف بلائے

لہٰ جسطرح بلائیں یہ بات غلط ہے کہ آدمی ایک بات کو جاننے کے باوجود دوسروں تک نہ پہنچائے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ بات غلط ہے کہ آدمی جانتا تو ہو ایک بات اور دوسروں کو اپنی طرف سے ایسی سیدھی کئی باتیں بتانے لگے۔ اور ایک بات کی تبلیغ کرتے کرتے پورے دین کی تبلیغ کی ذمہ داری اپنے اوپر لیے اور علم کے بغیر دوسروں کو تعلیم دینے لگے یہ ہر فصل کے شروع میں تو سین میں اس لفظ کا اضافہ کیا گیا ہے۔

ہیں۔ (خانن) مُفسِّرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ قَالَ اِنِّیْ مِنْ الْمُسْلِمِیْنَ میں اسطوف اشارہ ہے کہ مسلمان ہونے کے ساتھ تفاخر بھی ہو۔ اسکو اپنے لئے باعثِ عزت بھی سمجھتا ہو۔ اس اسلامی امتیاز کو تفاخر کے ساتھ ذکر بھی کرے۔ بعض مُفسِّرین نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مقصد یہ ہے کہ اس وعظ، نصیحت، تبلیغ سے اپنے کو بہت بڑی ہستی نہ کہنے لگے بلکہ یہ کہے کہ عام مسلمان میں سے ایک مسلمان میں بھی ہوں۔

۲ وَذِكْرُ فَاِتِّ الدِّكَرِیٰ تَنْفَعُ ۲ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو سمجھاتے المؤمنین۔ دہئے، کیونکہ سمجھانا ایمان والوں کو نفع دیگا۔

مُفسِّرین نے لکھا ہے کہ اس سے قرآن پاک کی آیات سنا کر نصیحت فرمانا مقصود ہے کہ وہ نفع رساں ہے مومنین کیلئے تو ظاہر ہے کفار کے لئے بھی، اس لحاظ سے کہ وہ انشاء اللہ اسکے ذریعہ سے مومنین میں داخل ہو جائیں گے اور آیت کے مصداق میں شامل ہونگے، ہمارے اس زمانہ میں وعظ و نصیحت کا راستہ تقریباً بند ہو گیا ہے وعظ کا مقصد بالعموم شہسکی تقریر بن گیا ہے تاکہ سننے والے تعریف کر دیں حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جو شخص تقریر و بلاغت اسلئے سیکھے تاکہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے تو قیامت کے دن اسکی کوئی عبادت مقبول نہیں نہ فرض نہ نفل۔

۳ وَامْرُؤُاْ هَلَكٌ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَكِرْ ۳ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے متعلقین عَلَیْہَا لَا تَسْئَلُكَ رِزْقًا نَّحْنُ نَرْزُقُكَ کو بھی نماز کا حکم کرتے رہئے اور خود بھی اسکے وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰی۔ پابند رہئے۔ ہم آپ سے معاش نہیں چاہتے

معاش تو آپ کو ہم دینگے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔

متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی تنگیِ معاش کے رفع فرمانے کا فکر ہوتا تو اسکو نماز کی تاکید فرماتے اور آیت بالا کو تلاوت فرما کر گویا اسطوف اشارہ فرماتے کہ وسعتِ رزق کا وعدہ اہتمام نماز پر موقوف ہے، علماً نے لکھا ہے کہ اسی آیت شریفہ میں نماز کے حکم کرنے کے ساتھ خود اپراہتمام کرنے کا

لہ آج عام طور پر ہم مسلمانوں میں یہ بلا بہت عام ہو گئی ہے کہ اپنے مسلمان ہونے کو شرم کی بات سمجھتے ہیں اور اس کو لوگوں سے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں یہ انتہائی بُزدلی کی بات ہے۔ اگر سارے مسلمان اپنے اسلامی شعار کو قائم کر لیں تو جس کمزوری کی وجہ سے یہ اپنے کو چھپاتے ہیں یہ ایک بڑی قوت سے بدل جائے اور آپس میں ہر جگہ ایک دوسرے کو دیکھ کر قوت محسوس کریں عہ فخر و عزت عہ معاش یعنی روزی۔

حکم اسلئے ارشاد ہوا ہے کہ یہ اَنْفَع ہے کہ تبلیغ کے ساتھ ساتھ جس چیز کا دوسروں کو حکم کیا جائے خود بھی اسی پر اہتمام کیا جائے کہ اس سے دوسروں پر اثر بھی زیادہ ہوتا ہے اور دوسروں کے اہتمام کا سبب بنتا ہے۔ اسی لئے ہدایت کے واسطے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا ہے کہ وہ نمونہ بنکر سامنے ہوں تو عمل کرنے والوں کو عمل کرنا سہل ہو، اور یہ خدشہ نہ گندے کہ فلاں حکم مشکل ہے اس پر عمل کیسے ہو سکتا ہے۔ اسکے بعد رزق کے وعدہ کی مصلحت یہ ہے کہ نماز کا اپنے اوقات کے ساتھ اہتمام بسا اوقات اسبابِ معیشت میں ظاہراً نقصان کا سبب معلوم ہوتا ہے بالخصوص تجارتِ ملازمت وغیرہ میں، اسلئے اسکو ساتھ کے ساتھ دفع فرمادیا کہ یہ ہمارے ذمہ ہے یہ سب دنیاوی امور کے اعتبار سے ہے اسکے بعد بطور قاعدہ کلیہ اور امر یہی کے فرمایا کہ عاقبت تو بے ہی متقیوں کیلئے اس میں کسی دوسرے کی شرکت ہی نہیں۔

۴) يَا بَنِي آدِمَ اتَّبِعِ الصَّلَاةَ وَامْسُرُوا بِالْمَعْرُوفِ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْكَرِ وَأَصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَلِكُمْ مِنْ عَزَمِ الْأُمُورِ۔

۵) بیٹا نماز پڑھا کر، اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور بُرے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر، یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے (بیان القرآن)

اس آیت شریفہ میں مہتمم بالشان امور کو ذکر فرمایا ہے اور حقیقت یہ امور اہم ہیں، تمام کامیابیوں کا ذریعہ ہیں۔ مگر ہم لوگوں نے ان ہی چیزوں کو خاص طور سے پس پشت ڈال رکھا ہے۔ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ کا تو ذکر ہی کیا کہ وہ تو تقریباً سب ہی کے نزدیک متروک ہے۔ نماز جو تمام عبادات میں سب سے زیادہ اہم چیز ہے اور ایمان کے بعد سب سے مقدم اسی کا درجہ ہے اسکی طرف سے بھی کس قدر غفلت برتی جاتی ہے۔ اُن لوگوں کو چھوڑ کر جو بے نمازی کہلاتے ہیں خود نمازی لوگ بھی اسکا کابلِ اہتمام نہیں فرماتے، بالخصوص جماعت جسکی طرف اقامتِ نماز سے اشارہ ہے صرف غر بار کے لئے رہ گئی، امرار اور باعزت لوگوں کے لئے مسجد میں جانا گویا عار بن گیا ہے۔ کِنِی اللّٰہِ الْمُشْتٰکِی۔

ع آنچہ عارتست او فخر من است

۵) وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ ۝ اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی

نہ یعنی سبھی سے یا اکثر سے اس میں عملی کوتاہی ہو رہی ہے لہٰذا جس چیز کو تو باعثِ شرم سمجھتا ہے وہی میرے لئے باعثِ فخر ہے۔ مراد یہ ہے کہ اہل ایمان نے اس عزت کی چیز کو شرم کی چیز سمجھ لیا ہے۔

إِلَى الْخَيْرِ وَيَا مُرُودٍ بِالْمَعْرُوفِ وَ
يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ
السَّافِلُونَ.

ضروری ہے کہ خیر کی طرف بُلانے اور نیک
کاموں کے کرنے کو کہا کرے اور بُرے کاموں
سے روکا کرے اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہونگے،

حق سبحانہ و تقدس نے اس آیت شریفہ میں ایک اہم مضمون کا حکم فرمایا ہے وہ یہ
کہ اُمت میں سے ایک جماعت اس کام کیلئے مخصوص ہو کہ وہ اسلام کی طرف لوگوں کو
تبلیغ کیا کرے، یہ حکم مسلمانوں کے لئے تھا مگر افسوس کہ اس اصل کو ہم لوگوں نے بالکل
ترک کر دیا ہے اور دوسری قوموں نے نہایت اہتمام سے پکڑ لیا ہے۔ نصاریٰ کی
مستقل جماعتیں دُنیا میں تبلیغ کے لئے مخصوص ہیں اور اسی طرح دوسری اقوام میں
اسکے لئے مخصوص کارکن موجود ہیں۔ لیکن مسلمانوں میں بھی کوئی جماعت ایسی ہے؟ اسکا
جواب نفی میں نہیں تو اثبات میں تبھی مشکل ہے۔ اگر کوئی جماعت یا کوئی فرد اسکے لئے
اُٹھا تبھی ہے تو اسوجہ سے کہ بجائے اعانت کے اسپر اعتراضات کی اسقدر بھرمار ہوتی
ہے کہ وہ آج نہیں تو کل تھک کر بیٹھ جاتا ہے۔ حالانکہ خیر خواہی کا مقتضایہ تھا کہ اسکی
مدد کی جاتی، اور کوتاہیوں کی اصلاح کی جاتی۔ نہ یہ کہ خود کوئی کام نہ کیا جاوے اور کام
کر نیوالوں کو اعتراضات کا نشانہ بنا کر انکو کام کرنے سے گویا روک دیا جاوے۔

۱ کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ
لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ
تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

۲ تم بہترین اُمت ہو کہ لوگوں کے
رفعِ رسانی کے لئے نکالے گئے ہو، تم لوگ
نیک کام کا حکم کرتے ہو اور بُرے کام سے منع

کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔ (بیان القرآن و ترجمہ عاشقی)

مسلمانوں کا اشرفُ الناس اور اُمتِ محمدیہ کا اشرفُ الامم ہونا متعدد احادیث
میں تصریح سے وارد ہوا ہے۔ قرآن پاک کی آیات میں بھی کئی جگہ اس مضمون کو صراحتاً
و اشارۃً بیان فرمایا گیا ہے۔ اس آیت شریفہ میں بھی خیر اُمتیہ کا اطلاق فرمایا گیا ہے اور
اسکے ساتھ ہی اسکی علت کی طرف بھی اشارہ فرمایا گیا ہے کہ تم بہترین اُمت ہو، اسلئے

لہ عیسائیوں میں ہزار ہا کی تعداد میں ایسے لوگ ہیں جو سخت سے سخت قربانیاں دیکر اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں
اور دور دراز دیہاتوں میں جا کر غریب لوگوں کو ہر طرح کی اُمیدیں دلا کر لالچ دیکر عیسائی ہونے کی دعوت دیتے ہیں
اور اس کام کیلئے کروڑوں روپیہ خرچ ہو رہا ہے۔ بیان القرآن از مولانا اشرف علی تھانوی اور ترجمہ عاشقی
مراد مولانا عاشق الہی میرٹھی رکاترجمہ ہے۔

کہ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ اور نہیٌ عَنِ الْمُنْكَرِ کرتے ہو۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت شریفہ میں اَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ اور نہیٌ عَنِ الْمُنْكَرِ کو ایمان سے بھی پہلے ذکر فرمایا۔ حالانکہ ایمان سب چیزوں کی اصل ہے بغیر ایمان کے کوئی خیر بھی معتبر نہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ایمان میں تو اور اُمم سابقہ بھی شریک تھیں۔ یہ خاص خصوصیت جسکی وجہ سے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متبعین سے اُمتِ محمدیہ کو تفوق ہے۔ یہی اَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ اور نہیٌ عَنِ الْمُنْكَرِ ہے جو اس اُمت کا تمغہ امتیاز ہے اور چونکہ بغیر ایمان کے کوئی عمل خیر معتبر نہیں اسلئے ساتھ ہی بطور قید کے اسکو بھی ذکر فرمادیا، ورنہ اصل مقصود اس آیت شریفہ میں اسی کا ذکر فرمانا ہے اور چونکہ وہی اس جگہ مقصود بالذکر ہے اسلئے اس کو مقدم فرمایا۔

اس اُمت کے لئے تمغہ امتیاز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسکا مخصوص اہتمام کیا جائے ورنہ کہیں چلتے پھرتے تبلیغ کر دینا اسمیں کافی نہیں، اسلئے کہ یہ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ اُمتوں میں بھی پایا جاتا تھا جسکو فَلْتَا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بہِ وغیرہ آیات میں ذکر فرمایا ہے، امتیاز مخصوص اہتمام کا ہے کہ اسکو مستقل کام سمجھ کر دین کے اور کاموں کی طرح سے اسمیں مشغول ہوں۔

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ
إِلَّا مَنُ أَمَرَ بِصَدَقَاتٍ أَوْ مَعْرُوفٍ
أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَكَسَىٰ يُفْعَلُ
ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ
نُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا

عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر (دبرکت) نہیں ہوتی، مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ صدقہ خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کر دینے کی ترغیب دیتے ہیں (اور اس تعلیم و ترغیب کیلئے خفیہ

تدبیریں اور مشورے کرتے ہیں۔ انکے مشوروں میں البتہ خیر و برکت ہے)، اور جو شخص یہ کام (یعنی نیک اعمال کی ترغیب محض اللہ کی رضا کے واسطے کرے گا نہ کہ لالچ یا شہرت کی غرض سے)، اسکو ہم عنقریب اجرِ عظیم عطا فرمائیں گے۔

اس آیت میں حق تعالیٰ شانہ نے اَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ کرنے والوں کیلئے بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور جس اجر کو حق جل جلالہ بڑا فرمادیں اسکی کیا انتہا ہو سکتی ہے اس آیت شریفہ کی تفسیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک نقل کیا گیا ہے کہ آدمی کا ہر کلام اس پر بار ہے مگر یہ کہ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ اور نہیٌ عَنِ الْمُنْكَرِ ہو، یا اللہ کا ذکر ہو،

دوسری احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ”کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو نفل نماز روزہ صدقہ سب سے افضل ہو“ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ”لوگوں میں مصالحت کرانا، کیونکہ آپس کا بگاڑ سیکوں کو اس طرح صاف کر دیتا ہے جیسا کہ اُسترہ بالوں کو اڑا دیتا ہے“ اور بھی بہت سی انصوص میں لوگوں کے درمیان مصالحت کرانے کی تاکید فرمائی گئی ہے، اس جگہ اسکا ذکر مقصود نہیں۔ اس جگہ اس بات کا بیان کرنا مقصود ہے کہ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ میں یہ بھی داخل ہے کہ لوگوں میں مصالحت کی صورت جس طریق سے بھی پیدا ہو سکے اسکا بھی ضرور اہتمام کیا جائے،

فصل دوم

(اس فصل) میں اُن احادیث میں سے بعض کا ترجمہ ہے جو منہج بالا کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ تمام احادیث کا نہ احاطہ مقصود ہے نہ ہو سکتا ہے نیز اگر کچھ زیادہ مقدار میں آیات و احادیث جمع بھی کی جائیں تو ڈر یہ ہے کہ دیکھے گا کون۔ آجکل ایسے امور کے لئے کسے فرصت اور کس کے پاس وقت ہے اسلئے صرف یہ امر دکھلانے کے لئے اور آپ حضرات تک پہنچا دینے کے لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر اہمیت کیساتھ اسکی تاکید فرمائی ہے اور نہ ہونکی صورت میں کس قدر سخت وعید اور دھمکی فرمائی ہے۔ چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

① نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی ناجائز امر کو ہوتے ہوئے دیکھے اگر اس پر قدرت ہو کہ اسکو ہاتھ سے بند کر دے تو اسکو بند کر دے۔ اگر اتنی قدرت نہ ہو تو زبان سے اس پر انکار کر دے، اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اسکو بُرا سمجھے اور یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے۔

① عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ
قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مَنَكْرًا
فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ
فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ
الْإِيمَانِ

(سواۃ مسلم و الترمذی)

لے رواہ احمد و ابوداؤد و الترمذی عن ابی الدرداء کما فی الجامع الصغیر ۱۱۳ بلفظ الآخر کم ۱۰۱

وابنِ مَاجَہ والنَّسَائِی کَذَافِی التَّرغِیْب۔

ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ اگر اسکو زبان سے بند کرنے کی طاقت ہو تو بند کر دے ورنہ دل سے اسکو بُرا سمجھے کہ اس صورت میں بھی وہ بری الذمہ ہے۔
ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص دل سے بھی اسکو بُرا سمجھے تو وہ بھی مومن ہے مگر اس سے کم درجہ ایمان کا نہیں۔

اس مضمون کے متعلق کئی ارشادات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف احادیث میں نقل کئے گئے ہیں۔ اب اسکے ساتھ اس ارشاد کی تفصیل پر بھی ایک نظر ڈالتے جائیں کہ کتنے آدمی ہم میں سے ایسے ہیں کہ کسی ناجائز کام کو ہوتے ہوئے دیکھ کر ہاتھ سے روک دیتے ہیں یا فقط زبان سے اسکی بُرائی اور ناجائز ہونے کا اظہار کر دیتے ہیں۔ یا تم از کم اس ایمان کے ضعیف درجہ کے موافق دل ہی سے اسکو بُرا سمجھتے ہیں یا اس کام کو ہوتا ہوا دیکھنے سے دل تلملاتا ہے۔ تنہائی میں بیٹھ کر ذرا تو غور کیجئے کہ ہونا چاہئے تھا کیا اور کیا ہو رہا ہے۔

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس شخص کی مثال جو اللہ کی حدود پر قائم ہے اور اس شخص کی جو اللہ کی حدود میں پڑنے والا ہے اس قوم کی سی ہے جو ایک جہاز میں بیٹھے ہوں اور قرعہ سے (مثلاً) جہاز کی منزلیں مقرر ہو گئی ہوں کہ بعض لوگ جہاز کے اوپر کے حصہ میں ہوں اور بعض لوگ نیچے (اسفل) کے حصہ میں ہوں، جب نیچے والوں کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ جہاز کے اوپر کے حصہ پر آکر پانی لیتے ہیں۔ اگر وہ یہ خیال کر کے کہ ہمارے بار بار اوپر

عَنِ النَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ
مَثَلُ الْقَائِمِ فِي حُدُودِ اللَّهِ وَالْوَاقِعِ
فِيهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَوْسَوْا عَلَى سَفِينَةٍ
فَصَارَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ
أَسْفَلُهَا فَكَانَ الَّذِينَ فِي أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقُوا
مِنَ الْمَاءِ مَرُّوا عَلَى مَنْ فَوْقَهُمْ فَقَالُوا لَوْ أَنَّا
خَرَقْنَا فِي نَصِيبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ
فَوْقَنَا فَإِنْ تَرَ كُفْرَهُمْ وَمَا أَرَادُوا هَلَكَاةً
جَمِيعًا وَإِنْ أَحَدٌ وَاعَلَى آيِدٍ يَهُمُّ
نَجْوًا وَنَجَّوْا جَمِيعًا۔

(مسند ابی بخاری و الترمذی)

لے واحد ابو داؤد کمانی الجامع السغیر غور کیجئے کہ اگر ایک شخص کے دل میں کسی بُرائی کو دیکھ کر نفرت صحت پیدا ہو تو اسکی مسلمانی کیا رہی ہے حدود پر قائم سے مراد احکام خداوندی کی تعمیل کرنے والا اور حدود میں پڑنے والے سے مراد خدا کی نافرمانی کرنے والا ہے کَذَافِی التَّرغِیْب۔

پانی کے لئے جانیسے اوپر والوں کو تکلیف ہوتی ہے اسلئے ہم اپنے ہی حصہ میں یعنی جہاز کے نیچے کے حصہ میں ایک سُورخ سمندر میں کھول لیں جس سے پانی یہاں ہی ملتا رہے اوپر والوں کو ستانا نہ پڑے۔ ایسی صورت میں اگر اوپر والے ان احمقوں کی اس تجویز کو نہ روکیں گے اور خیال کر لیں گے کہ وہ جانیں اُن کا کام ہمیں اُن سے کیا واسطہ۔ تو اُس صورت میں وہ جہاز غرق ہو جائے گا اور دونوں فریق ہلاک ہو جائیں گے۔ اور اگر وہ انکو روک دیں گے تو دونوں فریق ڈوبنے سے بچ جائیں گے۔

صحابہ کرامؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ ہم لوگ ایسی حالت میں تباہ و برباد ہو سکتے ہیں جب کہ ہم میں صلحاء اور متقی لوگ موجود ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں جب خباثت غالب ہو جائے۔ اس وقت مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے ہر طرف گیت گائے جا رہے ہیں اور اسپر شور مچایا جا رہا ہے، نئے نئے طریقے انکی اصلاح کے واسطے تجویز کئے جا رہے ہیں، مگر کسی روشن خیال (تعلیم جدید کے شیدا) کی تو کیا کسی تاریک خیال (مولوی حنا) کی بھی نظر اس طرف نہیں جاتی ہے کہ حقیقی طبیب اور شفیق مرنے والے کیا مرض تشخیص فرمایا اور کیا علاج ہو سکتا ہے اور اس پر کس درجہ عمل کیا جا رہا ہے۔ کیا اس ظلم کی کچھ انتہا ہے کہ جو سبب مرض ہے جس سے مرض پیدا ہوا ہے وہی علاج تجویز کیا جا رہا ہے کہ دین کی ترقی کے لئے دین و اسباب دین سے بے توجہی کی جا رہی ہے۔ اپنی ذاتی رایوں پر عمل کیا جا رہا ہے، تو یہ مریض کل کی جگہ آج ہلاک نہ ہو گا تو کیا ہو گا؟

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جسکے سبب

اُس عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

۳ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا تنزل اس طرح شروع ہوا کہ ایک شخص کسی دوسرے سے ملتا اور کسی ناجائز بات کو کرتے ہوئے دیکھتا تو اسکو منع کرتا کہ دیکھ اللہ سے ڈر ایسا نہ کر، لیکن اسکے نہ ماننے پر بھی وہ اپنے

۲ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أَوَّلُ مَا دَخَلَ النَّفْقُ عَلَى بَنِي

إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ كَانَ الرَّجُلُ يَلْقَى

الرَّجُلَ فَيَقُولُ يَا هَذَا إِنِّي أَدْرُ

وَدَعُ مَا تَصْنَعُ بِهِ فَإِنَّهُ لَا يَجِلُّ

لے رواہ البخاری و مسلم عن زینب بنت جحش۔

لَكَ ثُمَّ يَلْقَاهُ مِنَ الْغَدِ وَهُوَ عَلَى
حَالِهِ فَلَا يَمْنَعُهُ ذَلِكَ أَنْ يَكُونُ
أَكِيلًا وَشَرِيبًا وَقَعِيدًا فَلَمَّا فَعَلُوا
ذَلِكَ ضَرَبَ اللَّهُ قُلُوبَ بَعْضِهِمْ
بِبَعْضٍ ثُمَّ قَالَ لِعَنِ الَّذِينَ كَفَرُوا
مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ لِي قَوْلِي
فَاسْقُونِ ثُمَّ قَالَ كَلَّا وَاللَّهِ
لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَتَأْخُذْنَ عَلَى يَدِ
النَّظَالِمِ وَلَتُطْرُقَنَّ عَلَى الْحَقِّ أَطْرًا -

ترجمہ ابو داؤد والترمذی کذا فی الترغیب

تعلقات کی وجہ سے کھانے پینے میں اور
نشست و برخاست میں ویسا ہی برتاؤ کرتا
جیسا کہ اس سے پہلے تھا۔ جب عام طور پر
ایسا ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے بعضوں کے
قلوب کو بعضوں کے ساتھ خلط کر دیا یعنی
نافرانوں کے قلوب جیسے تھے، انکی نحوست
سے فرمانبرداروں کے قلوب بھی ویسے ہی ہو گئے،
پھر انکی تائید میں کلام پاک کی آیتیں نازل
الذین کفروا سے فاسقون تک پر
اسکے بعد حضور نے بڑی تاکید سے یہ حکم فرمایا
کہ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ اور نہی مَعَنِ الْمُنْكَرِ کرتے رہو،
ظالم کو ظلم سے روکتے رہو اور اسکو حق بات کی طرف کھینچ کر لاتے رہو۔

دوسری حدیث میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے تھے جوش میں اٹھ کر
بیٹھ گئے اور قسم کھا کر فرمایا کہ تم نجات نہیں پاؤ گے جب تک کہ ان کو ظلم سے نہ
روک دو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ تم اَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ اور نہی مَعَنِ
الْمُنْكَرِ کرتے رہو اور ظالموں کو ظلم سے روکتے رہو اور حق بات کی طرف کھینچ کر لاتے رہو
ورنہ تمہارے قلوب بھی اسی طرح خلط کر دیئے جائیں گے جس طرح ان پر یعنی بنی اسرائیل
پر لعنت ہوئی۔ قرآن پاک کی آیات تائید میں اسلئے پڑھیں کہ ان آیات شریفہ میں ان
لوگوں پر لعنت فرمائی ہے اور سبب لعنت منجملہ اور اسباب کے یہ بھی ہے کہ وہ مُشْكَرَاتُ
سے ایک دوسرے کو نہیں روکتے تھے۔

آج کل یہ خوبی سمجھی جاتی ہے کہ آدمی صلحِ کل رہے جس جگہ جاوے ویسی ہی کہنے لگے،

لہ حالانکہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ پہلے زبان سے سمجھایا جاتا جب یہ بے کار ثابت ہوتا تو اظہارِ خفگی کیا جاتا بات چیت
بند کر دی جاتی غرض کہ کسی نہ کسی تدبیر سے اسکو اس برائی سے روکنا ضروری تھا۔ اور جب خاموشی سے اسکے ساتھ
اٹھا بیٹھا جاری رکھا تو گویا اسکی بد عملی پر یہ ایک قسم کی رضامندی ہوئی تھی واللہ لا بی داؤد کہ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے کلام کی تائید میں یہ آیات پڑھیں۔

اسی کو کمال اور وسعت اخلاق سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ علی الاطلاق غلط ہے بلکہ جہاں امر بالمعروف وغیرہ قطعاً مفید نہ ہو ممکن ہے کہ صرف سکوت کی کچھ گنجائش نکل آوے (نہ کہ ہاں میں ہاں ملانے کی) لیکن جہاں مفید ہو سکتا ہے مثلاً اپنی اولاد، اپنے ماتحت، اپنے دست نگر لوگوں میں۔ ہاں کسی طرح بھی یہ سکوت کمال اخلاق نہیں بلکہ سکوت کرنے والا شرعاً و عرفاً خود مجرم ہے۔

سفیان ثوری کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے پڑوسیوں کو محبوب ہو اپنے بھائیوں میں محمود ہو (اغلب یہ ہے کہ) وہ مدافین ہوگا۔

متعدد روایات میں یہ مضمون آیا ہے کہ جب کوئی گناہ مخفی طور سے کیا جاتا ہے تو اسکی مضرت کرنے والے ہی کو ہوتی ہے لیکن جب کوئی گناہ کھلم کھلا کیا جاتا ہے اور لوگ اسے روکنے پر قادر ہیں اور پھر نہیں روکتے تو اسکی مضرت اور نقصان بھی عام ہوتا ہے اب ہر شخص اپنی ہی حالت پر غور کرے کہ کتنے معاصی اسکی علم میں ایسے کئے جاتے ہیں جنکو وہ روک سکتا ہے اور پھر بے توجہی، لاپرواہی، بے التفاتی سے کام لیتا ہے اور اس سے بڑھ کر ظلم یہ ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ اسکو روکنے کی کوشش کرتا ہے تو اسکی مخالفت کی جاتی ہے، اس کو کوتاہ نظر بتلایا جاتا ہے۔ اس کی اعانت کرنے کی بجائے اسکا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ فَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور وہ جماعت و قوم باوجود قدرت کے اس شخص کو اس گناہ سے نہیں روکتی تو ان پر مرنے سے پہلے دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب مسلط ہو جاتا ہے۔

عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُونُ فِي قَوْمٍ يَعْمَلُ فِيهِمْ بِالسَّعَاءِ يَقْلُمُونَ عَلَى أَنْ يُغَيِّرُوا عَلَيْهِمْ وَلَا يُغَيِّرُونَ إِلَّا أَصَابَهُمُ اللَّهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ أَنْ يَمُوتُوا۔

(مراہ ابوداؤد، وابن ماجہ وابن حبان الاصبہانی وغیرہم کذا فی الترغیب) میرے مخلص بزرگو! اور ترقی اسلام و مسلمین کے خواہشمند دوستو! یہ میں مسلمانوں کی تباہی کے اسباب اور روز افزوں بربادی کی وجوہ۔ ہر شخص اجنبیوں کو نہیں، برابر لے خوشامی، منہ دیکھی بات کہنے والا ظالم لوگ اپنا ٹھکانہ عنقریب جان لیں گے۔

والوں کو نہیں، اپنے گھر کے لوگوں کو، اپنے چھوٹوں کو، اپنی اولاد کو، اپنے ماتحتوں کو ایک لمحہ اس نظر سے دیکھ لے کہ کتنے کھلے ہوئے معاصی میں وہ لوگ مبتلا ہیں۔ اور آپ حضرات اپنی ذاتی وجاہت اور اثر سے انکو روکتے ہیں یا نہیں؟ روکنے کو چھوڑ دیتے رہ سکتے ہیں؟ ارادہ بھی کر لیتے ہیں یا نہیں؟ یا آپکے دل میں کسی وقت اسکا خطرہ بھی گزر جاتا ہے کہ یہ لاڈ لابیٹا کیا کر رہا ہے۔ اگر وہ حکومت کا کوئی جرم کرتا ہے۔ جرم بھی نہیں سیاسی مجالس میں شرکت ہی کر لیتا ہے تو آپکو فکر ہوتی ہے کہ کہیں ہم نہ ملوث ہو جائیں۔ اس کو تنبیہ کیجاتی ہے اور اپنی صفائی اور تیزی کی تدبیریں اختیار کیجاتی ہیں، مگر کہیں حکم الٰہی کے مجرم کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جاتا ہے جو معمولی حاکم عارضی کے مجرم کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

آپ خوب جانتے ہیں کہ پیارا بیٹا شطرنج کا شوقین ہے۔ تاش سے دل بہلاتا ہے۔ نماز کئی کئی وقت کی اڑا دیتا ہے مگر افسوس کہ آپکے منہ سے کبھی حرفِ غلط کی طرح بھی یہ نہیں نکلتا کہ کیا کر رہے ہو۔ یہ مسلمانوں کے کام نہیں ہیں۔ حالانکہ آپکے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دینے کے بھی مامور تھے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے

ع۔ ہیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بجایا

ایسے بہت سے لوگ ملیں گے جو اپنے لڑکے سے اسلئے ناخوش ہیں کہ وہ عہد سی ہے گھر پڑا رہتا ہے، ملازمت کی سعی نہیں کرتا ہے یا دوکان کا کام تندہی سے نہیں کرتا ہے لیکن ایسے لوگ بہت کم ملیں گے جو لڑکے سے اسلئے ناراض ہوں کہ وہ جماعت کی پرواہ نہیں کرتا یا نماز قضا کر دیتا ہے۔

بزرگو! اگر صرف آخرت ہی کا وبال ہوتا تب بھی یہ امور اس قابل تھے کہ ان سے کوسوں دور بھاگا جاتا۔ لیکن قیامت تو یہ ہے کہ اس دنیا کی تباہی کو جس کو ہم عملاً آخرت سے مقدم سمجھتے ہیں انھیں امور کی وجہ سے ہے۔ غور تو کیجئے اس اندھے پن کی کوئی حد بھی ہے مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ ۖ ۝۱۰۰ حقیقی بات یہ ہے کہ ختم اللہ علی قلوبہم وعلیٰ سمعہم وعلیٰ ابصارہم غشاو

لہٰذا حکماء، سست، کابل، جو اس دنیا میں (راہِ حق) سے اندھا بن جائے گا وہ قیامت میں بھی اندھا ہی اُٹھے گا۔

اللہ اللہ نے انکے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور انکی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔

کا پر تو ہے۔

۵) رَوَى عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَالُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُنْفَعٌ مَنْ قَالَهَا وَتَرُدُّ عَنْهُمْ الْعَذَابَ وَالنَّقْمَةَ مَا لَمْ يَمْتَنِعُوا بِحَقِّهَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا إِلَّا اسْتِخْفَافٌ بِحَقِّهَا قَالَ يُظْهِرُ الْعَمَلُ بِمَعَاصِي اللَّهِ فَلَا يُنْكَرُ وَلَا يُغَيَّرُ۔

۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ (کلمہ توحید) لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (محمد) رَسُوْلُ اللَّهِ، کہنے والے کو ہمیشہ نفع دیتا ہے اور اس سے عذاب و بلا کو دفع کرتا ہے جب تک کہ اسکے حقوق سے بے پروا ہی اور استخفاف نہ کیا جائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اسکے حقوق سے بے پروا ہی و استخفاف کئے جانے کا کیا مطلب ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی نافرمانیاں کھلی طور پر کیجائیں اور انکو بند کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔

اب آپ ہی ذرا انصاف سے فرمائیے کہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی کوئی انتہا، کوئی حد ہے اور اسکے روکنے یا بند کرنے کی یا کم از کم تفصیل کی کوئی سعی، کوئی کوشش ہے؟ ہرگز نہیں۔ ایسے خطرناک ماحول میں مسلمانوں کا عالم میں موجود ہونا ہی اللہ تعالیٰ کا حقیقی انعام ہے۔ ورنہ ہم نے اپنی بربادی کے لئے کیا کچھ اسباب پیدا نہیں کر لئے ہیں۔

حضرت عائشہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا کوئی اللہ کا عذاب اگر زمین والوں پر نازل ہوا اور وہاں کچھ دیندار لوگ بھی ہوں تو انکو بھی نقصان پہنچتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ دنیا میں تو سب کو اثر پہنچتا ہے مگر آخرت میں وہ لوگ گنہگاروں سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ اسلئے وہ حضرات جو اپنی دینداری پر مطمئن ہو کر دنیا سے یکسو ہو بیٹھے، اس سے بے فکر نہ رہیں کہ خدا نخواستہ اگر منکرات کے اس شیوع پر کوئی بلا نازل ہوگئی تو انکو بھی اسکا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

۶) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ أَنَّ قَدْ حَضَرَهُ شَيْءٌ فَتَوَضَّأَ وَمَا كَلَّمَ أَحَدًا فَلَصَقْتُ بِالْحُجْرَةِ

۶) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ دو لنگہ پر تشریف لائے تو میں نے چہرہ انور پر ایک خاص اثر دیکھ کر محسوس کیا کہ کوئی اہم بات پیش آئی

لہ تفصیل :- کم کرنا۔

اَسْتَمِعُ مَا يَقُولُ فَقَعَدَ عَلَى السِّنْبَرِ
فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَنْتَنِي عَلَيْهِ وَقَالَ يَا اَيُّهَا
النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُولُ لَكُمْ
مُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَاَنْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ
قَبْلَ اَنْ تَدْعُوْا فَلَا اُجِيْبُ لَكُمْ
وَتَسْأَلُوْنِيْ فَلَا اُعْطِيْكُمْ وَتَسْتَصْرِوْنِ
فَلَا اَنْصُرُكُمْ فَمَا زَادَ عَلَيْهِمْ حَتّٰى
نَزَلَ رَسُوْلُكَ ابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ حَبَانَ
فِيْ صَحِيْحِهِ كَذَا فِي التَّرْغِيْبِ

ہے۔ حضورؐ نے کسی سے کچھ بات چیت نہیں
فرمائی اور وضو فرما کر مسجد میں تشریف لے گئے
میں حجرہ کی دیوار سے لگ کر سننے کھڑی ہو گئی
کہ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ حضورؐ منبر پر تشریف
فرما ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا،
لوگو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ
اور نہی مَعَنِ الْمُنْكَرِ کرتے رہو، مبادا وہ وقت
آجائے کہ تم دُعا مانگو اور قبول نہ ہو، تم سوال
کرو اور سوال پورا نہ کیا جائے تم اپنے دشمنوں
کے خلاف مجھ سے مدد چاہو اور میں تمہاری مدد نہ کروں؟ یہ کلمات طیبات حضورؐ نے ارشاد فرمائے
اور منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔

اس مضمون پر وہ حضرات خصوصیت سے توجہ فرمائیں جو دشمن کے مقابلہ کیلئے
امور دینیہ میں تسامح اور مسابہت پر زور دیتے ہیں کہ مسلمانوں کی اعانت اور امداد دین
کی پختگی ہی میں مضمر ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ تم امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسے ظالم بادشاہ کو مسلط کر دے گا جو
تمہارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے، تمہارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے، اُس وقت تمہارے
برگزیدہ لوگ دعائیں کریں گے تو قبول نہ ہوں گی، تم مدد چاہو گے تو مدد نہ ہوگی، مغفرت
مانگو گے تو مغفرت نہ ملے گی۔ خود حق جل جلالہ کا ارشاد ہے یَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
اِنْ تَنْصُرُوْا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُخْرِجْكُمْ مِّنْ اَقْدَامِكُمْ تَرْجَمَہ :- اے ایمان والو! اگر تم اللہ
کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا (اور دشمنوں کے مقابلہ میں تمہارے قدم جما دے گا)۔
دوسری جگہ ارشاد باری عز اسمہ ہے اِنْ يَنْصُرْكُمْ اللّٰهُ فَلَا غَايِبَ لَكُمْ اَيَّہ تَرْجَمَہ :-
اگر اللہ تعالیٰ شانہ تمہاری مدد کریں تو کوئی شخص تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ
تمہاری مدد نہ کریں تو پھر کون شخص ہے جو تمہاری مدد کر سکتا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی
پر ایمان والوں کو اعتماد رکھنا چاہیے۔

لہٰذا یعنی اسکے دین کی مدد کرو گے لکھ بیان القرآن (۲)

دورِ منشور میں بروایت ترمذی وغیرہ حضرت حذیفہ رضی سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر یہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، ورنہ اللہ جل جلالہ اپنا عذاب تم پر مسلط کر دیں گے پھر تم دعا بھی مانگو گے تو قبول نہ ہوگی۔

یہاں پہنچ کر میرے بزرگ اول یہ سوچ لیں کہ ہم لوگ اللہ کی کس قدر نافرمانیاں کرتے ہیں پھر معلوم ہو جائیگا کہ ہماری کوششیں بیکار کیوں جاتی ہیں۔ ہماری دعائیں بے اثر کیوں رہتی ہیں۔ ہم اپنی ترقی کے بیج بوری ہیں یا تنزل کے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَظَمْتُ أُمَّتِي الدُّنْيَا نَزَعْتُ مِنْهَا هَيْبَةً إِلَّا سَلَامًا وَإِذَا تَرَكْتُ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ حُرِمْتُ بَرَكَةً الْوَحْيِ وَإِذَا تَسَابَتْ أُمَّتِي سَقَطَتْ مِنْ عَيْنِ اللَّهِ كَذَا فِي الدَّرَجَةِ الْحَكِيمَةِ التِّرْمِذِيُّ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میری امت دنیا کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی تو اسلام کی ہیبت و وقعت اُس کے قلوب سے نکل جائیگی اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ بیٹھے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہو جائیگی اور جب آپس میں گالی بکلوں اختیار کرے گی تو اللہ جل شانہ کی نگاہ سے گر جائے گی۔

اے یہی خواہاں قوم! ترقی اسلام اور ترقی مسلمان کیلئے ہر شخص کو شال و رسائی ہے۔ لیکن جو اسباب اس کے لئے اختیار کئے جا رہے ہیں وہ تنزل کی طرف لیجانے والے ہیں۔ اگر درحقیقت تم اپنے رسول (روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو سچا رسول سمجھتے ہو۔

لہ حدیث کے اس جملے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب میری امت دنیا کو کوئی بڑی چیز سمجھنے لگے گی تو لوگوں کے دلوں میں اس امت کی جو عظمت و ہیبت خدا نے اسلام کی وجہ سے پیدا کر رکھی ہے وہ ختم ہو جائیگی یعنی پھر لوگ اس امت کو حقیر اور بے حیثیت سمجھنے لگیں گے۔ علامہ عریزی کہتے ہیں لَانِ الْهَيْبَةَ اِنَّمَا هِيَ لِمَنْ هَابَ اللَّهُ الرَّجُلَ السَّيْرُجُ ۱۴۱ حدیث کے اس مطلب کی تائید سن ابی داؤد اور دلائل النبوة للبیہقی کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے وَلِيَنْزَعَنَّ مِنْ قُلُوبِ عَدُوِّكُمْ الْهَيْبَةَ مِنْكُمْ وَلِيَقْذِفَنَّ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ وَشُكُوكَ ۲۵۵ عن ثوبان رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَعْنِي اخِيرَ زَمَانٍ فِي تَهَارَةِ دُشْمَانٍ۔۔۔ دلوں میں سے تمہاری ہیبت اور رعب نکل جائیگا اور دنیا کی محبت و عظمت اور موت کی نفرت تمہارے دلوں میں پیدا ہو جائے گی لہٰذا رواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر مع فلاس حدیث الفقیل کما فی الفیض التدریجی ۲۵۵ والسرراج السیر

انکی تعلیم کو سچی تعلیم سمجھتے ہو تو پھر کیا وجہ ہے کہ جس چیز کو وہ سببِ مرض بتا رہے ہیں، جن چیزوں کو وہ بیماری کی جڑ فرما رہے ہیں وہی چیزیں تمہارے نزدیک سببِ شفا و صحت قرار دی جا رہی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسکی خواہش اُس دین کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں“ لیکن تمہاری رائے ہے کہ مذہب کی آرٹ کو بیچ سے ہٹا دیا جائے تاکہ ہم بھی دیگر اقوام کی طرح ترقی کر سکیں۔ اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے۔ مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ۔ ترجمہ :- جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اُسکی کھیتی میں ترقی دینگے اور جو دُنیا کی کھیتی کا طالب ہو ہم اُسکو کچھ دُنیا دیدینگے اور آخرت میں اُسکا کچھ حصہ نہیں۔ (بیان القرآن)

حدیث میں آیا ہے کہ جو مسلمان آخرت کو اپنا نصب العین بنا لیتا ہے اللہ جل شانہ اُسکے دل کو غنی فرمادیتے ہیں اور دُنیا ذلیل ہو کر اُسکے پاس آتی ہے۔ اور جو شخص دُنیا کو اپنا نصب العین قرار دیتا ہے پریشانیوں میں مبتلا ہوتا ہے اور دُنیا میں سے جتنا حصہ مقدر ہو چکا ہے اس سے زیادہ ملتا ہی نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت پاک کو تلاوت فرما کر ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ اے ابنِ آدم تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جائیں تیرے سینہ کو تفکرات سے خالی کر دوں گا اور تیرے فقر کو ہٹا دوں گا ورنہ تیرے دلیں (سینکڑوں طرح کے) مشاغل بھر دوں گا اور تیرا فقر بند نہیں کروں گا“ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ارشاد ہے اور تمہاری رائے ہے کہ مسلمان ترقی میں اسلئے پیچھے ہٹے ہوئے ہیں کہ جو راستہ ترقی کیلئے اختیار کیا جاتا ہے یہ ملانے اسمیں رُکاؤ میں پیدا کر دیتے ہیں۔ آپ ہی ذرا انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں کہ اگر یہ ملانے ایسے ہی لالچی ہیں تو آپ حضرات کی ترقیات انکے لئے مُسرت کا سبب ہوں گی۔ کیونکہ جب انکی روزی اچکے زعم میں آپ کے ذریعہ سے ہے تو جس قدر وسعت اور فتوحات آپ پر ہوں گی وہ انکے لئے بھی سبب وسعت اور فتوحات ہوں گی مگر یہ خود غرض پھر بھی آپ کی مخالفت کرتے ہیں تو کوئی تو مجبوری انکو درپیش ہے جسکی وجہ سے یہ اپنے نفع کو بھی نکھور رہے ہیں اور آپ جیسے محسن و مربیوں سے بگاڑ کر گویا اپنی دُنیا خراب کر رہے ہیں۔ میرے دوستو! ذرا غور تو کرو،

اگر یہ ملانے کوئی ایسی بات کہیں جو قرآن پاک میں بھی صاف طور سے موجود ہو تو پھر تو انکی ضد سے منہ پھیرنا نہ صرف عقل ہی سے دُور ہے بلکہ شانِ اسلام سے بھی دور ہے، یہ ملانے خواہ کتنے ہی نااہل ہوں مگر جبکہ صریح ارشادِ باری عزّ اسمہ اور ارشادِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ تک پہنچا رہے ہوں تو آپ پر ان ارشادات کی تعمیل فرض ہے اور حکمِ عدولی کی صورت میں جواب دہی لازمی ہے۔ کوئی بیوقوف سے بیوقوف بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ سرکاری قانون کی اسلئے پرواہ نہیں کہ اعلانِ کرنیوالا بھنگی تھا۔

آپ حضرات یہ نہ فرمائیں کہ یہ مولوی جو دینی کاموں کیلئے مخصوص ہوئے کا دعوے کرتے ہیں ہمیشہ دُنیا سے سوال کرتے ہیں۔ اسلئے کہ میرا جہاں تک خیال ہے حقیقی مولوی اپنی ذات کے لئے شاید ہی کبھی سوال کریں بلکہ جس قدر بھی وہ اللہ کی عبادت میں منہمک ہیں اسی قدر استغفار سے ہدیہ بھی قبول فرماتے ہیں۔ البتہ کسی دینی کام کے لئے سوال کرنے میں انشاء اللہ وہ اس سے زیادہ ماجور ہیں جتنا اپنے لئے سوال نہ کرنے میں۔

ایک عام اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ دینِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں رہبانیت کی تعلیم نہیں اس میں دین و دُنیا دونوں کو ساتھ رکھا گیا ہے۔ ارشادِ باری عزّ اسمہ ہے:-
سَابِقًا إِنَّا كُنَّا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ اور اس آیت شریفہ پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ گویا تمام قرآن پاک میں عمل کے لئے یہی ایک آیت نازل ہوئی ہے۔ لیکن اول تو آیت شریفہ کی تفسیرِ رَاسِخِينَ فِي الْعِلْمِ سے معلوم کرنے کی ضرورت تھی اور اسی وجہ سے علماء کا ارشاد ہے کہ صرف لفظی ترجمہ دیکھ کر اپنے کو عالمِ قرآن سمجھ لینا جہالت ہے۔ صحابہ کرام رض اور علماء تابعینؓ سے جو آیت شریفہ کی تفسیریں منقول ہیں وہ حسب ذیل ہیں:-

حضرت قتادہ رض سے مروی ہے کہ دُنیا کی بھلائی سے مُراد عافیت اور بقدرِ کفایت روزی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ اس سے صالح بیوی مراد ہے۔ حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ اس سے مراد علم اور عبادت ہے۔ سُدی رض سے منقول ہے کہ پاک مال مراد ہے۔ حضرت ابنِ عمر رض سے مروی ہے کہ نیک اولاد اور خلقت کی تعریف مراد ہے جعفرؓ سے منقول ہے کہ صحت اور روزی کا کافی ہونا اور اللہ پاک کے کلام کا سمجھنا دشمنوں پر فتح اور صالحین کی صحبت مراد ہے، دوسرے یہ کہ اگر ہر قسم کی دُنیا کی ترقی مراد ہو لہ الفاظ چونکہ عام ہیں اور قاعدہ ہے کہ الفاظ عام ہونگے تو مراد عام ہی ہوگی مگر بعض وغیرہ کی کسی رہائی آئے گی

جیسا کہ میرا دل بھی چاہتا ہے۔ تب بھی اسمیں اللہ تعالیٰ سے دعا کا ذکر ہے نہ کہ اسکی تحصیل میں انہماک اور مشغولی کا، اور اللہ تعالیٰ سے مانگنا خواہ ٹوٹے ہوئے جوتے کی اصلاح ہی کیوں نہ ہو یہ خود دین ہے۔ تیسرے یہ کہ دنیا کے حاصل کرنے کو اسکے کمانے کو کون منع کرتا ہے۔ یقیناً حاصل کیجئے اور بہت شوق سے حاصل کیجئے۔ ہم لوگوں کی ہرگز یہ غرض نہیں ہے کہ خدا خواستہ آپ دنیا جیسی مفتنم و مقصود چیز کو چھوڑ دیں۔

مقصد یہ ہے کہ جتنی کوشش دنیا کے لئے کریں اس سے زیادہ نہیں تو کم از کم اسکے برابر تو دین کے لئے کریں۔ اسلئے کہ خود آپکے قول کے موافق دین اور دنیا دونوں کی تعلیم دی گئی ہے۔ ورنہ میں پوچھتا ہوں کہ جس قرآن پاک میں یہ آیت ارشاد فرمائی ہے اسی کلام پاک کی وہ آیت بھی تو ہے جو اوپر گزر چکی مَن كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ رِطًا، اور اسی کلام پاک میں یہ بھی ہے مَن كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ نَجْلَلْنَا لَهُ فِيهَا مَا تَشَاءُ لِمَن نَّرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَّدْحُورًا وَمَن أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا (پ ۲۶) اسی کلام پاک میں ہے ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَ حُسْنِ الْمَآبِ (سورۃ آل عمران ۲۶) اسی کلام پاک میں ہے مِّنْكُمْ مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ (پ ۱۷) اسی کلام پاک میں ہے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ (پ ۱۷) اسی کلام پاک میں ہے وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَلَلْآٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ (سورۃ انعام) اسی کلام پاک میں ہے وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (سورۃ انعام) اسی کلام پاک میں ہے نَزِدْ لَهُ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ (پ ۱۷) اسی کلام پاک میں ہے اَمَّا ضِرْتُهُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ (پ ۱۷) اسی کلام پاک میں ہے مَن كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَرِزْقَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُخْسِرُوْنَ اُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحِطْ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (پ ۱۷) اسی کلام پاک میں ہے وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ) خصوصیت کا اعتبار نہ ہوگا تاوقتیکہ کوئی تقاضہ خصوصیت کا موجود نہ ہو۔ لہذا یہ تمام چیزیں دنیا کے بھلائی میں شامل قرار دی جائیں گی

الْآخِرَةِ الْآمَتَانِ (پک)، اسی کلام پاک میں ہے فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ذَلِكِ بِأَنَّهُمْ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ (پک)۔

انکے علاوہ بہت سی آیات ہیں جنہیں دُنیا و آخرت کا تقابل کیا گیا ہے۔ اس وقت نہ احصار مقصود نہ ضرورت، نمونہ کے طور پر چند آیات اختصاراً لکھ دی ہیں اور اختصار ہی کی وجہ سے ترجمہ کے بجائے پارہ کا حوالہ لکھ دیا ہے۔ کسی مترجم قرآن شریف سے ترجمہ دیکھ لیجئے مقصود سب کا یہ ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں جو لوگ دُنیا کو ترجیح دیتے ہیں وہ نہایت خسران میں ہیں۔ اگر دونوں کو آپ نہیں سنبھال سکتے تو پھر صرف آخرت ہی قابل ترجیح ہے۔ مجھے انکار نہیں کہ دُنیا کی زندگی میں آدمی ضروریاتِ دنیویہ کا سخت محتاج ہے مگر اسوجہ سے کہ آدمی کو بیتُ الخلا جانا لا بد ہے اور اسکے بغیر چارہ نہیں، اسلئے دن بھر وہیں بیٹھا رہے اسکو کوئی بھی عقل سلیم گوارا نہ کریگی۔

حکمتِ الہی پر ایک نگاہِ عمیق ڈالیں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ شریعتِ مطہرہ میں ایک ایک چیز کا انضباط ہے۔ الشرجل جلالہ و عم نوالہ نے ایک ایک چیز کو واضح فرمادیا، نمازوں کے اوقات کی تقسیم نے صاف طور سے اس جانب اشارہ کر دیا کہ روز و شب کے چوبیس گھنٹوں میں نصف بندہ کا حق ہے چاہے وہ اسکو اپنی راحت میں خرچ کرے یا طلبِ معیشت میں، اور نصف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اور آپ کی تجویز کے موافق دین و دنیا کے ساتھ ساتھ رکھنے کا مقتضی بھی یہی ہونا چاہیئے کہ روز و شب میں سے آدھا وقت دین کے لئے خرچ ہونا چاہیئے اور آدھا دُنیا کے لئے۔ ورنہ اگر دُنیاوی مشاغل خواہ فکرِ معاش کے ہوں یا راحتِ بدن کے نصف سے بڑھ گئے تو یقیناً اپنے دُنیا کو راجع بنالیا پس آپ کی تجویز کے موافق بھی مستقنائے عدل یہی ہے کہ شب و روز کے ۲۴ گھنٹوں میں سے ۱۲ گھنٹے دین کیلئے خرچ کئے جاویں تاکہ دونوں کا حق ادا ہو جائے اور اسوقت یقیناً یہ کہنا بجا ہوگا کہ دُنیا و آخرت دونوں کی حسنات کی تحصیل کا حکم کیا گیا ہے اور اسلام آنے پر ہیانیت نہیں سکھائی۔ یہ مضمون اس جگہ مقصود نہ تھا بلکہ اشکال کے جواب میں

۱۔ ان تمام آیات میں آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے بے حیثیت ہونے اور آخرت کے مقابلہ میں دُنیا کو اہم سمجھنے کی مذمت بیان کی گئی ہے لہٰذا یعنی ضروری ہے کہ مقصد یہ ہے کہ جس طرح پاخانے میں جانا ایک ضروری کام ہے لیکن صرف بقدر ضرورت ہی اس میں وقت لگایا جاتا ہے اور اسکو اصل مقصد کا درجہ نہیں دیا جاتا اسی طرح دنیوی کاروبار کی اہمیت سے انکار نہیں لیکن رات دن اس میں لگے رہنا اور اسی کو زندگی کا مقصد سمجھ لینا غلط ہے۔

تبعاً آگیا۔ اسلئے مختصر و مجمل طور پر اشارہ کر کے چھوڑ دیا۔ اس فصل میں مقصود احادیثِ تبلیغ کا ذکر کرنا تھا، ان میں سے ثباتِ احادیث پر اکتفا کرتا ہوں کہ ماننے والے کیلئے سات تو سات ایک بھی کافی ہے اور نہ ماننے والے کے لئے فَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ کافی سے زائد ہے۔

اخیر میں ایک ضروری گزارش یہ بھی ہے کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں جبکہ بخل کی اطاعت ہونے لگے اور خواہشاتِ نفسانیہ کا اتباع کیا جائے، دُنیا کو دین پر ترجیح دی جائے، ہر شخص اپنی رائے کو پسند کرے، دوسرے کی نہ مانے، اس وقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کی اصلاح چھوڑ کر یکسوئی کا حکم فرمایا ہے۔ مگر مشائخ کے نزدیک ابھی وہ وقت نہیں آیا۔ اسلئے جو کچھ کرنا ہے کر لو، خدا نہ کرے کہ وہ وقت دکھتی آنکھوں آن پہنچے کہ اس وقت کسی قسم کی اصلاح ممکن نہ ہوگی۔ نیز اُن عیوب سے جن کا ذکر اس حدیث شریف سے ثابت ہے اہتمام سے بچنا ضروری ہے کہ یہ فتنوں کے دروازے ہیں، اتنے بعد سر اسر فتنے ہی فتنے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں انکو ہلاک کر دینے والی چیزوں میں شمار کیا ہے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔

فصل سوّم

(اس فصل میں ایک خاص مضمون پر تنبیہ مقصود ہے وہ یہ کہ جس طرح اس زمانہ میں نفسِ تبلیغ میں کوتاہی ہو رہی ہے اور عام طور پر لوگ اس سے بہت زیادہ غافل ہو رہے ہیں، اسی طرح بعض لوگوں میں ایک خاص مرض یہ ہے کہ جب وہ کسی دینی منصبِ تقریر، تحریر، تعلیم، تبلیغ، وعظ وغیرہ پر مامور ہو جاتے ہیں تو دوسروں کی فکر میں ایسے مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اپنے سے غفلت ہو جاتی ہے۔ حالانکہ جس قدر دوسروں کی اصلاح کی

لے ظالم لوگ اپنا ٹھکانہ عنقریب جان لیں گے تہ اسلئے کہ تجربہ بتا رہا ہے کہ اگر دین کی بات مناسب طریقے سے سمجھائی جائے اور حکمتِ عملی سے کام لیا جائے تو لوگ ضرور مانتے ہیں اور وہ وقت جب آجائے گا تو کوئی کسی کی نہیں مانے گا۔

ضرورت ہے اس سے بہت زیادہ اپنے نفس کی اصلاح کی احتیاج ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع میں بہت زیادہ اہتمام سے منع فرمایا ہے کہ لوگوں کو نصیحت کرتا پھرے اور خود مبتلائے معاصی رہے۔

آپ نے شبِ معراج میں ایک جماعت کو دیکھا جنکے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کترے جاتے تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ تو حضرت جبریلؑ نے عرض کیا کہ یہ لوگ آپ کی اُمت کے واعظ و مقرر ہیں کہ دوسروں کو نصیحت کرتے تھے خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف)

ایک حدیث وارد ہے کہ اہل جنت کے چند لوگ بعض اہل جہنم سے جا کر پوچھنے گئے کہ تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟ ہم تو جنت میں تمہاری ہی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنے کی بدولت پہنچے ہیں۔ وہ کہیں گے کہ ہم تم کو تو بتلاتے تھے مگر خود عمل نہیں کرتے تھے، ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بدکار قزاق (علماء) کی طرف عذابِ جہنم زیادہ سرعت سے چلے گا، وہ اس پر تعجب کریں گے کہ بُت پرستوں سے بھی پہلے انکو عذاب دیا جاتا ہے۔ تو جواب ملیگا کہ جاننے کے باوجود کسی جرم کا کرنا انجان ہو کر کرنے کی برابر نہیں ہو سکتا۔

مشائخ نے لکھا ہے کہ اُس شخص کا وعظ نافع نہیں ہوتا جو خود عامل نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں ہر روز جلسے، وعظ، تقریریں ہوتی رہتی ہیں مگر ساری بے اثر، مختلف انواع کی تحریرات و رسائل شائع ہوتے رہتے ہیں۔ مگر سب بے سود۔ خود اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے اَنَّا مُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنَسَوْنَ اَنفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتَابَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔

ترجمہ :- کیا تم حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو، حالانکہ پڑھتے ہو کتاب کیا تم سمجھتے نہیں۔ (ترجمہ عاشق) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مَا تَزَالُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَمَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ اَرْبَعٍ عَنْ عُمْرِهِ فَيُعَدُّ اَنفَاةً وَعَنْ شَبَابِهِ فَيُعَدُّ اَبْلَاةً وَعَنْ مَالِهِ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَ وَفِيْمَا اَنْفَقَ وَعَنْ عَمَلِهِ مَاذَا عَمِلَ فِيْهِ (قرغیب عن البیهقی وغیرہ)

ترجمہ :- قیامت میں آدمی کے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکے جب تک

لے کر قدر عجیب بات ہے کہ دوسروں کو دشمنی کی طرف لانے کی کوشش کر رہا ہے اور خود اندھیرے کی طرف بڑھتا چلا رہا ہے۔

چار سوال نہ کر لئے جاویں۔ عمر کس مشغلہ میں ختم کی، جوانی کس کام میں خرچ کی، مال کس طرح کمایا تھا اور کس کس مصرف میں خرچ کیا تھا، اپنے علم پر کیا عمل کیا تھا۔

حضرت ابوالدرداءؓ جو ایک بڑے صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ اس امر کا خوف ہے کہ قیامت کے دن تمام مجھوں کے سامنے مجھے پکار کر یہ سوال نہ کیا جاوے کہ جتنا علم حاصل کیا تھا۔ اس پر کیا عمل کیا۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحابی نے دریافت کیا کہ بدترین خلاق کون شخص ہے۔ اپنے فرمایا کہ بُرائی کے سوالات نہیں کیا کرتے بھلائی کی باتیں پوچھو، بدترین خلاق بدترین علماء ہیں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ علم دو طرح کا ہوتا ہے، ایک وہ جو صرف زبان پر ہو وہ اللہ تعالیٰ کا الزام ہے اور گویا اس عالم پر حجت تام ہے۔ دوسرے وہ علم ہے جو دل پر اثر کرے وہ علم نافع ہے۔ حاصل یہ ہے کہ علم ظاہری کے ساتھ علم باطن بھی حاصل کرے تاکہ علم کے ساتھ قلب بھی متصف ہو جائے ورنہ اگر دل میں اسکا اثر نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی حجت ہوگا۔ اور قیامت کے دن اُس پر مواخذہ ہوگا کہ اس علم پر کیا عمل کیا۔ اور بھی بہت سی روایات میں اس پر سخت سے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ اسلئے میری درخواست ہے کہ مبلغین حضرات اپنی اصلاحِ ظاہر و باطن کی پہلے فکر کریں۔ مبادا ان وعیدوں میں داخل ہو جائیں۔ اللہ جل جلالہ و عم نوالہ اپنی رحمت و اوسع کے طفیل اس سب سے کار کو بھی اصلاحِ ظاہر و باطن کی توفیق عطا فرماویں کہ اپنے سے زیادہ بد افعال کسی کو بھی نہیں پاتا۔

إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِي اللَّهُ بِرَحْمَتِهِ وَاسِعَةٍ۔

فصل چہارم

(اس فصل میں بھی ایک خاص و نہایت اہم امر کی طرف حضراتِ مبلغین کی توجہ ہے)

لے یہ بات بہت ہی فکر کی ہے کہ دنیا بھر کو ہم نصیحتیں کرتے ہیں اور انکی بُرائیوں پر تنبیہ کرتے ہیں لیکن خود ہماری بُرائیاں جنکو ہم خوب اچھی طرح جانتے ہیں انکے دور کرنے کی کوشش نہ کریں، اگر ہم موم بتی کی طرح دوسروں کو روشنی دیتے رہے اور خود آگ میں جلتے رہے تو دنیا میں بھی اسکا انجام خطرناک ہے اور آخرت میں بھی بے انتہا سوائی اور عذاب ہے کس قدر شرمندگی کی بات ہوگی جب عوام لوگ ان بے عمل داعطوں کی بات سنکر جنت میں ہونگے اور خود انہیں وہ جہنم میں پڑا جلتا ہوا دیکھیں گے اور پوچھنا چھوڑ کر نیچے۔ اللہ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

مبذول کرنا مقصود ہے جو نہایت ہی اہم ہے وہ یہ کہ تبلیغ میں بسا اوقات تھوڑی سی بے احتیاطی سے نفع کے ساتھ نقصان بھی شامل ہو جاتا ہے اسلئے بہت ضروری ہے کہ احتیاط کے ہر پہلو کا لحاظ رکھا جائے بہت سے لوگ تبلیغ کے جوش میں اسکی پرواہ نہیں کرتے کہ ایک مسلمان کی پردہ دری ہو رہی ہے۔ حالانکہ عرضِ مُسَلِّم ایک عظیم الشان موقع ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَنِ ارْتَدَّى عَوْرَتَهُ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ (مسواہ مسلم و ابوداؤد وغیرہما ترغیب) ترجمہ:- جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ جل شانہ دنیا اور آخرت میں اسکی پردہ پوشی فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندہ کی مدد فرماتے ہیں جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مَنِ ارْتَدَّى عَوْرَتَهُ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ (مسواہ ابن عباس و ابن ماجہ ترغیب) ترجمہ:- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ جل شانہ قیامت کے دن اسکی پردہ پوشی فرمائے گا، جو شخص کسی مسلمان کی پردہ دری کرتا ہے اللہ جل شانہ اسکی پردہ دری فرماتا ہے۔ حتیٰ کہ گھر بیٹھے اسکو رسوا کر دیتا ہے۔

الغرض بہت سی روایات میں اس قسم کا مضمون وارد ہوا ہے اسلئے مبلغین حضرات کو مسلمان کی پردہ پوشی کا اہتمام بھی نہایت ضروری ہے اور اس سے زیادہ بڑھ کر اسکی آبرو کی حفاظت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ایسے وقت میں مسلمان کی مدد نہ کرے کہ اسکی آبروریزی ہو رہی ہو تو اللہ جل شانہ اسکی مدد سے ایسے وقت میں اعراض فرماتے ہیں جبکہ وہ مدد کا محتاج ہو۔ ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ بدترین عود مسلمان کی آبروریزی ہے۔

اسی طرح بہت سی روایات میں مسلمان کی آبروریزی پر سخت سے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں اسلئے بہت ضروری ہے کہ مبلغین حضرات اسکا پُر زور اہتمام رکھیں کہ نہی غین النکر میں اپنی طرف سے پردہ دری نہ ہو جو منکر مخفی طور سے معلوم ہوا اسپر مخفی انکار ہو، اور جو علانیہ کیا جائے اسپر علانیہ انکار ہونا چاہیے۔ نیز انکار میں بھی

لے مسلمان کی آبرو۔

اسکی حتی الوسع فکر رہنی چاہیے۔ مباد ایسی برباد گناہ لازم کا مصداق ہو جاوے، حاصل یہ ہے کہ منکر پر انکار ضرور کیا جائے کہ سابقہ وعیدیں بھی بہت سخت ہیں مگر اسمیں اسکی آبرو کا بھی حتی الوسع سخت اہتمام کیا جائے۔ جسکی صورت یہ ہے کہ جس معصیت کا وقوع علانیہ طور پر ہو رہا ہو اسپر بے تکلف علانیہ انکار کیا جائے۔ لیکن جس منکر کا کرنیوالے کی طرف سے افشا نہ ہو اسپر انکار کرنے میں اپنی طرف سے کوئی ایسی صورت اختیار نہ فرمائی جائے جس سے اسکا افشا ہو۔ نیز یہ بھی آداب تبلیغ میں ہے کہ نرمی اختیار کی جائے، مامون الرشید خلیفہ کو کسی نے سخت کلامی سے نصیحت کی۔ انھوں نے فرمایا کہ نرمی سے کہو، اسلئے کہ اللہ جل شانہ نے تم سے بہتر یعنی حضرت موسیٰ، حضرت ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام کو میرے سے زیادہ بُرے یعنی فرعون کی طرف بھیجا تھا تو فرمایا تھا قَوْلًا لَّکُمْ قَوْلًا لَّیِّنًا یعنی تم اس سے نرم گفتگو کرنا کہ شاید وہ نصیحت قبول کر لے ۴

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک جوان حاضر ہوا اور درخواست کی کہ مجھے زنا کی اجازت دے دیجئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اسکی تاب نہ لاسکے اور ناراض ہونا شروع فرما دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سائل سے فرمایا قریب ہو جاؤ۔ اور پھر فرمایا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ کوئی تیسری ماں کے ساتھ زنا کرے۔ کہا میں آپ پر قربان ہوں یہ میں ہرگز نہیں چاہتا۔ فرمایا اسی طرح اور لوگ بھی نہیں چاہتے کہ ان کی ماؤں کے ساتھ زنا کیا جائے۔ پھر فرمایا کیا تو پسند کرتا ہے کہ کوئی تیری بیٹی سے زنا کرے۔ عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ہوں نہیں چاہتا۔ فرمایا اسی طرح اور لوگ بھی نہیں چاہتے کہ انکی بیٹیوں کے ساتھ زنا کیا جائے۔ غرض اسی طرح بہن، خالہ، پھوپھی کو پوچھ کر حضور نے دست مبارک اس شخص کے سینہ پر رکھ کر دُعا فرمائی کہ یا اللہ اسکے دل کو پاک کر اور گناہ کو معاف فرما اور شرمگاہ کو معصیت سے

لے جب مقصد برائی ہی کا دور کرنا ہے تو نام لینے یا اشارہ سے کسی شخص کو معین کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھ یعنی جب کسی ایک دُعا آدمی سے بات چیت ہو اور انھیں کسی برائی سے روکنا ہو تو نرم بات چیت کی جائے اور جب خطاب عام ہو رہا ہو اسوقت پوری قوت اور جوش کے ساتھ بیان کیا جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہی تھا تھ ایک حدیث میں ہے من امر بمعروف فلیکن امر کا بمعروف دروداہ البیہ فی الشعب عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جده۔ کمانی تخریج الاحیاء ص ۲۹۱ للعراقی جو کوئی کسی کو اچھی بات کا حکم کرے تو اچھے ہی انداز سے کرنا چاہیے۔

محفوظ فرما۔ راوی کہتے ہیں کہ اسکے بعد سے زنا کی برابر کوئی چیز اس شخص کے نزدیک مبغوض نہ تھی۔ بالجملہ دُعا سے دوا سے نصیحت سے نرمی سے یہ تصور کر کے سمجھائے کہ میں اس جگہ ہوتا تو میں اپنے لئے کیا صورت پسند کرتا کہ لوگ مجھ کو اس صورت سے نصیحت کریں۔

فصل پنجم

(اس فصل) میں بھی مُبَلِّغِین کی خدمت میں ایک ضروری درخواست ہے وہ یہ کہ اپنی ہر تقریر و تحریر کو خلوص و اخلاص کے ساتھ متصف فرمائیں۔ کیونکہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی دینی اور دنیوی ثمرات کے اعتبار سے بہت بڑھا ہوا ہے اور بغیر اخلاص کے نہ دنیا میں اسکا کوئی اثر نہ آخرت میں کوئی اجر۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ رَمْسُكُوتَ عَنْ مُسْلِمٍ تَرْجَمَهُ: حق تعالیٰ شانہ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے دلوں کو اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اخلاص۔ ترغیب نے مختلف روایات میں یہ مضمون ذکر کیا ہے۔ نیز ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن میں حاکم بنا کر بھیجا تو انھوں نے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت فرما دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ دین میں اخلاص کا اہتمام رکھنا کہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی کافی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اعمال میں سے صرف اسی عمل کو قبول فرماتے ہیں جو خالص انہیں کے لئے کیا گیا ہو۔

لہٰ رواد احمد باسناد جید رجال اصحیح کما فی تخریج الاحیاء ص ۱۳۱ اگر دوسروں کو سمجھانے والے لوگ اس بات کو ذہن میں رکھیں تو خود بخود بات میں نرمی پیدا ہو جائے اور امید ہے کہ اس طرح سمجھانے میں اثر بھی زیادہ ہو گا لہٰذا خدا کے تعالیٰ کے یہاں ہر عمل میں سب سے پہلے اخلاص ہی دیکھا جاتا ہے۔ جتنا عمل میں اخلاص ہے اتنی ہی اسکی قیمت ہے۔ خواہ عمل کتنا ہی ہو۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے :- قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَنَا غَنِيٌّ اشْرَكَاءَ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اشْرَكَ فِيهِ مَعِيَ غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكُكُمْ فِي رِوَايَةٍ فَإِنَّا مِنَّا بِرِيٍّ فَهُوَ لِلَّذِي عَمِلَهُ (مشکوٰۃ عن مسلم) ترجمہ :- حق سبحانہ و تقدس کا ارشاد ہے کہ میں سب شرکار میں شرکت سے بہت زیادہ بے نیاز ہوں یعنی دنیا کے شرکار شرکت کے محتاج اور شرکت پر راضی ہوتے ہیں اور میں خَلْقُ عَلَي الْإِطْلَاق ہوں بے پروا ہوں عبادت میں غیر کی شرکت سے بیزار ہوں جو شخص کوئی عمل ایسا کرے جس میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو بھی شریک کر لے میں اسکو اسکے شرک کے حوالہ کر دیتا ہوں، دوسری روایت میں ہے کہ میں اس سے بری ہو جاتا ہوں۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن میدانِ حشر میں ایک منادی باواز بلند کہیگا کہ جس شخص نے کسی عمل میں دوسرے کو شریک کیا ہو وہ اسکا ثواب اور بدلہ اسی سے مانگے۔ اللہ تعالیٰ سب شرکار میں شرکت سے بہت زیادہ بے نیاز ہے۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے۔ مَنْ صَلَّى يَرَأِي فَقَدْ اشْرَكَ وَمَنْ صَامَ يَرَأِي فَقَدْ اشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ يَرَأِي فَقَدْ اشْرَكَ (مشکوٰۃ عن احمد) ترجمہ :- جو شخص ریاکاری سے نماز پڑھتا ہے وہ مشرک ہو جاتا ہے اور جو شخص ریاکاری سے روزہ رکھتا ہے وہ مشرک ہو جاتا ہے جو شخص ریاکاری صدقہ دیتا ہے وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ مشرک ہو جانیکا مطلب ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو جنکے دکھلانے کے لئے یہ اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ کا شریک بنالیتا ہے۔ اس حالت میں یہ اعمال اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں رہتے ہیں بلکہ اُن لوگوں کیلئے بن جاتے ہیں جنکو دکھلانے کے لئے کئے جاتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ہے إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضَىٰ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ رَجُلٌ اسْتَشْهَدَ فَإِنِّي بِهِ نَعْرَفُهُ نِعْمَةً فَعَرَفَهَا فَقَالَ فَمَا عَمِلْتُ فِيهَا قَالَ قَاتَلْتُ فِيكَ حَتَّى اسْتَشْهَدْتُ قَالَ كَذَبْتُ وَلَكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِأَن يُقَالَ جَرِي فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أَمَرَ بِهِ فَسُجِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَ عِلْمَهُ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ فَإِنِّي بِهِ نَعْرَفُهُ نِعْمَةً فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتُ فِيهَا قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُ وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ قَالَ كَذَبْتُ وَلَكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ إِنَّكَ عَالِمٌ وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ هُوَ قَارِئٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أَمَرَ بِهِ فَسُجِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهَا فَإِنِّي بِهِ نَعْرَفُهُ نِعْمَةً فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتُ فِيهَا قَالَ

مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ قَالَ كَذَبْتَ وَ
لَيْكَ لَكَ فَعَلْتَ لِيَقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ بِهِ عَلَى وَجْهِهِ ثُمَّ
أُلْقِيَ فِي النَّارِ (مشکوٰۃ عن مسلم)

ترجمہ :- قیامت کے دن جن لوگوں کا اول وہلہ میں فیصلہ سنایا جاوے گا ان میں سے ایک وہ شہید بھی ہوگا جسکو بلا کر اولاً اللہ تعالیٰ اپنی اس نعمت کا اظہار فرمائیں گے جو اس پر کی گئی تھی وہ اس کو پہچانے گا اور اقرار کرے گا۔ اسکے بعد سوال کیا جاوے گا کہ اس نعمت سے کیا کام لیا، وہ کہے گا کہ تیری رضا کیلئے جہاد کیا حتے کہ شہید ہو گیا۔ ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے یہ اسلئے کیا تھا کہ لوگ بہادر کہیں گے سو کہا جا چکا اور جس غرض کیلئے جہاد کیا گیا تھا وہ حاصل ہو چکی اسکے بعد اسکو حکم سنایا جاوے گا اور وہ منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ دوسرے وہ عالم بھی ہوگا جس نے علم پڑھا اور پڑھایا اور قرآن پاک کو حاصل کیا۔ اسکو بلا کر اس پر جو انعامات دنیا میں کئے گئے تھے انکا اظہار کیا جاوے گا اور وہ اقرار کرے گا۔ اسکے بعد اس سے بھی پوچھا جائے گا کہ ان نعمتوں میں کیا کیا کام کئے۔ وہ عرض کرے گا کہ تیری رضا کیلئے علم پڑھا اور لوگوں کو پڑھایا قرآن پاک تیری رضا کیلئے حاصل کیا۔ جواب ملے گا جھوٹ بولتا ہے تو نے علم اسلئے پڑھا تھا کہ لوگ عالم کہیں اور قرآن اسلئے حاصل کیا تھا کہ لوگ قاری کہیں سو کہا جا چکا اور جو غرض پڑھنے پڑھانے کی تھی وہ پوری ہو چکی، اسکے بعد اسکو بھی حکم سنایا جاوے گا اور وہ بھی منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جاوے گا۔ تیسرے وہ مالدار بھی ہوگا جسکو اللہ تعالیٰ نے وسعت رزق عطا فرمائی اور ہر قسم کا مال مرحمت فرمایا۔ بلایا جائے گا اور اس سے بھی نعمتوں کے اظہار اور انکے اقرار کے بعد پوچھا جائے گا کہ ان انعامات میں کیا کارگزاری کی ہے۔ وہ عرض کرے گا کہ کوئی مصروف خیر ایسا نہیں جس میں خرچ کرنا تیری رضا کا سبب ہو اور میں نے اس میں خرچ نہ کیا ہو۔ ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے یہ سب اسلئے کیا گیا کہ لوگ فیاض کہیں سو کہا جا چکا، اسکو بھی حکم کے موافق کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

لہذا بہت ہی اہم اور ضروری ہے کہ مبلغین حضرات اپنی ساری کارگزاری میں اللہ کی رضا اور اسکے دین کی اشاعت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع مقصود رکھیں، شہرت، عزت، تعریف کو ذرا بھی دل میں جگہ نہ دیں، اگر خیال بھی آجائے تو لا حول و استغفار سے اسکی اصلاح فرمائیں، اللہ جل شانہ اپنے لطف اور اپنے محبوب کے صدقے اور محبوب کے پاک کلام کی برکت سے مجھ سیاح کار کو بھی اخلاص کی توفیق عطا فرمائے اور ناظرین کو بھی، آمین۔

فصل ششم

(اس فصل میں عامہ مسلمین کو ایک خاص امر کی طرف متوجہ کرنا ہے وہ یہ کہ اس زمانہ میں علماء کی طرف سے بدگمانی بے توجہی نہیں بلکہ مقابلہ اور تحقیر کی صورتیں بالعموم اختیار کی جا رہی ہیں۔ یہ امر دین کے لحاظ سے نہایت ہی سخت خطرناک ہے۔ اسمیں ذرا شک نہیں کہ دنیا کی ہر جماعت میں جس طرح اچھٹوں میں بُرے بھی ہوتے ہیں۔ علماء کی جماعت میں بھی اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ جھوٹے سچوں میں شامل ہیں۔ اور علماء سُر علماء بُر شد میں مخلوط ہیں۔ مگر پھر بھی دو امر بحد لحاظ کے قابل ہیں۔ اول یہ کہ جب تک کسی شخص کا علماء سُر میں سے ہونا محقق نہ ہو جائے اسپر ہرگز کوئی حکم نہ لگا دینا چاہیے۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا۔

ترجمہ :- اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اسپر عمل نہ کر۔ کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی پوچھ ہوگی۔ (بیان القرآن) اور محض اس بدگمانی پر کہ کہنے والا شاید علماء سُر میں ہوا اسکی بات کو بلا تحقیق رد کر دینا اور بھی زیادہ ظلم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسمیں اسقدر احتیاط فرمائی ہے کہ یہود تورات کے مضامین کو عربی میں نقل کر کے سناتے تھے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ نہ ان کی تصدیق کیا کرو نہ تکذیب بلکہ یہ کہہ دیا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نازل فرمایا ہے سب پر ہمارا ایمان ہے۔ یعنی یہ کہ کافروں کی نقل کے متعلق بھی بلا تحقیق تصدیق و تکذیب سے روک دیا۔ لیکن ہم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ جب کوئی شخص کسی قسم کی بات ہماری رائے کے خلاف کہتا ہے تو اسکی بات کی وقعت گرانے کے لئے کہنے والے کی ذات پر حملے کئے جاتے ہیں، گو اُسکا اہل حق ہونا بھی محقق ہو۔

لہ مراد یہ ہے کہ علماء کے متعلق عوام میں بدگمانی آجکل بہت بڑھ رہی ہے۔ ہم لوگوں کی سب سے پہلی بنیادی غلطی یہ ہے کہ ہم جسے نیک سمجھتے ہیں اسے بالکل فرشتہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اسمیں کسی قسم کی کوئی بُرائی نہ ہو حالانکہ یہ غلط ہے آدمی میں بُرائیاں بھی ہوتی ہیں اور بھلائیوں بھی۔ بس جسکی بھلائیوں سے زیادہ ہوں وہ بھلا آدمی ہے اور جسکی بُرائیاں بھلائیوں سے بڑھ جائیں خدا اسکی اصلاح کرے اور بھلائی کی توفیق دے۔

دوسرا ضروری امر یہ ہے کہ علماء حقیقی، علماء مُرشد، علماء خیر بھی بشریت سے خالی نہیں ہوتے۔ معصوم ہونا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان ہے اسلئے انکی لغزشوں، انکی کوتاہیوں، انکے قصوروں کی ذمہ داری انہیں پر عائد ہے اور اللہ تعالیٰ سے انکا معاملہ ہے سزا دیں یا معاف فرمادیں بلکہ اغلب یہ ہے کہ انکی لغزشیں انشاء اللہ تعالیٰ معاف ہی ہو جاویں گی۔ اسلئے کہ کریم آقا اپنے اس غلام سے جو ذاتی کاروبار چھوڑ کر آقا کے کام میں مشغول ہو جائے اور ہمہ تن اسی میں لگا رہے اکثر تسامح اور درگزر کیا کرتا ہے پھر اللہ جل و علا کی برابر تو کوئی کریم ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن وہ بمقتضای عدل گرفت بھی فرمائیں تو وہ ان کا اپنا معاملہ ہے۔ ان امور کی وجہ سے علماء سے لوگوں کو بدگمان کرنا، نفرت دلانا، دُور رکھنے کی کوشش کرنا لوگوں کے لئے بد دینی کا سبب ہو گا اور ایسا کرنے والوں کیلئے وبالِ عظیم ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اِنَّ مِنْ اَجْلَالِ اللّٰهِ تَعَالٰی اَكْرَامُ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَحَاصِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَايِ فِيْهِ وَلَا الْجَانِي عَنْهُ وَاَكْرَامُ ذِي السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ (ترغیب عن ابی داؤد)

ترجمہ :- تینوں اصحاب ذیل کا اعزاز اللہ تعالیٰ کا اعزاز ہے، ایک بوڑھا مسلمان، دوسرا وہ محافظِ قرآن جو افراطِ تفریط سے خالی ہو، تیسرا منصفِ حاکم۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہے لَيْسَ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ لَّمْ يُبَجِّلْ كِبَارَنَا وَيَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيَعْرِفْ عَلَمَنَا وَتَرْغِبَ عَنْ اَحْمَدٍ وَالحَاكِمِ وَغَيْرِهِمَا، ترجمہ :- وہ شخص جو ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے، ہمارے بچوں پر رحم نہ کرے، ہمارے علماء کی قدر نہ کرے وہ ہماری اُمت میں سے نہیں ہے۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ لَا يَسْتَحِفُّ بِرِسْمٍ اِلَّا مُنَافِقٌ ذُو الشَّيْبَةِ فِي الْاِسْلَامِ وَذُو الْعِلْمِ وَاَمَامٌ مُّقْسِطٌ (ترغیب عن الطبرانی) ترجمہ :- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

لے برائیوں سے بیکر خالی ہونا اسے ہمارے عوام کیا بہت سے خواہ میں بھی ایسے صحیح اور متوازن ذہن کی بڑی کمی ہے کہ جس آدمی میں ایک برائی دیکھیں اسے دُش بھلائی دیکھیں تو برائی کو بُرا سمجھیں اور بھلائیوں کی قدر کریں، عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ یا تو عقیدت میں آکر کسی عالم صاحب کی ہر بات کو اچھا کہتے ہیں اور اس کی برائی کو بھی بھلائی بتاتے ہیں اور یا اگر بدگمان ہو جائے تو اسکی برائی تو برائی ہے ہی بھلائی بھی برائی بتا دی جاتی ہے۔

کہ تین شخص ایسے ہیں کہ انکو خفیف سمجھنے والا منافق ہی ہو سکتا ہے (نہ کہ مسلمان) وہ تین شخص یہ ہیں۔ ایک بوڑھا مسلمان، دوسرا عالم، تیسرا مُنصف حاکم۔

بعض روایات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مجھے اپنی اُمت پر سب چیزوں سے زیادہ تین چیزوں کا خوف ہے ایک یہ کہ ان پر دنیاوی فتوحات زیادہ ہونے لگیں جس کی وجہ سے ایک دوسرے سے حسد پیدا ہونے لگے۔ دوسرے یہ کہ قرآن شریف آپس میں اس قدر عام ہو جائے کہ ہر شخص اسکا مطلب سمجھنے کی کوشش کرے حالانکہ اسکے معانی اور مطالب بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جنکو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ بھی یوں کہتے ہیں کہ ہم اسپر یقین رکھتے ہیں سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے (بیان القرآن) یعنی علم میں پختہ کار لوگ بھی تصدیق کے سوا آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کرتے تو پھر عوام کو چون چیرا کا کیا حق ہے۔ تیسرے یہ کہ علماء کی حق تلفی کی جائے اور انکے ساتھ لاپرواہی کا معاملہ کیا جائے۔ ترغیب میں اس حدیث کو بروایت طبرانی ذکر کیا ہے اور اس قسم کی روایات بکثرت حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔

جس قسم کے الفاظ اس زمانہ میں علماء اور علوم دینیہ کے متعلق اکثر استعمال کئے جاتے ہیں فتاوے عالمگیری میں ان میں سے اکثر الفاظ کو الفاظ کفریہ میں شمار کیا ہے مگر لوگ اپنی ناواقفیت سے اس حکم سے غافل ہیں اسلئے نہایت ضروری ہے کہ اس قسم کے الفاظ بالعموم استعمال کرنے میں بہت زیادہ احتیاط کی جائے۔ بفرض اگر مان بھی لیا جاو کہ علماء حقانی کا اس وقت وجود ہی نہیں رہا اور یہ سب جماعتیں جن پر علماء کا اطلاق کیا جاتا ہے علماء رُسور ہی ہیں تب بھی آپ حضرات کی صرف ان علماء کو علماء سو کہنے سے سبکدوشی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ایسی حالت میں تمام دنیا پر یہ فرض عائد ہو جاتا ہے کہ علماء حقانی

لے آجکل علماء اور دیندار طبقہ کو بُرا بھلا کہنا ان پر تنقید کرنا اگرچہ عام فیشن بن چکا ہے اور لوگ اپنی روشن خیالی اور بیدار مغزئی کا ثبوت علماء کو گالیاں دیکر پیش کرتے ہیں۔ لیکن جو وقت یہ کتاب لکھی گئی تھی اس وقت مسلمانوں میں سیاسی سرگرمیوں کے زیر اثر علماء پر تنقید کا بازار بہت گرم تھا جو علماء کسی بھی سیاسی پارٹی سے تعلق رکھتے تھے دوسری پارٹی کے لوگ ان پر بُری طرح لعن طعن کرتے تھے اور اتفاق سے اس وقت ہر پارٹی میں اونچے علماء موجود تھے مصنف کی دوسری کتاب الاعتدال فی مراتب الرجال میں یہ بحثیں زیادہ تفصیل سے لکھی گئی ہیں۔

کی ایک جماعت پیدا کی جائے انکو علم سکھایا جائے اسلئے کہ علماء کا وجود فرض کفایہ ہے اگر ایک جماعت اس کیلئے موجود ہے تو یہ فرض سب سے ساقط ہے ورنہ تمام دُنیا گنہگار ہے۔

ایک عام اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ ان علماء کے اختلاف نے عوام کو تباہ و برباد کر دیا ہے ممکن ہے کہ کسی درجہ میں صحیح ہو، مگر حقیقت یہ ہے کہ علماء کا یہ اختلاف آج کا نہیں سٹوپچائش برس کا نہیں خیر القرون بلکہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ہریرہؓ کو اپنے نعلین شریف بطور علامت کے دیکر اس اعلان کیلئے بھیجتے ہیں کہ جو شخص کلمہ گو ہو وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا، راستہ میں حضرت عمرؓ ملتے ہیں اور معاملہ پوچھتے ہیں، حضرت ابو ہریرہؓ اپنے آپکو حضورؐ کا قاصد بتاتے ہیں لیکن پھر بھی حضرت عمرؓ اس زور سے اُنکے سینہ پر دونوں ہاتھ مارتے ہیں کہ وہ بیچارے سر نیوٹوں کے بل زمین پر گر پڑتے ہیں مگر نہ کوئی حضرت عمرؓ کے خلاف پوسٹر شائع ہوتا ہے نہ کوئی جلسہ ہو کر احتجاجی ریزولوشن پاس ہوتا ہے۔

حضرات صحابہ کرامؓ میں ہزاروں مسئلے مختلف فیہا ہیں اور ائمہ اربعہؓ کے یہاں تو شاید فقہ کی کوئی جزئی ہو جو مختلف فیہ نہ ہو۔ چار رکعت نماز میں نیت باندھنے سے سلام پھیرنے تک تقریباً دس سو مسئلے ائمہ اربعہ کے یہاں ایسے مختلف فیہ ہیں جو مجھ کو تاہ نظر کی نگاہ سے بھی گزر چکے ہیں اور اس سے زائد نہ معلوم کتنے ہونگے۔ مگر کبھی رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ دس تین مسئلوں کے سوا کانوں میں نہ پڑے ہونگے نہ اُنکے لئے اشتہارات و پوسٹر شائع ہوئے ہونگے نہ جلسے اور مناظر تھے ہوتے دیکھے ہونگے۔ رازیہ ہے کہ عوام کے کان ان مسائل سے آشنا نہیں ہیں۔ علماء میں اختلاف رحمت ہے اور بدیہی امر ہے جب بھی کوئی عالم کسی شرعی دلیل سے کوئی فتویٰ دیگا دوسرے کے

لے لوگ اس بات کو کہتے ہوئے نہ معلوم کیوں اس حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں کہ کہیں ڈاکٹر دو ڈاکٹروں سے دو کیلوں ڈو انجینیروں میں جب اتفاق نہیں ہو سکتا اور اسکے باوجود کسی نہ کسی ڈاکٹر حکیم وکیل پروفیسر سے اعتماد کر لیا جاتا ہے تو علماء کے اختلاف کے موقع پر کیوں یہ رویہ اختیار نہیں کیا جاتا؟ اگر یہ کہا جائے کہ میں ایک خدا ایک پھر اختلاف کیوں؟ ہم کہیں گے کہ مرہن ایک ہوتا ہے پھر بھی ڈاکٹروں میں کیوں اختلاف ہوتا ہے؟ بس یا تو آدمی خود ہی علم حاصل کرے اور یا پھر کسی ایک پر سب کا دعالم کی بات پر اعتماد کر کے عمل شروع کر دے۔ وہ اختلافات کی تو کوئی حد نہیں ہے مثلاً اور ان دس تین مسئلوں میں بھی مناعہ بڑی اور اشتہار بازی زیادہ تر اسی وجہ سے ہوتی کہ یہ مسائل عوام کے ہاتھ آئے تھے۔

نزدیک اگر وہ محبت صحیح نہیں تو وہ شرعاً اختلاف کرنے پر مجبور ہے۔ اگر اختلاف نہ کرے تو مدافعت اور عاصی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ لوگ کام نہ کرنے کے لئے اس پھر اور پوچھ غدر کو حیلہ بناتے ہیں ورنہ ہمیشہ اطباء میں اختلاف ہوتا ہے، وکلاء کی رائے میں اختلاف ہوتا ہے، مگر کوئی شخص علاج کرانا نہیں چھوڑتا، مقدمہ لڑانے سے نہیں رکتا، پھر کیا مصیبت ہے کہ دینی امور میں اختلاف علماء کو حیلہ بنایا جاتا ہے، یقیناً سچے عمل کرنے والے کیلئے ضروری ہے کہ جس عالم کو وہ اچھا سمجھتا ہے متبع سنت سمجھتا ہے اسکے قول پر عمل کرے اور دوسروں پر لغو حملوں اور طعن و شنیع سے باز رہے۔ جس شخص کے ذہن کی رسائی دلائل کے سمجھنے اور ان میں ترجیح دینے تک نہیں ہے اس کا حق نہیں کہ انہیں دخل دے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ علم کو ایسے لوگوں سے نقل کرنا جو اہل اہل نہ ہوں اسکو ضائع کرنا ہے۔ مگر جہاں بددینی کی یہ حد ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے صریح ارشادات پر لب گشتائی ہر شخص کا حق سمجھا جاتا ہو وہاں بیچارے علماء کا کیا شمار ہے۔ جس قدر الزامات رکھے جائیں کم ہیں۔ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔

فصل ہفتم

یہ فصل گویا چھٹی فصل کا مکملہ اور تہتمہ ہے۔ اس میں ناظرین کی خدمات عالیہ میں ایک اہم درخواست ہے وہ یہ کہ اللہ والوں کے ساتھ ارتباط انکی خدمت میں کثرت سے حاضری دینی امور میں تقویت اور خیر و برکت کا سبب ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰی مِلَّةٍ هَذِهِ الْاَمْرُ الَّذِي تَصِيبُ بِهَا خَيْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ عَلَيْكَ بِسَجَالِسِ اَهْلِ الدِّكْرِ الْمَحْدِثِ (مشکوٰۃ ص ۴۱۵) ترجمہ :- کیا تجھے دین کی نہایت تقویت دینے والی چیز بتاؤں جس سے تو دین و دنیا دونوں کی فلاح کو پہونچے وہ اللہ تعالیٰ کی یاد کرنے والوں کی مجلس ہے، اور جب تو تنہا ہوا کرے تو اپنے کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے رطب اللسان رکھا کر۔

اسکی تحقیق بہت ضروری ہے کہ اہل اللہ کون لوگ ہیں؟ اہل اللہ کی پہچان اتباعِ سنت ہے کہ حق سبحانہ و تقدس نے اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمت کی ہدایت کیلئے نمونہ بنا کر بھیجا ہے اور اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے: **قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ**۔ ترجمہ:- آپ فرمادیجئے کہ اگر تم خدائے تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو، خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ غفورٌ رحیم ہیں۔ (بیان القرآن) لہذا جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع ہو وہ حقیقتہً اللہ والا ہے اور جو شخص اتباعِ سنت سے جس قدر دُور ہو وہ قربِ الہی سے اسی قدر دور ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرے اور سنتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کرے وہ جھوٹا ہے اسلئے کہ قاعدہ محبت اور قانونِ عشق ہے کہ جس سے کسی کو محبت ہوتی ہے اسکے گھر سے، در و دیوارِ صحن سے، باغ سے، حتئے کہ اسکے گتے سے، اسکے گدھے سے محبت ہوتی ہے۔

أَمْرٌ عَلَى الدِّيَارِ دِيَارٍ يَلِيلُ ۝ أَقْبَلُ ذَا الْجَدَارِ وَذَا الْجَدَارِ
وَمَلَحْتُ الدِّيَارِ شَغْفَنُ قَلْبِي ۝ وَلَكِنْ حُبٌّ مِّنْ سَكَنِ الدِّيَارِ

ترجمہ:- کہتا ہے کہ میں لیلے کے شہر پر گزرتا ہوں تو اس دیوار کو اور اس دیوار کو پیار کرتا ہوں کچھ شہروں کی محبت نے میرے دل کو فریفتہ نہیں کیا ہے بلکہ اُن لوگوں کی محبت کی کار فرمائی ہے جو شہروں کے رہنے والے ہیں۔ دوسرا شاعر کہتا ہے

تَعْصِي الْإِلَهِ وَأَنْتَ تَنْظُرُ حُبًّا ۝ وَهَذَا نَعْرِمِي فِي الْفِعَالِ بَدِيعُ
لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَأَطَعْتَهُ ۝ إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعُ

ترجمہ:- تو اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور اسکی نافرمانی کرتا ہے۔ اگر تو اپنے دعویٰ میں سچا ہوتا تو کبھی نافرمانی نہ کرتا اسلئے کہ عاشق ہمیشہ معشوق کا تابع رہتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری تمام اُمت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے انکار کر دیا صحابہؓ نے عرض کیا کہ جس نے انکار کر دیا سے کیا مراد ہے۔ آپ نے فرمایا

لہ یعنی اپنے ہر کام میں جو شخص اتباعِ سنت کا خیال رکھتا ہو اور نماز روزہ وغیرہ کا پابند ہو وہ اللہ والا ہے اور جو شخص ان چیزوں میں سست ہے وہ خواہ کتنی بھی عجیب عجیب باتیں دکھائے وہ مداری تو ہو سکتا ہے شعبہ باز اور بازی گو ہو سکتا ہے مگر ذلی نہیں ہو سکتا۔

کہ جو شخص میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو نافرمانی کرے گا وہ انکار کرے گا۔
ایک جگہ ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا کہ اسکی خواہش
اس دین کے تابع نہ ہو جائے جسکو میں لیکر آیا ہوں (مشکوٰۃ)

حیرت کی بات ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی بہودی کے دعویدار اللہ اور اس کے رسول
کی اطاعت سے بے بہرہ ہوں کسی بات کو اُن مدعیوں کے سامنے یہ کہہ دینا کہ سنت کے خلاف
ہے، حضور کے طریقہ کے خلاف ہے، گویا یہ چپی مار دینا ہے۔

خلافتِ پیمر کے رہ گزید کہ ہرگز بمنزلِ خواہد رسید
پیمر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ کے خلاف جو شخص بھی کوئی راستہ اختیار کرے گا
کبھی بھی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ بالجمہ اس تحقیق کے بعد کہ یہ شخص اللہ والوں
میں سے ہے اس کے ساتھ ربط کا بڑھانا اسکی خدمت میں کثرت سے حاضر ہونا، اس کے علوم سے
مُنتَفِع ہونا دین کی ترقی کا سبب ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امر بھی ہے۔
ایک حدیث میں ارشادِ عالی ہے کہ جب تم جنت کے باغوں میں گذرا کرو تو کچھ حاصل
بھی کر لیا کرو صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جنت کے باغ کیا چیز ہیں۔ حضورؐ نے
ارشاد فرمایا کہ علمی مجالس۔

دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو
نصیحت کی تھی کہ علماء کی خدمت میں بیٹھنے کو ضروری سمجھو اور حکمائے اُمت کے ارشادات
کو غور سے سنا کرو کہ حق تعالیٰ شانہ حکمت کے نور سے مُردہ دلوں کو ایسے زندہ فرماتے ہیں
کہ جیسے مُردہ زمین کو نو سلا دھار بارش سے اور حکماء دین کے جاننے والے ہی ہیں نہ کہ
دوسرے اشخاص۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا
کہ بہترین ہمیشیں ہم لوگوں کے واسطے کون شخص ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جسکے دیکھنے سے
اللہ کی یاد پیدا ہو، جسکی بات سے علم میں ترقی ہو، جسکے عمل سے آخرت یاد آجائے، ترغیب
میں ان روایات کو ذکر کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے بہترین بندے وہ لوگ ہیں جنکو دیکھ کر خدا یاد آجائے،
خود حق سبحانہ و تقدس کا ارشاد ہے: - يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا

لے و دادا بطران فی البکیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی الجامع الصغیر

مَعَ الصَّادِقِينَ۔

ترجمہ :- اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو (بیان القرآن)
مفسرین نے لکھا ہے کہ سچوں سے مراد اس جگہ مشائخ صوفیہ ہیں۔ جب کوئی شخص انکی
چوکھٹ کے خدام میں داخل ہو جاتا ہے تو انکی تربیت اور قوت ولایت کی بدولت بڑے
بڑے مراتب تک ترقی کر جاتا ہے۔

شیخ اکبر تحریر فرماتے ہیں کہ اگر تیرے کام دوسرے کی مرضی کے تابع نہیں ہوتے
تو تو کبھی بھی اپنے نفس کی خواہشات سے انتقال نہیں کر سکتا گو عمر بھر مجاہد سے کرتا
رہے۔ لہذا جب بھی تجھے کوئی ایسا شخص ملے جسکا احترام تیرے دل میں ہو اس کی
خدمت گزاری کر اور اسکے سامنے مُردہ بن کر رہ، کہ وہ تجھ میں جس طرح چاہے تصرف
کرے اور تیری اپنی کوئی بھی خواہش نہ رہے اسکے حکم کی تعمیل میں جلدی کر، اور جس چیز
سے روکے اُس سے احتراز کر، اگر پیشہ کرنیکا حکم کرے پیشہ کر مگر اسکے حکم سے نہ کہ اپنی رائے
سے۔ بیٹھ جانے کا حکم کرے تو بیٹھ جا۔ لہذا ضروری ہے کہ شیخ کامل کی تلاش میں سعی کر،
تا کہ تیری ذات کو اللہ سے ملا دے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر
کرتی ہو تو ملائکہ اسکو گھیر لیتے ہیں، رحمت انکو ڈھانپ لیتی ہے اور حق سبحانہ و تقدس
اپنی پاک مجلس میں ان لوگوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ ایک دل ربودہ کے واسطے اس سے بڑھکر
کیا نعمت ہو سکتی ہے کہ محبوب کی مجلس میں اسکا ذکر ہو۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ کی یاد کرنیوالی جماعت کے لوگوں کو
جو اخلاص سے اللہ کو یاد کر رہے ہوں ایک پکارنے والا آواز دیتا ہے کہ اللہ نے تمہاری
مغفرت کر دی اور تمہاری بُرائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ جس
مجلس میں اللہ تعالیٰ کی یاد نہیں اسکے رسول پر درود نہیں۔ اس مجلس والوں کو قیامت
کے دن حسرت ہوگی۔

لے موجودہ دور میں ایسے آدمی کا انتخاب بہت چھان بین کے ساتھ کرنا چاہیے اور کسی بھی وقت یہ نہ سمجھے کہ
بزرگ صاحب سے تو کوئی غلطی ہو ہی نہیں سکتی، جب کوئی کام خلافت شرع دیکھے ان کو ادب کے ساتھ توجہ
دلائے یا کم از کم اسکو بُرا سمجھے، یہ جو مشہور ہے کہ پیر کامل کوئی بُرائی بھی کرتا ہے تو اس میں بھی کوئی بعید سے غلطی
خدا کے احکام سب کے لئے برابر ہیں لہذا جسکا دل خدا سے لگ چکا ہو

حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعا ہے کہ یا اللہ اگر تو مجھے ذاکرین کی مجلس سے گذر کر غافلین کی مجلس میں جاتا ہوا دیکھے تو میرے پاؤں توڑ دے ۷
جب اسکی صوت و صورت ہی محرومی تو بہتر ہی پڑے مرے کانوں کا کرہونا، اور آنکھیں کو رہو جانی حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جن مجالس میں اللہ تعالیٰ کی یاد ہوتی ہے وہ آسمان والوں کے نزدیک ایسی چمکتی ہیں جیسے کہ زمین والوں کے نزدیک ستارے۔
حضرت ابو ہریرہؓ ایک مرتبہ بازار میں تشریف لے گئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم لوگ یہاں بیٹھے ہو اور مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے۔ لوگ دوڑے ہوئے آئے وہاں کچھ بھی تقسیم نہ ہو رہا تھا۔ واپس جا کر عرض کیا کہ وہاں تو کچھ بھی نہیں۔ ابو ہریرہؓ نے پوچھا کہ آخر کیا ہو رہا تھا؟ لوگوں نے کہا کہ چند لوگ اللہ کے ذکر میں مشغول تھے اور کچھ تلاوت میں، انھوں نے کہا کہ یہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ اس نوع کی روایات بکثرت ذکر فرمائی ہیں۔ اس سب سے بڑھ کر یہ کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حکم ہے **وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوَةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیدُوْنَ وَجْہَہُمْ وَلَا تَعْدُ عِیْنَاکَ عَنْهُمْ تَرْفِیدُ زَیْنَتَ الْحَیَوةِ الدُّنْیَا وَلَا تُطِعمُ مَنْ اَغْفَلْنَا قُلُوبَہُ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبِعْ هَوَاہُ وَکَانَ اَمْرُکَ فُرطًا۔**

ترجمہ :- اور آپ اپنے آپکو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت محض اسکی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں اور دنیوی زندگی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں اُن سے ہٹنے نہ پادیں۔ اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جسکے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا حال حد سے بڑھ گیا ہے، متعدد روایات میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل جلالہ کا اس پر شکر ادا فرمایا کرتے تھے کہ میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے جنکی مجلس میں اپنے آپ کو روکے رکھنے کا مامور ہوں۔ اور اسی آیت شریفہ میں دوسری جماعت کا بھی حکم ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جنکے قلوب اللہ کی یاد سے غافل ہیں اپنی خواہشات کا اتباع کرتے ہیں، حدود سے بڑھ جاتے ہیں انکے اتباع سے روک دیا گیا ہے۔

اب وہ حضرات جو ہر قول و فعل میں دین و دنیا کے کاموں میں کفار و فساق کو
مقتد ابنا تے ہیں مشرکین و نصاریٰ کے ہر قول و فعل پر سوجان سے نشان ہیں، خود
ہی غور فرمائیں کہ کس راستے جا رہے ہیں۔

ترسم نہ رسی بجعبہ اے اعرابیؑ

کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

مستل امر

محمد زکریا کاندھلوی

۵ صفر ۱۳۵ھ

مطابق

۲۱ جون ۱۹۳۱ء

مراد مانصحت بود و کریم

حوالت با خدا کریم و رفیق

وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ

۱۔ شاعر کہتا ہے کہ اے دیہاتی مجھے اندیشہ ہے کہ تو کعبہ تک نہ پہنچ سکے اسلئے کہ جس راہ پر تو چل رہا ہے یہ
تو ترکستان جاتی ہے ۲۔ یعنی ہمارا مقصد تو نصیحت کرنا تھا وہ ہم کر چکے اب تجھے خدا کے حوالے کرتے ہیں اور
جاتے ہیں۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
ماہِ رمضان وہ مبارک مہینہ ہے
جس میں قرآن نازل ہوا

فضائلِ رمضان

جس میں
رمضان المبارک کے فضائل، شبِ قدر کی فضیلت اور
اعتکاف کا بیان ہے۔ انیسویں ایک طویل حدیثی
جس میں بہت سے مفید مضامین ہیں۔

تالیف

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ

ناشر:- یوسف سنز

ناشران، تاجران کتب و اسٹیشنرز

13 - نیو آردو بازار - کراچی - فون 214453

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلَیْ رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ حَامِدًا اَوْ مُصَلِّیًّا وَمُسَلِّمًا۔

حمد و صلوة کے بعد یہ چند احادیث کا ترجمہ ہے جو رمضان المبارک کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت للعالمین ذات نے مسلمانوں کیلئے ہر باب میں جس قدر فضائل اور ترغیبات ارشاد فرمائی ہیں انکا اصل شکریہ اور قدردانی تو یہ تھی کہ ہم اُن پر مرٹھے مگر ہماری کوتاہیاں اور دینی بے رغبتیاں اس قدر روز افزوں ہیں کہ اُن پر عمل تو درکنار انکی طرف التفات اور توجہ بھی نہیں رہی۔ حتیٰ کہ اب لوگوں کو ان کا علم بھی بہت کم ہو گیا ہے۔

ان اوراق کا مقصد یہ ہے کہ اگر مساجد کے ائمہ تراویح کے حُفاظ اور وہ پڑھے لکھے حضرات جنکو دین کی کسی درجہ میں بھی رغبت ہے اوائلِ رمضان میں اس رسالہ کو مساجد اور مجالس میں سنا دیا کریں تو اللہ کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ اپنے محبوب کے کلام کی برکت سے ہم لوگوں کو مبارک مہینے کی کچھ قدر اور اسکی برکات کی طرف کچھ توجہ ہو جایا کرے اور نیک اعمال کی زیادتی اور بد اعمالیوں کی کمی کا ذریعہ بن جایا کرے، حضور کا ارشاد ہے کہ اگر حق تعالیٰ شانہ تیری وجہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت فرماویں تو تیرے لئے "رخ و نواں" جو عمدہ مال شمار ہوتا ہے، بہتر اور افضل ہے۔

رمضان المبارک کا مہینہ مسلمانوں کیلئے حق تعالیٰ شانہ کا بہت ہی بڑا انعام ہے مگر جب ہی عام کی طرح رہی کی جائے۔ ورنہ ہم سے محروموں کیلئے ایک مہینہ تک رمضان رمضان چلائے جانے کے سوا کچھ بھی نہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری اُمت یہ تمنا کرے کہ سارا سال رمضان ہی ہو جائے۔ ہر شخص سمجھتا ہے کہ سال بھر کے روزے رکھنے کا رے دار دگر رمضان المبارک کے ثواب کے مقابلہ میں حضور کا ارشاد ہے کہ لوگ اسکی تمنا کرنے لگیں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ رمضان المبارک کے روزے اور ہر مہینے میں تین روزے رکھنا دل کی کھوٹ اور وساوس کو دور کرتا ہے۔ آخر کوئی تو بات ہے کہ صحابہ کرامؓ اہل مجلسوں مظلوم تھے حدیث کے الفاظ ہیں موم شہر مہینہ ثلاثہ ایام من کل شہر یذہبن رہائی آگے۔

رمضان کے مہینے میں جہاد کے سفر میں باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بار بار کی اظہار کی اجازت فرمادینے کے روزہ کا اہتمام فرماتے حتیٰ کہ حضور کو حکماً منع فرمانا پڑا۔
مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ کرامؓ ایک غزوہ کے سفر میں ایک منزل پر اترے گرمی نہایت سخت تھی اور غربت کی وجہ سے اس قدر کپڑا بھی سب کے پاس نہ تھا کہ دھوپ کی گرمی سے بچاؤ کر لیں۔ بہت سے لوگ اپنے ہاتھ سے آفتاب کی شعاع سے بچتے تھے۔ اس حالت میں بھی بہت سے روزہ دار تھے جن سے کھڑے ہو سکنے کا تحمل نہ ہوا اور گر گئے۔ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت گویا ہمیشہ تمام سال روزے دار ہی رہتی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سینکڑوں روایات میں مختلف انواع کے فضائل نقل کئے گئے جن کا احاطہ تو مجھ جیسے ناکارہ کے امکان سے خارج ہے لیکن میرا یہ بھی خیال ہے کہ اگر انکو کچھ تفصیل سے لکھوں تو دیکھنے والے اکتا جائینگے کہ اس زمانہ میں دینی امور میں جس قدر بے التفاتی کی جا رہی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ علم و عمل دونوں میں جس قدر بے پرواہی دین کے بارے میں بڑھتی جا رہی ہے وہ ہر شخص اپنی ہی حالت میں غور کرنے سے معلوم کر سکتا ہے۔ اس لئے اکیس احادیث پر اکتفا کرتا ہوں اور ان کو تین فصلوں پر منقسم کرتا ہوں۔

فصل اول رمضان المبارک کے فضائل میں جس میں دس احادیث مذکور ہیں۔

دوسری فصل شب قدر کے بیان میں جس میں ساٹھ حدیثیں ہیں۔
تیسری فصل میں اعتکاف کا ذکر ہے جس میں تین حدیثیں ہیں۔
اس کے بعد خاتمہ میں ایک طویل حدیث پر اس رسالہ کو ختم کر دیا۔
حق تعالیٰ شانہ اپنی کریم ذات اور اپنے محبوب کے طفیل اسکو قبول فرماویں
اور مجدد سیہ کار کو بھی اسکی برکات انتفاع کی توفیق

عطا فرماویں۔ فائدہ جواد
مکرم

گزشتہ صفحہ کا بقیہ :- دحر الصدر (رواہ البزار عن علی وابن عباس ورواہ البخاری والبارودی والطبرانی فی الکبیر عن النعمان بن قلوب)

فصل اول

رمضان المبارک فضائل

① حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر

خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی آخر یوم من شعبان فقال یا ایہا الناس قد اظلمکم شہر عظیم مبارک شہر فیہ لیلۃ خیر من الف شہر شہر جعل اللہ صیامہ فریضۃ و قیامہ لیلہ تطوعا من تقرب فیہ بخصلۃ کان کمین ادی فریضۃ فی ما سواہ ومن ادی فریضۃ فیہ کان کمین ادی سبعین فریضۃ فیما سواہ وهو شہر الصبر والصبر نور الجنة وشہر المواساة وشہر یزاد فی رزق المؤمن فیہ من نفع فیہ صائم کان مغفرة لذنوبہ وعن رقبۃ من النار وکان لہ مثل اجرہ من غیر ان ینقص من اجرہ شی قالوا یا رسول اللہ لیس کلنا یجد عیاضا الصائم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعطی اللہ ہذا الثواب من فطر مائۃ علی شربة او شربة ماء او

① حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے شعبان کی آخر تاریخ میں ہم لوگوں کو وعظ فرمایا، کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آ رہا ہے جو بہت بڑا مہینہ ہے بہت مبارک مہینہ ہے اس میں ایک رات ہے (شب قدر) جو ہزاروں مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو فرض فرمایا اور اس کے رات کے قیام (یعنی تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض ادا کیا اور جو شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرے، یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غمخواری کرنے کا ہے اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرے اس کے لئے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہوگا۔ اور روزہ دار کے ثواب کی مانند اسکو ثواب ہوگا مگر اس روزہ کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائیگا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم میں سے ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار

مذاقۃ لبن وھو شر او لم رحمة
 و اوسطا مغفرة و اخرۃ عتق من
 النار من خفف عن ملوکہ فیہ
 غفر اللہ لہ و اعتقہ من النار و
 استكثر وافیہ من اربع خصال
 خصلتین ترضون بہما ربکم و خصلتین
 لا غناء بکم عنہما فاما الخصلتان
 اللتان ترضون بہما ربکم فتشہادۃ
 ان لا الہ الا اللہ و تستغفرونہ
 و اما الخصلتان اللتان لا غناء بکم
 عنہما فتسألون اللہ الجنة و
 تعوذون بہ من النار و من اسقے
 صائما سقاۃ اللہ من حوضی شریۃ
 لا یظما حتی یدخل الجنة۔

رواۃ ابن خزیمۃ فی صحیحہ
 وقال ان صحیح الخیر و رواۃ البیہقی و
 رواۃ ابوالشیخ بن حبان فی الثواب
 باختصار عنہما و فی اسانیدہم علی
 بن زید بن جلعان و رواۃ ابن
 خزیمۃ ایضاً و البیہقی باختصار عنہ
 من حدیث ابی ہریرۃ و فی اسنادہ
 کثیر بن زید کذا فی الترغیب

کرائے تو آپ نے فرمایا کہ بیٹ بھر کھلانے
 پر موقوف نہیں، یہ ثواب تو اللہ جل شانہ
 ایک کھجور سے کوئی افطار کرا دے یا ایک
 گھونٹ پانی پلا دے یا ایک گھونٹ ہستی
 پلا دے اس پر بھی مرحمت فرمادیتے ہیں۔ یہ
 ایسا مہینہ ہے کہ اسکا اول حصہ اللہ کی رحمت
 ہے اور درمیان حصہ مغفرت ہے اور آخری
 حصہ آگ سے آزادی ہے جو شخص اس
 مہینہ میں بلکا کر دے اپنے غلام و خادم،
 کے بوجھ کو حق تعالیٰ شانہ اسکی مغفرت
 فرماتے ہیں اور آگ سے آزادی فرماتے
 ہیں اور چار چیزوں کی اسمیں کثرت رکھا کر د
 جن میں سے دو چیزیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے
 واسطے اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے
 تمہیں چارہ کار نہیں پہلی دو چیزیں جن سے
 تم اپنے رب کو راضی کر دو وہ کلمہ طیبہ اور استغفار
 کی کثرت ہے۔ اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں
 کہ جنت کی طلب کرو اور آگ سے پناہ مانگو۔
 جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے حق تعالیٰ
 قیامت کے دن، میری حوض سے اس کو
 ایسا پانی پلائیں گے جسکے بعد جنت میں داخل
 ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔

لہ یہاں پر رابطہ خوں میں "حبان" بار کے ساتھ ہے۔ غالباً یہ کاتب کی غلطی ہے صحیحی کے ساتھ ہے اور ابن حبان
 اتقا سیم والا نواع کے مصنف دوسرے ہیں وہ بار کے ساتھ ہے۔ یہ لفظ اس طرح غلط طور پر حدیث علی میں اور
 اور فصل ثانی کی حدیث علی میں بھی ہے۔ البتہ حدیث علی میں جو ابن حبان ہے وہ بار موصوفہ ہی سے
 صحیح ہے۔

قلت علی بن زید ضعف جماعتہ وقال الترمذی صدوق وصحہ لہ حدیثا
فی السلام وحسن لہ غیر ما حدیث وکذا اکثر ضعف النسائی وغیرہ وقل
ابن عدی لہ اسر بحدیثہا باسا واخرج بحدیثہ ابن خزیمہ فی صحیحہ
کذا فی رجال السنذاری منہ لکن قال العینی الخبر منکر فتأمل۔

ف :- محدثین کو اسکے بعض رواۃ میں کلام ہے۔ لیکن اول تو فضائل میں اس قدر
کلام قابلِ تحمل ہے دوسرے اسکے اکثر محدث بن کی دوسری روایات مؤید ہیں۔ اس
حدیث سے چند امور معلوم ہوتے ہیں۔ اول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کہ شعبان
کی اخیر تاریخ میں خاص طور سے اسکا وعظ فرمایا اور لوگوں کو تنبیہ فرمائی تاکہ رمضان المبارک
کا ایک سکنڈ بھی غفلت سے نہ گزر جائے، پھر اس وعظ میں تمام مہینہ کی فضیلت
بیان فرمانے کے بعد چند امور کی طرف خاص طور سے متوجہ فرمایا۔ سب سے اول
شبِ قدر کہ وہ حقیقت میں بہت ہی اہم رات ہے۔ ان اوراق میں اسکا بیان
دوسری فصل میں مستقل آئے گا۔ اسکے بعد ارشاد ہے کہ اللہ نے اسکے روزہ کو فرض کیا
اور اسکے قیام یعنی تراویح کو سنت کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تراویح کا ارشاد بھی خود
حق سبحانہ و تقدس کی طرف سے ہے۔ پھر جن روایات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
اسکو اپنی طرف منسوب فرمایا کہ میں نے سنت کیا۔ اُن سے مراد تاکید ہے کہ حضور اکرمؐ تاکید
بہت فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے سب ائمہ اسکے سنت ہونے پر متفق ہیں۔ برہان میں لکھا
ہے کہ مسلمانوں میں سے روایات کے سوا کوئی شخص اسکا منکر نہیں۔

حضرت مولانا الشاہ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ نے مابین بالسنۃ میں بعض کتب
فقہ سے نقل کیا ہے کہ کسی شہر کے لوگ اگر تراویح چھوڑ دیں تو اسکے چھوڑنے پر امام اُن
سے مقاتلہ کرے۔ اس جگہ خصوصیت سے ایک بات کا لحاظ رکھنے کی ضرورت ہے وہ یہ

ہے لیکن خود شیخ مظلہؒ اور حصہ غربی میں علامہ عینیؒ کا قول نقل فرما چکے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے اور منکر قریب
قریب موضوع کے ہوتی ہے اور پھر لفظ "فتأمل" ظاہر کرتا ہے کہ حدیث کا ثبوت محلِ تامل ہے۔ تاہم حافظ منذر
نے یہ حدیث بلفظ عن ذکر کی ہے جسکا مطلب ہے کہ یہ ایسی روایت ہے جو قابلِ قبول ہے اور منذر کی مقام
نقد حدیث میں عینی سے بہت بلند ہے اور جبکہ عینی کی جرح بھی مبہم ہے (دیکھئے الترغیب ۲۷۷ ص ۹۷)
۲۵ اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ خدا نے پاک نے میری زبانی ارشاد فرمایا ہے یعنی قرآن میں نازل شدہ
حکم نہیں ہے بلکہ اختلاف جو کچھ ہے وہ اسکی تعداد میں ہے کہ کتنی روایتیں پڑھی جائیں، انکے مسنون ہونے
نہ کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

کہ بہت سے لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ جلدی سے کسی مسجد میں آٹھ دن دن میں کلام مجید سن لیں پھر چھٹی۔ یہ خیال رکھنے کی بات ہے کہ یہ دو سنتیں الگ الگ ہیں۔ تمام کلام اللہ شریف کا تراویح میں پڑھنا یا سننا یہ مستقل سنت ہے پس اس صورت میں ایک سنت پر عمل ہوا اور دوسری رہ گئی۔ البتہ جن لوگوں کو رمضان المبارک میں سفر وغیرہ یا اور کسی وجہ سے ایک جگہ روزانہ تراویح پڑھنی مشکل ہو، ان کیلئے مناسب ہے کہ اول قرآن شریف چند روز میں سن لیں تاکہ قرآن شریف ناقص نہ رہے، پھر جہاں وقت ملا اور موقع ہوا وہاں تراویح پڑھ لی، کہ قرآن شریف بھی اس صورت میں ناقص نہیں ہوگا اور اپنے کام کا بھی حرج نہ ہوگا۔

عبادات نافلہ حضورؐ نے روزہ اور تراویح کا ذکر فرمانے کے بعد عام فرض اور نفل عبادات کے اہتمام کی طرف متوجہ فرمایا کہ اس میں ایک نفل کا ثواب دوسرے مہینوں کے شتر فرائض کے برابر ہے۔ اس جگہ ہم لوگوں کو اپنی اپنی عبادات کی طرف بھی ذرا غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس مبارک مہینہ میں فرائض کا ہم سے کس قدر اہتمام ہوتا ہے اور نوافل میں کتنا اضافہ ہوتا ہے۔ فرائض میں تو ہمارے اہتمام کی یہ حالت ہے کہ سحر کھانیکے بعد جو سوتے ہیں تو اکثر صبح کی نماز قضا ہو گئی۔ اور کم از کم جماعت تو اکثروں کی فوت ہو ہی جاتی ہے۔ گویا سحر کھانے کا شکریہ ادا کیا کہ اللہ کے سب سے زیادہ مہتمم بالشان فرض کو یا بالکل قضا کر دیا یا کم از کم ناقص کر دیا کہ بغیر جماعت کے نماز پڑھنے کو اہل اصول نے ادا کرنا ناقص فرمایا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تو ایک جگہ ارشاد ہے کہ مسجد کے قریب رہنے والوں کی تو دو گویا نماز بغیر مسجد کے ہوتی ہی نہیں ہے۔ مظاہر حق میں لکھا ہے کہ جو شخص بغیر عذر کے بدون جماعت نماز پڑھتا ہے اس کے ذمہ سے فرض تو ساقط ہو جاتا ہے مگر اسکو نماز کا ثواب نہیں ملتا۔ اسی طرح دوسری نماز مغرب کی بھی جماعت اکثروں کی افطار کی نذر ہو جاتی ہے اور رکعت اولیٰ یا تکبیر اولیٰ کا تو ذکر ہی کیا ہے اور بہت سے لوگ تو عشاء کی نماز بھی تراویح کے احسان کے بدلے میں وقت سے پہلے ہی پڑھ لیتے ہیں۔ یہ تو رمضان المبارک میں ہماری نماز کا حال ہے جو

۱۔ جبکہ نفل کے مقابلہ میں فرض کی قیمت یہ ہے کہ شتر نوافل ملکر ایک فرض کے برابر ہوتے ہیں۔

۲۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں لا مہلکة لہما المسجد الا فی المسجد رواہ الدارقطنی عن جابر ابی ہریرۃ رحمہما فی الجامع الصغیر۔

اہم ترین فرائض میں ہے کہ ایک فرض کے بدلے میں تین کو ضائع کیا۔ یہ تین تو اکثر ہیں ورنہ ظہر کی نماز قیلولہ کی نذر اور عصر کی جماعت افطاری کا سامان خریدنے کی نذر ہوتے ہوئے آنکھوں سے دیکھا گیا ہے۔ اسی طرح اور فرائض پر آپ خود غور فرمائیں کہ کتنا اہتمام رمضان المبارک میں ان کا کیا جاتا ہے اور جب فرائض کا یہ حال ہے تو نوافل کا کیا پوچھنا۔ اشراق اور چاشت تو رمضان المبارک میں سونے کی نذر ہو ہی جاتے ہیں اور اوامین کا کیسے اہتمام ہو سکتا ہے جب کہ ابھی روزہ کھولا ہے اور آئندہ تراویح کا سہم ہے۔ اور تہجد کا وقت تو ہے ہی عین سحر کھانے کا وقت پھر نوافل کی گنجائش کہاں، لیکن یہ سب باتیں بے توجہی اور نہ کرنے کی ہیں کہ

ع۔ تو ہی اگر نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

کتے اللہ کے بندے ہیں کہ جنکے لئے انہی اوقات میں سب چیزوں کی گنجائش نکلائی ہے
رَمَضَانَ الْمُبَارَكِ هَمِينِ میں نے اپنے آقا حضرت مولانا خلیل احمد
مولانا خلیل احمد صاحب کا معمول صاحب نور اللہ مرقدہ کو متعدد درمضانوں
 میں دیکھا ہے کہ باوجود ضعف اور پیرانہ سالی

کے مغرب کے بعد نوافل میں سوا پارہ پڑھنا یا سنانا اور اسکے بعد آدھ گھنٹہ کھانا وغیرہ
 ضروریات کے بعد ہندوستان کے قیام میں تقریباً دو سو آدھ گھنٹے تراویح میں خرچ ہوتے
 تھے اور مدینہ پاک کے قیام میں تقریباً تین گھنٹے میں عشاء اور تراویح سے فراغت ہوتی۔
 اسکے بعد آپ حسب اختلاف موسم دو تین گھنٹے آرام فرمانے کے بعد تہجد میں تلاوت فرماتے
 اور صبح سے نصف گھنٹہ قبل سحر تناول فرماتے۔ اسکے بعد سے صبح کی نماز تک کبھی حفظ
 تلاوت فرماتے اور کبھی اور ادو وظائف میں مشغول رہتے۔ اسفار یعنی چاندنی میں صبح کی
 نماز پڑھ کر اشراق تک مراقب رہتے اور اشراق کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ آرام فرماتے
 اسکے بعد سے تقریباً بارہ بجے تک اور گرمیوں میں ایک بجے تک "بذل الجہود" تحریر فرماتے

لے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب حضرت شیخ غلام کے اُستاد اور پیر و مرشد ہیں جنکی خدمت میں عرصہ دراز گزارا
 بالخصوص علمی خدمات انکے ساتھ انجام دی ہیں۔ اپنے پیر و مرشد سے بے حد عقیدت تھی اور ہے اسے اپنے سات
 ج کے آخری بار ۱۳۳۵ھ میں حاضری ہوئی اور وہیں ۱۳۳۵ھ میں انتقال ہوا اسے یعنی جب صبح صادق کا روشنی
 خوب پھیل جاتی ہے اسے یہ حدیث کی مشہور کتاب سنن ابوداؤد کی بہت مبسوط عربی شرح ہے جو پانچ جلدوں
 میں پھیل جاتی ہے۔ اس کتاب کی انتہک جتنی بھی شرمیں نکلی گئی ہیں یہ شرح سب زیادہ جامع اور تحقیقی ہے۔

اور ڈاک وغیرہ ملاحظہ فرما کر جواب لکھاتے۔ اسکے بعد ظہر کی نماز تک آرام فرماتے اور ظہر سے عصر تک تلاوت فرماتے۔ عصر سے مغرب تک تسبیح میں مشغول رہتے اور حاضرین سے بات چیت بھی فرماتے۔ بذل الجہود ختم ہو جانے کے بعد صبح کا کچھ حصہ تلاوت میں اور کچھ کتب بینی میں، بذل الجہود اور وفار الوفا زیادہ تر اس وقت زیر نظر رہتی تھی۔ یہ اس پر تھا کہ رمضان المبارک میں معمولات میں کوئی خاص تغیر نہ تھا کہ نوافل کا یہ معمول دائمی تھا اور نوافل مذکورہ کا تمام سال بھی اہتمام رہتا تھا۔ البتہ رکعات کے طول میں رمضان المبارک میں اضافہ ہو جاتا تھا، ورنہ جن اکابر کے یہاں رمضان المبارک کے خاص معمولات مستقل تھے اُن کا اتباع تو ہر شخص سے نبھنا بھی مشکل ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کا معمول | حضرت اقدس مولانا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تراویح کے بعد سے صبح کی نماز تک نوافل میں مشغول رہتے تھے اور یکے بعد دیگرے متفرق حفاظ سے کلام مجید ہی سنتے رہتے تھے۔ اور حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب راپوری قدس سرہ کے یہاں تو رمضان المبارک کا مہینہ دن و رات تلاوت ہی کا ہوتا تھا کہ اس میں ڈاک بھی بند اور ملاقات بھی ذرا گوارا نہ تھی۔ بعض مخصوص خدام کو صرف اتنی اجازت ہوتی تھی کہ تراویح کے بعد جتنی دیر حضرت سادی چار کے ایکٹ دو فنجان نوش فرمائیں اتنی دیر حاضر خدمت ہو جایا کریں۔ بزرگوں کے یہ معمولات اس وجہ سے نہیں نکھے جاتے کہ سرسری نگاہ سے اُن کو پڑھ لیا جائے یا کوئی تفریحی فقرہ اُن پر کہہ دیا جائے، بلکہ اسلئے ہیں کہ اپنی ہمت کے موافق اُن کا اتباع کیا جائے اور حتی الوبح پورا کرنے کا اہتمام کیا جاوے کہ ہر لائن اپنے مخصوص امتیازات میں دوسرے پر فائق ہے۔ جو لوگ ذیوی مشاغل سے مجبور نہیں ہیں کیا ہی اچھا ہو کہ گیارہ مہینے صنایع کر دینے کے بعد ایک مہینہ مرٹنے کی کوشش کر لیں۔ ملازم پیشہ حضرات جو دس بجے سے چار بجے تک دفتر میں رہنے کے پابند ہیں اگر صبح سے دس بجے تک کم از کم رمضان المبارک کا مبارک مہینہ تلاوت میں خرچ کر دیں تو کیا دقت ہے آخر ذیوی ضروریات کے لئے دفتر کے علاوہ اوقات میں سے وقت نکالا ہی جاتا ہے اور کھیتی کرنے والے تو نہ کسی کے نوکر، نہ اوقات کے تغیر میں انکو ایسی پابندی کہ اسکو بدل نہ سکیں یا کھیتی پر بیٹھے بیٹھے تلاوت نہ کر سکیں۔ اور تاجروں کیلئے تو اس میں کوئی دقت ہی نہیں کہ اس مبارک مہینہ میں دکان کا

لے آپ ہانس بریلی میں ۱۳۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۶۰ھ میں وفات پائی۔

وقت تھوڑا سا کم کر دیں یا کم از کم دوکان ہی پر تجارت کے ساتھ تلاوت بھی کرتے رہا کریں کہ اس مبارک مہینہ کو کلام الہی کے ساتھ بہت ہی خاص مناسبت ہے۔

آسمانی کتابیں رمضان المبارک میں نازل ہوئیں | اسی وجہ سے عموماً اللہ جل شانہ کی تمام کتابیں اسی ماہ میں نازل ہوئی ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر تمام کا تمام اسی ماہ میں نازل ہوا۔ اور وہاں سے حسب موقع تھوڑا تھوڑا تیس سال کے عرصہ میں نازل ہوا۔ اسکے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے اسی ماہ کی یکم یا ۲ تاریخ کو عطا ہوئے اور حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور ۱۸ یا ۱۲ رمضان کو ملی۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت ۶ رمضان المبارک کو عطا ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل ۱۲ یا ۱۳ رمضان المبارک کو ملی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ماہ کو کلام الہی کے ساتھ خاص مناسبت ہے۔ اسی وجہ سے تلاوت کی کثرت اس مہینہ میں منقول ہے اور مشائخ کا معمول۔ حضرت جبریل علیہ السلام ہر سال رمضان میں تمام قرآن شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے تھے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے تھے۔ علماء نے ان دونوں حدیثوں کے ملانے سے قرآن پاک کے دور کرنے کا جو عام طور سے رائج ہے استحباب نکالا ہے۔ بالجملہ تلاوت کا خاص اہتمام جتنا بھی ممکن ہو سکے کرے اور جو وقت تلاوت سے بچے اسکو بھی ضائع کرنا مناسب نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث کے آخر میں پچار چیزوں کی طرف خاص طور سے متوجہ فرمایا اور اس مہینہ میں انکی کثرت کا حکم فرمایا کلمہ طیبہ اور استغفار اور جنت کے حصول اور دوزخ سے بچنے کی دعا۔ اسلئے جتنا وقت بھی مل سکے ان چیزوں میں صرف کرنا سعادت سمجھے اور یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کی قدر ہے۔ کیا وقت ہے کہ اپنے دنیوی کاروبار میں مشغول رہتے ہوئے زبان سے درود شریف یا کلمہ طیبہ کا بھی ورد رہے اور کل کو یہ کہنے کا منہ

لہ رمضان کیا ہے؟ میں تفسیر نفی کے حوالے سے رمضان المبارک میں نازل ہونے کا ایک دوسرا مطلب بھی لکھا گیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے اکیالیسویں سال رمضان شریف میں قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا تھا لہٰذا یعنی مشائخ کا معمول بھی کثرت سے تلاوت کرنے کا ہے۔

اس دور کے استحباب کی تائید احادیث میں آئے ہوئے لفظ معارضہ (جو باب مفاعلت سے آیا ہے) سے بھی ہوتی ہے۔ معالم التنزیل میں ہے قال الشعبي كان جبريل عليه السلام يعارضني محمداً صلى الله عليه وسلم في رمضان ما نزل اليه۔

باقی رہے

میں گور بارہین ستم ہائے روزگار لیکن تمہاری یاد سے غافل نہیں ہا
 اس مہینہ کی چند خصوصیات | اسکے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ کی
 کچھ خصوصیتیں اور آداب ارشاد فرمائے اولاً یہ کہ یہ صبر کا مہینہ ہے یعنی اگر روزہ وغیرہ میں
 کچھ تکلیف ہو تو اسے ذوق شوق سے برداشت کرنا چاہیے یہ نہیں کہ مار دھاڑ، ہول پکار
 جیسا کہ اکثر لوگوں کی گرمی کے رمضان میں عادت ہوتی ہے اسی طرح اگر اتفاق سے سحر نہ
 کھائی گئی تو صبح سے ہی روزہ کا سوگ شروع ہو گیا۔ اسی طرح رات کی تراویح میں اگر
 دقت ہو تو اسکو بڑی بشاشت سے برداشت کرنا چاہیے۔ اسکو مصیبت اور آفت نہ
 سمجھیں کہ یہ بڑی سخت محرومی کی بات ہے۔ ہم لوگ دنیوی معمولی اغراض کی بدولت
 کھانا پینا راحت و آرام سب چھوڑ دیتے ہیں تو کیا رضائے الہی کے مقابلہ میں ان چیزوں
 کی کوئی وقعت ہو سکتی ہے؟

پھر ارشاد ہے کہ یہ غمخواری کا مہینہ ہے یعنی غربا مساکین کے ساتھ مدارات کا
 برتاؤ کرنا اگر دنل چیزیں اپنی افطاری کیلئے تیار کی ہیں تو دو چار غرباء کے لئے بھی کم
 از کم ہونی چاہئیں۔ ورنہ اصل تو یہ تھا کہ انکے لئے اپنے سے افضل نہ ہوتا تو مساوات ہی
 ہوتی۔ غرض بقدر بھی ہمت ہو سکے اپنے افطار و سحر کے کھانے میں غرباء کا حصہ بھی
 ضرور لگانا چاہیے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے عملی نمونہ اور دین کے ہر جز کو اسقدر واضح
 طور پر عمل فرما کر دکھلا گئے کہ اب ہر نیک کام کے لئے انکی شاہراہ عمل کھلی ہوئی ہے۔
 ایشاء و غمخواری کے باب میں ان حضرات کا اتباع بھی دل گردہ والے کام ہے۔
 سینکڑوں ہزاروں واقعات ہیں جنکو دیکھ کر نہ بجز حیرت کے کچھ نہیں کہا جاتا۔

ایک واقعہ مثلاً لکھتا ہوں۔ ابو جہم فرماتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی میں میں اپنے چچا زاد
 بھائی کو تلاش کرنے چلا اور اس خیال سے پانی کا مشکیزہ بھی لے لیا کہ اگر اس میں کچھ
 رہتا تو پانی پلا دوں گا اور ہاتھ منہ دھو دوں گا۔ وہ اتفاق سے پڑے ہوئے
 ملے۔ میں نے ان سے پانی کو پوچھا انھوں نے اشارہ سے مانگا کہ اتنے میں برابر سے
 دوسرے زخمی نے آہ کی۔ چچا زاد بھائی نے پانی پینے سے پہلے اسکے پاس جانے کا
 اشارہ کیا۔ اسکے پاس گیا اور پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی پیاسا ہے اور پانی مانگتے
 لئے زندگی کا کوئی سانس باقی ہوا تو۔

ہیں کہ اتنے میں اُنکے پاس والے نے اشارہ کر دیا۔ انہوں نے بھی خود پانی پینے سے قبل اُنکے پاس جانے کا اشارہ کیا۔ اتنے میں وہاں تک پہنچا تو اُن کی روح پر داز کر چکی تھی، واپس دوسرے صاحب کے پاس پہنچا تو وہ بھی ختم ہو چکے تھے تو لوٹ کر حجاز اذ بھائی کے پاس آیا تو دیکھا کہ انکا بھی وصال ہو گیا۔ یہ ہیں تمہارے اسلاف کے اشارے کہ خود پیاسے جان دے دی اور اجنبی بھائی سے پہلے پانی پینا گوارا نہ کیا۔ رضی اللہ عنہم
واسمہما ورد زتنا اتباعہم۔ آمین۔

روح البیان میں سیوطی کی جامع الصغیر اور سخاوی کی مقاصد سے بروایت حضرت ابن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ میری اُمت میں ہر وقت پانستوہ برگزیدہ بندے اور چالیس ابدال رہتے ہیں۔ جب کوئی شخص اُن میں سے مرجاتا ہے فوراً دوسرا اسکی جگہ لے لیتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ان لوگوں کے خصوصی اعمال کیا ہیں؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ظلم کرنے والوں سے درگزر کرتے ہیں اور بُرائی کا معاملہ کرنے والوں سے (بھی) احسان کا برتاؤ کرتے ہیں اور اللہ کے عطا فرمائے ہوئے رزق میں لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری کا برتاؤ کرتے ہیں۔ ایک دوسری حدیث سے نقل کیا ہے کہ جو شخص بھوکے کو روٹی کھلائے یا ننگے کو کپڑا پہنائے یا مسافر کو شب باشی کی جگہ دے حق تعالیٰ شانہ قیامت کے ہولوں سے اسکو پناہ دیتے ہیں۔ یحییٰ برکیؒ حضرت سفیان ثوریؒ پر ہر ماہ ایک ہزار درہم خرچ کرتے تھے تو حضرت سفیانؒ سجدے میں اُنکے لئے دعا کرتے تھے کہ یا اللہ مجھے میری دنیا کی کفایت کی تو اپنے لطف سے اسکی آخرت کی کفایت فرما۔ جب یحییٰ کا انتقال ہوا تو لوگوں نے خواب میں ان سے پوچھا کہ کیا گذری۔ انہوں نے کہا کہ سفیانؒ کی دعا کی بدولت مغفرت ہوئی۔ اُنکے بعد حضورؐ نے روزہ افطار کرانے کی فضیلت ارشاد فرمائی۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جو شخص حلال کمائی سے رمضان میں روزہ افطار کرائے اس پر رمضان کی

لے یہاں ایک بات یہ بھی ذہن نشین کر لینے کی ہے کہ خرچ کرتے وقت یہ ضرور دیکھ لینا چاہیے کہ جس پر خرچ کیا جا رہا ہے یہ مستحق بھی ہے یا نہیں۔ واجب زکوٰۃ و صدقات تو غیر مستحق کو دینے سے ادا ہی نہیں ہوتے لیکن صدقات نافذ دیتے وقت بھی ضرورت مند کا پتہ لگا لینا چاہیے۔ آجکل صدقات خیرات لینا بہت سے لوگوں نے اپنا پیشہ بنایا ہے۔ ہم نے متعدد بھکاری ایسے دیکھے ہیں جو اپنا ماہانہ خرچ پورا کرنے کے بعد کئی کئی سو روپے اپنے گھروالوں کو بھیجتے ہیں۔

راتوں میں فرشتے رحمت بھیجتے ہیں اور شبِ قدر میں جبرئیل علیہ السلام اس سے مصافحہ کرتے ہیں اور جس سے حضرت جبرئیلؑ مصافحہ کرتے ہیں (اسکی علامت یہ ہے کہ) اسکے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اور آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں۔ حاد بن سلمہؒ ایک مشہور محدث ہیں روزانہ پچاس آدمیوں کے روزہ افطار کرانے کا اہتمام کرتے تھے۔
اس مہینے کے تین حصے اور ان کی تفصیل افطار کی فضیلت ارشاد فرمانے کے بعد فرمایا ہے کہ اس مہینہ کا اول حصہ رحمت ہے یعنی حق تعالیٰ شانہ کا انعام متوجہ ہوتا ہے اور یہ رحمت عامہ سب مسلمانوں کے لئے ہوتی ہے اسکے بعد جو لوگ اس کا شکر ادا کرتے ہیں انکے لئے اس رحمت میں اضافہ ہوتا ہے لَيْسَ شَكَرُكُمْ لَا زَيْدَ لَكُمْ اور اسکے درمیانی حصہ سے مغفرت شروع ہو جاتی ہے اسلئے کہ روزوں کا کچھ حصہ گزر چکا ہے اسکا معاوضہ اور اگر ام مغفرت کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے اور آخری حصہ تو بالکل آگ سے خلاصی ہے۔

اور بھی بہت سی روایات میں ختمِ رمضان پر آگ سے خلاصی کی بشارتیں وارد ہوئی ہیں، رمضان کے تین حصے کئے گئے جیسا کہ مضمون بالا سے معلوم ہوا۔ بندہ ناچیز کے خیال میں تین حصے رحمت اور مغفرت اور آگ سے خلاصی کے درمیان میں فرق یہ ہے کہ آدمی تین طرح کے ہیں۔ ایک وہ لوگ جنکے اوپر گناہوں کا بوجھ نہیں ان کیلئے شروع ہی سے رحمت اور انعام کی بارش ہو جاتی ہے۔ دوسرے وہ لوگ جو معمولی گنہگار ہیں انکے لئے کچھ حصہ روزہ رکھنے کے بعد ان روزوں کی برکت اور بدلہ میں مغفرت اور گناہوں کی معافی ہوتی ہے۔ تیسرے وہ جو زیادہ گنہگار ہیں ان کیلئے زیادہ حصہ روزہ رکھنے کے بعد آگ سے خلاصی ہوتی ہے اور جن لوگوں کے لئے ابتداء ہی سے رحمت تھی اور انکے گناہ بخشے بخشائے تھے ان کا تو پوچھنا ہی کیا کہ ان کیلئے رحمتوں کے کس قدر انبار ہونگے۔
 (واللہ اعلم وعلیہ السلام)

ملازموں کے ساتھ نرمی اسکے بعد حضورؐ نے ایک اور چیز کی طرف رغبت دلائی ہے کہ آقاؐ لوگ اپنے ملازموں پر اس مہینہ میں تخفیف رکھیں اسلئے کہ آخر وہ بھی روزہ دار ہیں۔ کام کی زیادتی سے انکو روزہ میں دقت ہوگی۔ البتہ اگر کام زیادہ ہو تو اس میں مضائقہ نہیں کہ رمضان کیلئے ہنگامی ملازم ایک آدھ بڑھالے مگر جب ہی کہ ملازم روزہ دار بھی ہو

لہ روح البیان۔ (ز)

ورنہ اسکے لئے رمضان بے رمضان برابر۔ اور اس ظلم و بے غیرتی کا تو ذکر ہی کیا کہ خود روزہ خور ہو کر بے حیا منہ سے روزہ دار ملازموں سے کام لے اور نماز روزہ کی وجہ سے اگر تعمیل میں کچھ تساہل ہو تو برسنے لگے وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ترجمہ:- اور عنقریب ظالم لوگوں کو معلوم ہو جائیگا کہ وہ کیسی (مصیبت) کی جگہ لوٹ کر جائیں گے۔ (مراد جہنم ہے) اسکے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں چار چیزوں کی کثرت کا حکم فرمایا۔ اول کلمہ شہادت احادیث میں اسکو افضل الذکر ارشاد فرمایا ہے۔ مشکوٰۃ میں بروایت ابوسعید خدری نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ جل جلالہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یا اللہ تو مجھے کوئی ایسی دعا بتلا دے کہ اسکے ساتھ میں تجھے یاد کیا کروں اور دعا کیا کروں وہاں سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ارشاد ہوا۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ یہ کلمہ تو تیرے سارے ہی بندے کہتے ہیں۔ میں تو کوئی دعا یاد کر مخصوص چاہتا ہوں۔ وہاں سے ارشاد ہوا کہ موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور انکے آباد کرنیوالے میرے سوا یعنی ملائکہ اور ساتوں زمین ایک پلڑہ میں رکھ دیئے جاویں اور دوسرے میں کلمہ طیبہ رکھ دیا جاوے تو وہی جھک جائیگا۔

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص اخلاص سے اس کلمہ کو کہے آسمان کے دروازے اسکے لئے فوراً کھل جاتے ہیں اور عرش تک پہنچنے میں کسی قسم کی روک نہیں ہوتی بشرطیکہ کہنے والا کبائر سے بچے عادت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ ضرورت عامہ کی چیز کو کثرت سے مرحمت فرماتے ہیں دنیا میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز جس قدر ضرورت کی ہوتی ہے اتنی ہی عام ہوتی ہے مثلاً پانی ہے کہ عام ضرورت کی چیز ہے حق تعالیٰ شانہ کی بے پایاں رحمت نے اسکو کس قدر عام کر رکھا ہے۔ اور کیمیا جیسی لغو اور بیکار چیز کو عنفا کر دیا۔ اسی طرح کلمہ طیبہ افضل الذکر ہے متعدد احادیث سے اسکی تمام اذکار پر افضلیت معلوم ہوتی ہے اسکو سب عام کر رکھا ہے کہ کوئی محروم نہ رہے۔ پھر بھی اگر کوئی محروم رہے تو اسکی بدبختی ہے بالجملہ بہت سی احادیث اسکی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں جنکو اختصاراً ترک کیا جاتا ہے۔ دوسری چیز جسکی کثرت کرنے کو حدیث بالا میں ارشاد فرمایا گیا وہ استغفار ہے۔ احادیث میں استغفار کی

۱۔ رواہ ابوی فی شرح السنۃ کما فی مشکوٰۃ ص ۲۷۷ یعنی کمرہ گناہوں سے بچے اس سلسلہ میں شیخ غلامی کی دوسری کتاب "فضائل ذکر" دیکھنا چاہیے۔

بھی بہت ہی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص استغفار کی کثرت رکھتا ہے حق تعالیٰ شانہ ہر گنہگار کو اس کیلئے راستہ نکال دیتے ہیں اور ہر غم سے خلاصی نصیب فرماتے ہیں اور ایسی طرح روزی پہنچاتے ہیں کہ اسکو گمان بھی نہیں ہوتا، ایک حدیث میں آیا ہے کہ آدمی گنہگار تو ہوتا ہی ہے۔ بہترین گنہگار وہ ہے جو توبہ کرتا رہے۔ ایک حدیث قریب آنے والی ہے کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو ایک کالا نقطہ اسکے دل پر لگ جاتا ہے۔ اگر توبہ کرتا ہے تو وہ دھل جاتا ہے ورنہ باقی رہتا ہے۔ اسکے بعد حضورؐ نے دو چیز کے مانگنے کا امر فرمایا ہے جنکے بغیر چارہ ہی نہیں جنت کا حصول اور دوزخ سے امن۔ اللہ اپنے فضل سے مجھے بھی مرحمت فرمائے اور تمہیں بھی۔

۲ اُمّت کیلئے پانچ تحفے | ع

ابیریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطیت امتی خمس خصال فی رمضان لم تعطھن امۃ قبلہم خلوق فم انصائم اطیب عند اللہ من سراح المسک وتستغفر لہم الحیثان حتّٰی یفطروا ویزین اللہ عن وجل کل یوم جنتہ ثم یقول یوشک عبادی الصالحون ان یلقوا عنہم المؤمنۃ ویصیروا الیہ وتصفد فیہ مردۃ الشیاطین فلا یخلصوا فیہ الے ما کانوا یخلصون الیہ فی غیرہ ویغفر لہم فی اخر لیلۃ قیل یا رسول اللہ اھی لیلۃ القدر قال لا ولکن العاقل انما یوفی اجرہ اذا قضی عملہ (رواہ احمد والبخاری والبیہقی ورواہ ابوالشیخ

۲ ابو ہریرہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ میری اُمت کو رمضان شریف کے بارے میں پانچ چیزیں مخصوص طور پر دی گئی ہیں جو پہلی اُمتوں کو نہیں ملی ہیں (۱) یہ کہ انکے مُنہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے (۲) یہ کہ انکے لئے دریا کی مچھلیاں تک دعا کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں (۳) جنت ہر روز انکے لئے آراستہ کی جاتی ہے پھر حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے نیک بندے (دنیا کی) مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آویں (۴) اسمیں سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں اُن بُرائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جنکی طرف غیر رمضان میں پہنچ سکتے ہیں (۵) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کیلئے مغفرت

۱ حدیث کے الفاظ میں کل بنی آدم خطا حیر الخطین التائبون (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ والحاکم عن انس و) ۲ آئین یارب العالمین

ابن حبان فی کتاب الثواب الا ان عندہ
وتستغفر لام الملائکۃ بدل الحیاتان۔

کذا فی الترغیب

کیجانی ہے صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ شبِ مغفرت
شبِ قدر ہے؛ فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور

کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دے دی جاتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں پانچ خصوصیتیں ارشاد فرمائی ہیں
جو اس امت کے لئے حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے مخصوص انعام ہوئی اور پہلی امت
کے روزہ داروں کو مرحمت نہیں ہوئی۔ کاش ہمیں اس نعمت کی قدر ہوتی اور ان خصوصیت
عطایا کے حصول کی کوشش کرتے۔

منہ کی بوجہ کا مطلب | اول یہ کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو جو بھوک کی حالت میں ہو جاتی
ہے حق تعالیٰ شانہ کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ شرح حدیث کے
اس لفظ کے مطلب میں آٹھ قول ہیں جنکو موطا کی شرح میں بندہ مفصل نقل کر چکا ہے
مگر بندہ کے نزدیک ان میں سے تین قول راجح ہیں۔ اول یہ کہ حق تعالیٰ شانہ آخرت
میں اس بدبو کا بدلہ اور ثواب خوشبو سے عطا فرمائینگے جو مشک سے زیادہ عمدہ اور دماغ
پرور ہوگی۔ یہ مطلب تو ظاہر ہے اور اسمیں کچھ بعد بھی نہیں؛ نیز درمنثور کی ایک روایت
میں اسکی تصریح بھی ہے اسلئے یہ بمنزلہ متعین کے ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قیامت میں
جب قبروں سے اٹھیں گے تو یہ علامت ہوگی کہ روزہ دار کے منہ سے ایک خوشبو جو مشک
سے بھی بہتر ہوگی وہ آئیگی۔ تیسرا مطلب جو بندہ کی ناقص رائے میں ان دونوں سے اچھا
ہے وہ یہ کہ دنیا ہی میں اللہ کے نزدیک اس بو کی قدر مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ
ہے اور یہ امر باب المحبت سے ہے جسکو کسی سے محبت و تعلق ہوتا ہے اسکا بدبو بھی فریفتہ
کیلئے ہزار خوشبوؤں سے بہتر ہوا کرتی ہے۔

اے حافظ مسکین چہ کنی مشکِ فتن را از گیسوئے احمدستان عطر عدن را
مقصود روزہ دار کا کمال تقرب ہے کہ بمنزلہ محبوب کے بن جاتا ہے۔ روزہ حق تعالیٰ جل شانہ
کی محبوب ترین عبادتوں میں سے ہے۔ اسی وجہ سے ارشاد ہے کہ بمنزیک غسل کا بدلہ ملائکہ
دیتے ہیں مگر روزہ کا بدلہ میں خود عطا کرتا ہوں اسلئے کہ وہ خالص میرے لئے ہے بعض

لے حدیث میں اس لفظ پر حاشیہ گند چکا ہے تہ موطا امام مالک کا مبسوط شرق جو عربی زبان میں ہے اور حضرت شیخ
تہم علی کاموں میں شاہکار کا درجہ رکھتی ہے اور جزا المسائل الی موطا امام مالک کے نام سے چھ ضخیم جلدیں
میں شائع ہو چکی ہے تہ طہ ہر چیز میں لذت ہے اگر بدل میں مزاج۔

مشائخ سے منقول ہے کہ یہ لفظ اُجْزِیٰ بہا ہے یعنی یہ کہ اسکے بدلہ میں میں خود اپنے کو دیتا ہوں۔ اور محبوب کے ملنے سے زیادہ اونچا بدلہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ساری عبادتوں کا دروازہ روزہ ہے یعنی روزہ کی وجہ سے قلب منور ہو جاتا ہے جسکی وجہ سے ہر عبادت کی رغبت پیدا ہوتی ہے مگر جب ہی کہ روزہ بھی روزہ ہو صرف بھوکا رہنا مراد نہیں بلکہ آداب کی رعایت رکھ کر جن کا بیان حدیث ۹۷ کے ذیل میں مفصل آئے گا۔

روزے میں مسواک | اس جگہ ایک ضروری مسئلہ قابلِ تنبیہ یہ ہے کہ اس مُنہ کی بدبو والی حدیثوں کی بنا پر بعض ائمہ روزہ دار کو شام کے وقت مسواک کرنے کو منع فرماتے ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک مسواک ہر وقت مستحب ہے اسلئے کہ مسواک سے دانتوں کی بُوزائل ہوتی ہے اور حدیث میں جس بُوکا ذکر ہے وہ معدہ کے خالی ہونے کی ہے نہ کہ دانتوں کی۔ حنفیہ کے دلائل اپنے موقع پر کتب فقہ و حدیث میں موجود ہیں۔

پچھلیوں کا استغفار | دوسری خصوصیت پچھلیوں کے استغفار کرنے کی ہے اس سے مقصود کثرت سے دعا کرنے والوں کا بیان ہے۔ متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ ملائکہ اس کیلئے استغفار کرتے ہیں۔ میرے چچا جان کا ارشاد ہے کہ پچھلیوں کی خصوصیت بظاہر اس وجہ سے ہے کہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ترجمہ :- جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اعمال کئے حق تعالیٰ شانہ اُن کیلئے رُدنیا ہی میں، محبوبیت فرما دینگے۔ اور حدیث پاک میں ارشاد ہے جب حق تعالیٰ شانہ کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو جبرئیل علیہ السلام سے ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے فلاں شخص پسند ہے تم بھی اُس سے محبت کرو۔ وہ خود محبت کرنے لگتے ہیں اور آسمان پر آواز دیتے ہیں کہ فلاں بندہ اللہ کا پسندیدہ ہے تم سب اس سے محبت کرو۔ پس اس آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں اور پھر اس کیلئے زمین پر

۱۔ ملا علی قاری نے مرقاة شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۲۲ میں تفصیل سے دلائل لکھے ہیں۔

۲۔ یعنی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور الشہر قدہ۔

قبولیت رکھدی جاتی ہے اور عام قاعدہ کی بات ہے کہ ہر شخص کی محبت اس کے پاس رہنے والوں کو ہوتی ہے لیکن اسکی محبت اتنی عام ہوتی ہے کہ اس پاس رہنے والوں ہی کو نہیں بلکہ دریا کے رہنے والے جانوروں کو بھی اس سے محبت ہوتی ہے کہ وہ بھی دعا کرتے ہیں اور گویا بر سے متجاوز ہو کر بحر تک پہنچنا محبوبیت کی انتہا ہے۔ نیز جنگل کے جانوروں کا دعا کرنا بطریق اولیٰ معلوم ہو گیا۔

جنت کا سجا یا جانا | تیسری خصوصیت جنت کا مزین ہونا ہے۔ یہ بھی بہت سی روایات میں وارد ہوا ہے بعض روایات میں آیا ہے کہ سال کے شروع ہی سے رمضان کے لئے جنت کو آراستہ کرنا شروع ہو جاتا ہے اور قاعدہ کی بات ہے کہ جس شخص کے آنے کا جس قدر اہتمام ہوتا ہے اتنا ہی پہلے سے اس کا انتظام کیا جاتا ہے۔ شادی کا اہتمام مہینوں پہلے سے کیا جاتا ہے۔

شیاطین کا قید ہونا | چوتھی خصوصیت سرکش شیاطین کا قید ہو جانا ہے کہ جسکی وجہ سے معاصی کا زور کم ہو جاتا ہے۔ رمضان المبارک میں رحمت کے جوش اور عبادت کی کثرت کا مقتضی یہ تھا کہ شیاطین بہکانے میں بہت ہی اُن تھک کوشش کرتے اور پاؤں چوٹی کا زور ختم کر دیتے اور اس وجہ سے معاصی کی کثرت اس مہینہ میں اتنی ہو جاتی کہ حد سے زیادہ۔ لیکن باوجود اسکے یہ مشاہدہ ہے اور محقق کہ مجموعی طور سے گناہوں میں بہت کمی ہو جاتی ہے کتنے شرابی کبابی ایسے ہیں کہ رمضان میں خصوصیت سے نہیں پیتے۔ اور اسی طرح اور بھی گناہوں میں کھلی کمی ہو جاتی ہے لیکن اسکے باوجود گناہ ہوتے ضرور ہیں مگر انکے سرزد ہونے سے اس حدیث پاک میں تو کوئی اشکال نہیں۔ اسلئے کہ اسکا مضمون ہی یہ ہے کہ سرکش شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں۔ اس بنا پر اگر وہ گناہ غیر سرکشوں کا اثر ہو تو کچھ خلجان نہیں۔ البتہ دوسری روایات میں سرکش کی قید بغیر مطلقاً شیاطین کے مقید ہونے کا ارشاد بھی موجود ہے۔ پس اگر ان روایات سے بھی سرکش شیاطین کا ہی قید ہونا مراد ہے کہ بسا اوقات لفظ مطلق بولا جاتا ہے مگر دوسری جگہ سے اسکی قیودات معلوم ہو جاتی ہیں تب بھی کوئی اشکال نہیں رہا۔ البتہ اگر ان روایات سے سب شیاطین کا محبوس ہونا مراد ہو تب بھی ان معاصی کے صادر ہونے سے کچھ خلجان نہ ہونا چاہیئے اسلئے کہ اگرچہ معاصی عموماً شیاطین کے اثر سے ہوتے ہیں مگر سال بھر تک انکے تلبس اور اختلاط اور زہریلے اثر کے جماؤ کی وجہ سے نفس انکے

ساتھ اس درجہ مانوس اور متاثر ہو جاتا ہے کہ تھوڑی بہت غیبت محسوس نہیں ہوتی، بلکہ وہی خیالات اپنی طبیعت بن جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بغیر رمضان کے جن لوگوں سے گناہ زیادہ سرزد ہوتے ہیں۔ رمضان میں بھی انہی سے زیادہ تر صدور ہوتا ہے اور آدمی کا نفس چونکہ ساخنہ رہتا ہے اسی لئے اسکا اثر ہے۔ دوسری بات ایک اور بھی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب میں ایک کالا نقطہ لگ جاتا ہے جسے کہ اس کا قلب بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ پھر خیر کی بات اس کے قلب تک نہیں پہنچتی اسی کو حق تعالیٰ شانہ نے اپنے کلام پاک میں کَلَّا بَلْ نَانَ عَلٰی قُلُوبِهِمْ سے ارشاد فرمایا ہے کہ اُن کے قلوب زنگ آلودہ ہو گئے۔ ایسی صورت میں وہ قلوب ان گناہوں کی طرف خود متوجہ ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ ایک نوع کے گناہ کو بے تکلف کر لیتے ہیں۔ لیکن اسی جیسا جب کوئی دوسرا گناہ سامنے ہوتا ہے تو قلب کو اس سے انکار ہوتا ہے۔ مثلاً جو لوگ شراب پیتے ہیں انکو اگر سُور کھانیکو کہا جائے تو انکی طبیعت کو نفرت ہوتی ہے۔ حالانکہ معنیت میں دونوں برابر ہیں تو اسی طرح جبکہ غیر رمضان میں وہ ان گناہوں کو کرتے رہتے ہیں تو دل اُن کے ساتھ رنگے جاتے ہیں جسکی وجہ سے رمضان المبارک میں بھی اُن کے سرزد ہونے کیلئے شیاطین کی ضرورت نہیں رہتی۔ بالجلہ اگر حدیث پاک سے سب شیاطین کا مقید ہو جانا مراد ہے تب بھی رمضان المبارک میں گناہوں کے سرزد ہونے سے کچھ اشکال نہیں۔ اور اگر متمرد اور خبیث شیاطین کا مقید ہونا مراد ہو تب تو کوئی اشکال ہے ہی نہیں۔ اور بندہ ناچیز کے نزدیک یہی توجیہ اولیٰ ہے اور ہر شخص اسکو غور کر سکتا ہے اور تجربہ کر سکتا ہے۔ کہ رمضان المبارک میں نیکی کرنے کیلئے یا کسی معصیت بچنے کیلئے اتنے زور لگانے نہیں پڑتے جتنے کہ غیر رمضان میں پڑتے ہیں، تھوڑی سی ہمت اور توجہ کافی ہوتی ہے۔

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ دونوں حدیثیں مختلف لوگوں کے اعتبار سے ہیں۔ یعنی فساق کے حق میں صرف متکبر شیاطین قید ہوتے ہیں اور صلحاء کے حق میں مطلقاً قسم کے شیاطین محبوس ہو جاتے ہیں۔

روزہ داروں کی مغفرت | پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ رمضان المبارک کی آخری رات میں سب روزہ داروں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ یہ مضمون پہلی روایت میں بھی گزر چکا ہے چونکہ رمضان المبارک کی راتوں میں شب قدر سب سے افضل رات ہے

اسلئے صحابہ کرام نے خیال فرمایا کہ اتنی بڑی فضیلت اسی رات کیلئے ہو سکتی ہے۔ مگر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اسکے فضائل مستقل علیحدہ چیز ہے، یہ انعام تو ختم رمضان کا ہے۔

۳ حضورؐ کی بدو دعا عن کعب بن

عجزة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم احضروا المنبر فحضروا فلما ارتقى الدراجة الثانية قال امين. فلما ارتقى الدراجة الثالثة قال امين. فلما نزل قلنا يا رسول الله لقد سمعنا منك اليوم شيئاً ما كنا نسمع قال ان جبرئيل عرض لي فقال بعد من ادرك رمضان فلم يغفر له قلت امين. فلما رقيت الثانية قال بعد من ذكرت عنده فلم يصل عليك قلت امين. فلما رقيت الثالثة قال بعد من ادرك ابويه الكبر او احدهما فلم يدخلا الجنة قلت امين. ررواه الحاكم و قال صحيح الاسناد كذا في الترغيب وقال السنخاوى رواه ابن حبان في ثقاته وصحيحه والطبراني في الكبير والنخاسرى في بر الوالدین لدو البيهقي في الشعب وغيرهم ورجالہ ثقات وبسط طرقه وروى الترمذی عن ابی ہریرة بمعناه وقال ابن حجر طرقه كثيرة كما في المرقاة۔

۳ کعب بن عجرہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ ہم لوگ حاضر ہو گئے۔ جب حضورؐ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب دوسرے درجہ پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب تیسرے درجہ پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے منبر پر چڑھتے ہوئے، ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت جبرئیل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو انھوں نے کہا کہ ہلاک ہو جو وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اسکی مغفرت نہ ہوئی میں نے کہا آمین، پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انھوں نے کہا ہلاک ہو جو وہ شخص جسکے سامنے آپکا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے میں نے کہا آمین۔ جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انھوں نے کہا ہلاک ہو جو وہ شخص جس کے سامنے اسکے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پاویں اور وہ اسکو جنت میں داخل نہ کرائیں میں نے کہا آمین۔

لہ بضم بعین اسی عن الخیر و بحرہا اسی ہک قال السنخاوی ۱۲ (۲) لہ و رواہ الطبرانی عن جابر بن سمرۃ (۲) باقی آگے،

ف :- اس حدیث میں حضرت جبریل علیہ السلام نے تین بددعائیں ذی ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں پر آئین فرمائی۔ اول تو حضرت جبریل علیہ السلام جیسے مقرب فرشتے کی بددعا ہی کیا کم تھی اور پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آئین نے تو جتنی سخت بددعا بنادی وہ ظاہر ہے اللہ ہی اپنے فضل سے ہم لوگوں کو ان تینوں چیزوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمادیں اور ان بُرائیوں سے محفوظ رکھیں، ورنہ ہلاکت میں کیا تردد ہے۔ دُرّ منشور کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور سے کہا کہ آئین کہو۔ تو حضور نے فرمایا آئین۔ جس سے اور بھی زیادہ اہتمام معلوم ہوتا ہے۔

اول وہ شخص کہ جس پر رمضان المبارک گزر جائے اور اسکی بخشش نہ ہو، یعنی رمضان المبارک جیسا خیر و برکت کا زمانہ بھی غفلت اور معاصی میں گزر جائے کہ رمضان المبارک میں مغفرت اور اللہ جل شانہ کی رحمت بارش کی طرح برستی ہے پس جس شخص پر رمضان المبارک کا مہینہ بھی اسی طرح گزر جائے کہ اس کی بد اعمالیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے وہ مغفرت سے محروم رہے تو اس کی مغفرت کیلئے اور کون سا وقت ہوگا اور اسکی ہلاکت میں کیا تاثر ہے اور مغفرت کی صورت یہ ہے کہ رمضان المبارک کے جو کام ہیں یعنی روزہ و تراویح ان کو نہایت اہتمام سے ادا کرنے کے بعد ہر وقت کثرت کے ساتھ اپنے گناہوں سے توبہ و استغفار کرے۔

دوسرا شخص جسکے لئے بددعا کی گئی وہ ہے جسکے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ پڑھے۔ اور بھی بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے اسی وجہ سے بعض علماء کے نزدیک جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو تو سننے والوں پر درود شریف کا پڑھنا واجب ہے۔ حدیث بالا میں علاوہ اور بھی بہت سی وعیدیں اس شخص کے بارے میں وارد ہوئی ہیں جسکے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو اور وہ درود نہ بھیجے۔ بعض احادیث میں اسکو شقی اور بخیل تر لوگوں

(گزشتہ صفحہ کا بقیہ) باسید و احسان قال ابیشی ولہذا الحدیث طرق رجمع الزوائد ۸۲ ص ۱۳۹ یعنی رمضان المبارک کا مہینہ جس میں نیکیوں کی عمومی فضا ہوتی ہے اور دن رات عبادتوں کا ماحول ہوتا ہے جب اس مہینہ میں بھی ایک شخص کو توفیق عطا نہ ہوئی تو اور کس وقت اس سے نیکی و صلاح کی توقع ہو سکتی ہے لہذا درود شریف کے تفصیل فضائل حضرت شیخ مظاہ کے رسالے "فضائل درود شریف" میں ملاحظہ ہوں۔

میں شمار کیا گیا ہے۔ نیز جفا کار اور جنت کا راستہ بھولنے والا، حتیٰ کہ جہنم میں داخل ہونے والا اور بد دین تک فرمایا ہے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور نہ دیکھے گا۔ محققین علماء نے ایسی روایات کی تاویل فرمائی ہو مگر اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ درود شریف نہ پڑھنے والے کے لئے آپ کے ظاہر ارشادات اس قدر سخت ہیں کہ ان کا تحمل دشوار ہے اور کیوں نہ ہو کہ آپ کے احسانات اُمت پر اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ تحریر و تقریر ان کا احصار کر سکے۔ اسکے علاوہ کہ آپ کے حقوق اُمت پر اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کو دیکھتے ہوئے درود شریف نہ پڑھنے والوں کے حق میں ہر وعید اور تنبیہ بجا اور موزوں معلوم ہوتی ہے۔ خود درود شریف کے فضائل اس قدر ہیں کہ ان سے محرومی مستقل بد نصیبی ہے۔ اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہوگی کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود بھیجے حق تعالیٰ جل شانہ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتے ہیں۔ نیز ملائکہ کا اسکے لئے دُعا کرنا، گناہوں کا معاف ہونا، درجات کا بلند ہونا، احد پہاڑ کے برابر ثواب کا ملنا، شفاعت کا اس کیلئے واجب ہونا وغیرہ وغیرہ امور مزید برآں۔ نیز اللہ جل جلالہ کی رضا، اس کی رحمت، اسکے غصہ سے امان، قیامت کے ہول سے نجات مرنے سے قبل جنت میں اپنے ٹھکانے کا دیکھ لینا وغیرہ بہت سے وعدے درود شریف کی خاص خاص مقداروں پر مقرر فرمائے گئے ہیں۔ ان سب کے علاوہ درود شریف سے تنگی معیشت اور فقر دور ہوتا ہے اللہ اور اسکے رسول کے دربار میں تقرب نصیب ہوتا ہے، دشمنوں پر مدد نصیب ہوتی ہے اور قلب کی نفاق اور زنگ سے صفائی ہوتی ہے، لوگوں کو اس سے محبت ہوتی ہے اور بہت سی بشارتیں ہیں جو درود شریف کی کثرت پر احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ ایک مرتبہ عمر بھر میں درود شریف کا پڑھنا عملاً فرض ہے اور اس پر علماء مذہب کا اتفاق ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو ہر مرتبہ درود شریف کا پڑھنا واجب ہے

لے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں اور دس گناہ معاف فرماتے ہیں اور دس درجے بلند فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ یہ ہیں من صلے علیّ و احلّٰہ صلی اللہ علیہ عشر صلوات و حطّٰ عنہ عشر خطیئات و رفع لہ عشر درجات۔ رواہ احمد و البخاری فی الادب المفرد و النسائی و الحاكم عن انس رض۔ لے یہ تمام مضامین متعدد احادیث سے ثابت ہیں جنہیں سے بعض قوی بھی ہیں اور بعض کمزور بھی ہیں فضائل درود شریف میں یہ احادیث تفصیل سے لکھی گئی ہیں۔

یا نہیں، بعض علماء کے نزدیک ہر مرتبہ درود شریف کا پڑھنا واجب ہے اور دوسرے بعض کے نزدیک مستحب۔

تیسرے وہ شخص کہ جسکے بوڑھے والدین میں سے دونوں یا ایک موجود ہوں اور وہ اُن کی اس قدر خدمت نہ کرے کہ جس کی وجہ سے جنت کا مستحق ہو جائے۔ والدین کے حقوق کی بھی بہت سی احادیث میں تاکید آئی ہے۔ علماء نے اُنکے حقوق میں لکھا ہے کہ مباح امور میں اُنکی اطاعت ضروری ہے۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ ان کی بے ادبی نہ کرے، تکبر سے پیش نہ آئے اگرچہ وہ مشرک ہوں، اپنی آواز کو اُنکی آواز سے اونچی نہ کرے، اُنکا نام لیکر نہ پکارے، کسی کام میں ان سے پیش قدمی نہ کرے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں نرمی کرے اگر قبول نہ کریں تو سلوک کرتا رہے اور ہدایت کی دُعا کرتا رہے، غرض ہر بات میں اُنکا بہت احترام ملحوظ رکھے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ باپ ہے، تیرا جی چاہے اسکی حفاظت کر یا اسکو ضائع کر دے، ایک صحابیؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ والدین کا کیا حق ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ تیری جنت ہیں یا جہنم یعنی اُنکی رضا جنت ہے اور ناراضگی جہنم ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مطیع بیٹے کی محبت اور شفقت سے ایک نگاہ والد کی طرف ایک مقبول حج کا ثواب رکھتی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ شرک کے سوا تمام گناہوں کو جس قدر دل چاہے اللہ معاف فرمادیتے ہیں مگر والدین کی نافرمانی کا مرنے سے قبل دنیا میں بھی وبال پہنچاتے ہیں۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ میں جہاد میں جانی کا ارادہ کرتا ہوں حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ تیری ماں بھی زندہ ہے۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ میں حضورؐ نے فرمایا کہ اُن کی خدمت کر کہ اُنکے قدموں کے نیچے تیرے لئے جنت ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے اور بھی بہت سی روایات میں اسکا اہتمام اور فضل وارد ہوا ہے۔ جو لوگ کسی غفلت سے اسمیں کوتاہی کر چکے ہیں اور اب اُنکے والدین موجود نہیں شریعتِ مطہرہ میں اُنکی تلافی بھی موجود ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جسکے والدین اس حالت میں مر گئے

لہ رواہ الترمذی وابن ماجہ عن ابی الدرداء رحمہ اللہ فی مشکوٰۃ ص ۱۲۱
لہ بیہقی فی شعب الایمان عن ابن عباس رحمہ اللہ فی مشکوٰۃ ص ۱۲۲
لہ بیہقی فی شعب الایمان عن ابی بکر رحمہ اللہ رواہ احمد والنسائی والبیہقی فی شعب الایمان عن معاویۃ بن جاحمۃ لہ ترمذی والحاکم عن ابن عمر وابن عمر

ہوں کہ وہ اُنکی نافرمانی کرتا ہو تو اُن کے لئے کثرت سے دُعا اور استغفار کرنے سے مطیع شمار ہو جاتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بہترین بھلائی باپ کے بعد اسکے ملنے والوں سے حسن سلوک ہے۔

۴۴ عن عبادۃ بن الصامت

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یوما حضرنا رمضان اتاکم رمضان شہر بركة یغثکم اللہ فیہ فی نزل الرحمة ویحط خطایا ویستجیب فیہ الدعاء ینظر اللہ تعالیٰ الی تنافسکم فیہ ویبایہم بکم ملئکمہ فادواللہ من انفسکم خیر افان الشیء من حرم فیہ رحمة اللہ عز وجل۔

رواہ الطبرانی ورواہ ثقات الا ان محمد بن قیس لا یحضر فیہ جرح

ولا تعدیل کذا فی الترغیب

۴۴ حضرت عبادۃؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے قریب ارشاد فرمایا کہ رمضان کا مہینہ آگیا ہے جو بڑی برکت والا ہے حق تعالیٰ شانہ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنی رحمت خاصہ نازل فرماتے ہیں، خطاؤں کو معاف فرماتے ہیں، دعاؤں کو قبول کرتے ہیں تمہارے تنافس کو دیکھتے ہیں اور ملائکہ سے فخر کرتے ہیں۔ پس اللہ کو اپنی نیکی دکھلاؤ، بد نصیب ہے وہ شخص جو اس مہینہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جاوے۔

ف:- تنافس اسکو کہتے ہیں کہ دوسرے

کی حرص میں کام کیا جائے اور مقابلہ پر دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کام کیا جاوے تفاخر اور تقابل والے آویں اور یہاں اپنے اپنے جوہر دکھلاویں۔ فخر کی بات نہیں تحدیث بالنعمة کے طور پر لکھتا ہوں اپنی نا اہلیت سے خود اگرچہ کچھ نہیں کر سکتا مگر اپنے گھرانہ کی عورتوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہوں کہ اکثر وہ اسکا اہتمام رہتا ہے کہ دوسری سے تلاوت میں بڑھ جاوے خانگی کاروبار کے ساتھ پندرہ بیس پارے روزانہ بے تکلف پورے کر لیتی ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ اپنی رحمت سے قبول فرماویں اور زیادتی کی توفیق عطا فرما دیں۔

۴۵ عَنْ ابْنِ سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۴۵ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

کہ رمضان المبارک کی ہر شب و روز میں اللہ

لے بیعتی فی شعب الایمان عن انس ر (مشکوۃ ص ۴۱۹) مسلم عن ابن عمر فی الشکوۃ ص ۴۱۹ لے ترغیب کے بعض نسخوں میں یہ ہے مگر صحیح نسخوں میں محمد بن ابی قیس ہے جیسا کہ انتخاب الترغیب جلد ۲ حدیث نمبر ۴۳ میں

کے یہاں سے (جہنم کے، قیدی چھوڑے جاتے ہیں اور ہر مسلمان کیلئے ہر شب و روز میں ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

إِنَّ لِلَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عِتْقَاءَ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ يَعْنِي فِي رَمَضَانَ وَإِنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ دَعْوَةً مُسْتَجَابَةً رَوَاهُ الْبُزَارُ كَذَا فِي التَّرْغِيبِ

ف:- بہت سی روایات میں

روزے دار کی دعا کا قبول ہونا وارد ہوا ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ افطار کے وقت دعا قبول ہوتی ہے مگر ہم لوگ اس وقت کھانے پر اس طرح گرتے ہیں کہ دعا مانگنے کی تو کہاں فرصت خود افطار کی دعا بھی یاد نہیں رہتی۔ افطار کی مشہور دعا یہ ہے اَللّٰهُمَّ لَكَ صُيْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ۔ ترجمہ:- اے اللہ تیرے ہی لئے روزہ رکھا اور تجھی پر ایمان لایا ہوں اور تجھی پر بھروسہ ہے تیرے ہی رزق سے افطار کرتا ہوں۔

حدیث کی کتابوں میں یہ دعا مختصر ملتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے وقت یہ دعا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَ لِّیْ۔ ترجمہ:- اے اللہ تیری اُس رحمت کے صدقے جو ہر چیز کو شامل ہے یہ مانگتا ہوں کہ تو میری مغفرت فرما دے۔ بعض کتب میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا منقول ہے یَا وَاسِعَ الْفَضْلِ اِغْفِرْ لِّیْ ترجمہ:- اے وسیع عطا والے میری مغفرت فرما۔ اور بھی متعدد دعائیں روایات میں وارد ہوئی ہیں مگر کسی دعا کی تخصیص نہیں اجابت دعا کا وقت ہے اپنی اپنی ضرورت کیلئے دعا فرما دیں۔ یاد آجاوے تو اس سیاہ کار کو بھی شامل فرمائیں کہ سائل ہوں اور سائل کا حق ہوتا ہے ۵

چشمہ فیض سے گرا ایک اشارہ ہو جائے لطف ہو آپ کا اور کام ہمارا ہو جائے

۱۔ علامہ عینیؒ نے شرح بخاری میں یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اسکی سند میں ابان بن عیاش ہے جو کہ ضعیف ہے۔ لیکن حدیث کی تائید اس سے ہو جاتی ہے کہ مسند احمد میں یہی مضمون حضرت ابو ہریرہؓ یا حضرت ابوسعیدؓ سے اور سمویہ نے حضرت جابرؓ سے نقل کیا ہے۔ جامع صغیر میں ان روایات پر صحیح ہونے کا اشارہ کیا ہے ۲۔ کتاب ”رمضان کیا ہے؟“ کے حاشیہ میں اس دعا کے متعلق مفصل تحقیق کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو داؤدؒ نے مرسل حضرت معاذ بن زہرہؓ سے یہ دعا صرف اتنی نقل کی ہے اَللّٰهُمَّ لَكَ صُيْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ، مزید تفصیل کتاب مذکور میں دیکھنی چاہیئے ۳۔ رواہ الحاکم وا بن ماجہ وا بن السنی عن ابن عمر۔ ”رمضان کیا ہے؟“ ص ۱۰۱۔

۶ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا تَرُدُّ دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ حَتَّى يَفْطُرَ
وَالْإِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ
يَرْفَعُهَا اللَّهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَيُفْتَحُ لَهَا
أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَيَقُولُ الرَّبُّ وَعِزَّتِي
لَا نَصْرَ لَكَ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ۔ (مسند احمد

فی حدیث و الترمذی وحسنہ وابن

خزیمہ وابن حبان فی صحیحہما

کذا فی الترغیب)

۶ حضور کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں کی

دُعا رد نہیں ہوتی ایک روزہ دار کی افطار
کے وقت، دوسرے عادل بادشاہ کی دُعا،
تیسرے مظلوم کی جسکو حق تعالیٰ شانہ بادلوں
سے اوپر اٹھا لیتے ہیں اور آسمان کے دروازے
اسکے لئے کھول دئے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا
ہے کہ میں تیری ضرورت دیکھوں گا گو رکسی
مصلحت سے، کچھ دیر ہو جائے۔

ف :- درِ منشور میں حضرت عائشہؓ

سے نقل کیا ہے۔ جب رمضان آتا تھا تو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بدل جاتا تھا اور نماز میں اضافہ ہو جاتا تھا اور دُعا
میں بہت عاجزی فرماتے تھے اور خوف غالب ہو جاتا تھا۔ دوسری روایت میں فرماتی ہیں
کہ رمضان کے ختم تک بستر پر تشریف نہیں لاتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ رمضان میں عرش کے اٹھانے والے
فرشتوں کو حکم فرمادیتے ہیں کہ اپنی اپنی عبادت چھوڑ دو اور روزہ داروں کی دُعا پر
آمین کہا کرو۔ بہت سی روایات سے رمضان کی دُعا کا خصوصیت سے قبول ہونا معلوم
ہوتا ہے۔ اور یہ بے تردید بات ہے کہ جب اللہ کا وعدہ ہے اور سچے رسول کا نقل کیا ہوا
ہے تو اس کے پورا ہونے میں کچھ تردد نہیں۔ لیکن اسکے بعد بھی بعض لوگ کسی غرض کیلئے
دعا کرتے ہیں مگر وہ کام نہیں ہوتا۔ تو اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ دُعا قبول نہیں
ہوتی بلکہ دُعا کے قبول ہونے کے معنی سمجھ لینا چاہیئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب مسلمان دعا کرتا ہے بشرطیکہ قطع رحمی
یا کسی گناہ کی دُعا نہ کرے تو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں سے تین چیزوں میں سے ایک چیز
ضرور ملتی ہے یا خود وہی چیز ملتی ہے جسکی دعا کی یا اسکے بدلے میں کوئی بُرائی مصیبت
اُس سے ہٹا دی جاتی ہے یا آخرت میں اسی قدر ثواب اسکے حصہ میں لگا دیا جاتا ہے۔
ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہ بندہ کو بلا کر ارشاد فرمائیں گے
کہ اے میرے بندے میں نے تجھے دُعا کرنیکا حکم دیا تھا اور اسکے قبول کرنیکا وعدہ کیا تھا

تو نے مجھ سے دُعا مانگی تھی۔ اسپر ارشاد ہو گا کہ تو نے کوئی دُعا ایسی نہیں کی جسکو میں نے قبول نہ کیا ہو، تو نے فلاں دُعا مانگی تھی کہ فلاں تکلیف ہٹا دی جائے میں نے اسکو دنیا میں پورا کر دیا تھا اور فلاں غم کے دفع ہونے کیلئے دعا کی تھی مگر اسکا اثر کچھ تجھے معلوم نہیں ہوا۔ میں نے اسکے بدلے میں فلاں اجر و ثواب تیرے لئے متعین کیا۔ حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ اسکو ہر ہر دُعا یاد کرائی جاوے گی اور اسکا دُنیا میں پورا ہونا یا آخرت میں اسکا غوص بتلایا جاوے گا اس اجر و ثواب کی کثرت کو دیکھ کر وہ بندہ اسکی تمنا کریگا کہ کاش دُنیا میں اسکی کوئی بھی دعا پوری نہ ہوتی ہوتی کہ یہاں اسکا اسقدر اجر ملتا۔ غرض دُعا نہایت ہی اہم چیز ہے۔ اسکی طرف سے غفلت بڑے سخت نقصان اور خسارہ کی بات ہے اور ظاہر میں اگر قبول کے آثار نہ دیکھیں تو بد دل نہ ہونا چاہیئے۔

اس رسالہ کے ختم پر جو لمبی حدیث آرہی ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسیں بھی حق تعالیٰ شانہ بندہ ہی کے مصالح پر نظر فرماتے ہیں۔ اگر اسکے لئے اس چیز کا عطا فرمانا مصلحت ہوتا ہے تو مرحمت فرماتے ہیں ورنہ نہیں۔ یہ بھی اللہ کا بڑا احسان ہے کہ ہم لوگ بسا اوقات اپنی نا فہمی سے ایسی چیز مانگتے ہیں جو ہمارے مناسب نہیں ہوتی۔ اسکے ساتھ دوسری ضروری اور اہم بات قابل لحاظ یہ ہے کہ بہت سے مرد اور عورتیں تو خاص طور سے اس مرض میں مبتلا ہیں کہ بسا اوقات غصے اور رنج میں اولاد وغیرہ کو بد دعا دیتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ اللہ جل شانہ کے عالی دربار میں بعض اوقات ایسے خاص قبولیت کے ہوتے ہیں کہ جو مانگو مل جاتا ہے۔ یہ احمق غصہ میں اول تو اولاد کو کوستی ہیں اور جب وہ مر جاتی ہے یا کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتی ہے تو پھر روتی پھرتی ہیں اور اسکا خیال بھی نہیں آتا کہ یہ مصیبت خود ہی اپنی بد دعا سے مانگی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنی جانوں اور اولاد کو نیز مال اور خادموں کو بد دُعا نہ دیا کرو، مبادا اللہ کے کسی ایسے خاص وقت میں واقع ہو جائے جو قبولیت کے بالخصوص رمضان المبارک کا تمام مہینہ تو بہت ہی خاص وقت ہے اسیں اہتمام سے بچنے کی کوشش اشد ضروری ہے۔

حضرت عمرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ رمضان المبارک میں اللہ کو یاد کرنے والا بخشا بخشایا ہے اور اللہ سے مانگنے والا نامراد نہیں رہتا۔

لے رواہ الطبرانی فی الاوسط والبیہقی والامسہانی عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما فی الترغیب۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے ترغیب میں نقل کیا ہے کہ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی پکارتا ہے کہ اے خیر کے تلاش کرنے والے متوجہ ہو اور آگے بڑھ، اور اے برائی کے طلبگار بس کر اور آنکھیں کھول، اس کے بعد وہ فرشتہ کہتا ہے کوئی مغفرت کا چاہنے والا ہے کہ اس کی مغفرت کی جائے کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے، کوئی مانگنے والا ہے کہ اس کا سوال پورا کیا جائے۔ اس سب کے بعد یہ امر بھی نہایت ضروری اور قابل لحاظ ہے کہ دُعا کے قبول ہونے کے لئے کچھ شرائط بھی وارد ہوئی ہیں کہ ان کے فوت ہونے سے بسا اوقات دعا رد کر دی جاتی ہے۔ منجملہ ان کے حرام غذا ہے کہ اس کی وجہ سے بھی دُعا رد ہو جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے پریشان حال آسمان کی طرف ہاتھ کھینچ کر دعا مانگتے ہیں اور یارب یارب کرتے ہیں مگر کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام۔ ایسی حالت میں کہاں دُعا قبول ہو سکتی ہے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ کوفہ میں مستجاب الدعوات لوگوں کی ایک جماعت تھی جب کوئی حاکم ان پر مسلط ہوتا اس کے لئے بد دُعا کرتے وہ ہلاک ہو جاتا۔ حجاج ظالم کا جب وہاں تسلط ہوا تو اس نے ایک دعوت کی جس میں ان حضرات کو خاص طور سے شریک کیا اور جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو اس نے کہا کہ میں ان لوگوں کی بد دُعا سے محفوظ ہو گیا کہ حرام کی روزی ان کے پیٹ میں داخل ہو گئی۔ اسکے ساتھ ہمارے زمانہ کی حلال روزی پر بھی ایک نگاہ ڈالی جائے جہاں ہر وقت سود تک کے جواز کی کوششیں جاری ہوں، ملازمین رشوت کو اور تاجر دھوکہ دینے کو بہتر سمجھتے ہوں۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى عِبَادِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا بِثَلَاثٍ: بِطَهَارَةِ ظَاهِرِهِمْ وَبِطَهَارَةِ قُلُوبِهِمْ وَبِطَهَارَةِ رِجْلَيْهِمْ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ خود حق تعالیٰ شانہ اور اس کے فرشتے سحری

لہ روایہ البیہقی وہو حدیث لا باس بہ فی المتابعات وفی اسنادہ ناشب بن عمرو الشیبانی وثق دیکم فیہ الدار قطنی بترغیب
لہ وہ لوگ جن کی دعا قبول ہوتی ہے تھ یہاں یہ بات اور سمجھ لینی چاہیے کہ تحقیق حال بہت ضروری ہے تحقیق
کرنے کے بعد گنہگار تو نہیں ہوگا البتہ حرام کھانا کھانے والے پر اپنا اثر ضرور ڈالتا ہے خواہ نا علمی
ہی میں کیوں نہ کھایا ہو جیسے کوئی آدمی نا علمی میں زہر کھالے تو اس کا اثر ضرور مرتب ہوتا ہے نہ جانتے
سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

مَلِكًا كَتَبَ يُصَلُّونَ عَلَى الْمُتَسَجِّرِينَ۔ کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔

ف:- کس قدر اللہ جل جلالہ کا انعام و احسان ہے کہ روزہ کی برکت سے اس سے پہلے کھانیکو جسکو سحری کہتے ہیں اُمت کیلئے ثواب کی چیز بنا دیا اور اس میں بھی مسلمانوں کو اجر دیا جاتا ہے۔ بہت سی احادیث میں سحر کھانے کی فضیلت اور اجر کا ذکر ہے، علامہ عینی نے شترہ صحابہؓ سے اسکی فضیلت کی احادیث نقل کی ہیں اور اسکے مستحب ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ بہت سے لوگ کاہلی کی وجہ سے اس فضیلت سے محروم رہ جاتے ہیں اور بعض لوگ تراویح پڑھ کر کھانا کھا کر سو جاتے ہیں اور وہ اسکے ثواب سے محروم رہتے ہیں۔ اسلئے کہ لغت میں سحر اس کھانے کو کہتے ہیں جو صبح کے قریب کھایا جائے جیسا کہ قاموس نے لکھا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آدھی رات سے اسکا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ صاحب کشافؒ نے اخیر کے چھٹے حصہ کو بتلایا ہے یعنی تمام رات کو چھ حصوں پر تقسیم کر کے اخیر کا حصہ مثلاً اگر غروب آفتاب سے طلوع صبح صادق تک بارہ گھنٹے ہوں تو اخیر کے دو گھنٹے سحر کا وقت ہے اور ان میں بھی تاخیر اولیٰ ہے۔ بشرطیکہ اتنی تاخیر نہ ہو کہ روزہ میں شک ہونے لگے۔ سحر کی فضیلت بہت سی احادیث میں آئی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہمارے اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے روزہ میں سحری کھانے سے فرق ہوتا ہے۔ کہ وہ سحری نہیں کھاتے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ سحری کھایا کر وہ اس میں برکت ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ تین چیزوں میں برکت ہے، عفت میں اور خرید میں اور سحری کھانے میں۔ اس حدیث میں جماعت سے عام مراد ہے نماز کی جماعت اور ہر وہ کام جسکو مسلمانوں کی جماعت ملکر کرے کہ اللہ کی مدد اسکے ساتھ فرمائی گئی ہے۔ اور خرید گوشت میں پکی ہوئی روٹی کھلاتی ہے جو نہایت لذیذ کھانا ہے۔ میسرے سحری، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی صحابیؓ کو اپنے ساتھ سحر کھلانے کیلئے بلاتے تو ارشاد فرماتے کہ آؤ برکت کا کھانا کھاؤ۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ سحری کھا کر روزہ پر قوت حاصل کرو اور دوپہر کو سو کر اخیر شب کے اٹھنے پر مدد چاہا کرو۔

لہ مرقاة ۳۲۲، لہ رواہ مسلم والبوداؤد والنسائی والترمذی وابن خزيمة عن عمرو بن لہ رواہ البخاری وسلم عن انس بن مالک طبرانی فی الکبیر عن سلمان بنہ رواہ الوداؤد والنسائی وابن خزيمة وابن حبان فی صحیحہما عن العسیر بن ساریہ بن۔ لہ رواہ ابن ماجہ وابن خزيمة والبیہقی عن ابن عباسؓ۔ یہ سب آیات الترغیب ص ۳۸۱ پر ہیں۔

حضرت عبداللہ بن حارث ایک صحابیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوا کہ آپؐ سحری نوش فرما رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ ایک برکت کی چیز ہے جو اللہ نے تم کو عطا فرمائی ہے۔ اسکو مت چھوڑنا۔ حضورؐ نے متعدد روایات میں سحری کی ترغیب فرمائی ہے حتیٰ کہ ارشاد ہے کہ اور کچھ نہ ہو تو ایک چھوارہ ہی کھا لے یا ایک گھونٹ پانی ہی پی لے۔ اسلئے روزہ داروں کو اس ”ہم خرماد ہم ثواب“ کا خاص طور سے اہتمام کرنا چاہیئے کہ اپنی راحت اپنا نفع اور مفت کا ثواب۔ مگر اتنا ضروری ہے کہ افراط و تفریط ہر چیز میں مضرت اسلئے نہ اتنا کم کھاوے کہ عبادات میں ضعف محسوس ہونے لگے اور نہ اتنا زیادہ کھاوے کہ دن بھر کھٹی ڈکاریں آتی رہیں۔ خود ان احادیث میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ چاہے ایک چھوارہ ہو یا ایک گھونٹ پانی۔ نیز مستقل احادیث میں بھی بہت کھانے کی ممانعت آئی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ بخاری کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ سحری کی برکات مختلف وجوہ سے ہیں، اتباع سنت، اہل کتاب کی مخالفت کہ وہ سحری نہیں کھاتے، اور ہم لوگ حتیٰ الوسع ان کی مخالفت کے مامور ہیں۔

نیز عبادت پر قوت، عبادت میں دل بستگی کی زیادتی، نیز شدت بھوک سے اکثر بد خلقی پیدا ہو جاتی ہے اسکی مدافعت۔ اسوقت کوئی ضرورت مند سائل آجائے تو اسکی اعانت کوئی پڑوس میں غریب فقیر ہو اسکی مدد، یہ وقت خصوصیت سے قبولیت دعا کا ہے۔ سحری کی بدولت دعا کی توفیق ہو جاتی ہے اسوقت میں ذکر کی توفیق ہو جاتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

ابن دقیق العیدؒ کہتے ہیں کہ صوفیاء کو سحری کے مسئلہ میں کلام ہے کہ وہ مقصد روزہ کے خلاف ہے اسلئے کہ مقصد روزہ پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت کا توڑنا ہے اور سحری کھانا اس مقصد کے خلاف ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ مقدار میں اتنا کھانا کہ یہ مصلحت بالکلیہ فوت ہو جائے یہ تو بہتر نہیں۔ اسکے علاوہ حسب حیثیت و ضرورت مختلف ہوتا رہتا ہے، بندہ کے ناقص خیال میں اس بارے میں قول فیصل بھی یہی ہے کہ اصل سحری و افطار میں تقلیل ہے مگر حسب ضرورت اس میں تغیر ہو جاتا ہے۔ مثلاً طلباء کی جماعت کہ ان کیلئے تقلیل طعام منافع صوم کے حاصل ہونیکے ساتھ تحصیل علم کی مضرت کو شامل ہے، اسلئے انکے لئے بہتر یہ ہے کہ تقلیل نہ کریں کہ علم دین کی اہمیت شریعت میں بہت زیادہ ہے۔

۱۔ یہ ایک ضرب المثل (کہاوٹ) ہے اردو میں اس موقع کے لئے کہا کرتے ہیں ”آم کے آم گٹھلیوں کے دام“۔
۲۔ یعنی کھانے پینے کی ضروری مقدار میں کمی نہ کریں۔

اسی طرح ذاکرین کی جماعت علیٰ ہذا دوسری جماعتیں جو تھلیل طعام کی وجہ سے کسی دینی کام میں اہمیت کے ساتھ مشغول نہ ہو سکیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جہاد کو تشریف لیجاتے ہوئے اعلان فرمادیا کہ سفر میں روزہ نیکی نہیں، حالانکہ رمضان المبارک کا روزہ تھا مگر اس جگہ جہاد کا تقابل آپڑا تھا۔ البتہ جس جگہ کسی ایسے دینی کام میں جو روزے سے زیادہ اہم ہو ضعف اور کسل پیدا نہ ہو وہاں تھلیل طعام ہی مناسب ہے۔ شرح اقناع میں علامہ شعرانی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ہم سے اس پر عہد لئے گئے کہ پیٹ بھر کھانا نہ کھائیں۔ بالخصوص رمضان المبارک کی راتوں میں۔ بہتر یہ ہے کہ رمضان کے کھانے میں غیر رمضان سے کچھ تھلیل کرے اس لئے کہ افطار و سحر میں جو شخص پیٹ بھر کر کھائے اس کا روزہ ہی کیا ہے۔ مشائخ نے کہا ہے کہ جو شخص رمضان میں بھوکا رہے آئندہ رمضان تک تمام سال شیطان کے زور سے محفوظ رہتا ہے۔ اور بھی بہت سے مشائخ سے اس باب میں شدت منقول ہے۔

شرح احیاء میں عوارف سے نقل کیا ہے کہ سہل بن عبد اللہ تیسری پندرہ روزہ میں ایک مرتبہ کھانا تناول فرماتے تھے اور رمضان المبارک میں ایک لقمہ البتہ روزانہ اتباع سنت کی وجہ سے محض پانی سے روزہ افطار فرماتے تھے۔ حضرت جنید رحمہ اللہ ہمیشہ روزہ رکھتے، لیکن اللہ والے دوستوں میں سے کوئی آتا تو اس کی وجہ سے روزہ افطار فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ (ایسے) دوستوں کے ساتھ کھانے کی فضیلت کچھ روزہ کی فضیلت سے کم نہیں۔ اور بھی سلف کے ہزاروں واقعات اس کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ کھانے کی کمی کے ساتھ نفس کی تادیب کرتے تھے مگر شرط وہی ہے کہ اس کی وجہ سے اور دینی اہم امور میں نقصان نہ ہو۔

● حضور کا ارشاد ہے کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کے جاگنے کی مشقت، کے سوا کچھ

● عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبِّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الْجُوعُ وَرَبِّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا الشَّهْرُ رَسَدَا ابْنِ مَاجَةَ

لہ زبان نبوت کے الفاظ ہیں لیس من البر الصیام فی السفر رواہ احمد و البخاری و مسلم و ابوداؤد و النسائی۔
یعنی روزوں کی کثرت سے اگر دیگر معمولات زندگی میں فرق آتا ہو تو احتیاط ضروری ہوگی۔

واللفظ للناسی وابن خزيمة بھی نہ ملا۔

فی صحیحہ وانحاکمہ وقال علی شرط البخاری ذکر لفظہا المنذری فی الترغیب بمعنی
ف:- علماء کے اس حدیث کی شرح میں چند اقوال ہیں۔ اول یہ کہ اس سے وہ
شخص مراد ہے جو دن بھر روزہ رکھ کر مال حرام سے افطار کرتا ہے کہ جتنا ثواب روزہ کا
ہوا تھا اس سے زیادہ گناہ حرام مال کھانے کا ہو گیا اور دن بھر جھوٹا رہنے کے سوا
اور کچھ نہ ملا۔

دوسرے یہ کہ وہ شخص مراد ہے جو روزہ رکھتا ہے لیکن غیبت میں بھی مبتلا رہتا ہے
جس کا بیان آگے آ رہا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ روزہ کے اندر گناہ وغیرہ سے احتراز نہیں
کرتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جامع ہوتے ہیں یہ سب صورتیں اس میں
داخل ہیں اور ان کے علاوہ بھی اسی طرح جاگنے کا حال ہے کہ رات بھر شب بیداری کی
مگر تفریحاً مقوڑی سی غیبت یا کوئی اور حماقت بھی کر لی تو وہ سارا گناہ بیکار ہو گیا،
مثلاً صبح کی نماز ہی قضا کر دی یا محض ریا اور شہرت کیلئے جاگا تو وہ بیکار ہے۔

۹ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

الْوَحْيَانُ جَنَّةٌ مَا لَمْ يَخْرِقْهَا رِوَاةُ النَّسَائِ وَابْنِ مَاجَةَ وَابْنِ خَزِيمَةَ وَالْحَاكِمُ
وصححه علی شرط البخاری والفاظہم مختلفہ حکاھا المنذری فی الترغیب،
ف:- ڈھال ہونی کا مطلب یہ ہے کہ جیسے آدمی ڈھال سے اپنی حفاظت کرتا ہے
اسی طرح روزہ سے بھی اپنے دشمن یعنی شیطان سے حفاظت ہوتی ہے۔ ایک روایت
میں آیا ہے کہ روزہ حفاظت ہے اللہ کے عذاب سے، دوسری روایت میں ہے کہ روزہ
جہنم سے حفاظت ہے۔

ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ روزہ کس چیز سے
پھٹ جاتا ہے حضور نے فرمایا کہ جھوٹ اور غیبت سے۔ ان دونوں روایتوں میں اور

لہ داحمد والبیہقی عنہما فی الجامع الصغیر لہ درود الطبرانی بمعناہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما لہ روزے کا
فائدہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ یہ تقویٰ پیدا کرتا ہے۔ لہذا ہر وہ عمل جو تقویٰ کے سانی ہو مقصد صوم کے خلاف
ہوگا اور اس سے روزہ بے جان ہو جائے گا۔

لکہ ترغیب و ترہیب اور جامع صغیر میں یہ تمام روایات مختلف الفاظ کے ساتھ جمع کی گئی ہیں۔

اسی طرح اور بھی متعدد روایات میں روزہ میں اس قسم کے امور سے بچنے کی تاکید آئی ہے اور روزہ کا گویا ضائع کر دینا اسکو قرار دیا ہے۔ ہمارے اس زمانہ میں روزہ کے کاٹنے کے لئے مشغلہ اسکو قرار دیا جاتا ہے کہ وہی تباہی تیری باتیں شروع کر دی جائیں بعض علماء کے نزدیک جھوٹ اور غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، یہ دونوں چیزیں ان حضرات کے نزدیک ایسی ہیں جیسے کہ کھانا پینا وغیرہ سب روزہ کو توڑنے والی اشیاء ہیں، جھوٹ کے نزدیک اگرچہ روزہ نہیں ٹوٹتا مگر روزہ کے برکات جاتے رہنے سے تو کسی کو بھی انکار نہیں۔

مشائخ نے روزہ کے آداب میں چھ امور تحریر فرمائے ہیں کہ روزہ دار کو انکا اہتمام ضروری ہے۔ اول نگاہ کی حفاظت کہ کسی بے محل جگہ پر نہ پڑے حتیٰ کہ بیوی پر بھی شہوت کی نگاہ نہ پڑے۔ پھر اجنبی کا کیا ذکر اور اسی طرح کسی لہو و لعب وغیرہ ناجائز جگہ نہ پڑے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص اس سے اللہ کے خوف کی وجہ سے بچ رہے حق تعالیٰ جل شانہ اسکو ایسا نور ایمانی نصیب فرماتے ہیں جسکی حلاوت اور لذت قلب میں محسوس کرتا ہے۔ صوفیائے بے محل کی تفسیر یہ کی ہے کہ ہر ایسی چیز کا دیکھنا اس میں داخل ہے جو دل کو حق تعالیٰ جل شانہ سے ہٹا کر کسی دوسری طرف متوجہ کر دے۔ دوسری چیز زبان کی حفاظت ہے جھوٹ، چغلیجوری، لغو بکواس، غیبت بد گوئی بد کلامی جھگڑا وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ روزہ آدمی کیلئے ڈھال ہے اسلئے روزہ دار کو چاہیے کہ زبان سے کوئی فحش بات یا جہالت کی بات مثلاً تمسخر جھگڑا وغیرہ نہ کرے اگر کوئی دوسرا جھگڑنے لگے تو کہہ دے کہ میرا روزہ ہے اور اگر وہ بیوقوف نا سمجھ ہو تو اپنے دل کو سمجھا دے کہ تیرا روزہ ہے تجھے ایسی لغویات کا جواب مناسب نہیں بالخصوص غیبت اور جھوٹ سے تو بہت ہی احتراز ضروری ہے کہ بعض علماء کے نزدیک اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو عورتوں نے روزہ رکھا روزہ میں اس شدت سے بھوک لگی کہ ناقابل برداشت بن گئی۔ ہلاکت کے قریب پہنچ گئیں، صحابہ کرامؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو حضورؐ نے ایک پیالہ انکے پاس بھیجا اور ان دونوں کو اس میں قے کرنیکا حکم فرمایا دونوں نے قے کی تو اسیں

گوشت کے ٹکڑے اور تازہ کھایا ہوا خون نکلا لوگوں کو حیرت ہوئی تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے حق تعالیٰ شانہ کی حلال روزی سے تو روزہ رکھا اور حرام چیزوں کو کھایا کہ دونوں عورتیں لوگوں کی غیبت کرتی رہیں، اس حدیث سے ایک مضمون اور بھی مترشح ہوتا ہے کہ غیبت کرنے کی وجہ سے روزہ بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ دونوں عورتیں روزہ کی وجہ سے مرنے کے قریب ہو گئیں اسی طرح اور بھی گناہوں کا حال ہے اور تجربہ اسکی تائید کرتا ہے کہ روزہ میں اکثر مستحق لوگوں پر ذرا بھی اثر نہیں ہوتا اور فاسق لوگوں کی اکثر بُری حالت ہوتی ہے۔ اسلئے اگر یہ چاہیں کہ روزہ نہ لگے تب بھی اسکی بہتر صورت یہ ہے کہ گناہوں سے اس حالت میں احتراز کریں، بالخصوص غیبت سے جسکو لوگوں نے روزہ کاٹنے کا مشغلہ تجویز کر رکھا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے کلام پاک میں غیبت کو اپنے بھائی کے مردار گوشت سے تعبیر فرمایا ہے اور احادیث میں بھی بکثرت اس قسم کے واقعات ارشاد فرمائے گئے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی اس کا حقیقہ گوشت کھایا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ چند لوگوں کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ دانتوں میں خلال کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے تو آج گوشت چکھا بھی نہیں، حضورؐ نے فرمایا کہ فلاں شخص کا گوشت تمہارے دانتوں کو لگ رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ انکی غیبت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے حفظ میں رکھے کہ ہم لوگ اس سے بہت ہی غافل ہیں، عوام کا ذکر نہیں خواص بتلا ہیں۔ ان لوگوں کو چھوڑ کر جو دنیا دار کہلاتے ہیں دینداروں کی مجالس بھی بالعموم اس سے کم خالی ہوتی ہیں اس سے بڑھکر یہ ہے کہ اکثر اسکو غیبت بھی نہیں سمجھا جاتا۔ اگر اپنے یا کسی کے دل میں کچھ کھٹکا بھی پیدا ہو تو اس پر اظہارِ واقعہ کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ غیبت کیا چیز ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کسی کی پس پشت ایسی بات کرنی جو اسے ناگوار ہو۔ سائل نے پوچھا کہ اگر اس میں واقعہ وہ بات موجود ہو جو کہی گئی۔ حضورؐ نے فرمایا جب ہی تو غیبت ہے، اگر واقعہ

لہ قرآن کریم میں غیبت کرنے کو اپنے سردہ بھائی کا گوشت کھانا قرار دیا ہے، ان عورتوں کی غیبت پر اللہ تعالیٰ نے حقیقہً انکے پیٹ سے گوشت کے ٹکڑے ظاہر فرمادیئے تھے یعنی وقت گزاری کیلئے غیبت کرنے لگتے ہیں تھے حتیٰ کہ خدا مجھے معاف کرے بہت سے بڑے بڑے مشائخ کی مجلسیں بھی اس سے بہت کم خالی ہوتی ہیں۔ اللہوم سب کو آمین کہے۔ آمین تھے یعنی یہ کہہ کر مال دیتے ہیں کہ یہ تو ایک سچی بات کا اظہار ہے۔

موجود نہ ہو تب تو بہتان ہے۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گزر ہوا تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب قبر ہو رہا ہے۔ ایک کو لوگوں کی غیبت کرنے کی وجہ سے دو شترے کو پیشاب سے احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ سود کے شتر سے زیادہ باب ہیں۔ سب سے سہل اور ہلکا درجہ اپنی ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے اور ایک درہم سود کا بینیتیں زنا سے زیادہ سخت ہے۔ اور بدترین سود اور سب سے زیادہ خبیث ترین سود مسلمان کی آبروریزی ہے، احادیث میں غیبت اور مسلمان کی آبروریزی پر سخت سے سخت وعیدیں آئی ہیں۔ میرا دل چاہتا تھا کہ ان میں سے کچھ معتد بہ روایات جمع کروں اسلئے کہ ہماری مجلسیں اس سے بہت ہی زیادہ پُر رہتی ہیں مگر مضمون دوسرا ہے اسلئے اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو اس بلا سے محفوظ فرمائیں اور بزرگوں اور دوستوں کی دعا سے مجھ سیہ کار کو بھی محفوظ فرمائیں کہ باطنی امراض میں کثرت سے مبتلا ہوں ۵

کبر و نخوت جہل و غفلت حقد و کینہ بدظنی ۛ کذب و بد عہدی یا بغض و غیبت دشمنی
کون بیماری کی یارب جو نہیں مجھ میں تھی ۛ عافنی من کل داء و اقض عني حاجتي
ان لی قلباً سقیماً انت شافی للعلیل

تیسری چیز جس کا روزہ دار کو اہتمام ضروری ہے وہ کان کی حفاظت ہے ہر مکر وہ چیز سے جس کا کہنا اور زبان سے نکالنا ناجائز ہے اس کی طرف کان لگانا اور سننا بھی ناجائز ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ غیبت کا کرنے والا اور سننے والا دونوں گناہ میں شریک ہیں۔ چوتھی چیز باقی اعضاء بدن مثلاً ہاتھ کا ناجائز چیز کے پکڑنے سے پاؤں کا ناجائز چیز کی طرف چلنے سے روکنا اور اسی طرح اور باقی اعضاء بدن کا۔ اسی طرح پیٹ افطار کے وقت مشتبہ چیز سے محفوظ رکھنا، جو شخص روزہ رکھ کر حرام مال سے افطار کرتا ہے اُس کا حال اُس شخص کا سا ہے کہ کسی مرض کیلئے دوا کرتا ہے مگر اس میں تھوڑا سا سنکھیا بھی ملا لیتا ہے کہ اس مرض کیلئے تو وہ دوا مفید ہو جائے گی مگر یہ زہر ساتھ ہی ہلاک بھی کر دے گا۔

پانچویں چیز افطار کے وقت حلال مال سے بھی اتنا زیادہ نہ کھانا کہ شکم سیر ہو جائے

لہ الربا ثلاثہ وسبعون بابا ایسرہا مثل ان ینکم الرجل امہ وان من اربی الربی عرض الرجل المسلم رواہ المحکم عن ابن سعود۔ قلت لیس فی ہذہ الروایۃ ذکر درہم الربی۔

اسلئے کہ روزہ کی غرض اس سے فوت ہو جاتی ہے، مقصود روزہ سے قوتِ شہوانیہ اور ہیمیہ کا کم کرنا ہے اور قوتِ نورانیہ اور ملکیت کا بڑھانا ہے۔ گیارہ مہینہ تک بہت کچھ کھایا ہے اگر ایک مہینہ اس میں کچھ کمی ہو جائے گی تو کیا جان نکل جاتی ہے۔ مگر ہم لوگوں کا حال ہے کہ افطار کے وقت تلافیِ مافات میں اور سحر کے وقت حفظِ ماقدم میں اتنی زیادہ مقدار کھا لیتے ہیں کہ بغیر رمضان کے اور بغیر روزہ کی حالت کے اتنی مقدار کھانے کی نوبت بھی نہیں آتی رمضان المبارک بھی ہم لوگوں کیلئے خویہ کا کام دیتا ہے۔ علامہ غزالیؒ لکھتے ہیں کہ روزہ کی غرض یعنی قہرِ ابلیس اور شہوتِ نفسانیہ کا توڑنا کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر آدمی افطار کے وقت اس مقدار کی تلافی کرے جو فوت ہوئی۔ حقیقتہً ہم لوگ بجز اسکے کہ اپنے کھانے کے اوقات بدل دیتے ہیں اسکے سوا کچھ بھی کمی نہیں کرتے بلکہ اور زیادتی مختلف انواع کی کر جاتے ہیں جو بغیر رمضان کے میسر نہیں ہوتی۔ لوگوں کی عادت کچھ ایسی ہو گئی ہے کہ عمدہ عمدہ اشیاء رمضان کے لئے رکھتے ہیں اور نفسِ دن بھر کے فاقہ کے بعد جب اپر پڑتا ہے تو خوب زیادہ سیر ہو کر کھاتا ہے تو بجائے قوتِ شہوانیہ کے ضعیف ہونے کے اور بھڑک اٹھتی ہے اور جوش میں آ جاتی ہے اور مقصد کے خلاف ہو جاتا ہے۔ روزہ کے اندر مختلف اغراض اور فوائد اور اسکے مشروع ہونے سے مختلف منافع مقصود ہیں وہ سب جب ہی حاصل ہو سکتے ہیں جب کچھ بھوکا رہے۔ بڑا نفع تو یہی ہے جو معلوم ہو چکا یعنی شہوتوں کا توڑنا یہ بھی اسی پر موقوف ہے کہ کچھ وقت بھوک کی حالت میں گزرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شیطان آدمی کے بدن میں خون کی طرح چلتا ہے اسکے راستوں کو بھوک سے بند کرو۔ تمام اعضاء کا سیر ہونا نفس کے بھوکا رہنے پر موقوف ہے۔ جب نفس بھوکا رہتا ہے تو تمام اعضاء سیر رہتے ہیں اور جب نفس سیر ہوتا ہے تو تمام اعضاء بھوکے رہتے ہیں۔ دوسری غرض روزہ سے فقرار کے ساتھ تشبہ اور انکے حال پر نظر ہے وہ بھی جب ہی حاصل ہو سکتی ہے جب سحر میں معدہ کو دودھ جیسی سے اتنا نہ بھر لے کہ شام تک بھوک ہی نہ لگے، فقرار کے ساتھ مشابہت

یہ یعنی گزشتہ کمی کو پورا کرنا یہ یعنی آگے کی تیاری اور پیش بندی یہاں اعضاء کی سیری اور بھوک سے روحانی سیر اور بھوک مراد ہے بلکہ یعنی آدمی پر جب کچھ وقت بھوک پیاس کا گزرے گا تو اسے غریبوں ناداروں کی حالت کا اندازہ ہوگا جنکو اکثر تنگ دستی کی وجہ سے فاقوں کی نوبت آتی رہتی ہے اور پھر انکی مدد کرنے پر آمادہ ہوگا۔

جب ہی ہو سکتی ہے جب کچھ وقت بھوک کی بیٹابی کا بھی گزرے۔ بشرحانی کے پاس ایک شخص گئے وہ سردی میں کانپ رہے تھے اور کپڑے پاس رکھے ہوئے تھے انھوں نے پوچھا کہ یہ وقت کپڑے نکالنے کا ہے فرمایا کہ فقرار بہت ہیں اور مجھ میں انکی ہمدردی کی طاقت نہیں اتنی ہمدردی کر لوں کہ میں بھی ان جیسا ہو جاؤں۔ مشائخ صوفیہ نے عامۃً اس پر تنبیہ فرمائی ہے اور فقہار نے بھی اسکی تصریح کی ہے۔ صاحب مراقی الفلاح دیکھتے ہیں کہ سحر میں زیادتی نہ کرے جیسا کہ متنعّم لوگوں کی عادت ہے کہ یہ غرض کو فوت کر دیتا ہے۔ علامہ طحاویؒ اسکی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ غرض کا مقصود یہ ہے کہ بھوک کی تلخی کچھ محسوس ہوتا کہ زیادتی ثواب کا سبب ہو اور مساکین و فقرار پر ترس آئے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ کو کسی برتن کا بھرنا اسقدر ناپسند نہیں ہے جتنا کہ پیٹ کا پُر ہونا ناپسند ہے، ایک جگہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آدمی کیلئے چند لقمے کافی ہیں جن سے کمر سیدھی رہے۔ اگر کوئی شخص بالکل کھانے پر تل جائے تو اس سے زیادہ نہیں کہ ایک تہائی پیٹ کھانے کیلئے رکھے اور ایک تہائی پینے کیلئے اور ایک تہائی خالی۔ آخر کوئی تو بات مٹھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی روز تک مسلسل لگاتار روزہ رکھتے تھے کہ درمیان میں کچھ بھی نوش نہیں فرماتے تھے۔ میں نے اپنے آقا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کو پورے رمضان المبارک دیکھا ہے کہ افطار و سحر دونوں وقت کی مقدار تقریباً ڈیڑھ چپاتی سے زیادہ نہیں ہوتی تھی کوئی خادم عرض بھی کرتا تو فرماتے کہ بھوک نہیں ہوتی دوستوں کے خیال سے ساتھ بیٹھ جاتا ہوں۔ اور اس سے بڑھ کر حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق سنا ہے کہ کئی کئی دن مسلسل ایسے گزر جاتے تھے کہ تمام شب کی مقدار سحر و افطار بے دودھ کی چائے کے چند فنجان کے سوا کچھ نہ ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت کے مخلص خادم حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نور اللہ مرقدہ نے لجاجت سے عرض کیا کہ ضعف بہت ہو جائے حضرت کچھ تناول ہی نہیں فرماتے تو حضرت نے فرمایا کہ الحمد للہ جنت کا لطف حاصل ہو رہا

لہٰذا بظاہر اس واقعہ کے متعلق یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ کوئی مخصوص کیفیت اور جذب کی حالت تھی بلکہ حضرت مولانا حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفا میں ہیں رائے پوری قیام رہتا ہے اپنے شیخ کے قدم بقدم متبع ہیں۔ جو لوگ رائے پوری دربار سے محروم گئے مولانا کے وجود کو غنیمت سمجھیں کہ ہر جانیوالا اپنی نظیر نہیں چھوڑتا رہا۔
اب حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحب کا بھی ۱۵ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۶ اگست ۱۹۶۳ء بروز جمعرات دماں ہو گیا۔

حق تعالیٰ ہم سب کا روں کو بھی ان پاک ہستیوں کا اتباع نصیب فرماویں تو زہے نصیب،
مولانا سعدیؒ کہتے ہیں ۛ

ندارند تن پروراں آگہی کہ پُر معده باشد ز حکمت تہی

چھٹی چیز جسکا لحاظ روزہ دار کے لئے ضروری فرماتے ہیں یہ ہے کہ روزہ کے بعد اس سے
ڈرتے رہنا بھی ضروری ہے کہ نہ معلوم یہ روزہ قابل قبول ہے یا نہیں اور اسی طرح ہر
عبادت کے ختم پر کہ نہ معلوم کوئی لغزش جسکا طرف التفات بھی نہیں ہوتا ایسی تو نہیں ہو گئی
جس کی وجہ سے یہ منہ پر مار دیا جائے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ بہت سے
قرآن پڑھنے والے ہیں کہ قرآن پاک انکو لعنت کرتا رہتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد ہے کہ قیامت میں جن لوگوں کا اولین وہلہ میں فیصلہ ہوگا (ان کے منہ) ایک شہید ہوگا،
جسکو بلایا جائے گا اور اللہ کے جو انعام دنیا میں اُس پر ہوئے تھے وہ اسکو جتائے جائینگے
وہ ان سب نعمتوں کا اقرار کرے گا اسکے بعد اُس سے پوچھا جائے گا کہ ان نعمتوں میں کیا
حق ادائیگی کی وہ عرض کرے گا کہ تیرے راستہ میں قتال کیا جتے کہ شہید ہو گیا۔ ارشاد ہوگا
کہ جھوٹ ہے بلکہ قتال اسلئے کیا تھا کہ لوگ بہادر کہیں سو کہا جا چکا۔ اُس کے بعد حکم ہوگا
اور منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا، ایسے ہی ایک عالم بلایا جائے گا اس کو
بھی اسی طرح سے اللہ کے انعامات جتلا کر پوچھا جائے گا کہ ان انعامات کے بدلے میں
کیا کارگزاری ہے وہ عرض کرے گا کہ علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کی
خاطر تلاوت کی۔ ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے یہ اسلئے کیا گیا تھا کہ لوگ علامہ کہیں سو کہا جا چکا
اسکو بھی حکم ہوگا اور منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اسی طرح ایک دو لہند
بلایا جائے گا اس سے انعامات الہی شمار کرانے اور اقرار لینے کے بعد پوچھا جائے گا کہ
اللہ کی ان نعمتوں میں کیا عمل کیا وہ کہے گا کہ کوئی خیر کاراستہ ایسا نہیں چھوڑا جس
میں میں نے کچھ خرچ نہ کیا ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے یہ اسلئے کیا گیا تھا کہ لوگ سخی
کہیں، سو کہا جا چکا اسکو بھی حکم ہوگا اور منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔
اللہ محفوظ فرمائیں کہ یہ سب بد نیتی کے ثمرات ہیں۔ اس قسم کے بہت سے واقعات
احادیث میں مذکور ہیں اسلئے روزہ دار کو اپنی نیت کی حفاظت کے ساتھ اس سے

لے ہمیشہ پیٹ ہی کی دھن میں پھنے رہنے والے لوگ (عموماً) عقل و شعور سے خالی ہوتے ہیں اسلئے کہ
جو معدے کے لحاظ سے بھرا ہوا ہوگا وہ حکمت و دانائی سے خالی ہوگا۔

خائف بھی رہنا چاہیے اور دعا بھی کرتے رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ شانہ اسکو اپنی رضا کا سبب بنالیں، مگر ساتھ ہی یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ اپنے عمل کو قابل قبول نہ سمجھنا امر آخر اور کریم آقا کے لطف پر نگاہ امر آخر ہے اس کے لطف کے انداز بالکل نرالے ہیں معصیت پر بھی کبھی ثواب دے دیتے ہیں تو پھر کوتاہی عمل کا کیا ذکر ہے۔
خوبی نہیں کرشمہ و ناز و خرام نیست بسیار شیوہا است بتاں کہ نا نیست

یہ چھ چیزیں عام صلحہ کیلئے ضروری بتلائی جاتی ہیں خواص اور مقربین کیلئے ان کیساتھ ایک ساتویں چیز کا بھی اضافہ فرماتے ہیں کہ دل کو اللہ کے سوا کسی چیز کی طرف بھی متوجہ نہ ہونے دے جسے کہ روزہ کی حالت میں اس کا خیال اور تدبیر کہ افطار کیلئے کوئی چیز ہے یا نہیں یہ بھی خطا فرماتے ہیں۔ بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ روزہ میں شام کو افطار کیلئے کسی چیز کے حاصل کرنے کا قصد بھی خطا ہے اسلئے کہ یہ اللہ کے وعدہ رزق پر اعتماد کی کمی ہے۔ شرح احیاء میں بعض مشائخ کا قصہ لکھا ہے کہ اگر افطار کے وقت سے پہلے کوئی چیز کہیں سے آجاتی تھی تو اسکو کسی دوسرے کو دے دیتے تھے مبادا دل کو ان کی طرف التفات ہو جائے اور توکل میں کسی قسم کی کمی ہو جائے۔ مگر یہ امور بڑے لوگوں کے لئے ہیں، ہم لوگوں کو ان امور کی ہوس کرنا بھی بے محل ہے اور اس حالت پر پہونچے بغیر اسکو اختیار کرنا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصَّیَامُ میں آدمی کے ہر جزو پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔ پس زبان کا روزہ جھوٹ وغیرہ سے بچنا ہے اور کان کا روزہ ناجائز چیزوں کے سننے سے احتراز، آنکھ کا روزہ لہو و لب کی چیزوں سے احتراز ہے اور ایسے ہی باقی اعضاء جسے کہ نفس کا روزہ حرص و شہوتوں سے بچنا، دل کا روزہ حب دنیا سے خالی رکھنا، روح کا روزہ آخرت کی لذتوں سے

لہ اپنی کوتاہی اور نقص کی وجہ سے اپنے عمل کو تو یہی سمجھنا چاہیے کہ یہ بارگاہ الہی میں پیش کرنے کے قابل نہیں ہے اور اس عمل کی وجہ سے میں کسی انعام کا حقدار نہیں ہو سکتا لیکن خدائے کریم کے لطف و کرم پر نظر کرتے ہوئے یہ امید ضرور ہونی چاہیے کہ میں محروم نہیں رہوں گا۔ خدا مجھے میرے استحقاق کے بغیر محض اپنے فضل و کرم سے ضرور نوازے گا۔ یہی خوف و رجاء کے درمیان کی بہترین ایمانی کیفیت ہے۔ اپنی طرف نظر کرتے ہوئے خوف اور کریم کے کرم پر نظر کرتے ہوئے امید و رجاء ملے محبوب کی خوبیاں بس یہی دو چار ناز و انداز نہیں ہیں بلکہ اس کے بہت سے وہ اوصاف و کمالات بھی ہیں جسکا عام ہول چال میں کوئی نام نہیں ہے اور انکو الفاظ و بیان میں تعبیر نہیں کیا جاسکتا لیکن ”ایں جہانے دیگرست“ یہ بہت اونچی باتیں ہیں عوام کو اس میں نہ الجھنا چاہیے۔
”مبادا“ کہیں ایسا نہ ہو۔

بھی احتراز اور ستر خاص کا روزہ غیر اللہ کے وجود سے بھی احتراز ہے۔

۱۰ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَفْضَرِ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ وَلَا مَرَضٍ لَمْ يَقْضِهِ صَوْمُ اللَّهِ هُرْ كَلْبًا وَإِنْ صَامَهُ.

۱۰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص (قصداً) بلا کسی شرعی عذر کے ایک دن بھی رمضان کے روزہ کو افطار کر دے۔ غیر رمضان کا روزہ چاہے تمام عمر کے روزے رکھے اس کا بدل نہیں ہو سکتا۔

رسالة احمد والترمذي وابوداؤد وابن ماجه والدارقطني والبخاري في ترجمة باب كذا في المشكوة قلت ولبسط الكلام على طرقة العينية في شرح البخاري

ف :- بعض علماء کا مذہب جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ حضرات بھی ہیں اس حدیث کی بنا پر یہ ہے کہ جس نے رمضان المبارک کے روزہ کو بلا وجہ کھو دیا اس کی قضا ہو ہی نہیں سکتی چاہے عمر بھر روزے رکھتا رہے، مگر جمہور فقہاء کے نزدیک اگر رمضان کا روزہ رکھا ہی نہیں تو ایک روزہ کے بدلے ایک روزہ سے قضا ہو جائے گی اور اگر روزہ رکھ کر توڑ دیا تو قضا کے ایک روزہ کے علاوہ دو مہینہ کے روزہ کفارہ کے ادا کرنے سے فرض ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے البتہ وہ برکت اور فضیلت جو رمضان المبارک کی ہے ہاتھ نہیں آسکتی اور اس حدیث پاک کا مطلب یہی ہے کہ وہ برکت ہاتھ نہیں آسکتی کہ جو رمضان شریف میں روزہ رکھنے سے حاصل ہوتی۔ یہ سب کچھ اس حالت میں ہے کہ بعد میں قضا بھی کرے اور اگر ٹھہرے سے رکھے ہی نہیں جیسا کہ اس زمانہ کے بعض فساق کی حالت ہے تو اس کی گمراہی کا کیا پوچھنا، روزہ ارکان اسلام سے ایک رکن ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ارشاد فرمائی ہے۔ سب سے اول توحید و رسالت کا اقرار اسکے بعد اسلام کے چاروں مشہور رکن نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج۔ کتنے مسلمان ہیں جو مردم شماری میں مسلمان شمار ہوتے ہیں۔ لیکن ان پانچوں میں سے ایک کے بھی کرنے والے نہیں سرکاری کاغذات میں وہ مسلمان لکھے جائیں مگر اللہ کی فہرست میں وہ مسلمان شمار نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں :-

لے والسانی وابن خزیمہ فی صحیحہ والبیہقی ————— تمہ اور ایک روزہ ہی کیا ہر کام جب اپنے وقت پر پہنچے تو اس کی بات ہی ادا ہوتی ہے اور جب کسی کام کا وقت نکل جاتا ہے تو پھر ہزار کوشش کر لو مگر وہ بات پیدا نہیں ہوتی (ایضاً ص ۱۱)۔

کہ اسلام کی بنیاد تین چیز پر ہے کلمہ شہادت اور نماز، روزہ۔ جو شخص ان میں سے ایک بھی چھوڑ دے وہ کافر ہے۔ اسکا خون کر دینا حلال ہے۔ علماء نے ان جیسی روایات کو انکار کے ساتھ مقید کیا ہو یا کوئی تاویل فرمائی ہو مگر اس سے انکار نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ایسے لوگوں کے بارے میں سخت سے سخت وارد ہوئے ہیں۔ فرائض کے ادا کرنے میں کوتاہی کرنا یا ان کو اللہ کے قہر سے بہت ہی زیادہ ڈرنے کی ضرورت ہے کہ موت سے کسی کو چارہ نہیں۔ دنیا کی عیش و عشرت بہت جلد چھوٹنے والی چیز ہے۔ کارآمد چیز صرف اللہ کی اطاعت ہے، بہت سے جاہل تو اتنے ہی پر کفایت کرتے ہیں کہ روزہ نہیں رکھتے لیکن بہت سے بد دین زبان سے بھی اس قسم کے الفاظ بک دیتے ہیں کہ جو کفر تک پہنچا دیتے ہیں مثلاً روزہ وہ رکھے جسے گھر کھانے کو نہ ہو یا ہمیں بھوکا مارنے سے اللہ کو کیا مل جاتا ہے وغیرہ وغیرہ، اس قسم کے الفاظ سے بہت ہی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے اور بہت غور و اہتمام سے ایک مسئلہ سمجھ لینا چاہیے کہ دین کی چھوٹی سے چھوٹی بات کا تمسخر اور مذاق اڑانا بھی کفر کا سبب ہوتا ہے، اگر کوئی شخص عمر بھر نماز نہ پڑھے کبھی بھی روزہ نہ رکھے اسی طرح اور کوئی فرض ادا نہ کرے بشرطیکہ اسکا منکر نہ ہو وہ کافر نہیں جس فرض کو ادا نہیں کرتا اسکا گناہ ہوتا ہے اور جو اعمال ادا کرتا ہے ان کا اجر ملتا ہے لیکن دین کی کسی ادنیٰ سے ادنیٰ بات کا تمسخر بھی کفر ہے جس سے اور بھی تمام عمر کے نماز روزہ نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ بہت زیادہ قابل لحاظ امر ہے اسلئے روزہ کے متعلق بھی کوئی لفظ ہرگز ایسا نہ کہے۔ اور اگر تمسخر وغیرہ نہ کرے تب بھی بغیر عذر افطار کرنے والا فاسق ہے حتیٰ کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جو شخص رمضان میں علی الاعلان بغیر عذر کے کھاوے اسکو قتل کیا جاوے لیکن قتل پر اگر اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے قدرت نہ ہو کہ یہ کام امیر المؤمنین کا ہے تو اس فرض سے کوئی بھی سبکدوش نہیں کہ اسکی اس ناپاک حرکت پر اظہارِ نفرت کرے اور اس سے کم تو ایمان کا کوئی درجہ ہی نہیں کہ اسکو دل سے برا سمجھے، حق تعالیٰ شانہ اپنے مطیع بندوں کے طفیل مجھے بھی نیک اعمال کی توفیق نصیب فرمائیں

۱۔ یعنی علماء نے اس قسم کی روایات کا مصداق ان لوگوں کو بتایا ہے جو ان اعمال کا انکار کر دیں یعنی تسلیم بھی کریں ۲۔ کسی عمل میں سستی و کاہلی عمل کوتاہی ہے اور کسی چیز کا مذاق اڑانا اسے حقیر سمجھنا عقیدے کی غلطی ہے، کلمہ کوتاہی بڑی سے بڑی بھی معاف ہو سکتی ہے لیکن عقیدے کی معمولی غلطی بھی انتہائی خطرناک ہے۔

کہ سب سے زیادہ کوتاہی کرنے والوں میں ہوں۔ فصلِ اول میں دس حدیثیں کافی سمجھتا ہوں کہ ماننے والے کے لئے ایک بھی کافی ہے چہ جائیکہ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ اور نہ ماننے والے کے لئے جتنا بھی لکھا جائے بے کار ہے۔ حق تعالیٰ شانہ سب مسلمانوں کو عمل کی توفیق نصیب فرماویں۔

فصل دوم شبِ قدر کے بیان میں

رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات شبِ قدر کہلاتی ہے جو بہت ہی برکت اور خیر کی رات ہے کلامِ پاک میں اُسکو ہزار مہینوں سے افضل بتلایا ہے۔ ہزار مہینے کے تراسی برس چار ماہ ہوتے ہیں۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جسکو اس رات کی عبادت نصیب ہو جائے کہ جو شخص اس ایک رات کو عبادت میں گزار دے اس نے گویا تراسی برس چار ماہ سے زیادہ زمانہ کو عبادت میں گزار دیا اور اس زیادتی کا بھی حال معلوم نہیں کہ ہزار مہینے سے کتنے ماہ زیادہ افضل ہے۔ اللہ جل شانہ کا حقیقہ بہت ہی بڑا انعام ہے کہ قدر دانوں کے لئے یہ ایک بے نہایت نعمت مرحمت فرمائی۔ درِ منشور میں حضرت انسؓ سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ شبِ قدر حق تعالیٰ جل شانہ نے میری امت کو مرحمت فرمائی ہے پہلی امتوں کو نہیں ملی۔ اس بارے میں مختلف روایات ہیں کہ اس انعام کا سبب کیا ہوا، بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں کی عمروں کو دیکھا کہ بہت بہت ہوئی ہیں اور آپؐ کی امت کی عمریں بہت تھوڑی ہیں اگر وہ نیک اعمال میں انکی برابری بھی کرنا چاہیں تو ناممکن۔ اس سے اللہ کے لاڈلے نبیؐ کو رنج ہوا۔ اسکی تلافی میں یہ رات مرحمت ہوئی کہ اگر کسی خوش نصیب کو دس راتیں بھی نصیب ہو جاویں اور ان کو عبادت میں گزار دے تو گویا آٹھ سو تینتیس برس چار ماہ سے بھی زیادہ زمانہ کامل عبادت میں گزار دیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ ایک ہزار مہینے تک اللہ

۱۰ حقیقت یہ ہے کہ شبِ قدر انہی لوگوں کے لئے ہے جو "قدر" کریں ۵

اے خواجہ چہ پرسی شبِ قدر نشانی ہر شبِ شبِ قدر ست اگر قدر بدانی

کے راستہ میں جہاد کرتا رہا۔ صحابہؓ کو اسپر رشک آیا تو اللہ تعالیٰ نے اسکی تلافی کیلئے اس رات کا نزول فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار حضرات کا ذکر فرمایا حضرت ایوبؑ حضرت زکریاؑ حضرت حزقیلؑ حضرت یوشعؑ کہ انشی انشی برس تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے اور پل تھکنے کے برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی، اسپر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حیرت ہوئی تو حضرت جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور سُوْرَةُ الْقَدْرِ سنانی۔ اسکے علاوہ اور بھی روایات ہیں اس قسم کے اختلاف روایات کی اکثر وجہ یہ ہوتی ہے کہ ایک ہی زمانہ میں جب مختلف واقعات کے بعد کوئی آیت نازل ہوتی ہے تو ہر واقعہ کی طرف نسبت ہو سکتی ہے۔ بہر حال سبب نزول جو بھی کچھ ہوا ہو لیکن امت محمدیہ کے لئے یہ اللہ جل شانہ کا بہت ہی بڑا انعام ہے۔ یہ رات بھی اللہ ہی کا عطیہ ہے اور اس میں عمل بھی اسی کی توفیق سے میسر ہوتا ہے ورنہ ۵

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را کس قدر قابل رشک ہیں وہ مشائخ جو فرماتے ہیں کہ بلوغ کے بعد سے مجھ سے شب قدر کی عبادت کبھی فوت نہیں ہوئی۔ البتہ اس رات کی تعیین میں علماء امت کے درمیان میں بہت ہی کچھ اختلاف ہے۔ تقریباً پچاس کے قریب اقوال ہیں سب کا احاطہ دشوار ہے البتہ مشہور اقوال کا ذکر عنقریب آنے والا ہے۔ کتب احادیث میں اس رات کی فضیلت مختلف انواع اور متعدد روایات سے وارد ہوئی ہے جن میں سے بعض کا ذکر آگے مگر چونکہ اس رات کی فضیلت خود قرآن پاک میں بھی مذکور ہے اور مستقل ایک سورت اسکے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اسلئے مناسب ہے کہ اول اس سورۃ شریفہ کی تفسیر لکھ دی جائے۔ ترجمہ حضرت اقدس حکیم الامتہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کی تفسیر بیان القرآن سے ماخوذ ہے اور فوائد دوسری کتب سے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ بِشَکِّہُمْ ہم نے قرآن پاک کو شب قدر میں اتارا ہے۔ ف:- یعنی قرآن پاک لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اسی رات میں اترا ہے۔ یہی ایک بات اس راہ کی فضیلت کے لئے کافی تھی، کہ قرآن جیسی عظمت والی چیز اسیں نازل ہوئی

لہٰذا اسی وجہ سے کسی ایک واقعہ کو متعین طور پر کسی آیت یا سورت کے نزول کا سبب واحد کہنا صحیح نہیں ہے۔ متعدد واقعات کے ضمن میں جب ایک ضرورت سامنے آجاتی ہے تو اس ضرورت کے تحت خدائے پاک حکم نازل فرمادیتا ہے۔ لہٰذا اس ضرورت کے ظہور کیلئے جتنے بھی واقعات سامنے آتے ہیں سبھی نزول کا سبب قرار دیئے جاسکتے ہیں۔

یہ جانیکہ اُس میں اور بھی بہت سے برکات و فضائل شامل ہو گئے ہوں۔ آگے زیادتی شوق کے لئے استاد فرماتے ہیں۔ وَمَا أَكْثَرَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ آتٍ كَوْكَبٌ مَعْلُومٌ بھی ہے، کہ شبِ کس بڑی چیز ہے۔ یعنی اس رات کی بڑائی اور فضیلت کا آپ کو علم بھی ہے کہ کتنی خوبیاں اور کس قدر فضائل اس میں ہیں۔ اسکے بعد چند فضائل کا ذکر فرماتے ہیں۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ۔ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے اس سے زیادہ شبِ قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے اور اس زیادتی کا علم بھی نہیں کہ کتنی زیادہ ہے تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ اُس رات میں فرشتے اترتے ہیں۔ علامہ رازیؒ لکھتے ہیں کہ ملائکہ نے جب ابتداء میں تجھے دیکھا تھا تو تجھ سے نفرت ظاہر کی تھی اور بارگاہِ عالی میں عرض کیا تھا کہ ایسی چیز کو آپ پیدا فرماتے ہیں جو دُنیا میں فساد کرے اور خون بہا دے اسکے بعد والدین نے جب تجھے اول دیکھا تھا جب کہ تو منی کا قطرہ تھا تو تجھ سے نفرت کی تھی حتیٰ کہ کپڑے کو اگر لگ جاتا تو کپڑے کو دھونے کی نوبت آتی۔ لیکن جب حق تعالیٰ شانہ نے اُس قطرہ کو بہتر صورت مرحمت فرمادی تو والدین کو بھی شفقت اور پیار کی نوبت آئی اور آج جبکہ تو توفیقِ الہی سے شبِ قدر میں معرفتِ الہی اور طاعتِ ربانی میں مشغول ہے تو ملائکہ بھی اپنے اس فقرہ کی معذرت کرنے کے لئے اترتے ہیں۔ وَالرُّوحُ فِيهَا اور اس رات میں روح القدس یعنی حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نازل ہوتے ہیں۔ روح کے معنی میں مفسرین کے چند قول ہیں، جہو کا یہی قول ہے جو اوپر لکھا گیا۔ کہ اس سے حضرت جبریل علیہ السلام مراد ہیں۔ علامہ رازیؒ نے لکھا ہے کہ یہی قول زیادہ صحیح ہے اور حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت کی وجہ سے ملائکہ کے ذکر کے بعد خاص طور سے ان کا ذکر فرمایا۔ بعض کا قول ہے کہ روح مراد ایک بہت بڑا فرشتہ ہے کہ تمام آسمان و زمین اسکے سامنے ایک لقمہ کے بقدر ہیں، بعضوں کا قول ہے کہ اس سے مراد فرشتوں کی ایک مخصوص جماعت ہے جو اور فرشتوں کو بھی صرف لیلۃ القدر ہی میں نظر آتے ہیں۔ چوتھا قول یہ ہے کہ یہ اللہ کی کوئی خاص مخلوق ہے جو کھاتے پیتے ہیں مگر نہ فرشتے ہیں نہ انسان۔ پانچواں یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں جو امت محمدیہ کے کارنامے دیکھنے کے لئے ملائکہ کے ساتھ اترتے ہیں چھٹا

لے آگے حدیث ۷۷ آرہی ہے اس سے بھی اس قول کی تائید ہوتی ہے لے گو یا روج کائنات خصوصیت کیساتھ متوجہ ہوتی ہے۔

قول یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے یعنی اس رات میں ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور انکے بعد میری رحمت خاص نازل ہوتی ہے۔ انکے علاوہ اور بھی چند اقوال ہیں، مگر مشہور قول پہلا ہی ہے۔ سنن بیہقی میں حضرت انسؓ کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ شب قدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ اُترتے ہیں اور جس شخص کو ذکر وغیرہ میں مشغول دیکھتے ہیں اسکے لئے رحمت کی دُعا کرتے ہیں۔ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر زمین کی طرف اُترتے ہیں۔ مظاہر حق میں لکھا ہے کہ اسی رات میں ملائکہ کی پیدائش ہوتی اور اسی رات میں آدم کا مادہ جمع ہونا شروع ہوا اسی رات جنت میں درخت لگائے گئے اور دُعا وغیرہ کا قبول ہونا تو بکثرت روایات میں وارد ہے۔ دُرِ منثور کی ایک روایت میں ہے کہ اسی رات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اُٹھائے گئے اور اسی رات میں بنی اسرائیل میں توبہ قبول ہوئی سَلَامٌ وہ رات سراپا سلام ہے۔ یعنی تمام رات ملائکہ کی طرف سے مومنین پر سلام ہوتا رہتا ہے کہ ایک فوج آتی ہے اور دوسری جاتی ہے جیسا کہ بعض روایات میں اسکی تصریح ہے۔ یا یہ مراد ہے کہ یہ رات سراپا سلامتی ہے شروفساد وغیرہ سے امن ہے۔ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ وہ رات (ان ہی برکات کے ساتھ) تمام رات طلوع فجر تک رہتی ہے۔ یہ نہیں کہ رات کے کسی خاص حصہ میں یہ برکت ہو اور کسی میں نہ ہو بلکہ صبح ہونے تک ان برکات کا ظہور رہتا ہے۔ اس سورۃ شریفہ کے ذکر کے بعد کہ خود اللہ جل جلالہ کے کلام پاک میں اس رات کی کئی نوع کی فضیلتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں احادیث کے ذکر کی ضرورت نہیں رہتی لیکن احادیث میں بھی اسکی فضیلت بکثرت وارد ہوئی ہیں ان میں سے چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

① نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص لَیْلَةُ الْقَدْرِ میں ایمان کیساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کیلئے) کھڑا ہو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

① عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَكَذَٰلِكَ التَّرغِیْبُ

عن البخاری ومسلم

ف:- کھڑا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے اور اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ کسی اور عبادت تلاوت اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہو اور ثواب کی اُمید رکھنے کا مطلب یہ

ہے کہ ریا وغیرہ کسی بدعتی سے کھڑا نہ ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی نیت سے کھڑا ہو۔ خطابیؒ کہتے ہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ ثواب کا یقین کر کے بشتاشتِ قلب سے کھڑا ہو بوجھ سمجھ کر بددلی سے نہیں اور کھلی بات ہے کہ جس نے ثواب کا یقین اور اعتقاد زیادہ ہوگا اتنا ہی عبادت میں مشقت کا برداشت کرنا سہل ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص قرب الہی میں جس قدر ترقی کرتا جاتا ہے عبادت میں انہماک زیادہ ہوتا رہتا ہے، نیز یہ معلوم ہو جانا بھی ضروری ہے کہ حدیث بالا اور اس جیسی احادیث میں گناہوں سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہوتے ہیں اسلئے کہ قرآن پاک میں جہاں کبیرہ گناہوں کا ذکر آتا ہے اُن کو اِلَّا مَنْ تَابَ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اسی بناء پر علماء کا اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا۔ پس جہاں احادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہے علماء اسکو صغائر کے ساتھ مقید فرمایا کرتے ہیں۔ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ و برزِ منجۃ کا ارشاد ہے کہ احادیث میں صغائر کی قید دو وجہ سے مذکور نہیں ہوتی اول تو یہ کہ مسلمان کی شان یہ ہے ہی نہیں کہ اسکے ذمہ کبیرہ گناہ ہو کیونکہ جب کبیرہ گناہ اس سے صادر ہو جاتا ہے تو مسلمان کی اصل شان یہ ہے کہ اسکو اسوقت تک عین ہی نہ آوے جب تک کہ اُس گناہ سے توبہ نہ کر لے، دوسری وجہ یہ ہے کہ جب اس قسم کے موقع ہوتے ہیں مثلاً لَیْلَةُ الْقَدْرِ ہی میں جب کوئی شخص بامیدِ ثواب عبادت کرتا ہے تو اپنی بد اعمالیوں پر ندامت اسکے لئے گویا لازم ہے اور ہو ہی جاتی ہے اسلئے توبہ کا تحقق خود بخود ہو جاتا ہے کہ توبہ کی حقیقت گذشتہ پر ندامت اور آئندہ کو نہ کرنے کا عزم ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص کبائر کا مرتکب بھی ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ لَیْلَةُ الْقَدْرِ ہو یا کوئی اور اجابت کا موقع ہو اپنی بد اعمالیوں سے سچے دل سے بختگی کے ساتھ دل و زبان سے توبہ بھی کر لے تاکہ اللہ کی رحمتِ کاملہ متوجہ ہو اور صغیرہ

۱۔ ہر چیز کا یہی اصول ہے کہ جس چیز کا بھی فائدہ انسان کے سامنے پوری طرح ظاہر ہو جاتا ہے اسکی تلاش میں ہر کوشش اور ہر مشقت آسان ہو جاتی ہے ۲۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں کے بعد توبہ کرنا اور اس پر شرمندہ ہونا ضروری ہے ۳۔ یعنی جہاں بغیر توبہ کے محض کسی عمل کے صلہ میں گناہوں کی معافی کا ذکر آیا ہے اس سے گناہ صغیرہ یعنی چھوٹے چھوٹے گناہ مراد ہوتے ہیں۔

۴۔ توبہ کے تین رکن ہیں جنکے بغیر توبہ توبہ نہیں بنتی (۱) اب تک کے گناہوں پر ندامت و شرمندگی (۲) آئندہ کبھی نہ کرینکا پکا عہد (۳) اور اسوقت بُرے کاموں سے بالکل علیحدگی۔

کبیرہ سب طرح کے گناہ معاف ہو جاویں اور یاد آجائے تو اس سیہ کار کو بھی اپنی مخلصانہ دعاؤں میں یاد فرمائیں۔

۲ عَنْ أَنَسٍ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذَا الشَّهْرُ قَدْ حَضَرَ كَرُّهُ وَفِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مِنْ حُرِّهَا فَقَدْ حُرِّمَ الْخَيْرُ كُلُّهُ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرُهَا إِلَّا مَا حُرِّمَ بِإِذْنِ اللَّهِ ابْنِ مَاجَةَ وَ اسنادہ حسن ان شاء اللہ کذا فی الترغیب و فی المشکوۃ عنہ الا کل محرم

۲ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا اور اسکی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقتہً محروم ہی ہے۔

ف:- حقیقتہً اسکی محرومی میں کیا تامل ہے جو اسقدر بڑی نعمت کو ہاتھ سے کھودے ریلوے ملازم چند کوڑیوں کی خاطر رات رات بھر جاگتے ہیں۔ اگر اسٹی برس کی عبادت کی خاطر کوئی ایک مہینہ تک رات میں جاگ لے تو کیا دقت ہے۔ اصل یہ ہے کہ دل میں تڑپ ہی نہیں۔ اگر ذرا سا چمکے پڑ جائے تو پھر ایک رات کیا سینکڑوں راتیں جاگی جاسکتی ہیں۔

الف: میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو آخر کوئی تو بات سمجھتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود ساری بشارتوں اور وعدوں کے جن کا آپ کو یقین تھا پھر اتنی لمبی نماز پڑھتے تھے کہ پاؤں درم کر جاتے تھے انہی کے نام لیوا اور اُمتی آخر ہم بھی کہلاتے ہیں۔ ہاں جن لوگوں نے ان امور کی قدر کی وہ سب کچھ کر گئے اور نمونہ بن کر اُمت کو دکھلا گئے۔ کہنے والوں کو یہ موقع بھی نہیں رہا کہ حضورؐ کی حرص کون کر سکتا ہے اور کس سے ہو سکتی ہے، دل میں سما جانے کی بات ہے کہ چاہنے والے کے لئے دودھ کی نہر پہاڑ سے کھودنی بھی مشکل نہیں ہوتی، مگر یہ بات کسی کی

لے اور تمنا ہے کہ مخلصین کی دعاؤں میں کچھ حصہ اس ناجیز حاشیہ نگار کا بھی ہو جائے لے قال السندھی فی حاشیۃ سنن ابن ماجہ ص ۱۱۱ فی الزوائد فی اسنادہ عمران بن داؤد ابو العوام القطان مختلف فیہ و شاہ الامام احمد و ثقہ عفان و المعجل و ذکرہ ابن حبان فی الثقات و قال ابن عدی مغرب عن عمران درودی عن غیر عمران احادیث غرائب وارجوانہ لا باس بہ و باقی رجال الاسناد ثقات لے یعنی اپنی ہر قسم کی مغفرت اور بلندی درجات کو جاننے کے باوجود اسقدر مشقت اٹھاتے تھے۔

جوتیاں سیدھی کئے بغیر شکل سے حاصل ہوتی ہے۔
 تمنا در دل کی ہے تو کمر خدمت فقروں کی۔ نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزانہ میں
 آخر کیا بات تھی کہ حضرت عمرؓ عشرہ کی نماز کے بعد گھر میں تشریف لے جاتے اور صبح
 تک نماز میں گزار دیتے تھے۔ حضرت عثمانؓ دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر نماز میں
 گزار دیتے صرف رات کے اول حصہ میں تھوڑا سا سوتے تھے رات کی ایک ایک رکعت
 میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے، شرح احیاء میں ابوطالبؒ مکی سے نقل کیا ہے کہ چالیس
 تابعین سے بطریق تواتر یہ بات ثابت ہے کہ وہ عشرہ کی وضو سے نماز صبح پڑھتے تھے،
 حضرت شدادؓ رات کو لیٹتے اور تمام رات کرویں بدل کر صبح کر دیتے اور کہتے یا اللہ
 آگ کے ڈرنے میری نیند اڑادی۔ اسود بن یزیدؓ رمضان میں مغرب عشرہ کے درمیان
 تھوڑی دیر سوتے اور بس۔ سعید بن المسیبؓ کے متعلق منقول ہے کہ بیچاس برس تک
 عشرہ کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی۔ صلہ بن اشیمؓ رات بھر نماز پڑھتے اور صبح کو یہ
 دعا کرتے کہ یا اللہ میں اس قابل تو نہیں ہوں کہ جنت مانگوں صرف اتنی درخواست ہے
 کہ آگ سے بچا دیجیو۔ حضرت قتادہؓ تمام رمضان توہرین رات میں ایک ختم فرماتے
 مگر عشرہ اخیرہ میں ہر رات میں ایک قرآن شریف ختم کرتے۔ امام ابو حنیفہؒ کا چالیس
 سال تک عشرہ کے وضو سے صبح کی نماز پڑھنا اتنا مشہور و معروف ہے کہ اس سے
 انکار تاریخ کے اعتماد کو ہٹاتا ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ قوت کس طرح حاصل
 ہوئی تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے ناموں کے طفیل ایک مخصوص طریق پر دعا
 کی تھی۔ صرف دوپہر کو تھوڑی دیر سوتے اور فرماتے کہ حدیث میں قیلولہ کا ارشاد ہے،
 گو یا دوپہر کے سونے میں بھی اتباع سنت کا ارادہ ہوتا، قرآن شریف پڑھتے ہوئے
 اتنا روتے کہ پڑوسیوں کو ترس آنے لگتا تھا، ایک مرتبہ ساری رات اس آیت کو
 پڑھتے اور روتے گزاری دی بَلِ السَّاعَةِ مَوْعِدُهَا هُوَ أَمْرٌ (سورہ قمر کو ع ۲) براہیم
 بن ادہم رمضان المبارک میں نہ تو دن کو سوتے نہ رات کو، امام شافعیؒ رمضان المبارک

لے اسی مضمون کو کسی نے زبان شاعری میں یوں ادا کیا ہے۔
 من عظیم کہ طاعتم بندیرہ، قلم عفو بر گناہم کش
 بَلِ السَّاعَةِ مَوْعِدُهَا هُوَ أَمْرٌ (سورہ قمر آیت ۲۶) یعنی بلکہ قیامت ان کے
 وعدے کا وقت ہے اور قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے۔

میں دن رات کی نمازوں میں ساتھ قرآن شریف ختم کرتے اور انکے علاوہ سینکڑوں کے واقعات ہیں جنہوں نے دَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ پر عمل کر کے بتلادیا کہ کرنے والے کے لئے کچھ مشکل نہیں یہ سلف کے واقعات ہیں اب بھی کرنیوالے موجود ہیں اس درجہ کا مجاہدہ نہ سہی مگر اپنے زمانہ کے موافق اپنی طاقت و قدرت کے موافق نمونہ سلف اب بھی موجود ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اقتدا کرنیوالے اس دور فساد میں بھی موجود ہیں نہ راحت و آرام انہماک عبادت سے مانع ہوتا ہے نہ دنیوی مشاغل سدِ راہ ہوتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے اے ابن آدم تو میری عبادت کیلئے فارغ ہو جا میں تیرے سینے کو غنا بھردوں گا اور تیرے فقر کو بند کردوں گا ورنہ تیرے سینہ کو مشاغل سے بھردوں گا اور فقر زائل نہیں ہوگا، روزمرہ کے مشاہدات اس سچے ارشاد کے شاہد عدل ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شبِ قدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام ملائکہ کی ایک جماعت کے ساتھ آتے ہیں اور اس شخص کے لئے جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہے اور عبادت میں مشغول ہے دعائے رحمت کرتے ہیں اور جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو حق تعالیٰ جل شانہ اپنے فرشتوں کے سامنے بندوں کی عبادت پر فخر فرماتے ہیں (اس لئے کہ انہوں نے آدمیوں پر طعن کیا تھا) اور ان سے دریافت فرماتے ہیں کہ اے فرشتو اس مزدور کا جو اپنی خدمت پوری پوری ادا کر دے کیا بدلہ ہے وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب اس کا بدلہ یہی ہے کہ اسکی اجرت پوری دیدی جاوے

۳ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرِئِيلٌ فِي كُتُبِكُمْ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ يُصَلُّونَ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ أَوْ قَاعِدٍ يُذَكِّرُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدِهِمْ يَعْنِي يَوْمَ فِطْرِهِمْ بَا هِيَ بِهِمْ مَلَائِكَتُهُمْ فَقَالَ يَا مَلَائِكَتِي مَا جَزَاءُ أَجِيرٍ فِي عَمَلِهِ قَالُوا رَبَّنَا جَزَاؤُهُ أَنْ يُؤْتِيَ أَجْرَهُ قَالَ مَلَائِكَتِي عِبِيدِي وَإِمَائِي قَضَوْا فَرِيضَتِي عَلَيْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوا يَعْبُدُونَ إِلَى الدُّعَاءِ وَعِزَّتِي وَجَلَالِي وَكَرَمِي وَعُلُوِّي وَإِسْتِفَاعَ مَكَانِي لَا جَبْدَ لَهُمْ فَيَقُولُ اسْرْجِعُوا فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ

یعنی ہم نے جنات اور انسانوں کو صرن اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے یہ یعنی تخلیق آدم کے وقت یہ کہا تھا کہ آپ ایسی مخلوق پیدا کر رہے ہیں جو زمین میں فتنہ و فساد برپا کرے گی۔

وَبَدَّلْتُ سَيِّئَاتِكُمْ حَسَنَاتٍ قَالُ فَيُجِزُونَ
مَغْفُورًا لَّهُمْ

تو ارشاد ہوتا ہے کہ فرشتو! میرے غلاموں
نے اور باندیوں نے میرے فریضہ کو پورا
کر دیا پھر دعا کے ساتھ چلاتے ہوئے (عید
گاہ کی طرف) نکلے ہیں میری عزت کی قسم
میرے جلال کی قسم میری بخشش کی قسم میرے علو شان کی قسم میرے بلندی مرتبہ کی قسم۔ میں
ان لوگوں کی دعا ضرور قبول کروں گا۔ پھر ان لوگوں کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ جاؤ
تمہارے گناہ معاف کر دیئے ہیں اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے۔ پس یہ
لوگ عید گاہ سے ایسے حال میں لوٹتے ہیں کہ انکے گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں۔

رسوایہ البیہقی فی شعب الایمان

کذا فی مشکوٰۃ۔

ف:- حضرت جبرئیلؑ کا ملائکہ کے ساتھ آنا خود قرآن پاک میں بھی مذکور ہے
جیسا کہ پہلے گزر چکا اور بہت سی احادیث میں بھی اسکی تصریح ہے۔ رسالہ کی سب سے
اخیر حدیث میں اس کا مفصل ذکر آ رہا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تمام فرشتوں
کو تقاضا فرماتے ہیں کہ ہر ذاکر و شاعل کے گھر جاویں اور ان سے مصافحہ کریں، غایت
الموا عظیم میں حضرت اقدس شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی غنیہ سے نقل کیا ہے کہ ابن عباسؓ
کی حدیث میں ہے کہ فرشتے حضرت جبرئیلؑ کے کہنے سے متفرق ہو جاتے ہیں اور کوئی گھر
جھوٹا بڑا جنگل یا کشتی ایسی نہیں ہوتی جس میں کوئی مومن ہو اور وہ فرشتے مصافحہ
کرنے کے لئے وہاں نہ جاتے ہوں لیکن اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں گتایا
سور ہو یا حرام کاری کی وجہ سے جنبی یا تصویر ہو۔ مسلمانوں کے کتنے گھر ایسے ہیں جنہیں
خیالی زینت کی خاطر تصویریں لٹکائی جاتی ہیں اور اللہ کی اتنی بڑی نعمت رحمت سے
اپنے ہاتھوں اپنے کو محروم کرتے ہیں۔ تصویر لٹکانے والا ایک آدھ ہوتا ہے مگر اس
گھر میں رحمت کے فرشتوں کے داخل ہونے سے روکنے کا سبب بن کر سارے ہی
گھر کو اپنے ساتھ محروم رکھتا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ
الْقَدْرِ فِي الْوُتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ
مِنْ رَمَضَانَ

● حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ لیلۃ القدر کو رمضان
میں سے نفل فرمائی ہیں کہ لیلۃ القدر کو رمضان
کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش
کجا کرو۔

(مشکوٰۃ عن البخاری)

●:- جمہور علماء کے نزدیک

اخیر عشرہ اکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے۔ عام ہے کہ مہینہ ۲۹ کا ہو یا ۳۰ کا۔ اس حساب کے حدیث بالا کے مطابق شبِ قدر کی تلاش ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹ راتوں میں کرنا چاہیے۔ اگر مہینہ ۲۹ کا ہو تب بھی اخیر عشرہ یہی کہلاتا ہے مگر ابنِ حزمؒ کی رائے ہے کہ عشرہ کے معنی دس کے ہیں۔ لہذا اگر تیس کا چاند رمضان المبارک کا ہو تب تو یہ ہے۔ لیکن اگر ۲۹ کا چاند ہو تو اس صورت میں اخیر عشرہ بیسویں شب سے شروع ہوتا ہے اور اس صورت میں وتر راتیں یہ ہوں گی ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے القدر ہی کی تلاش میں رمضان المبارک کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور وہ بالاتفاق اکیسویں شب سے شروع ہوتا تھا۔ اسلئے بھی جمہور کا قول اکیسویں رات سے طاق راتوں میں قوی احتمال ہے زیادہ راجح ہے۔ اگرچہ احتمال اور راتوں میں بھی ہے اور دونوں قولوں پر تلاش جب ممکن ہے کہ بیسویں شب سے لیکر عید کی رات تک ہر رات میں جاگتا رہے اور شبِ قدر کی فکر میں لگا رہے۔ دس گیارہ راتیں کوئی ایسی اہم یا مشکل چیز نہیں جنکو جاگ کر گزار دینا اس شخص کیلئے کچھ مشکل ہو جو ثواب کی امید رکھتا ہو۔

صد سال میتواں بہ تمنا گریستن

۵ حضرت عبادہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسلئے باہر تشریف لائے تاکہ ہمیں شبِ قدر کی اطلاع فرما دیں مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں اسلئے آیا تھا کہ تمہیں شبِ قدر کی خبر دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا کہ جسکی وجہ سے اسکی تعیین اٹھالی گئی، کیا بعید ہے کہ یہ اٹھالینا اللہ کے علم میں بہتر

عرفی اگر بگر یہ میسر شدے وصال
عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَّاهُ رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمُ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَّاهُ فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسَى أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَّكُمُ الْخَامِسَةِ - (مشکوٰۃ عن البخاری)

ہو۔ لہذا اب اس رات کو نوٹیں اور ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔

ف:- اس حدیث میں تین مضمون قابلِ غور ہیں:-

۱۔ فارسی کا مشہور شاعر عرفی اپنے سے خطاب کر کے کہتا ہے کہ ”عرفی! اگر رونے اور آنسو بہانے سے وصال یا ممکن ہو تو اسکی تمنائیں سو سال تک بھی رو دیا جاسکتا ہے۔“

① امر اول جو سب سے اہم ہے وہ جھگڑا ہے جو اس قدر سخت بُری چیز ہے کہ اسکی وجہ سے ہمیشہ کے لئے شب قدر کی تعین اٹھالی گئی اور صرف یہی نہیں بلکہ جھگڑا ہمیشہ برکات سے محرومی کا سبب ہوا کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمہیں نماز روزہ صدقہ وغیرہ سب سے افضل چیز بتلاؤں۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور حضورؐ نے فرمایا کہ آپس کا سلوک سب سے افضل ہے اور آپس کی لڑائی دین کو موندنے والی ہے یعنی جیسے استرے سے سر کے بال ایک دم صاف ہو جاتے ہیں آپس کی لڑائی سے دین بھی اسی طرح صاف ہو جاتا ہے، دنیا دار دین سے بے خبر لوگوں کا کیا ذکر جبکہ بہت سی لمبی لمبی تسبیحیں پڑھنے والے دین کے دعویدار بھی ہر وقت آپس کی لڑائی میں مبتلا رہتے ہیں اول حضورؐ کے ارشاد کو غور سے دیکھیں اور پھر اپنے اس دین کی فکر کریں جسکے گھمنڈ میں صلح کیلئے جھکنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ فصل اول میں روزہ کے آداب میں گزر چکا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی آبروریزی کو بدترین سود اور خبیث ترین سود ارشاد فرمایا ہے لیکن ہم لوگ لڑائی کے زور میں نہ مسلمان کی آبرو کی پرواہ کرتے ہیں نہ اللہ اور اسکے سچے رسولؐ کے ارشادات کا خیال، خود اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے وَلَا تَنَازَعُوا فَعَشَلُوا آيَةً۔ اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی آج وہ لوگ جو ہر وقت دوسروں کا وقار گھٹانے کی فکر میں رہتے ہیں تنہائی میں بیٹھ کر غور کریں کہ خود وہ اپنے وقار کو کتنا صدمہ پہنچا رہے ہیں اور اپنی ان ناپاک اور کمینہ حرکتوں سے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کتنے ذلیل ہو رہے ہیں اور پھر دنیا کی ذلت بدیہی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ چھوٹ چھاؤ رکھے اگر اس حالت میں مر گیا تو سیدھا جہنم میں جاوے گا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ہر پیر و جمعرات کے دن اللہ کی حضوری میں بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور اللہ جل شانہ کی رحمت سے نیک اعمال کی بدولت، مشرکوں کے علاوہ اور قوں کی مغفرت ہوتی رہتی ہے مگر جن دلوں میں جھگڑا ہوتا ہے انکی مغفرت کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ ان کو چھوڑے

لہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں الا خبر کہ بفضل من دراجۃ الصیاد الصلاۃ والصدقات
اصلاح ذات البین فان فساد ذات البین ہی الحاقۃ ر رواہ احمد والبوداد والترمذی کما فی
الجامع الصغیر ۱۰۰۰ بیان القرآن ۱۰۰ (ز)

رکھو جب تک صلح نہ ہو۔ ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ ہر پیر جمعرات کو اعمال کی پیشی ہوتی ہے۔ اسمیں توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول ہوتی ہے اور استغفار کرنے والوں کی استغفار قبول کی جاتی ہے مگر آپس میں لڑنے والوں کو انکے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ شبِ برات میں اللہ کی رحمت عامہ خلقت کی طرف متوجہ ہوتی ہے (اور ذرا ذرا سے بہانہ سے) مخلوق کی مغفرت فرمائی جاتی ہے۔ مگر دو شخصوں کی مغفرت نہیں ہوتی، ایک کافر دوسرا دیکھی سے کینہ رکھتے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ تین شخص ہیں جنکی نماز قبولیت کیلئے انکے سر سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی جن میں آپس کے لڑنے والے بھی فرمائے ہیں۔ یہ جگہ ان روایات کے احاطہ کی نہیں مگر چند روایات اسلئے لکھ دی ہیں کہ ہم لوگوں میں عوام کا ذکر نہیں خواص میں اور ان لوگوں میں جو شرفاء کہلاتے ہیں دیندار سمجھے جاتے ہیں انکی مجالس انکے جامع ان کی تقریبات اس کمینہ حرکت سے لبریز ہیں فَاِلٰی اللّٰهِ الْمُنْتَکٰی وَاللّٰهُ الْمُسْتَعٰن۔ لیکن ان سب کے بعد یہ بھی معلوم ہونا ضروری ہے کہ یہ سب دنیوی دشمنی اور عداوت پر ہے۔ اگر کسی شخص کے فسق کی وجہ سے یا کسی دینی امر کی حمایت کی وجہ سے ترک متعلق کرے تو جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک مرتبہ حضورؐ کا ارشاد نقل فرمایا تو انکے بیٹے نے اس پر ایسا لفظ کہہ دیا جو صورتاً حدیث پر اعتراض تھا۔ حضرت ابن عمرؓ مرنے تک ان سے نہیں بولے۔ اور بھی اس قسم کے واقعات صحابہ کرامؓ کے ثابت ہیں لیکن اللہ تعالیٰ شانہ دانا و بینا ہیں قلوب کے حال کو اچھی طرح جاننے والے ہیں اس سے خوب واقف ہیں کہ کون سا ترک متعلق دین کی خاطر ہے اور کون سا اپنی وجاہت اور کسر شان اور بڑائی کی وجہ سے ہے۔ ویسے تو ہر شخص اپنے کینہ اور بغض کو دین کی طرف منسوب کر ہی سکتا ہے۔

② دوسرا امر جو حدیث بالا میں معلوم ہوتا ہے وہ حکمت الہی کے سامنے رضا اور قبول و تسلیم ہے کہ باوجود اسکے کہ شب قدر کی تعیین کا اٹھ جانا صورتاً بہت ہی بڑی خیر کا اٹھ جانا تھا۔ لیکن چونکہ اللہ کی طرف سے ہے اسلئے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ شاید

لہ ایک حدیث کے الفاظ ہیں من ہجر اخا لا سنة فہو کسفلہ دہم در رواہ احمد و البخاری فی الادب المفرد و البودادۃ الحاکم عن مدرد یعنی جس نے اپنے بھائی کو ایک سال تک چھوڑے رکھا (یعنی بول چال اور تعلقات ختم رہے) تو گویا اس نے اپنے بھائی کا خون کر دیا۔

ہمارے لئے یہی بہتر ہو۔ نہایت عبرت اور غور کا مقام ہے اللہ جل شانہ کی رحیم و کریم ذات بندہ پر ہر وقت مہربان ہے۔ اگر بندہ اپنی بد اعمالی سے کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے تب بھی اللہ جل جلالہ کی طرف سے تھوڑی سی توجہ اور اقرارِ عجز کے بعد اللہ کا کرم شامل حال ہو جاتا ہے اور وہ مصیبت بھی کسی بڑی خیر کا سبب بنا دی جاتی ہے اور اللہ کے لئے کوئی چیز مشکل نہیں۔ چنانچہ علماء نے اسکے اخفایں بھی چند مصالح ارشاد فرمائے ہیں۔ اول یہ کہ اگر تعین باقی رہتی تو بہت سی کوتاہ طابع ایسی ہوتیں کہ اور راتوں کا اہتمام بالکل ترک کر دیتیں اور اس صورت موجودہ میں اس احتمال پر کہ آج ہی شاید شب قدر ہو متعدد راتوں میں عبادت کی توفیق طلب والوں کو نصیب ہو جاتی ہے۔ دوسری یہ کہ بہت سے لوگ ہیں کہ معاصی کئے بغیر ان سے رہا ہی نہیں جاتا تعین کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے اس رات میں مصیبت میں جرات کیجاتی تو سخت اندیشہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لائے کہ ایک صحابی سو رہے تھے۔ آپ نے حضرت علی رضی سے ارشاد فرمایا کہ ان کو جگادو تاکہ وضو کر لیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جگا تو دیا مگر حضور سے پوچھا کہ آپ تو خیر کی طرف بہت تیزی سے چلنے والے ہیں آپ نے خود کیوں نہ جگا دیا۔ حضور نے فرمایا، مبادا انکار کر بیٹھتا اور میرے کہنے پر انکار کفر ہو جاتا ترے کہنے سے انکار پر کفر نہیں ہوگا۔ تو اسی طرح حق سبحانہ و تقدس کی رحمت نے گوارا نہ فرمایا کہ اس عظمت والی رات کے معلوم ہونے کے بعد کوئی گناہ پر جرات کرے۔ تیسری یہ کہ تعین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات اتفاقاً چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی وغیرہ کی وجہ سے پھر کسی رات کا بھی جاگنا نصیب نہ ہوتا اور اب رمضان کی ایک ڈو رات تو کم از کم ہر شخص کو میسر ہو ہی جاتی ہیں۔ چوتھی یہ کہ جتنی راتیں طلب میں خرچ ہوتی ہیں ان سب کا مستقل ثواب علیحدہ ملے گا۔ با پنجویں یہ کہ رمضان کی عبادت میں حق تعالیٰ جل شانہ ملائکہ پر تفاخر فرماتے ہیں جیسا کہ پہلی روایات میں معلوم ہو چکا۔ اس صورت میں تفاخر کا زیادہ موقع ہے کہ بندے باوجود معلوم نہ ہونیکے محض احتمال اور خیال پر رات رات بھر جاگتے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں کہ جب احتمال پر اس قدر کوشش کر رہے ہیں اگر بتلا دیا جاتا کہ یہی رات شب قدر ہے تو پھر ان کی

لہ چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں یہی حکمت بیان فرمائی ہے۔

کوششوں کا کیا حال ہوتا۔ ان کے علاوہ اور بھی مصالح ہو سکتی ہیں۔ ایسے ہی امور کی وجہ سے عادت اللہ یہ جاری ہے کہ اس نوع کی اہم چیزوں کو مخفی فرمادیتے ہیں۔ چنانچہ اسمِ عظم کو مخفی فرمادیا۔ اسی طرح جمعہ کے دن ایک وقت خاص مقبولیت دعا کا ہے اسکو بھی مخفی فرمادیا۔ ایسے ہی اور بھی بہت سی چیزیں اسمیں شامل ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ جھگڑے کی وجہ سے اس خاص رمضان المبارک میں تعین بھلا دی گئی ہو اور اسکے بعد دیگر مصالح مذکورہ کی وجہ سے ہمیشہ کیلئے تعین ہٹا دی ہو۔

۳ تیسری بات جو اس حدیث پاک میں وارد ہے وہ شبِ قدر کی تلاش کے لئے تین راتیں ارشاد فرمائی ہیں نویں، ساتویں، پانچویں۔ دوسری روایات کے ملانے سے اتنا تو محقق ہے کہ یہ تینوں راتیں اخیر عشرہ کی ہیں لیکن اسکے بعد پھر چند احتمال ہیں کہ اخیر عشرہ میں اگر اول سے شمار کیا جاوے تو حدیث کا محمل ۲۹، ۲۷، ۲۵ رات ہوتی ہے اور اگر اخیر سے شمار کیا جائے جیسا کہ بعض الفاظ سے مترشح ہے تو پھر ۲۹ کے چاند کی صورت میں ۲۱، ۲۳، ۲۵ اور ۳ کے چاند کی صورت میں ۲۲، ۲۴، ۲۶ ہے۔ اس کے علاوہ بھی تعین میں روایات بہت مختلف ہیں۔ اور اسی وجہ سے علماء کے درمیان میں اسکے بارے میں بہت کچھ اختلاف ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ پچاس کے قریب علماء کے اقوال ہیں۔ روایات کے بکثرت اختلاف کی وجہ محققین کے نزدیک یہ ہے کہ یہ رات کسی تاریخ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ مختلف سالوں میں مختلف راتوں میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے روایات مختلف ہیں کہ ہر سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال کے متعلق مختلف راتوں میں تلاش کا حکم فرمایا اور بعض سالوں میں مستقین طور سے بھی ارشاد فرمایا۔ چنانچہ ابو ہریرہؓ کی ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ کی مجلس میں ایک مرتبہ شبِ قدر کا ذکر آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ آج کون سی تاریخ ہے۔ عرض کیا گیا کہ ۲۲ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ آج ہی کی رات میں تلاش کرو، حضرت ابو ذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ شبِ قدر نبی کے زمانہ کے ساتھ خاص رہتی ہے یا بعد میں بھی ہوتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ قیامت تک رہے گی۔ میں نے عرض کیا کہ رمضان

۱۰ فضائل ذکر حدیث نمبر ۲۹ کے تحت حاشیہ میں اسکی ایک اور حکمت بھی لکھی گئی ہے ۱۱ چنانچہ ابوداؤد طیالسی کی روایت کے الفاظ اس مفہوم کیلئے بالکل واضح ہیں جو حضرت عبادة بن الصامت کے حوالے سے جامع صغیر میں ذکر کی گئی ہے ۱۲ چنانچہ ابوداؤد طیالسی کی مذکورہ روایت کے الفاظ بھی اس قسم کے ہیں۔

کے کس حصہ میں ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ عشرہ اول اور عشرہ اخیر میں تلاش کرو پھر حضورؐ اور باتوں میں مشغول ہو گئے۔ میں نے موقع پا کر عرض کیا۔ اُجی یہ تو بتلایا ہی دیکھئے کہ عشرہ کے کون سے حصہ میں ہوتا ہے۔ حضورؐ اتنے ناراض ہوئے کہ نہ اس سے قبل مجھ پر اتنے خفا ہوئے تھے نہ بعد میں اور فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ شانہ کا یہ مقصود ہوتا تو آخر کی ساری رات میں تلاش کرو بس اسکے بعد اور کچھ نہ پوچھیو۔ ایک صحابی نے کہا۔

نے ۲۲ ویں شب متعین طور پر ارشاد فرمائی۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں سو رہا تھا خواب میں کسی نے کہا کہ اُمّہ آج شب قدر سے میں جلدی سے اُمّہ کرنہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا تو آپؐ کی غلامی کی نیت زندہ رہی تھی اور یہ رات ۲۲ شب تھی۔ بعض روایات میں متعین طور سے ۲۳ شب کا ہونا بھی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ جو شخص تمام سال رات کو جاگے وہ شب قدر کو پاسکتا ہے یعنی شب قدر تمام سال میں دائر رہتی ہے کسی نے ابن کعبؓ سے اسکو نقل کیا تو وہ فرماتے لگے کہ ابن مسعودؓ کی غرض یہ ہے کہ لوگ ایک رات پر قناعت کر کے نہ بیٹھ جائیں پھر قسم کھا کر یہ بتلایا کہ وہ ۴۰ رمضان کو ہوتی ہے۔ اور اسی طرح سے بہت سے صحابہؓ اور تابعینؓ کی رائے ہے کہ وہ ۲۱ شب میں ہوتی ہے ابن کعبؓ کی تحقیق یہی ہے ورنہ ابن مسعودؓ کی تحقیق وہی ہے کہ جو شخص تمام سال جاگے وہ اسکو معلوم کر سکتا ہے۔ اور دوسرے شوریٰ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی نقل کرتے ہیں۔ انہیں میں سے بھی امام ابو حنیفہؒ کا مشہور قول ہے کہ یہ تمام سال میں دائر رہتی ہے صحاحین کا قول ہے کہ تمام رمضان کی کسی ایک رات میں ہے جو متعین ہے مگر معلوم نہیں شافعیہ کا راجح قول یہ ہے کہ ۲۱ شب میں ہونا اقرب ہے۔ امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا قول یہ ہے کہ رمضان کے آخر عشرہ کی طاق راتوں میں دائر رہتی ہے۔ کسی سال کسی رات میں اور کسی سال کسی دوسری رات میں۔ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ ستائستویں رات میں زیادہ اُمید ہے۔ شیخ العارفین محی الدین ابن عربیؒ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک ان لوگوں کا قول زیادہ صحیح ہے جو کہتے ہیں کہ تمام سال میں دائر رہتی ہے اسلئے کہ میں نے دو مرتبہ اسکو

لئے علاوہ اس صورت میں شب قدر کا ماننا بہر حال یقینی ہے اسلئے کہ تمام اختلافات باوجود اس میں نہیں کہ جو تمام سال جاگے گا وہ ضرور پائیگا حاشیہ نگار کہتا ہے کہ خود میں نے ایک مرتبہ سے زیادہ اسکی نشانیاں ۱۱ ویں رات میں پائی ہیں۔

شعبان میں دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ پندرہ کو اور ایک مرتبہ ۱۹ کو اور دوسرے مرتبہ رمضان کے درمیانی عشرہ میں ۱۳ کو اور ۱۸ کو اور رمضان کے آخر عشرہ کی ہر طاق رات میں دیکھا ہے اسلئے مجھے اسکا یقین ہے کہ وہ سال کی راتوں میں پھرتی رہتی ہے لیکن رمضان المبارک میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ شب قدر سال میں دو مرتبہ ہوتی ہے۔ ایک وہ رات ہے جس میں احکام خداوندی نازل ہوتے ہیں اور اسی رات میں قرآن شریف لوح محفوظ سے اُترتا ہے، یہ رات رمضان کے ساتھ مخصوص نہیں تمام سال میں دائر رہتی ہے لیکن جس سال قرآن پاک نازل ہوا۔ اس سال رمضان المبارک میں بھی اور اکثر رمضان المبارک ہی میں ہوتی ہے۔ اور دوسری شب قدر وہ ہے جس میں روحانیت کا ایک خاص انتشار ہوتا ہے اور ملائکہ بکثرت زمین پر اُترتے ہیں اور شیاطین دُور رہتے ہیں، دُعائیں اور عبادتیں قبول ہوتی ہیں، یہ ہر رمضان میں ہوتی ہے اور اخیر عشرہ کی وتر راتوں میں ہوتی ہے اور بدلتی رہتی ہے۔ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ و بردمجبوعہ اسی قول کو راجح فرماتے تھے۔

بہر حال شب قدر ایک ہو یا دو، ہر شخص کو اپنی ہمت و وسعت کے موافق تمام سال اسکی تلاش میں سعی کرنا چاہیئے، نہ ہو سکے تو رمضان بھر جستجو چاہیئے۔ اگر یہ بھی مشکل ہو تو عشرہ اخیرہ کو غنیمت سمجھنا چاہیئے، اتنا بھی نہ ہو سکے تو عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے اور اگر خدا نخواستہ یہ بھی نہ ہو سکے تو ستائیسویں شب کو تو بہر حال غنیمت بار دہ سمجھنا ہی چاہیئے کہ اگر تائید ایزدی شامل حال ہے اور کسی خوش نصیب کو میسر ہو جائے تو پھر تمام دنیا کی نعمتیں اور راحتیں اسکے مقابلہ میں ہیج ہیں۔ لیکن اگر میسر نہ بھی ہو تب بھی اجر سے خالی نہیں۔ بالخصوص مغرب عشاء کی نماز جماعت سے مسجد میں ادا کرنے کا اہتمام تو ہر شخص کو تمام سال بہت ہی ضرور ہونا چاہیئے کہ اگر خوش قسمتی سے شب قدر کی رات میں یہ دو نمازیں جماعت سے میسر ہو جائیں تو کف قد باجماعت نمازوں کا ثواب ملے۔ اللہ کا کس قدر بڑا انعام ہے کہ کسی دینی کام میں اگر کوشش کی جاوے تو کامیابی نہ ہونے کی صورت میں بھی اس کوشش کا اجر ضرور ملتا ہے۔ لیکن اسکے باوجود کتنے ہمت والے ہیں جو دین کے درپے ہیں۔ دین کے لئے مرتے ہیں کوششیں کرتے ہیں اور اسکے بالمقابل اغراض دنیویہ میں کوشش کے بعد اگر

نتیجہ مرتب نہ ہو تو وہ کوشش بیکار اور ضائع۔ لیکن اس پر بھی کتنے لوگ ہیں کہ ذیوی اغراض اور بیکار و لغو امور کے حاصل کرنے کے لئے جان و مال دونوں کو برباد کرتے ہیں۔

بہیں تفاوت رہ از کجا است تا بجای

۶ حضرت عبادۃ بن الصّامیت اَنَّمَا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فَقَالَ فِي رَمَضَانَ فِي الْعَشِيرَةِ الْآخِرَةِ فَإِنَّهَا فِي لَيْلَتِي وَتُرْفِي فِي أَحَدَى وَعِشْرَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثٍ وَ عِشْرَتَيْنِ أَوْ خَمْسٍ وَعِشْرَتَيْنِ أَوْ سَبْعٍ وَعِشْرَتَيْنِ أَوْ تِسْعٍ وَعِشْرَتَيْنِ أَوْ أَحَدًا لَيْلَتِي مَن رَمَضَانَ مَن قَامَهَا إِيْمَانًا وَحَسَبًا بَاغْفِرَ لَهَا مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبٍ وَ مَن أَمَارَاتِهَا أَتَتْهَا لَيْلَتِي بُلُجَّةٌ صَافِيَةٌ سَاكِنَةٌ سَاجِيَةٌ لَاحَازَةٌ وَلَا بَارِدَةٌ كَانَ فِيهَا قَمَرٌ سَاطِعٌ وَلَا يَحُلُّ لِنَجْمٍ أَنْ يُرْمَى بِهِ تِلْكَ اللَّيْلَةُ حَتَّى الصَّبَاحِ وَ مَن أَمَارَاتِهَا أَنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ صَبِيحَتِهَا لَا شُعَاعَ لَهَا مُسْتَوِيَّةٌ كَأَنَّهَا الْقَمَرُ لَيْلَتِي الْبَدْرِ وَحَرَّمَ اللَّهُ عَلَى الشَّيْطَانِ أَنْ يَخْرُجَ مَعَهَا يَوْمَئِذٍ۔

۶ حضرت عبادۃ بن الصّامیت اَنَّمَا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فَقَالَ فِي رَمَضَانَ فِي الْعَشِيرَةِ الْآخِرَةِ فَإِنَّهَا فِي لَيْلَتِي وَتُرْفِي فِي أَحَدَى وَعِشْرَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثٍ وَ عِشْرَتَيْنِ أَوْ خَمْسٍ وَعِشْرَتَيْنِ أَوْ سَبْعٍ وَعِشْرَتَيْنِ أَوْ تِسْعٍ وَعِشْرَتَيْنِ أَوْ أَحَدًا لَيْلَتِي مَن رَمَضَانَ مَن قَامَهَا إِيْمَانًا وَحَسَبًا بَاغْفِرَ لَهَا مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبٍ وَ مَن أَمَارَاتِهَا أَتَتْهَا لَيْلَتِي بُلُجَّةٌ صَافِيَةٌ سَاكِنَةٌ سَاجِيَةٌ لَاحَازَةٌ وَلَا بَارِدَةٌ كَانَ فِيهَا قَمَرٌ سَاطِعٌ وَلَا يَحُلُّ لِنَجْمٍ أَنْ يُرْمَى بِهِ تِلْكَ اللَّيْلَةُ حَتَّى الصَّبَاحِ وَ مَن أَمَارَاتِهَا أَنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ صَبِيحَتِهَا لَا شُعَاعَ لَهَا مُسْتَوِيَّةٌ كَأَنَّهَا الْقَمَرُ لَيْلَتِي الْبَدْرِ وَحَرَّمَ اللَّهُ عَلَى الشَّيْطَانِ أَنْ يَخْرُجَ مَعَهَا يَوْمَئِذٍ۔

در منثور عن احمد والبيهقي ومحمد بن نصر وغيرهم۔

کے طلوع کے وقت شیطان کو اسکے ساتھ نکلنے سے روک دیا بخلاف اور دنوں کے کہ طلوع آفتاب کے وقت شیطان کا اس جگہ ظہور ہوتا ہے۔

لہ اس روایت کا ایک حصہ جس میں شب قدر کی نشانیاں ہیں طبرانی نے حضرت دائلہ سے اور طیالسی و بیہقی نے حضرت ابن عباس سے بھی نقل کیا ہے۔

ف :- اس حدیث کا اول مضمون تو سابقہ روایات میں ذکر ہو چکا ہے۔ آخر میں شبِ قدر کی چند علامات ذکر کی ہیں جن کا مطلب صاف ہے کسی توضیح کا محتاج نہیں، ان کے علاوہ اور بھی بعض علامات روایات میں اور ان لوگوں کے کلام میں ذکر کی گئی ہیں جن کو اس رات کی دولت نصیب ہوئی ہے بالخصوص اس رات کے بعد جب صبح کو آفتاب نکلتا ہے تو بغیر شعاع کے نکلتا ہے۔ یہ علامت بہت سی روایات حدیث میں وارد ہوئی ہے اور ہمیشہ پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور علامتیں لازمی اور لابدی نہیں ہیں، عبدہ بن ابی لبابہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رمضان المبارک کی ستائیس شب کو سمندر کا پانی چکھا تو بالکل میٹھا تھا۔ ایوب بن خالدؓ کہتے ہیں کہ مجھے نہانے کی ضرورت ہو گئی میں نے سمندر کے پانی سے غسل کیا تو بالکل میٹھا تھا اور یہ تیس شب کا قصہ ہے۔

مشائخ نے لکھا ہے کہ شبِ قدر میں ہر چیز سجدہ کرتی ہے حتیٰ کہ درخت زمین پر گر جاتے ہیں اور پھر اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر ایسی چیزوں کا تعلق امور کشفیہ سے ہے جو ہر شخص کو محسوس نہیں ہوتے۔

حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! اگر مجھے شبِ قدر کا پتہ چل جائے تو کیا دعا مانگوں؟ حضورؐ نے اللہم سے اخیر تک دعا بتلائی، جس کا ترجمہ یہ ہے :- اے اللہ تو بیشک معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو، پس معاف فرما دے مجھ سے بھی،

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ هَلَّتْ أَتَى لَيْلَةَ لَيْلَةِ الْقَدْرِ مَا أَقُولُ فِيهَا قَالَ قُولِي اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوفٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي۔ (سرواۃ احمد و ابن حنبلہ و الترمذی و صحیحہ کذا فی المشکوٰۃ)

ف :- نہایت جامع دعا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے آخرت کے مطالبہ سے معاف فرمادیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے؟

من نگویم کہ طاعت مہینہ پذیر
فلیم عفو بر گناہم کش

لے کچھ تعجب کی بات تو ہے نہیں کہ اس رات میں رحمت الہیہ کی موسلا دھار بارشوں کا اثر اس قسم کی چیزوں میں بھی ظاہر ہو جائے لیکن یہ بھی ضروری نہیں کہ ہمیشہ اور ہر جگہ ہی ایسا ہوا کرے اور ہر شخص اسے محسوس بھی کرے۔ یہ روحانی اور باطنی امور ہیں خدا نے جن کی باطن کی آنکھیں روشن کی ہیں ان کو یہ چیزیں نظر آسکتی ہیں۔ عام لوگوں سے اس کا تعلق نہیں ہے اور نہ ہر شخص کو اس کی حرص کرنی چاہیے۔ یعنی میں یہ نہیں کہتا کہ میری نیکیاں قبول کر لے بلکہ صرف اتنا کر دے کہ میرے گناہوں پر قلم پھر کر مجھے بخش دے۔

حضرت سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ اس رات میں دُعا کے ساتھ مشغول ہونا زیادہ بہتر ہے بہ سبب دوسری عبادات کے۔ ابن رجبؒ کہتے ہیں کہ صرف دُعا نہیں بلکہ مختلف عبادات میں جمع کرنا افضل ہے مثلاً تلاوت، نماز، دُعا، اور مراقبہ وغیرہ اسلئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سب امور منقول ہیں۔ یہی قول زیادہ اقرب ہے کہ سابقہ احادیث میں نماز، ذکر وغیرہ کئی چیزوں کی فضیلت گزر چکی ہے۔

فصل سوم اعتکاف کے بیان میں

اِعْتِكَافُ کہتے ہیں مسجد میں اعتکاف کی نیت کر کے ٹھہرنے کو، حنفیہ کے نزدیک اسکی تین قسمیں ہیں ایک واجب جو منّت اور نذر کی وجہ سے ہو۔ جیسے یہ کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا، یا بغیر کسی کام پر موقوف کرنے کے یوں ہی کہہ لے کہ میں نے اتنے دنوں کا اعتکاف اپنے اوپر لازم کر لیا، یہ واجب ہوتا ہے۔ اور جتنے دنوں کی نیت کی ہے اُس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ دوسری قسم سنت ہے جو رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ ان ایام کے اعتکاف فرمانے کی تھی۔ تیسرا اعتکاف نفل ہے جسکے لئے نہ کوئی وقت نہ ایام کی مقدار جتنے دن کا جی چاہے کر لے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص تمام عمر کے اعتکاف کی نیت کر لے تب بھی جائز ہے۔ البتہ کمی میں اختلاف ہے کہ ایام صاحب کے نزدیک ایک دن سے کم کا جائز نہیں۔ لیکن امام محمدؒ کے نزدیک تھوڑی دیر کا بھی جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اسلئے ہر شخص کے لئے مناسب ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو اعتکاف کی نیت کر لیا کرے کہ اتنے نماز وغیرہ میں مشغول رہے اعتکاف کا ثواب بھی رہے۔ میں نے اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہ و برد مضعو کو ہمیشہ اس کا اہتمام کرتے دیکھا کہ جب مسجد میں تشریف لیجاتے تو دایاں پاؤں اندر داخل کرتے ہی اعتکاف کی نیت فرماتے تھے اور بسا اوقات خدام کی تعلیم کی غرض سے آواز سے بھی نیت فرماتے تھے اعتکاف کا بہت زیادہ ثواب ہے اور اسکی فضیلت اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اسکا اہتمام فرماتے تھے۔ معتکف کی مثال اُس شخص کی

سی ہے کہ کسی کے در پر جا پڑے کہ اتنے میری درخواست قبول نہ ہو ملنے کا نہیں ہے
 نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے
 اگر حقیقت یہی حال ہو تو سخت سے سخت دل والا بھی پسچتا ہے، اور اللہ جل شانہ
 کی کریم ذات تو بخشش کے لئے بہانہ ڈھونڈتی ہے۔ بلکہ بے بہانہ مرحمت فرماتے ہیں
 تو وہ داتا ہے کے دینے کیلئے

در تری رحمت کے ہیں ہر دم گھلے

خدا کی دین کا موسیٰ نے پوچھے احوال

کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

اسلئے جب کوئی شخص اللہ کے دروازے پر دنیا سے منقطع ہو کر جا پڑے تو اسکے نوازے
 جانے میں کیا تامل ہو سکتا ہے اور اللہ جل شانہ جسکو اکرام فرمادیں اسکے بھرپور خزانوں
 کا بیان کون کر سکتا ہے اسکے آگے کہنے سے قاصر ہوں کہ نامرد بلوغ کی کیفیت کیا بیان
 کر سکتا ہے مگر ہاں یہ ٹھکان لے کہ ہے

جس گل کو دل دیا ہے جس پھول پر فدا ہوں

یا وہ بغل میں آئے یا جاں نفس سے چھوٹے

ابن قیم کہتے ہیں کہ اعتکاف کا مقصد اور اسکی روح دل کو اللہ کی پاک ذات سے
 ساتھ وابستہ کر لینا ہے کہ سب طرف سے ہٹ کر اسی کے ساتھ مجتمع ہو جائے اور
 ساری مشغولیوں کے بدلہ میں اسی کی پاک ذات سے مشغول ہو جائے اور اسکے غیر
 کی طرف سے منقطع ہو کر ایسی طرح اس میں لگ جاوے کہ خیالات تفکرات سب کی جگہ
 اس کا پاک ذکر اسکی محبت سما جاوے حتیٰ کہ مخلوق کے ساتھ انس کے بدلہ اللہ کیساتھ
 انس پیدا ہو جاوے کہ یہ انس قبر کی وحشت میں کام دے کہ اس دن اللہ کی پاک ذات
 کے سوا نہ کوئی مونس نہ دل بہلانے والا، اگر دل اسکے ساتھ مانوس ہو چکا ہو گا تو کس قدر
 لذت سے وقت گزرے گا

جی ڈھونڈتا ہے پھر ہی فرصت کے رات ن بلیٹھا رہوں تصورِ جانان کئے ہوئے

لے خواجہ مجذوب فرماتے ہیں

ادھر تو در نہ کھولے گا ادھر میں در نہ چھوڑوں گا
 حکومت اپنی اپنی ہے کہیں تیری نہیں سیری

صاحب مراقی الفلاح کہتے ہیں کہ اعتکاف اگر اخلاص کے ساتھ ہو تو افضل ترین اعمال سے ہے۔ اسکی خصوصیتیں حد احصاء سے خارج ہیں کہ اسمیں قلب کو دنیا و مافیہا سے یکسو کر لینا ہے اور نفس کو مولیٰ کے سپرد کر دینا اور آقا کی چوکھٹ پر پڑ جانا ہے۔

پھر جمی میں ہے کہ درپہ کسی کے پڑا رہوں
سرزیر بارِ منت درباں کئے ہوئے

نیز اس میں ہر وقت عبادت میں مشغولی ہے کہ آدمی سوتے جاگتے ہر وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے اور اللہ کے ساتھ تقرب ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں، اور جو میری طرف دآہستہ بھی چلتا ہے میں اسکی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ نیز اسمیں اللہ کے گھر پڑ جانا ہے اور کریم میزبان ہمیشہ گھر آنے والے کا اکرام کرتا ہے۔ نیز اللہ کے قلعہ میں محفوظ ہوتا ہے کہ دشمن کی رسائی وہاں تک نہیں وغیرہ وغیرہ بہت سے فضائل اور خواص اس اہم عبادت کے ہیں۔

مسئلہ :- مرد کے لئے سب سے افضل جگہ مسجد مکہ ہے، پھر مسجد مدینہ منورہ، پھر مسجد بیت المقدس انکے بعد مسجد جامع پھر اپنی مسجد۔ امام صاحبؒ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ جس مسجد میں اعتکاف کرے اسمیں پانچوں وقت کی جماعت ہوتی ہو صاحبین کے نزدیک شرعی مسجد ہونا کافی ہے اگرچہ جماعت نہ ہوتی ہو عورت کیلئے اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا چاہیئے۔ اگر گھر میں کوئی جگہ مسجد کے نام سے متعین نہ ہو تو کسی کونہ کو اسکے لئے مخصوص کر لے، عورتوں کیلئے اعتکاف بہ نسبت مردوں کے زیادہ سہل ہے کہ گھر میں بیٹھے بیٹھے کاروبار بھی گھر کی لڑکیوں وغیرہ سے لیتی رہیں اور مفت کا ثواب بھی حاصل کرتی رہیں۔ مگر اسکے باوجود عورتیں اس سنت سے گویا بالکل ہی محروم رہتی ہیں۔

① ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے پہلے عشرہ میں اعتکاف فرمایا اور پھر دوسرے عشرہ میں بھی پھر ترکیبہ سے جسباعتکاف

① عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ فِي قُبَّتَيْ تَرْكِيَّتَيْ ثُمَّ اَطْلَعَ

لہ یعنی وہ جگہ جو نماز کے لئے مقرر کر رکھی ہے جیسے کوئی چوکی یا تخت یا یوں ہی کوئی کونہ وغیرہ۔

رَأْسَهُ فَقَالَ إِنِّي اعْتَكَفْتُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ
الْتِّمَسُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ اعْتَكَفْتُ الْعَشْرَ
الْأَوْسَطَ ثُمَّ أَتَيْتُ فَقِيلَ لِي إِنَّهَا فِي
الْعَشْرِ الْآخِرِ فَمَنْ كَانَ إِعْتَكَفَ
مَعِيَ فَلْيُعْتَكِفِ الْعَشْرَ الْآخِرَ فَقَدْ
أُرِيْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ أُنْسِيَهَا وَ
قَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ مِمَّنْ
صَبِيحَتُهَا فَالْتِمَسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ
وَالْتِمَسُوا فِي كُلِّ وَتَرٍ قَالَ فَطُيْرَتِ
السَّمَاءِ تَلْكَ اللَّيْلَةَ وَكَانَ الْمَسْجِدُ
عَلَى عَرِيشٍ فَوَكَّفَ الْمَسْجِدُ فَبَصُرْتُ
عَيْنَايَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَعَلَى جَبْهَتِهِ أَشْرُ الْمَاءِ وَالطِّينِ مِنْ
صَبِيحَتِهِ أَحَدَايَ وَعِشْرِينَ.

رمشکوۃ عن المتفق علیہ

باختلاف اللفظ

فرما رہے تھے باہر سر نکال کر ارشاد فرمایا کہ
میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف شب قدر
کی تلاش اور اہتمام کی وجہ سے کیا تھا،
پھر اسی کی وجہ سے دوسرے عشرہ میں کیا،
پھر مجھے کسی بتلانے والے (یعنی فرشتے) نے
بتلایا کہ وہ رات اخیر عشرہ میں ہے لہذا جو
لوگ میرے ساتھ اعتکاف کر رہے ہیں وہ
اخیر عشرہ کا بھی اعتکاف کریں۔ مجھے یہ
رات دکھلا دی گئی تھی پھر بھلا دی گئی
اس کی علامت یہ ہے کہ میں نے اپنے آپ کو
اس رات کے بعد کی صبح میں کیچڑ میں سجدہ
کرتے دیکھا۔ لہذا اب اس کو اخیر عشرہ کی
طاق راتوں میں تلاش کرو۔ راوی کہتے ہیں
کہ اس رات میں بارش ہوئی اور مسجد چھپر
کی تھی وہ ٹپکی اور میں نے اپنی آنکھوں سے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک
پر کیچڑ کا اثر کیٹس کی مسج کو دیکھا۔ ف:- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
عادت شریفہ اعتکاف کی ہمیشہ رہی ہے اس مہینہ میں تمام مہینہ کا اعتکاف فرمایا،
اور جس سال وصال ہوا ہے اس سال بین روز کا اعتکاف فرمایا تھا۔ لیکن اکثر
عادت شریفہ چونکہ اخیر عشرہ ہی کے اعتکاف کی رہی ہے اسلئے علماء کے نزدیک
سنت مؤکدہ وہی ہے۔ حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس اعتکاف کی بڑی غرض
شب قدر کی تلاش ہے۔ اور حقیقت میں اعتکاف اسکے لئے بہت ہی مناسب ہے کہ
اعتکاف کی حالت میں اگر آدمی سوتا ہوا بھی ہو تب بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔

لہ امام زہریؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے کام کبھی کرتے اور کبھی چھوڑ دیتے تھے لیکن جب
سے مدینہ منورہ تشریف لائے اخیر زندگی تک کبھی بھی رمضان کے آخری دن دنوں کا اعتکاف نہیں چھوڑا لیکن
حیرت ہے کہ لوگ اسکی پوری طرح پابندی نہیں کرتے۔

نیز اعتکاف میں چونکہ آنا جانا اور ادھر ادھر کے کام بھی کچھ نہیں رہتے۔ اسلئے عبادت اور کریم آقا کی یاد کے علاوہ اور کوئی مشغلہ بھی نہ رہے گا۔ لہذا شب قدر کے قدر دانوں کے لئے اعتکاف سے بہتر صورت نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اول تو سارے ہی رمضان میں عبادت کا بہت زیادہ اہتمام اور کثرت فرماتے تھے۔ لیکن اخیر عشرہ میں کچھ حد ہی نہیں رہتی تھی، رات کو خود بھی جاگتے اور گھر کے لوگوں کو بھی جگانے کا اہتمام فرماتے تھے جیسا کہ صحیحین کی متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ بخاری و مسلم کی ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اخیر عشرہ میں حضورؐ لنگی کو مضبوط باندھ لیتے اور راتوں کا احیاء فرماتے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی جگاتے۔ لنگی مضبوط باندھنے سے کوشش میں اہتمام کی زیادتی بھی مراد ہو سکتی ہے اور بیویوں سے بالکل احتراز بھی مراد ہو سکتا ہے۔

۲ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْمُعْتَكِفِ هُوَ يُعْتَكِفُ الذُّنُوبَ وَيَجْرِي لَهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ ۲ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اسکے لئے نیکیاں اتنی ہی لکھی جاتی ہیں جتنی کہ کرنے والے کیلئے۔

كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا مَشْكُوةٌ عَنْ ابْنِ مَاجَةَ

ف۔۔ دو مخصوص نفعے اعتکاف کے اس حدیث میں ارشاد فرمائے گئے ہیں، ایک یہ کہ اعتکاف کی وجہ سے گناہوں سے حفاظت ہوتی ہے ورنہ بسا اوقات کوتاہی اور لغزش سے کچھ ایسے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں کہ اس میں آدمی گناہ میں مبتلا ہو ہی جاتا ہے اور ایسے متبرک وقت میں معصیت کا ہو جانا کس قدر ظلم عظیم ہے اعتکاف کی وجہ سے ان سے امن اور حفاظت رہتی ہے، دوسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال جیسا کہ جنازہ کی شرکت، مریض کی عیادت وغیرہ ایسے امور ہیں کہ اعتکاف میں بیٹھ جانے کی وجہ سے معتکف انکو نہیں کر سکتا۔ اسلئے اعتکاف کی وجہ سے جن

۱۔ جسے اردو محاورہ میں کمر کسنا، آستیں چڑھانا۔

۲۔ مشکوٰۃ میں یہ لفظ اسی طرح ہے یعتکف لیکن اصل سنن ابن ماجہ کے متعدد نسخوں میں یعتکف بغیر تار کے ہے اور بظاہر یہی صحیح ہے چنانچہ جامع صغیر میں ابن ماجہ اور بیہقی کے حوالے سے "یعتکف" بغیر تار کے ہی ذکر کیا ہے اور دیگر اکثر کتب میں یہی ہے۔

عبادتوں سے رُکار ہا ان کا اجر بغیر کئے بھی ملتا رہے گا۔ اللہ اکبر کس قدر رحمت اور فیاضی ہے کہ ایک عبادت آدمی کرے اور دس عبادتوں کا ثواب مل جائے، درحقیقت اللہ کی رحمت بہانہ دھونڈھنتی ہے اور منتھوڑی سی توجہ اور مانگ سے دھواں دھار برستی ہے۔

عج بہانہ مید بد بہانہ مید بد

مگر ہم لوگوں کو سرے سے اس کی قدر ہی نہیں توجہ کون کرے اور کیوں کرے کہ دین کی وفعت سی ہمارے قلوب میں نہیں ہے

اسکے الطاف تو میں عام شہیدی سب سے تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

۳ حضرت ابن عباسؓ ایک مرتبہ مسجد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں معتکف تھے آپ کے پاس ایک شخص آیا اور سلام کر کے (چپ چاپ) بیٹھ گیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس سے فرمایا کہ میں تمہیں غمزدہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے۔ اُس نے کہا کہ اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے میں بیشک پریشان ہوں کہ فلاں کا مجھ پر حق ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس قبر والے کی عزت کی قسم میں اس حق کے ادا کرنے پر قادر نہیں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اچھا کیا میں اسے تیری سفارش کروں۔ اُس نے عرض کیا کہ جیسے آپ مناسب سمجھیں۔ ابن عباسؓ

۳ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّكَانَ مُعْتَكِفًا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَاهُ رَجُلٌ قَسَمَ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ لِمَا ابْنِ عَبَّاسٍ يَا فُلَانُ أَرَأَاكَ مُكْتَبًا لِحَزِينًا قَالَ نَعَمْ يَا ابْنَ عَمِّ رَسُولِ اللَّهِ لِفُلَانٍ عَلَى حَقٍّ وَلَا حُرْمَةَ صَارَ هَذَا الْقَبْرِ مَا أَقْدَارُ عَلَيْهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَفَلَا أَكَلِمَةً فِيكَ قَالَ إِنْ أَحْبَبْتُ قَالَ فَانْتَعَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ أَلَسَيْتَ مَا كُنْتَ فِيهِ قَالَ لَا وَلَكِنِّي سَمِعْتُ صَاحِبَ هَذَا الْقَبْرِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ الْعَهْدُ بِهِ قَرِيبٌ فَدَمَعَتْ عَيْنَاهُ

عہ ہکذا فی النسخۃ التي بایرنا بلفظ حرف النہی و ہذا الصواب عندی لوجہ و وقع فی بعض النسخ بلفظ ولا بالہمزۃ فی آخرہ و ہو تصحیف عندی من الکاتب و علیہ قرائن ظاہرۃ ۱۲ ذکر کیا، و لکن عامۃ النسخ المطبوعۃ متفقۃ علی لفظ "ولا بالہمزۃ الا الی و جدت نسخۃ قدیمۃ خطیۃ من الترغیب صحیحۃ فاذا فیہ "ولا بلفظ حرف النہی کما رجحہ الشیخ المؤلف۔

وہو یقول مَنْ مَشَى فِي حَاجَةٍ أُخِيرَ
وَبَلَغَ فِيهَا كَانَ خَيْرًا لِّمَنْ اِعْتَكَفَ
عَشْرًا سِنِينَ وَمَنْ اِعْتَكَفَ ثَوًّا ابْتِغَاءَ
وَجْهِ اللَّهِ جَعَلَ اللَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ
ثَلَاثَ خَنَاقٍ اَبْعَدَ مَتَابِلَيْنِ الْخَافِقَيْنِ
(رواہ الطبرانی فی الاوسط والبیہقی
واللفظ لہ والحاکم مختصراً وقال
صحیح الاسناد کذا فی الترغیب
وقال السیوطی فی الدرر صرح
الحاکم وضعف البیہقی)

یہ شکر جو تہ پہن کر مسجد سے باہر تشریف لائے
اس شخص نے عرض کیا کہ آپ اپنا اعتکاف
بھول گئے، فرمایا بھولا نہیں ہوں بلکہ میں
اس قبر والے (صلی اللہ علیہ وسلم) سے
سنا ہے اذرا بھی زمانہ کچھ زیادہ نہیں
گذرا (یہ لفظ کہتے ہوئے) ابن عباسؓ
کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے کہ حضورؐ
فرما رہے تھے کہ جو شخص اپنے بھائی کے
کسی کام میں چلے پھرے اور کوشش کرے
اسکے لئے دس برس کے اعتکاف سے افضل

ہے اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ کی رضا کے واسطے کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ
اسکے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آرٹ فرمادیتے ہیں جنکی مسافت آسمان و زمین کی
درمیانی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہے (اور جب ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت
ہے تو دس برس کے اعتکاف کی کیا کچھ مقدار ہوگی)

ف:- اس حدیث سے دو مضمون معلوم ہوئے، اول یہ کہ ایک دن کے اعتکاف
کا ثواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اسکے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل فرمادیتے
ہیں اور ہر خندق اتنی بڑی ہے جتنا سارا جہان اور ایک دن سے جس قدر زیادہ دنوں
کا اعتکاف ہوگا اتنا ہی اجر زیادہ ہوگا۔ علامہ شعرانیؒ نے کشف الغمہ میں نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص عشرہ رمضان کا اعتکاف کرتا ہے اسکو
دو حج اور دو عمروں کا اجر ہے اور جو شخص مسجد جماعت میں مغرب سے عشاء تک اعتکاف
کرے کہ نماز، قرآن کے علاوہ کسی سے بات نہ کرے حق تعالیٰ شانہ اسکے لئے جنت
میں ایک محل بناتے ہیں۔

دوسرا مضمون جو اس سے بھی زیادہ اہم ہے وہ مسلمانوں کی حاجت روائی
کہ دس برس کے اعتکاف سے افضل ارشاد فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے ابن عباسؓ نے
اپنے اعتکاف کی پرواہ نہیں فرمائی کہ اس کی تلافی پھر بھی ہو سکتی ہے اور اس کی قضا
ممکن ہے۔ اسی وجہ سے صوفیاء کا مقولہ ہے کہ اللہ جل شانہ کے یہاں ٹوٹے ہوئے

دل کی جتنی قدر ہے اتنی کسی چیز کی نہیں، یہی وجہ ہے کہ مظلوم کی بددعا سے احادیث میں بہت ڈرایا گیا ہے۔ حضور جب کسی شخص کو حاکم بنا کر بھیجتے تھے اور نصائح کے ساتھ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ مظلوم کی بددعا سے بچو۔

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگامِ دُعا کر دن

اجابت از در حق بہر استقبال می آید

اس جگہ ایک مسئلہ کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ کسی مسلمان کی حاجت روائی کیلئے بھی مسجد سے نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ اور اگر اعتکاف واجب ہو تو اسکی قضا واجب ہو جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت بشری کے علاوہ کسی ضرورت سے بھی مسجد سے باہر تشریف نہیں لاتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کا یہ ایثار کہ دوسرے کی وجہ سے اپنا اعتکاف توڑ دیا۔ ایسے ہی لوگوں کے مناسب ہے کہ دوسروں کی خاطر خود پیاسے تڑپ تڑپ کر مر جاویں مگر پانی کا آخری قطرہ اسلئے نہ پیں کہ دوسرا زخمی جو پیاس لیٹا ہوا ہے وہ اپنے سے مقدم ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا یہ اعتکاف نقلی اعتکاف ہو۔ اس صورت میں کوئی اشکال نہیں۔ خاتمہ میں ایک طویل حدیث جس میں کسی نوع کے فضائل ارشاد فرمائے ہیں ذکر کر کے اس رسالہ کو ختم کیا جاتا ہے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الْجَنَّةَ لَتُبَخَّرُ وَتُزَيَّنُ مِنَ الْخَوْلِ لِي الْخَوْلِ لِدُخُولِ شَهْرِ رَمَضَانَ فَإِذَا كَانَتْ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِيحٌ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ يُقَالُ لَهَا الْمَثِيرَةُ فَتَصْفِقُ وَرَقَاتِ الشُّجَارِ الْجَنَانِ وَحِلَقِ الْمَصَارِيحِ فَيَسْمَعُ لِذَلِكَ

۳ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ انھوں نے حضورؐ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جنت کو رمضان شریف کیلئے خوشبوؤں کی دھونی دی جاتی ہے اور شروع سال سے آخر سال تک رمضان کی خاطر آراستہ کیا جاتا ہے۔ پس جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس کا نام مثیرہ ہے جس کے جھونکوں

لے تو اسے بچا بچا کے نہ رکھتا تو آئینہ ہے وہ آئینہ جو شکر ہے جو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ سازیں
یعنی مظلوم کی آہ سے بچتے رہو کہ اسکی دعا کے وقت بارگاہ رب العالمین سے خود قبولیت اس دعا کے استقبال کیلئے آتی ہے۔

۴ واقعہ حکایات صحابہ میں تفصیل سے لکھا گیا ہے۔

طَيِّبٌ لَمْ يَسْمَعْ النَّاسَ مَعُونَ أَحْسَنَ
 مِنْهُ فَتَبَرَّزَ الْحُورُ الْعَيْنُ حَتَّى يَقْنَنَ
 بَيْنَ شَرْفِ الْجَنَّةِ فَيُنَادِيَنَّ هَلْ
 مِنْ خَاطِبٍ إِلَى اللَّهِ فَيُزَوِّجُهُ شَحْمًا
 يَقْلَنَ الْحُورُ الْعَيْنُ يَا رِضْوَانُ الْجَنَّةِ
 مَا هَذِهِ اللَّيْلَةُ فَيُجِيبُهُنَّ بِالتَّلْبِيَةِ
 ثُمَّ يَقُولُ هَذِهِ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ
 رَمَضَانَ فَتُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ عَلَى
 الصَّالِحِينَ مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيَقُولُ اللَّهُ
 عَزَّ وَجَلَّ يَا رِضْوَانُ افْتَحْ أَبْوَابَ
 الْجَنَّةِ وَيَا مَالِكُ اغْلِقْ أَبْوَابَ
 الْجَحِيمِ عَلَى الصَّالِحِينَ مِنْ أُمَّةٍ
 أَحْمَدَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ يَا
 جِبْرِيلُ اهْبِطْ إِلَى الْأَرْضِ
 فَاصْفُدْ مَرَدَّةَ الشَّيَاطِينِ وَغَدِّهِمْ
 بِالْأَغْلَالِ ثُمَّ اقْدِنْ فِيهِمْ فِي الْبَحَارِ
 حَتَّى لَا يُفْسِدُوا عَلَى أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ
 حَبِيبِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَامُهُمْ
 قَالَ وَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كُلِّ
 لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ لَسُنَادٍ يُنَادِي
 ثَلَاثَ مَرَّاتٍ هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَأَعْصِي
 سُؤْلَهُ هَلْ مِنْ تَائِبٍ فَاتُوبَ عَلَيْهِ
 هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَأُغْفَرَ لَهُ مَنْ
 يَقْرِضُ الْمَلِيَّ غَيْرَ الْعَدُوِّ وَالْوَفَى

لہ یعنی بڑی دلکش جھنکار پیدا ہوتی ہے۔

کی وجہ سے، جنت کے درختوں کے پتے
 اور کواڑوں کے حلقے بجنے لگتے ہیں جس سے
 ایسی دل آویز سُرلی آواز نکلتی ہے کہ
 سننے والوں نے اس سے اچھی آواز کبھی
 نہیں سنی۔ پس خوشنما آنکھوں والی حوریں
 اپنے مکانوں سے نکل کر جنت کے بالائوں
 کے درمیان کھڑے ہو کر آواز دیتی ہیں کہ
 کوئی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہم سے
 منگنی کرنے والا تاکہ حق تعالیٰ شانہ اسکو
 ہم سے جوڑ دیں، پھر وہی حوریں جنت
 کے داروغہ رضوان سے پوچھتی ہیں کہ یہ
 کیسی رات ہے وہ لبتیک کہہ کر جواب دیتی
 ہیں کہ رمضان المبارک کی پہلی رات ہے
 جنت کے دروازے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 کی اُمت کیلئے (آج)، کھول دئے گئے حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ
 رضوان سے فرمادیتے ہیں کہ جنت کے دروازے
 کھول دے اور مالک (جہنم کے داروغہ)
 سے فرمادیتے ہیں کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم
 کی اُمت کے روزہ داروں پر جہنم کے
 دروازے بند کر دے اور جبرئیل علیہ السلام
 کو حکم ہوتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور سرکش
 شیاطین کو قید کرو اور گلے میں طوق ڈال کر
 دریا میں پھینک دو کہ میرے محبوب محمد
 صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے روزوں کو

غَيْرِ الظُّلُومِ قَالَ وَلِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي
كُلِّ يَوْمٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ عِنْدَ
الْإِفْطَارِ أَلْفُ أَلْفٍ عَتِيقٍ مِّنَ النَّارِ
كُلُّهُمْ قَدْ اسْتَوْجَبُوا النَّارَ فَإِذَا كَانَ
آخِرُ يَوْمٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ أَعْتَقَ
اللَّهُ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ بِقَدَرٍ مَا أَعْتَقَ
مِنْ أَوَّلِ الشَّهْرِ إِلَى آخِرِهِ وَإِذَا كَانَتْ
لَيْلَةُ الْقَدَرِ يَا مُرَّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
جِبْرِئِيلُ فِيهِبُطُ فِي كِبْكَبَتِي مِّنَ الْمَلَائِكَةِ
وَمَعَهُمْ يُوَاءُ أَخْضَرُ فَيُرْكَزُ الْيُوَاءُ عَلَى
ظَهْرِ الْكُكْبَةِ وَلَهُ مِائَةُ جَنَاحٍ مِنْهَا
جَنَاحَانِ لَا يُنْشَرُ هُمَا إِلَّا فِي تِلْكَ
اللَّيْلَةِ فَيُنْشَرُ هُمَا فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ
فَيَجَاوِرُ الشَّرِيقَ إِلَى الْمَغْرَبِ
فَيُحِثُّ جِبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
الْمَلَائِكَةَ فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ فَيُسَبِّحُونَ
عَلَى كُلِّ ذِيْمٍ وَقَاعٍ وَمُصَلٍّ وَذَاكِرٍ
وَيُصَافِحُونَهُمْ وَيُؤَمِّنُونَ عَلَى دُعَائِهِمْ
حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ
يُنَادِي جِبْرِئِيلُ مَعَاشِرَ الْمَلَائِكَةِ
الرَّحِيلَ أَنْ رَّحِيلَ فَيَقُولُونَ يَا جِبْرِئِيلُ
فَمَا صَنَعَ اللَّهُ فِي حَوَائِجِ الْمُؤْمِنِينَ
مِنْ أُمَّةٍ أَحَدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَيَقُولُ نَظَرَ اللَّهُ إِلَيْهِمْ فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ
فَعَفَا عَنْهُمْ إِلَّا أَرْبَعَةً فَقُلْنَا يَا رَسُولَ
اللَّهِ مَنْ هُمْ قَالَ رَجُلٌ مُدٌّ مِنْ

خراب نہ کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ
رمضان کی ہر رات میں ایک منادی کو
حکم فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ یہ آواز دے
کہ ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا
کروں ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اسکی
توبہ قبول کروں، کوئی ہے مغفرت چاہنے
والا کہ میں اسکی مغفرت کروں، کون ہے
جو غنی کو قرض کر دے، ایسا غنی جو نادار
نہیں، ایسا پورا پورا ادا کرنے والا جو
ذرا بھی کمی نہیں کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ رمضان شریف
میں روزانہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ
آدمیوں کو جہنم سے خلاصی مرحمت فرماتے
ہیں جو جہنم کے مستحق ہو چکے تھے۔ اور جب
رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان
سے آج تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد
کئے گئے تھے اُنکے برابر اس ایک دن
میں آزاد فرماتے ہیں اور جس رات شب قدر
ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ حضرت جبرئیل
کو حکم فرماتے ہیں وہ فرشتوں کے ایک
بڑے لشکر کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں،
ان کے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے
جسکو کعبہ کے اوپر کھڑا کرتے ہیں۔ اور
حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
تئو بازو ہیں جن میں سے دوا بازو کو صر

خَيْرٍ وَعَاقِبَةُ الْوَالِدَيْنِ وَقَاطِعُ رَحِمٍ وَ
 مُشَاحِنٌ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْمُشَاحِنُ
 قَالَ هُوَ الْمَصَارِمُ فَإِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ
 الْفِطْرِ سَمِيتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ لَيْلَةَ
 الْجَائِزَةِ فَإِذَا كَانَتْ غَدَاةُ الْفِطْرِ
 بَعَثَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ الْمَلَائِكَةَ فِي كُلِّ
 بَلَدٍ فَيَهْطُونَ إِلَى الْأَرْضِ فَيَقُومُونَ
 عَلَى أَصْوَاهِ السِّكِّكِ فَيُنَادُونَ بِصَوْتٍ
 يَسْمَعُهُ مَنْ خَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَا إِلَهَ إِلَّا
 اللَّهُ فَيَقُولُونَ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ أَخْرِجُوا
 إِلَى رَبِّكُمْ كَرِيمٍ يُعْطِي الْجَزِيلَ وَيَعْفُو
 عَنِ الْعَظِيمِ فَإِذَا بَرَزُوا إِلَى مَصَلَاةٍ
 فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمَلَائِكَةِ مَا
 جَزَاءُ الْأَجِيرِ إِذَا عَمِلَ عَمَلًا قَالَ
 فَيَقُولُ الْمَلَائِكَةُ إِلَهَنَا وَسَيِّدَانَا جَزَاءُكَ
 أَنْ تَوَفَّيْنَا أَجْرَكَ قَالَ فَيَقُولُ فَإِنِّي
 أَشْهَدُكُمْ يَا مَلَائِكَتِي إِنِّي قَدْ جَعَلْتُ
 ثَوَابَهُمْ مِنْ صِيَامِهِمْ شَهْرَ رَمَضَانَ
 وَقِيَامِهِمْ رِضَائِي وَمَغْفِرَتِي وَ
 يَقُولُ يَا عِبَادِي سَلُونِي فَوْعِزَّتِي
 وَجَلَالِي لَا تَسْأَلُونِي الْيَوْمَ شَيْئًا فِي
 جَنَعِكُمْ لِأَخْرَاجِكُمْ إِلَّا أَعْطَيْتُكُمْ وَلَا
 لِدُنْيَاكُمْ إِلَّا أَنْظَرْتُ لَكُمْ فَوْعِزَّتِي
 لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْكُمْ عَشْرًا تَكُمُ مَا
 رَأَيْتُمُونِي وَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَا أُخْرِجُكُمْ
 وَلَا أَفْضَحُكُمْ بَيْنَ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ

اسی رات میں کھولتے ہیں جن کو مشرق سے
 مغرب تک پھیلا دیتے ہیں۔ پھر حضرت
 جبریل علیہ السلام فرشتوں کو تلقین فرماتے ہیں کہ جو مسلمان آج کی رات میں
 کھڑا ہو یا بیٹھا ہو، نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر
 کر رہا ہو اس کو سلام کریں اور مصافحہ
 کریں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہیں،
 صبح تک یہی حالت رہتی ہے۔ جب صبح
 ہو جاتی ہے تو جبریل علیہ السلام آواز
 دیتے ہیں کہ اے فرشتوں کی جماعت
 اب کوچ کرو اور چلو، فرشتے حضرت
 جبریل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ اللہ
 نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے
 مومنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں میں کیا
 معاملہ فرمایا۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے
 ان پر توجہ فرمائی اور چار شخصوں کے علاوہ
 سب کو معاف فرمادیا۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ
 یا رسول اللہ وہ چار شخص کون ہیں؟ ارشاد
 ہوا کہ ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو
 دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کر بیولا
 ہو، تیسرا وہ شخص جو قطع رحمی کر بیولا اور
 ناطہ توڑنے والا ہو، چوتھا وہ شخص جو کینہ
 رکھنے والا ہو اور آپس میں قطع تعلق کر بیولا ہو
 پھر جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو
 اس کا نام آسمانوں پر لیلۃ الجائزہ (العام
 کی رات) سے لیا جاتا ہے اور جب عید

إِنصِرْفُوا مَغْفُورًا لَّكُمْ قَدْ أَرْضَيْتُمُونِي
وَرَضِيتُ عَنْكُمْ قَتَّرَحَ السَّلَاسِكَةُ وَ
تَسْتَبْشِرُ بِمَا يُعْطَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
هَذِهِ الْأُمَّةُ إِذَا أَفْطَرُوا مِنْ شَهْرِ
رَمَضَانَ.

(کذا فی الترغیب وقال رواه
ابو الشیخ بن حیان فی کتاب الثواب
والبیہقی واللفظ لہ و لیس فی اسنادہ
من اجمع عنہ ضعف قلت قال البیہقی
فی التدریب قد التزم البیہقی ان
لا یرجح فی تصانیفہ حدیثا یعللہ
موضوعا الخ و ذکر القاسی فی المرقاۃ
بعض طرق الحدیث ثم قال فاحتل
طرق الحدیث یدل علی ان لہ اصلا

کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں
کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں وہ زمین
پر اتر کر تمام گلیوں، راستوں کے سروں
پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے
جسکو جنات اور انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی

ہے پکارتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی امت اس کریم رب کی درگاہ کی طرف
چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔
اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف کرنے والا
ہے۔ پھر جب لوگ عید گاہ کی طرف نکلتے
ہیں تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے دریافت
فرماتے ہیں، کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا
کام پورا کر چکا ہو، وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے
معبود اور ہمارے مالک اس کا بدلہ یہی ہے

کہ اسکی مزدوری پوری پوری دیدی جائے۔ تو حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے
فرشتوں میں تمہیں گواہ بنانا ہوں میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلہ میں
اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی۔ اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے
بند و مجھ سے مانگو، میری عزت کی قسم میرے جلال کی قسم آج کے دن اپنے اس اجتماع میں
مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا اور دنیا کے بارے
میں جو سوال کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا۔ میری عزت کی قسم کہ جب تک
تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری غرضوں پرستاری کرتا رہوں گا (اور ان کو چھپاتا
رہوں گا) میری عزت کی قسم اور میرے جلال کی قسم میں تمہیں بھرموں (اور کافروں) کے
سامنے رسوا اور فحیحت نہ کروں گا۔ بس اب بختے بختائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، تم نے
مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔ پس فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر جو اس امت
کو افطار کے دن ملتا ہے خوشیاں مناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔

لہ سابقہ مطبوعہ میں کاتب کی سہو سے "حیان" بار موجدہ لکھا گیا تھا لیکن صحیح "حی" کے ساتھ ہے۔ "حیان"۔

ف:- اس حدیث کے اکثر مضامین رسالہ کے گذشتہ اوراق میں بیان ہو چکے ہیں البتہ چند امور قابل غور ہیں جن میں سب سے اول اور اہم تو یہ ہے کہ بہت سے محروم رمضان کی مغفرت عامہ سے بھی مستثنیٰ تھے جیسا کہ پہلی روایات میں معلوم ہو چکا ہے اور وہ عید کی اس مغفرت عامہ سے بھی مستثنیٰ کر دئے گئے۔ جن میں سے آپس کے لڑنے والے اور والدین کی نافرمانی کرنے والے بھی ہیں۔ ان سے کوئی پوچھے کہ تم نے اللہ کو ناراض کر کے اپنے لئے کون سا ٹھکانہ ڈھونڈ رکھا ہے۔ افسوس تم پر بھی اور تمہاری اُس عزت پر بھی جسکے حاصل کرنے کے غلط خیال میں تم رسول اللہ کی بددعائیں برداشت کر رہے ہو، جبریلؑ کی بددعائیں اُٹھا رہے ہو اور اللہ کی رحمت و مغفرت عامہ سے بھی نکالے جا رہے ہو۔ میں پوچھتا ہوں کہ آج تم نے اپنے مقابل کو زک دے دی، اپنی مونچھ اونچی کر لی۔ وہ کتنے دن تمہارے ساتھ رہ سکتی ہے جبکہ اللہ کا پیارا رسول تمہارے اوپر لعنت کر رہا ہے، اللہ کا مقرب فرشتہ تمہاری بلاکت کی بددعا دے رہا ہے، اللہ جل شانہ تمہیں اپنی مغفرت و رحمت سے نکال رہے ہیں۔ اللہ کے واسطے سوچو اور بس کرو۔ صبح کا بھٹکا شام کو گھڑا جائے تو کچھ نہیں گیا، آج وقت ہے اور تلافی ممکن، اور کل جب ایسے حاکم کی پیشی میں جانا ہے جہاں نہ عزت و وجاہت کی پوچھ نہ مال و متاع کا آمد، وہاں صرف تمہارے اعمال کی پوچھ ہے اور ہر حرکت لکھی لکھائی ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے حقوق میں درگزر فرماتے ہیں مگر بندوں کے آپس کے حقوق میں بغیر بدلہ دیئے نہیں چھوڑتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مفلس میری امت میں وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن نیک اعمال کے ساتھ آوے اور نماز روزہ صدقہ سب ہی کچھ لاوے، لیکن کسی کو گالی دی، کسی کو تہمت لگا دی تھی، کسی کو مار پیٹ کی تھی پس یہ سب دعویدار آویں گے اور اسکے نیک اعمال میں سے ان حرکتوں کا بدلہ وصول کر لیں گے۔ اور جب اسکے پاس نیک اعمال ختم ہو جاویں گے تو اپنی برائیاں ان حرکتوں کے بدلہ میں اس پر ڈالتے رہیں گے اور پھر اس انبار کی بدولت وہ جہنم رسید ہو جائیگا اور اپنی کثرتِ اعمال کے باوجود جو حسرت و یاس کا عالم ہو گا وہ محتاج بیان نہیں ہے

وہ مایوس تمنا کیوں نہ سونے آ- ماں دیکھے کہ جو منزل بمنزل اپنی محنت رائیگاں کیے

دوسرا امر قابل غور یہ ہے کہ اس رسالہ میں چند مواقع مغفرت کے ذکر کئے گئے ہیں اور ان کے علاوہ بھی بہت سے اُمور ایسے ہیں کہ وہ مغفرت کا سبب ہوتے ہیں اور گناہ اُن سے معاف ہو جاتے ہیں۔ اس پر ایک اشکال ہوتا ہے وہ یہ کہ جب ایک مرتبہ گناہ معاف ہو چکے تو اس کے بعد دوسری مرتبہ معافی کے کیا معنی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مغفرت کا قاعدہ یہ ہے کہ جب وہ بندہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے اگر اس پر کوئی گناہ ہوتا ہے تو اس کو مٹاتی ہے اور اگر اس کے اوپر کوئی گناہ نہیں ہوتا تو اس کے بقدر اس پر رحمت اور انعام کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

تیسرا امر یہ ہے کہ سابقہ احادیث میں بھی بعض جگہ اور اس حدیث میں بھی حق تعالیٰ شانہ نے اپنی مغفرت فرمانے پر فرشتوں کو گواہ بنایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کی عدالت کے معاملات ضابطہ پر رکھے گئے ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ان کی تبلیغ کے بارے میں بھی گواہ طلب کئے جائیں گے۔ چنانچہ احادیث کی کتابوں میں بہت سے مواقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم سے میرے بارے میں سوال ہو گا لہذا تم گواہ رہو کہ میں پہنچا چکا ہوں۔

بخاری وغیرہ میں روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام قیامت کے دن بلائے جائیں گے اُن سے دریافت کیا جائے گا کہ تم نے رسالت کا حق ادا کیا؟ ہمارے احکام پہنچائے؟ وہ عرض کریں گے کہ پہنچائے تھے۔ پھر اُن کی اُمت سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں احکام پہنچائے تھے وہ کہیں گے مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ ہمارے پاس نہ کوئی بشارت دینے والا آیا نہ ڈرانے والا تو حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ اپنے گواہ پیش کرو، وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی اُمت کو پیش کریں گے، اُمتِ محمدیہ بلائی جائے گی اور گواہی دے گی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ اُن سے جرح کی جائے گی کہ تم کو کیا خبر، کہ نوح ؑ نے اپنی اُمت کو احکام پہنچائے۔ یہ عرض کریں گے کہ ہمارے رسولؐ نے خبر دی۔ ہمارے رسولؐ پر جو سچی کتاب اُتری اس میں خبر دی گئی۔ اسی طرح اور انبیاء کی اُمت کیسا تھ پہنچا پیش آئیگا۔ اسی کے متعلق ارشاد خداوندی ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَسَطًا لَّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ۔

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ قیامت میں گواہیاں چار طرح کی ہوں گی، ایک ملائکہ کی، جس کے متعلق آیات ذیل میں تذکرہ ہے وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ۔ وَمَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ۔ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ كِرَامًا كَاتِبِينَ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ۔

دوسری گواہی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہوگی جس کے متعلق ارشاد ہے وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا۔

تیسری اُمتِ محمدیہ کی گواہی ہوگی جس کے متعلق ارشاد ہے وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا۔

چوتھی آدمی کی اپنے اعضاء کی گواہی ہوگی جس کے متعلق ارشاد ہے يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنُهُمْ وَآيْدِيُهُمُ الْآيَةُ اٰلِ يَوْمِ تَنْخَبِثُ اَعْلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيُهُمُ الْآيَةَ۔

اختصار کے خیال سے ان آیات کا ترجمہ نہیں لکھا۔ سب آیات کا حاصل قیامت کے دن ان چیزوں کی گواہی دینے کا ذکر ہے جن کا بیان آیت کے شروع میں لکھ دیا گیا۔

چوتھا امر حدیث بالا میں یہ ارشاد مبارک ہے کہ میں تم کو کفار کے سامنے رسوا اور فضیحت نہ کروں گا۔ یہ حق تعالیٰ شانہ کا غایت درجہ کا لطف و کرم اور مسلمانوں کے حال پر غیرت ہے کہ اللہ کی رضا کے ڈھونڈنے والوں کے لئے یہ بھی لطف و انعام ہے کہ ان کی لغزشوں اور سیئات سے وہاں بھی درگزر اور پردہ پرغشی کی جاتی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہ ایک مومن کو اپنے قریب بلا کر اس پر پردہ ڈال کر کہ کوئی دوسرا نہ دیکھے اسکی لغزشوں اور سیئات یاد دلا کر اس سے ہر ہر گناہ کا اقرار کرائیں گے اور وہ اپنے گناہوں کی کثرت اور اقرار پر یہ سمجھے گا کہ اب بلاکت کا وقت قریب آگیا۔ تو ارشاد ہوگا کہ میں نے دنیا میں تجھ پر ستاری فرمائی ہے تو آج بھی اُن پر پردہ ہے اور معاف ہیں۔ اسکے بعد اُس کے نیک اعمال کا دفتر

اس کے حوالہ کر دیا جائے گا۔

اور بھی سینکڑوں روایات سے یہ مضمون مستنبط ہوتا ہے کہ اللہ کی رضا کے ڈھونڈنے والوں، اس کے احکام کی پابندی کرنے والوں کی لغزشوں سے درگزر کر دیا جاتا ہے اسلئے نہایت اہمیت کے ساتھ ایک مضمون سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ جو لوگ اللہ والوں کی کوتاہیوں پر اُن کی غیبت میں مبتلا رہتے ہیں وہ اس کا لحاظ رکھیں کہ مُبادا قیامت میں اُن کے نیک اعمال کی برکت سے اُن کی لغزشیں تو معاف کر دی جائیں اور پردہ پوشی فرمائی جائے لیکن تم لوگوں کے اعمال نامے غیبت کا دفتر میں کر ہلاکت کا سبب بنیں۔ اللہ جل شانہ اپنے لطف سے ہم سب سے درگزر فرماویں۔

پانچواں امر ضروری یہ ہے کہ حدیث بالا میں عید کی رات کو انعام کی رات سے پُرکارا گیا۔ اس رات میں حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اپنے بندوں کو انعام دیا جاتا ہے اس لئے بندوں کو بھی اس رات کی بیحد قدر کرنا چاہیئے۔ بہت سے لوگ عوام کا تو پوچھنا ہی کیا خواص بھی رمضان کے تھکے ماندے اس رات میں میٹھی نیند سوتے ہیں۔ حالانکہ یہ رات بھی خصوصیت سے عبادت میں مشغول رہنے کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ثواب کی نیت کر کے دونوں عیدوں میں جاگے (اور عبادت میں مشغول رہے) اُس کا دل اُس دن نہ مرے گا جس دن سب کے دل مرجاویں گے (یعنی فتنہ و فساد کے وقت جب لوگوں کے قلوب پر مردنی چھاتی ہے اس کا دل زندہ رہے گا، اور ممکن ہے کہ مَور پھونکے جانے کا دن مُراد ہو، کہ اُسکی رُوح بیہوش نہ ہوگی)۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص پانچ راتوں میں (عبادت کے لئے) جاگے اُس کے واسطے جنت واجب ہو جاوے گی، لیلة الترویہ (آٹھ ذی الحجہ کی رات)، لیلة العرفہ (۹ ذی الحجہ کی رات)، اور عید الفطر کی رات اور شبِ برات یعنی ۱۵ شعبان کی رات۔

فقہاء نے بھی عیدین کی رات میں جاگنا مستحب لکھا ہے۔ ما ثبت بالسنة میں امام شافعی صاحب سے نقل کیا ہے کہ پانچ راتیں دعا کی قبولیت کی ہیں۔
لے شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی تصنیف ہے۔

جمعہ کی رات، عیدین کی راتیں، غُرَّہٗ رَجَب کی رات، اور نصف شعبان کی رات۔

تنبیہ

بعض بزرگوں کا ارشاد ہے کہ رمضان المبارک میں جمعہ کی رات کا بھی خصوصیت کے اہتمام چاہیے کہ جمعہ اور اس کی رات بہت متبرک اوقات ہیں۔ احادیث میں ان کی بہت فضیلت آئی ہے۔ مگر چونکہ بعض روایات میں جمعہ کی رات کو قیام کے ساتھ مخصوص کرنے کی ممانعت بھی وارد ہوئی ہے اس لئے بہتر ہے کہ ایک دو رات کو اسکے ساتھ اور بھی شامل کر لے۔

آخر میں ناظرین سے لجاجت درخواست ہے کہ رَمَضَانُ الْمُبَارَكُ

کے مخصوص اوقات میں جب آپ اپنے لئے دُعا

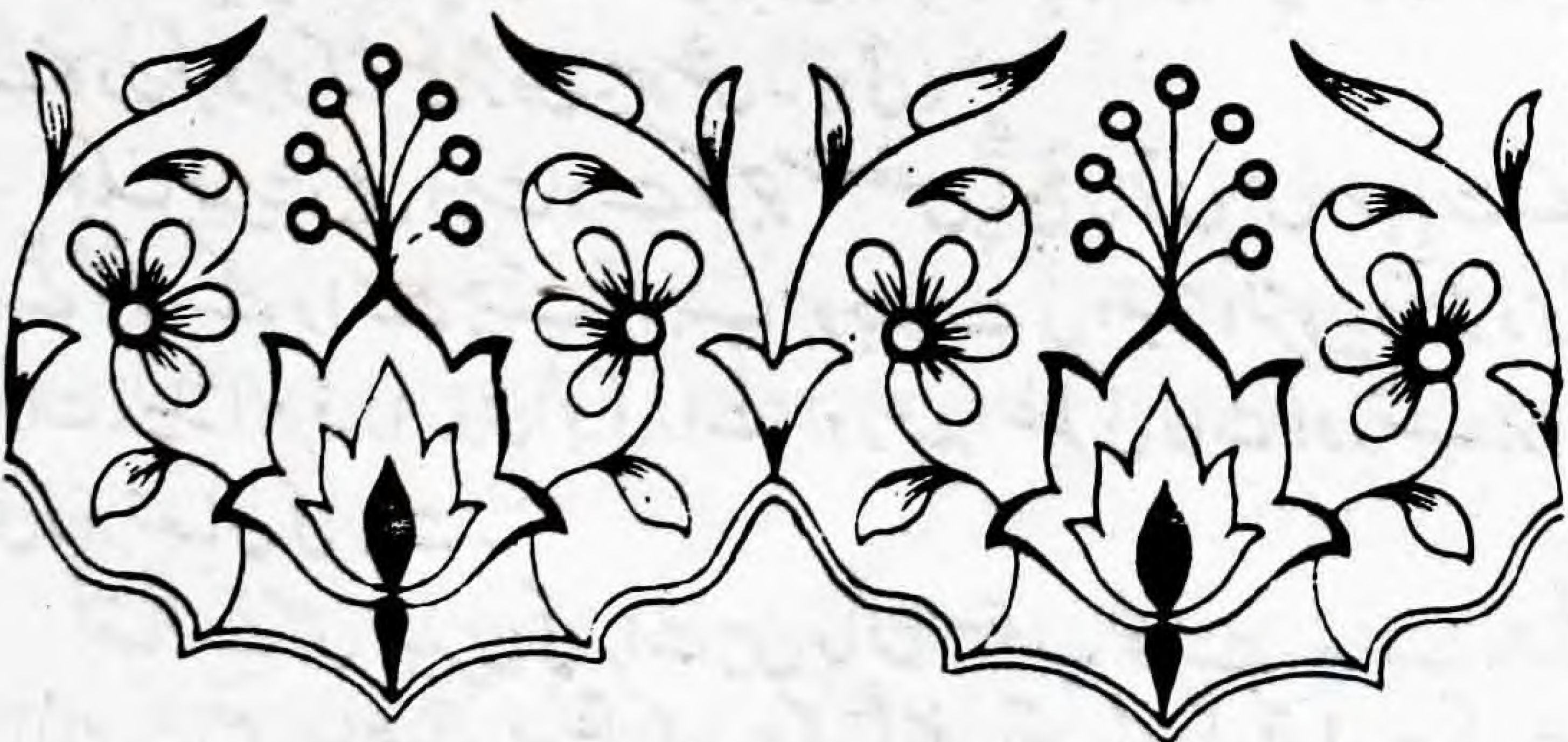
فرمائیں تو ایک سیہ کار کو بھی شامل فرمائیں، کیا

بعید ہے کہ کریم آقا تمہاری مخلصا دُعا

سے اسکو بھی اپنی رضا و

محبت سے نواز

دیں



مُنَاجَات

گرچہ میں بدکار و نالائق ہوں اے شاہِ جہاں پر تھے در کو بتاب چھوڑ کر جاؤں کہاں
 کون ہے تیرے سوا مجھ بنوا کے واسطے
 کشمکش سے نا اُمیدی کی ہوا ہوں میں تنہا دیکھ مت میرے عمل کو لطف پر اپنے نگاہ
 یارب اپنے رحم و احسان عطا کے واسطے
 چرخِ عصیاں سر پہ ہے زیرِ قدم بحرِ الم چار سو ہے فوجِ غم کر جلد اب بہرِ کرم
 کچھ رہائی کا سبب اس بتلا کے واسطے
 ہے عبادت کا سہارا عابدوں کے واسطے اور تکیہ زہد کا ہے زاہدوں کے واسطے
 ہے عصائے آہ مجھ بے دستِ نپا کے واسطے
 نے فقیری چاہتا ہوں نے امیری کی طلب نے عبادت نے ورع نے خواہشِ علم و ادب
 دردِ دل، پُر چاہیے مجھ کو خدا کے واسطے
 عقل و ہوش و فکر اور نعمائے دنیا بشمار کی عطا تو نے مجھے، پرا بتوا ہے پُر ردگار
 بخش وہ نعمت جو کام آئے سدا کے واسطے
 حد سے اتر ہو گیا ہے حال مجھ نہ شاد کا کرمی امداد اللہ! وقت ہے امداد کا
 اپنے لطف و رحمت بے انتہا کے واسطے

لے "نے" بجائے "تو" بمعنی لیکن، مگر، البتہ۔

گو میں ہوں اک بندۂ عاصی غلامِ پر قصور
تیرا کہلاتا ہوں میں جیسا ہوں اک پر شکوہ
جُرمِ میرا حوصلہ ہے نام ہے تیرا غفور
اَنْتَ شَافِ اَنْتَ کَافٍ فِیْ مُہِمَّاتِ الْاُمُوْر
اَنْتَ حَسْبِیْ اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ

محمد زکریا کاندھلوی



مقیم مظاہر علوم سہارنپور
وارد بستی حضرت نظام الدین

نئی دہلی
۲۷ رجبِ رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ



کمال آدمیت

ایک سائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کچھ سوالات پیش کرنے کی اجازت چاہی، انسان کامل، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان فرمائی، پھر ارشاد ہوا، ہاں اجازت ہے، دنیا اور آخرت کے بارے میں جو بات چاہو دریافت کرو!

- اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری خواہش ہے کہ سب سے بڑا عالم بن جاؤں
- ارشاد ہوا: اللہ سے ڈرتا رہ، تو سب سے بڑا عالم بن جائے گا
- اس نے کہا: میں چاہتا ہوں سب سے زیادہ مال دار ہو جاؤں
- فرمایا: قناعت اختیار کر، سب سے زیادہ مال دار ہو جائے گا
- اس نے کہا: میں چاہتا ہوں سب سے زیادہ بہتر ہو جاؤں
- ارشاد ہوا: جو شخص لوگوں کو نفع پہنچائے وہ سب سے زیادہ بہتر ہے، تو لوگوں کے لیے نفع بخش بن جا، سب سے بہتر ہو جائے گا
- اس نے کہا: میں سب سے زیادہ عادل اور منصف بننا چاہتا ہوں
- آپ نے ارشاد فرمایا: دوسروں کے لیے وہی پسند کرو اپنے لیے پسند کرتا ہے، تو سب سے زیادہ عادل اور منصف بن جائے گا
- اس نے عرض کیا: خدا کی بارگاہ میں سب سے زیادہ مخصوص اور مقرب بننا چاہتا ہوں
- ارشاد ہوا: تو خدا کا ذکر خوب کیا کر، خدا کی بارگاہ میں مخصوص اور مقرب ہو جائے گا
- اس نے کہا: میرا شمار مخلصین اور صالحین میں ہو جائے
- ارشاد ہوا: تو خدا کی عبادت ایسی کر گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے، اگر اس طرح ممکن نہ ہو تو ایسی عبادت کر جیسے وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے
- اس نے کہا: میں اطاعت گزاروں میں ہونا چاہتا ہوں
- فرمایا: فرض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کر، خیرا شمار اطاعت گزاروں میں ہو جائے گا
- اس نے کہا: میری آرزو ہے کہ حشر میں نور میرے ساتھ ہو
- فرمایا: تو کسی پر ظلم نہ کر، قیامت کے دن نور تیرے ساتھ ہوگا
- اس نے کہا: میں چاہتا ہوں خدا مجھ پر رحم کی نظر فرمائے
- ارشاد ہوا: (تو اطاعت و بندگی کے ذریعے) اپنے اوپر رحم کر، اور (حسن سلوک کے ذریعے) مخلوق پر رحم کر، خدا تجھ پر رحم کی نظر فرمائے گا
- اس نے کہا: میری خواہش ہے، میرے گناہ کم ہو جائیں
- فرمایا: کثرت سے استغفار کیا کر، تیرے گناہ کم ہو جائیں گے
- اس نے کہا: میں بزرگ بننا چاہتا ہوں
- فرمایا: مصیبت کے وقت لوگوں سے اللہ کی شکایت نہ کر، سب سے زیادہ بزرگ ہو جائے گا
- اس نے کہا: میں چاہتا ہوں میرے رزق میں برکت ہو
- فرمایا: تو ہمیشہ پاک (یعنی با وضو) رہ، تیرے رزق میں برکت ہو جائے گی
- اس نے کہا: میری خواہش ہے کہ میرا شمار خدا اور رسول کے دوستوں میں ہو جائے
- فرمایا: جو باتیں خدا اور رسول کو پسند ہیں، ان کو پسند کر اور جن باتوں سے اللہ کو نفرت ہے، ان سے نفرت کر
- تو خدا اور رسول کا دوست بن جائے گا
- اس نے کہا: میں چاہتا ہوں مجھ پر خدا کا غضب نازل نہ ہو
- ارشاد ہوا: تو کسی پر بے جا غصہ نہ کر، خدا کے غضب اور ناراضگی سے بچا رہے گا
- اس نے کہا: میری ہر دعا قبول ہو جایا کرے
- فرمایا: حرام چیزوں اور حرام باتوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھ، جو دعا مانگے گا قبول ہوگی
- اس نے کہا: میں چاہتا ہوں، خدا قیامت میں مجھے سب کے سامنے رسوا نہ کرے
- فرمایا: تو بدکاری سے بچا رہ، قیامت میں رسوا نہ ہوگا
- اس نے کہا: میری خواہش ہے کہ خدا میرے عیب پھیلے
- فرمایا: تو اوروں کی پردہ پوشی کر، خدا تیری پردہ پوشی کرے گا
- پھر اس نے کہا: کون سی نیکی خدا کے نزدیک افضل ہے
- فرمایا: بہترین اخلاق، عجز و انکساری، مصیبتوں پر صبر کرنا، خدا کے فیصلوں پر راضی ہونا افضل ترین نیکیاں ہیں۔

خواتین کا حج و عمرہ

مؤلفہ: (مولانا) خلیل الرحمن نعمانی مظاہری

- ★ اپنے موضوع پر مؤلف رہنمائے حاج کی پہلی کتاب !
- ★ تمام ضروری اور اہم مسائل کا مستند مجموعہ !
- ★ خواتین کے لئے کامل رہبر حج !
- ★ حج و عمرہ کی ادائیگی میں خواتین کا معلم !
- ★ تمام اہم مقامات پر مانگی جانے والی دعاؤں کا مجموعہ !
- ★ چند اہم عنوانات !

- مفید ہدایات ○ حج کی فرضیت اور شرائط ○ حج کی قسمیں ۔
- حج و عمرہ کے افعال ○ مقامات حج ○ جنایات ○ اصطلاحی الفاظ کی تشریح ۔
- حج و عمرہ کس طرح کریں ○ حج بدل ○ احصار ○ دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم
- ★ ضخیم اور طویل کتابوں کا پنخوز ! قابل قدر تحفہ !
- ★ اس کی موجودگی خواتین کو دیگر کتب سے بے نیاز کر دے گی !
- ★ خواتین کی ضروریات کے منظرِ انہیں سے متعلق مسائل کی جامع تالیف ۔
- ★ ہر مکھی پڑھی حج و عمرہ کی شائق مسلمان خاتون کے لئے قیمتی تحفہ !
- نوٹ :- ہدیہ تقسیم کرنے والے حضرات کے لئے خصوصی رعایت ۔
- ۳۰ × ۲۰ سائز ۲۰۸ صفحات - آفٹ کی خوشنما کتابت و طباعت - قیمت

اَتْبَالِ بَكَّةَ حِثَاوَسَہ

صدر - کراچی فون: ۵۷۱۵۷

اَرْمِيَنَّ الَّذِينَ اٰمَنُوا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ

کیا ایمان والوں کے لئے
اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل
اللہ کے ذکر کے لئے جھک جائیں

برکاتِ ذکر

یعنی

فضائلِ ذکر

جس میں

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کے ارشاد
سے وہ آیات و احادیث جمع کی ہیں جن میں ذکر کی برکات کلمہ طیبہ کے
فضائل اور رسوم کلمہ یعنی تسبیحاتِ فاطمہ کے ثواب وارد ہوئے ہیں۔

تالیف

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب اللہ مرقدہ

ناشر: یوسف سنز

ناشران، تاجرانِ کتب و اسٹیشنرز

13 - نیو آر دو بازار - کراچی - فون 214453

فہرست مضامین فضائل ذکر محشی

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
	فصل سوم	۴	باب اول فضائل ذکر
۸۰	{ فضائل ذکر کی احادیث	۴	فصل اول آیات ذکر
	اعمال نامے کی	۱۳	فصل ثانی احادیث ذکر
۹۳	{ ایک عمدہ تمثیل	۲۰	اللہ کے بہترین بندے
	(حاشیہ میں)	۲۱	نرم بستروں والے ذاکر جنت میں
۱۲۶	وضو کے بعد کی دعا	۲۳	ذکر نہ کرنے والا مردے کی طرح ہے
۱۲۷	وفات کے وقت کلمہ طیبہ	۲۴	ذکر صدقہ خیرات سے افضل ہے
۱۳۰	{ افیون کے نقصانات اور	۲۶	ذاکرین پر فرشتوں کا سایہ
	مسواک کے فائدے	۳۰	مجلس کا کفارہ
۱۳۲	ایمان کی ۷۰ شاخیں	۳۵	ذکر اللہ اور عذاب قبر
۱۳۶	باب سوم کلمہ سوم کے فضائل	۳۸	یاد الہی کی خاطر جمع ہونے والے
	فصل اول وہ آیات	۴۱	ذکر کی مجلسیں
۱۳۷	{ جن میں	۴۳	ذکر کی کثرت
	کلمہ سوم کا مضمون ہے	۵۲	فجر اور عصر کے بعد اللہ کا ذکر
۱۵۹	{ فصل دوم کلمہ سوم کی	۵۸	ذکر کے ۷۳ فائدے
	فضیلت کی احادیث	۶۶	باب دوم کلمہ طیبہ
۱۹۵	تسبیح مروجہ کا ثبوت		{ فصل اول وہ آیات جن سے
۲۰۲	خاتمہ — صلوٰۃ التسبیح	۶۷	کلمہ طیبہ مُراد ہے
	حدیث صلوٰۃ التسبیح کی سند پر	۷۶	تکمیل
۲۰۶	{ محدثانہ بحث		{ فصل دوم وہ آیات جن میں
	(عربی زبان میں)	۷۷	کلمہ طیبہ کا ذکر ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ وَاتَّبَاعِهِ

حَمْدًا مَدِينًا الْقَوِيمِ

اللہ جل جلالہ، عم نوالہ کے پاک نام میں جو برکت، لذت، خلاوت، سرور طمانینت ہے وہ کسی ایسے شخص سے مخفی نہیں جو کچھ دن اس پاک نام کی رٹ لگا چکا ہو اور ایک زمانہ تک اس کو حرزِ جان بنا چکا ہو۔ یہ پاک نام دلوں کا سرور اور طمانینت کا باعث ہے۔ خود حق تعالیٰ شانہ، کا ارشاد ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ۔ ترجمہ :- خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں یہ خاصیت ہے کہ اُس سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔ آج کل عام طور سے عالم میں پریشانی ہے۔ روزانہ ڈاک میں اکثر و بیشتر مختلف نوع سے پریشانیوں ہی کا تذکرہ اور تفکرات ہی کی داستان ہوتی ہے۔ اس رسالہ کا مقصد یہی ہے کہ جو لوگ پریشان حال ہیں، خواہ انفرادی طور پر یا اجتماعی طریقہ سے اُن کو اپنے درد کی دوا معلوم ہو جائے اور اللہ کے ذکر کے فضائل کی عام اشاعت سے سعید و مبارک ہستیاں بہرہ مند ہو جائیں۔ کیا بعید ہے کہ اس رسالہ کے دیکھنے سے کسی کو اخلاص سے اس پاک نام کے لینے کی توفیق ہو جائے۔ اور یہ مجھ ناکارہ و بے عمل کیلئے بھی ایسے وقت میں کام آجائے جس وقت صرف عمل ہی کام آتا ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ بلا عمل بھی اپنے فضل سے کسی کی دستگیری فرمائیں یہ دوسری بات ہے۔ اسکے علاوہ اس وقت ایک خاص محرک یہ بھی پیش آیا کہ حق تعالیٰ شانہ، عم نوالہ نے اپنے لطف و احسان سے میرے محترم حضرت مولانا الحافظ الحاج محمد الیاس صاحب کاندھلوی مقیم نظام الدین دہلی کو تبلیغ میں ایک خاص ملکہ اور جذبہ عطا فرمایا ہے جسکی وہ سرگرمیاں جو ہند سے امتحان ہو کر حجاز تک بھی پہنچ گئی ہیں کسی تعارف کی محتاج نہیں رہیں۔ اسکے ثمرات سے ہند و بیرون ہند عموماً اور خطہ رمیوات خصوصاً جس قدر مستمع اور منتفع ہوا اور ہو رہا ہے وہ واقفین سے مخفی نہیں۔ ان کے اصول تبلیغ سب ہی نہایت پختہ مضبوط اور ٹھوس ہیں جن کیلئے عادتہ ثمرات و برکات لازم ہیں۔ ان کے اہم ترین اصول میں سے یہ بھی ہے کہ مبلغین ذکر کا اہتمام رکھیں اور بالخصوص تبلیغی اوقات میں ذکر الہی کی کثرت کیجائے۔ اس ضابطہ کی برکات آنکھوں سے دیکھیں کانوں سے سنیں جس کی وجہ سے اسکی ضرورت

لے مٹھاس، شیرینی، خوشی، سرت، لہ اطمینان، سورہ رعد، رکوع ۴۵ کام کرنے کا تقاضہ۔

خود بھی محسوس ہوئی اور آندھ خود ہم کا بھی ارشاد ہوا کہ فضائل ذکر کو ان لوگوں تک پہنچایا جائے تاکہ جو لوگ محض تعمیل ارشاد میں اب تک اس کا اہتمام کرتے ہیں وہ اس کے فضائل معلوم ہونے کے بعد خود اپنے شوق سے بھی اس کا اہتمام کریں کہ اللہ کا ذکر بڑی دولت ہے۔ اُس کے فضائل کا احاطہ نہ تو مجھ جیسے بے بضاعت کے امکان میں ہے اور نہ واقع میں ممکن ہے۔ اس لئے مختصر طور پر اس رسالہ میں چند روایات ذکر کرتا ہوں اور اسکو تین بابوں پر منقسم کرتا ہوں۔

بابِ اول :- مطلق ذکر کے فضائل میں۔ بابِ دوم :- افضل الذکر کلمہ طیبہ کے بیان میں۔ بابِ سوم :- کلمہ سویم یعنی تسبیحاتِ فاطمہ کے بیان میں۔

پہلا باب فضائل ذکر میں

اللہ تعالیٰ شانہ کے پاک ذکر میں اگر کوئی آیت یا حدیث نبوی نہ بھی وارد ہوتی تب بھی اس منعم حقیقی کا ذکر ایسا تھا کہ بندہ کو کسی آن بھی اس سے غافل نہ ہونا چاہیے تھا کہ اس ذاتِ پاک کے انعام و احسان ہر آن اتنے کثیر ہیں جن کی نہ کوئی انتہا ہے نہ مثال۔ ایسے منعم کا ذکر اس کی یاد، اس کا شکر، اس کی احسان مندی فطری چیز ہے۔

خداوندِ عالم کے قربان میں کرم جسکے لاکھوں ہیں ہر آن میں

لیکن اس کے ساتھ جب قرآن و حدیث اور بزرگوں کے اقوال و احوال اس پاک ذکر کی ترغیب و تحریض سے بھرے ہوئے ہیں تو پھر کیا پوچھنا ہے اس پاک ذکر کی برکات کا اور کیا ٹھکانا ہے اسکے انوار کا، تاہم اول چند آیات، پھر چند احادیث اس مبارک ذکر کے متعلق پیش کرتا ہوں۔

فصل اول آیات ذکر میں

۱۔ پس تم میری یاد کرو (میرا ذکر کرو) میں تمہیں

یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرتے ہو اور ناشکری نہ کرو

۲۔ پھر جب تم (حج کے موقع میں) عرفات سے

واپس آ جاؤ تو مزدلفہ میں (ٹھہر کر) اللہ کو یاد کرو

۱۔ فَادْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي

وَلَا تَكْفُرُونِ (سورہ بقرہ رکوع ۱۸)

۲۔ فَاِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ

لے تمام کے تمام فضائل کا جمع کر دینا لے شوق دلانا، آمادہ کرنا۔

وَادْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ
قَبْلِهِ لَمَنِ الصَّالِّينَ (سورہ بقرہ، رکوع ۲۵)
۳ فَاذْكُرُوا قَضِيَّتُمْ مِمَّا يَسْأَلُكُمْ فَاذْكُرُوا
اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ إِشْدَدْ ذِكْرًا فَمِنَ
النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ
فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (سورہ بقرہ، رکوع ۲۵)
يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي
الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ
أُولَئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِمَّا كَسَبُوا وَاللَّهُ
سَرِيعُ الْحِسَابِ (سورہ بقرہ، رکوع ۲۵)

اور اس طرح یاد کرو جس طرح تم کو بتا رکھا ہے،
درحقیقت تم اس سے پہلے محض نادان واقف تھے۔
۳ پھر جب تم حج کے اعمال پورے کر چکو
تو اللہ کا ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے با (واجداد)
کا ذکر کیا کرتے ہو کہ ان کی تعریفوں میں رطب
اللسان ہوتے ہو، بلکہ اللہ کا ذکر اس سے بھی بڑھ کر
ہونا چاہیے۔ پھر (جو لوگ اللہ کو یاد بھی کر لیتے
ہیں) ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جو اپنی عاؤں
میں یوں کہتے ہیں اے پروردگار ہمیں تو دنیا
ہی میں دیدے (سوان کو تو جو ملنا ہو گا دنیا ہی
میں مل جائیگا) اور ان کیلئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور بعض آدمی یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے
پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بہتری عطا فرما اور آخرت میں بھی بہتری عطا کر اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے
بچا۔ سو یہی ہیں جن کو ان کے عمل کی وجہ سے (دونوں جہان میں) حصہ ملے گا اور اللہ جلد ہی حساب
لینے والے ہیں۔

ف۔ حدیث میں آیا ہے کہ تین شخصوں کی دُعا رد نہیں کی جاتی (بلکہ ضرور قبول ہوتی ہے)
ایک وہ جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو، دوسرے مظلوم، تیسرے وہ بادشاہ جو ظلم نہ کرتا ہو یہ
۴ وَادْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ (سورہ بقرہ، رکوع ۲۵)

۴ اور (حج کے زمانہ میں بھی ٹھیک کر) کئی روز
تک اللہ کو یاد کیا کرو اس کا ذکر کیا کرو۔
۵ اور کثرت سے اپنے رب کو یاد کیا کیجئے
اور صبح شام تسبیح کیا کیجئے۔

۵ وَادْكُرْ رَبَّكَ كَثِيرًا وَسَبِّحْ بِالْعِشِيِّ
وَالْبَكْرِ (سورہ آل عمران، رکوع ۴۴)
۶ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَ
تُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا
بَاطِلًا ۖ سُبْحَنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (سورہ آل عمران، رکوع ۲۰)

۶ (پہلے سے عقلمندوں کا ذکر ہے) وہ ایسے
لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے
بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے ہوئے بھی اور آسمانوں
اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں
(اور غور کے بعد یہ کہتے ہیں) کہ اے ہمارے

رب آپ نے یہ سب بیکار تو پیدا کیا نہیں۔ ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہم کو عذاب جہنم سے بچا لیجئے۔

۷) فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَادْكُرُوا اللَّهَ

قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ (سورہ نسا، رکوع ۱۵)

۷) جب تم نماز (خوف جس کا پہلے سے ذکر

ہے) پوری کر چکو تو اللہ کی یاد میں مشغول ہو جاؤ

کھڑے بھی بیٹھے بھی اور لیٹے بھی، کسی حال میں بھی اُسکی یاد اور اُس کے ذکر سے غافل نہ ہو۔

۸) وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا

كَسَالَىٰ يَوْمَئِذٍ النَّاسِ وَلَا يُذَكِّرُونَ

اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا (سورہ نسا، رکوع ۲۱)

۸) (مُنافقوں کی حالت کا بیان ہے) اور

جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی

سے کھڑے ہوتے ہیں۔ صرف لوگوں کو اپنا نمازی

ہونا دکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی نہیں کرتے مگر یوں ہی تھوڑا سا۔

۹) إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ

بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَ

النَّيْسِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ

الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنتَهُونَ (سورہ مائدہ، رکوع ۲۱)

۹) شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور

جوئے کے ذریعہ سے تم میں آپس میں عداوت

اور بغض پیدا کر دے اور تم کو اللہ کے ذکر اور

نماز سے روک دے۔ بتاؤ اب بھی (ان بُری چیزوں

سے) باز آ جاؤ گے۔

۱۰) وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ

بِالْعَدْوَةِ وَالْعُشِيِّ يَرِيدُونَ وَجْهَهُ

(سورہ انعام، رکوع ۶)

۱۰) اور ان لوگوں کو اپنی مجلس سے علیحدہ نہ

کیجئے جو صبح شام اپنے پروردگار کو پکارتے رہتے

ہیں جس سے خاص اُسکی رضا کا ارادہ کرتے ہیں،

اور پکارا کرو اس کو (یعنی اللہ کو) غافل

کرتے ہوئے اُس کیلئے دین کو۔

۱۱) وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (سورہ اعراف، رکوع ۶)

۱۲) ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ

لَا يَحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (سورہ اعراف، رکوع ۶)

۱۳) وَلَا تُفْسِدُوا

فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ

خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ

مِنَ الْمُحْسِنِينَ (سورہ اعراف، رکوع ۶)

۱۲) تم لوگ پکارتے رہو اپنے رب کو عاجزی

ہوئے اور چپکے چپکے (بھی) بیشک حق تعالیٰ شائے

حد سے بڑھنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں اور

دنیا میں بعد اس کے کہ اسکی اصلاح کر دی گئی

فساد نہ پھیلاؤ اور اللہ جل شانہ کو پکارا کرو خوف

کے ساتھ (عذاب سے) اور طمع کے ساتھ (رحمت میں) بیشک اللہ کی رحمت اچھے کام کرنے والوں کے

بہت قریب ہے۔

۱۳) وَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ

۱۴) اللہ ہی کے واسطے ہیں اچھے نام

فَادْعُوهُ بِهَا (سورہ اعراف، رکوع ۲۳)

۱۳ وَ اذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَ خِيفَةً وَ دُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِاَلْغَدُوِّ وَ الْأَصْلِلِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ

(سورہ اعراف، رکوع ۲۳)

۱۴ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ

(سورہ انفال، رکوع ۱)

پس ان کے ساتھ اللہ کو پکارا کرو۔

۱۵ اور اپنے رب کی یاد کیا کر اپنے دل

میں اور ذرا دھیمی آواز سے بھی اس حالت میں کہ عاجزی بھی ہو اور اللہ کا خوف بھی ہو (ہمیشہ صبح کو بھی اور شام کو بھی اور غافلین میں سے نہ ہو۔)

۱۶ ایمان والے تو وہی لوگ ہیں کہ جب

ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو (اسکی بڑائی کے تصور سے ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان

کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے اللہ پر توکل کرتے ہیں) آگے ان کی نماز وغیرہ کے ذکر کے بعد (ارشاد ہے) یہی لوگ سچے ایمان والے ہیں ان کے لئے بڑے بڑے درجے ہیں۔ ان کے رب کے پاس اور مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔

۱۷ اور جو شخص اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے،

اسکو ہدایت فرماتے ہیں وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے اُنکے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔

۱۸ آپ فرمادیجئے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو، یا

رحمن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکارو گئے (وہی بہتر ہے) کیونکہ اس کے لئے بہت سے اچھے

۱۹ اور جب آپ بھول جاویں تو اپنے رب

کا ذکر کر لیجئے۔

۲۰ آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ (بیٹھنے کا)

پابند رکھا کیجئے جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے

۱۶ وَيَهْدِي إِلَى الْيَمِينِ مَنْ أَذَابَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۝ (سورہ رعد، رکوع ۴)

دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر میں ایسی خاصیت ہے کہ اُس سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔

۱۷ قُلْ ادْعُوا اللَّهَ أَدْعَايَ الْحَمْدِ ۖ

أَيَّامًا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ۖ (سورہ اسراء، رکوع ۱۲)

اچھے نام ہیں۔

۱۸ وَ اذْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ ۖ

(سورہ کہف، رکوع ۱۲)

وَفِي مَسَائِلِ السُّلُوكِ فِيهِ مَطْلُوبَةُ الذِّكْرِ طَاهِرٌ

۱۹ وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ

باب اول

وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ
عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ دَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ۝

(سورہ کہف، رکوع ۳)

رہتے ہیں۔ محض اس کی رضا جوئی کے لئے اور
محض دنیا کی رونق کے خیال سے آپ کی نظر
(یعنی توجہ) ان سے ہٹنے نہ پاوے (رونق سے
یہ مراد ہے کہ رئیس مسلمان ہو جائیں تو اسلام کو
اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی خواہشات

فروغ ہو) اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جس کا دل ہم
کا تابع ہے۔ اور اس کا حال حد سے بڑھ گیا ہے۔

۲۰ وَعَمَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِينَ
عَرْضًا ۝ الَّذِينَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي
غَطَاءٍ عَنْ ذِكْرِي ۝ (سورہ کہف، رکوع ۱۱)

۲۱ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدًا زَكِرًا
إِذْ نَادَى رَبُّهُ نَادًا خَفِيًّا ۝

(سورہ مریم، رکوع ۱)

۲۲ فَادْعُو رَبِّي مُسْعَىٰ ۝ (سورہ مریم، رکوع ۲)

۲۳ إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي
وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ۝ إِنَّ السَّاعَةَ
آتِيَةٌ أَكَادُ أَخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ
بِمَا تَسْعَىٰ ۝ (سورہ طہ، رکوع ۱)

چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ مل جائے۔

۲۴ وَلَا تَتَّبِعَنِ ۝ (سورہ طہ، رکوع ۲)

(سورہ طہ، رکوع ۲)

۲۵ وَنُوحًا إِذْ نَادَىٰ مِنْ قَبْلِهِ ۝

(سورہ انبیاء، رکوع ۶)

ابراہیمؑ کے قہقہے سے) پہلے۔

۲۶ وَيَا يُّسُفَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي
مَسْنِيَّ الصُّرُوفِ ۝ (سورہ انبیاء، رکوع ۶)

۲۰ اور ہم دوزخ کو اس روز (یعنی قیامت
کے دن) کافروں کے سامنے پیش کر دیں گے جن کی
آنکھوں پر ہماری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا۔
۲۱ یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کی مہربانی
فرمانے کا اپنے بندے زکریا (علیہ السلام) پر جب
کہ آنکھوں نے اپنے پروردگار کو چپکے سے پکارا۔
۲۲ اور پکارتا ہوں میں اپنے رب کو (طہی) تمہید
ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر محروم نہ رہوں گا۔

۲۳ بیشک میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا
کوئی معبود نہیں۔ پس تم (اے موسیٰ) میری ہی عبادت
کیا کرو اور میری ہی یاد کیلئے نماز پڑھا کرو بلاشبہ
قیامت آنی والی ہے میں اسکو پوشیدہ رکھنا

۲۴ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام
کو ارشاد ہے) اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔

۲۵ اور نوح (علیہ السلام) کا تذکرہ ان کیجئے
جب کہ پکارا آنکھوں نے اپنے رب کو (حضرت

۲۶ اور یوسف (علیہ السلام) کا ذکر کیجئے جب
کہ آنکھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھ کو

بڑی تکلیف پہنچی اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں۔

۲۷ ﴿ذَٰلَکَ الَّذِیْنَ اِذْ ذٰھَبَ مُغَاضِبًا فَظَنُّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْہِ فَنَادٰہُ فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّٰلِمِیْنَ ۝﴾ (سورہ انبیاء، رکوع ۶)

۲۷ اور پھل ولے (بیغیر یعنی حضرت یونسؑ کا ذکر کیجئے) جب وہ (اپنی قوم سے) خفا ہو کر چلے گئے اور یہ سمجھے کہ ہم ان پر وارگیر نہ کریں گے، پس انھوں نے اندھیروں میں پکارا کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ ہر عیب سے پاک ہیں۔ بیشک میں قصور وار ہوں۔

۲۸ ﴿وَزَکَرِیَّا اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَٰرِثِیْنَ ۝﴾ (سورہ انبیاء، رکوع ۶)

۲۸ اور زکریاؑ (علیہ السلام کا ذکر کیجئے) جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھے لا وارث نہ چھوڑو (اور یوں تو) سب وارثوں سے بہتر (اور حقیقی وارث) آپ ہی ہیں۔

۲۹ ﴿اِنَّہُمْ کَانُوْا یَسْأِرُوْنَ فِی الْخُبْرٰتِ وَ یَدْعُوْنَآرْغَابًا وَرْهَابًا وَ کَانُوْا لَآخِاْرِ شَعِیْنٍ ۝﴾ (سورہ انبیاء، رکوع ۶)

۲۹ بیشک یہ سب لانیہا جن کا پہلے سے ذکر ہو رہا ہے) نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور پکارتے تھے ہم کو (ثواب کی) رغبت اور (عذاب کا) خوف کرتے ہوئے اور تھے سب کے سب ہمارے لئے عاجزی کرنیوالے۔

۳۰ ﴿وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُہُمْ ۝﴾ (سورہ حج، رکوع ۵)

۳۰ اور آپ (جنت وغیرہ کی) خوشخبری سنا دیجئے ایسے خشوع کرنے والوں کو جن کا یہ حال ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔

۳۱ ﴿اِنَّہُمْ کَانَ فَرِیْقٍ مِّنْ عِبَادِیْ یَقُولُوْنَ رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَاٰمُرْ حَمٰنًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الرَّٰحِمِیْنَ ۝ فَاتَّخَذُ تُسُوْہُمْ سِجْرًا حَتّٰی اَنْسُوْکُمْ ذِکْرِیْ وَ کُنْتُمْ مِّنْہُمْ تَضْحَکُوْنَ ۝ اِنِّیْ جَزِیْتُہُمْ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْا اَنْہُمْ ہُمُ الْفٰزِیْنَ ۝﴾ (سورہ مؤمنون، رکوع ۶)

۳۱ (قیامت میں کفار نے گفتگو کے ذیل میں کہا جائیگا کیا تم کو یاد نہیں) میرے بندوں کا ایک گروہ تھا (جو بیچارے ہم سے) یوں کہا کرتے تھے اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو ہم کو بخش دیجئے۔ اور ہم پر رحمت فرمائیے۔ آپ سب زیادہ رحم کرنیوالے ہیں۔ پس تم نے ان کا مذاق اڑایا جسے کہ اس مشغلہ نے تم کو ہماری یاد بھی بھلا دی اور تم ان سے ہنسی کیا کرتے تھے۔ میں نے آج ان کو انکے صبر کا بدلہ دیدیا کہ وہی کامیاب ہوئے۔

۳۲ ﴿رِجَالٌ لَا تُلٰہِیْہُمْ تَحَبُّرٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ اِلَّا یَۤاءَی ۝﴾ (سورہ نور، رکوع ۵)

۳۲ (کابل ایمان والوں کی تعریف کے ذیل میں ہے) وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کو اللہ کے ذکر سے نہ

خسرید غفلت میں ڈالتی ہے نہ فروخت۔

۲۵ وَلَئِنْ كُرِئْتُ الْكُبْرُ (سورہ عنکبوت، رکوع ۵)

۲۶ تَتَجَافَى جُنُوبَهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ
يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ
يُنْفِقُونَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمُ
مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

(سورہ سجدہ، رکوع ۲)

فِي الدَّرَعِ عَنِ الضَّحَاكِ هُمْ قَوْمٌ لَا يَزَالُونَ

يَذْكُرُونَ اللَّهَ وَرَوَى نَحْوَهُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

کہ بندہ اخیر شب میں اللہ کے یہاں بہت مقرب ہوتا ہے اگر تجھ سے ہو سکے تو اس وقت اللہ کا ذکر کیا کرے

۲۷ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ

حَسَنَةٌ لِمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ

وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۝ (سورہ احزاب، رکوع ۱۲)

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو (کہ جب حضور لڑائی میں شریک ہوئے اور جہاد کیا تو اسکے لئے کیا مانع ہو سکتا ہے۔

۲۸ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ

أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝

کر نیوالے مرد اور اللہ کا ذکر کرنیوالی عورتیں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے

۲۹ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ

ذِكْرًا كَثِيرًا ۝ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا

(سورہ احزاب، رکوع ۶)

۳۰ وَلَقَدْ نَادَيْنَا نُوْحًا فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُونَ

(سورہ صافات، رکوع ۳)

۳۱ فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ

اللَّهِ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

(سورہ زمر، رکوع ۲)

۳۲ اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔

۳۳ ان کے پہلو خواہگا ہوں سے علیحدہ رہتے

ہیں اس طرح پر کہ عذاب کے ڈر سے اور رحمت کی

امید سے وہ اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ہماری

دی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں۔ پس کسی کو

بھی خبر نہیں کہ ایسے لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک

کا کیا کیا سامان خزانہ غیب میں محفوظ ہے جو بدلہ

ان کے اعمال کا۔ ف:- ایک حدیث میں آیا ہے

اللہ کا ذکر کیا کرے

۳۴ بیشک تم لوگوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کا نمونہ موجود تھا۔ یعنی ہر اس شخص کیسے

جو اللہ سے اور آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو (کہ جب حضور لڑائی میں شریک ہوئے اور جہاد کیا تو اسکے لئے کیا مانع ہو سکتا ہے۔

۳۵ پہلے سے مومنوں کی صفات کا بیان ہے

اُس کے بعد ارشاد ہے) اور بحسب اللہ کا ذکر

کرنیوالے مرد اور اللہ کا ذکر کرنیوالی عورتیں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے

۳۶ اے ایمان والو تم اللہ تعالیٰ کا خوب

کثرت سے ذکر کیا کرو اور صبح شام اسکی

تسبیح کرتے رہو۔

۳۷ اور پکارا تھا ہم کو نوح (علیہ السلام) نے

پس ہم خوب فریاد سننے والے ہیں۔

۳۸ پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جن

کے دل اللہ کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے۔ یہ

لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

۳۰ اللّٰهُ نَزَلَ اَحْسَنَ الْكِتَابِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَكُلُّهُمْ اِلَىٰ ذِكْرِ اللّٰهِ ذَلِكِ هُدًى لِّلّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاءُ عَزَّ (سورہ زمر، رکوع ۳۷)

۳۱ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ○ (سورہ مومن، رکوع ۲۷)

۳۲ هُوَ الْحَيُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ○ (سورہ مومن، رکوع ۲۷)

۳۳ وَمَنْ يَّعِشْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نَقِيْضٌ لِّهٖ شَيْطٰنًا فَهٗوَ كَذٰبٌ قَرِيْنٌ ○ (سورہ زخرف، رکوع ۳۷)

۳۴ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ بَعَاثْنٰهُ عَلٰى الْكُفٰرِ رَحْمَةً لِّبَيْنِهِمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا سَجْدًا يَّيْتَبِعُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سَيِّمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السَّجْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ هُمْ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ثَمَرٌ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطَاةً فَازَرَّهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَمٰ عَلَى سُوْقٍ يُعْجَبُ الزَّرْعُ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفٰرَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاجْرًا عَظِيْمًا ○ (سورہ فتح، رکوع ۳۷)

اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہو گئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی۔ اسی طرح صحابہ میں اول منعت تھا پھر روزانہ قوت بڑھتی گئی اور اللہ نے یہ نشوونما اسلئے دیا تاکہ ان سے کافروں کو جلائے۔ اللہ نے تو ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کر رہے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔ ف: آیت شریفہ

۳۵ الشّٰرِطُ جَلَّالٌ نَّهٗ بَرَّاعُمَدَهٗ كَلَامٍ (یعنی قرآن) نازل فرمایا جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے۔ بار بار دہرائی گئی جس سے ان لوگوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب کے ڈرتے ہیں۔ پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کے

۳۶ پس پکارو اللہ کو خالص کرتے ہوئے اُس کیلئے دین کو، گو کافروں کو ناگوار ہو۔

۳۷ وہی زندہ ہے اُسکے سوا کوئی لائق عبادت کے نہیں پس تم خالص اعتقاد کر کے اُسکو پکارا کرو۔

۳۸ جو شخص رحمان کے ذکر سے (جان بوجھ) اندھا ہو جائے ہم اُس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ پس وہ (ہر وقت) اُسکے ساتھ رہتا ہے۔

۳۹ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان اور

اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں اور کبھی سجدہ اور اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں اور خشوع خضوع کے

آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہ اُن کے اوصاف توراۃ میں ہیں اور انجیل میں جیسا کہ کہتی کہ اُس نے اول اپنی سوتی کھالی

پھر اسکو قوی کیا پھر وہ کھیتی اور موٹی ہوئی پھر اسی طرح صحابہ میں اول منعت تھا پھر روزانہ قوت بڑھتی گئی اور اللہ نے یہ نشوونما اسلئے دیا تاکہ ان سے کافروں کو جلائے۔ اللہ نے تو ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کر رہے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔ ف: آیت شریفہ

۴۰ اللّٰهُ نَزَلَ اَحْسَنَ الْكِتَابِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَكُلُّهُمْ اِلَىٰ ذِكْرِ اللّٰهِ ذَلِكِ هُدًى لِّلّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاءُ عَزَّ (سورہ زمر، رکوع ۳۷)

میں گویا ہر طور پر رکوع و سجود اور نماز کی فضیلت زیادہ تر مقصود ہے اور وہ تو ظاہر ہے لیکن کلمۂ طیبہ کے دوسرے جزو محمد رسول اللہ کی فضیلت بھی اس سے ظاہر ہے۔

امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ اوپر سے صلح حدیبیہ میں کفار کے انکار پر اور اس بات کے اصرار کرنے پر کہ محمد رسول اللہؐ لکھو محمد بن عبد اللہ لکھو۔ حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ اللہ خود گواہ ہیں اس بات پر کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور جب بھیجنے والا خود اقرار کرے کہ فلاں شخص میرا قاصد ہے تو لاکھ کوئی انکار کرے اس کے انکار سے کیا ہوتا ہے۔ اسی گواہی کے اقرار کیلئے اللہ جل شانہ نے محمد رسول اللہؐ ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد آیت شریفہ میں اور بھی کئی اہم مضامین ہیں۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ چہرہ کے آثار نمایاں ہونے کی فضیلت ہے۔ اس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ ایک یہ بھی ارشاد ہے کہ شب بیداروں کے چہروں پر جو انوار و برکات ظاہر ہوتے ہیں وہ مراد ہیں۔ امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ یہ محقق امر ہے کہ رات کو دو شخص جاگیں ایک لہو و لعب میں مشغول رہے دوسرا نماز قرآن اور علم کے سیکھنے میں مشغول رہے۔ دوسرے دن دونوں کے چہرے کے نور میں کھلا ہوا فرق ہوگا۔ جو شخص لہو و لعب میں مشغول ہے وہ اُس جیسا ہو ہی نہیں سکتا جو ذکر و شکر میں رات بھر لگا ہے تیسری اہم بات یہ ہے کہ حضرت امام مالکؒ اور ایک جماعت نے علماء کی اس آیت سے اُن لوگوں کے کفر پر استدلال کیا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو گالیاں دیتے ہیں، بُرا کہتے ہیں اُن سے بغض رکھتے ہیں۔

﴿الْحَمِيَانُ لَكِنِّينَ اَمَنُوا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (سورہ مدیدہ رکوع ۱۲)
﴿اَسْتَخُوذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَانْسَهُمْ﴾
﴿ذَكَرَ اللّٰهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾

(سورہ مجادلہ، رکوع ۳)

﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوْا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تَفْلَحُوْنَ﴾ (سورہ مجد رکوع ۱۲)

ہونے کی اجازت ہے، لیکن اُس میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو تاکہ تم فلاح کو پہنچ جاؤ۔

لہٰذا بن کثیرؒ،

﴿۱﴾ کیا ایمان والوں کیلئے اس کا وقت نہیں آیا کہ اُنکے دل خدا کی یاد کی واسطے جھک جائیں۔

﴿۲﴾ (پہلے سے منافقوں کا ذکر ہے) ان پر شیطان کا تسلط ہو گیا۔ پس اس نے ان کو ذکر اللہ سے غافل کر دیا۔ یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں خوب سمجھ لو بات محقق ہے کہ شیطان کا گروہ خسارہ والا ہے۔

﴿۳﴾ پھر جب (جمعہ کی) نماز پوری ہو چکے تو

(تم کو اجازت ہے کہ) تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو (یعنی دنیا کے کاموں میں مشغول

ہوئے کی اجازت ہے) لیکن اُس میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو تاکہ تم فلاح کو پہنچ جاؤ۔

۴۸ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ
أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ
وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ
الْخَاسِرُونَ ○

(سورہ منافقون، رکوع ۲)

۴۹ وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ
يُسْلِكْهُ عَذَابًا مُّصْعَدًا ○

(سورہ جن، رکوع ۱۱)

۵۰ وَأَنْتُمْ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ
كَادُوا يُكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ○ قُلْ إِنَّمَا
أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ○

(سورہ جن، رکوع ۱)

۵۱ وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَشَّلُ الْيَتِيمَ
تَبَتُّلًا ○

(سورہ مزمل، رکوع ۱)

(منقطع کر کے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے تعلق کے مقابلہ میں سب مغلوب ہوں۔)

۵۲ وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا
وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهَا وَسَبِّحْهُ لَيْلًا
طَوِيلًا ○ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَ
دَيْنَارًا ○

(سورہ دھر، رکوع ۲)

رکھتے ہیں اور اپنے آگے (آنے والے) ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔

۵۳ وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُوا
بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَ
يَقُولُونَ إِنَّا لَنَجُوزُ ○

(سورہ قلم، رکوع ۲)

۴۸ اے ایمان والو تم کو تمہارے مال
اور اولاد اللہ کے ذکر سے اس کی یاد سے غافل
نہ کرنے پائیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ
والے ہیں کیونکہ یہ چیزیں تو دنیا ہی میں ختم ہونے
والی ہیں اور اللہ کی یاد آخرت میں کام دینے والی ہے
۴۹ اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے
روگردانی اور اعراض کریگا۔ اللہ تعالیٰ اُس کو
سخت عذاب میں داخل کریگا۔

۵۰ جب خدا کا خاص بندہ (یعنی محمد
صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کو پکارنے کے لئے کھڑا
ہوتا ہے تو یہ کافر لوگ اُس بندہ پر
بھیڑ لگانے کو ہوجاتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے
کہ میں تو صرف اپنے پروردگار ہی کو پکارتا ہوں اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

۵۱ اور اپنے رب کا نام لیتے رہیں اور سب
تعلقات منقطع کر کے اُسی کی طرف متوجہ رہیں۔

۵۲ اور اپنے رب کا صبح اور شام نام لیتے رہا
کیجئے اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی اُس کو
سجدہ کیا کیجئے اور رات کے بڑے حصہ میں اسکی
تسبیح کیا کیجئے (مراد اس سے تہجد کی نماز ہے)
یہ لوگ (جو آپ کے مخالف ہیں) دنیا سے محبت

۵۳ یہ کافر لوگ جب ذکر (قرآن) سنتے ہیں،
(تو شدت عداوت سے) ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ
گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے
اور کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ یہ تو مجنوں ہیں۔

ف:- نگاہ سے پھسلا کر گرا دینا کنایہ ہے دشمنی کی زیادتی سے جیسا کہ ہمارے یہاں بولتے ہیں ایسا دیکھ رہا ہے کہ کھاجائے گا۔ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ جس کو نظر لگ گئی ہو اُس پر اس آیت شریفہ کو پڑھ کر دم کرنا مفید ہے۔ (جمل)

۵۲ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ۝

(سورہ اعلیٰ، رکوع ۱)

۵۳ بیشک بامراد ہو گیا وہ شخص جو (برے اخلاق سے) پاک ہو گیا اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔

فصل دوم

جب کہ اس مضمون میں قرآن پاک کی آیات اس کثرت سے موجود ہیں تو احادیث کا کیا پوچھنا کیوں کہ قرآن شریف کے کل تیس پارے ہیں اور حدیث شریف کی لاتعداد کتابیں ہیں اور ہر کتاب میں بیشمار حدیثیں ہیں۔ ایک بخاری شریف ہی کے بڑے بڑے تیس پارے ہیں اور ابوداؤد شریف کے تیس پارے ہیں اور کوئی کتاب بھی ایسی نہیں کہ اس مبارک ذکر سے خالی ہو۔ اسلئے احادیث کا احاطہ تو کون کر سکتا ہے نمونہ اور عمل کے واسطے ایک آیت اور حدیث بھی کافی ہے۔ اور جسکو عمل ہی نہیں کرنا اُس کیلئے دفتر کے دفتر بھی بیکار ہیں۔

۱ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اُس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بے گناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں۔ اور اگر بندہ میری

۱ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأَ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأَ خَيْرِهِمْ وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ شَبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا وَإِنْ أَتَانِي يَسْتَشِينُ أَتَيْتُهُ هَرُوكَةً۔ رواه احمد و البخاری ومسلم والترمذی والنسائی

۱۰ معلومات ہونے کے باوجود جو شخص عمل سے کورا ہو اکی سال ایسی بے جیسے گدھے پر کچھ کتابیں لدی ہوئی ہیں (قرآن کریم)

وابن ماجہ والبیہقی فی الشعب وخرج
احمد والبیہقی فی الاسماء والصفات
عن انس بمعناه بلفظ یا ابن ادم اذا
ذکرتنی فی نفسك الحدیث۔ وفی الباب
عن معاذ بن انس عند الطبرانی
باسناد حسن وعن ابن عباس عند
البرزاس باسناد صحیح والبیہقی وغیرہا •
وعن ابی ہریرۃ عند ابن ماجہ وابن
حبان وغیرہما بلفظ انا مع عبدی اذا
ذکرنی وتحرکت بی شفتا کما فی الدار
المنشور والترغیب للمندسری والمشکوۃ
مختصراً وفیہ بروایۃ مسلم عن ابی ذر
بمعناه وفی الاتحاف علقہ البخاری
عن ابی ہریرۃ بصیغۃ الجزم ورواہ ابن
حبان من حدیث ابی الدرداء۔

طرف ایک بارشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک
ہاتھ اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ
ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ اُدھر متوجہ
ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے
تو میں اس کی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔

ف :- اس حدیث شریف میں کئی
مضمون وارد ہیں۔ اول یہ کہ بندہ کے ساتھ
اس کے گمان کے موافق معاملہ کرتا ہوں۔
جس کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ سے
اس کے لطف و کرم کی اُمید رکھنا چاہیے، اُگی
رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیے۔ یقیناً
ہم لوگ گنہگار ہیں اور سراپا گناہ اور اپنی
حرکتوں اور گناہوں کی سزا اور بدلہ کا یقین ہے
لیکن اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہیں ہونا چاہیے
کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہ محض اپنے لطف
و کرم سے بالکل ہی معاف فرماویں کہ اِنَّ اللہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ
لِمَنْ یَّشَآءُ کلام اللہ شریف میں وارد ہے۔

ترجمہ :- حق تعالیٰ شانہ شرک کے گناہ کو تو معاف نہیں فرمائیں گے۔ اسکے علاوہ جس کو چاہیں گے
سب کچھ معاف فرمائیں گے۔ لیکن ضروری نہیں کہ معاف فرما ہی دیں۔ اسی وجہ سے علماء فرماتے
ہیں کہ ایمان امید و خوف کے درمیان ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان صحابیؓ کے
پاس تشریف لے گئے وہ نزع کی حالت میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کس
حال میں ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ اللہ کی رحمت کا اُمیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈر رہا ہوں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں یعنی اُمید و خوف جس بندہ کے دل میں ایسی حالت
ہوں تو اللہ جل شانہ جو اُمید ہے وہ عطا فرمادیتے ہیں اور جس کا خوف ہے اُس سے اس عطا

لے اسلئے کہ مضابطے اور قانون کے لحاظ سے تو گرفت ہونی چاہیے اور کرم ہو جائے تو بخش بھی دیں، لیکن کرم تو مرضی مولایہ ہوتا ہے، تیار
آدمی کو مضابطے کے مطابق ہی کرنی چاہیے۔

فرماتے ہیں :-

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مومن اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے کہ گویا ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور وہ پہاڑ اس پر گرنے لگا اور فاجر شخص گناہ کو ایسا سمجھتا ہے گویا ایک مکھی بیٹھی تھی اڑادی یعنی ذرا پرواہ نہیں ہوتی، مقصود یہ ہے کہ گناہ کا خوف اس کے مناسب ہونا چاہیے اور رحمت کی امید اس کے مناسب۔

حضرت معاذ بن طاعونؓ میں شہید ہوئے، انتقال کے قریب زمانہ میں بار بار غشی ہوتی تھی جب افاقہ ہوتا تو فرماتے یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ مجھ کو تجھ سے محبت ہے۔ تیری عزت کی قسم تجھے یہ بات معلوم ہے۔ جب بالکل موت کا وقت قریب آگیا تو فرمایا کہ اے موت تیرا آنا مبارک ہے، کیا ہی مبارک مہمان آیا مگر فاقہ کی حالت میں یہ مہمان آیا ہے۔ اسکے بعد فرمایا اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں ہمیشہ تجھ سے ڈرتا رہا آج تیرا امیدوار ہوں۔ یا اللہ مجھے زندگی کی محبت تھی مگر نہر کھودنے اور باغ لگانے کے واسطے نہیں تھی۔ بلکہ گرمیوں کی شدت پیاس برداشت کرنے اور (دین کی خاطر) مشقتیں جھیلنے کے واسطے اور ذکر کے حلقوں میں علمائے پاس جم کر بیٹھنے کے واسطے تھی۔ بعض علمائے لکھا ہے کہ حدیث بالا میں گمان کے موافق معاملہ عام حالات کے اعتبار سے ہے خاص مغفرت کے متعلق نہیں دعائے وسعت اسن وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں۔ مثلاً دعا کے ہی متعلق سمجھو، مطلب یہ ہے کہ اگر بندہ یہ یقین کرتا ہے کہ میری دعا قبول ہوتی ہے اور ضرور ہوگی تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور اگر یہ گمان کرے کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی تو ویسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ دوسری احادیث میں آیا ہے کہ بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک یہ نہ کہنے لگے کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی۔ اسی طرح صحت تو نگر وغیرہ سب امور کا حال ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو فاقہ کی نوبت آئے اگر اس کو لوگوں سے کہتا پھرے تو تو نگر نصیب نہیں ہوتی۔ اللہ کی بارگاہ میں عرض معروض کرے تو جلد یہ حالت دور ہو جائے، لیکن یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کے ساتھ حسن ظن اور چیز ہے اور اللہ پر گھمنہ دوسری چیز ہے۔ کلام اللہ شریف میں مختلف عنوانات سے اس پر تنبیہ کی گئی۔ ارشاد ہے، وَلَا يَغْفِرَ لَكُمْ وَاللَّهُ الْغَرُورُ (اور دھوکہ میں نہ ڈالے تم کو دھوکہ باز) یعنی شیطان تم کو یہ نہ سمجھائے کہ گناہ کئے جاؤ اللہ غفور رحیم ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے أَطْلَعُ الْغُيُوبَ أَوْ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ

لہ جمع الفوائد (ز) ۱۱۱ پلگ مشہور دبائی بیماری ہے۔

۱۱۱ تہذیب اللغات (ز) یعنی تہذیب الاسماء والافات للنوی القسم الاول جلد ۲ ص ۱۱۱۔

عَقْدًا۔ کَلَّا (کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا یا اللہ تعالیٰ سے اُس نے عہد کر لیا ہے ایسا ہرگز نہیں) دوسرا مضمون یہ ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اُسکے ساتھ ہوتا ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو جب تک اُسکے ہونٹ میری یاد میں حرکت کرتے رہتے ہیں میں اُسکے ساتھ ہوتا ہوں یعنی میری خاص توجہ اس پر رہتی ہے اور خصوصی رحمت کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ تیسرا مضمون یہ ہے کہ میں فرشتوں کے مجمع میں ذکر کرتا ہوں یعنی تفاعل کے طور پر اُس کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ آدمی کی خلقت جس ترکیب سے ہوئی ہے اُس کے موافق اس میں اطاعت اور معصیت دونوں کا مادہ رکھا ہے۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں آرہا ہے۔ اس حالت میں طاعت کا کرنا یقیناً تفاعل کا سبب ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ فرشتوں نے ابتداء خلقت کے وقت عرض کیا تھا۔ ”آپ ایسی مخلوق کو پیدا فرماتے ہیں جو دنیا میں خونریزی اور فساد کرے گی۔“ اور اسکی وجہ بھی وہی مادہ فساد کا ان میں ہونا ہے بخلاف فرشتوں کے کہ ان میں یہ مادہ نہیں اسی لئے انھوں نے عرض کیا تھا کہ تیری تسبیح و تقدیس ہم کرتے ہی ہیں۔ تیسرے اس وجہ سے کہ انسان کی اطاعت اس کی عبادت فرشتوں کی عبادت سے اسوجہ سے بھی افضل ہے کہ انسان کی عبادت غیب کے ساتھ ہے اور فرشتوں کی عالم آخرت کے مشاہدہ کے ساتھ ہے۔ اسی کی طرف اللہ پاک کے اس کلام میں اشارہ ہے کہ اگر وہ جنت و دوزخ کو دیکھ لیتے تو کیا ہوتا۔ ان وجوہ سے حق تعالیٰ شانہ اپنے یاد کرنے والوں اور اپنی عبادت کرنیوالوں کے کارنامے جتاتے ہیں۔ چوتھا مضمون حدیث میں یہ ہے کہ بندہ جس درجہ میں حق تعالیٰ شانہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اُس سے زیادہ توجہ اور لطف اللہ جل شانہ کی طرف سے اُس بندہ پر ہوتا ہے یہی مطلب ہے قریب ہونے اور دور کر چلنے کا کہ میرا لطف اور میری رحمت تیری کے ساتھ اُس کی طرف چلتی ہے۔ اب ہر شخص کو اختیار ہے کہ جس قدر رحمت و لطف الہی کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے اتنی ہی اپنی توجہ اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف بڑھائے۔ پانچویں بحث اس حدیث شریف میں یہ ہے کہ اس میں فرشتوں کی جماعت کو بہتر بتایا ہے۔ ذکر کرنے والے شخص سے حالانکہ یہ مشہور امر ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اسکی وجہ تو ترجمہ میں ظاہر کر دی گئی کہ انکا بہتر ہونا ایک خاص حیثیت سے ہے کہ وہ معصوم ہیں اُن سے گناہ ہو

لہ یعنی کیا گزشتی ہے کہ وہ بخشا گیا۔ وہ جہاں غفور رحیم سے دباں غنی محمد بھی تو ہے۔ اور پھر صاحب اختیار ہے چاہے غصہ چاہے پھر کرے لہ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ انسان اشرف المخلوقات اپنی صلاحیتوں اور اندرونی استعداد کے لحاظ سے ہے جب یہ ان صلاحیتوں کا صحیح استعمال نہیں کرتا تو پھر بھی انسان ارذل المخلوقات اور چوپایوں سے زیادہ بہتر بھی ہوتا ہے۔ اولئذ لا تغافل (سورۃ الاعراف آیت ۱۷۹)

والحصن الحصين والترغيب
للنذري وذكره في اجماع الصغير
مختصر اعزاه الى ابن حبان في
صحيحه وابن السني في عمل اليوم
والليلة والطبراني في الكبير والبيهقي
في الشعب وفي مجمع الزوائد رواه الطبراني
باسانيد.

میں سے ایک چیز جو سب سے اہم ہو مجھے
ایسی بتا دیجئے کہ اسکو مضبوط پکڑ لوں اور
ہر وقت ہر جگہ چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے
کرتا رہوں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ
چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص کو یہ مل جائیں
اسکو دین و دنیا کی بھلائی مل جائے، ایک
وہ زبان جو ذکر میں مشغول رہنے والی ہو۔

دوسرے وہ دل جو شکر میں مشغول رہتا ہو۔ تیسرے وہ بدن جو مشقت برداشت کرنے والا ہو۔
چوتھے وہ بیوی جو اپنے نفس میں اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرے۔ نفس میں خیانت یہ
ہے کہ کسی قسم کی گندگی میں مبتلا ہو جائے۔ رطب اللسان کا مطلب اکثر علماء نے کثرت کا
لکھا ہے اور یہ عام محاورہ ہے ہمارے عرف میں بھی جو شخص کسی کی تعریف یا تذکرہ کثرت
سے کرتا ہے تو یہ بولا جاتا ہے کہ فلاں کی تعریف میں رطب اللسان ہے مگر بندہ ناچیز کے
خیال میں ایک دوسرا مطلب بھی ہو سکتا ہے وہ یہ کہ جس سے عشق و محبت ہوتی ہے اس کے
نام لینے سے منہ میں ایک لذت اور مزہ محسوس ہوا کرتا ہے جن کو باپ عشق سے کچھ سابقہ
پڑ چکا ہے وہ اس سے واقف ہیں۔ اس بنا پر مطلب یہ ہے کہ اس لذت سے اللہ کا پاک نام
لیا جائے کہ مزہ آجائے۔ میں نے اپنے بعض بزرگوں کو بکثرت دیکھا ہے کہ ذکر یا الجہر کرتے
ہوئے ایسی تراوٹ آجاتی ہے کہ پاس بیٹھنے والا بھی اسکو محسوس کرتا ہے اور ایسا منہ میں
پانی بھر جاتا ہے۔ کہ ہر شخص اسکو محسوس کرتا ہے مگر یہ جب حاصل ہوتا ہے کہ جب دل میں خشک
ہو اور زبان کثرت ذکر کے ساتھ مالتوس ہو چکی ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ سے محبت
کی علامت اُسکے ذکر سے محبت ہے اور اللہ سے بغض کی علامت اُسکے ذکر سے بغض ہے۔

حضرت ابو درداء فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبان اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہتی
ہے وہ جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

۳ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
مرتبہ صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ میں تم کو ایسی چیز
نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین چیز ہے

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا
أَتَبْعُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ وَأَزْكَاهَا

لے اس حدیث کو طبرانی نے معجم کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں بروایت عبد الرحمن بن عباس نے نقل کیا ہے۔

عِنْدَ مَلِيكَكُمْ وَارْفَعَهَا فِي دَسَجَاتِكُمْ وَ
خَيْرَ لَكُمْ مِّنْ اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ
وَخَيْرَ لَكُمْ مِّنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ
تَضَرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوْا اَعْنَاقَكُمْ
قَالُوْا بَلَىٰ قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ اَخْرَجَ اَحْمَدُ
وَالْتَرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ ابِي
الدُّنْيَا وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَ وَابْنُ بَيْهَقٍ كَذَا فِي
الدَّرَرِ وَالْحَصْنِ الْحَصِينِ قُلْتُ قَالَ
الْحَاكِمُ صَحِيحٌ اِلَّا سَنَادًا وَلَمْ يَخْرُجْ اَه
اَقْرَبَ عَلَيْهِ الذَّهَبُ وَرَقْمٌ فِي الْجَامِعِ
الصَّغِيرِ بِالصَّحِيحَةِ وَاَخْرَجَ اَحْمَدُ عَنْ
مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ كَذَا فِي الدَّرَرِ وَفِيهِ
اَيْضًا بِرَوَايَةِ اَحْمَدَ وَالتَّرْمِذِيِّ وَابْنِ بَيْهَقٍ
عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَى الْعِبَادَ اَفْضَلَ دَرَجَةً
عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ الَّذِي اَكْرَمَ
اللّٰهُ كَثِيْرًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنْ
الْغَازِي فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ لَوْ ضَرَبَ
بَسِيْفِهِ فِي الْكُفَّارِ وَالْمُشْرِكِيْنَ حَتَّى
يَنْكَبِرَ وَيَخْتَضِبَ دَمًا لَكَانَ الَّذِي اَكْرَمَ
اللّٰهُ اَفْضَلَ مِنْهُ دَرَجَةً۔

اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ
پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو بہت زیادہ بلند
کرنے والی اور سونے چاندی کو (اللہ کے
راستہ میں) خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر
اور (جہاد میں) تم دشمنوں کو قتل کرو وہ تم کو
قتل کریں اس سے بھی بڑھی ہوئی۔ صحابہ رضی
نے عرض کیا ضرور بتادیں۔ آپ نے ارشاد
فرمایا اللہ کا ذکر ہے۔

ف:- یہ عام حالت اور ہر وقت
کے اعتبار سے ارشاد فرمایا ہے ورنہ وقتی
ضرورت کے اعتبار سے صدقہ جہاد وغیرہ
امور سب سے افضل ہو جاتے ہیں۔ اسی
وجہ سے بعض احادیث میں ان چیزوں کی
افضلیت بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ ان
کی ضرورتیں وقتی ہیں اور اللہ پاک کا ذکر
 دائمی چیز ہے اور سب سے زیادہ اہم اور
افضل ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر چیز کیلئے کوئی صفت
کرنیوالی اور میل کھیل دوڑ کرنے والی چیز
ہوتی ہے مثلاً کپڑے اور بدن کیلئے صابون
لوہے کیلئے آگ کی بھٹی وغیرہ (غیرہ) دلوں کی

صفائی کرنیوالی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور کوئی چیز اللہ کے عذاب سے بچانے والی اللہ کے
ذکر سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اس حدیث میں چونکہ ذکر کو دل کی صفائی کا ذریعہ اور سبب
بتایا ہے اس سے بھی اللہ کے ذکر کا سب سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اسلئے کہ ہر عبادت
اسی وقت عبادت ہو سکتی ہے جب اخلاص سے ہو اور اس کا مدار دلوں کی صفائی پر ہے
اسی وجہ سے بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ذکر سے مراد ذکر قلبی ہے نہ کہ زبانی ذکر

اور ذکر قلبی یہ ہے کہ دل ہر وقت اللہ کے ساتھ وابستہ ہو جائے اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ حالت ساری عبادتوں سے افضل ہے اسلئے کہ جب یہ حالت ہو جائے تو پھر کوئی عبادت چھوٹ ہی نہیں سکتی کہ سارے اعضاء ظاہرہ و باطنہ دل کے تابع ہیں۔ جس چیز کے ساتھ دل وابستہ ہو جاتا ہے سارے ہی اعضاء اسکے ساتھ ہو جاتے ہیں عشاق تھے حالات سے کون بے خبر ہے اور بھی بہت سی احادیث میں ذکر کا سب سے افضل ہونا وارد ہوا ہے۔ حضرت سلمان رضی سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عمل کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ تم نے قرآن شریف نہیں پڑھا۔ قرآن پاک میں ہے: وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ کوئی چیز اللہ کے ذکر سے افضل نہیں۔ حضرت سلمانؓ نے جس آیت شریفہ کی طرف اشارہ فرمایا وہ اکیسویں پارہ کی پہلی آیت ہے۔ صاحب مجالس الابرار کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اللہ کے ذکر کو صدقہ اور جہاد اور ساری عبادات سے افضل اسلئے فرمایا کہ اصل مقصود اللہ کا ذکر ہے اور ساری عبادتیں اُس کا ذریعہ اور آلہ ہیں اور ذکر بھی دو قسم کا ہوتا ہے ایک زبانی اور ایک قلبی جو زبان سے بھی افضل ہے اور وہ مراقبہ اور دل کی سوچ ہے اور یہی مراد ہے اس حدیث سے۔ ہمیں آیا ہے کہ ایک گھڑی کا سوچنا شتر برس کی عبادت سے افضل ہے۔ مسند احمد میں ہے حضرت اہل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کا ذکر اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے ساٹ لاکھ حصہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس تقریر سے یہ معلوم ہو گیا کہ صدقہ اور جہاد وغیرہ جو وقتی چیزیں ہیں وقتی ضرورت کے اعتبار سے اُن کی فضیلت بہت زیادہ ہو جاتی ہے لہذا ان احادیث میں کوئی اشکال نہیں جن میں ان چیزوں کی فضیلت وارد ہوئی ہے پچنانچہ ارشاد ہے کہ تھوڑی دیر کا اللہ کے راستہ میں کھرا ہونا اپنے گھر پر شتر سال کی نماز سے افضل ہے حالانکہ نماز بالاتفاق افضل ترین عبادت ہے لیکن کفار کے هجوم کے وقت جہاد اُس سے بہت زیادہ افضل ہو جاتا ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْذُ كُرْنِ اللَّهِ أَقْوَامٌ فِي الدُّنْيَا عَلَى الْفَرُشِ الْمُسْتَهْدَةِ يُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ دنیا میں نرم نرم بستروں پر اللہ تعالیٰ شانہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ جنت

۱۔ سورۃ العنکبوت آیت ۲۵۔

۲۔ رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس کما فی کنوز الحقائق للناوی ولفظہ تفکیر ساعۃ خیر من عبادۃ سبعین سنۃ۔

الدَّرَجَاتِ الْعُلَىٰ أَخْرَجَ ابْنُ حَبَّانٍ كَذَا
فِي الدَّرَجَاتِ وَيُؤَيِّدُهُ الْحَدِيثُ الْمَتَقَدِّمُ
قَرِيبًا بِلَفْظٍ أَرْفَعُهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَأَيْضًا
قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَقَ
الْمُفَرِّدُونَ قَالُوا وَمَا الْمُفَرِّدُونَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الَّذِينَ يَكُونُونَ اللَّهُ كَثِيرًا
وَالَّذِينَ يَكُونُونَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ كَذَا فِي الْحَصَنِ
وَفِي رَوَايَةٍ قَالَ الْمُتَهَيِّدُونَ فِي ذِكْرِ
اللَّهِ يَضَعُ الَّذِينَ كَرَعْنَاهُمْ أَثْقَالَهُمْ فَيَأْتُونَ
يَوْمَ الْقِيَمَةِ خِفَافًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ
الْحَاكِمُ مُخْتَصَرًا وَقَالَ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ
الْشَيْخَيْنِ وَفِي الْجَامِعِ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ
عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَيْضًا۔

کے اعلیٰ درجوں میں اُن کو پہنچا دیتا ہے۔
ف :- یعنی دنیا میں مشقتیں جھیلنا
صعوبتیں برداشت کرنا آخرت کے رفیع
درجات کا سبب ہے اور جتنی بھی دینی امور
میں یہاں مشقت اٹھانی جائیگی اتنا ہی بلند
تہوں کا استحقاق ہوگا لیکن اللہ پاک کے
رہ رکی یہ برکت ہے کہ راحت و آرام سے
نرم بستروں پر بیٹھ کر بھی کیا جائے تب
بھی رفیع درجات کا سبب ہوتا ہے۔ نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تم
ہر وقت ذکر میں مشغول رہو تو فرشتے تمہارے
بستروں پر اور تمہارے راستوں میں تم سے
مصالحت کرنے لگیں۔ ایک حدیث میں حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ مُفَرِّدُ لَوْگِ بہت آگے بڑھ گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا
کہ مُفَرِّدُ کون ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اللہ کے ذکر میں والہانہ طریقہ پر
مشغول ہیں۔ اس حدیث کی بنا پر صوفیہ نے لکھا ہے کہ سلاطین اور اُمراء کو اللہ کے ذکر سے نہ
روکنا چاہیے کہ وہ اس کی وجہ سے درجاتِ اعلیٰ حاصل کر سکتے ہیں۔ حضرت ابو درداءؓ فرماتے
ہیں کہ تو اللہ کے ذکر کو اپنی مسرتوں اور خوشیوں کے اوقات میں کر وہ تجھ کو مشقتوں اور
تکلیفوں کے وقت کام دے گا۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جب بندہ راحت کے،
خوشی کے، ثروت کے اوقات میں اللہ کا ذکر کرتا ہے پھر اُس کو کوئی مشقت اور تکلیف پہنچے
تو فرشتے کہتے ہیں کہ مانوس آواز ہے جو ضعیف بندہ کی ہے پھر اللہ کے یہاں اُس کی سفارش
کرتے ہیں۔ اور جو شخص راحت کے اوقات میں اللہ کو یاد نہ کرے پھر کوئی تکلیف اُس کو پہنچے
اور اس وقت یاد کرے تو فرشتے کہتے ہیں کیسی غیر مانوس آواز ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے
ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں ایک ان میں سے صرف ذاکرین کیلئے ہے۔ ایک حدیث
میں ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کثرت سے کرے وہ نفاق سے بری ہے۔ دوسری حدیث میں

لَا فِي سِجِّ دَابِلِيلٍ فِي سَنَةِ كَمَا فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ اَصْلُ حَبْرٍ يَدُ الْوَلِيِّ كَادِلٍ فِي بَيْتٍ جَانِبِهِ۔ اَمْرٌ خَدَا كِيَادَ سَ خَالِي هُوَ
سَ سَ بَرَّاعِلٍ هُوَ بَ اَخْرَجَ۔

ہے کہ اللہ جل شانہ اُس سے محبت فرماتے ہیں۔ ایک سفر سے واپسی ہو رہی تھی ایک جگہ پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگے بڑھنے والے کہاں ہیں صحابہؓ نے عرض کیا کہ بعض تیز رو آگے چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ آگے بڑھنے والے کہاں ہیں جو اللہ کے ذکر میں والہانہ مشغول ہیں جو شخص یہ چاہے کہ جنت سے خوب سیراب ہو وہ اللہ کے ذکر کثرت سے کرے۔

۵ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردے کی سی ہے کہ ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مردہ ہے۔

۵ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ رَبَّهُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ وَابْنُ أَبِي كَثِيرٍ فِي الدَّرَرِ وَالْمَشْكُوتَةِ۔

ف:- زندگی ہر شخص کو محبوب ہے اور مرنے سے ہر شخص ہی گھبراتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ زندہ بھی مردے ہی کے حکم میں ہے اُس کی زندگی بھی بے کار ہے ۵

زندگانی نتواں گفت حیاتی کہ مراست

زندہ آنست کہ بادوست وصالے دارد

کہتے ہیں کہ وہ زندگی ہی نہیں جو میری ہے، زندہ وہ ہے جس کو دوست کا وصال حاصل ہو بعض علماء نے فرمایا ہے یہ ذل کی حالت کا بیان ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اُس کا دل زندہ رہتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا اُس کا دل مر جاتا ہے۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تشبیہ نفع اور نقصان کے اعتبار سے ہے کہ اللہ کے ذکر کرنے والے شخص کو جو ستائے وہ ایسا ہے جیسا کسی زندہ کو ستائے کہ اس سے انتقام لیا جائے گا اور وہ اپنے کئے کو بھگتے گا اور غیر ذکر کو ستانے والا ایسا ہے جیسا مردہ کو ستائے کہ وہ خود انتقام نہیں لے سکتا۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہمیشہ کی زندگی ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے اخلاص کے ساتھ کر نیوالے مرتے ہی نہیں بلکہ وہ اس دنیا سے منتقل ہو جانے کے بعد بھی زندوں ہی کے حکم میں رہتے ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں شہید کے متعلق وارد ہوا ہے۔ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ اسی طرح ان کیلئے بھی ایک خاص قسم کی زندگی ہے۔

لے ترجمہ:- جو لوگ راہ خدا میں شہید ہو گئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ (سورہ آل عمران آیت ۱۶۹)

حکیم ترمذی کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کو تر کرتا ہے اور نرمی پیدا کرتا ہے اور جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہوتا ہے تو نفس کی گرمی اور شہوت کی آگ سے خشک ہو کر سخت ہو جاتا ہے اور سارے اعضاء سخت ہو جاتے ہیں، طاعت سے رک جاتے ہیں اگر ان اعضاء کو کھینچو تو ٹوٹ جائیں گے جیسے کہ خشک لکڑی کہ جھکانے سے نہیں جھکتی صرف کاٹ کر جلانے کے کام کی رہ جاتی ہے۔

۶۱ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا فِي حُجْرَةٍ ذَرَاهُ يَقْسِمُهَا وَآخِرُ يَذْكُرُ لِلَّهِ لَكَانَ الذَّاكِرُ لِلَّهِ أَفْضَلَ أَخْرَجَهُ الطَّبْرَانِيُّ كَذَا فِي الدَّسَوْنِ مَجْمَعُ الزَّوَادِ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ رِجَالُ وَثَقُوا۔

۶۲ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ ان کو تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا شخص اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو بڑا کریم والا افضل ہے۔ ف۔ یعنی اللہ کے راستے میں خرچ کرنا کتنی ہی بڑی چیز کیوں نہ ہو لیکن اللہ کی یاد اس کے مقابلہ میں

بھی افضل ہے۔ پھر کس قدر خوش نصیب ہیں وہ مالدار اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والے جن کو اللہ کے ذکر کی بھی توفیق نصیب ہو جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی روزانہ بندوں پر صدقہ ہوتا رہتا ہے اور ہر شخص کو اس کی حیثیت کے موافق کچھ نہ کچھ عطا ہوتا رہتا ہے لیکن کوئی عطا اس سے بڑھ کر نہیں کہ اس کو اللہ کے ذکر کی توفیق ہو جائے۔ جو لوگ کاروبار میں مشغول رہتے ہیں، تجارت، زراعت، ملازمت میں گھرے رہتے ہیں اگر تھوڑا بہت وقت اللہ کی یاد کیلئے اپنے اوقات میں سے نکال لیں تو کیسی مفت کی کمائی ہے۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے دو چار گھنٹے اس کام کے لئے نکال لینا کون سی مشکل بات ہے آخر فضولیات لغویات میں بہت سا وقت خرچ ہوتا ہے اس کا آمد چیز کے واسطے وقت نکالنا کیا دشوار ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جو اللہ کے ذکر کے واسطے چاند سورج ستارے اور سایہ کی تحقیق رکھتے ہیں۔ یعنی اوقات کی تحقیق کا اہتمام کرتے ہیں۔ اگرچہ اس زمانہ میں گھڑی گھنٹوں کی کثرت نے اس سے بے نیاز کر دیا۔ پھر بھی منجملہ واقفیت ان چیزوں کی مناسب ہے کہ گھڑی کے خراب اور غلط ہو جانے کی صورت میں اوقات ضائع نہ ہو جائیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ زمین کے جس حصہ پر

اللہ کا ذکر کیا جائے وہ حصّہ نیچے ساتوں زمینوں تک دوسرے حصّوں پر فخر کرتا ہے۔

○ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی قلق و افسوس نہیں ہوگا۔ بجز اُس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذکر بغیر گزر گئی ہو۔

ف: جنت میں جانے کے بعد جبکہ منظر سامنے ہوگا کہ ایک دفعہ اس پاک نام کو لینے کا اجر و ثواب کتنا زیادہ مقدار میں ہے کہ پہاڑوں کی برابر مل رہا ہے تو اُس وقت اس اپنی کمائی کے نقصان پر جس قدر بھی افسوس ہوگا ظاہر ہے۔

ایسے خوش نصیب بندے بھی ہیں جن کو دنیا ہی بغیر ذکر اللہ کے اچھی نہیں معلوم

ہوتی۔ حافظ ابن حجر نے مُتَبَهَات میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن معاذ رازی اپنی مناجات میں کہتا کرتے ہیں: لَا يَطِيبُ الْكَيْلُ إِلَّا بِمُنْجَايِكَ وَلَا يَطِيبُ النَّهَارُ إِلَّا بِطَاعَتِكَ وَلَا يَطِيبُ الدُّنْيَا إِلَّا بِذِكْرِكَ وَلَا يَطِيبُ الْآخِرَةُ إِلَّا بِعَفْوِكَ وَلَا يَطِيبُ الْجَنَّةُ إِلَّا بِرُؤْيَاكَ۔ یا اللہ رات اچھی نہیں لگتی مگر تجھ سے راز و نیاز کے ساتھ اور دن اچھا معلوم نہیں ہوتا مگر تیری عبادت کے ساتھ اور دنیا اچھی نہیں معلوم ہوتی مگر تیرے فکر کے ساتھ اور آخرت بھی نہیں مگر تیری معافی کے ساتھ اور جنت میں لطف نہیں مگر تیرے دیدار کے ساتھ۔

لے مشہور یہی ہے کہ یہ کتاب حافظ ابن حجر کی ہے لیکن تحقیق سے معلوم ہوا کہ ”متبہات“ حافظ ابن حجر کی تصنیف نہیں بلکہ اسکے توفیق قاضی احمد بن محمد الحجری ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت شیخ مدظلہ کی طرف رجوع کیا گیا۔ ایک موقع پر زبانی طور پر دریافت کیا گیا تو حضرت شیخ مدظلہ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے محض شہرت کی وجہ سے لکھ دیا ہے ورنہ کبھی اس بارے میں تحقیق کا اتفاق نہیں ہوا۔ شہرت کی وجہ سے متن میں کسی قسم کی ترمیم نہیں کی گئی۔

حضرت سہری فرماتے ہیں کہ میں نے جرجانی کو دیکھا کہ ستو پھانک رہے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ خشک ہی پھانک رہے ہو۔ کہنے لگے کہ میں نے روٹی چبانے اور پھانکنے کا جب حساب لگایا تو چبانے میں اتنا وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے کہ اُس میں آدمی شتر مرتبہ سُبْحَانَ اللہ کہہ سکتا ہے اسلئے میں نے چالیس برس سے روٹی کھانا چھوڑ دیا ستو پھانک کر گزر کر لیتا ہوں۔

منصور بن معتمر کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک عشاء کے بعد کسی سے بات نہیں کی۔ رزیح بن ہشیم کے متعلق لکھا ہے کہ بیس برس تک جو بات کرتے اُس کو ایک پرچہ پر لکھ لیتے اور رات کو اپنے دل سے حساب کرتے کہ کتنی بات اس میں ضروری تھی اور کتنی غیر ضروری۔

عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَابْنِ سَعِيدٍ
أَنَّهَا شَهِدَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ
يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا أَحَقَّتْ لَهُمُ الْمَلَائِكَةُ
وَعَشِيَّتُهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ
السَّكِينَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِي هَيْئَةٍ عِنْدَكَ
أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاحْمَدُ وَمُسْلِمٌ
وَالترمذی وابن ماجہ والبیہقی
کذا فی الدرر والحصن والمشکوۃ و
فی حدیث طویل لا بی ذکر اوصیک
بتقوی اللہ فانما رأس الامر کلہا و
علیک بتلاوة القرآن و ذکر اللہ فانما
ذکرک فی السماء وتوکلک فی الارض
الحديث ذکرہ فی الجامع الصغیر برایۃ
الطبرانی وعبد بن حمید فی تفسیرہ
ورقمہ بالحسن۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید
دونوں حضرات اس کی گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ارشاد فرماتے
تھے کہ جو جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو
فرشتے اُس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے
ہیں اور رحمت اُن کو ڈھانک لیتی ہے اور
سکینہ اُن پر نازل ہوتی ہے اور اللہ جل شانہ
اُن کا تذکرہ اپنی مجلس میں تفاعل کے طور پر
فرماتے ہیں۔ حضرت ابو ذر غفاری اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں تجھے اللہ
کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کہ تمام چیزوں
کی جڑ ہے اور قرآن شریف کی تلاوت اور اللہ
کے ذکر کا اہتمام کر کہ اس سے آسمانوں میں تیرا
ذکر ہوگا۔ اور زمین میں نور کا سبب بنے گا۔
اکثر اوقات چپ رہا کر کہ بھلائی بغیر کوئی کلام
نہ ہو یہ بات شیطان کو دور کرتی ہے اور دین کے

لہ یعنی غم کے طور پر۔

کاموں میں مددگار ہوتی ہے۔ زیادہ ہنسی سے بچتا رہ کہ اس سے دل مرجاتا ہے اور چہرہ کا نور جاتا رہتا ہے۔ جہاد کرتے رہنا کہ میری اُمت کی فقیری یہی ہے۔ مسکینوں سے محبت رکھنا ان کے پاس اکثر بیٹھتے رہنا اور اپنے سے کم حیثیت لوگوں پر نگاہ رکھنا اور اپنے سے اونچے لوگوں پر نگاہ نہ کرنا کہ اس سے اللہ کی اُن نعمتوں کی ناقدری پیدا ہوتی ہے جو اللہ نے تجھے عطا فرمائی ہیں۔ قرابت والوں سے تعلقات جوڑنے کی فکر رکھنا وہ اگرچہ تجھ سے تعلقات توڑ دیں۔ حق بات کہنے میں تردد نہ کرنا گو کسی کو کڑوی لگے۔ اللہ کے معاملہ میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ تجھے اپنی عیب بینی دوسروں کے غیوب پر نظر نہ کرنے دے اور جس عیب میں خود مبتلا ہو اُس میں دوسرے پر غصہ نہ کرنا، اے ابوذر! حسن تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقلمندی نہیں اور ناجائز امور سے بچنا بہترین چیز ہے اور خوش خلقی کی برابر کوئی شرافت نہیں۔

ف :- سیکینہ کے معنی سکون و وقار کے ہیں یا کسی مخصوص رحمت کے، جس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں جن کو مختصر طور پر میں اپنے رسالہ چہل حدیث جدید در فضائل قرآن میں لکھ چکا ہوں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ کوئی ایسی مخصوص چیز ہے جو طمانینت، رحمت، وغیرہ سب کو شامل ہے اور ملائکہ کے ساتھ اُترتی ہے۔

حق تعالیٰ شانہ کا ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے تفاخر کے طور پر فرمانا ایک تو اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت غرض کیا تھا کہ یہ لوگ دنیا میں فساد کریں گے جیسا کہ پہلی حدیث کے ذیل میں گذر چکا ہے۔ دوسرے اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں کی جماعت اگرچہ سراپا عبادت سراپا بندگی و اطاعت ہے لیکن ان میں معصیت کا مادہ بھی نہیں ہے اور انسان میں چونکہ دونوں مادے موجود ہیں اور غفلت اور نافرمانی کے اسباب اس کو گھیرے ہوئے ہیں۔ لہذا اس کا جزو ہیں اسلئے اس سے ان سب کے مقابلہ میں جو عبادت و اطاعت ہو اور جو معصیت کا مقابلہ ہو وہ زیادہ قابلِ ملح

لہٰذا برا بھلا کہا اے اپنے عیب و بچنا اے یعنی بہت زیادہ نیکیاں کرنا ہی تقویٰ اور پرہیزگاری نہیں بلکہ برائیوں سے بچنا خود بڑی پرہیزگاری ہے۔ اسلئے کہ برائیوں سے بچنا پرہیزگاری کی سب سے پہلی اور بنیادی سیڑھی ہے اے اب اس رسالہ کا مشہور نام فضائل قرآن ہو گیا ہے جو اسی زیرِ نظر مجموعے میں شامل ہے وہ نوویؒ "فن حدیث اور اس کی شرح و توضیح میں ان کا بہت اونچا مقام ہے اور متعدد مقبول تصانیف کے مصنف ہیں۔ ان کا پورا نام محی الدین ابوذر کرباجی بن شرف النوریؒ ہے "نوی" ملک شام میں ایک قصبہ کا نام ہے۔ آپ ۷۸۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۵۷ھ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

اور قابلِ قدر ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہ نے جنت کو بنایا تو حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد ہوا کہ اُس کو دیکھ کر آؤ، اُنھوں نے عرض کیا یا اللہ آپ کی عزت کی قسم جو شخص بھی اس کی خبر سن لے گا اس میں جائے بغیر نہیں رہے گا، یعنی لذتیں اور راحتیں فرشتوں نعمتیں جس قدر اُس میں رکھی گئی ہیں اُن کے سُنے اور یقین آجانے کے بعد کون ہوگا جو اُس میں جانے کی انتہائی کوشش نہ کریگا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہ نے اسکو مشقتوں سے ڈھانک دیا کہ نمازیں پڑھنا روزے رکھنا جہاد کرنا حج کرنا وغیرہ وغیرہ اس پر سوار کر دیئے گئے کہ ان کو بجالاؤ تو جنت میں جاو اور پھر حضرت جبریل علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ اب دیکھو اُنھوں نے عرض کیا کہ اب تو یا اللہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کوئی اس میں جا ہی نہ سکے گا۔ اسی طرح جب جہنم کو بنایا تو حضرت جبریل علیہ السلام کو اس کے دیکھنے کا حکم ہوا، وہاں کے عذاب، وہاں کے مصائب، گندگیاں اور تکلیفیں دیکھ کر اُنھوں نے عرض کیا کہ یا اللہ آپ کی عزت کی قسم جو شخص اس کے حالات سُن لے گا کبھی بھی اس کے پاس نہ جائیگا حق سبحانہ و تقدس نے دنیا کی لذتوں سے اُسکو ڈھانک دیا کہ زنا کرنا، شراب پینا، ظلم کرنا، احکام پر عمل نہ کرنا وغیرہ وغیرہ کا پردہ اس پر ڈال دیا گیا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اب دیکھو اُنھوں نے عرض کیا کہ یا اللہ اب تو مجھے اندیشہ ہے کہ شاید ہی کوئی اس سے بچے۔ اسی وجہ سے جب کوئی بندہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے، گناہ سے بچتا ہے تو اس ماحول کے اعتبار سے جس میں وہ ہے قابلِ قدر ہوتا ہے اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ اظہارِ مسرت فرماتے ہیں۔ جن فرشتوں کا اس حدیث پاک میں اور اس قسم کی بہت سی حدیثوں میں ذکر آیا ہے وہ فرشتوں کی ایک خاص جماعت ہے جو اسی کام پر متعین ہے کہ جہاں اللہ کے ذکر کی مجالس ہوں، اللہ کا ذکر کیا جا رہا ہو وہاں جمع ہوں اور اُس کو سنیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت مُتفرق طور پر پھرتی رہتی ہے اور جس جگہ اللہ کا ذکر مٹتی ہے اپنے ساتھیوں کو آواز دیتی ہے کہ آجاؤ اس جگہ تمہارا مقصود اور غرض موجود ہے اور پھر ایک دوسرے پر جمع ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ آسمان تک اُن کا حلقہ پہنچ جاتا ہے جیسا کہ تیسرے باب کی دوسری فصل کے نمبر (۱۴) پر آ رہا ہے۔

● حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے

● عَنْ مَعْبُودِيَّةَ رَأَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَى حُلَقَةٍ

مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ مَا اجْلَسَكُمْ قَالُوا
 جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللَّهَ وَنُحَمِّدُهُ عَلَى مَا
 هَذَا أَنَا لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ بِهِ عَلَيْنَا قَالَ
 اللَّهُ مَا اجْلَسَكُمْ إِلَّا ذَلِكُمْ قَالُوا اللَّهُ
 مَا اجْلَسَنَا إِلَّا ذَلِكُمْ قَالَ أَمَا إِنِّي لَمْ
 أَتَّخِذْكُمْ تَهْمَةً لَكُمْ وَلَكِنْ أَتَّخِذُ
 جِبْرِئِيلُ فَأَخْبِرُنِي أَنَّ اللَّهَ يَبَاهِي
 بِكُمْ الْمَلَائِكَةَ أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ
 وَاحِدًا وَمُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ
 كَذَا فِي الدَّاسِ وَالْمَشْكُوتِ -

اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو
 یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جل شانہ کا
 ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اُس کی حمد و ثنا
 کر رہے ہیں کہ اُس نے ہم لوگوں کو اسلام کی
 دولت سے نوازا یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم
 پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا
 خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو، صحابہؓ
 نے عرض کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے
 بیٹھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 کسی بدگمانی کی وجہ سے میں نے تم لوگوں کو

قسم نہیں دی بلکہ جبریلؑ میرے پاس ابھی آئے تھے اور یہ خبر سنا گئے کہ اللہ جل شانہ تم لوگوں کی وجہ
 سے ملائکہ پر فخر فرما رہے ہیں۔ ف:- یعنی میں نے جو قسم دیکر پوچھا اُس سے مقصود اہتمام اور
 تاکید تھی کہ ممکن ہے کوئی اور خاص بات بھی اسکے علاوہ ہو اور وہ بات اللہ جل شانہ کے
 فخر کا سبب ہو اب معلوم ہو گیا کہ صرف یہ تذکرہ ہی سبب فخر ہے۔ کس قدر خوش قسمت تھے وہ
 لوگ جن کی عبادتیں مقبول تھیں اور ان کی حمد و ثنا پر حق تعالیٰ شانہ کے فخر کی خوشخبری
 اُن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے دنیا ہی میں معلوم ہو جاتی تھی اور کیوں نہ ہوتا کہ
 ان حضرات کے کارنامے اسی کے مستحق تھے۔ ان کے کارناموں کا مختصر تذکرہ میں اپنے
 رسالہ حکایات صحابہؓ میں نمونہ کے طور پر لکھ چکا ہوں۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ فخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے
 فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ لوگ باوجودیکہ نفس ان کے ساتھ ہے شیطان ان پر مسلط ہے شہوتیں
 ان میں موجود ہیں دنیا کی ضرورتیں ان کے پیچھے لگی ہوئی ہیں ان سب کے باوجود ان سب
 کے مقابلہ میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہیں اور اتنی کثرت سے ہٹانے والی چیزوں کے باوجود
 میرے ذکر سے نہیں ہٹتے۔ تمہارا ذکر وسیع اس لحاظ سے کہ تمہارے لئے کوئی مانع بھی ان میں
 سے نہیں ہے۔ ان کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہے۔

لہٰذا یہ رسالہ زیر نظر مجموعے میں شامل ہے علامہ علی بن محمد - سلطان القادی الہروی - تم الکی - اپنے وقت کے چوٹی کے علمائیں شمار جوتے
 تھے اور بعد میں بھی بہت شہرت پائی۔ ان کی تصانیف بہت ہیں اور ہر ایک نام و تحقیق، عمدگی ترتیب و پاکیزگی (باقی اگلے صفحہ پر)

۱۰

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ قَوْمٍ اجْتَمَعُوا يَذْكُرُونَ اللَّهَ لَا يَرِيدُونَ بِذَلِكَ إِلَّا وَجْهَهُ إِلَّا نَادَاهُمْ مَنَادٌ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ قَوْمُوا مَغْفُورًا الْكَفَرُ قَدْ بَدَلْتُ سَيِّئَاتِكُمْ حَسَنَاتٍ أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ وَالْبَزَارُ وَابُو يَعْلَى وَالتَّطَبُّرَانِ وَأَخْرَجَهُ الطَّبْرَانِيُّ عَنْ سَهْلِ بْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ أَيْضًا وَأَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُعْقِلٍ وَزَادَ وَمَا مِنْ قَوْمٍ اجْتَمَعُوا فِي مَجْلِسٍ فَتَفَرَّقُوا وَلَمْ يَذْكُرُوا اللَّهَ إِلَّا كَانَ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً يَوْمَ الْقِيَمَةِ كَذَا فِي الدَّرَقِ قَالَ الْمُنْذَرِيُّ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَالْأَوْسَطِ وَرَوَاهُ مُتَجَمِّعُهُمْ فِي الصَّحِيحِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عِنْدَ أَحْمَدَ وَابْنِ حَبَّانٍ وَغَيْرِهِمَا وَصَحَّحَ الْحَاكِمُ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ فِي مَوْضِعٍ وَغَيْرُهَا وَفِي الْمَوْضِعِ الْآخَرِ وَعِزُّ السُّيُوطِيِّ فِي الْجَامِعِ حَدِيثُ سَهْلِ إِلَى الطَّبْرَانِيِّ وَالْبَيْهَقِيِّ فِي الشَّعْبِ وَالضَّيَاءِ وَرَقْمٌ بِالْحَسَنِ وَفِي الْبَابِ رَوَايَاتُ ذَكَرَهَا فِي مَجْمَعِ الزَّوَادِ.

باب اول

۱۱

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی لوگ اللہ کے ذکر کے لئے مجتمع ہوں اور ان کا مقصود صرف اللہ ہی کی رضا ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ نذا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیئے گئے اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اس کے بالمقابل جو اجتماع ایسا ہو کہ اس میں اللہ پاک کا کوئی ذکر ہو ہی نہیں تو یہ اجتماع قیامت کے دن حسرت و افسوس کا سبب ہوگا۔

ف :- یعنی اس اجتماع کی بے برکتی اور اضاعت پر حسرت ہوگی اور کیا بعید ہے کہ وبال کا سبب کسی وجہ سے بن جائے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس مجلس میں اللہ کا ذکر نہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ ہو اُس مجلس والے ایسے ہیں جیسے مرے ہوئے گدھے پر سے اُٹھے ہوں۔

مجلس کا کفارۃ | ایک حدیث میں آیا ہے کہ مجلس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کے اختتام پر یہ دعا پڑھ لے :- سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے

کہ جو بھی مجلس ایسی ہو جس میں اللہ کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ ہو وہ مجلس قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہوگی۔ پھر حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے منور گزشتہ کا بقیہ :- تحریر کا نمونہ ہے۔ انکی تصانیف میں مرقاة شرح مشکوٰۃ بہت مشہور ہے۔ سوال اللہ میں کہ مکرم میں وفات پائی۔

چاہے مغفرت فرماویں چاہے مطالبہ اور عذاب فرماویں۔ ایک حدیث میں ہے کہ مجلسوں کا حق ادا کیا کرو اور وہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر ان میں کثرت سے کرو۔ راہگیروں کو (بوقت ضرورت) راستہ بتاؤ اور (ناجانہ چیز سامنے آجائے تو) آنکھیں بند کر لو (یا نیچی کر لو کہ اُس پر نگاہ نہ پڑے)۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کا ثواب بہت بڑی ترازو میں تلے (یعنی ثواب بہت زیادہ مقدار میں ہو کہ وہی بڑی ترازو میں تلے گا معمولی چیز تو بڑی ترازو کے پائنگ میں آجائے گی) اُس کو چاہیے کہ مجلس کے ختم پر یہ دعا پڑھا کرے۔ **سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ**۔ حدیث بالائیں برائیوں کے نیکیوں سے بدل دینے کی بشارت بھی ہے۔ قرآن پاک میں بھی سورہ فرقان کے ختم پر مومنین کی چند صفات ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے۔ **فَاُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا**۔ پس یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو حق تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں۔

اس آیت شریفہ کے متعلق علمائے تفسیر کے چند اقوال ہیں۔

ایک یہ کہ سیئات معاف فرمادی جائیں گی اور حسنات باقی رہ جائیں گی گویا یہ بھی تبدیل ہے کہ سیئہ کوئی باقی نہیں رہتی۔ دوسرے یہ کہ ان لوگوں کو بجائے بُرے اعمال کرنے کے نیک اعمال کی توفیق حق تعالیٰ شانہ کے یہاں نصیب ہوگی جیسا کہ بولتے ہیں گرمی کے بجائے سردی ہوگی۔ تیسرے یہ کہ اُن کی عادتوں کا تعلق بجائے بُری چیزوں کے اچھی چیزوں کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ آدمی کی عادتیں طبعی ہوتی ہیں جو بدلتی نہیں اسی وجہ سے ضربُ المثل ہے **جَبَلٌ كَرْدٌ وَجَبَلَتْ نَهْ كَرْدُودٌ** اور یہ مثل بھی ایک حدیث سے ماخوذ ہے جس میں ارشاد ہے کہ اگر تم سُنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا اور دوسری جگہ چلا گیا تو اُسکی تصدیق کر لو لیکن اگر سُنو کہ طبیعت بدل گئی تو اُس کی تصدیق نہ کرو۔ گویا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ عادات کا زائل ہونا پہاڑ کے زائل ہونے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اسکے بعد پھر اشکال ہوتا ہے کہ صوفیہ اور مشائخ جو عادات کی اصلاح کرتے ہیں اُس کا کیا مطلب ہوگا۔ اس کا جواب

لے حسن و ہاشم علیہ السلام گویا عدم تبدیل یہ ہوتا کہ گنہوں کی سزا اور نیکیوں کا ثواب برابر برابر ذکر رہ جاتا اور ایک بھی نیکی باقی نہ رہتی لہذا نیکیوں کا باقی رہنے دینا گویا ایک طرح کا بدلہ میں دے دینا ہے۔
 ۱۔ رواہ احمد عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ کہ فی الجماع الصغیر بلفظ اذا سعتہ۔ الحدیث۔

یہ ہے کہ عادتیں نہیں بدلتیں بلکہ اُن کا تعلق بدل جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کے مزاج میں غصہ ہے وہ مشائخ کی اصلاح اور مجاہدوں سے ایسا ہو جائے کہ غصہ بالکل نہ رہے یہ تو دشوار ہے ہاں اس غصہ کا تعلق پہلے سے جن چیزوں کے ساتھ تھا مثلاً بے جا ظلم، تکبر وغیرہ اب بجائے ان کے اللہ کی نافرمانیوں پر اُس کے احکام کی خلاف ورزی وغیرہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ وہی حضرت عمرؓ جو ایک زمانہ میں مسلمانوں کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے تھے ایمان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے کفار و فساق پر اسی طرح ٹوٹتے تھے۔ اسی طرح اور اخلاق کا بھی حال ہے۔ اس توضیح کے بعد اب مطلب یہ ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ ایسے لوگوں کے اخلاق کا تعلق بجائے معاشری کے حسنات سے فرمادیتے ہیں۔ چونکہ یہ کہ حق تعالیٰ شانہ ان کو اپنی برائیوں پر توبہ کی توفیق عطا فرماتے ہیں جس کی وجہ سے پرانے پرانے گناہ یاد آ کر ندامت اور توبہ کا سبب ہوتا ہے اور ہر گناہ کے بدلے ایک توبہ جو عبادت ہے اور نیکی ہے ثبت ہو جاتی ہے۔ پانچویں یہ ہے کہ اگر مولائے کریم کو کسی کی کوئی ادب پسند ہو اور اُس کو اپنے فضل سے برائیوں کے برابر نیکیاں دے تو کسی کے باپ کا کیا اجارہ ہے وہ مالک ہے، بادشاہ ہے، قدرت والا ہے۔ اس کی رحمت کی وسعت کا کیا کہنا، اُس کی مغفرت کا دروازہ کون بند کر سکتا ہے، اُس کی عطا کو کون روک سکتا ہے جو دے رہا ہے وہ اپنی ہی ملک سے دیتا ہے اس کو اپنی قدرت کے مظاہر بھی دکھانا ہیں اپنی مغفرت کے کرشمے بھی اسی دن ظاہر کرنا ہیں۔ احادیث میں محشر کا نظارہ اور حساب کی جامع مختلف طریقوں سے وارد ہوئی ہے جس کو بھیجۃ النفوس نے مختصر طور پر ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حساب چند انواع پر منقسم ہوگا۔ ایک نوع یہ ہوگی کہ بعض بندوں سے نہایت مخفی رحمت کے پردہ میں تجا ربہ ہوگا اور ان کے گناہ ان کو گنوائے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ تو نے فلاں وقت یہ گناہ کیا فلاں وقت ایسا کیا اور اسکو اقرار بغیر چارہ کار نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ گناہوں کی کثرت سے یہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہو گیا تو ارشاد ہوگا کہ ہم نے دنیا میں بھی تجھ پر ستاری کی آج بھی ستاری کرتے ہیں اور معاف کرتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ شخص اور اس جیسا جو ہوگا وہ

لے دوسرے لفظوں میں گویا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے کچھ فطری تقاضے اور طبعی میلانات ہوتے ہیں جو کہ اس کے وجود کے ساتھ ہمیشہ قائم رہتے ہیں۔ شریعت کا کام اس میں صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ ان طبعی تقاضوں کا امالہ کر دیتی ہے یعنی ان کا رُخ غلط سے صحیح کی طرف پھیر دیتی ہے (میں نے یہ بحث مولانا ابوالحسن علی ندوی کی کتاب "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر" کسی جگہ دیکھی تھی) اس وقت کتاب موجود نہیں ہے تاکہ صفحہ کا حوالہ دیا جاسکے۔ اسکا مطالعہ کرنا چاہیے (باقی اگلے صفحہ پر)

حساب کے مقام سے واپس جائے گا تو لوگ دیکھ کر کہیں گے کہ یہ کیسا مبارک بندہ ہے کہ اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں اسلئے کہ اُن کو اس کے گناہوں کی خبر ہی نہ ہوئی۔ اسی طرح ایک نوع ایسی ہوگی کہ ان کیلئے چھوٹے بڑے گناہ ہوں گے اُسکے بعد ارشاد ہوگا کہ اچھا ان کے چھوٹے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دو تو وہ جلدی سے کہیں گے کہ ابھی اور بھی گناہ ایسے ہیں جو یہاں ذکر نہیں کئے گئے۔ اسی طرح اور انواع کا ذکر کیا ہے کہ کس کس طرح سے بیہوشی اور حساب ہوگا۔ حدیث میں ایک قصہ آتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اُس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے اخیر میں جہنم سے نکالا جائے گا اور سب سے اخیر میں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ایک شخص کو بلایا جائے گا اور فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اس کے بڑے بڑے گناہ تو ابھی ذکر نہ کئے جائیں چھوٹے چھوٹے گناہ اس کے سامنے پیش کئے جائیں پھر باز پرس کی جائے چنانچہ یہ شروع ہو جائے گا اور ایک ایک گناہ وقت کے حوالہ کے ساتھ اُسکو بتایا جائے گا وہ انکار کیسے کر سکتا ہے اقرار کرتا جائے گا۔ اتنے میں ارشاد رہی ہوگا کہ اس کو ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دی جائے تو وہ جلدی سے کہے گا کہ ابھی تو اور بھی بہت سے گناہ باقی ہیں اُن کا تو ذکر ہی نہیں آیا۔ اس قصہ کو نقل فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شبہی آگئی۔

اس قصے میں اول تو جہنم میں سب سے اخیر میں نکلنا ہے یہی کیا کم سزا ہے دوسرے کیا معلوم کون خوش قسمت ایسا ہو سکتا ہے کہ جس کے گناہوں کی تبدیل ہو اسلئے اللہ کی پاک ذات سے امید کرتے ہوئے فضل کا مانگتے رہنا بندگی کی شان ہے لیکن اس پر مطمئن ہونا جرات ہے ابدیت سیئات کو حسنات سے بدلنے کا سبب اخلاص سے مجاہدہ ذکر میں حاضری حدیث بالائے معلوم ہوتی ہی ہے لیکن اخلاص بھی اللہ ہی کی عطا ہے ہو سکتا ہے۔

ایک ضروری بات یہ ہے کہ جہنم سے اخیر میں نکلنے والے کے بارہ میں مختلف روایتیں وارد ہوئی ہیں لیکن ان میں کوئی اشکال نہیں ایک معتد بہ جماعت اگر نکلے تو بھی ہر شخص اخیر میں نکلنے والا ہے۔ اور جو قریب اخیر کے نکلے وہ بھی اخیر ہی کہلاتا ہے نیز خاص خاص جماعت

مفہوم اللہ تعالیٰ نے اندر حدیث میں جو قطع ہے وہ امان کی نہیں ازالہ کی ہے چنانچہ حدیث کے الفاظ ہیں۔ اذا سمعتم رجلاً قال عن خلفہ۔ السلام کا بڑا استعارہ مذکور عالم پر یہی ہے کہ وہ فطری تقصیروں کو بال نہیں ہونے دیتا بلکہ ان کو توبہ کی راہ پر لے چلتا ہے اور پر دان چڑھاتا ہے۔ ابو جحزہ کو صدیق اکبر عمرہ کو فاضل بن ابی سلمہ اور خالدہ کو سیف اللہ بن ابی ہاشم نے جہاد میں شہید کیا اور ان کی مجلس وحدت کی باتیں ہوتی ہوں۔

کا اخیر بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اس حدیث میں اہم مسئلہ اخلاص کا ہے اور اخلاص کی قیماور بھی بہت سی احادیث میں اس رسالہ میں نظر سے گزریگی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اخلاص ہی کی قدر ہے جس درجہ کا اخلاص ہوگا اُسی درجہ کی عس کی قیمت ہوگی۔ صوفیہ کے نزدیک اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ قال اور قال برابر ہوں۔ ایک حدیث میں آنندہ آرہا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ گناہوں سے روک دے۔ بہجۃ الششوس میں لکھا ہے ایک بادشاہ کے لئے جو نہایت ہی جابر اور متشدد تھا ایک جہاز میں بہت سی شراب لائی جا رہی تھی۔ ایک صاحب کا اُس جہاز پر گزر ہوا اور جس قدر مٹھلیاں شراب سے بھری ہوئی تھیں سب ہی توڑ دیں ایک چھوڑ دی۔ کسی شخص کی ہمت ان کو روکنے کی نہ پڑی۔ لیکن اس پر حیرت تھی کہ اس بادشاہ کے تشدد کا مقابلہ بھی کوئی نہیں کر سکتا تھا پھر اس نے کس طرح جرأت کی بادشاہ کو اطلاع دی گئی اسکو بھی تعجب ہوا اولاً اس بات پر کہ اسکے مال پر یہ کس طرح ایک معمولی آدمی نے جرأت کی اور پھر اس پر کہ ایک مسکی کیوں چھوڑ دی۔ اُن صاحب کو بلایا گیا پوچھا کہ یہ کیوں کیا؟ انھوں نے جواب دیا کہ میرے دل میں اس کا تقاضا ہوا اسلئے ایسا کیا تمہارا جو دل چاہے سزا دید و اس نے پوچھا کہ یہ ایک کیوں چھوڑ دی۔ انھوں نے کہا کہ مجھے اولاً اسلامی غیرت کا تقاضا تھا اسلئے میں نے توڑیں مگر جب ایک رہی تو میرے دل میں ایک خوشی سی پیدا ہوئی کہ میں نے ایک ناجائز کام کو مٹا دیا تو مجھے اس کے توڑنے میں یہ شبہ ہوا کہ یہ خط نفس (دل کی خوشی) کی وجہ سے ہے اسلئے ایک کو چھوڑ دیا۔ بادشاہ نے کہا اسکو چھوڑ دو یہ مجبور تھا۔

احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا تھا ایک جماعت اسکے پاس آئی اور کہا کہ یہاں ایک قوم ہے جو ایک درخت کو پوجتی ہے یہ شکر اُس کو غصہ آیا اور کلہاڑا کندھے پر رکھ کر اسکو کاٹنے کے لئے چل دیا راستہ میں شیطان ایک پیر مرد کی صورت میں ملا۔ عابد سے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ اس نے کہا فلاں درخت کاٹنے جاتا ہوں۔ شیطان نے کہا تمہیں اس درخت سے کیا واسطہ تم اپنی عبادت میں مشغول رہو۔ تم نے اپنی عبادت کو ایک مہل کام کیواسطے چھوڑ دیا۔ عابد نے کہا یہ بھی عبادت ہے شیطان نے کہا کہ میں نہیں کاٹنے دوں گا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا وہ عابد اسکے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے اپنے کو عاجز دیکھ کر خوشامد کی اور کہا اچھا ایک بات سن لے۔ عابد نے اسکو چھوڑ دیا

لے یعنی زبان و عمل یکساں ہو جائیں مٹھکیاں، ہانڈیاں مٹھکے آدمی کی صورت۔

مٹھکے فضول کام۔

شیطان نے کہا اللہ نے تجھ پر اسکو فرض تو کیا نہیں تیرا اس سے کوئی نقصان نہیں تو اس کی پرستش نہیں کرتا اللہ کے بہت سے نبی ہیں اگر وہ چاہتا تو کسی نبی کے ذریعہ سے اسکو تمنا دیتا۔ عابد نے کہا میں ضرور کاٹوں گا۔ پھر مقابلہ ہوا وہ عابد پھر اسکے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے کہا اچھا سن ایک فیصلہ والی بات تیرے نفع کی کہوں اس نے کہا کہ۔ شیطان نے کہا تو غریب ہے دنیا پر بوجھ بنا ہوا ہے تو اس کام سے باز آ میں تجھے روزانہ تین دینار (اشرفی) دیا کروں گا جو روزانہ تیرے سر ہانے رکھے ہوئے ہلا کر یں گے تیری بھی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی اپنے اعزہ پر بھی احسان کر کے گافقیروں کی مدد کر کے گا اور بہت سے ثواب کے کام کر کے گا اس میں ایک ہی ثواب ہوگا اور وہ بھی بے کار کہ وہ لوگ پھر دوسرا لٹائیں گے۔ عابد کی سمجھ میں آگیا قبول کر لیا۔ دو دن تو وہ طے تیسرے دن سے ندارو۔ عابد کو غصہ آیا اور گلہاڑی لے کر پھر چلا راستہ میں وہ بوڑھا ملا پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ عابد نے بتلایا کہ اسی درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔ بوڑھے نے کہا کہ تو اسکو نہیں کاٹ سکتا دونوں میں جھگڑا ہوا وہ بوڑھا غالب آگیا اور عابد کے سینہ پر چڑھ گیا عابد کو بڑا تعجب ہوا اس سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ تو اس مرتبہ غالب ہو گیا۔ اس بوڑھے نے کہا کہ پہلی مرتبہ تیرا غصہ خالص اللہ کے واسطے تھا اسلئے اللہ جل شانہ نے مجھے مغلوب کر دیا تھا۔ اس مرتبہ دیناروں کا دخل تھا اسلئے تو مغلوب ہوا۔ حق یہ ہے کہ جو کام خالص اللہ کے واسطے کیا جاتا ہے اس میں بڑی قوت ہوتی ہے۔

ذکر اللہ اور عذاب قبر | عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَمِنَ أَدَمِيُّ عَمَلًا أَنْجَى لَهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ إِخْرَجَهُ أَحْمَدُ كَذَا فِي الدَّرِّ وَالْإِسْنَادُ فِي أَحْمَدَ عَزَاهُ فِي إِنْجَاهِ الصَّغِيرِ بِلَفْظِ أَنْجَى لَهُ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ وَرَقْمٌ لَهُ بِإِسْنَادٍ وَفِي مَجْمَعِ الزَّوَادِ رَوَاهُ أَحْمَدُ

① نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں ہے، ف :- عذاب قبر کتنی سخت چیز ہے اس سے وہی لوگ واقف ہیں جن کے سامنے وہ احادیث ہیں جو عذاب قبر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ حضرت عثمان جب کسی قبر پر تشریف لے جاتے تو اسقدر روتے

لہ رشتہ داروں پر تھ یعنی اشرفیاں تکیہ کے نیچے رکھی جاتی ہیں۔ پہلی بار جو عابد صاحب شیطان پر غالب ہوتے تھے وہ کچھ جسمانی طاقت سے نہ ہوتے تھے بلکہ ایمان و اخلاص کی قوت تھی جو اس مرتبہ نہ تھی اسلئے ہار گئے۔

ورجالہ رجال الصحیح الا ان زیئا
لحدید مراد معاذ اللہ ذکرہ بطریق
آخر وقال رواہ الطبرانی ورجالہ رجال
الصحیح قلت وفي مشکوٰۃ عنہ
صوقاً بلفظ ما عمل العبد عملاً
انجی له من عذاب اللہ من ذکر
اللہ وقال رواہ مالک والترمذی
وابن ماجہ - قلت وھذا رواہ الحاکم
وقال صحیح الاسناد واقرہ علیہ لہجہ
وفي مشکوٰۃ بروایۃ البیہقی فی
الرسوات عن ابن عمر مرفوعاً بمعنی
قال القاسمی رواہ ابن ابی شیبہ
وابن ابی الدنیا و ذکرہ فی الجامع
الصغیر بروایۃ البیہقی فی الشعب
ورقوله بالضعف وزاد فی اولہ
لکن شیئاً صفاً لہ رفقاً لقلوب
ذکر اللہ فی مجمع الزوائد بروایۃ
جابر مرفوعاً نحوہ وقال رواہ الطبرانی
فی الصغیر والوسط ورجالہ رجال
الصحیح ائمہ۔

کہ ڈاڑھی مبارک تر ہو جاتی۔ کسی نے
پوچھا کہ آپ جنت کے دوزخ کے ذکر
سے ایسا نہیں روتے جیسا کہ قبر کے سامنے
آجانے سے روتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا
کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سب سے پہلی
منزل ہے جو شخص اس سے نجات پالے
بعد کی سب منزلیں اس پر سہل ہو جاتی
ہیں اور جو اس سے نجات نہ پالے بعد کی
منزلیں دشوار ہی ہوتی جاتی ہیں پھر آپ نے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد سنایا
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے
تھے کہ میں نے کوئی منظر قبر سے زیادہ گھبرا
والا نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہؓ ارشاد
فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
ہر نماز کے بعد عذابِ قبر سے پناہ مانگتے
تھے۔ حضرت زیدؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم ڈراؤ خوف کی وجہ
مردوں کا دفن کرنا چھوڑ دو گے ورنہ میں
اسکی دغا کرتا کہ اللہ جل شانہ تمہیں بھی

عذابِ قبر سنا دے۔ آدمیوں اور جنات کے سوا اور جاندار عذابِ قبر کو سنتے ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سفر میں
تشریف لے جا رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بدکنے لگی۔ کسی نے پوچھا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو کیا ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک

مذہب کے لوگوں میں یہ غلط فہمی ہے کہ یہ بظاہر کتابت کی غلطی تھی اسلئے
صحیح کر کے "صفا لہ" کہہ دیا گیا۔

آدمی کو قبر کا عذاب ہو رہا ہے اُس کی آواز سے پد گئے لگی۔ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے تو چند آدمیوں کو دیکھا کہ کھل کھلا کر ہنس رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو اکثر یاد کیا کرو تو یہ بات نہ ہو۔ کوئی دن قبر پر ایسا نہیں گذرتا جس میں وہ یہ اعلان نہیں کرتی کہ میں غربت کا گھر ہوں کیڑوں اور جانوروں کا گھر ہوں۔ جب کوئی مومن رکابِ ایمان والا دفن ہوتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے تیرا آنا مبارک ہے تو نے بہت ہی اچھا کیا کہ آگیا، جتنے لوگ میری پشت پر (یعنی زمین پر) چلتے تھے تو اُن سب میں مجھے محبوب تھا آج تو میرے سپرد ہوا تو میرا حسن سلوک بھی دیکھے گا، اسکے بعد وہ اس قدر وسیع ہو جاتی ہے کہ انتہائے نظرتک کھل جاتی ہے اور جنت کا ایک دروازہ اُس میں کھل جاتا ہے جس سے وہاں کی ہوائیں خوشبوئیں وغیرہ پہنچتی رہتی ہیں۔ اور جب کافر یا فاجر دفن کیا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے کہ تیرا آنا منحوس اور نامبارک ہے کیا ضرورت تھی تیرے آنے کی جتنے آدمی میری پشت پر چلتے تھے سب میں زیادہ بغض مجھے تجھ سے تھا آج تو میرے سپرد ہوا تو میرا معاملہ بھی دیکھے گا۔ اسکے بعد اسکو اس قدر زور سے بھیختی ہے کہ پسلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں جس طرح ہاتھ میں ہاتھ ڈالنے سے انگلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں۔ اُس کے بعد نوٹے یا ننانوے اڑدے اس پر مسلط ہو جاتے ہیں جو اسکو نوچتے رہتے ہیں اور قیامت تک یہی ہوتا رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر ایک اڑدہ اُن میں سے زمین پر بھنکار مار دے تو قیامت تک زمین میں گھاس نہ اُگے۔ اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبر یا جنت کا ایک باغ ہے یا جہنم کا ایک گڑھا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گذر ہوا ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے ایک کو چغلی خوری کے جُرم میں دوسرے کو پیشاب کی احتیاط نہ کرنے میں (کہ بدن کو اس سے بچاتا نہ تھا) ہمارے کتنے مہذب لوگ ہیں جو استنجے کو عیب سمجھتے ہیں اس کا مذاق اڑاتے ہیں علماء نے پیشاب سے نہ بچنا گناہِ کبیرہ بتایا ہے۔ ابن حجر مکی نے لکھا ہے کہ صحیح روایت میں آیا ہے کہ اکثر عذابِ قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔

لے عذابِ قبر کی آواز انسان اور جنات کے علاوہ دوسرے جانداروں کو محسوس ہوتی ہے لہٰذا غربت کا لفظ اردو میں تو ناداری اور مفلسی کے معنی میں آتا ہے لیکن عربی میں اسکے معنی اجنبیت اور پردہ سی ہونے کے ہیں۔ یہاں یہ لفظ اسی دوسرے معنی میں استعمال کیا گیا ہے لہٰذا مراد مغربی بد تہذیبی ہے جو تہذیب کے نام سے وبا کی طرح پھیل رہی ہے جس کے زیر اثر لوگ استنجا اور پاکیزگی سے محروم ہو جاتے اور ظاہری ٹیپ ٹاپ ہی کو سب کچھ سمجھ لیتے ہیں لہٰذا ابن حجر مکی نے الزواجر عن اقتراف الکبائر جلد اول منہا میں اسکو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے اور متعدد روایات اس سلسلہ میں نقل کی ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قبر میں سب سے پہلے مطالبہ پیشاب کا ہوتا ہے بالجملہ عذاب قبر نہایت سخت چیز ہے اور جیسا کہ اُس کے ہونے میں بعض گناہوں کو خاص دخل ہے اسی طرح اُس سے بچنے میں بھی بعض عبادات کو خصوصی شرافت حاصل ہے۔ چنانچہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ سورۃ تبارک الذی کا ہر رات کو پڑھتے رہنا عذاب قبر سے نجات کا سبب ہے اور عذاب جہنم سے بھی حفاظت کا سبب ہے اور اللہ کے ذکر کے بارے میں تو حدیث بالا ہے ہی۔

● حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ جل شانہ بعض قوموں کا حشر ایسی طرح فرمائیں گے کہ ان کے چہروں میں نور چمکتا ہوا ہو گا وہ موتیوں کے ممبروں پر ہوں گے وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہونگے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کا حال بیان کر دیجئے کہ ہم ان کو پہچان لیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی محبت میں مختلف جگہوں سے مختلف خاندانوں سے آکر ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جنت میں یا قوت کے ستون ہوں گے جن پر زبرد (زبرد) کے بالا خانے ہوں گے ان میں چاروں طرف دروازے کھلے ہوئے ہوں گے وہ ایسے چمکتے ہوں گے جیسے کہ نہایت روشن ستارہ چمکتا ہے، ان بالا خانوں میں وہ لوگ رہیں گے جو اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کے واسطے ایک جگہ اکٹھے ہوں اور

● عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُبْعَثَنَّ اللَّهُ أَقْوَامًا يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِي وُجُوهِهِمُ النُّورُ عَلَى مَنَابِرِ التُّلُوءِ يَغِيظُهُمُ النَّاسُ لَيْسُوا بِأَنْبِيَاءَ وَلَا شُرَآءَ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ حَلَمٌ لَنَا نَعْرِفُهُمْ قَالَ هُمُ الْمُتَحَابُّونَ فِي اللَّهِ مِنْ قَبَائِسَ شَيْءٍ وَبِدَائِشَتِي يَجْعَلُونَ عَلَى ذِكْرِ اللَّهِ يَذْكُرُونَهُ خِزْيَةً الطَّبْرَانِي بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ كَذَا فِي الدَّرَوِ جَمْعُ الزَّوَادِ وَالْتَرغيبُ لِلْمَنْذَرِ وَ ذَكَرَ أَيْضًا - مُتَابَعَةً بِرَوَايَةِ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ عِنْدَ الطَّبْرَانِي مَرْفُوعًا قَالَ الْمَنْذَرِي وَإِسْنَادُهُ مُقَارِبٌ لِأَبْنِ يَمُورْقُطٍ حَدِيثُ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ فِي الْجَاهِمِ الصَّغِيرِ بِالْحَسَنِ وَفِي مَجْمَعِ الزَّوَادِ رِجَالُهُ مَوْثُقُونَ وَفِي مَجْمَعِ الزَّوَادِ بِمَعْنَى هَذَا الْحَدِيثِ مَطْرُوقٌ وَفِيهِ حَلَمٌ لَنَا يَعْنِي صِفٌ شَكْلُهُمْ لَنَا فَسُرَّوْجَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۔ یہ روایت ابن حجر کی ہے۔ (جلد اول صفحہ ۱۳)

سُؤَالُ الْأَعْرَابِیِّ الْحَدِیْثُ - قَالَ رَوَاهُ
أَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِیُّ بِنَحْوِهِ وَرَجَالُهُ وَثَقُوا
قُلْتُ وَفِي الْهَابِ عَنْ أَبِي نَهْرِيْرَةَ عِنْدَ
الْبَيْهَقِيِّ فِي الشَّعْبِ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَعَمْرًا
مِنْ يَأْقُوْتُ عَلَيْهِمْ غُرُفٌ مِّنْ زَبْرَجِدٍ
لَهَا أَبْوَابٌ مُّفْتَحَةٌ تَضِيُّ كَمَا يَضِيُّ
الْكَوْكَبُ الدَّرِّيُّ يُسْكِنُهَا الْمُتَحَابُّونَ
فِي اللَّهِ تَعَالَى وَالْمُتَلَذِّثُونَ فِي اللَّهِ كُنَّا
فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ وَرَقُولَهُ بِالضَّعْفِ
وَذَكَرَنِي مَجْمَعُ الزَّوَادِ - شَوَاهِدُ
وَكُنَّا فِي الْمَشْكُوَّةِ -

وہ لوگ جو اللہ ہی کو واسطے آپس میں ملتے جلتے ہیں،
ف :- اس میں اطہار کا اختلاف ہے کہ
زبرد اور زمرہ ایک ہی پتھر کے دو نام ہیں
یا ایک ہی پتھر کی دو قسمیں ہیں یا ایک ہی
نوع کے دو پتھر ہیں۔
بہر حال یہ ایک پتھر ہوتا ہے
جو نہایت ہی روشن چمکدار
ہوتا ہے۔

آج خانقاہوں کے بیٹھنے والوں پر
ہر طرح الزام ہے ہر طرف سے فقرے کئے
جاتے ہیں۔ آج انہیں جتنا دل چاہے
بُرا کہہ لیں۔ کل جب آنکھ کھلے گی اُس وقت حقیقت معلوم ہوگی کہ بوریوں پر بیٹھنے والے
کیا کچھ کما کر لے گئے جب وہ ان منبروں اور بالا خانوں پر ہوں گے اور یہ ہنسنے والے
گالیاں دینے والے کیا کما کر لے گئے۔

فَسَوْفَ تَرَىٰ إِذَا انْكَشَفَ الْغُبَارُ
أَفْرَسٌ تَحْتَ رَجُلِكَ أَمْ حِمَارٌ

ترجمہ :- عنقریب جب غبار ہٹ جائے گا تو معلوم ہوگا کہ گھوڑے پر سوار تھے یا گدھے پر۔

ان خانقاہوں کی اللہ کے یہاں کیا قدر ہے جن پر آج چاروں طرف سے گالیاں
پڑتی ہیں یہ اُن احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں ان کی فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں۔ ایک
حدیث میں وارد ہے کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہو وہ آسمان والوں کیلئے ایسا چمکتا ہے

لہ سابقہ ایڈیشنوں میں یہاں ”اسکے پتے بنتے ہیں جو بازار میں چمکدار کاغذ کی طرح بھتے ہیں“ یہ عبارت بھی جو
حضرت شیخ رحمہ اللہ سے رجوع کرنے کے بعد ان کے ارشاد کے مطابق متن سے یہ عبارت حذف کر دی گئی۔
اللہ خانقاہوں میں کچھ لوگ تو وہ ہیں جنہوں نے خانقاہوں کے نام سے دکان قائم کر رکھی ہے اور تصوف و سلوک کی انہیں
ہوا تک نہیں لگی ہے۔ وہ کچھ خدا کے مقبول بندے ایسے بھی ہیں جو ان غربت کدوں میں خود بھی یا دالہی میں مصروف ہیں اور
ہزاروں بھٹکے ہوئے انسانوں کو خدا کی راہ دکھا رہے ہیں اور اہم دینی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ عام لوگ جب بُرا کہنے پر
آتے ہیں تو سب کو ایک طرف کہنا شروع کر دیتے ہیں اور بھولے بھالے خوش عقیدہ مسلمان جب بزرگوں کی عقیدہ مندی
اور تعریف میں لگتے ہیں تو جھوٹے بیروں کے کھٹے ہوئے خلاف شرع اور فاسقانہ اعمال کو بھی تصوف و سلوک کے اعلیٰ مقامات
ثابت کرنے لگتے ہیں اور یہ دونوں ہی باتیں غلط ہیں۔ نہ سب بُرے ہیں اور نہ ہی سب کے سب اچھے ہیں۔ جو جیسا ہوا اسکو
دیکھ بھال کر ویسا ہی کہو۔ شیخ منظر کی مراد بھی یہی ہے۔

جیسے زمین والوں کے لئے ستارے چمکتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ذکر کی مجالس پر جو سکینہ (ایک خاص نعمت) نازل ہوتی ہے فرشتے اُن کو گھیر لیتے ہیں رحمت الہی اُن کو ڈھانک لیتی ہے اور اللہ جل جلالہ عرش پر ان کا ذکر فرماتے ہیں۔ ابو زرینؓ ایک صحابی ہیں وہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے دین کی تقویت کی چیز بتاؤں جس سے تو دونوں جہاں کی بھلائی کو پہنچے وہ اللہ کا ذکر کرنے والوں کی مجلسیں ہیں اُن کو مضبوط پکڑا اور جب تو تنہا ہوا کرے تو جتنی بھی قدرت ہو اللہ کا ذکر کرتا رہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آسمان والے اُن گھروں کو جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسا چمکدار دیکھتے ہیں جیسا کہ زمین والے ستاروں کو چمکدار دیکھتے ہیں۔ یہ گھر جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسے روشن اور منور ہوتے ہیں کہ اپنے نور کی وجہ سے ستاروں کی طرح چمکتے ہیں اور جن کو اللہ جل شانہ نور کے دیکھنے کی آنکھیں عطا فرماتے ہیں وہ یہاں بھی ان کی چمک دیکھ لیتے ہیں۔ بہت سے اللہ کے بندے ایسے ہیں جو بزرگوں کا نور اپنی آنکھوں سے چمکتا ہوا دیکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت فضیل بن عیاض جو مشہور بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ جن گھروں میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہ آسمان والوں کے نزدیک ایسا چمکتے ہیں جیسا کہ چراغ۔ شیخ عبدالعزیز دباغ ابھی قریب ہی زمانہ میں ایک بزرگ گذرے ہیں جو بالکل اُمی تھے مگر قرآن شریف کی آیت حدیث قدسی حدیث نبوی اور موضوع حدیث کو علیحدہ علیحدہ بتا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ مستحکم کی زبان سے جب لفظ نکلتے ہیں تو اُن الفاظ کے نور سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کس کا کلام ہے کہ اللہ پاک کے کلام کا نور علیحدہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا نور دوسرا ہے اور دوسرے کلاموں میں دونوں نور نہیں ہوتے۔

تذکرۃ النخیل یعنی سوانح حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ میں بروایت مولانا ظفر احمد صاحب لکھا ہے کہ حضرت کے پانچویں حج میں جس وقت حضرت مسجد الحرام میں طوافِ قدوم کے لئے تشریف لائے تو احقر مولانا محب الدین صاحب (جو اعلیٰ حضرت مولانا الحاج امداد اللہ صاحب مہاجر کی نور اللہ مرقدہ کے خاص خلفا میں تھے اور صاحب کشف مشہور تھے) کے پاس بیٹھا تھا مولانا اس وقت درود شریف کی کتاب کھولے ہوئے اپنا ورد پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے اس وقت

اے یعنی پڑھ لکھے باطل نہ تھے تھے اللہ تعالیٰ کا وہ ارشاد جس کے الفاظ اللہ تعالیٰ نے جبریل کے ذریعہ بھیجے ہوں بلکہ نبی نے اپنے الفاظ میں بیان فرمایا ہو کہ حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی مقیم مال مندو اللہ یاد سندھ (پاکستان)

١٣ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَمَرْتُكُمْ
بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَبِعُوا قُلُوبَكُمْ مَا
رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حَلَقُ الدُّنْيَا كُرًا
أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَحُسْنُهُ
وَذِكْرُهُ فِي الْمَشْكُوتَةِ بِرَوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ
وَزَادَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ وَالْبَيْهَقِيِّ
فِي الشَّعْبِ وَرَقْعِهِ بِالصَّرْحَةِ وَفِي
الْبَابِ عَنِ جَابِرٍ عِنْدَ ابْنِ أَبِي الدُّنْيَا
وَالْبَزَارِ وَأَبِي يَعْلَى وَالحَّاكِمِ وَصَرْحِهِ
وَالْبَيْهَقِيِّ فِي الدَّعَوَاتِ كَذَا فِي الدَّاسِ
وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ بِرَوَايَةِ الطَّبْرَانِيِّ
عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ بِلَفْظِ مَحَالِسِ الْعِلْمِ
وَبِرَوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
بِلَفْظِ الْمَسَاجِدِ مَحَلِّ حَلْقِ الذِّكْرِ وَ
زَادَ الرَّقْمَ - سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اللَّهُ أَكْبَرُ

marfat.com

marfat.com

ضعف۔ اخرون وفي التقريب ذین
الحديث وفي مجمع الزوائد رواه
البزار والطبرانی وفي القات قد
وثق وضعف۔ الجمهور وبقية رجال
البزار رجال الصحيح۔

سے بر اوت ہے اور شیطان اسے حفت
ہے اور جہنم کی آگ سے بچاؤ ہے اور انہیں
منافع کی وجہ سے اللہ کا ذکر بہت سی
عبادتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے
باختصاص شیطان کے تسلط سے بچنے میں

اسکو خاص دخل ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ شیطان گھٹنے جمائے ہوئے آدمی کے
دل پر مسلط رہتا ہے۔ جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو یہ عاجز و ذلیل ہو کر پیچھے ہٹ جاتا
ہے آدمی غافل ہوتا ہے تو یہ وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا ہے اسی لئے صوفیہ کرام ذکر کی
کثرت کراتے ہیں تاکہ قلب میں اس کے وسوسوں کی گنجائش نہ رہے اور وہ اتنا قوی ہو جائے
کہ اسکا مقابلہ کر سکے۔ یہی راز ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کے فیض صحبت سے یہ قوت قلبیہ ملنے پر جب حاصل تھی تو ان کو ضربیں لگانے کی
ضرورت پیش نہ آتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے جتنا بعد ہوتا گیا اتنی ہی قلب
کے لئے اسے مقوی قلب خمیرہ کی ضرورت بڑھتی گئی۔ اب قلوب اس درجہ ماؤف ہو چکے ہیں
کہ بہت سے علاج سے بھی وہ درجہ قوت کا تو حاصل نہیں ہوتا لیکن جتنا بھی ہو جاتا ہے وہی
بسا غنیمت ہے کہ وہ بانی مرض میں مستعد رہی کمی ہو بہتر ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ نقل کیا
ہے کہ انھوں نے اللہ جل شانہ سے دعا کی کہ شیطان کے وسوسہ ڈالنے کی صورت
ان پر منکشف ہو جائے کہ کس طرح ڈالتا ہے تو انھوں نے دیکھا کہ دل کے بائیں طرف
سونڈھے کے پیچھے پھر کی شکل سے بیٹھا ہے ایک لمبی سی سونڈ منہ پر ہے جسکو سوئی کی طرح
سے دل کی طرف لے جاتا ہے اس کو ڈاکر پاتا ہے تو جلدی سے اس سونڈ کو کھینچ لیتا ہے
غافل پاتا ہے تو اس سونڈ کے ذریعہ سے وسوسوں اور گتوں کا زہر بجکشن کے طریقہ سے
دل میں بھرتا ہے۔ ایک حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ شیطان اپنی ناک کا اگلا حصہ
آدمی کے دل پر رکھے ہوئے بیٹھا رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ذلت سے
پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ غافل ہوتا ہے تو اس کے دل کو لقمہ بنا لیتا ہے۔

لے وسوسے تلہ صوفیاء کے یہاں خفا ہوں میں جو ذکر کرنے کا طریقہ ہے اس میں ایک صوفیہ کیفیت ہے کہ دن کو حرکت دیکر دل پر
ضرب (چوٹ) لگائی جاتی ہے جس میں نیت یہ ہوتی ہے کہ سوائے محبت الہی کے جو کچھ دل میں ہے سب ختم ہو کر تنہا خدا کے
کی محبت دل میں سما جائے۔ اس مخصوص کیفیت کے ذکر کو نیک نام ضربیں لگانا ہے تلہ دوری تلہ بیکار عقل تلہ ظاہر ہو جائے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بِالْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَكْثَرُ مَا ذَكَرَ اللَّهُ حَتَّى يَقُولُوا فَجَنُونَ - رواه أحمد وأبو يعلى وابن حبان وحاكم في صحيحه وقال صحيح الإسناد وروى عن ابن عباس مرفوعاً بلفظ اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ إِنَّكُمْ مُشْرِكُونَ رواه الطبرانی ورواه البيهقي عن أبي الجوزاء برسلاً كذا في التلخيص والمقاصد الحسنة للسخاوي وهكذا في الدر المنثور للسيوطي إلا أنه عن حديث أبي الجوزاء إلى عبد الله بن أحمد في زوائد التلخيص وعزاه في الجامع الصغير إلى سعيد بن منصور في سننه والبيهقي في الشعب ورقمه بالضعف وذكر في الجامع الصغير أيضاً برواية الطبرانی عن ابن عباس مسنداً ورقمه بالضعف وعزاه أيضاً إلى سعيد إلى أحمد وأبي يعلى في مسنده وابن حبان وحاكم والبيهقي في الشعب ورقمه بالحسن.

۵ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمہیں یا کار کہنے لگیں۔ ف۔ ب۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منافقوں یا بیوقوفوں کے ریاکار کہنے سے ایسی بڑی دولت چھوڑنا نہ چاہیے بلکہ اس کثرت اور اہتمام سے کرنا چاہیے کہ یہ لوگ تم کو پاگل سمجھ کر تمہارا پیچھا چھوڑ دیں اور مجنوں جب ہی کہا جائے گا جب نہایت کثرت سے اور زور سے ذکر کیا جائے آہستہ میں یہ بات نہیں ہو سکتی۔ ابن کثیر نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شائد نے کوئی چیز بندوں پر ایسی فرض نہیں فرمائی جس کی کوئی حد مقرر نہ کر دی ہو اور پھر اُسکے عذر کو قبول نہ فرمایا ہو بجز اللہ کے ذکر کے کہ نہ اس کی کوئی حد مقرر فرمائی اور نہ عقل رہنے تک کسی کو معذور قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد ہے:- اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا (اللہ جل شانہ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو) رات میں دن میں جنگل میں دریا میں سفر میں حضر میں فقر میں تو نگری بیماری میں صحت میں آہستہ اور پکار کر اور ہر حال میں۔ حافظ ابن حجر نے نبہات میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان سے قرآن پاک کے ارشاد و کان تَحْتَهُ كُنُزٌ لَهُمَا میں منقول ہے کہ وہ سونے کی ایک تختی تھی جس میں سات سطریں لکھی ہوئی تھیں جن کا ترجمہ یہ ہے ۱ مجھے

لے حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اسکو حسن کہا ہے۔ (السراج النیر شرح الجامع الصغير ص ۲۶۶)

تعجب ہے اُس شخص پر جو موت کو جانتا ہو پھر بھی ہنسے ① مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو یہ جانتا ہے کہ دنیا آخر ایک دن ختم ہونے والی ہے پھر بھی اُس میں رغبت کرے۔
 ② مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو یہ جانتا ہو کہ ہر چیز مقدر سے ہے پھر بھی کسی چیز کے جاتے رہنے پر افسوس کرے ③ مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جسکو آخرت میں حساب کا یقین ہو پھر بھی مال جمع کرے ④ مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جس کو جہنم کی آگ کا علم ہو پھر بھی گناہ کرے ⑤ مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو اللہ کو جانتا ہو پھر کسی اور چیز کا ذکر کرے ⑥ مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جسکو جنت کی خبر ہو پھر دنیا میں کسی چیز سے راحت پائے۔ بعض نسخوں میں یہ بھی ہے کہ مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو شیطان کو دشمن سمجھے پھر بھی اُسکی اطاعت کرے۔ حافظہ نے حضرت جابرؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ حضرت جبریلؑ مجھے اللہ کے ذکر کی اس قدر تاکید کرتے رہے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا بغیر ذکر کے کوئی چیز نفع نہ دے گی، ان سب روایات سے یہ معلوم ہوا کہ ذکر کی جتنی بھی کثرت ممکن ہو دریغ نہ کرے لوگوں کے مجنوں یا ریاکار کہنے کی وجہ سے اسکو چھوڑ دینا اپنا ہی نقصان کرنا ہے۔ صوفیہ نے لکھا ہے کہ یہ بھی شیطان کا ایک دھوکہ ہے کہ اول وہ ذکر سے اس خیال سے روکتا ہے کہ لوگ دیکھیں گے کوئی دیکھے گا تو کیا کہے گا وغیرہ وغیرہ۔ پھر شیطان کو روکنے کے لئے یہ ایک مستقل ذریعہ اور حیلہ مل جاتا ہے اسلئے یہ تو ضروری ہے کہ دکھلانے کی نیت سے کوئی عمل نہ کرے لیکن اگر کوئی دیکھ لے تو بلا سے دیکھے اُس وجہ سے چھوڑنا بھی نہ چاہیئے، حضرت عبد اللہ ذوالجادرینؓ ایک صحابی میں جو لڑکپن میں یتیم ہو گئے تھے۔ چچا کے پاس رہتے تھے وہ بہت اچھی طرح رکھتا تھا۔ گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہو گئے تھے چچا کو خبر ہو گئی تو اس نے غصہ میں بالکل ننگا کر کے نکال دیا۔ ماں بھی بیزار تھی لیکن پھر ماں تھی ایک موٹی سی چادر ننگا دیکھ کر دیدی جس کو انھوں نے ڈبو ٹکڑے کر کے ایک سے ستر ڈھک دوسرا اوپر ڈال لیا مدینہ طیبہ حاضر ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پڑے رہا کرتے اور بہت کثرت سے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا یہ شخص ریاکار ہے کہ اس طرح ذکر کرتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں

یہ ظاہر تو بہت مبارک جذبہ ہے لیکن اگر ریا ہے بچنے کی کوشش میں غل سے محرومی ملے تو شیطان دشمن کا فریب سمجھنا چاہیئے کہ یعنی ماں آخر ماں تھی یہ حال نہ دیکھا گیا۔

بلکہ یہ آوارہ بین میں ہے۔ غزوہ تبوک میں انتقال ہوا صحابہؓ نے دیکھا کہ رات کو قبروں کے قریب چراغ جل رہا ہے قریب جا کر دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اترے ہوئے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ کو ارشاد فرما رہے ہیں کہ لاؤ اپنے بھائی کو مجھے پکڑا دو دونوں حضرات نے نعش کو پکڑا دیا۔ دفن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ سارا منظر دیکھ کر مجھے تمنا ہوئی کہ یہ نعش تو میری ہوتی۔ حضرت فضیلؓ جو اکابر صحابہؓ میں ہیں وہ فرماتے ہیں کہ کسی عمل کو اس وجہ سے کرنا کہ لوگ دیکھیں یہ شرک میں داخل ہے اور اس وجہ سے کسی عمل کو نہ کرنا کہ لوگ دیکھیں گے یہ ریا میں داخل ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض آدمی ذکر کی کنجیاں ہیں کہ جب ان کی صورت دیکھی جائے تو اللہ کا ذکر کیا جائے، یعنی ان کی صورت دیکھ کر ہی اللہ کا ذکر یاد آئے۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کے ولی ہیں وہ لوگ جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ کی یاد تازہ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں اور اس کے کلام سے علم میں ترقی ہوتی ہو اور اسکے اعمال سے آخرت کی رغبت پیدا ہوتی ہو۔ اور یہ بات جب ہی حاصل ہو سکتی ہے جب کوئی شخص کثرت سے ذکر کا عادی ہو۔ اور جسکو خود ہی توفیق نہ ہو اسکو دیکھ کر کسی کو اللہ کی یاد آ سکتی ہے۔ بعض لوگ پکار کر ذکر کرنے کو بدعت اور ناجائز بتاتے ہیں۔ یہ خیال حدیث پر نظر کی کمی سے پیدا ہو گیا ہے۔ مولانا عبدالحی صاحبؒ نے ایک رسالہ سبباً حتماً الفکر اسی مسئلہ میں تصنیف فرمایا ہے جس میں تقریباً پچاس حدیثیں ایسی ذکر فرماتی ہیں جن سے جہر (پکار کر) ثابت ہوتا ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ شرائط کیساتھ اپنی حدود کے اندر رہے کسی کی اذیت کا سبب نہ ہو۔

لے خدا تعالیٰ سے لو لگانے والے ۱۱۱ سبحان اللہ! ہزاروں رحمتیں اور لاکھوں سلام اس شہید و فاجر جو بڑے بڑوں کیلئے قابلِ مدد رشک بن گیا۔

بچہ تاز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مندے
کہ بوقتِ جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی
کہ مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلؒ نے عمر بہت کم پائی مگر کانٹے بڑے بڑے انجام دیئے۔ آپ نے بہت سی علمی و تحقیقی کتابیں لکھی ہیں۔ ۱۱۱ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۱ میں وفات پائی۔

۱۶ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمْ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ إِلَّا مَا هُمْ الْعَادِلُ وَ الشَّابُّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ وَ رَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالسَّاجِدِ وَ رَجُلَانِ تَحَابَّتَا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَى ذَلِكَ وَ تَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَ رَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَ جَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَ رَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهَا مَا تُتَّقُ يَمِينُهُ وَ رَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهُ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ - رواه البخاري و مسلم و غيرهما كذا في الترغيب و المشكوة و في الجامع الصغير برواية مسلم عن أبي هريرة و أبي سعيد معا و ذكر عدة طرق و اخرى -

۱۶ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سات آدمی ہیں جن کو اللہ جل شانہ اپنے رحمت کے سایہ میں ایسے دن جگہ عطا فرمائے گا جس دن اُس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ایک عادل بادشاہ، دوسرا وہ جوان جو جوانی میں اللہ کی عبادت کرتا ہو تیسرا وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹک رہا ہو۔ چوتھے وہ دو شخص جن میں اللہ کے واسطے محبت ہو اسی پر اُن کا اجتماع ہو اسی پر جدائی۔ پانچویں وہ شخص جس کو کوئی حسین شریف عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہہ دے کہ مجھے اللہ کا ڈر مانع ہے۔ چھٹے وہ شخص جو ایسے مخفی طریق سے صدقہ کرے کہ دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو ساتویں وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور آنسو بہنے لگیں۔

ف:- آنسو بہنے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دیدہ و دانستہ اپنے معاصی اور گناہوں کو یاد کر کے رونے لگے۔ اور دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ غلبہ شوق میں بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکلنے لگیں۔ بروایت ثابت بنانی ایک بزرگ کا مقولہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ میری کون سی دعا قبول ہوئی۔ لوگوں نے پوچھا کہ کس طرح معلوم ہو جاتا ہے فرمانے لگے کہ جس دعا میں بدن کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل دھڑکنے لگتا ہے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں وہ دعا قبول ہو جاتی ہے۔ ان سات آدمیوں میں جن کا ذکر حدیث پاک میں وارد ہوا ایک وہ شخص بھی ہے جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور رونے لگے اس شخص میں دو خوبیاں جمع ہیں اور دونوں اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ ایک اخلاص کہ تنہائی میں اللہ کی یاد میں مشغول ہو۔ دوسرا اللہ کا خوف یا شوق کہ دونوں میں رونا آتا ہے اور دونوں کمال ہیں ہمارا کام ہر اتوں کو رونا یاد دلیریں ہمارے نیند پر محو خیال یار ہو جانا

حدیث کے الفاظ ہیں رَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا رَايَكَ وَهُوَ آدَمِيٌّ جَوَالِدُكَ ذَكَرَكَ رَايَكَ اس حال میں کہ خالی ہو (مکوفیہ نے لکھا ہے کہ خالی ہونے کے دو مطلب ہیں۔ ایک ایسا کہ آدمیوں سے خالی ہو جس کے معنی تنہائی کے ہیں یہ عام مطلب ہے۔ دوسرے یہ کہ دل اغیار سے خالی ہو وہ فرماتے ہیں کہ اصل خلوت یہی ہے اس لئے اکمل درجہ تو یہ ہے کہ دونوں خلوتیں حاصل ہوں لیکن اگر کوئی شخص جمع میں ہو اور دل غیروں سے بالکل خالی ہو اور ایسے وقت اللہ کے ذکر سے کوئی شخص رونے لگے تو وہ بھی اس میں داخل ہے کہ جمع کا ہونا نہ ہونا کے حق میں برابر ہے جب اس کا دل جمع تو درکنار غیر اللہ کے التفات سے بھی خالی ہے تو اسکو جمع کیا مضر ہو سکتا ہے۔ اللہ کی یاد میں یا اس کے خوف سے رونا بڑی ہی دولت ہے خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو حق تعالیٰ شانہ میسر فرماویں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے وہ اس وقت تک جہنم میں نہیں جاسکتا جب تک کہ وہ وہ تھنوں میں واپس جائے (اور ظاہر ہے کہ یہ ناممکن ہے۔ پس ایسے ہی اس کا جہنم میں جانا بھی ناممکن ہے) ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے ہے کہ اس کے آنسوؤں میں سے کچھ زمین پر ٹپک جائے تو اسکو قیامت کے دن عذاب نہیں ہوگا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو آنکھوں پر جہنم کی آگ حرام ہے۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہو اور دوسری وہ جو اسلام کی اور مسلمانوں کی کفار سے حفاظت کرنے میں جاگی ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو آنکھ اللہ کے خوف سے روئی ہو اس پر جہنم کی آگ حرام ہے اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں جاگی ہو اس پر بھی حرام ہے اور جو آنکھ ناجائز چیز (مثلاً نامحرم وغیرہ) پر پڑنے سے رگ گئی ہو اس پر بھی حرام ہے اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں ضائع ہو گئی ہو اس پر بھی جہنم کی آگ حرام ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنے والا ہو وہ ایسا ہے جیسے اکیلا کفار کے مقابلہ میں چلے یا ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد



عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ



لَهُ رَوَاهُ الْوَلَدُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْمَكْبُرِ وَالْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ عَنْ أَبِي جَرِيرَةَ النَّخَعِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ذَكَرَ اللَّهُ غَايَةَ كِبَارِهِ إِلَى الْكُفَّارِ مِنْ بَيْنِ الصُّفُوفِ قَالُوا رَوَاهُ الشَّيْخَانِ فِي الْأَثَابِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْدِي
مَنْ دِيَوْمَ الْقِيَمَةِ أَيْنَ أُولُوا الْأَلْبَابِ
قَالُوا أَيْ أُولِي الْأَلْبَابِ تَرِيدُ قَالَ
الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَتَعَوُّدًا
عَلَى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا
سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ عَقِدَ لَهُمْ
لُؤْلُؤًا فَتَبَعَ الْقَوْمُ لُؤْلُؤَهُمْ وَقَالَ لَهُمْ
أَدْخُلُوهُ خَالِدِينَ أَخْرَجَهُ الْأَصْبَهَانِي
فِي التَّوْحِيدِ كَذَا فِي الدَّامِ -

ہے کہ قیامت کے دن ایک آواز دینے والا
آواز دے گا کہ عقلمند لوگ کہاں ہیں؟ لوگ
پوچھیں گے کہ عقلمندوں سے کون مراد ہیں
جواب ملے گا وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے
تھے کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے (یعنی ہر
حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے) اور
آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں
غور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یا اللہ اپنے
یہ سب بے فائدہ تو پیدا کیا ہی نہیں ہم آپ کی
تسبیح کرتے ہیں آپ ہم کو جہنم کے عذاب سے
بچا لیجئے۔ اسکے بعد ان لوگوں کیلئے ایک جہنم بنایا جائے گا جس کے پیچھے یہ سب جائیں گے اور
اُن سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کیلئے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

ف :- آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں یعنی اللہ کی قدرت
کے مظاہر اور اس کی حکمتوں کے عجائب سوچتے ہیں جس سے اللہ جل جلالہ کی معرفت میں
قوت پیدا ہوتی ہے۔ الہی یہ عالم ہے گلزار تیرا: ابن ابی الدنیا نے ایک مُرسل روایت نقل کی
ہے کہ نبی اکرم ایک مرتبہ صحابہ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لگے جو چپ چاپ بیٹھے تھے حضور
نے ارشاد فرمایا کیا بات ہے کس سوچ میں بیٹھے ہو؟ عرض کیا مخلوقات الہیہ کی سوچ میں ہیں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اللہ کی ذات میں غور نہ کیا کرو کہ وہ دَرَارُ الْوُجُوہِ
ہے، اس کی مخلوقات میں غور کیا کرو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب بات سنا دیجئے۔ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بات
ایسی تھی جو عجیب نہ تھی۔ ایک مرتبہ رات کو تشریف لائے میرے بسترے پر میرے لحواف میں
لیٹ گئے پھر ارشاد فرمایا چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں۔ یہ فرما کر اُٹھے وضو فرمایا
اور نماز کی نیت باندھ کر رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ آنسو سینہ مبارک پر بہتے رہے، پھر
اسی طرح رکوع میں روتے رہے پھر سجدہ میں اسی طرح روتے رہے ساری رات اسی طرح
گزار دی۔ حتیٰ کہ صبح کی نماز کے واسطے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے لئے آگئے۔ میں نے عرض کیا
یا رسول اللہ آپ تو بخشتے بخشتے ہیں پھر آپ اتنا کیوں روتے۔ ارشاد فرمایا کیا میں اللہ کا

شکر گزار بندہ نہ بنوں، پھر فرمایا میں کیوں نہ روتا حالانکہ آج یہ آیتیں نازل ہوئیں (یعنی آیات
 بِاللَّانِ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِنْ فَتْنًا عَذَابُ النَّارِ تک) پھر فرمایا کہ ہلاکت ہے
 اس شخص کیلئے جو ان کو پڑھے اور غور و فکر نہ کرے۔ عامر بن عبد قیس کہتے ہیں کہ میں نے
 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سنا ہے ایک سے دو سے تین سے نہیں (بلکہ ان سے زیادہ
 سے سنا ہے) کہ ایمان کی روشنی اور ایمان کا نور غور و فکر ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی چھت پر لیٹا ہوا آسمان اور ستاروں کو دیکھ رہا تھا
 پھر کہنے لگا خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ تمہارا پیدا کرنے والا بھی کوئی ضرور ہے اے اللہ تو
 میری مغفرت فرمادے۔ نظر رحمت اُس کی طرف متوجہ ہوئی اور اُسکی مغفرت ہو گئی۔ حضرت
 ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک ساعت کا غور تمام رات کی عبادت سے افضل ہے، حضرت
 ابو دردارؓ اور حضرت انسؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ حضرت انسؓ سے یہ بھی نقل کیا گیا
 کہ ایک ساعت کا غور ان چیزوں میں اسی سال کی عبادت سے افضل ہے۔ اُم دردارؓ
 سے کسی نے پوچھا کہ ابو دردارؓ کی افضل ترین عبادت کیا تھی؟ فرمایا غور و فکر۔ بروایت
 ابو ہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ ایک ساعت کا غور و فکر
 ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہے۔ لیکن ان روایتوں کا یہ مطلب نہیں کہ پھر عبادت
 کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہر عبادت اپنی جگہ جو درجہ رکھتی ہے فرض ہو یا واجب سنت ہو یا مستحب
 اُسکے چھوڑنے پر اسی درجہ کی وعید عذاب یا ملامت ہوگی جس درجہ کی وہ عبادت ہوگی۔
 امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ غور و فکر کو افضل عبادات اسلئے کہا گیا کہ اس میں معنی
 ذکر کے تو موجود ہوتے ہی ہیں۔ دو چیزوں کا اضافہ اور ہوتا ہے۔ ایک اللہ کی معرفت، اسلئے
 کہ غور و فکر معرفت کی کنجی ہے۔ دوسری اللہ کی محبت کہ فکر پر یہ مرتب ہوتی ہے یہی غور و فکر
 ہے جس کو صوفیہ مراقبہ سے تعبیر فرماتے ہیں بہت سی روایات سے اس کی فضیلت ثابت

۱۔ اس طرح خدا کی مخلوقات میں اگر پوری طرح غور کیا جائے تو اس سے یقین کی وہ کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ ایک شکر خدا
 خدا اور دہریے تک کو خدا کی قدرت و عظمت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ ہماری اس زمین کے اپنے محور پر چکر لگانے اور
 پھر ساتھ ساتھ سورج کے گرد گھومنے کو جب سرچیمز (سائنس دان) نے غور کیا کہ ہزاروں میل کی رفتار سے چلنے کے باوجود
 نہ کوئی جھٹکا ہے نہ ہچکولا، تو وہ بے اختیار پکار اٹھا کہ "اس کا پیشی ہوئی کائنات میں ایک دقیق اور ماوراء الافلاک کارگر ہی
 سے عدل و توازن پیدا کیا گیا ہے۔"

ہوتی ہے۔ مسند ابولیلے میں بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ وہ ذکر خفی جس کو فرشتے بھی نہ سُن سکیں تشر درجہ دو چند ہوتا ہے، جب قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہ تمام مخلوق کو حساب کیلئے جمع فرمائیں گے اور کراماً کا تبیین اعمال نامے لیکر آئیں گے تو ارشاد ہوگا کہ فلاں بندہ کے اعمال دیکھو کچھ اور باقی ہیں، وہ عرض کریں گے کہ ہم نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو لکھی نہ ہو اور محفوظ نہ ہو تو ارشاد ہوگا کہ ہمارے پاس اس کی ایسی نیکی باقی ہے جو تمہارے علم میں نہیں وہ ذکر خفی ہے، یہ بھی نے شعب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہ حدیث نقل کی ہے کہ جن ذکر کو فرشتے بھی نہ سُن سکیں وہ اس ذکر پر جس کو وہ سُنیں تشر درجہ بڑھا ہوا ہے۔ یہی مراد ہے اُس شعر سے جس میں کہا گیا ہے ۵

میان عاشق و معشوق رمزے است

کراماً کا تبیین را ہم خبر نیست

کہ عاشق و معشوق میں ایسے رمز بھی ہوتے ہیں جن کی فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو ایک لحظہ بھی غفلت نہیں ہوتی کہ انکی ظاہری عبادت تو اپنے اپنے اجر و ثواب حاصل کریں گی یہ ہر وقت کا ذکر و فکر پوری زندگی کے اوقات میں شتر گشتا مزید برآں۔ یہی چیز ہے جس نے شیطان کو دق کر رکھا ہے۔ حضرت جنیدؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ شیطان کو بالکل ننگا دیکھا انھوں نے فرمایا تجھے شرم نہیں آتی کہ آدمیوں کے سامنے ننگا ہوتا ہے وہ کہنے لگا کہ یہ کوئی آدمی ہیں آدمی وہ ہیں جو شو نیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہیں جنھوں نے میرے بدن کو دہلا کر دیا اور میرے جگر کے کباب کر دیئے، حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں شو نیزیہ کی مسجد میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ چند حضرات گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں مشغول ہیں۔ جب انھوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ خبیث کی باتوں سے کہیں دھوکہ میں نہ پڑ جانا۔ سوچی سے بھی اس کے قریب ہی نقل کیا گیا ہے۔ انھوں نے شیطان کو دیکھا کہ وہ ننگا ہے۔ کہا۔ تجھے آدمیوں کے درمیان اس طرح چلتے شرم نہیں آتی۔ کہنے لگا خدا کی قسم یہ آدمی نہیں اگر یہ آدمی ہوتے تو میں انکے ساتھ اس طرح نہ کھیلتا جس طرح لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں آدمی وہ لوگ ہیں جنھوں نے میرے بدن کو بیمار کر دیا اور صوفیہ کی جماعت کی طرف اشارہ کر دیا۔ ابو سعیدؒ خزار کہتے ہیں کہ

لے کما فی البجام الصغیرۃ پوشیدہ راز دنیا زستہ دراصل شیطان کج انسانوں کے نیک اعمال سے جتنی تکلیف پہنچاتا ہے اس سے کہیں زیادہ انکے دلوں کے اللہ کی طرف گئے رہنے سے ہوتی ہے۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا میں لکڑی سے مارنے لگا۔ اس نے ذرا بھی پروانہ کی۔ غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ اس سے نہیں ڈرتا۔ یہ دل کے نور سے ڈرتا ہے حضرت سعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ بہترین ذکر ذکر خفی ہے اور بہترین نطق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو (یعنی نہ کم ہو کہ گذر نہ ہو سکے نہ زیادہ ہو کہ تکبر اور فواحش میں مبتلا کرے) ابن حبان اور ابویعلیٰ نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ کو ذکر خالی سے یاد کیا کرو۔ کسی نے دریافت کیا کہ ذکر خالی کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ مخفی ذکر۔ ان سب روایات سے ذکر خفی کی افضلیت معلوم ہوتی ہے اور ابھی قریب ہی وہ روایت گذر چکی جس میں مجنوں کہنے کا ذکر گذرا ہے دونوں مستقل چیزیں ہیں جو حالات کے اعتبار سے مختلف ہیں اسکو شیخ تجویز کرتا ہے کہ کس شخص کیلئے کس وقت کیا مناسب ہے۔

۱۸ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ میں تھے کہ آیت وَاَصْبِرْ نَفْسُكَ نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے اپنے آپ کو اُن لوگوں کے پاس بیٹھنے کا پابند کیجئے جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ حضور اقدس کی اس آیت کے نازل ہونے پر اُن لوگوں کی تلاش میں نکلے ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے بعض لوگ اُنہیں بھرے ہوئے بالوں والے ہیں اور خشک کھالوں والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں (کہ ننگے بدن ایک ننگی صرف ان کے پاس ہے) جب حضور

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَهْلٍ ابْنِ حَنِيفٍ قَالَ نَزَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَعْضِ آيَاتِهِ وَاصْبِرْ نَفْسُكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغُدَاوَةِ وَالْعَشِيِّ فَخَرَجَ يَلْتَمِسُهُمْ فَجَدَّ قَوْمًا يَذْكُرُونَ اللَّهَ فِيهِمْ ثَلَاثُ أَعْرَاسٍ وَجَافَ الْجِلْدُ وَذُو الثَّوْبِ الْوَحِيدِ فَلَمَّا رَأَاهُمْ جَلَسَ مَعَهُمْ وَقَالَ اَعْمَدُوا لِي الَّذِي جَعَلَ فِي أُمَّتِي مَنْ أَمَرَنِي أَنْ أَصْبِرَ نَفْسِي مَعَهُمْ اخْرُجْ اِنْ جَوَّيْتُ وَتَبَرَأْتُ مِنْ مَرَدٍ

یعنی جو مرد و عورت اپنی مقہور میں ہو کہ ضرورت پورں ہو سکے اس سے زیادہ ہوتا ہے تو نفس میں سرکشی پیدا ہوتی ہے اور اس سے کم ہو تو آدمی سنگدستی سے پریشان رہتا ہے اور بھوک کی سختی اور بیتابی میں بہت بڑے بڑے خیالات آتے ہیں اور کون کام دین کا ہو یا دنیا کا ٹھیک طویل پر انجام نہیں دیا جاتا۔ (یہ حدیث احمد ابن حبان اور بیہقی نے بحسب الزمان میں حضرت سعد سے نقل کی ہے) رواہ ابن المبارک فی الزہد عن صفیہ بن حبیب مرسل کانی الجرح و التعديل۔ بعض بلند آواز سے ذکر کرتا اور ہلکی آواز سے ذکر کرتا یہ دونوں الگ چیزیں ہیں جنکی تاثیرات میں بھی فرق ہے۔ شیخ طریقت کے لئے جو تجویز کرے اسے وہی کرنا چاہئے۔

کذا فی اندر۔
 ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔

ف:- ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تلاش فرمایا تو مسجد کے آخری حصہ میں بیٹھے ہوئے پایا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جس نے میری زندگی ہی میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے اُن کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔ پھر فرمایا تم ہی لوگوں کے ساتھ زندگی ہے اور تمہارے ہی ساتھ مرنا ہے۔ یعنی مرنے جینے کے ساتھ ہی اور رفیق تم ہی لوگ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت سلمان فارسی وغیرہ حضرات صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت ذکر اللہ میں مشغول تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو یہ لوگ چپ ہو گئے۔ حضورؐ نے فرمایا تم کیا کر رہے تھے عرض کیا ذکر الہی میں مشغول تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ رحمت الہی تم لوگوں پر اتر رہی ہے تو میرا بھی دل چاہا کہ اگر تمہارے ساتھ شرکت کروں پھر ارشاد فرمایا کہ الحمد للہ، اللہ جل شانہ نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے پاس بیٹھنے کا مجھے حکم ہوا۔ ابراہیم خنئی کہتے ہیں کہ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ سے مراد ذاکرین کی جماعت ہے۔ ان ہی جیسے احکام سے صوفیہ نے استنباط کیا ہے کہ مشائخ کو بھی مریدین کے پاس بیٹھنا ضروری ہے کہ اس میں علاوہ فائدہ پہونچانے کے اختلاط سے شیخ کے نفس کے لئے بھی مجاہدہ تامہ ہے کہ غیر مہذب لوگوں کی بدعنوانیوں کے تحمل اور برداشت سے نفس میں انقیاد پیدا ہوگا اس کی قوت میں انکسار پیدا ہوگا۔ اس کے علاوہ قلوب کے اجتماع کو اللہ جل جلالہ کی رحمت اور رافت کے متوجہ کرنے میں خاص دخل ہے اسی وجہ سے جماعت کی نماز مشروع ہوئی اور یہی بڑی وجہ ہے کہ عرفات کے میدان میں سب حجاج بیک حال ایک میدان میں اللہ کی طرف متوجہ کئے جاتے ہیں جیسا کہ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حجتہ النہالؑ میں متعدد جگہ اس مضمون

لہ یعنی ماننے کا جذبہ پیدا ہوگا۔ اور ایک حدیث میں ہے انما ینصر اللہ هذه الامة بضعیفہا بدعوتہم و صلاتہم و اخلاصہم (رواہ النسائی) یعنی اللہ تعالیٰ اس اُمت کی مدد انکے کمزوروں کی وجہ سے کرتا ہے۔ ان کی دعاؤں نمازوں اور ان کے اخلاص کی وجہ سے۔ اس لئے ضرور لوگوں سے اپنے کو ادباً سمجھنا اور ان سے دور رہنا عسریٰ کا سبب ہے۔

کو اہتمام سے ارشاد فرمایا ہے۔ یہ سب اس جماعت کے بارے میں ہے جو اللہ کا ذکر کرنے والی ہو کہ احادیث میں کثرت سے اس کی ترغیب آئی ہے اس کے بالمقابل اگر کوئی شخص غافلین کی جماعت میں پھنس جائے اور اس وقت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو اسکے بارے میں بھی احادیث میں کثرت سے فضائل آئے ہیں ایسے موقع پر آدمی کو اور بھی زیادہ اہتمام اور توجہ سے اللہ کی طرف مشغول رہنا چاہیے تاکہ ان کی نحوست سے محفوظ رہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ غافلین کی جماعت میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے کہ جہاد میں بھاگنے والوں کی جماعت میں سے کوئی شخص جم کر مقابلہ کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے بھاگنے والوں کی طرف سے گٹھار کا مقابلہ کرے۔ نیز وہ ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ۔ نیز وہ ایسا ہے جیسے پتہ جھڑ والے درختوں میں کوئی شاداب سرسبز درخت ہو ایسے شخص کو حق تعالیٰ شانہ اسکا جنت کا گھر پہلے ہی دکھا دیں گے۔ اور ہر آدمی اور حیوان کی برابر اسکی مغفرت کیجاوگی، یہ جب ہے کہ ان مجالس میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہو ورنہ ایسی مجالس کی شرکت کی ممانعت آئی ہے۔ حدیث میں ہے کہ عشرۃ یعنی یارانہ کی مجالس سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ عزیزی کہتے ہیں یعنی ایسی مجالس سے جن میں غیر اللہ کا ذکر کثرت سے ہوتا ہو لغویات اور لہو و لعب میں مشغول ہوتی ہو۔ ایک بزرگ کہتے ہیں میں ایک مرتبہ بازار جا رہا تھا ایک حبشہ باندی میرے ساتھ تھی میں نے بازار میں اسکو ایک جگہ بٹھا دیا کہ میں واپسی میں اسکو لے لوں گا وہ وہاں سے چلی آئی جب میں نے واپسی پر اسکو وہاں نہ دیکھا تو مجھے غصہ آیا میں گھر واپس آیا تو وہ باندی آئی اور کہنے لگی میرے آقا خفگی میں جلدی نہ کریں آپ مجھے ایسے لوگوں کے پاس چھو گئے جو اللہ کے ذکر سے غافل تھے مجھے یہ ڈر ہوا کہ ان پر کوئی عذاب نازل نہ ہو وہ زمین میں دھنس نہ جائیں اور میں بھی انکے ساتھ عذاب میں دھنس نہ جاؤں۔

۴۵ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل جلالہ کا پاک ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تو صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر مجھے یاد کر لیا کریں درمیانی حصہ میں تیری

فجر اور عصر کے بعد | ۴۶ عَنْ أَبِي
اللَّهِ كَا ذَكَرَ | هُرَيْرَةَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِيهَا يَلَاكُ عَنْ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَذْكَرُ

۱۔ رواہ ابی ہریرہ فی الکبیر عن ابن مسعود رحمہ اللہ رواہ الدیمہ فی الخلی عن ابن عمر رحمہ
۲۔ رواہ سعید بن منصور فی سننہ عن ابان بن عثمان مرسل کما فی الجامع الصغیر۔

بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الْغُجْرِ سَاعَةً أَكْفَلْتُ
 فِيهَا بَيْنَهُمَا أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ كَذَا فِي الدَّامِ
 کفایت کروں گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے
 کہ اللہ کا ذکر کیا کرو وہ تیری مطلب براری
 میں معین ہوگا۔ آخرت کے واسطے نہ ہی دنیا کے واسطے ہم لوگ کیسی کیسی کوشش
 کر ڈالتے ہیں کیا بگڑ جائے اگر تھوڑی سی دیر صبح اور عصر کے بعد اللہ کا ذکر بھی کر لیا کریں
 کہ احادیث میں کثرت سے ان دو وقتوں میں اللہ کے ذکر کے فضائل وارد ہوئے اور جب
 اللہ جل جلالہ کفایت کا وعدہ فرماتے ہیں پھر کسی دوسری چیز کی کیا ضرورت باقی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایسی جماعت
 کے ساتھ بیٹھوں جو صبح کی نماز کے بعد آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول ہو، مجھے
 زیادہ پسند ہے اس سے کہ چار عرب غلام آزاد کروں، اسی طرح ایسی جماعت کے ساتھ
 بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے یہ زیادہ پسند
 ہے چار غلام آزاد کرنے سے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص صبح کی نماز جماعت سے
 پڑھے پھر آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے اور پھر دو رکعت نفل پڑھے
 اسکو ایسا ثواب ملے گا جیسا کہ حج اور عمرہ پر ملتا ہے اور حج اور عمرہ بھی وہ جو کامل ہو، حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں ایک جماعت کے ساتھ صبح کی نماز کے بعد سے آفتاب
 نکلنے تک ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔
 اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک ایک جماعت کے ساتھ ذکر میں مشغول رہوں یہ
 مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ پسند ہے۔ ان ہی وجوہ سے صبح کی نماز کے بعد
 اور عصر کی نماز کے بعد اور ادا کا معمول ہے اور حضرات صوفیہ کے یہاں تو ان دونوں وقتوں
 کا خاص اہتمام ہے کہ صبح کی نماز کے بعد عموماً اشغال میں اہتمام فرماتے ہیں اور عصر کے
 بعد اور ادا کا اہتمام کرتے ہیں بالخصوص فجر کے بعد فقہاء بھی اہتمام فرماتے ہیں۔ مدونہ میں
 امام مالک سے نقل کیا گیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک باتیں کرنا مکروہ ہیں
 اور حنفیہ میں سے صاحب درمختار نے بھی اس وقت باتیں کرنا مکروہ لکھا ہے۔ ایک حدیث
 میں آیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد اسی ہیئت سے بیٹھے ہوئے بولنے سے قبل

لے رواہ ابن عساکر عن عطاء بن ابی سلم مرسل سے رواہ ابوداؤد و ابویعلی عن انس کما فی الترغیب سے رواہ الترمذی
 عن انس کما فی الترغیب سے المدونۃ الکبریٰ فقہ کی بہت اہم اور بنیادی کتابوں میں سے ہے۔
 یہ فقہ حنفی کی بہت مشہور و مستند کتاب۔

دعا دل مرتبہ پڑھے :- لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اپنی ذات اور صفات میں اکیلا ہے کوئی اُس کا شریک نہیں سارا ملک دنیا اور آخرت کا اسی کا ہے اور جتنی خوبیاں ہیں وہ اُسی پاک ذات کیلئے ہیں وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں دس برائیاں معاف فرمائی جائیں اور جنت میں دس درجہ بلند کئے جائیں اور تمام دن شیطان سے اور مکر وہات سے محفوظ رہے، ایک حدیث میں آیا ہے جو صبح اور عصر کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَآتُوبُ إِلَيْهِ (میں اُسی اللہ سے جو زندہ ہے ہمیشہ رہنے والا ہے اُسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتا ہوں اور اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں توبہ کرتا ہوں) تین مرتبہ پڑھے اُسکے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، خواہ سمندر کے برابر ہوں۔

۲۰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے سب ملعون (اللہ کی رحمت سے دور ہے) مگر اللہ کا ذکر اور وہ چیز جو اُس کے قریب ہو اور عالم اور طالب علم۔

ف :- اُسکے قریب ہونے سے مراد ذکر کے قریب ہونا بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں وہ چیزیں مراد ہوں گی جو اللہ کے ذکر میں معین و مددگار ہوں جن میں کھانا پینا بھی بقدر ضرورت داخل ہے اور زندگی کے اسباب ضروری بھی اس میں داخل ہیں اور اس صورت میں اللہ کا ذکر ہر چیز کو جو عبادت سے ہو شامل ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُس کے قریب ہونے سے اللہ کا

۱۰ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ وَمَلْعُونٌ مَا فِيهَا إِلَّا ذِكْرُ اللَّهِ وَمَا وَآلَاةُ وَعَالِمًا وَمُتَعَلِّمًا رواه الترمذی وابن ماجه والبيهقي وقال الترمذی حدیث حسن کذا فی الترغیب و ذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ ابن ماجه ورقمہ بالحسن و ذکرہ فی مجمع الزوائد بروایۃ الطبرانی فی الاوسط عن ابن مسعود و کذا فی سیوطی فی الجامع الصغیر و ذکرہ بروایۃ البزار عن ابن مسعود بلفظ إِلَّا أَمْراً بِمَعْرُوفٍ أَوْ نَهياً عَنْ مُنْكَرٍ أَوْ ذِكْرٍ لِلَّهِ رَقْمُهُ بالصحة۔

قرب مراد ہو تو اس صورت میں ساری عبادتیں اس میں داخل ہوں گی اور اللہ کے ذکر سے مخصوص ذکر مراد ہوگا اور دونوں صورتوں میں علم ان میں خود داخل ہو گیا تھا۔ پہلی صورت

میں اس وجہ سے کہ علم ہی اللہ کے ذکر کے قریب لے جاتا ہے کہ ”بے علم نتواں خدا را شناخت
(بغیر علم کے اللہ کو پہچان نہیں سکتا) اور دوسری صورت میں اس وجہ سے کہ علم سے بڑھ کر کون
عبادت ہوگی لیکن اسکے باوجود پھر عالم اور طالب علم کو علیحدہ اہتمام کی وجہ سے فرمایا کہ
علم بہت ہی بڑی دولت ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ علم کا صرف اللہ کے لئے سیکھنا اللہ کے خوف کے حکم میں
ہے اور اسکی طلب (یعنی تلاش کے لئے کہیں جانا) عبادت ہے اور اُس کا یاد کرنا تسبیح
ہے اور اسکی تحقیقات میں بحث کرنا جہاد ہے اور اُس کا پڑھنا صدقہ ہے اور اُس کا اہل پر
خرچ کرنا اللہ کے یہاں قربت ہے اسلئے کہ علم جائز ناجائز کے پہچاننے کے لئے علامت ہے
اور جنت کے راستوں کا نشان ہے۔ وحشت میں جی بہلانے والا ہے اور سفر کا ساتھی ہے
(کہ کتاب کا دیکھنا دونوں کا کام دیتا ہے اسی طرح) تنہائی میں ایک محدث ہے خوشی اور
رنج میں دلیل ہے دشمنوں پر ہتھیار ہے دوستوں کیلئے حق تعالیٰ شانہ اُس کی وجہ سے
ایک جماعت (علماء) کو بلند مرتبہ کرتا ہے کہ وہ خیر کی طرف بلانے والے ہوتے ہیں اور ایسے
امام ہوتے ہیں کہ اُن کے نشان قدم پر چلا جائے اور ان کے افعال کا اتباع کیا جائے، اُنکی
راہ کی طرف رجوع کیا جائے فرشتے اُن سے دوستی کرنے کی رغبت کرتے ہیں۔ اپنے پروں
کو (برکت حاصل کرنے کیلئے یا محبت کے طور پر) ان پر ملتے ہیں اور ہر تر اور خشک چیز دنیا کی
اُن کیلئے اللہ سے مغفرت کی دعا کرتی ہے جسے کہ سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے درندے اور
چوپائے اور زہریلے جانور (سانپ وغیرہ) تک بھی دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ
سب اسلئے کہ علم دلوں کی روشنی ہے آنکھوں کا نور ہے علم کی وجہ سے بندہ اُمت کے بہترین
افراد تک پہنچ جاتا ہے دنیا اور آخرت کے بلند مرتبوں کو حاصل کر لیتا ہے اُس کا مطالعہ
روزوں کے برابر ہے اس کا یاد کرنا تہجد کے برابر ہے اُسی سے رشتے جوڑے جاتے ہیں۔
اور اسی سے حلال و حرام کی پہچان ہوتی ہے وہ عمل کا امام ہے اور عمل اُس کا تابع ہے، سعید
لوگوں کو اُس کا الہام کیا جاتا ہے اور بد بخت اس سے محروم رہتے ہیں۔ اس حدیث پر مجموعی
طور سے بعض نے کلام کیا ہے لیکن جس قسم کے فضائل اس میں ذکر کئے گئے ہیں اُن کی تائید
دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے۔ میزان کے علاوہ اور بہت سے فضائل حدیث کی
کتابوں میں بکثرت آئے ہیں اس وجہ سے عالم اور طالب علم کو خاص طور سے حدیث بالا

یعنی شریف اور نیک بخت۔

میں ذکر فرمایا ہے۔ حافظ ابن قیمؒ ایک مشہور محدث ہیں۔ انھوں نے ایک مبسوط رسالہ عربی میں "الْوَابِلُ الصَّيِّبُ" کے نام سے ذکر کے فضائل میں تصنیف کیا ہے۔ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ذکر میں شوق سے بھی زیادہ فائدے ہیں ان میں سے نمبر وار اناسی فائدے انھوں نے ذکر فرمائے ہیں۔ جن کو مختصراً اس جگہ ترتیب وار نقل کیا جاتا ہے۔ اور چونکہ بہت سے فوائد ان میں ایسے ہیں جو کئی کئی فوائد کو شامل ہیں۔ اس لحاظ سے یہ شوق سے زیادہ کو مشتمل ہیں، (۱) ذکر شیطان کو دفع کرتا ہے اور اسکی قوت کو توڑتا ہے (۲) اللہ جل شانہ کی خوشنودی کا سبب ہے (۳) دل سے فکر و غم کو دور کرتا ہے (۴) دل میں فرحت سرور اور انبساط پیدا کرتا ہے (۵) بدن کو اور دل کو قوت بخشتا ہے (۶) چہرہ اور دل کو منور کرتا ہے (۷) رزق کو کھینچتا ہے (۸) ذکر کرنے والے کو ہئیت اور خلاوت کا لباس پہناتا ہے یعنی اسکے دیکھنے سے رعب پڑتا ہے اور دیکھنے والوں کو خلاوت نصیب ہوتی ہے (۹) اللہ تعالیٰ شانہ کی محبت پیدا کرتا ہے اور محبت ہی اسلام کی روح اور دین کا مرکز ہے اور سعادت اور نجات کا مدار ہے جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ کی محبت تک اسکی رسائی ہو اسکو چاہیے کہ اسکے ذکر کی تکرار کرے جیسا کہ پڑھنا اور تکرار کرنا علم کا دروازہ ہے اسی طرح اللہ کا ذکر اسکی محبت کا دروازہ ہے (۱۰) ذکر سے مراقبہ نصیب ہوتا ہے جو مرتبہ احسان تک پہنچا دیتا ہے یہی مرتبہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی نصیب ہوتی ہے گویا اللہ جل شانہ کو دیکھ رہا ہے (یہی مرتبہ صوفیہ کا مُنتہائے مقصد ہوتا ہے) (۱۱) اللہ کی طرف رجوع پیدا کرتا ہے جس سے رفتہ رفتہ نوبت آجاتی ہے کہ ہر چیز میں حق تعالیٰ شانہ اسکی جائے پناہ اور ماویٰ و ملجأ بن جاتے ہیں اور ہر مصیبت میں اسی کی طرف توجہ ہو جاتی ہے (۱۲) اللہ کا قرب پیدا کرتا ہے اور جتنا ذکر میں اضافہ ہوتا ہے اتنا ہی قرب میں اضافہ ہوتا ہے اور جتنی ذکر سے غفلت ہوتی ہے اتنی ہی اللہ سے دوری ہوتی ہے (۱۳) اللہ کی معرفت کا دروازہ کھولتا ہے (۱۴) اللہ جل شانہ کی ہئیت اور اس کی بڑائی دل میں پیدا کرتا ہے اور اللہ کے ساتھ حضوری پیدا کرتا ہے (۱۵) اللہ کی بارگاہ میں ذکر کا سبب ہے چنانچہ کلام پاک میں ارشاد ہے فَادْكُرْ دُنِيَ آذْكَرْ دُكْرُہٗ اور حدیث میں وارد ہے۔ مَنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي چنانچہ آیات اور احادیث

لے آپ حضرت امام ابن تیمیہ کے خاص شاگرد ہیں اور علامہ کے کلمات سے خوب استفادہ کیا ہے اور انکے علوم کو عام کیا ہے بلکہ انکے فیوض علمی کو معتدل اور متوازن کر دیا ہے۔ آپ نے متعدد اہم مفید اور عقل و نقل دونوں کی جامع تصانیف چھوڑی ہیں۔ آپ کی ولادت ۷۲۸ھ میں اور وفات ۷۸۸ھ میں ہوئی ۷۸۸ھ فرماتا ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا جو کوئی مجھے دل (باقی اگلے صفحہ)

کے بیان میں پہلے مفصل گزر چکا ہے اگر ذکر میں اس کے سوا اور کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تب بھی شرافت اور کرامت کے اعتبار سے یہی ایک فضیلت کافی تھی چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سی فضیلتیں ہیں (۱۶) دل کو زندہ کرتا ہے: حافظ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کیلئے ایسا ہے جیسا پھل کیلئے پانی، خود غور کر لو کہ بغیر پانی کے پھل کا کیا حال ہوتا ہے (۱۷) دل اور روح کی روزی ہے اگر ان دونوں کو اپنی روزی نہ ملے تو ایسا ہے جیسا بدن کو اس کی روزی (یعنی کھانا) نہ ملے (۱۸) دل کو زندگی صاف کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہوا ہے ہر چیز پر اس کے مناسب رنگ اور میل کچیل ہوتا ہے دل کا میل اور رنگ خواہشات اور غفلت میں یہ اس کے لئے صفائی کا کام دیتا ہے (۱۹) لغزشوں اور خطاؤں کو دور کرتا ہے (۲۰) بندہ کو اللہ جل شانہ سے جو وحشت ہو جاتی ہے اُسکو دور کرتا ہے کہ غافل کے دل پر اللہ کی طرف سے ایک وحشت رہتی ہے جو ذکر ہی سے دور ہوتی ہے (۲۱) جو اذکار بندہ کرتا ہے وہ عرش کے چاروں طرف بندہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے باب نمبر ۲ فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۱۷ (۲۲) جو شخص راحت میں اللہ جل شانہ کا ذکر کرتا ہے اللہ جل جلالہ مصیبت کے وقت اُسکو یاد کرتا ہے (۲۳) اللہ کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے (۲۴) سکینہ اور رحمت کے اترنے کا سبب ہے اور فرشتے ذکر کرنے والے کو گھیر لیتے ہیں (سکینہ کے معنی باب ہذا کی فصل نمبر ۱ حدیث نمبر ۱ میں گزر چکے ہیں) (۲۵) اسکی برکت سے زبان غیبت، چغل خوری، جھوٹ، بدگوئی، لغو گوئی سے محفوظ رہتی ہے چنانچہ تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ جس شخص کی زبان اللہ کے ذکر کی عادی ہو جاتی ہے وہ ان اشیاء سے عموماً محفوظ رہتا ہے اور جس کی زبان عادی نہیں ہوتی ہر نوع کی لغویات میں مبتلا رہتا ہے (۲۶) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں اور لغویات اور غفلت کی مجلسیں شیطان کی مجلسیں ہیں اب آدمی کو اختیار ہے جس قسم کی مجلسوں کو چاہے پسند کر لے اور ہر شخص اُسی کو پسند کرتا ہے جس سے مناسبت رکھتا ہے (۲۷) ذکر کی وجہ سے ذکر کرنے والا بھی سعید (نیک بخت) ہوتا ہے اور اس کے آس پاس بیٹھنے والا بھی اور غفلت یا لغویات میں مبتلا ہونے والا خود بھی بد بخت ہوتا ہے

منوگذاشتہ کا بقیہ :- ہی دل میں یاد کرتا ہے میں بھی اس طرح پوشیدہ طریقہ پر یاد کرتا ہوں اللہ حافظ ابو العباس تقی الدین احمد تیمیہ احراری مد آپ مشہور و معروف جلیل القدر متبحر عالم جامع معقول و منقول حافظ حدیث امام وقت تھے، وسعت معلومات، کثرت مطالعہ اور حافظہ و زکات میں آپ کی نظیر نہ تھی۔ آپ کی رائے بعض چیزوں میں عام علماء سے بہت ہٹی ہوئی ہے جس کی وجہ سے بہت سے علماء کو آپ پر اعتراض بھی ہے۔ آپ ۷۱۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۲۸ھ میں وفات پائی۔

اور اسکے پاس بیٹھنے والا بھی (۲۸) قیامت کے دن حسرت سے محفوظ رکھتا ہے اسلئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ وہ مجلس جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہے (۲۹) ذکر کے ساتھ اگر تنہائی کا رونا بھی نصیب ہو جائے تو قیامت کے دن کی تیش اور گرمی میں جبکہ ہر شخص میدانِ حشر میں بلبلا رہا ہو گا یہ عرش کے سایہ میں ہو گا (۳۰) ذکر میں مشغول رہنے والوں کو ان سب چیزوں سے زیادہ ملتا ہے جو دعائیں مانگنے والوں کو ملتی ہیں۔ حدیث میں اللہ جل شانہ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص کو میرے ذکر نے دُعا سے روک دیا اُسکو میں دعائیں مانگنے والوں سے افضل عطا کروں گا (۳۱) باوجود سہل ترین عبادت ہونے کے تمام عبادتوں سے افضل ہے اسلئے کہ زبان کو حرکت دینا بدن کے اور تمام اعضا کو حرکت دینے سے سہل ہے (۳۲) اللہ کا ذکر جنت کے پودے ہیں (چنانچہ باب نمبر ۳ فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۱۴) میں مفصل آ رہا ہے (۳۳) جس قدر بخشش اور انعام کا وعدہ اس پر ہے اتنا کسی اور عمل پر نہیں ہے چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَمَّا الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ تَوَمَّرَ کسی دن پڑھے تو اسکے لئے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوتا ہے اور تلو نیکیاں اُسکے لئے لکھی جاتی ہیں اور تلو برائیاں اُس سے معاف کر دی جاتی ہیں اور شام تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور دوسرا کوئی شخص اُس سے افضل نہیں ہوتا مگر وہ شخص کہ اس سے زیادہ عمل کرے۔ اسی طرح اور بہت سی احادیث ہیں جن سے ذکر کا افضل اعمال ہونا معلوم ہوتا ہے (اور بہت سی اُن میں سے اس رسالہ میں مذکور ہیں) (۳۴) دوام ذکر کی بدولت اپنے نفس کو بھولنے سے امن نصیب ہوتا ہے جو سبب ہے دَارِیْن کی شقاوت کا۔ اسلئے کہ اللہ کی یاد کو بھلا دینا سبب ہوتا ہے خود اپنے نفس کے بھلا دینے کا اور اپنے تمام مصالح کے بھلا دینے کا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (سورہ حشر رکوع ۲) (تم ان لوگوں کی طرح نہ بنو جنہوں نے اللہ سے بے پروائی کی پس اللہ نے اُن کو اپنی جانوں سے بے پروا کر دیا یعنی ان کی عقل ایسی ماری گئی کہ اپنے حقیقی نفع کو نہ سمجھا) اور جب آدمی اپنے نفس کو بھلا دیتا ہے تو اس کی مصالح سے غافل ہو جاتا ہے اور یہ سبب ہلاکت کا بنجاتا ہے۔ جیسا کہ کسی شخص کی کھیتی ہو یا باغ ہو اور

لے یعنی قیامت کے دن یہ افسوس نہ ہو گا کہ ہم نے فلاں مجلس ذکر سے خالی کیوں چھوڑ دی تھی یہ اپنے نفس کو بھلا دینا اور آخرت کی تیاری سے غافل ہونا دَارِیْن کی بدنصیبی کا سبب ہے۔

اُسکو بھول جائے اُسکی خبر گیری نہ کرے تو لامحالہ وہ ضائع ہوگا اور اس سے اَمَن جب ہی مل سکتا ہے جب اللہ کے ذکر سے زبان کو ہر وقت تروتازہ رکھے اور ذکر اُسکو ایسا محبوب ہو جائے جیسا کہ پیاس کی شدت سے پانی اور بھوک کے وقت کھانا اور سخت گرمی اور سخت سردی کے وقت مکان اور لباس۔ بلکہ اللہ کا ذکر اس سے زیادہ کا مستحق ہے۔ اسلئے کہ ان اشیاء کے نہ ہونے سے بدن کی ہلاکت ہے جو روح کی اور دل کی ہلاکت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے (۳۵) ذکر آدمی کی ترقی کرتا رہتا ہے بستر پر بھی اور بازار میں بھی صحت میں بھی اور بیماری میں بھی نعمتوں اور لذتوں کیساتھ مشغولی میں بھی اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ہر وقت ترقی کا سبب بنتی ہو حتیٰ کہ جس کا دل نور ذکر سے منور ہو جاتا ہے وہ سوتا ہوا بھی غافل شب بیداروں سے بڑھ جاتا ہے (۳۶) ذکر کا نور دنیا میں بھی ساتھ رہتا ہے اور آخرت میں پلصراط پر آگے آگے چلتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے اَوْ مَن كَانَ مِثْلًا فَاَحْيَيْنَاہُ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُورًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّارِیْمَ کَمَنْ مَّثَلًا فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخَازِیْنٍ مِّنْہَا (سورۃ النعام رکوع ۱۵) (ایسا شخص جو پہلے مردہ یعنی گمراہ تھا پھر ہم نے اُسکو زندہ یعنی مسلمان بنا دیا اور اُسکو ایسا نور دے دیا کہ وہ اُس نور کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے یعنی وہ نور ہر وقت اسکے ساتھ رہتا ہے کیا ایسا شخص بد حالی میں اُس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو گمراہیوں کی تاریکیوں میں گھرا ہو کہ ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا پس اول شخص مومن ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اسکی محبت اور اسکی معرفت اور اُسکے ذکر سے منور ہے اور دوسرا شخص ان چیزوں سے خالی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ نور نہایت مہتمم بالشان چیز ہے اور اسی میں پوری کامیابی ہے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسکی طلب اور دعائیں مبالغہ فرمایا کرتے تھے اور اپنے ہر برجزد میں نور کو طلب فرماتے تھے چنانچہ احادیث میں متعدد دعائیں ایسی ہیں جنہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی دعا فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ آپکے گوشت بن ہڈیوں میں پٹھوں میں بال میں کھال میں کان میں آنکھ میں اور پر نیچے دایین بائین آگے پیچھے نور ہی نور کر دے حتیٰ کہ یہ بھی دعا کی کہ خود بھی کو سرتاپا نور بنا دے کہ آپ کی ذات ہی نور بن جائے، اسی نور کی بقدر اعمال میں نور پڑتا ہے حتیٰ کہ بعض لوگوں کے نیک عمل ایسی حالت میں آسمان پر جاتے ہیں کہ ان پر آفتاب جیسا نور ہوتا ہے اور ایسا ہی نور ان کے چہروں پر قیامت کے دن ہوگا۔ (۳۷) ذکر تصوف کا اصل اصول ہے اور تمام صوفیہ کے سب طریقوں پر راجح ہے جس شخص کیلئے

لے یعنی ذکر آدمی کو ترقی دیتا ہے اللہ سبحانہ یعنی بکثرت دعا کرتے تھے۔

ذکر کا دروازہ کھل گیا ہے اُسکے لئے الشرجل شانہ تک پہنچنے کا دروازہ کھل گیا۔ اور جو الشرجل شانہ تک پہنچ گیا وہ جو چاہتا ہے پاتا ہے کہ الشرجل شانہ کے پاس کسی چیز کی بھی کمی نہیں ہے (۳۸) آدمی کے دل میں ایک گوشہ ہے جو اللہ کے ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی بے رغبت ہو جاتا اور جب ذکر دل پر مسلط ہو جاتا ہے تو وہ نہ صرف اس گوشہ کو پر کرتا ہے بلکہ ذکر کو نیا لے کر بغیر مال کے غنی کر دیتا ہے اور بغیر کنبہ اور جماعت کے لوگوں کے دلوں میں عزت والا بنا دیتا ہے اور بغیر سلطنت کے بادشاہ بنا دیتا ہے اور جو شخص ذکر سے غافل ہوتا ہے وہ باوجود مال و دولت کنبہ اور حکومت کے ذلیل ہوتا ہے (۳۹) ذکر پر اگندہ کو مجتمع کرتا ہے اور مجتمع کو پر اگندہ کرتا ہے دور کو قریب کرتا ہے اور قریب کو دور کرتا ہے، پر اگندہ کو مجتمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے دل پر جو متفرق ہوم، غموم، تفکرات پریشانیاں ہوتی ہیں ان کو دور کر کے جمعیت خاطر پیدا کرتا ہے اور مجتمع کو پر اگندہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی پر جو تفکرات مجتمع ہیں ان کو متفرق کر دیتا ہے اور آدمی کی جو لغزشیں اور گناہ جمع ہو گئے ہیں ان کو پر اگندہ کر دیتا ہے اور جو شیطان کے لشکر آدمی پر مسلط ہیں ان کو پر اگندہ کر دیتا ہے اور آخرت کو جو دور ہے قریب کر دیتا ہے اور دنیا کو جو قریب ہے دور کر دیتا ہے (۴۰) ذکر آدمی کے دل کو نیند سے جگاتا ہے غفلت سے چوکتا کرتا ہے اور دل جب تک سوتا رہتا ہے اپنے سارے ہی منافع کھوتا رہتا ہے (۴۱) ذکر ایک درخت ہے جس پر معارف کے پھل لگتے ہیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں احوال اور مقامات کے پھل لگتے ہیں اور جتنی بھی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی اس درخت کی جڑ مضبوط ہوگی اور جتنی جڑ مضبوط ہوگی اتنے ہی زیادہ پھل اُس پر آئیں گے (۴۲) ذکر اس پاک ذات کے قریب کر دیتا ہے جس کا ذکر کر رہا ہے حتیٰ کہ اُس کے ساتھ سمیعیت نصیب ہو جاتی ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا (الشرجل شانہ متقیوں کے ساتھ ہے) اور حدیث میں وارد ہے اَنَا مَعَ عَبْدٍ مِّنْیَ مَا ذَكَرَنِیْ (میں اپنے بندے کے ساتھ رہتا ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرتا ہے) ایک حدیث میں ہے کہ میرا ذکر کرنا میرے آدمی ہیں، میں انکو اپنی رحمت سے دور نہیں کرتا اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہیں تو میں اُن کا حبیب ہوں اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو میں اُن کا طیب ہوں کہ اُن کو پریشانیوں میں مبتلا کرتا ہوں تاکہ اُنکو گناہوں سے پاک

یعنی قلب انسانی میں ایک ایسی روحانی جھوک ہے جو سوائے خدا کی یاد کے کسی بھی چیز سے دور نہیں ہوتی بلکہ یہاں سادہ دنیا کی بیجا محبت سے یعنی ذکر سے اللہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور طبع کی محبت نکل جاتی ہے دوست ملے معالج۔

کروں۔ نیز ذکر کی وجہ سے جو اللہ جل شانہ کی معیت نصیب ہوتی ہے وہ ایسی معیت ہے جسکی برابر کوئی دوسری معیت نہیں ہے نہ وہ زبان سے تعبیر ہو سکتی ہے نہ تحریر میں آ سکتی ہے اسکی لذت وہی جان سکتا ہے جس کو یہ نصیب ہو جاتی ہے (اللہم اُرزُقْنی مَعِیۃً شَیْئًا) (۴۳) ذکر غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ہے مالوں کے خرچ کرنے کے برابر ہے اللہ کے راستے میں جہاد کے برابر ہے (بہت سی روایات میں اس قسم کے مضامین گذر بھی چکے ہیں اور آئندہ بھی آنے والے ہیں) (۴۴) ذکر شکر کی جڑ ہے جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جل جلالہ سے عرض کیا اپنے مجھ پر بہت احسانات کئے ہیں مجھے طریقہ بتا دیجئے کہ میں آپکا بہت شکر ادا کروں۔ اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا کہ جتنا بھی تم میرا ذکر کرو گے اتنا ہی شکر ادا ہوگا، دوسری حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ درخواست ذکر کی گئی ہے کہ یا اللہ تیری شان کے مناسب شکر کس طرح ادا ہو اللہ جل جلالہ نے فرمایا کہ تمہاری زبان ہر وقت ذکر کے ساتھ تروتازہ رہے (۴۵) اللہ کے نزدیک پرہیزگار لوگوں میں زیادہ مُعَزَّز وہ لوگ ہیں جو ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہوں اسلئے کہ تقویٰ کا منتہا جنت ہے اور ذکر کا منتہا اللہ کی معیت ہے (۴۶) دل میں ایک خاص قسم کی قسوت (سختی) ہے جو ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی نرم نہیں ہوتی (۴۷) ذکر دل کی بیماریوں کا علاج ہے (۴۸) ذکر اللہ کے ساتھ دوستی کی جڑ ہے اور ذکر سے غفلت اسکے ساتھ دشمنی کی جڑ ہے (۴۹) اللہ کے ذکر کے برابر کوئی چیز نعمتوں کی کھینچنے والی اور اللہ کے عذاب کو ہٹانے والی نہیں ہے (۵۰) ذکر کرنے والے پر اللہ کی صلوٰۃ (رحمت) اور فرشتوں کی صلوٰۃ (دعا) ہوتی ہے (۵۱) جو شخص یہ چاہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی جنت کے باغوں میں رہے وہ ذکر کی مجالس میں بیٹھے کیونکہ یہ مجالس جنت کے باغ ہیں (۵۲) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں (احادیث مذکورہ میں یہ مضمون مفصل گزر چکا ہے) (۵۳) اللہ جل شانہ ذکر کرنے والوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں (۵۴) ذکر پر مداومت کرنیوالا جنت میں ہنستا ہوا داخل ہوتا ہے (۵۵) تمام اعمال اللہ کے ذکر ہی کے واسطے مقرر کئے گئے ہیں (۵۶) تمام اعمال میں وہی عمل افضل ہے جس میں ذکر کثرت سے کیا جائے، روزوں میں وہ روزہ افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت

لے گویا صالح اور نیک لوگوں پر پریشانیاں بسا اوقات اسلئے آتی ہیں کہ انکی برائیوں کا کفارہ ہو جائے لہٰذا ہمیشہ محبت لے (ترجمہ) اے اللہ! مجھے بھی اسکا کچھ حصہ نصیب فرما، آمین لے مُنْتہَا۔ انتہا مراد نتیجہ ہے لہٰذا یعنی پابندی۔

ہو اسی طرح اور اعمال جہاد وغیرہ کا حکم ہے (۵۷) یہ نوافل اور دوسری نفل عبادات کے قائم مقام ہے، چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ فقرار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یہ مالدار لوگ بڑے بڑے درجے حاصل کرتے ہیں، یہ روزے نماز میں ہمارے شریک ہیں اور اپنے مالوں کی وجہ سے حج عمرہ جہاد میں ہم سے سبقت لیجاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جس سے کوئی شخص تم تک نہ پہنچ سکے مگر وہ شخص جو یہ عمل کرے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد **سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ أَكْبَرُ** پڑھنے کو فرمایا (جیسا کہ باب نمبر ۲ فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۱ میں آرہا ہے) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج عمرہ جہاد وغیرہ ہر عبادت کا بدل ذکر کو قرار دیا ہے (۵۸) ذکر دوسری عبادات کیلئے بڑا معین و مددگار ہے کہ اس کی کثرت سے ہر عبادت محبوب بن جاتی ہے اور عبادات میں لذت آنے لگتی ہے اور کسی عبادت میں بھی مشقت اور بار نہیں رہتا (۵۹) ذکر کی وجہ سے ہر مشقت آسان بن جاتی ہے اور ہر دشوار چیز سہل ہو جاتی ہے اور ہر قسم کے بوجھ میں خفت ہو جاتی ہے اور ہر مصیبت زائل ہو جاتی ہے (۶۰) ذکر کی وجہ سے دل سے خوف و ہراس دور ہو جاتا ہے ڈر کے مقام پر اطمینان پیدا کرنے اور خوف کے زائل کرنے میں اللہ کے ذکر کو خصوصی دخل ہے اور اس کی یہ خاص تاثیر ہے جتنی بھی ذکر کی کثرت ہوگی اتنا ہی اطمینان نصیب ہوگا اور خوف زائل ہوگا (۶۱) ذکر کی وجہ سے آدمی میں ایک خاص قوت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے ایسے کام اُس سے صادر ہونے لگتے ہیں جو دشوار نظر آتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو جب انھوں نے محل کی مشقت اور کاروبار کی دشواری کی وجہ سے ایک خادم طلب کیا تھا تو سوتے وقت **سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ أَكْبَرُ** ۳۳ مرتبہ اور **اللَّهُ أَكْبَرُ** ۳۲ مرتبہ پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اور یہ ارشاد فرمایا تھا کہ یہ خادم سے بہتر ہے (۶۲) آخرت کیلئے کام کرنا والے سب دور رہے ہیں اور اس دور میں ذکرین کی جماعت سب آگے ہے۔ عمر موبیٰ غفرہؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ قیامت میں جب لوگوں کو اعمال کا ثواب ملے گا تو بہت سے لوگ اُس وقت حسرت کریں گے کہ ہم نے ذکر کا اہتمام کیوں نہ کیا کہ سب سے زیادہ سہل عمل تھا۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مقررہ لوگ آگے بڑھ گئے، صحابہؓ نے عرض کیا کہ مقررہ لوگ کون ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ذکر پر مہم کرنے والے کہ ذکر

سہل بہ آسان، ہے مشقت۔

اُنکے بوجھوں کو ہلکا کر دیتا ہے (۶۳) ذکر کرنیوالے کی اللہ تعالیٰ شانہ تصدیق کرتے ہیں اور اسکو سچا بتاتے ہیں اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ خود سچا بتائیں اُسکا حشر جھوٹوں کیساتھ نہیں ہو سکتا۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں میرے بندہ نے سچ کہا میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں سب سے بڑا ہوں (۶۴) ذکر سے جنت میں گھر تعمیر ہوتے ہیں جب بندہ ذکر سے رُک جاتا ہے تو فرشتے تعمیر سے رُک جاتے ہیں۔ جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ فلاں تعمیر تم نے کیوں روک دی تو وہ کہتے ہیں کہ اُس تعمیر کا خرچ ابھی تک نہیں آیا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ سات مرتبہ پڑھے ایک گنبد اسکے لئے جنت میں تعمیر ہو جاتا ہے (۶۵) ذکر جہنم کیلئے آڑ ہے اگر کسی بد عمل کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہو جائے تو ذکر درمیان میں آڑ بن جاتا ہے اور جتنی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی بچتہ آڑ ہوگی (۶۶) ذکر کرنے والے کے لئے فرشتے استغفار کرتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ سے ذکر کیا گیا ہے کہ جب بندہ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ کہتا ہے یا اَلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ کہتا ہے تو فرشتے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اسکی مغفرت فرما (۶۷) جس پہاڑ یا میدان میں اللہ کا ذکر کیا جائے وہ فخر کرتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو آواز دے کر پوچھتا ہے کہ کوئی ذکر کرنے والا تجھ پر آج گذرا ہے اگر وہ کہتا ہے کہ گذرا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے۔ (۶۸) ذکر کی کثرت نفاق سے بری ہونے کا اطمینان (اور سند) ہے۔ کیونکہ اللہ جل شانہ نے منافقوں کی صفت یہ بیان کی ہے کہ لَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا (نہیں ذکر کرتے اللہ کا مگر مٹھوڑا سا) کعب احبارؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرے وہ نفاق سے بری ہے (۶۹) تمام نیک اعمال کے مقابلہ میں ذکر کیلئے ایک خاص لذت ہے جو کسی عمل میں بھی نہیں پائی جاتی۔ اگر ذکر میں اس لذت کے سوا کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تو یہی چیز اسکی فضیلت کیلئے کافی تھی۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ لذت پانیوالے کسی چیز میں بھی ذکر کے برابر لذت نہیں پاتے (۷۰) ذکر کرنے والوں کے چہرہ پر دنیا میں رونق اور آخرت میں نور ہوگا (۷۱) جو شخص راستوں میں اور گھروں میں سفر میں اور حضر میں کثرت سے ذکر کرے قیامت میں اسکے گواہی دینے والے کثرت سے ہوں گے۔ حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن کے بارے میں فرماتے ہیں يَوْمَئِذٍ تُخْبِرُهُمْ اَخْبَارُهُمْ (اُس دن زمین اپنی خبریں

بیان کرے گی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جانتے ہو اُس کی خبریں کیا ہیں صحابہؓ نے لا علمی ظاہر کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس مرد و عورت نے جو کام زمین پر کیا ہے وہ بتائے گی کہ فلاں دن فلاں وقت مجھ پر یہ کام کیا ہے (نیک ہو یا بُرا) اسلئے مختلف جگہوں میں کثرت سے ذکر کرنے والوں کے گواہ بھی بکثرت ہوں گے (۷۲) زبان جتنی دیر ذکر میں مشغول رہے گی لغویات جھوٹ غیبت وغیرہ سے محفوظ رہے گی۔ اسلئے کہ زبان چپ تو رہتی ہی نہیں یا ذکر اللہ میں مشغول ہوگی ورنہ لغویات میں۔ اسی طرح دل کا حال ہے کہ اگر وہ اللہ کی محبت میں مشغول نہ ہوگا تو مخلوق کی محبت میں مبتلا ہوگا (۷۳) شیاطین آدمی کے کھلے دشمن ہیں اور ہر طرح سے اُسکو وحشت میں ڈالتے رہتے ہیں اور ہر طرف سے اُسکو گھیرے رہتے ہیں جس شخص کا یہ حال ہو کہ اُسکے دشمن ہر وقت اُس کا محاصرہ کئے رہتے ہوں اسکا جو حال ہوگا ظاہر ہے اور دشمن بھی ایسے کہ ہر ایک اُن میں سے یہ چاہے کہ جو تکلیف بھی پہونچا سکوں پہونچاؤں۔ ان لشکروں کو ہٹانے والی چیز ذکر کے سوا کوئی نہیں ہے۔ بہت سی احادیث میں بہت سی دعائیں آئی ہیں جن کے پڑھنے سے شیطان قریب بھی نہیں آتا اور سوتے وقت پڑھنے سے رات بھر حفاظت رہتی ہے۔

حافظ ابن قیمؒ نے بھی ایسی دعائیں متعدد ذکر کی ہیں۔ ان کے علاوہ مصنفؒ نے چھ نمبروں میں انواع ذکر کا تفصیل اور ذکر کی بعض اہم تفصیلات ذکر کی ہیں۔ اور اُسکے بعد مختصر فصلیں خصوصی دعاؤں میں جو خاص خاص اوقات میں وارد ہوئی ہیں ذکر کی ہیں۔ جن کو اختصار کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے کہ توفیق والے کیلئے جو ذکر کیا گیا ہے یہ بھی کافی سے زیادہ ہے اور جس کو توفیق نہیں ہے اُس کے لئے ہزار ہا فضائل بھی بیکار ہیں۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔

دوسرا باب



کلمہ طیبہ

کلمہ طیبہ جس کو کلمہ توحید بھی کہا جاتا ہے جس کثرت سے قرآن پاک اور حدیث شریف میں ذکر کیا گیا ہے شاید ہی اس کثرت سے کوئی دوسری چیز ذکر کی گئی ہو اور جبکہ اصل مقصود تمام شرائع اور تمام انبیاء کی بعثت سے توحید ہی ہے تو پھر جتنی کثرت سے اسکا بیان ائمہ بری باتیں علیہ معنی حافظ ابن قیمؒ نے اسے یعنی ذکر کے بعض مخصوص کلمات کا ذکر کیا ہے بہتر و افضل ہونا۔

ہو وہ قرین قیاس ہے۔ کلام پاک میں مختلف عنوانات اور مختلف ناموں سے اس پاک کلمہ کو ذکر کیا گیا ہے چنانچہ کلمہ طیبہ، قول ثابت، کلمہ تقویٰ، مَقَالِیْدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (آسمانوں اور زمینوں کی کنجیاں) وغیرہ الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ آئندہ آیات میں آرہا ہے، امام غزالیؒ نے احیاء میں نقل کیا ہے کہ یہ کلمہ توحید ہے کلمہ اخلاص ہے کلمہ تقویٰ ہے کلمہ طیبہ ہے عَزْوَةُ الْوَقْفَةِ ہے دَعْوَةُ الْحَقِّ ہے مَنُ الْجَنَّةِ ہے۔ اور چونکہ قرآن پاک میں مختلف عنوانات سے اسکو ذکر فرمایا گیا اسلئے اس باب کو تین فصلوں پر منقسم کیا گیا۔ پہلی فصل میں ان آیات کا ذکر ہے جنہیں کلمہ طیبہ مراد ہے اور کلمہ طیبہ کا لفظ نہیں ہے اسلئے ان آیات کی مختصر تفسیر حضرات صحابہ کرام اور خود سید البشر علیہ افضل الصلوات والسلام سے نقل کی گئی۔ دوسری فصل میں ان آیات کا حوالہ ہے جن میں کلمہ طیبہ پورا یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تمام کا تمام ذکر کیا گیا ہے یا کسی معمولی تغیر کے ساتھ جیسے لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ اور چونکہ ان میں یہ کلمہ خود ہی موجود ہے یا اسکا ترجمہ دوسرے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے اسلئے ان آیات کے ترجمہ کی ضرورت نہیں سمجھی صرف حوالہ سورت اور رکوع پر اکتفا کیا گیا اور تیسری فصل میں ان احادیث کا ترجمہ اور مطلب ذکر کیا گیا جن میں اس پاک کلمہ کی ترغیب اور حکم فرمایا گیا۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ۔



فصل اول



ان آیات جن میں لفظ کلمہ طیبہ کا نہیں ہے اور مراد کلمہ طیبہ ہے۔

① کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی اچھی مثال بیان فرمائی ہے کلمہ طیبہ کی کہ وہ مشابہ ہے ایک عمدہ پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ زمین کے اندر گڑی ہوئی ہو اور اسکی شاخیں اوپر آسمان کی طرف جارہی ہوں اور وہ درخت اللہ کے حکم سے ہر فصل میں پھل دیتا ہو (یعنی خوب پھلتا ہو) اور اللہ تعالیٰ

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۚ تُؤْتِي أُكْلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا ۚ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ ۖ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ فَالَهَا

لہ احیاء العلوم علی معنی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یعنی کلمہ طیبہ کا ذکر مختلف ناموں سے کیا گیا ہے۔

عَنْ قَرَارٍ ○ (سورۃ ابراہیم، رکوع ۱۳) مثالیں اسلئے بیان فرماتے ہیں تاکہ لوگ خوب

سمجھ لیں اور خبیث کلمہ (یعنی کلمہ کفر) کی مثال ہے جیسے ایک خراب درخت ہو کہ وہ زمین کے اوپر ہی اوپر سے اکھاڑ لیا جاوے اور اسکو زمین میں کچھ ثبات نہ ہو۔ ف :- حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کلمہ طیبہ سے کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مراد ہے جس کی جسٹر مومن کے قول میں ہے اور اسکی شاخیں آسمان میں کہ اُسکی وجہ سے مومن کے اعمال آسمان تک جاتے ہیں اور کلمہ خبیثہ شرک ہے کہ اُسکے ساتھ کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ ایک دوسری حدیث میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہر وقت پھل دینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو دن رات ہر وقت یاد کرتا ہو۔ حضرت قتادہ تابعی نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ مالدار (صدقات کی بدولت) سارا ثواب اُڑالے گئے جنہوں نے فرمایا بھلا بتا تو سہی اگر کوئی شخص سامان کو اوپر نیچے رکھتا چلا جائے تو کیا آسمان پر چڑھ جائیگا میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جس کی جر زمین میں ہو اور شاخیں آسمان پر، ہر نماز کے بعد لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ دُشْ دُشْ مرتبہ پڑھا کر، اسکی جر زمین میں ہے اور شاخیں آسمان پر۔

۲ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلْيَلْبِسْ الْعِزَّةَ جَمِيعًا اَلَيْسَ يَصْعَدُ الْكَلْبُ الْخَيْبَ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ (سورۃ فاطر، رکوع ۲)

۲ جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے وہ اللہ ہی سے عزت حاصل کرے کیونکہ ساری عزت اللہ ہی کے واسطے ہے اُسی تک اچھے کلمے پہنچتے ہیں اور نیک عمل انکو پہنچاتا ہے،

ف :- اچھے کلموں سے مراد بہت سے مفسرین کے نزدیک لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے جیسا کہ عام مفسرین نے نقل کیا ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد کلمات تسبیح ہیں جیسا کہ دوسرے باب میں آئے گا۔

۳ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ بِمَا عَدَدْتَ لَهَا (سورۃ انفصاف، رکوع ۱) اور تیرے رب کا کلمہ سچائی اور انصاف (واغبدال) کے اعتبار سے پورا ہے۔

ف :- حضرت انسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ رب کے کلمہ سے مراد لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے کلام اللہ شریف مراد ہے۔

۴ يَلْبِسُ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا بِالْقَوْلِ (۴) اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو پکی بات

لہ یعنی اسکی جر زمین میں کچھ زیادہ پیوست نہ ہوں۔

الثَّابِتُ فِي الْحَيَاتِ الدُّنْيَا وَفِي
الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ
وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ○

(سورۃ ابراہیم، رکوع ۴)

(یعنی کلمہ طیبہ) سے دنیا اور آخرت دونوں میں
مضبوط رکھتا ہے اور کافروں کو دونوں جہان
میں بچلا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے
جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

ف :- حضرت برابر فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
جب قبر میں سوال ہوتا ہے تو مسلمان لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کی گواہی دیتا
ہے آیت شریفہ میں پکی بات سے یہی مراد ہے۔ حضرت عائشہؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ
اس سے مراد قبر کا سوال جواب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مسلمان جب مرتا
ہے تو فرشتے اس وقت حاضر ہوتے ہیں اُسکو سلام کرتے ہیں جنت کی خوشخبری دیتے جب وہ
مر جاتا ہے تو فرشتے اس کے ساتھ جاتے ہیں اسکی نماز جنازہ میں شریک ہوتے ہیں اور جب وہ
دفن ہو جاتا ہے تو اُسکو بٹھاتے ہیں اور اس سے سوال جواب ہوتے ہیں جن میں یہ بھی پوچھا
جاتا ہے کہ تیری گواہی کیا ہے وہ کہتا ہے اَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ
مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ یہی مراد ہے آیت شریفہ میں۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ دنیا
میں پکی بات سے مراد لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے اور آخرت میں قبر کا سوال جواب مراد ہے حضرت
طاؤسؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

○ لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ
يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ
لَهُمْ شَيْئًا إِلَّا كِبَاسٌ كَفِيرٌ إِلَى السَّمَاءِ
لِيُبْلَغَ وَادُّوهُمْ بِآلِهِمْ وَمَا دُعَاؤُ
الْكُفْرِ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ○

(سورۃ زمرہ، رکوع ۲)

○ سچا پکارنا اُسی کیلئے خاص ہے اور
خدا کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ انکی
درخواست کو اس سے زیادہ منظور نہیں کر سکتے
جتنا پانی اس شخص کی درخواست کو منظور کرتا
ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلانے
(اور اُس پانی کو اپنی طرف بلانے) تاکہ وہ اُسکے
منہ تک آجائے اور وہ (پانی اڑ کر) اُسکے منہ تک آنے والا کسی طرح نہیں اور کافروں کی
درخواست محض بے اثر ہے۔

ف :- حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ دَعْوَةُ الْحَقِّ سے مراد توحید یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ دَعْوَةُ الْحَقِّ سے شہادت
لہ یعل جب روح نکلنے کے قریب ہوتی ہے یہ یعنی جب روح قبض ہو جاتی ہے یہاں تک کہ بے اثر ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی مراد ہے۔ اسی طرح ان کے علاوہ دوسرے حضرات سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

۶ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا
إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ
إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ
بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ
فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ
(سورہ آل عمران، رکوع ۷)

۶ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ
فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسے کلمہ
کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان دُستور
نے میں برابر ہے وہ یہ کہ بجز اللہ تعالیٰ کے
ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ
کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور ہم میں سے
کوئی کسی دوسرے کو رب قرار نہ دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر، پھر اسکے بعد بھی وہ اِعْرَاض کریں تو تم
لوگ کہندو کہ تم اسکے گواہ رہو کہ ہم لوگ تو مسلمان ہیں۔

ف :- آیت شریفہ کا مضمون خود ہی صاف ہے کہ کلمہ سے مراد توحید اور کلمہ طیبہ
ہے حضرت ابو العالیہؓ اور مجاہدؓ سے صراحۃً کے ساتھ منقول ہے کہ کلمہ سے مراد
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے۔

۷ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ
تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَكُنتُمْ
أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمْ
الْمُؤْمِنُونَ وَكَثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ
(سورہ آل عمران، رکوع ۱۲)

۷ (اے اُمّتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تم
لوگ (سب اہل مذاہب) بہترین جماعت ہو
کہ وہ جماعت لوگوں کو نفع پہونچانے کیلئے ظاہر
کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو
اور بُری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان
رکھتے ہو اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے
تو ان کیلئے بہتر تھا۔ ان میں سے بعض تو مسلمان ہیں (جو ایمان لے آئے) لیکن اکثر حصہ ان میں
سے کافر ہے۔

ف :- حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
کرتے ہو، کا مطلب یہ ہے کہ اس کا حکم کرتے ہو کہ وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی گواہی دیں اور
اللہ کے احکام کا اقرار کریں اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ساری اچھی چیزوں میں سے بہترین چیز
ہے اور سب سے بُری ہوئی۔

لے صاف اور درمیان طے ہو۔

۵ وَاقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَ

زُفَاءً مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبُنَّ
السَّيِّئَاتِ ذَلِكُ ذِكْرِي لِلذَّاكِرِينَ ○

(سورہ ہود، رکوع ۱۰)

۸ اور (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نماز
کی پابندی رکھیے دن کے دونوں سروں پر
اور رات کے کچھ حصوں میں، بیشک نیک
کام مٹا دیتے ہیں (نامہ اعمال سے) برے

کاموں کو، یہ بات ایک نصیحت ہے، نصیحت ماننے والوں کو۔

ف:- اس آیت شریفہ کی تفسیر میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں حضور
نے آیت شریفہ کی توضیح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ نیکیاں (اعمال نامہ) سے برائیوں
کو مٹا دیتی ہیں، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
سے عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمادیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ سے
ڈرتے رہو جب کوئی بُرائی صادر ہو جائے فوراً کوئی بھلائی اس کے بعد کرو تاکہ اس کی مٹا فٹ
ہو جائے اور وہ زائل ہو جائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ بھی
نیکیوں میں شمار ہے یعنی اس کا ورد، اس کا پڑھنا بھی اس میں داخل ہے، حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو نیکیوں میں افضل ترین چیز ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور اقدس
سے نقل کرتے ہیں کہ جو بندہ رات میں یادن میں کسی وقت بھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ پڑھتا ہے
اس کے اعمال نامہ سے برائیاں دھل جاتی ہیں۔

۹ اِنَّ اللّٰهَ يَافِيْضُ بِالْعَدْلِ الْاِحْسَانَ
وَاِيْتَانِيْ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشٰى
وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ

تَذَكَّرُوْنَ ○ (سورہ نمل، رکوع ۱۳)

۹ بیشک اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں عدل
کا اور احسان کا اور قرابت داروں کو دینے کا
اور منع فرماتے ہیں فحش باتوں سے اور بُری
باتوں سے اور کسی پر ظلم کرنے سے، حق تعالیٰ

شانہ تم کو نصیحت فرماتے ہیں تاکہ تم نصیحت کو قبول کرو۔

ف:- عدل کے معنی تفاسیر میں مختلف آئے ہیں۔ ایک تفسیر حضرت عبد اللہ بن
عباس سے بھی منقول ہے کہ عدل سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ کا اقرار کرنا ہے اور احسان سے
مراد فرائض کا ادا کرنا ہے۔

۱۰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ
وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ○ يُصْلِحْ لَكُمْ

لہ مطلب سمجھاتے ہوئے یہ ہے۔

۱۰ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور
راستی کی (پکی) بات کہو، اللہ تعالیٰ تمہارے

اعمال اچھے کر دیگا اور گناہ معاف فرما دیگا
اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت
کمرے گا وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔

اعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ
يُطِيعُ اللَّهُ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا
عَظِيمًا ○ (سورۃ احزاب، رکوع ۹)

ف:- حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت عکرمہؓ دونوں حضرات سے یہ
نقل کیا گیا ہے کہ قُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا کے معنی یہ ہیں کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا کرو، ایک
حدیث میں آیا ہے کہ سب سے زیادہ پکے اعمال تین چیزیں ہیں:- ہر حال میں اللہ کا ذکر کرنا
(غمی ہو یا خوشی تنگی ہو یا فراخی) دوسرے اپنے بارے میں انصاف کا معاملہ کرنا یہ نہ ہو کہ
دوسروں پر تو زور دکھلائے اور جب کوئی اپنا معاملہ ہو تو ادھر ادھر کی کہنے لگے، تیسرے بھائی
کے ساتھ مالی ہمدردی کرنا۔

○ پس آپ میرے ایسے بندوں کو خوشخبری
سنا دیجئے جو اس کلام پاک کو کان لگا کر سنتے
ہیں پھر اسکی بہترین باتوں کا اتباع کرتے
ہیں۔ یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی اور
یہی ہیں جو اہل عقل ہیں۔ ف:- حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن زیدؓ حضرت
ابوذر غفاریؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ تینوں حضرات جاہلیت کے زمانہ ہی میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھا کرتے تھے اور وہی مراد ہے اس آیت شریفہ میں أَحْسَنُ الْقَوْلِ سے حضرت
زید بن اسلم سے بھی اسکے قریب ہی منقول ہے کہ یہ آیتیں ان تین آدمیوں کے بارے میں
نازل ہوئی ہیں جو جاہلیت کے زمانہ میں بھی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھا کرتے تھے۔ زید بن عمرو
بن نفیل اور ابوذر غفاریؓ اور سلمان فارسیؓ۔

○ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ
الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولَئِكَ
الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَئِكَ هُمْ
أُولُوا الْأَلْبَابِ ○ (سورۃ زمر، رکوع ۲)

○ اور جو لوگ (اللہ کی طرف سے) سچی
بات لے کر آئے اور خود بھی اسکی تصدیق کی
(اسکو سچا جانا) تو یہ لوگ پرہیزگار ہیں یہ لوگ
جو کچھ چاہیں گے ان کیلئے اُنکے پروردگار کے
پاس سب کچھ ہے۔ یہ بدلہ ہے نیک کام کرنے
والوں کا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بُرے اعمال

○ وَالَّذِي جَاء بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ
بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ لَهُمْ مَا
يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذَلِكَ جَزَاءُ
الْمُحْسِنِينَ ○ لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ
الَّذِي عَمِلُوا وَيَجْزِيَ لَهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ
الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ○ (سورۃ زمر، رکوع ۳)

لہ یعنی معجز اور انصاف کی بات اگر اپنے خلاف پڑے تو اسے بھی مانے۔ حق ہر جگہ اور ہر وقت حق ہی رہتا ہے۔

کو ان سے دور کر دے (اور معاف کر دے) اور نیک کاموں کا بدلہ (ثواب دے)۔
ف :- جو لوگ اللہ کی طرف سے لانے والے ہیں وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں، اور جو لوگ اُن کے رسول کی طرف سے لانے والے ہیں وہ علماء کرام ہیں، شکر اللہ سَعِیْہُمْ۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ سچی بات سے مراد لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے بعض مُفسِرین سے نقل کیا گیا ہے کہ الَّذِیْ بِجَاءِ بِالْصِّدْقِ (جو شخص سچی بات اللہ کی طرف سے لیکر آیا) سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور صِدْقِ بہا (وہ لوگ جنہوں نے اکی تصدیق کی) سے مراد مومنین ہیں۔

۱۲ بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ (جل جلالہ) ہے پھر مستقیم رہے (یعنی جھے رہے) اسکو چھوڑا نہیں۔ اُن پر فرشتے اُتریں گے (موت کے وقت اور قیامت میں یہ کہتے ہوئے) کہ نہ اندیشہ کرو نہ غم کرو اور خوشخبری لو اُس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم تمہارے رفیق تھے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے اور آخرت میں تمہارے لئے جس چیز کو تمہارا دل چاہے وہ موجود ہے اور وہاں جو تم مانگو گے وہ ملے گا (اور یہ سب انعام و اکرام) بطور مہمانی کے ہے اللہ جل شانہ کی طرف سے (کہ تم اُسکے مہمان ہو گے اور مہمان کا اکرام کیا جاتا ہے)۔

ف :- حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تَحَدَّاسْتَقَافُہُا کے معنی یہ ہیں کہ پھر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے اقرار پر قائم رہے، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت مجاہدؑ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ پھر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پر مرنے تک قائم رہے شرک وغیرہ میں مبتلا نہیں ہوئے۔

۱۳ بات کی عمدگی کے لحاظ سے کون شخص اُس سے اچھا ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور یہ کہے کہ میں مسلمانوں

۱۳ وَمَنْ أَحْسَنُ تَوَلَّاهُمْ دَعَا إِيَّاهُ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ○ (سورہ حم سجدہ، رکوع ۵)

میں سے ہوں۔ **ف :-** حضرت حسنؓ کہتے ہیں کہ دَعَا إِلَى اللَّهِ سے مؤذن کا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنا مراد ہے۔ عاصم بن ہبیرہؓ کہتے ہیں کہ جب تو اذان سے فارغ ہو تو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دُلِّہُ اللہ تعالیٰ ان علماء کرام کی کوششوں کو قبول فرمائے اور ان کا اچھا صلہ عطا فرمائے۔

اللَّهُ أَكْبَرُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ کہا کر۔

۱۵) هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا

الْإِحْسَانُ ○ فیہا آیت الاء ربکمما

تکذبت ○ (سورہ رحمان، رکوع ۲)

ہو جاؤ گے۔ ف:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل فرماتے ہیں کہ

آیت شریفہ کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص پر میں نے دنیا میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے کا انعام لیا

بھلا آخرت میں جنت کے سوا اور کیا بدلہ ہو سکتا ہے۔ حضرت عکرمہؓ سے بھی یہی منقول ہے

کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے کا بدلہ جنت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے، حضرت حسنؓ سے بھی یہی نقل

کیا گیا ہے۔

۱۶) خَازِلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى

رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْزَمَهُمْ

كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَاهَا

(سورہ فتح، رکوع ۲)

کے کلمہ کے مستحق تھے اور اہل تھے۔ ف:- تقویٰ کے کلمہ سے مراد اکثر روایات میں یہی وارد

ہوا ہے کہ کلمہ طیبہ ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ و حضرت سلمہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

سے یہی نقل کیا ہے کہ اس سے مراد لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے اور حضرت ابی بن کعبؓ حضرت

علیؓ حضرت عمرؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن عمرؓ وغیرہ بہت سے صحابہؓ سے یہی نقل کیا

گیا ہے۔ عطاء خراسانیؒ سے پورا کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ نقل کیا گیا ہے

حضرت علیؓ سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اللَّهُ أَكْبَرُ بھی نقل کیا گیا ہے۔ ترمذیؒ نے حضرت برادرہؓ

سے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے۔

۱۷) قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ۔ (سورہ اعلیٰ، رکوع ۱)

فلاح کو پہنچ گیا وہ شخص جس نے

تزکیہ کر لیا (پاک حاصل کی)۔ ف:- حضرت جابرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے

ہیں کہ تزکیٰ سے مراد یہ ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کی گواہی دے اور

بتوں کو خیر باد کہے۔ حضرت عکرمہؓ کہتے ہیں کہ تزکیٰ کے یہ معنی ہیں کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھے

یہی حضرت ابن عباسؓ سے بھی نقل کیا گیا ہے۔

۱۸) تمام معبودان باطل سے رشتہ توڑ دے۔

۱۸) فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ
صَدَقَ بِالْحُسْنَىٰ ۝ فَسَلِّتْ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(سورہ یس، رکوع ۱)

۱۹) پس جس شخص نے (اللہ کی راہ میں

مال) دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات
کی تصدیق کی تو آسان کر دیں گے ہم اسکو

آسانی کی چیز کیلئے۔ ف:- آسانی کی چیز سے جنت مراد ہے کہ ہر قسم کی راحت اور سہولتیں
وہاں میسر ہیں اور مطلب یہ ہے کہ ایسے اعمال کی توفیق اسکو دیں گے جس سے وہ اعمال
سہولت سے ہونے لگیں گے جو جنت میں جلد پہنچا دینے والے ہوں۔ اکثر مفسرین سے
نقل کیا گیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابن
عباسؓ سے منقول ہے کہ اچھی بات کی تصدیق سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تصدیق مراد ہے
ابو عبد الرحمن سلمیٰؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ اچھی بات سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مراد ہے
حضرت امام اعظمؒ نے بروایت ابو الزبیرؒ حضرت جابرؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدسؐ
نے صَدَقَ بِالْحُسْنَىٰ پڑھا اور ارشاد فرمایا کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تصدیق کرے اور
كَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ پڑھا اور ارشاد فرمایا کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تکذیب کرے۔

۱۹) مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرٌ
أَمْثَلِهَا وَهَمَزٌ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ
إِلَّا مِثْلُهَا وَهَمَزٌ لَا يُظْلَمُونَ ۝

(سورہ انفاء، رکوع ۲)

۲۰) جو شخص نیک کام کرے گا اسکو دہ گنا

کم (دس حصے ثواب کے ملیں گے اور جو بُرا

کام کریگا اسکو بُرا ہی بدلہ ملے گا اور ان لوگوں

پر ظلم نہ ہوگا کہ کوئی نیکی درج نہ کی جائے یا

بدی کو بُرا کر رکھ لیا جائے)۔ ف:- ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب آیت شریفہ مَنْ جَاءَ
بِالْحَسَنَةِ نازل ہوئی تو کسی شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بھی حسنة نیکی
میں داخل ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے۔
حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حسنة سے لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ مراد ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ غالباً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ حسنة
سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مراد ہے۔ حضرت ابو ذرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے جیسا کہ آیت نمبر ۷ کے ذیل میں گذر چکا ہے
حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ دس گنا ثواب عوام کیلئے ہے مہاجرین کیلئے سات سو گنا

۲۱) یعنی صدق پانچنے سے مراد کلمہ شہادت کی تصدیق اور کذب پانچنے سے مراد کلمہ شہادت کو جھٹلانا ہے ۷۵ کم سے کم اسلئے کہا
گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے یہاں اجر پانچ سو اور سات سو اور سات لاکھ تک بڑھایا جاتا ہے اور کسی کے لئے (باقی اگلے صفحہ پر)

ثواب عوام کیلئے ہے مہاجرین کیلئے سات سو گنا تک ثواب ہو جاتا ہے۔

۲۰ ﴿حَمْدُ تَنْزِيلِ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ۝ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِلَهُ الْمَصِيرِ ۝﴾
 ۲۰ یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے ہر چیز کا جاننے والا ہے گناہ کا بخشنے والا ہے اور توبہ کا قبول کرنیوالا ہے سخت سزا دینے والا ہے قدرت (یا عطا) والا ہے اُسے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

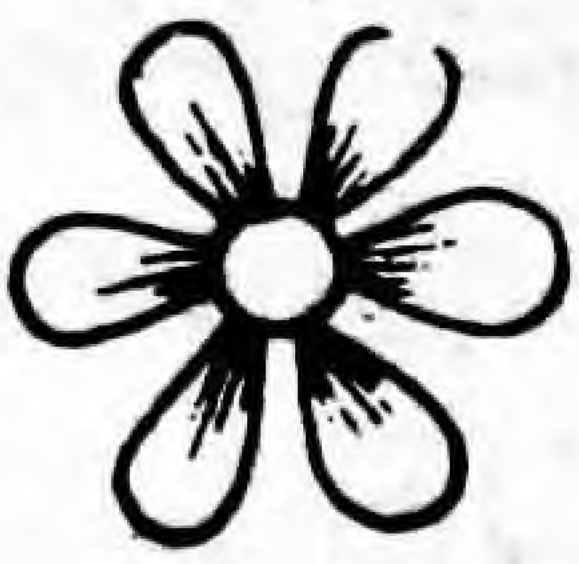
ف :- حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے اس آیت شریفہ کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے کہ گناہ کی مغفرت فرمانے والا ہے اُس شخص کیلئے جو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے اور توبہ قبول کرنے والا ہے اُس شخص کی جو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے۔ سخت عذاب والا ہے اُس شخص کیلئے جو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نہ کہے ذی الطول کے معنی غنا والا ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے کفار قریش پر جو توحید کے قائل نہ تھے اور إِلَهٍ الْمَصِيرِ کے معنی اُسی کی طرف لوٹنا ہے اُس شخص کا جو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے تاکہ اس کو جنت میں داخل کرے اور اُسی کی طرف لوٹنا ہے اُس شخص کا جو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نہ کہے تاکہ اُس کو جہنم میں داخل کرے۔

۲۱ ﴿فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا﴾ (سورہ بقرہ، رکوع ۲۳)
 ۲۱ پس جو شخص شیطان سے بد اعتقاد ہو اور اللہ کے ساتھ خوش عقیدہ ہو تو اُس نے بڑا مضبوط حلقہ پکڑ لیا جس کو کسی طرح شکستگی نہیں

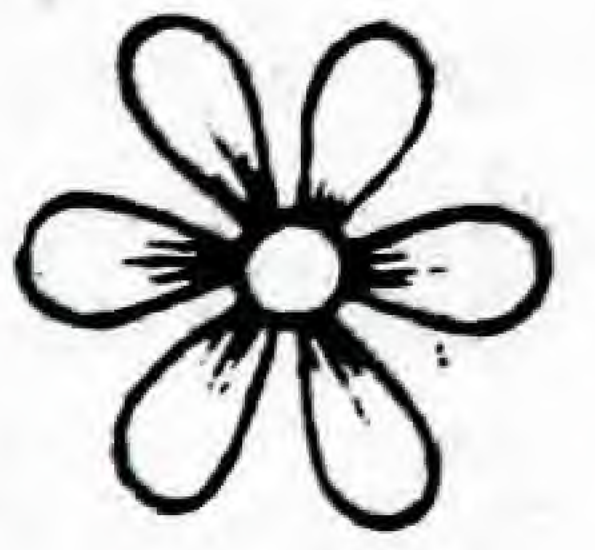
ف :- حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عُرْوَةُ الْوُثْقَىٰ (مضبوط حلقہ) پکڑ لیا یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا۔ سنبان سے بھی یہی منقول ہے کہ عُرْوَةُ الْوُثْقَىٰ سے کلمہ اخلاص مراد ہے۔
 تکمیل :- قُلْتُ وَقَدْ وَرَدَنِي تَفْسِيرُ آيَاتٍ أُخْرَىٰ عِدَّةٍ أَيْضًا أَنَّ الْمُرَادَ بِبَعْضِ الْأَلْفَاظِ فِي هَذِهِ الْآيَاتِ كَلِمَةُ التَّوْحِيدِ عِنْدَ بَعْضِهِمْ فَقَدْ قَالَ الرَّائِغُ فِي قَوْلِهِ فِي قِصَّةِ زَكْرِيَّا مُصَدِّقًا بِكَلِمَةِ قِيلَ كَلِمَةُ التَّوْحِيدِ وَكَذَا قَالَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَىٰ إِنَّا

صفوہ گذشتہ کا بقیہ :- خدائے علیم اتنا بڑھاتا ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں، واللہ بیضا عفو لمن یشاء لہ طاغوت سے مراد شیطان اور ہر قسم کی باطل طاقتیں ہیں یہ ترجمہ :- حضرت شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اور بھی متعدد آیتوں کے متعلق وارد ہوا ہے کہ انیس فلاں فلاں لفظ سے بعض علماء کے نزدیک کلمہ توحید مراد ہے، مثلاً حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ کے ذیل میں جو مصدقاً بکلمۃ آیا ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں کہ اس سے بعض کے نزدیک کلمہ توحید مراد ہے۔ اسی طرح آیت انا عبدنا الامانة کے متعلق لکھتے ہیں کہ بعض کے نزدیک اس سے مراد کلمہ توحید ہے۔ لیکن میں نے احتیاط کی غرض سے صرف مندرجہ بالا آیات پر اکتفا کیا ہے۔"

عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ الْأَيْتَةَ قِيلَ هِيَ كَلِمَةُ التَّوْحِيدِ وَأَقْصَرْتُ عَلَى مَا مَرَّ لِلْإِخْتِصَارِ



فصل دوم



(اس فصل) میں ان آیات کا ذکر ہے جن میں کلمہ طیبہ ذکر کیا گیا ہے۔ اکثر جگہ پورا کلمہ مذکور ہے اور کہیں مختصر اور کہیں دوسرے الفاظ میں بعینہ کلمہ طیبہ کے معنی مذکور ہیں کہ کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے معنی ہیں کوئی معبود نہیں ہے الشریک کے سوا، یہی معنی مَا مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ کے ہیں۔ کہ کوئی معبود نہیں ہے اسکے سوا، یہی معنی لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ کے ہیں اور یہی معنی قریب قریب ہیں لَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ کے، کہ نہیں عبادت کرتے ہیں ہم اسکے سوا کسی کی، اسی طرح إِنَّمَا هُوَ إِلَهٌ وَاحِدٌ کے معنی ہیں اسکے سوا نہیں کہ معبود وہی ایک ہے۔ اسی طرح اور آیات بھی ہیں جن کا مفہوم کلمہ طیبہ ہی کے ہم معنی ہے۔ ان آیات کی سورتوں اور رکوعوں کا حوالہ اسی لئے لکھا جاتا ہے کہ پوری آیت کا ترجمہ کوئی دیکھنا چاہے تو مترجم قرآن شریف کو سامنے رکھ کر حوالوں سے دیکھتا رہے۔ اور حق تو یہ ہے کہ سارا ہی کلام مجید کلمہ طیبہ کا مفہوم ہے کہ اصل مقصد تمام قرآن شریف کا اور تمام دین کا توحید ہی ہے۔ توحید ہی کی تعلیم کیلئے مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے۔ توحید ہی سب مذاہب میں مشترک رہی ہے اور توحید کے اثبات کیلئے مختلف عنوانات اختیار فرمائے گئے ہیں اور یہی مفہوم کلمہ طیبہ کا ہے۔

(۱) وَاللَّهُمَّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ (سورہ بقرہ، رکوع ۱۹) (۲) اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ (سورہ آل عمران، رکوع ۱۱) (۳) اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ (سورہ بقرہ، رکوع ۲۴) (۴) شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ (سورہ آل عمران، رکوع ۲۴) (۵) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (سورہ آل عمران، رکوع ۲) (۶) وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (سورہ آل عمران، رکوع ۴) (۷) تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ (سورہ آل عمران، رکوع ۴) (۸) أَلَمْ نَكُنْ إِلَهًا إِلَّا هُوَ لِيَجْعَلَ كُنُوزَ الْفِيضِ (سورہ نساء، رکوع ۱۱) (۹) وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ وَاحِدٌ (سورہ مائدہ، رکوع ۱۰) (۱۰) قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهٌ وَاحِدٌ (سورہ انعام، رکوع ۲) (۱۱) مَا مِنْ إِلَهٍ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكَ بِهِ (سورہ انعام،

۱۱) ان تمام آیتوں کا مفہوم غلامہ کے طور پر وہی ہے جو فصل دوم کے شروع میں بتا دیا گیا۔

(١٢) (٥٤) ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (سورة انعام، ركو ع ١٣) (١٣) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
 اعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ (سورة انعام، ركو ع ١٣) (١٤) قَالَ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِيكُمْ إِلَهًا (سورة اعراف،
 ركو ع ١٤) (١٥) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ (سورة اعراف، ركو ع ١٥) (١٦) وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا
 إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (سورة توبه، ركو ع ١٥) (١٧) حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ
 وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ (سورة توبه، ركو ع ١٦) (١٨) ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ (سورة يونس، ركو ع
 ١٩) (١٩) فَذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ الْحَقُّ (سورة يونس، ركو ع ٢٠) (٢٠) قَالَ آمَنْتُ أَنْتَ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي
 آمَنْتُ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ (سورة يونس، ركو ع ٢١) (٢١) فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ
 تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ (سورة يونس، ركو ع ٢٢) (٢٢) فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ بِعِلْمِ اللَّهِ وَأَنْ لَا
 إِلَهَ إِلَّا هُوَ (سورة هود، ركو ع ٢٣) (٢٣) أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ (سورة هود، ركو ع ٢٤) (٢٤) (٢٥) (٢٦)
 (٢٦) قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ (سورة هود، ركو ع ٢٥) (٢٧) (٢٨) أَرَأَيْتُمْ
 مَتَفَرِّقُونَ خَيْرًا إِمَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورة يوسف، ركو ع ٢٨) (٢٨) أَمَّا لَا تَعْبُدُوا إِلَّا
 إِلَهًا (سورة يوسف، ركو ع ٢٩) (٢٩) قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (سورة زمر، ركو ع ٣٠) (٣٠) وَلِيَعْلَمُوا
 أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْوَاحِدُ (سورة ابراهيم، ركو ع ٣١) (٣١) أَنْتَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ تَقْوِينَ (سورة نحل، ركو ع
 ٣٢) (٣٢) إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ (سورة نحل، ركو ع ٣٣) (٣٣) إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْوَاحِدُ (سورة نحل، ركو ع ٣٤)
 (٣٤) وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ (سورة بنو اسرائيل، ركو ع ٣٥) (٣٥) قُلْ لَوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ
 كَمَا يَقُولُونَ (سورة بنو اسرائيل، ركو ع ٣٦) (٣٦) فَقَالُوا رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَنْ
 تَذُنَّ عَنْهُمْ مِنْ دُونِهَا إِلَهًا (سورة كهف، ركو ع ٣٧) (٣٧) هُوَ لَا يَتَّخِذُ مِنْ دُونِهَا
 إِلَهًا (سورة كهف، ركو ع ٣٨) (٣٨) يُوحَىٰ إِلَىٰ أَنَسَاءِ إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ (سورة كهف، ركو ع ٣٩)
 (٣٩) وَإِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ (سورة مريم، ركو ع ٤٠) (٤٠) اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
 (سورة طه، ركو ع ٤١) (٤١) إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي (سورة طه، ركو ع ٤٢) (٤٢) إِنَّمَا
 إِلَهُكُمْ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (سورة طه، ركو ع ٤٣) (٤٣) لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ
 لَفَسَدَتَا (سورة انبياء، ركو ع ٢٢) (٢٣) أَمَّا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهَا إِلَهًا (سورة انبياء، ركو ع
 ٢٤) (٢٥) لَا تُوْحَىٰ إِلَيْنَا أَنْتَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا (سورة انبياء، ركو ع ٢٦) (٢٦) أَمْ لَهُمْ آلِهَةٌ
 تَمُتُّهُمْ مِنْ دُونِنَا (سورة انبياء، ركو ع ٢٧) (٢٧) أَفَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ
 شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ (سورة انبياء، ركو ع ٢٨) (٢٨) لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ (سورة انبياء، ركو ع
 ٢٩) (٢٩) إِنَّمَا يُوْحَىٰ إِلَىٰ أَنَسَاءِ إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ (سورة انبياء، ركو ع ٣٠) (٣٠) فَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ

وَاحِدٌ فَلَمَّا أَسْلِمُوا (سورہ ج، رکوع ۵) (۵۱، ۵۲) اَعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ (سورہ
 موسیٰ، رکوع ۲) (۵۳) وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ (سورہ مومن، رکوع ۵) (۵۴) فَتَعَالَى اللَّهُ
 الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (سورہ مومن، رکوع ۶) (۵۵) وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ
 لَا يَرْهَقَنَ لَهَا بِهَا قِسْمًا عِنْدَ رَبِّهِ (سورہ مومن، رکوع ۶) (۵۶) وَاللَّهُ مَعَ الصَّادِقِينَ (سورہ
 نمل، رکوع ۵) (۵۷) وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (سورہ قصص، رکوع ۴) (۵۸) مَنْ إِلَّا غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بَلِيلٌ (سورہ قصص، رکوع ۴) (۵۹) وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا
 آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (سورہ قصص، رکوع ۱۹) (۶۰) وَالْهِنَا وَالْهَكْمُ (سورہ عنکبوت، رکوع ۱)
 (۶۱) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَلَنْ تُوَفَّقُوا (سورہ فاطر، رکوع ۱) (۶۲) إِنَّ إِلَهَكُمْ لَوَاحِدٌ (سورہ صافات،
 رکوع ۱) (۶۳) إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ (سورہ صافات، رکوع ۲)
 (۶۴) اجْعَلِ الْاِلَهَ إِلَهًا وَاحِدًا (سورہ صافات، رکوع ۱) (۶۵) وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ
 الْقَهَّارُ (سورہ صافات، رکوع ۵) (۶۶) هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورہ زمر، رکوع ۱) (۶۷) ذَلِكَ اللَّهُ
 رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (سورہ زمر، رکوع ۱) (۶۸) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِلَهٌ مَصِيرٌ
 (سورہ مومن، رکوع ۱) (۶۹) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ قَاتِي تُوَفَّقُونَ (سورہ مومن، رکوع ۴) (۷۰) هُوَ الْحَيُّ
 لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ (سورہ مومن، رکوع ۴) (۷۱) يُوحَىٰ إِلَىٰ أَسْمَاءِ إِلَهَكُمْ إِلَهًا وَاحِدًا (سورہ
 حم سجدہ، رکوع ۱) (۷۲) أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ (سورہ حم سجدہ، رکوع ۲) (۷۳) اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ
 (سورہ شوریٰ، رکوع ۲) (۷۴) اجْعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهًا يَتَعَبَّدُونَ (سورہ زخرف، رکوع ۱)
 (۷۵) رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا (سورہ دخان، رکوع ۱) (۷۶) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي
 وَيُمِيتُ (سورہ دخان، رکوع ۱) (۷۷) أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ (سورہ احقاف، رکوع ۲) (۷۸) فَاعْلَمُوا
 أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (سورہ محمد، رکوع ۲) (۷۹) وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ (سورہ ذریت، رکوع ۱)
 (۸۰) هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (سورہ حشر، رکوع ۲) (۸۱) إِنَّا بَرَاءٌ وَأَقْنَمُكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ
 مِنْ دُونِ اللَّهِ (سورہ ممتحنہ، رکوع ۱) (۸۲) اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (سورہ تغابن، رکوع ۲) (۸۳) رَبُّ
 الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (سورہ نمل، رکوع ۱) (۸۴) لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ وَلَا

۱۔ متعدد نسخوں میں اس آیت میں اِلٰہ کے بعد غیرہ بھی لکھا ہے، لیکن اس آیت میں غیرہ کا لفظ نہیں ہے
 چنانچہ قدیم نسخوں میں یہ آیت صرف اِلٰہ تک ہے۔

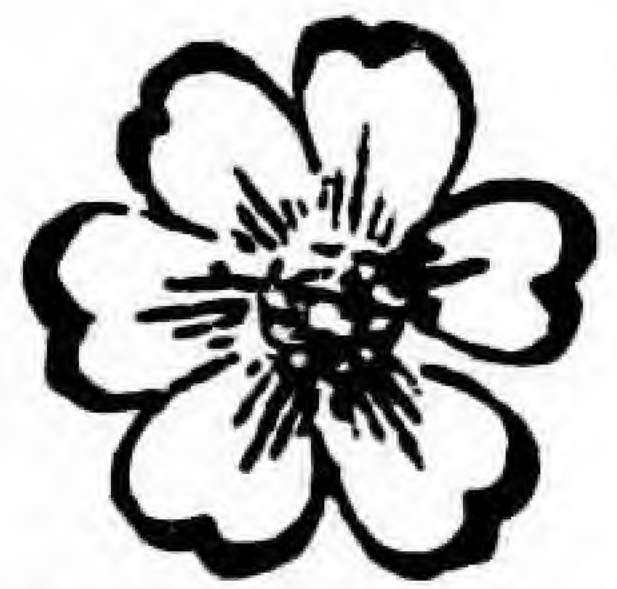
۲۔ تمام قدیم و جدید نسخوں میں وَالْهِنَا وَالْهَكْمُ اِلٰہ واحد ہے۔ لیکن جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں
 وَالْهَكْمُ کے بعد اِلٰہ نہیں ہے۔ اس لئے وہ لفظ حذف کر دیا گیا ہے۔

أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ (سورہ کافرون) (۸۵) قُلْ هُوَ الَّذِي أَحَدَ (سورہ اخلاص)

یہ پچاسی آیات ہیں جن میں کلمہ طیبہ یا اس کا مضمون وارد ہوا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی آیات بکثرت ہیں جن میں اس کے معنی اور مفہوم وارد ہوا ہے اور جیسا میں اس فصل کے شروع میں لکھ چکا ہوں توحید ہی اصل دین ہے۔ اس لئے جتنا اس میں انہماک اور شغف ہو گا دین میں بختگی پیدا ہوگی اسی لئے اس مضمون کو مختلف عبارات میں مختلف طریقوں سے ذکر فرمایا ہے کہ دل کی گہرائیوں میں اتر جائے اور اندرون دل میں پختہ ہو جائے اور دل میں اللہ کے ماسوا کی کوئی جگہ باقی نہ رہے۔



فصل سوم



(اس فصل) میں ان احادیث کا ذکر ہے جن میں کلمہ طیبہ کی ترغیب و فضائل ذکر فرمائے گئے ہیں۔ اس مضمون میں جب آیات اتنی کثرت سے ذکر فرمائی ہیں تو احادیث کا کیا پوچھنا، سب کا احاطہ ناممکن ہے۔ اس لئے چند احادیث بطور نمونہ کے ذکر کی جاتی ہیں۔

① حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام اذکار میں افضل لا الہ الا اللہ ہے۔ اور تمام دعاؤں میں افضل الحمد للہ ہے، ف:- لا الہ الا اللہ کا افضل الذکر ہونا تو ظاہر ہے اور بہت سی احادیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے۔ نیز سارے دین کا مدار ہی کلمہ توحید پر ہے تو پھر اس کے افضل ہونے میں کیا تردد ہے اور الحمد للہ کو افضل دعا اس لحاظ سے فرمایا ہے کہ کریم کی ثنا کا مطلب سوال ہی ہوتا ہے۔ عام مشاہدہ ہے کہ کسی رئیس، امیر، نواب

② عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَفْضَلُ الدُّعَاءِ الْحَمْدُ لِلَّهِ كَذَا فِي الْمَشْكُوتِ بِرَوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ وَقَالَ الْمُنْذَرِيُّ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْإِسْمَاعِيلِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ فِي صَحِيحِهِ وَالْحَاكِمُ كُلُّهُمْ مِنْ طَرِيقِ طَلْحَةَ بْنِ خَرَّاشٍ عَنْهُ وَقَالَ الْحَاكِمُ صَحِيحٌ إِلَّا سَنَادُ قُلْتُ رَوَاهُ الْحَاكِمُ بِسَنَدَيْنِ وَصَحَّحَهُمَا وَاقَرَهُ عَلَيْهِمَا الدَّاهِبِيُّ وَكَذَا رَقْمٌ بِالصَّحِيحَةِ السُّيُوطِي فِي الْمَجَامِعِ۔

کی تعریف میں قصیدہ خوانی کا مطلب اس سے سوال ہی ہوتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے سب کو جمع کر لینا ہے تردد شک شبہ نہ کریم کی تعریف۔

ہیں کہ جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھے اس کے بعد اسکو الْحَمْدُ لِلَّهِ بھی کہنا چاہیے۔ اسلئے کہ قرآن پاک میں فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ کے بعد الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وارد ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تمام ذکروں میں افضل اور سب سے بڑھا ہوا ذکر کلمہ طیبہ ہے کہ یہی دین کی وہ بنیاد ہے جس پر سارے دین کی تعمیر ہے اور یہ وہ پاک کلمہ ہے کہ دین کی چکی اسلئے کے گرد گھومتی ہے۔ اسی وجہ سے صوفیہ اور عارفین اسی کلمہ کا اہتمام فرماتے ہیں اور سارے اذکار پر اسکو ترجیح دیتے ہیں اور اسی کی جتنی ممکن ہو کثرت کراتے ہیں کہ تجربہ سے اس میں جس قدر فوائد اور منافع معلوم ہوئے ہیں کسی دوسرے میں نہیں چنانچہ سید علی بن میمونؒ مغربی کا قصہ مشہور ہے کہ جب شیخ علوانؒ حموی جو ایک تبحر عالم اور مفتی اور مدرس تھے، سید صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سید صاحب کی ان پر خصوصی توجہ ہوئی تو ان کو سارے مشاغل درس تدریس فتویٰ وغیرہ سے روک دیا اور سارا وقت ذکر میں مشغول کر دیا۔ عوام کا تو کام ہی اعتراض اور گالیاں دینا ہے۔ لوگوں نے بڑا شور مچایا کہ شیخ کے منافع سے دنیا کو محروم کر دیا اور شیخ کو ضائع کر دیا وغیرہ کچھ دنوں بعد سید صاحب کو معلوم ہوا کہ شیخ کسی وقت کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں، سید صاحب نے اسکو بھی منع کر دیا تو پھر تو پوچھنا ہی کیا۔ سید صاحبؒ پر زندگی اور بددینی کا الزام لگنے لگا۔ لیکن چند ہی روز بعد شیخ پر ذکر کا اثر ہو گیا اور دل رنگ گیا تو سید صاحبؒ نے فرمایا کہ اب تلاوت شروع کر دو کلام پاک جو کھولا تو ہر ہر لفظ پر وہ وہ علوم و معارف کھلے کہ پوچھنا ہی کیا ہے۔ سید صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے خدا نخواستہ تلاوت کو منع نہیں کیا تھا بلکہ اس چیز کو پیدا کرنا چاہتا تھا۔

چونکہ یہ پاک کلمہ دین کی اصل ہے ایمان کی جڑ ہے اسلئے جتنی بھی اسکی کثرت کیجائیگی اتنی ہی ایمان کی جڑ مضبوط ہوگی ایمان کا مدار اسی کلمہ پر ہے بلکہ دنیا کے وجود کا مدار اسی کلمہ پر ہے چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ قیامت اسوقت تک نہیں ہو سکتی جب تک لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے والا کوئی زمین پر ہو۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جب تک کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا زمین پر ہو قیامت نہیں ہوگی۔

لہٰذا یعنی اس کلمہ کو دین میں وہ حیثیت حاصل ہے جو چکی میں کیلے کی ہوتی ہے۔ جن لوگوں نے پُرانے طرز کی ہاتھ کی چکیاں دیکھی ہیں وہ جانتے ہیں کہ چکی میں اگر کیلا نہ ہو تو وہ ایک چکر تو کیا ایک انچ بھی صحیح نہیں چل سکتی۔ اسی طرح اگر اسلام میں سے توحید کو نکال دیا جائے تو ایک سکنہ بیلے بھی وہ صحیح نہیں رہ سکتا۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ يَخْدُمُ رَسُوْلَهُ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ
قَالَ مُوسَى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَبِّ
عَلِّمْنِي شَيْئًا اَذْكُرُكَ بِهِ وَاذْكُرْكَ بِهِ قَالَ
قُلْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ قَالَ يَا رَبِّ كُلُّ عِبَادِكَ
يَقُوْلُ هَذَا قَالَ قُلْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ قَالَ
اِنَّمَا اُرِيْدُ شَيْئًا تَخْصُمَنِي بِهِ قَالَ يَا مُوسَى
لَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْاَرْضَ وَصُلْبُ السَّجَّ
فِي كُفْيَةٍ وَّلَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ فِي كُفَّةٍ مَّالَتْ
بِهِمْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَ
ابن حبان وَاَحَاكَمُ كُلُّهُمْ مِنْ طَرِيقٍ
دَسَاجِ عَنْ ابِي الْمُهَيْثِمِ عَنْهُ وَقَالَ الْحَاكِمُ
صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ كَذَا فِي التَّرْغِيبِ قُلْتُ
قَالَ الْحَاكِمُ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ وَلَمْ يَخْرُجْ
وَاقْرَأْ عَلَيْهِ الذَّهَبِيُّ وَاَخْرَجَ فِي الْمَشْكُوَّةِ
بِرَوَايَةِ شَرْحِ السَّنَةِ نَحْوَهُ زَادَ فِي مَنْتَجَبِ
الْكُنْزِ ابَا يَعْلَى وَالحَكِيمُ وَابَا نَعِيمٍ فِي الْحَلِيَّةِ
وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الْاَسْمَاءِ وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ
فِي سُنَنِهِ وَفِي مَجْمَعِ الزَّوَادِ رَوَاهُ ابُو يَحْيَى
وَرِجَالُهُ وَثَقُوْا وَفِيهِمْ ضَعْفٌ۔

۱۲ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علی نبینا
وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جلّ جلالہ کی
پاک بارگاہ میں عرض کیا کہ مجھے کوئی ورد تعلیم
فرمادیجئے جس سے آپ کو یاد کیا کروں اور آپ کو
پکارا کروں، ارشاد خداوندی ہوا کہ لَا اِلَهَ
اِلَّا اللهُ کہا کرو۔ انھوں نے عرض کیا اے
پروردگار یہ تو ساری ہی دنیا کہتی ہے۔ ارشاد
ہوا کہ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ کہا کرو، عرض کیا
میرے رب میں تو کوئی ایسی مخصوص چیز
مانگتا ہوں جو مجھے کو عطا ہو ارشاد ہوا کہ اگر
ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے
میں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف لَا اِلَهَ
اِلَّا اللهُ کو رکھ دیا جائے تو لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ
والا پلڑا جھک جائے گا۔

ف۔ ب۔ اللہ جلّ جلالہ عَمَّ نَوَالہ کی
عادت شریفہ یہی ہے کہ جو چیز جس قدر ضرورت
کی ہوتی ہے اتنی ہی عام عطا کی جاتی ہے،
ضروریات دنیویہ ہی میں دیکھ لیا جائے کہ
سانس، پانی، ہوا، کیسی عام ضرورت کی
چیزیں ہیں، اللہ جلّ شانہ نے انکو کس قدر عام فرما رکھا ہے۔ البتہ یہ ضروری چیز ہے کہ اللہ کے
یہاں وزن اخلاص کا ہے۔ جس قدر اخلاص سے کوئی کام کیا جائے گا اتنا ہی وزنی ہوگا اور
جس قدر اخلاص کی کمی اور بے ولی سے کیا جائے گا اتنا ہی ہلکا ہوگا۔ اخلاص پیدا کرنے کیلئے
بھی جس قدر مفید اس کلمہ کی کثرت ہے اتنی کوئی دوسری چیز نہیں کہ اس کلمہ کا نام ہی جلا القلوب
(دلوں کی صفائی) ہے۔ اسی وجہ سے حضرات صوفیہ اسکا ورد کثرت سے بتاتے ہیں اور سینکڑوں

لے ورد، وظیفہ، ہر دم پڑھتے رہنے کی چیز۔

نہیں بلکہ ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کا معمول تجویز کرتے ہیں۔

ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرید نے اپنے شیخ سے عرض کیا تھا کہ میں ذکر کرتا ہوں مگر دل غافل رہتا ہے انھوں نے فرمایا کہ ذکر برابر کرتے رہو اور اس پر اللہ کا شکر کرتے رہو کہ اس نے ایک عضو یعنی زبان کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی اور اللہ سے دل کی توجہ کیلئے دعا کرتے رہو۔ اس قسم کا واقعہ احیاء العلوم میں بھی ابو عثمان مغربیؒ کے متعلق نقل کیا گیا کہ ان سے کسی مرید نے شکایت کی تھی جس پر انھوں نے یہ جواب دیا تھا۔ درحقیقت بہترین نسخہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہ کا کلام پاک میں ارشاد ہے کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں اضافہ کروں گا، ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ذکر اس کی بڑی نعمت ہے اس کا شکر ادا کیا کرو کہ اللہ نے ذکر کی توفیق عطا فرمائی۔

۳ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنِّي لَا يَسْتَكِينُ عَنِّي هَذَا الْحَدِيثُ أَحَدٌ أَوَّلُ مِنْكَ لِمَا سَأَلْتُمْنِي عَنْ حِرْصِهِ عَلَى الْحَدِيثِ أَشْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ أَوْ نَفْسِهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَ قَدْ أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ بِمَعْنَاهُ وَ ذَكَرَهُ صَالِحُ بَهْجَةِ النُّفُوسِ فِي الْحَدِيثِ أَرْبَعًا وَ ثَلَاثِينَ بَحْثًا ۞

۳ حضرت ابو ہریرہؓ نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپؐ کی شفاعت کا سب سے زیادہ نفع اٹھانے والا قیامت کے دن کون شخص ہوگا، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے احادیث پر تمہاری حرص دیکھ کر یہی گمان تھا کہ اس بات کو تم سے پہلے کوئی دوسرا شخص نہ پوچھیکا (پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کا جواب ارشاد فرمایا) کہ سب سے زیادہ سعادت مند اور نفع اٹھانے والا میری شفاعت کے ساتھ وہ شخص ہوگا جو دل کے خلوص کے ساتھ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے۔ ف:- سعادت کہتے ہیں کہ آدمی کو خیر کی طرف پہنچانے کیلئے توفیق الہی

کے شامل ہونے کو۔ اب اخلاص سے کلمہ طیبہ پڑھنے والے کا سب سے زیادہ مستحق شفاعت ہونے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ اس حدیث سے وہ شخص مراد ہے جو اخلاص سے مسلمان ہو اور کوئی نیک عمل بجز کلمہ طیبہ پڑھنے کے اس کے پاس نہ ہو۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ سعادت اسکو شفاعت ہی سے حاصل ہو سکتی ہے کہ اپنے پاس تو کوئی عمل نہیں ہے لہٰذا یعنی یہی جواب جو اوپر ذکر ہوا ہے اس حدیث کے متعلق صاحب بہجۃ النفوس نے چوتھیں چوتھیں بھیجیں ہیں۔

اس مطلب کے موافق یہ حدیث ان احادیث کے قریب قریب ہوگی جن میں ارشاد ہے کہ میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ والوں کیلئے ہے کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم میں ڈالے جائیں گے لیکن کلمہ طیبہ کی برکت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت انکو نصیب ہوگی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اسکے مصداق وہ لوگ ہیں جو اخلاص سے اس کلمہ کا ورد رکھیں اور نیک اعمال ہوں، ان کے سب سے زیادہ سعادت مند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ نفع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے انکو پہونچے گا کہ ترقی درجات کا سبب بنیگی، علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قیامت کے دن چھٹے طریقہ سے ہوگی۔ اول میدانِ حشر کی قید سے خلاصی کی ہوگی۔ کہ حشر میں ساری مخلوق طرح طرح کے مصائب میں مبتلا پریشان حال یہ کہتی ہوئی ہوگی کہ ہم کو جہنم ہی میں ڈال دیا جائے۔ مگر ان مصائب سے تو خلاصی ہو۔ اسوقت جلیل القدر انبیاء کی خدمت میں یکے بعد دیگرے حاضری ہوگی کہ آپ ہی اللہ کے یہاں سفارش فرمائیں مگر کسی کو جرأت نہ ہوگی کہ سفارش فرمائیں بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے یہ شفاعت تمام عالم مخلوق جن و انس مسلم و کافر سب کے حق میں ہوگی اور سب اس سے منتفع ہوں گے۔ احادیث قیامت میں اسکا مفصل قصہ مذکور ہے۔ دوسری شفاعت بعض کفار کے حق میں تخفیف عذاب کی ہوگی جیسا ابوطالبؓ کے بارہ میں صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے۔ تیسری شفاعت بعض مومنوں کو جہنم سے نکلنے کے بارہ میں ہوگی جو اس میں داخل ہو چکے ہیں۔ چوتھی شفاعت بعض مومن جو اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہونے کے مستحق ہو چکے ہیں۔ ان کی جہنم سے معافی اور جہنم میں نہ داخل ہونے کے بارے میں ہوگی۔ پانچویں شفاعت بعض مومنین کے بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہونے میں ہوگی۔ اور چھٹی شفاعت مومنین کے درجات بلند ہونے میں ہوگی۔

۳ حضرت زید بن ارقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جو شخص اخلاص کے ساتھ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص (کی علت)

۴ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قِيلَ وَمَا اخْلَاصُهَا قَالَ أَنْ تَحْجِزَهُ

لہ یعنی وہ لوگ نیک اعمال کرنے والوں میں سے ہوں لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جنھوں نے آپ کا بہت زیادہ ساتھ دیا اور ہر قسم کا تعاون کیا۔ لیکن اسلام سے مشرف نہ ہو سکے۔

عَنْ مَحَارِمِ اللَّهِ رَوَاهُ الطَّبْرَانِي
فِي الْأَوْسَطِ وَالْكَبِيرِ۔
کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے
اس کو روک دے۔

ف :- اور یہ ظاہر ہے کہ جب حرام کاموں سے رُک جائیگا اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
کا قائل ہوگا تو اسکے سیدھا جنت میں جانے میں کیا تردد ہے۔ لیکن اگر حرام کاموں سے
نہ بھی رُکے تب بھی اس کلمہ پاک کی یہ برکت تو بلا تردد ہے کہ اپنی بد اعمالیوں کی سزا بھگتنے
کے بعد کسی نہ کسی وقت جنت میں ضرور داخل ہوگا البتہ اگر خدا نخواستہ بد اعمالیوں کی بدولت
اسلام و ایمان ہی سے محروم ہو جائے تو دوسری بات ہے۔

حضرت فقیہ ابواللیث تمقذی رحمہ اللہ فیہ الغافلین میں لکھتے ہیں ہر شخص کیلئے ضروری ہے
کہ کثرت سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھتا رہا کرے اور حق تعالیٰ شانہ سے ایمان کے باقی رہنے
کی دُعا بھی کرتا رہے اور اپنے کو گناہوں سے بچاتا رہے اسلئے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں
کہ گناہوں کی نحوست سے آخر میں اُن کا ایمان سلب ہو جاتا ہے اور دنیا سے کفر کی حالت
میں جاتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوگی کہ ایک شخص کا نام ساری عمر مسلمانوں
کی فہرست میں رہا ہو مگر قیامت میں وہ کافروں کی فہرست میں ہو یہ حقیقی حسرت اور کمال
حسرت ہے۔ اس شخص پر افسوس نہیں ہوتا جو گرجا یا بتخانہ میں ہمیشہ رہا ہو اور وہ کافروں کی
فہرست میں آخر میں شمار کیا جائے افسوس اُس پر ہے جو مسجد میں رہا ہو اور کافروں میں شمار
ہو جائے۔ اور یہ بات گناہوں کی کثرت سے اور تنہائیوں میں حرام کاموں میں مبتلا ہونے سے
پیدا ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس دوسروں کا مال ہوتا ہے اور
وہ سمجھتے ہیں کہ یہ دوسروں کا ہے مگر دل کو سمجھاتے ہیں کہ میں کسی وقت اسکو واپس دینگا
اور صاحب حق سے معاف کراؤں گا مگر اسکی نوبت نہیں آتی اور موت اس سے قبل آجاتی
ہے۔ بہت سے لوگ ہیں کہ بیوی کو طلاق ہو جاتی ہے اور وہ اسکو سمجھتے ہیں مگر پھر بھی اس سے
ہم بستری کرتے ہیں اور اسی حالت میں موت آجاتی ہے کہ توبہ کی توفیق بھی نہیں ہوتی ہے،
ایسے ہی حالات میں آخر میں ایمان سلب ہو جاتا ہے اللَّهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ۔ حدیث کی کتابوں
میں ایک قصہ لکھا ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں ایک نوجوان کا انتقال ہونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے عرض کیا گیا کہ اس سے کلمہ نہیں پڑھا جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لگئے اور اس سے

لے بسا اوقات جب بد اعمالیاں بہت بڑھ جائیں اور رات دن سوائے بد کاریوں کے کوئی مشغلہ ہی نہ رہے تو کبھی کبھی دل کی
فلت بڑھ کر ایمان کی روشنی کو بالکل ختم کر دیتی ہے اور مصیبتوں کی تیز آمد سے ہدایت کی شمع گل ہو جاتی ہے۔

دریافت فرمایا کیا بات ہے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایک قفل سادل پر لگا ہوا ہے۔ تحقیق حالات سے معلوم ہوا کہ اسکی ماں اس سے ناراض ہے اور اس نے ماں کو ستایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کو بلایا اور دریافت فرمایا کہ اگر کوئی شخص بہت سی آگ جلا کر اس تمہارے لڑکے کو اس میں ڈالنے لگے تو تم سفارش کرو گی انھوں نے عرض کیا ہاں حضور کروں گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ہے تو اس کا قصور معاف کر دے انھوں نے سب معاف کر دیا پھر اس سے کلمہ پڑھنے کو کہا گیا تو فوراً پڑھ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے انھوں نے آگ سے نجات پائی۔ اس قسم کے سیکڑوں واقعات پیش آتے ہیں کہ ہم لوگ ایسے گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں جن کی خواست دین اور دنیا دونوں میں نقصان پہونچاتی ہے۔ صاحب احیائے مرنے لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے خطبہ پڑھا جس میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو اس طرح سے کہے کہ خلط ملط نہ ہو تو اس کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ حضورؐ اس کو واضح فرمادیں خلط ملط کا کیا مطلب ہے ارشاد فرمایا کہ دنیا کی محبت اور اسکی طلب میں لگ جانا بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انبیاء کی سی باتیں کرتے ہیں اور منکبر اور جابر لوگوں کے سے عمل کرتے ہیں۔ اگر کوئی اس کلمہ کو اس طرح کہے کہ یہ کام نہ کرتا ہو تو جنت اسکے لئے واجب ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ عَبْدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِلَّا فَتَحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ حَتَّى يَقْضَى إِلَى الْعَرْشِ مَا اجْتَنَبَتْ الْكِبَائِرُ. رواه الترمذی وھکذا فی مشکوٰۃ لکن لیس فیہا حسن بل غریب فقط قال القاسمی و رواه النسائی وابن حبان و عزاء السیوطی فی الجامع الی الترمذی و رقبہ بالحسن و حکاہ السیوطی فی الدام من طریق ابن مردودہ عن

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی بندہ ایسا نہیں کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے اور آسمان کے دروازے نہ کھل جائیں یہاں تک کہ یہ کلمہ سیدھا عرش تک پہونچتا ہے۔ بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔
ف:- کتنی بڑی فضیلت ہے اور قبولیت کی انتہا ہے کہ یہ کلمہ براہ راست عرش معلیٰ تک پہونچتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ اگر کبیرہ گناہوں کیساتھ بھی کہا جائے تو نفع سے اس وقت بھی خالی نہیں۔

یعنی اس کلمے کو اس طرح کہے کہ منکبروں اور جابروں کے سے عمل نہ کرتا ہو یعنی برائیوں سے بچتا ہو اور نیکیاں کرتا ہو۔

ابن ہریرۃ و لیس فیہ ما اجتنبہ الکبار
وفی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی
عن معقل ابن یسار لکل شیء مفتاح
ومفتاح السموات قول لا الہ الا اللہ
ورقہ لہ بالضعف۔

ملا علی قاری رو فرماتے ہیں کہ کبار
سے بچنے کی شرط قبول کی جلدی اور آسمان
کے سب دروازے کھلنے کے اعتبار سے
ہے ورنہ ثواب اور قبول سے کبار کے
ساتھ بھی خالی نہیں۔ بعض علماء نے

اس حدیث کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ ایسے شخص کے واسطے مرنے کے بعد اسکی روح
کے اعزاز میں آسمان کے سب دروازے کھل جائیں گے۔ ایک حدیث میں آیا ہے دو
کلمے ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک کیلئے عرش سے نیچے کوئی نہ تھا نہیں۔ دوسرا آسمان اور
زمین کو اپنے نور یا اپنے اجر سے بھروے ایک لا الہ الا اللہ دوسرا اللہ اکبر۔

۶۱ عَنْ یَعْلٰی بْنِ شَدَّادٍ قَالَ حَدَّثَنِي
اَبِي شَدَّادُ ابْنُ اَدِيٍّ وَعَبَادَةُ بْنُ
الصَّامِتِ حَاضِرٌ يُصَدِّقُ قَالَ كُنَّا عِنْدَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ
فِيكُمْ غَرِيبٌ يَعْنِيْ اَهْلَ الْكِتَابِ قُلْنَا
لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَمَرَ بِغُلَقِ الْاَبْوَابِ
وَقَالَ اَمْرُ فَعُوْا اَيْدِيَكُمْ وَقُولُوا لَا اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ فَرَفَعْنَا اَيْدِيَنَا سَاعَةً ثُمَّ قَالَ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ بِعَشْتَنِیْ بِهَذِهِ
الْكَلِمَةِ وَوَعْدُ تَنِّیْ عَلَیْهَا الْجَنَّةَ وَاَنْتَ
لَا تُخْلِفُ الْوَعْدَ لَقَدْ قَالَ اَبَشَرُوا
وَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَكُمْ رَوَاهُ أَحْمَدُ
بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ وَ الطبرانی وغیرہما کذا
فی الترغیب قلت واخرجه المحاکم و
قال اسمعیل بن عیاش احمد ائمة
اهل الشام وقد نسب الی سوء الحفظ

۶۱ حضرت شذاذ فرماتے ہیں اور حضرت
عبادہ اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک
مرتبہ ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں حاضر تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے دریافت فرمایا کوئی اجنبی (غیر مسلم) تو جمع
میں نہیں، ہم نے عرض کیا کوئی نہیں ارشاد
فرمایا کوڑا بند کرو اس کے بعد ارشاد فرمایا ہاتھ
اٹھاؤ اور کہو لا الہ الا اللہ ہم نے تھوڑی
دیر ہاتھ اٹھائے رکھے اور کلمہ طیبہ پڑھا پھر
فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اے اللہ تو نے مجھے یہ
کلمہ دے کر بھیجا ہے اور اس کلمہ پر جنت کا
وعدہ کیا ہے اور تو وعدہ خلاف نہیں ہے اس کے
بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ
خوش ہو جاؤ اللہ نے تمہاری مغفرت فرمادی۔

ف :- غالباً اجنبی کو اسی لئے درپست
فرمایا تھا اور اسی لئے کوڑا بند کرائے تھے

لہ یعنی عرش سے نیچے کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں وہ نہر سکے۔

وانا على شرطى فى امثاله وقال المذاهب
راشد ضعف الدارقطنى وغيره وثقة
سحيم اه فى مجمع الزوائد رواه احمد
والطبرانى والبزار ورجال موقوفون اه

کہ ان لوگوں کے کلمہ طیبہ پڑھنے پر تو حضور
کو مغفرت کی بشارت کی اُمید ہوگی اور وہ
کے متعلق یہ اُمید نہ ہو۔ صوفیہ نے اس حدیث
سے مشائخ کا اپنے مریدین کی جماعت کو

ذکر تلقین کرنے پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ جامع الاصول میں لکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کا صحابہ کو جماعت اور منقرداً ذکر تلقین کرنا ثابت ہے جماعت کو تلقین کرنے میں اس حدیث
کو پیش کیا ہے اس صورت میں کو اڑوں کا بند کرنا مستفیدین کی توجہ کے تمام کرنے کی غرض
سے ہو اور اسی وجہ سے اجنبی کو دریافت فرمایا کہ غیر کا مجمع میں ہونا حضور پر تشکیک کا
سبب اگرچہ نہ ہو لیکن مستفیدین کے تشکیک کا احتمال تو تھا ہی ۵

چہ خوش است با تو بزم نہفتہ ساز کردن

در خانہ بند کردن سر شیشہ باز کردن

کیسی مزے کی چیز ہے تیرے ساتھ خفیہ ساز کر لینا گھر کا دروازہ بند کر لینا اور بوتل کا منہ کھولنا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے

رہا کرو، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ

ایمان کی تجدید کس طرح کریں؟ ارشاد فرمایا

کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو کثرت سے پڑھتے رہا کرو،

خ :- ایک روایت میں حضور

کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ ایمان پُرانا ہو جاتا

ہے جیسا کہ کپڑا پُرانا ہو جاتا ہے اس لئے اللہ جل

شانہ سے ایمان کی تجدید مانگتے رہا کرو، پُرانے

ہو جانیکا مطلب یہ ہے کہ معاصی سے قوت

ایمانیہ اور نور ایمان جاتا رہتا ہے، چنانچہ

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ کوئی

گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نشان (دھبہ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَدُوا إِيْمَانَكُمْ

قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ نَجِدُ إِيْمَانَنَا

قَالَ أَكْثِرُوا مِنْ قَوْلِي لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

رواه احمد والطبرانى واسناد احمد

حسن كذا فى الترغيب قلت ورواه

الحاكم فى صحيحه وقال صحيح الاسناد

وقال الذهبى صدقته الراوى ضعفا

قلت هو من رواة ابى داود والترمذى

واخرج له البخارى فى الادب المفرد

وقال فى التقریب صدوق له او هام

وذكره السيوطى فى الجامع الصغير

برواية احمد والحاكم ورقه له بالصحة

لہ ذہنی انتشار اور دھیان بننا لہ اس سے صحابہ کرام مراد ہیں۔

وفی مجمع الزوائد رواہ احمد واسنادہ
جید وفی موضع آخر رواہ احمد والطبرانی
ورجال احمد ثقات۔

اُسکے دل میں ہو جاتا ہے اگر وہ سچی توبہ
کر لیتا ہے تو وہ نشان دہل جاتا ہے ورنہ
جمار ہوتا ہے اور پھر جب وہ دوسرا گناہ
کرتا ہے تو دوسرا نشان ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آخر دل بالکل کالا ہو جاتا ہے اور رنگِ آلود
ہو جاتا ہے جس کو حق تعالیٰ شانہ نے سورہ تطفیف میں ارشاد فرمایا ہے کَلَّا بَلْ عَتَا رَانَ عَلٰی
قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ اس کے بعد اس کے دل کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ حق بات
اس میں اثر اور سرایت ہی نہیں کرتی، ایک حدیث میں آیا ہے کہ چار چیزیں آدمی کے دل کو
بر باد کر دیتی ہیں۔ احمقوں سے مقابلہ، گناہوں کی کثرت، غم و غمگینی کے ساتھ کثرتِ اختلاط،
اور مردہ لوگوں کے پاس کثرت سے بیٹھنا۔ کسی نے پوچھا مردوں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ہر وہ
مالدار جس کے اندر مال نے اکڑ پیدا کر دی ہو۔

۸ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اَكْثَرُ وَاِمْرٍ
شَہَادَۃً اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَبْلُ اَنْ
يَحَالَ بِبَيْتِكُمْ وَبَيْنَهُمَا۔ رواہ ابو یعلیٰ
باسناد جید قوی کذا فی الترغیب و
عزایہ فی الجامع الی ابی یعلیٰ وابن عدی
فی الکامل ودرقمد بالضعف و زادہ
لقنوها موتا کم وفی مجمع الزوائد رواہ
ابو یعلیٰ ورجال۔ رجال الصحیح غیر
ضمیم وھو ثقہ۔

۷ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
ہے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کثرت سے
کرتے رہا کرو قبل اس کے کہ ایسا وقت آئے کہ
تم اُس کلمہ کو نہ کہہ سکو۔

۹ عَنْ عُمَرَ وَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ یَقُوْلُ اِنِّیْ لَا
اَعْلَمُ کَلِمَۃً لَا یَقُوْلُهَا عَبْدٌ حَقًّا مِّنْ قَلْبِہِ
فِی مَوْتٍ عَلٰی ذٰلِکَ اِلَّا خَرَّ عَلَی النَّارِ کَالْاِلَ
لَا اللّٰہُ۔ رواہ المحاکم وقال صحیح علی

ف۔ یعنی موت حائل ہو جائے کہ
اس کے بعد کسی عمل کا بھی وقت نہیں رہتا
زندگی کا زمانہ بہت ہی مقصور اس لیے اور
یہ ہی عمل کرنے کا اور تخم بولینے کا وقت ہے
اور مرنے کے بعد کا زمانہ بہت ہی وسیع ہے
اور وہاں وہی مل سکتا ہے جو یہاں بودیا گیا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ
میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ کوئی بندہ ایسا
نہیں ہے کہ دل سے حق سمجھ کر اس کو پڑھے اور
اسی حال میں مرجائے مگر وہ جہنم پر حرام ہو جائے
وہ کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔

لہ یعنی انکی بد عملیوں نے انکے دلوں پر رنگ لگا دیا ہے لہٰذا جو حق سمجھ کر دلوں سے اس کلمہ کو پڑھ لے گا مردِ جنت میں ہو گا

شرطہما ورویاء بنحوہ کذا فی الترغیب
 ف:- بہت سی روایات میں یہ
 مضمون وارد ہوا ہے ان سب کے اگر یہ مراد ہے کہ وہ مسلمان ہی اس وقت ہوا ہے تب تو کوئی
 اشکال ہی نہیں کہ اسلام لانے کے بعد کفر کے گناہ بالاتفاق معاف ہیں اور اگر یہ مراد ہے
 کہ پہلے سے مسلمان تھا اور اخلاص کے ساتھ اس کلمہ کو کہہ کر مراد ہے تب بھی کیا بعید ہے
 کہ حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے سارے ہی گناہ معاف فرمادیں حق تعالیٰ شانہ کا تو خود
 ہی ارشاد ہے کہ شرک کے علاوہ سارے ہی گناہ جس کے چاہیں گے معاف فرمادیں گے
 ملا علی قاریؒ نے بعض علماء سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ اور اس قسم کی احادیث اس وقت کے
 اعتبار سے ہیں جب تک دوسرے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے
 کہ اس سے مراد اس کلمہ کو اُس کے حق کی ادائیگی کے ساتھ کہنا جیسا کہ پہلے حدیث نمبر ۴۲ میں
 گذر چکا ہے۔ حسن بصریؒ وغیرہ حضرات کی بھی یہی رائے ہے۔ امام بخاریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ
 ندامت کے ساتھ اس کلمہ کو کہا ہو کہ یہی حقیقت توبہ کی ہے اور پھر اسی حال پر انتقال ہوا
 ہو۔ ملا علی قاریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ اس سے ہمیشہ جہنم میں رہنے کی حرمت مراد ہے۔ ان
 سب کے علاوہ ایک کھلی ہوئی بات اور بھی ہے وہ یہ کہ کسی چیز کا کوئی خاص اثر ہونا اس کے منافی
 نہیں کہ کسی عارض کی وجہ سے وہ اثر نہ کر سکے۔ سقمونیہ کا اثر نہ ہاں ہے لیکن اگر اس کے
 بعد کوئی سخت قاذبہ چیز کھالی جائے تو یقیناً سقمونیہ کا اثر نہ ہوگا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں
 کہ اس دوا کا وہ اثر نہیں رہا بلکہ اس عارض کی وجہ سے اُس شخص پر اثر نہ ہو سکا۔

۱۰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
 ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کرنا جنت کی
 کنجیاں ہیں۔

ف:- کنجیاں اس لحاظ سے فرمایا کہ
 ہر دروازہ کی اور ہر جنت کی کنجی یہی کلمہ ہے
 اسلئے ساری کنجیاں یہی کلمہ ہوا یا اس لحاظ
 سے کہ یہ کلمہ بھی دو جز لئے ہوئے ہے ایک
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار دوسرے مُحَمَّدٌ

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاتِيحُ
 الْجَنَّةِ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَأَى
 أَحَدُ كَذَابِي الْمَشْكُوتَةِ وَاجْمَاعِ الصَّغِيرِ
 وَرَقْدِهِ بِالضَّعْفِ وَفِي مَجْمَعِ الزَّوَادِ رَأَى
 أَحْمَدَ وَرَجَالَ رَثَقُوا إِلَّا أَنْ شَهَرَ الْمِ
 يَسْمَعُ عَنْ مُعَاذِ أَهْلِ رَوَاهُ الْبَزَارُ كَذَا
 فِي التَّرْغِيبِ وَزَادَ السَّيوطِيُّ فِي الدَّر

لے یعنی کلمہ اس طرح کہا ہو کہ دل گناہوں کی وجہ سے پوری طرح شرمندگی میں ڈوبا ہوا تھا لے یعنی گویا جہنم کے
 حرام ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ ہمیشہ کی جہنم نہ رہے گی۔

ابن مردویہ والبیہقی و ذکرہ فی
المقاصد الحسنة بروایة احمد بلفظ
مفتاح الجنة لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ واختلف
فی وجه حمل الشهادة وهي مفردة على
المفاتيح وهي جمع على اقوال اوجمها
عندی انها لما كانت مفتاحا لكل باب
من ابواب صارت كالنفاتيح۔

● عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فِي سَاعَةٍ مِنْ لَيْلٍ أَوْ
نَهَارٍ إِلَّا طُبِيتُ مَا فِي الصَّحِيفَةِ مِنَ
السَّيِّئَاتِ حَتَّى تَسْكُنَ إِلَى مِثْلِهَا مِنَ
الْحَسَنَاتِ۔ رواه ابو يعلى كذا في الترغيب
وفي مجمع الزوائد فيه عثمان بن عبد
الزهرى وهو متروك۔

کی آیات و روایات کے چند معنی لکھے گئے ہیں ہر معنی کے اعتبار سے گناہوں کا اس حدیث
میں اعمال نامہ سے مٹانا تو معلوم ہوتا ہی ہے البتہ اخلاص ہونا ضروری ہے اور کثرت سے
اللہ پاک کا نام لینا اور کلمہ طیبہ کا کثرت سے پڑھنا خود بھی اخلاص پیدا کرنے والا ہے اسی
لئے اس پاک کلمہ کا نام کلمہ اخلاص ہے۔

● عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِلَّهِ تَبَارَكَ وَ
تَعَالَى عَمُودًا مِنْ نُورٍ بَيْنَ الْعَرْشِ
فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَهْتَزَّ
ذَلِكَ الْعَمُودُ فَيَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى
أَسْكُنْ فَيَقُولُ كَيْفَ أَسْكُنُ وَلَمْ تُغْفَرْ
لِقَائِهَا فَيَقُولُ إِنِّي قَدْ غُفِرْتُ لَهُ فَيَسْكُنُ

رَسُولُ اللَّهِ كَأَقْرَارٍ اس لئے دُور ہو گئے
کہ دونوں کے مجموعہ سے کھل سکتا ہے
اور بھی ان روایات میں جہاں جہانِ جنت
کے دخول یا جہنم کے حرام ہونے کا ذکر ہے
اُس سے مراد پورا ہی کلمہ ہے۔ ایک حدیث
میں وارد ہے کہ جنت کی قیمت لَا
إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے۔

● حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
ہے کہ جو بھی بندہ کسی وقت بھی دن میں یا
رات میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتا ہے تو اعمالِ نیک
میں سے بُرائیاں مٹ جاتی ہیں اور ان کی جگہ
نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

ف :- بُرائیاں مٹ کر نیکیاں
لکھی جانے کے متعلق بابِ اولِ فصلِ ثانی
کے نمبر ۱ پر مفصل گزر چکا ہے اور اس قسم
کی آیات و روایات کے چند معنی لکھے گئے ہیں ہر معنی کے اعتبار سے گناہوں کا اس حدیث
میں اعمال نامہ سے مٹانا تو معلوم ہوتا ہی ہے البتہ اخلاص ہونا ضروری ہے اور کثرت سے
اللہ پاک کا نام لینا اور کلمہ طیبہ کا کثرت سے پڑھنا خود بھی اخلاص پیدا کرنے والا ہے اسی
لئے اس پاک کلمہ کا نام کلمہ اخلاص ہے۔

● حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
ہے کہ عرش کے سامنے نور کا ایک ستون ہے
جب کوئی شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتا ہے تو
وہ ستون ہلنے لگتا ہے، اللہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ
ٹھیر جا وہ عرض کرتا ہے کیسے ٹھیروں حالانکہ
کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی ابھی تک مغفرت نہیں
ہوئی ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا میں نے اس کی مغفرت

عند ذلك رواه البزار وهو غريب كذا
في الترغيب وفي مجمع الزوائد عليه
بن ابراهيم بن بابي عمرو وهو ضعيف
جدا ۱۱۵۔ قلت وبسط السيوطي اللالي على
طرقه وذكر له شواهد۔

کر دی تو وہ ستون ٹھیر جاتا ہے۔

ف:- محمد شین حضرات کو اس روایت

میں کلام ہے لیکن علامہ سیوطی نے لکھا ہے
کہ یہ روایت کئی طریقوں سے مختلف الفاظ
سے نقل کی گئی ہے، بعض روایتوں میں

اس کے ساتھ اللہ جل شانہ کا یہ بھی ارشاد وارد ہے کہ میں نے کلمہ طیبہ اس شخص کی زبان پر آئے
جاری کر دیا تھا کہ اس کی مغفرت کروں، کس قدر لطف و کرم ہے اللہ کا کہ خود ہی توفیق عطا
فرماتے ہیں اور پھر خود ہی اس لطف کی تکمیل میں مغفرت فرماتے ہیں۔ حضرت عطارؒ کا قصہ
مشہور ہے کہ وہ ایک مرتبہ بازار تشریف لے گئے وہاں ایک دیوانی باندی فروخت ہو رہی
تھی انھوں نے خرید لی، جب رات کا کچھ حصہ گزرا تو وہ دیوانی اٹھی اور وضو کر کے نماز
شروع کر دی اور نماز میں اس کی یہ حالت تھی کہ آنسوؤں سے دم گھٹا جا رہا تھا اس کے بعد
اس نے کہا اے میرے معبود آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم مجھ پر رحم فرما دیجئے۔ عطار نے
یہ سن کر فرمایا کہ لونڈی یوں کہہ اے اللہ مجھے آپ سے محبت رکھنے کی قسم، یہ سن کر اس کو غصہ آیا اور
کہنے لگی اس کے حق کی قسم اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمہیں یوں مسی نہیں دیندہ سلاتا اور مجھے یوں
کھڑا نہ کرتا۔ اس کے بعد اس نے یہ اشعار پڑھے۔

الْكُرْبُ مَجْتَمِعٌ وَالْقَلْبُ مُخْتَرِقٌ
كَيْفَ الْقَرَارُ عَلَى مَنْ لَا قَرَارَ لَهُ
يَا رَبِّ اِنْكَازَ شَيْءٌ فَيَدِي فَرَجٌ
وَالصَّبْرُ مُفْتَرِقٌ وَالذَّمُّ مُسْتَبَقٌ
يَمَّا جَنَّاكَ الْهُوَى وَالشَّوْقُ وَالْقَلْبُ
فَاَمْنٌ عَلَى بَيْمٍ مَا ذَا هَوِي رَمَقٌ

ترجمہ:- بیچینی جمع ہو رہی ہے اور دل بٹل رہا ہے اور صبر جدا ہو گیا اور آنسو بہ رہے ہیں، اس کو
کس طرح قرار آ سکتا ہے جس کو عشق و شوق اور بیچینی کے حملوں کی وجہ سے ذرا بھی سکون نہیں، اے
اللہ اگر کوئی چیز ایسی ہو سکتی ہے جس میں غم سے نجات ہو تو زندگی میں اس کو عطا کر مجھ پر احسان فرما

۱۱۵ یعنی بہت زیادہ ضعیف قرار دیا ہے بلکہ یہی معنوں مقوڑے مقوڑے فرق سے کئی روایتوں میں آیا ہے جس سے
فی الجملہ اس حدیث کی تائید و تقویت ہو گئی ہے بلکہ یہی اس محبت کی قسم جو مجھ میرے سے ہے اور میری محبوبیت
کی قسم بلکہ حضرت عطارؒ کے منع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ کسی بندے کو کیا معلوم کہ خدا اس سے محبت کرتا ہے۔ اور باندی
کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر خدا کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو مجھے اپنی عبادت کی توفیق کیوں دیتا؟ تمہاری طسوع
میں بھی کیوں پڑی ہو رہی ہوتی۔

اسکے بعد اُس نے کہا اے اللہ میرا اور آپ کا معاملہ اب راز میں نہیں رہا مجھے اُٹھائیجئے یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور مر گئی۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں اور کھل ہوئی بات ہے کہ توفیق جب تک شامل حال نہ ہو کیا ہو سکتا ہے۔ وَهَذَا شَكْلُهُ دُونَ الْآيَاتِ يَشَاءُ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ○ (اور تم بدون خدائے رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے ہو)

۱۳ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا

ارشاد ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ والوں پر نہ قبروں میں وحشت ہوگی نہ میدانِ حشر میں اس وقت گویا وہ منظر میرے سامنے ہے کہ جب وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے (قبروں سے) اُٹھیں گے اور کہیں گے کہ تمام تعریف اُس اللہ کیلئے ہے جس نے ہم سے (ہمیشہ کیلئے رنج و غم دور کر دیا) دوسری دنیا میں ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ والوں پر نہ موت کے وقت وحشت ہوگی نہ قبر کے وقت۔

ف :- حضرت ابن عباسؓ فرماتے

ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمگین تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ جل جلالہ نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ آپ کو رنجیدہ اور غمگین دیکھ رہا ہوں یہ کیا بات ہے حالانکہ حق تعالیٰ شانہ دلوں کے بھید جاننے والے ہیں لیکن اکرام و اعزاز اور اظہارِ شرافت

۱۳ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى أَهْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحُشَّةٌ فِي قُبُورِهِمْ وَلَا مَشْرِقٌ وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى أَهْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَهُمْ يَنْفُضُونَ الثَّرَابَ عَنْ رُءُوسِهِمْ وَيَقُولُونَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحُزْنَ وَفِي رِوَايَةٍ لَيْسَ عَلَى أَهْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحُشَّةٌ عِنْدَ الْمَوْتِ وَلَا عِنْدَ الْقَبْرِ۔ رواه الطبرانی والبيهقي كلاهما من رواية يحيى بن عبد الحميد الحماني وفي متنه نكارة كذا في الترغيب وذكره في الجامع الصغير برواية الطبرانی عن ابن عمر في قوله بالضعف وفي نسخة المطالب رواه الطبرانی والبيهقي بسند ضعيف وفي مجمع الزوائد رواه الطبرانی وفي رواية ليس على أهل لا إله إلا الله وحشة عند الموت ولا عند القبر في الأولى يحيى الحماني وفي الاخرى مجاشع بن عمر وكلاهما ضعيف اهـ وقال نسفاؤ في المقاصد الحسنة رواه ابو يعلى و

لہ یعنی میرے تیرے درمیان کے معاملہ پر جواب تک دیوانگی اور پاگل پن کا پردہ پڑا ہوا تھا اب وہ اُٹھ گیا ہے اور ہماری تنہائی اب عطار کے سامنے آگئی ہے۔

البیہقی فی الشعب والطبرانی بسند
ضعیف عن ابن عمرؓ اھ۔ قلت ولاحکم
علیہ المنذری بالنکارة مبناه انما
حمل اهل لا اله الا الله علی الظاہر
علی کل مسلم ومعلوم ان بعض
المسلمین یعدون فی القبر والحشر
فیكون احادیث مخالفا للمعروف فیکون
مذکرا لکن ان امر یدبہ الشخصوص
بہذہ الصفة فیکون موافقا للنصوص
الکثیرة من القرآن والحدیث فا
السابقون السابقون اولئک المقربون
ومنہم سابق باخیرات باذن اللہ و
سبعون الفا یدخلون الجنة بغیر حساب
وغیر ذلک من الآیات والروایات فا
حدیث موافق لہا لا مخالف فیکون
معروفا لا منکرا و ذکر السیوط فی البحار
الصغیر بروایۃ ابن مردویہ والبیہقی
فی البعث عن عمر یلفظ سابقنا سابق
و مستصدا ناناہج وظالمنا مغفور لہ
ورقولہ باحسن قلت و یؤیدہ حدیث
سبق المفردون المستہترون فی
ذکر اللہ یضع الذکر عنہم اتقا لہم
فیاتون یوم القيمة خفافا رواہ الترمذی
والحاکم عن ابی ہریرۃ والطبرانی عن
ابی الدرداء کذا فی الجامع و رقولہ

کے واسطے اس قسم کے سوال کرائے جاتے
تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
کہ جبریلؑ مجھے اپنی اُمت کا فکر بہت بڑھ
رہا ہے کہ قیامت میں اُن کا کیا حال ہوگا۔
حضرت جبریلؑ علیہ السلام نے دریافت کیا
کہ کفار کے بارے میں یا مسلمانوں کے بارے
میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
کہ مسلمانوں کے بارے میں فکر ہے، حضرت
جبریلؑ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا لیا
اور ایک مقبرہ پر تشریف لیگے جہاں قبیلہ
بنو سلمہ کے لوگ دفن تھے حضرت جبریلؑ نے
ایک قبر پر ایک پرمارا اور ارشاد فرمایا کہ تم
باذن اللہ (اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا) اُس
قبر سے ایک شخص نہایت حسین خوبصورت چہرہ
والا اٹھا وہ کہہ رہا تھا لا اله الا اللہ محمدؐ
رسول اللہ الحمد للہ رب العلمین
حضرت جبریلؑ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ لوٹ
جا، وہ چلا گیا۔ پھر دوسری قبر پر دوسرا پرمارا
اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا،
اس میں سے ایک شخص نہایت بد صورت
کالا منہ کیری آنکھوں والا کھڑا ہوا وہ کہہ رہا
تھا ہائے افسوس ہائے شرمندگی ہائے مصیبت
پھر حضرت جبریلؑ نے فرمایا اپنی جگہ لوٹ جا،
اسکے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض
کیا کہ جس حالت پر یہ لوگ مرتے ہیں اسی حالت

لہ سنی قبرستان میں تشریف لیگے تھے کیری وہ آنکھیں کھلاتی ہیں جنہیں تیلی کا کالا حصہ کچھ ہلکا نیلے رنگ کا ہو۔

بالصحة وفي الاتحان عن ابي الدرداء
موقوفاً الذين لا تزال السنة لهم رتبة
من ذكر الله يدخلون الجنة وهم
يضحكون وفي الجامع الصغير برواية
الحاكم وروى بالصحة السابق و
المقتصد يدخلان الجنة بغير حساب
والظالم لنفسه يحاسب حساباً يسيراً
ثم يدخل الجنة.

پر اٹھیں گے۔ حدیث بالا میں لآلہ الا
اللہ والوں سے بظاہر وہ لوگ مراد ہیں جو
اس پاک کلمہ کے ساتھ خصوصی لگاؤ
خصوصی مناسبت خصوصی اشتغال ہو
اسلئے کہ جوتوں والا موتی والا برف والا
وہی شخص کہلاتا ہے جس کے یہاں ان
چیزوں کی خصوصی بکری اور خصوصی ذخیرہ
موجود ہو اسلئے لآلہ الا اللہ والوں کے

ساتھ اس معاملہ میں کوئی اشکال نہیں، قرآن پاک میں سورہ فاطر میں اس اُمت کے تین
طبقے بیان فرمائے ہیں ایک طبقہ سابق بالخیرات کا بیان فرمایا ہے جن کے متعلق حدیث میں آیا
ہے کہ وہ بے حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ جو شخص تو مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھا کرے
اس کو حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن ایسی حالت میں اٹھائیں گے کہ چودھویں رات کے
چاند کی طرح ان کا چہرہ روشن ہوگا۔ حضرت ابو درود فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبانیں
التر کے ذکر سے تروتازہ رہتی ہیں وہ جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

۱۳ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ
الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ
يَسْتَخْلِفُ رَجُلًا مِّنْ أُمَّتِي عَلَى رُؤُسِ
الْمَخْلَاقِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَيُنْشَرُ عَلَيْهِ تِسْعَةٌ
وَتِسْعِينَ سَجَلًا كُلُّ سَجَلٍ مِثْلُ مَدَى
الْبُسْرِ ثُمَّ يَقُولُ أَتُكْرَمُونَ هَذَا شَيْئًا
أَظْلَمَكَ كَتَبْتَنِي الْحَافِظُونَ فَيَقُولُ لَا يَا
رَبِّ فَيَقُولُ أَفَلَا عُدُّوا فَيَقُولُ لَا يَا رَبِّ
فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى بَلَى إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا
حَسَنَةً فَإِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَتُخْرَجُ

۱۳ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن
میری اُمت میں سے ایک شخص کو منتخب فرما کر
تمام دنیا کے سامنے بلائیں گے اور اس کے
سامنے ننانوے دفتر اعمال کے کھولیں گے،
ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا کہ منہائے نظر تک (یعنی
جہاں تک نگاہ جاسکے وہاں تک) پھیلا ہوا
ہوگا۔ اُس کے بعد اُس سے سوال کیا جائیگا کہ ان
اعمال ناموں میں سے تو کسی چیز کا انکار کرتا ہے؟
کیا میرے ان فرشتوں نے جو اعمال لکھنے پر
متعین تھے تجھ پر کچھ ظلم کیا ہے (کہ کوئی گناہ
لے مراد ہیں تین تیس لے یعنی گویا وہ بد عمل کی کثرت کے لحاظ سے چھٹا ہوا ہوگا کہ دفتر سے مراد ہے اعمال نامے کا رجسٹر۔

بِطَاقَةٍ فِيهَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
فَيَقُولُ أَحْضِرْ زُنْكَ فَيَقُولُ يَا رَبِّ مَا
هَذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هَذِهِ السَّجَلَاتِ
فَقَالَ فَإِنَّكَ لَا تَظْلَمُ لِيَوْمٍ فَتَوْضَعُ السَّجَلَاتُ فِي
كَفِّهِ وَالْبِطَاقَةُ فِي كَفِّهِ فَطَاشَتْ السَّجَلَاتُ
وَتَثَقَلَتِ الْبِطَاقَةُ فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اللَّهِ شَيْءٌ
رواه الترمذی وقال حسن غریب و
ابن ماجه وابن حبان فی صحیحہ و
البیہقی و المحاکم وقال صحیح علی شرط
مسلم کذا فی الترغیب قلت کذا قال
المحاکم فی کتاب الایمان و اخرجہ ایضاً
فی کتاب الدعوات وقال صحیح الاستاد
واقرة فی الموضعین الذہبی و فی مشکوٰۃ
اخرجہ بروایة الترمذی وابن ماجه
وزاد السیوطی فی الدرر فیمن عذاه الیہم
احمد وابن مردویہ واللالکافی و
البیہقی فی البعث و فی اختلاف فی بعض
الالفاظ کقولہ فی اول الحدیث یصاح
بِرَجُلٍ مِّنْ أُمَّتٍ عَلَى رُؤُوسِ الْخَلَائِقِ
وَفِيهِ أَيْضًا فَيَقُولُ أَفَلَاكَ عَذْرَاءٌ حَسَنَةٌ

بغیر کئے ہوئے لکھ لیا ہو یا کرنے سے زیادہ لکھ
لیا ہو، وہ عرض کرے گا نہیں (نہ انکار کی
گنجائش ہے نہ فرشتوں نے ظلم کیا، پھر
ارشاد ہوگا کہ تیرے پاس ان بد اعمالیوں
کا کوئی عذر ہے وہ عرض کرے گا کوئی عذر
بھی نہیں ارشاد ہوگا اچھا تیری ایک نیکی
ہمارے پاس ہے آج تجھ پر کوئی ظلم
نہیں ہے پھر ایک کاغذ کا پرزہ نکالا جائے
گا جس میں أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ و
أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ لکھا
ہوا ہوگا، ارشاد ہوگا کہ جا اسکو تلو الے وہ
عرض کرے گا کہ اتنے دفتروں کے مقابلہ میں
یہ پرزہ کیا کام دیگا ارشاد ہوگا کہ آج تجھ پر
ظلم نہیں ہوگا۔ پھر ان سب دفتروں کو ایک
پلڑے میں رکھ دیا جاوے گا اور دوسری جگہ
وہ پرزہ ہوگا تو دفتروں والا پلڑا اڑنے لگے
گا اس پرزہ کے وزن کے مقابلہ میں، پس
بات یہ ہے کہ اللہ کے نام سے کوئی چیز
وزنی نہیں۔

ف :- یہ اخلاص ہی کی برکت ہے
کہ ایک مرتبہ کلمہ طیبہ اخلاص کے ساتھ پڑھا

لہ فرشتوں پر بے اعتمادی اسلئے نہیں ہو سکتی کہ انکی حیثیت گورنمنٹ کے بدین رپورٹروں کی نہیں ہے وہاں تو صرف
اسی کا اندراج ہوتا ہے جو واقعہ ہے جس طرح ٹیپ ریکارڈ سوائے اصل آواز اور واقعی بات کے کوئی دوسری چیز
ہوئی بات نہیں لے سکتا اسی طرح اعمال نامے میں بھی سوائے صحیح واقعات کے کوئی دوسری بات نہیں آ سکتی، اگلا
تو خدا کا ایک آٹومیک رپورٹر ہے جو واقعات کی بعینہ تصویر محفوظ کرتا ہے جس طرح کیمرا اور ٹیپ ریکارڈ پر جھوٹا ہونے
کا شبہ نہیں کیا جاسکتا اسی طرح اعمال نامے میں بھی کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

فِيهَا الرَّجُلُ يَقُولُ لَا يَارَبِّ يَقُولُ
بَلْ إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً الْحَدِيثُ وَعِلْمُ
مَنْ أَنْ لَا اسْتَدْرَاكَ فِي الْحَدِيثِ عَلَى
مَحَلٍّ وَلَا حَاجَةَ إِذَا إِلَى مَا أَوْلَى الْقَارِي
فِي السَّرِقَاةِ وَذَكَرَ السُّيُوطِيُّ مَا يُؤَيِّدُ
الرَّوَايَةَ مِنَ الرِّوَايَاتِ الْآخِرَةِ

ہو ان سب دفتروں پر غالب آگیا اسی
لئے ضروری ہے کہ آدمی کسی مسلمان کو بھی
حقیر نہ سمجھے اور اپنے کو اس سے افضل نہ
سمجھے کیا معلوم کہ اس کا کون سا عمل اللہ
کے یہاں مقبول ہو جائے جو اس کی نجات
کیلئے کافی ہو جائے اور اپنا حال معلوم نہیں کہ
کوئی عمل قابل قبول ہو گا یا نہیں۔ حدیث شریف میں ایک قصہ آتا ہے کہ بنی اسرائیل میں
ڈو آدمی تھے ایک عابد تھا دوسرا گنہگار۔ وہ عابد اس گنہگار کو ہمیشہ ٹوکا کرتا تھا وہ کہہ دیتا کہ
مجھے میرے خدا پر چھوڑ۔

ایک دن اُس عابد نے غصہ میں آکر کہہ دیا کہ خدا کی قسم تیری مغفرت کبھی نہیں ہوگی
حق تعالیٰ شانہ نے عالم ارواح میں دونوں کو جمع فرمایا اور گنہگار کو اسلئے کہ وہ رحمت کا
اُمیدوار تھا، معاف فرمایا اور عابد کو اس قسم کھانے کی پاداش میں عذاب کا حکم فرمادیا اور
اس میں کیا شک ہے کہ یہ قسم نہایت سخت تھی خود حق تعالیٰ شانہ تو ارشاد فرمائیں إِنَّ اللَّهَ
لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَحَقُّ تَعَالَى شَانَهُ كُفْرٌ وَشُرْكٌ كِي
مغفرت نہیں فرمادیں گے اس کے علاوہ ہر گناہ کی جس کے نئے چاہیں گے مغفرت فرمادیں گے
تو کسی کا کیا حق ہے یہ کہنے کا کہ فلاں کی مغفرت نہیں ہو سکتی لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے
کہ معاصی پر گناہوں پر، ناجائز باتوں پر گرفت نہ کی جائے تو کا نہ جائے۔ قرآن و حدیث میں سیکڑوں
جگہ اس کا حکم ہے نہ ٹوکنے پر وعید ہے۔ احادیث میں بکثرت آیا ہے کہ جو لوگ کسی گناہ کو کرتے
دیکھیں اور اس کے روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں تو وہ خود اس کی سزائیں مبتلا ہوں گے عذاب
میں شریک ہوں گے۔ اس مضمون کو میں اپنے رسالہ تبلیغ میں مفصل لکھ چکا ہوں جس کا دل

لے یہ گنہگار خدا سے اپنی بد عملی کی وجہ سے ڈرتا تھا اور خدا کی رحمت کا اُمیدوار تھا اور عبادت گزار کو اپنی عبادتوں
کا گھنڈہ تھا اور اسی وجہ سے اس نے وہ قسم کھائی تھی۔ خدا کو اس کا خوف اور اُمید پسند آگئے اور اس کا گھنڈہ بڑا لگ گیا
اسلئے گنہگار کو بخش دیا اور عابد صاحب کو پکڑ لیا۔ کس راز مدہ چون دہرا در قضاے ما۔

تہ یہاں اس قصے میں عابد صاحب کا ٹوکنہ غلط نہ تھا بلکہ یہ فیصلہ غلط تھا کہ تیری کبھی مغفرت نہ ہوگی۔ اسلئے بُری
باتوں سے روکنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے لیکن اس بات کا شدت سے خیال رہے کہ کسی ٹوکنے کی حقارت دل
میں نہ آنے پائے اور اپنے اندر غرور نہ پیدا ہو کہ ہم تو نیک ہیں ہمیں تو خدا بخش ہی دے گا لہٰذا اس مراد فضائل تبلیغ ہے

چاہے اُسکو دیکھے۔ یہاں ایک ضروری چیز یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ جہاں دینداروں کا گنہگاروں کو قطعی جہنمی سمجھ لینا مہلک ہے وہاں جہلا کا ہر شخص کو مقتدا اور بڑا بنا لینا خواہ کتنے ہی کفر یا بکے ستم قاتل اور نہایت مہلک ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی بدعتی کی تعظیم کرتا ہے وہ اسلام کے منہدم کرنے پر امانت کرتا ہے۔ بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں دجال مکار کذاب پیدا ہوں گے جو ایسی احادیث تم کو سنا دیں گے جو تم نے نہ سنی ہوں گی۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو گمراہ کریں اور فتنہ میں ڈال دیں۔

۱۵ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ حُجِّي بِالسَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَمَا بَيْنَهُنَّ وَمَا تَحْتَهُنَّ فَوَضَعَنَ فِي كِفَّةِ الْمِيزَانِ وَوَضَعْتُ شَهَادَةً أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فِي الْكِفَّةِ الْآخِرَى لَوَجَّهْتُ بِهِنَّ. أَخْرَجَهُ الطَّبْرَانِيُّ كَذَا فِي الدَّرَرِ هَكَذَا فِي مَجْمَعِ الزَّوَادِ وَزَادَ فِي آوِلِهَا لَقَرَأَ مَوْتَاكُمْ شَهَادَةً أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَنْ قَالَهَا عِنْدَ مَوْتِهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَنْ قَالَهَا فِي صَحَّتِهِ قَالَ تِلْكَ أَوْجِبُ وَأَوْجِبُ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ أَخْبَرْتُ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَرَجَاهُ ثِقَاتُ الْإِسْلَامِ ابْنُ طَلْحَةَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ ابْنِ عَبَّاسٍ۔

۱۵ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمام آسمان و زمین اور جو لوگ اُن کے درمیان میں ہیں وہ سب اور جو چیزیں اُن کے درمیان میں ہیں وہ سب کچھ اور جو کچھ ان کے نیچے ہے وہ سب کا سب ایک پلڑے میں کھدیا جائے اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار دوسری جانب ہو تو وہی تول میں بڑھ جائیگا۔

ف :- اس قسم کا مضمون بہت سی مختلف روایتوں میں ذکر کیا گیا ہے اس میں شک نہیں کہ اللہ کے پاک نام کی برابر کوئی بھی چیز نہیں، بدقسمتی اور محرومی ہے اُن لوگوں کی جو اس کو ہلکا سمجھتے ہیں، البتہ اسمیں وزن اخلاص سے

پیدا ہوتا ہے جس قدر اخلاص ہوگا اتنا ہی وزنی یہ پاک نام ہو سکتا ہے۔ اسی اخلاص کے پیدا کرنے کے واسطے متاسخ صوفیہ کی جو تیاں سیدھی کرنا پڑتی ہیں۔ ایک حدیث میں اس ارشاد نبوی سے پہلے ایک اور مضمون مذکور ہے۔ وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میت کو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تلقین کیا کرو جو شخص مرتے وقت اس پاک کلمہ کو کہتا ہے

لہ مہلک :- باعث ہلاکت۔

اُسکے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر کوئی تندرستی ہی میں کہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو اور بھی زیادہ جنت کو واجب کرے والا ہے اُسکے بعد یہ قسیمہ مضمون ارشاد فرمایا جو اوپر ذکر کیا گیا۔

۱۶ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ تین کافر حاضر ہوئے اور پوچھا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں جانتے (نہیں مانتے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا) اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث

ہوا ہوں اور اسی کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں، اسی بارہ میں آیت قُلْ أَمْرٌ شَيْءٌ أَكْبَرُ شَهَادَةً

نازل ہوئی۔ ف:- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں یعنی نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور اسی کلمہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں۔ حضور کے ارشاد کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں خصوصیت ہے بلکہ سارے ہی نبی اسی کلمہ کے ساتھ نبی بنا کر بھیجے گئے اور سب ہی انبیاء نے اسی کلمہ کی طرف دعوت دی ہے۔ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر ختم الانبیاء فخر رسل صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی بھی نبی ایسا نہیں ہے جو اس مبارک کلمہ کی دعوت نہ دیتا ہو، کس قدر بابرکت اور مہتمم بالشان کلمہ ہے کہ سارے انبیاء اور سارے سچے مذہب اسی پاک کلمہ کی طرف بلانے والے اور اسکے شائع کرنے والے ہیں آخر کوئی تو بات ہے کہ اس سے کوئی بھی سچا مذہب خالی نہیں اسی کلمہ کی تصدیق میں قرآن پاک کی آیت قُلْ أَمْرٌ شَيْءٌ أَكْبَرُ شَهَادَةً (سورہ انفاس، رکوع ۲) نازل ہوئی جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں خود حق تعالیٰ شانہ کی گواہی کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اسکی تصدیق فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں میرے بندہ نے سچ کہا ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

عَنْ لَيْثٍ قَالَ قَالَ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ أُمَّةٌ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَثْقَلُ النَّاسِ فِي الْمِيزَانِ ذَلَّتْ
السَّيِّئَاتُ بِكَلِمَةٍ ثَقُلَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَهُمْ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَخْرَجَهُ الْأَصْهَابُ فِي
الترغيب كذا في الدرر۔

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام
فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے
اعمال (حشر کی ترازو میں اسلئے) سب سے زیادہ
بھاری ہیں کہ ان کی زبانیں ایک ایسے کلمہ
کے ساتھ مانوس ہیں جو ان سے پہلے امتوں
پر بھاری تھا وہ کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے۔

ف :- یہ ایک کھل ہوئی بات ہے کہ اُمت محمدیہ علی صاحبہا ألف الف صلوٰۃ ورحمتہ
کے درمیان کلمہ طیبہ کا جتنا زور اور کثرت ہے کسی اُمت میں بھی اتنی کثرت نہیں، مشائخ
سلوک کی لاکھوں نہیں کروڑوں کی مقدار ہے اور پھر ہر شیخ کے کم و بیش سینکڑوں مرید اور
تقریباً سب ہی کے یہاں کلمہ طیبہ کا ورد ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کے معمولات میں
داخل ہے۔ جامع الاصول میں لکھا ہے کہ لفظ اللہ کا ذکر ورد کے طور پر کم از کم پانچ ہزار کی
مقدار ہے اور زیادہ کیلئے کوئی حد نہیں اور صوفیہ کیلئے کم از کم پچیس ہزار روزانہ اور لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ کی مقدار کے متعلق لکھا ہے کہ کم از کم پانچ ہزار روزانہ ہو۔ یہ مقداریں مشائخ سلوک
کی تجویز کے موافق کم و بیش ہوتی رہتی ہیں۔ میرا مقصود حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام
کی تائید میں مشائخ کا انداز بیان کرنا ہے کہ ایک ایک شخص کیلئے روزانہ کی مقداریں کم
از کم یہ بتائی گئی ہیں۔

ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے قول جمیل میں اپنے والد سے نقل کیا ہے
کہ میں ابتدائے سلوک میں ایک سانس میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دو سو مرتبہ کہا کرتا تھا۔
شیخ ابو زید قرطبی فرماتے ہیں۔ میں نے یہ سنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
پڑھے اسکو دوزخ کی آگ سے نجات ملے میں نے یہ خبر سن کر ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد
اپنی بیوی کیلئے بھی پڑھا اور کئی نصاب خود اپنے لئے پڑھ کر ذخیرہ آخرت بنایا۔ ہمارے
پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق مشہور تھا کہ یہ صاحب کشف ہے جنت دوزخ
کا بھی اسکو کشف ہوتا ہے مجھے اسکی صحت میں کچھ تردد تھا ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے
ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعۃً اس نے ایک پیچ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا
اے اس کو ادا کرتی ہیں اور اسکے لئے فرمانبردار ہیں اے نصاب، کورس، مخصوص تعداد کہ یعنی چھی ہوئی باتیں خدا کے
لئے ظاہر کر دیتا ہے کہ یعنی مجھے کچھ شبہ تھا کہ یہ بات سچ ہے یا محض دھوکا ہے۔

کہ میری ماں دوزخ میں جا رہی ہے اُسکی حالت مجھے نظر آئی "قرطبی" کہتے ہیں کہ میں اُسکی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اُسکی ماں کو بخشندوں جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہو جائیگا چنانچہ میں نے ایک نصاب ستر ہزار کا اُن نصابوں میں سے جو اپنے لئے پڑھے تھے اُسکی ماں کو بخش دیا، میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا کہ حیا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹا دی گئی۔ قرطبی کہتے ہیں کہ مجھے اس قصہ سے دو فائدے ہوئے ایک تو اس برکت کا جو ستر ہزار کی مقدار پر میں نے سنی تھی اُس کا تجربہ ہوا، دوسرے اُس نوجوان کی سچائی کا یقین ہو گیا۔

یہ ایک واقعہ ہے اس قسم کے نہ معلوم کتنے واقعات اس اُمت کے افراد میں پائے جاتے ہیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں ایک معمولی چیز پاس اَنفاس ہے یعنی اسکی مشق کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر بغیر نہ اندر جائے نہ باہر آئے۔ اُمت محمدیہ کے کروڑوں افراد ایسے ہیں جن کو اسکی مشق حاصل ہے تو پھر کیا تردد ہے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد میں کہ انکی زبانیں اس کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کیساتھ مانوس اور مُنقاد ہو گئیں۔

۱۸ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت کے دروازہ پر یہ لکھا ہوا ہے اِنَّا اِلَّا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا لَا اُعَذِّبُ مَنْ قَالَهَا میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جو شخص اس کلمہ کو کہتا رہیگا میں اسکو عذاب نہیں کرے گا،

۱۹ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَكْتُوبٌ عَلٰی بَابِ الْجَنَّةِ اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا لَا اُعَذِّبُ مَنْ قَالَهَا۔ اَخْرَجَ ابُو الشَّيْخِ كَذَا فِی الدَّس۔

ف:۔ گناہوں پر عذاب کا ہونا دوسری احادیث میں بکثرت آیا ہے اسلئے اس سے اگر دائمی عذاب مراد ہو تو کوئی اشکال نہیں لیکن کوئی خوش قسمت ایسے اخلاص سے اس جملہ کا ورد رکھنے والا ہو کہ باوجود گناہوں کے اسکو بالکل عذاب نہ کیا جائے یہ بھی رحمت خداوندی سے بعید نہیں ہے جیسا حدیث نمبر ۱۲ میں گذرا، اس کے علاوہ نمبر ۱۱ میں بھی کچھ تفصیل گزر چکی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ

جبریل سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ جِبْرِیْلِ

لہ یعنی اپنے لئے پہلے جو پڑھ رکھے تھے انہیں میں چپکے سے اپنے دلیں اسکی ماں کو بخش دیا۔ مطلع و فرمانبردار۔

قَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَأَعْبُدْنِي مَنْ جَاءَنِي مِنْكُمْ بِشَهَادَةٍ أَنُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بِالْإِخْلَاصِ دَخَلَ فِي حِصْنِي وَمَنْ دَخَلَ حِصْنِي آمِنَ عَذَابِي أَخْرَجَهُ أَبُو نَعِيمٍ فِي مُحَلِيَةِ كَذَابِي الدَّرَوَيْنِ عَسَا كَرُكْذَانِي الْحَاجِمِ الصَّغِيرِ وَفِيهِ أَيْضًا بِرَوَايَةِ الشَّيْخِ الرَّازِيِّ عَنْ عَلِيٍّ وَرَقْمِهِ بِالصَّحِيحَةِ فِي الْبَابِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ مَالِكٍ يَنْفُظُ إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّاسِ قَوْلَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يُتَّبَعُ بِذَلِكَ دَجَّةُ اللَّهِ رَوَاهُ الشَّيْخَانُ وَعَنْ ابْنِ عُثْمَرَ يَنْفُظُ إِنَّ اللَّهَ لَا يُعَذِّبُ مِنْ عِبَادِهِ إِلَّا الْمَارِدَ الْمُتَمَرِّدَ الَّذِي يَتَمَرَّدُ عَلَى اللَّهِ وَكَأَنِّي أَنْ يَقُولَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَوَاهُ ابْنُ أَبِي الشَّرْحِ شَانَهُ بِشْرِكٍ كُومَعَانٍ فَرَمَائِيں گے اسکے علاوہ جس کو چاہیں گے معاف کر دیں گے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شَانَهُ اُسی شخص کو عذاب کرتے ہیں جو اللہ پر تمسُّد (ہیکڑی) کرے اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے سے انکار کرے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ حق تعالیٰ شَانَهُ کے غصہ کو دور کرتا رہتا ہے جب تک کہ دُنیا کو دین پر ترجیح نہ دینے لگیں اور جب دُنیا کو دین پر ترجیح دینے لگیں اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتے رہیں تو حق تعالیٰ شَانَهُ فرماتے ہیں کہ تم اپنے دعوے میں سچے نہیں ہو۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَرَعْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَفْضَلُ الدُّعَاءِ أَلَا سَتَغْفَارُ تَعَفُّوْا فَاغْلُظُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لَذَنْبِكَ الْآيَةُ أَخْرَجَهُ

کا ارشاد ہے کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، لہذا میری ہی عبادت کیا کرو جو شخص تم میں سے اخلاص کے ساتھ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی گواہی دیتا ہوا آوے گا وہ میرے قلعہ میں داخل ہو جائے گا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوگا وہ میرے عذاب سے مامون ہوگا۔

ف :- اگر یہ بھی کبائر سے بچنے کے ساتھ مشروط ہو جیسا کہ حدیث نمبر ۱۰۱ میں گزر چکا تب تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر کبائر کے باوجود یہ کلمہ کہے تو پھر قواعد کے موافق تو عذاب کے مراد دائمی عذاب ہے ہاں اللہ جل شانہ کی رحمت قواعد کی پابند نہیں، قرآن پاک کا صاف ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہ جس کو چاہیں گے معاف کر دیں گے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شَانَهُ اُسی شخص کو عذاب کرتے ہیں جو اللہ پر تمسُّد (ہیکڑی) کرے اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے سے انکار کرے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ حق تعالیٰ شَانَهُ کے غصہ کو دور کرتا رہتا ہے جب تک کہ دُنیا کو دین پر ترجیح نہ دینے لگیں اور جب دُنیا کو دین پر ترجیح دینے لگیں اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتے رہیں تو حق تعالیٰ شَانَهُ فرماتے ہیں کہ تم اپنے دعوے میں سچے نہیں ہو۔

۲۰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام ذکروں میں افضل لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے اور تمام دعاؤں میں افضل استغفار ہے پھر اسکی تائید میں سورہ محمد کی آیت فَاغْلُظُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تِلَاوَت فرمائی۔

۱۔ محفوظ تھ سہریش، بٹ دھرم تھ یعنی دین کے مقابلہ میں دنیا کو زیادہ اہمیت دینے لگیں۔

الطبرانی وابن مردويه والديسي
كذا في الدر وفي الجامع الصغير بزيادة
الطبرانی ما من الذکر افضل من لا
إله إلا الله ولا من الدعاء افضل من
الإستغفار ورقم له بالحسن -

ف :- اس فصل کی سب سے پہلی حدیث
میں بھی یہ مضمون گزر چکا ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سب اذکار سے افضل ہے جسکی
وجہ صوفیانے یہ لکھی ہے کہ دل کے پاک
ہونے میں اس ذکر کو خاص مناسبت ہے

اس کی برکت سے دل ساری ہی گندگیوں سے پاک ہو جاتا ہے اور جب اسکے ساتھ استغفار
بھی شامل ہو جائے تو پھر کیا ہی کہنا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام
کو جب پھل نے کھالیا تھا تو اُسکے پیٹ میں اُنکی دعا یہ تھی لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي
كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ○ جو شخص بھی ان الفاظ سے دُعا مانگے گا وہ ضرور قبول ہوگی اس
فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گزر رہا ہے کہ سب سے افضل اور بہترین ذکر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے لیکن وہاں سب سے افضل دعا الْحَمْدُ لِلَّهِ ارشاد ہوا تھا اور یہاں استغفار وارد
ہے اس قسم کا اختلاف حالات کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے ایک متقی پرہیزگار ہے اُسکے لئے
الْحَمْدُ لِلَّهِ سب سے افضل ہے، ایک گناہگار ہے وہ توبہ اور استغفار کا بہت محتاج ہے
اسکے حق میں استغفار سب سے اہم ہے اسکے علاوہ افضلیت بھی مختلف وجوہ سے ہوتی ہے
مُنافع کے حاصل کرنے کے واسطے اللہ کی حمد و ثنا سب سے زیادہ نافع ہے اور مضرتیں اور
تنگیوں دور کرنے کیلئے استغفار سب سے زیادہ مفید ہے ان کے علاوہ اور بھی وجوہ اس قسم
کے اختلاف کی ہوتی ہیں۔

۱۱ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اقدس
سے نقل کرتے ہیں کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور
استغفار کو بہت کثرت سے پڑھا کر شیطان
کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک
کیا اور انھوں نے مجھے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور
استغفار سے ہلاک کر دیا۔ جب میں نے دیکھا
(کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا) تو میں نے انکو ہوائے
نفس (یعنی بدعات) سے ہلاک کیا اور وہ اپنے
کوہدایت پر سمجھتے رہے۔

۱۲ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ عَنْ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ
بَلَاءُ إِلَّا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَإِلَّا سَتَغْفَارُ فَكَثَرُوا
مِنْهُمَا فَإِنَّ إِبْلِيسَ قَالَ أَهْلَكْتُ النَّاسَ
بِالدُّنُوبِ وَأَهْلَكُونِي بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَإِلَّا سَتَغْفَارُ فَلَمَّا رَأَيْتُ ذَلِكَ أَهْلَكْتُهُمْ
بِالْأَهْوَاءِ وَهُمْ يَحْسِبُونَ أَنَّهُمْ
مُهْتَدُونَ أَخْرَجَهُ أَبُو بَكْرٍ كَذَا فِي الدُرِّ
وَالْجَامِعِ الصَّغِيرِ وَرَقْمُ لَهُ بِالضَّعْفِ -

ف :- لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور استغفار سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کا منتہائے مقصد دل پر اپنا زہر چڑھانا ہے جس کا ذکر باب اول فصل دوم کے نمبر ۱۴ پر گذر چکا اور یہ زہر جب ہی چڑھتا ہے جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہو ورنہ شیطان کو ذلت کے ساتھ دل سے واپس ہونا پڑتا ہے اور اللہ کا ذکر دلوں کی صفائی کا ذریعہ ہے چنانچہ مشکوٰۃ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ ہر چیز کیلئے ایک صفائی ہوتی ہے دلوں کی صفائی اللہ کا ذکر ہے۔ اسی طرح استغفار کے بارہ میں کثرت سے احادیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ وہ دلوں کے میل اور زنگ کو دور کرنے والا ہے۔ ابو علی دقاقؒ کہتے ہیں کہ جب بندہ اخلاص سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتا ہے تو ایک دم دل صاف ہو جاتا ہے (جیسا آئینہ پر بھیکا ہوا کپڑا پھیرا جاوے) پھر وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتا ہے تو صاف دل پر اس کا نور ظاہر ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ شیطان کی ساری ہی کوشش بے کار ہو گئی اور ساری محنت رائیگاں گئی۔ ہوائے نفس سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ناحق کو حق سمجھنے لگے اور جو دل میں آجائے اسی کو دین اور مذہب بنالے، قرآن شریف میں کئی جگہ اس کی مذمت وارد ہوئی ہے، ایک جگہ ارشاد ہے :-

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ
أَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمِهِ وَخَوَّاهُ عَلَىٰ مَعْبُودِهِ
قَلْبُهُ وَجَّعَلَ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ غِشْوَةً فَنَسَىٰ
بَيْنَ يَدَيْهِ مَن بَعْدَ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ

(سورہ جاثیہ، رکوع ۲)

کو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ دل میں اُترتی ہے، پس اللہ کے (گمراہ کر دینے کے بعد) کون ہدایت کر سکتا ہے پھر بھی تم نہیں سمجھتے۔
دوسری جگہ ارشاد ہے :-

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى
مِّنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الظَّالِمِينَ ○ (سورہ قصص، رکوع ۵)

ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا — اور بھی متعدد جگہ اس قسم کا مضمون وارد ہوا ہے۔ یہ شیطان کا بہت ہی سخت حملہ ہے کہ وہ غیر دین کو دین کے لباس میں سمجھاوے اور آدمی اس کو دین لہ یعنی ہر چیز کا میل پس مان کرنے کیلئے کوئی چیز ضرور ہوتی ہے۔

سمجھ کر کرتا رہے اور اُس پر ثواب کا اُمیدوار بنا رہے اور جب وہ اُسکو عبادت اور دین سمجھ کر کر رہا ہے تو اُس سے توبہ کیونکر کر سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص زنا کاری چوری وغیرہ گناہوں میں مبتلا ہو تو کسی نہ کسی وقت توبہ اور چھوڑ دینے کی اُمید ہے لیکن جب کسی نا جائز کام کو وہ عبادت سمجھتا ہے تو اس سے توبہ کیوں کرے اور کیوں اُسکو چھوڑے بلکہ دن بدن اُس میں ترقی کریگا، یہی مطلب ہے شیطان کے اس کہنے کا کہ میں نے گناہوں میں مبتلا کیا لیکن ذکرِ اذکار توبہ استغفار سے وہ مجھے دق کرتے رہے تو میں نے ایسے جاں میں پھانس دیا کہ اُس سے نکل ہی نہیں سکتے، اسلئے دین کے ہر کام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کو اپنا رہبر بنا بہت ہی ضروری امر ہے اور کسی ایسے طریقہ کو اختیار کرنا جو خلاف سنت ہو نیکی برباد گناہ لازم ہے۔ امام غزالیؒ نے حسن بصریؒ سے بھی نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں ہمیں یہ روایت پہونچی کہ شیطان کہتا ہے میں نے اُمتِ محمدیہ کے سامنے گناہوں کو زیب و زینت کے ساتھ پیش کیا مگر ان کے استغفار نے میری کمر توڑ دی تو میں نے ایسے گناہ اُنکے پاس پیش کئے جن کو وہ گناہ ہی نہیں سمجھتے کہ ان سے استغفار کریں اور وہ اہوا یعنی بدعات ہیں کہ وہ اُنکو دین سمجھ کر کرتے ہیں۔ وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ اللہ سے ڈر، تو شیطان کو معمول میں لعنت کرتا ہے اور چپکے سے اُسکی اطاعت کرتا ہے اور اس سے دوستی کرتا ہے۔ بعض صوفیہ سے منقول ہے کہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ حق تعالیٰ شانہ جیسے محسن کے احسانات معلوم ہونے کے بعد اُن کے اقرار کے بعد اُسکی نافرمانی کی جائے اور شیطان کی دشمنی کے باوجود اُس کی عیاری اور سرکشی معلوم ہونیکے باوجود اُسکی اطاعت کی جائے۔

۱۲ عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يموت عبد يشهد ان لا اله الا الله وافي رسول الله يرجع ذلك الى قلب موقر، الا دخل الجنة وفي رواية الا غفر الله له اخرجہ احمد والنسائی والطبرانی والحاکم والترمذی فی نواد الاصول وابن مردويه والبيهقي فی الاسماء والصفات کذا فی الدس و ابن ماجه

۱۲ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص بھی اس حال میں مرے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی پکے دل سے شہادت دیتا ہو، ضرور جنت میں داخل ہوگا، دوسری حدیث میں ہے کہ ضرور اُسکی اللہ تعالیٰ مغفرت فرما دیں گے

ف :- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا کہ خوشخبری سنو اور دوسروں کو بھی بشارت سنادو کہ جو

بھی سچ کہا۔ زہریؒ نے بھی سچ کہا عروہؒ نے بھی سچ نقل کیا عائشہؓ نے بھی سچ کہا اور نبیؐ نے بھی سچ کہا اور جبریلؑ نے بھی سچ کہا اور میں نے بھی سچی بات کہی۔ یہی کہتے ہیں کہ اسکے بعد مجھے جنت میں داخلہ کا ارشاد فرمادیا۔

۲۳ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر عمل کیلئے اللہ کے یہاں پہونچنے کیلئے درمیان میں حجاب ہوتا ہے مگر لا الہ الا اللہ اور باپ کی دُعا بیٹے کیلئے ان دونوں کیلئے کوئی حجاب نہیں۔

۲۴ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ شَيْءٌ إِلَّا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ إِلَّا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَدُعَاءُ الْوَالِدِ - أخرجه ابن مردويه كذا في الدرر وفي الجامع الصغير بزيادة ابن البخار ورقم ۱۰ بالضعف وفي الجامع الصغير برواية الترمذي عن ابن عمر ورقم ۱۰ بالصحة التَّيْبَةُ نَصَفُ الْمِيزَانِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَيْسَ لَهَا دُونَ اللَّهِ حِجَابٌ حَتَّى تَخْلُصَ إِلَيْهِ.

ف :- پردہ نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان چیزوں کے قبول ہونے میں ذرا سی بھی دیر نہیں لگتی اور امور کے درمیان میں قبول تک اور بھی واسطے حائل ہوتے ہیں لیکن یہ چیزیں براہ راست بارگاہ الہی تک فوراً پہونچتی ہیں — ایک کافر بادشاہ کا قصہ لکھا ہے کہ نہایت مُتَشَدِّد متعصب مہتا اتفاق سے مسلمانوں کی ایک لڑائی میں گرفتار ہو گیا، چونکہ مسلمانوں کو اُس سے تکلیفیں بہت پہونچی تھیں اسلئے انتقام کا جوش انہیں بھی بہت تھا اُسکو ایک دیگ میں ڈال کر آگ پر رکھ دیا اُس نے اول اپنے بتوں کو پکارنا شروع کیا اور مدد چاہی جب کچھ نہ بن پڑا تو وہیں مسلمان ہوا اور لا الہ الا اللہ کا ورد شروع کیا لگاتار پڑھ رہا تھا اور ایسی حالت میں جس خلوص اور جوش سے پڑھا جاسکتا ہے ظاہر ہے فوراً اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے مدد ہوئی اور اس زور سے بارش ہوئی کہ وہ ساری آگ بجھ گئی اور دیگ بھی ٹھنڈی ہو گئی۔ اُسکے بعد زور سے آندھی چلی جس سے وہ دیگ اُڑی اور دُور کسی شہر میں جہاں سب ہی کافر تھے جا کر گری یہ شخص لگاتار کلمہ طیبہ پڑھ رہا تھا لوگ اُسکے گرد جمع ہو گئے اور اعجوبہ دیکھ کر متحیر تھے اُس سے حال دریافت کیا اُس نے اپنی سرگذشت سنائی جس سے وہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے یہ

لہ حجاب :- پردہ، مراد رکاوٹ ہے یہ واقعہ کوئی تعجب خیز نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سولہ ارشاد کی وجہ سے کلمہ طیبہ کی حقیقی برکتوں میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

عَنْ عَتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَنْ يُؤَافِيَ عَبْدٌ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يَقُولُ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ يَكْفِي بِذَلِكَ وَجَهَ اللَّهِ إِلَّا حَرَّمَ
عَلَيْهِ النَّارَ أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ وَابْنُ أَبِي حَتْمٍ
وَابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ أَبِي حَتْمٍ فِي الْأَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ
كَذَا فِي الدِّسِّ -

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
ہے نہیں آئے گا کوئی شخص قیامت کے دن
کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو اس طرح سے کہتا ہو
کہ اللہ کی رضا کے سوا کوئی مقصود نہ ہو مگر
جہنم کی آگ اُس پر حرام ہوگی۔

ف :- جو شخص اخلاص کے ساتھ
کلمہ طیبہ کا ورد کرتا رہا ہو اُس پر جہنم کی
آگ کا حرام ہونا ظاہری قواعد کے موافق تو مقید ہے گناہ گناہ نہ ہونے کے ساتھ یا جہنم
کے حرام ہونے سے اُس میں ہمیشہ کاربہنا حرام ہے۔ لیکن اللہ جل شانہ اس پاک کلمہ کو اخلاص
سے پڑھنے والے کو باوجود گناہوں کے بالکل ہی جہنم سے معاف فرمادیں تو کون روکنے والا
ہے۔ احادیث میں ایسے بندوں کا بھی ذکر ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہ بعض لوگوں
کو فرمائیں گے تو نے فلاں گناہ کیا فلاں کیا، اس طرح جب بہت سے گناہ گنوائے جا چکیں گے
اور وہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہو گیا اور اقرار بغیر چارہ کار نہ ہو گا تو ارشاد ہو گا کہ ہم نے دنیا میں
تیری ستاری کی آج بھی ستاری کرتے ہیں تجھے معاف کر دیا۔ اس نوع کے بہت سے واقعات
احادیث میں موجود ہیں اسلئے اُن ذاکرین کیلئے بھی اس قسم کا معاملہ ہو تو بعید نہیں ہے۔
اللہ پاک کے نام میں بڑی برکت اور بہبودی ہے۔ اسلئے جتنی بھی کثرت ہو سکے دریغ نہ کرنا
چاہئے کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ مبارک ہستیاں جنہوں نے اس پاک کلمہ کی برکات کو
سمجھا اور اسکے ورد میں عمریں ختم کر دیں۔

عَنْ يَحْيَى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
قَالَ رَوَى طَلْحَةُ حَزِينًا فَقِيلَ لَهُ مَا لَكَ
قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت طلحہ بن کو لوگوں نے دیکھا کہ
نہایت غمگین بیٹھے ہیں، کسی نے پوچھا کیا بات
ہے۔ فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

۱۰۸ یعنی دنیا میں تیری برائیوں پر ہم نے پردہ ڈالے رکھا اور لوگوں کو معلوم نہ ہونے دیا لہٰذا جس قدر ممکن ہو زیادہ سے
زیادہ ذکر الہی کا اہتمام کرنا چاہئے لہٰذا اس لئے کہ حوایات زبان سے بار بار دہرائی جاتی ہے وہ دل میں اتر
جاتی ہے کلمہ کا ورد بھی اسلئے کیا جاتا ہے کہ یہ مبارک کلمہ دل میں اتر جائے۔ یہاں اس بات کا بھی خیال
کرنا چاہئے کہ شریعت کا اصل مقصد اس کلمہ کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے اور اسکے مطابق زندگی کو
ڈھالنا ہے۔ اسلئے دل و زبان سے ورد رکھنے کے ساتھ ساتھ عمل کرنا بھی ضروری ہے۔

وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنِّي لَا أَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُولُهَا
عَبْدٌ عِنْدَ مَوْتِهِ إِلَّا نَفْسَ اللَّهِ عَنْهُ
كَرْبَتُهُ وَأَشْرَقَ نُورُهُ وَرَأَى مَا يَسْتُرُهُ
وَمَا مَنَعْنِي أَنْ أَسْأَلَ عَنْهَا إِلَّا الْقُدْرَةُ
عَلَيْهِ حَتَّى مَاتَ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ أَبِي رَافِعٍ
قَالَ فَمَا هِيَ قَالَ لَا نَعْلَمُ كَلِمَةً هِيَ أَكْثَرُ
مِنْ كَلِمَةِ أَمْرِ بِهَا عَمَّا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
قَالَ فِيهِ وَاللَّهِ هِيَ - أَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ فِي
الْأَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ كَذَا فِي الدَّرَقُوتِيِّ
أَخْرَجَ الْحَاكِمُ وَقَالَ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ
الْشَيْخَيْنِ وَاقْرَأْهُ عَلَيْهِ الذَّاهِبِيُّ وَأَخْرَجَ
أَحْمَدُ وَأَخْرَجَ إِضْمَانٌ مَسْنَدَ عُمَرَ
بِمَعْنَاهُ بَزِيَادَةٍ فِيهِمَا وَأَخْرَجَ ابْنُ مَاجَةَ
عَنْ يَحْيَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أُمِّ دَنِي شَرْحِ
الْصَدُورِ لِلْسَيُوطِيِّ وَأَخْرَجَ أَبُو يَعْقِبَ وَالْحَاكِمُ
بِمَسْنَدِ صَحِيحٍ عَنْ طَلْحَةَ وَعُمَرُ قَالَ سَمِعْنَا
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
أَعْلَمُ كَلِمَةَ الْحَدِيثِ -

یہ سنا تھا کہ مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے کہ
جو شخص مرتے وقت اُسکو کہے تو موت کی تکلیف
اُس سے ہٹ جائے اور رنگ چمکنے لگے اور
خوشی کا منظر دیکھے مگر مجھے حضور صلی اللہ علیہ
وسلم سے اُس کلمہ کے پوچھنے کی قدرت نہ ہوئی
(اس کا رنج ہو رہا ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا
مجھے معلوم ہے۔ طلحہؓ (خوش ہو کر کہنے لگے) کیا ہے؟
حضرت عمرؓ نے فرمایا ہمیں معلوم
ہے کہ کوئی کلمہ اُس سے بڑھا ہوا نہیں ہے
جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا
د ابوطالبؓ پر پیش کیا تھا اور وہ ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
ف۔ ب۔ کلمہ طیبہ کا سراسر نور و سرور
ہونا بہت سی روایات سے معلوم اور مفہوم
ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے منہیات میں حضرت
ابوبکر صدیقؓ سے نقل کیا ہے کہ اندھیرے
پانچ ہیں اور پانچ ہی انکے لئے چراغ ہیں
دنیا کی محبت اندھیرا ہے جس کا چراغ تقویٰ
ہے۔ اور گناہ اندھیرا ہے جس کا چراغ توبہ ہے اور قبر اندھیرا ہے جس کا چراغ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ہے اور آخرت اندھیرا ہے جس کا چراغ نیک عمل ہے اور پھر اطراف اندھیرا
ہے جس کا چراغ یقین ہے۔ رابعہ عدویہؒ مشہور ولیہؒ ہیں رات بھر نماز میں مشغول رہتیں
صبح صادق کے بعد مقوڑی دیر سوتھیں اور جب صبح کا چاندنا اچھی طرح ہو جاتا تو گھبرا کر
اٹھتیں اور نفس کو ملامت کرتیں کہ کب تک سوتا رہے گا عنقریب قبر کا زمانہ آنے والا ہے
جیسے سور پھونکنے تک سونا ہی ہوگا۔ جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو ایک خادمہ کو وصیت
فرمائی کہ یہ ادنی گدڑی جس کو وہ تہجد کے وقت پہنا کرتی تھیں اس میں مجھے کفن دے دینا اور
لے اس کتاب کے متعلق اور اسکے مصنف کے متعلق ایک اہم تنبیہ آپ گذشتہ صفحات میں غرض کے اندر درج چکے ہیں نہ بزرگ محبت۔

کسی کو میرے مرنے کی خبر نہ کرنا، چنانچہ حسب وصیت تجہیز تکفین کر دی گئی بعد میں اُس خادمہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ نہایت عمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں۔ اُس نے دریافت کیا کہ وہ آپ کی گڈری کیا ہوئی جس میں کفن دیا گیا تھا، فرمایا کہ لپیٹ کر میرے اعمال کے ساتھ رکھ دی گئی، اُنھوں نے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں کہا کہ اللہ کا ذکر جتنا بھی کر سکو کرتی رہو کہ اس کی وجہ سے تم قبر میں قابلِ رشک بن جاؤ گی۔

۲۶ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَظْلُومٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تَوَفَّيَ حَزَنُوا عَلَيَّ حَتَّى كَادَ بَعْضُهُمْ يُوسِسُ قَالَ عُثْمَانُ وَمَا كُنْتُ مِنْهُمْ فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ مَرَّ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا شَعُرَ بِهِ فَاشْتَكَى عُمَرُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ ثُمَّ أَقْبَلَ حَتَّى سَلَّمَ عَلَيَّ جَمِيعًا فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا حَمَلَكَ عَلَى أَنْ لَا تَرُدَّ عَلَيَّ أَخِيكَ عُمَرَ بْنَ سَلَامَةَ قُلْتُ مَا فَعَلْتُ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاللَّهِ لَقَدْ فَعَلْتُ قَالَ قُلْتُ وَاللَّهِ مَا شَعُرْتُ أَنَّكَ مَرَدْتُ وَلَا سَلَّمْتُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ صَدَقَ عُثْمَانُ ثُمَّ قَدْ شَغَلَكَ عَنْ ذَلِكَ أَمْرٌ فَقُلْتُ أَجَلُ قَالَ مَا هُوَ قُلْتُ تَوَفَّيَ اللَّهُ تَعَالَى نَبِيًّا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ نَسْأَلَ عَنْ نَجَاتِهِ هَذَا الْأَمْرُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ قَدْ سَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ فَهَمُّتُ إِلَيْهِ وَقُلْتُ لَوْ بَاتِي أَنْتَ وَأُمِّي أَنْتَ أَحَقُّ بِهَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا نَجَاتُ هَذَا الْأَمْرِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۷ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دروہی فداہ کے وصال کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس قدر سخت صدمہ تھا کہ بہت مختلف طور کے وساوس میں مبتلا ہو گئے۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ میں بھی اُن ہی لوگوں میں تھا جو وساوس میں گھرے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ میرے پاس تشریف لائے مجھے سلام کیا مگر مجھے مطلق پتہ نہ چلا اُنھوں نے حضرت ابو بکرؓ سے شکایت کی کہ عثمانؓ بھی بظاہر خفا ہیں کہ میں نے سلام کیا اُنھوں نے جواب بھی نہ دیا، اسکے بعد دونوں حضرات اکٹھے تشریف لائے اور سلام کیا اور حضرت ابو بکرؓ نے دریافت فرمایا کہ تم نے اپنے بھائی عمرؓ کے سلام کا بھی جواب نہ دیا کیا بات ہے، میں نے عرض کیا میں نے تو ایسا نہیں کیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسا ہی ہوا میں نے عرض کیا مجھے تو آپ کے آنے کی بھی خبر نہیں ہوئی کہ کب آئے نہ سلام کا پتہ چلا، حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا سچ ہے ایسا ہی ہوا ہوگا، غالباً تم کسی سوچ میں بیٹھے ہو گے۔ میں نے

لہ حدیث کے الفاظ سے یہ مفہوم سمجھ میں آتا ہے کہ مہاشی کہ قریب تھا بعض صحابہ کرام وساوس میں مبتلا ہو جائیں۔

نے عرض کیا واقعی میں ایک گہری سوچ میں تھا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کیا تھا میں نے عرض کیا حضور کا وصال ہو گیا اور ہم نے یہ بھی نہ پوچھ لیا کہ اس کام کی نجات کس چیز میں ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں پوچھ چکا ہوں۔ میں اٹھا اور میں نے کہا تم پر میرے ماں باپ قربان واقعی تم ہی زیادہ مستحق تھے اس کے دریافت کرنے

کے (کہ دین کی ہر چیز میں آگے بڑھنے والے ہو) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضورؐ سے دریافت کیا تھا کہ اس کام کی نجات کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس کلمہ کو قبول کر لے جس کو میں نے اپنے چچا ابوطالب پر ان کے انتقال کے وقت پیش کیا تھا انھوں نے رد کر دیا تھا وہی کلمہ نجات ہے۔

ف:- و سَاوِسْ میں مبتلا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام اس وقت رنج و غم کی شدت میں ایسے پریشان ہو گئے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر بہادر تلوار ہاتھ میں لیکر کھڑے ہو گئے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضور کا وصال ہو گیا اس کی گردن اڑا دوں گا، حضورؐ تو اپنے رب کے ملنے تشریف لے گئے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰؑ بطور پر تشریف لے گئے تھے، بعض صحابہؓ کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ دین اب ختم ہو چکا۔ بعض اس سوچ میں تھے کہ اب دین کے فروغ کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی، بعض بالکل گم تھے کہ ان سے بولا ہی نہیں جاتا تھا، ایک ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دم تھا جو حضورؐ کے سامنے کماں عشق کماں محبت کے باوجود اس وقت ثابت قدم اور جے ہوئے قدم سے کھڑے تھے انھوں نے للکار کر خطبہ پڑھا جس میں دَمًا مُحْتَدًا "الْأَسْؤَلُ" والی آیت پڑھی جس کا ترجمہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم برے رسول ہی تو ہیں (خدا تو نہیں ہیں جسے موت آہی نہ سکے) پس کیا اگر وہ مرجائیں یا شہید ہو جائیں تو تم لوگ (دین سے) پھر جاؤ گے اور جو شخص (دین سے) پھر جائے گا وہ خدا کا تو کوئی نقصان نہیں کرے گا (اپنا

لہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جبکہ جنگِ اُمد میں مخالفوں نے یہ خبر اُڑادی تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (تو شہید ہو گئے ہیں۔ یہ خبر سن کر بعض مسلمان کم ہمت سے ہو گئے تھے اور کہنے لگے تھے کہ لو کان نبیاً حتی اگر آپ نبی ہوتے تو قتل نہ ہو سکتے۔) (آخر جہاد ابن ابی عامر کمانی باب النقول الختے علی حاشی تنویر المقياس ص ۱۱۱)

ہی کچھ کھو دے گا، مختصر طور پر اس قصہ کو میں اپنے رسالہ حکایات صحابہ میں لکھ چکا ہوں۔ اسے جو ارشاد ہے کہ اس کام کی نجات کیا ہے اسکے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ دین کے کام تو بہت سے ہیں ان سب کاموں میں مدار کس چیز پر ہے کہ جسکے بغیر چارہ کار نہ ہو اس مطلب کے موافق جواب ظاہر ہے کہ دین کا سارا مدار کلمہ شہادت پر ہے اور اسلام کی جڑ ہی کلمہ طیبہ ہے دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کام یعنی دین میں دقتیں بھی پیش آتی ہیں و ساوس بھی گھیرتے ہیں شیطان کی رخنہ اندازی بھی مستقل ایک مصیبت ہے دنیاوی ضروریات بھی اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ اس صورت میں مطلب ارشاد نبویؐ کا یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کی کثرت ان سب چیزوں کا علاج ہے کہ وہ اخلاص پیدا کرنے والا ہے، دلوں کا صاف کرنے والا ہے، شیطان کی ہلاکت کا سبب ہے۔ جیسا کہ ان سب روایات میں اسکے اثرات بہت سے ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا کلمہ اپنے پڑھنے والے سے ننانوے قسم کی بلائیں دور کرتا ہے، جن میں سب سے کم غم ہے جو ہر وقت آدمی پر سوار رہتا ہے۔

حضرت عثمان رضی فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سنا تھا کہ میں ایک کلمہ ایسا جانتا ہوں کہ جو شخص اسکو حق سمجھ کر اخلاص کیساتھ دل سے (یقین کرتے ہوئے) اسکو پڑھے تو جہنم کی آگ اس پر حرام ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں بتاؤں وہ کلمہ کیا ہے؟ وہ وہی کلمہ ہے جس کے ساتھ اللہ نے اپنے رسول کو اور اسکے صحابہؓ کو عزت دی وہ وہی تقویٰ کا کلمہ ہے جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب سے ان کے انتقال کے وقت خواہش کی تھی وہ شہادت ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی۔

ف۔ حضورؐ کے چچا ابوطالب کا قصہ حدیث تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں مشہور معروف ہے کہ جب ان کے انتقال

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَاسُكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنِّي لَا أَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُولُهَا عَبْدٌ حَقًّا مِمَّنْ قَلْبُهُ إِلَّا خَرَّمَ عَلَى النَّارِ فَقَالَ لَعُمْرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَنَا أَحَدُ ثَلَاثٍ مَا هِيَ هِيَ كَلِمَةُ الْإِخْلَاصِ الَّتِي أَعَزَّ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى بِهَا مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ وَهِيَ كَلِمَةُ التَّقْوَى الَّتِي أَلْصَقَ عَلَيْهَا نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّهُ أَبَا طَالِبٍ عِنْدَ الْمَوْتِ شَهَادَةً أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ رواه أحمد وأخرجه المحاكم بهذا اللفظ وقال صحيح على شرطهما وأقره عليه الذهبي وأخرجه المحاكم برواية عثمان عن عمر مرفوعاً إِنِّي لَا أَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُولُهَا عَبْدٌ حَقًّا

مَنْ قَلْبِهِ فَيَمُوتُ عَلَى ذَلِكَ إِلَّا حَرَمَهُ
اللَّهُ عَلَى النَّارِ لَأَنَّهُ إِلَّا اللَّهُ - وَقَالَ
هَذَا صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِهِمَا ثُمَّ ذَكَرَ
شَاهِدِينَ مِنْ حَدِيثِهِمَا -

کا وقت قریب ہوا تو چونکہ ان کے احسانات
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر
کثرت سے تھے اسلئے نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور
ارشاد فرمایا کہ اے میرے چچا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہہ لیجئے تاکہ مجھے قیامت کے دن آپ کی سفارش
کا موقع مل سکے اور میں اللہ کے یہاں آپ کے اسلام کی گواہی دے سکوں، اُنھوں نے فرمایا
کہ لوگ مجھے یہ طعنہ دیں گے کہ موت کے ڈر سے بھٹیجے کا دین قبول کر لیا، اگر یہ خیال نہ ہوتا
تو میں اس وقت اس کلمہ کے کہنے سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا، اس پر حضور رنجیدہ واپس
تشریف لائے اسی قصہ میں قرآن پاک کی آیت إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ (سورہ قصص ۲۷)
نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں فرما سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے
ہدایت کرتا ہے۔ اس قصہ سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جو لوگ فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں خدا
اور اس کے رسول سے بیگانہ رہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ کسی عزیز قریب بزرگ کی دعا سے
بیڑا پار ہو جائے گا غلطی میں مبتلا ہیں کام چلانے والا صرف اللہ ہی ہے اُسی کی طرف رجوع
کرنا چاہیئے۔ اُسی سے سچا تعلق قائم کرنا ضروری ہے البتہ اللہ والوں کی صحبت اُن کی دعا
اُن کی توجہ معین و مددگار بن سکتی ہے۔

۳۸ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْوَلَدِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَذْنَبَ أَذْنَبًا
الَّذِي أَذْنَبْتُ أَنْ رَأَيْتُ رَأْسَهُ إِلَى
السَّمَاءِ فَقَالَ أَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ
غُفِرَتْ لِي فَأَدْعِي اللَّهَ إِلَيْهِ مِنْ مُحَمَّدٍ
فَقَالَ تَبَارَكَ اسْمُكَ لَمَّا خَلَقْتَنِي رَفَعْتُ
رَأْسِي إِلَى عَرْشِكَ فَإِذَا فِيهِ مَكْتُوبٌ لَا
إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ فَعَلِمْتُ

۳۸ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
ہے کہ حضرت آدم (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و
السلام) سے جب وہ گناہ صادر ہو گیا (جس کی
وجہ سے جنت سے دنیا میں بھیج دیئے گئے تو
ہر وقت روتے تھے اور دعا و استغفار کرتے
رہتے تھے ایک مرتبہ آسمان کی طرف منہ کیا
اور عرض کیا یا اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے
وسیلہ سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ وَحِی

ملہ انسان کی اپنی کوشش بہر حال ضروری ہے۔ جس طرح دنیا میں بغیر ذاتی لیاقت اور ڈگری کے محض سفارشوں پر ملازمتیں
نہیں ملتیں اسی طرح خدا کے یہاں بھی صرف سفارشوں پر بغیر ذاتی اعمال کے ہرگز کام نہ چلے گا۔ کسی کی کوشش بھی
اسی وقت مفید ہوتی ہے جبکہ اپنے اندر بھی کچھ ہو۔

أَنَا لَيْسَ أَحَدٌ أَعْظَمُ عِنْدَكَ قَدْرًا
عَمَّنْ جَعَلْتَ اسْمَهُ مَعِ اسْمِكَ فَأَوْحَى
اللَّهُ إِلَيْهَا أَدْمُهَا إِنَّهُ أَخْرَجَ النَّبِيَّ مِنْ
ذُرِّيَّتِكَ وَلَوْلَا هُوَ مَا خَلَقْتُكَ أَخْرَجَهُ
الطَّبْرَانِي فِي الصَّغِيرِ وَالْحَاكِمِ وَالْبُزْجِي
وَالْبَيْهَقِي كَلَامًا فِي الدَّلَائِلِ وَابْنُ
عَسَاكِرٍ فِي الدَّرَوْنِي مَجْمَعُ الزَّوَادِ رَوَاهُ
الطَّبْرَانِي فِي الْاَوْسَطِ وَالصَّغِيرِ وَنَبِي
مَنْ لَمْ أَعْرِفْهُمْ قَلْتُمْ وَيُؤَيِّدُ الْاَخْرَاجَ
الْمَشْهُورَ لَوْلَا لَمْ لَمْ خَلَقْتُ الْاَفْلَاقَ
قَالَ الْقَاسِمِيُّ فِي الْمَوْضُوعَاتِ الْكَبِيرِ
مَوْضُوعٌ لَكِنْ مَعْنَاهُ صَحِيحٌ وَفِي التَّحْرِيفِ
مَعْنَاهُ نَبِيٌّ وَيُؤَيِّدُ الْاَوَّلَ مَا وَرَدَ فِي
غَيْرِ رَوَايَةٍ مِنْ اَنَّهُ مَكْتُوبٌ عَلَى الْعَرْشِ
وَادْرَاقُ الْجَنَّةِ لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ
رَسُولُ اللَّهِ كَمَا بَسَطَ طَرِيقًا السُّيُوطِيُّ فِي مَنَاقِبِ
الْاَلَاءِ فِي غَيْرِ مَوْضِعٍ وَبَسَطَ شَوَاهِدًا اَيْضًا
فِي تَفْسِيرِهِ فِي سُورَةِ الْمُنَافِقِ.

نازل ہوئی کہ محمد کون ہیں جن کے واسطے
سے تم نے استغفار کی، عرض کیا کہ جب اپنے
مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا
دیکھا تھا لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ
اللَّهِ تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
سے اونچی ہستی کوئی نہیں ہے جن کا نام تم نے
اپنے نام کے ساتھ رکھا وہی نازل ہوئی کہ وہ
خاتم النبیین ہیں تمہاری اولاد میں سے ہیں
لیکن وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کئے جاتے۔
ف: حضرت آدم علی نبینا وعلیہ
الصلوة والسلام نے اُس وقت کیا کیا دعائیں
کیں اور کس کس طرح سے گڑ گڑائے، اس
بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی
ہیں اور ان میں کوئی تعارض بھی نہیں جس
پر مالک کی ناراضگی آقا کی خفگی ہو وہی
جانتا ہے، ان بے حقیقت آفتاؤں کی
ناراضگی کی وجہ سے نوکروں اور خادموں
پر کیا کچھ گزر جاتا ہے اور وہاں تو مالک
الملك رزاق عالم اور مختصر یہ کہ خدا کا عتاب تھا اور گذر گزشتہ پر رہی تھی اس شخص پر جس کو
فرشتوں سے سجدہ کرایا اپنا مقرب بنایا، جو شخص جتنا مقرب ہوتا ہے اتنا ہی عتاب کا اس پر
اثر ہوتا ہے بشرطیکہ کہ نہ ہو اور وہ تو نبی تھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت
آدم علیہ السلام اس قدر روئے ہیں کہ تمام دنیا کے آدمیوں کا رونا اکڑ جمع کیا جائے تو ان کے
برابر نہیں ہو سکتا، چالیس برس تک سر اوپر نہیں اٹھایا۔ حضرت بریدہؓ خود حضور اقدسؐ

لہ یہ روایت بہت زیادہ کمزور ہے جیسا کہ خود حضرت شیخ نے عربی کے کالم میں ظاہر کیا ہے لیکن متعدد روایات کے
حوالوں کے بعد حضرت شیخ مظلہ نے اس کے مفہوم کو ثابت قرار دیا ہے۔ جیسا کہ آگے لکھتے ہیں۔ "ان سب کے
مجموعے میں کوئی اشکال نہیں"

سے نقل کرتے ہیں کہ اگر حضرت آدمؑ کے رونے کا تمام دنیا کے رونے سے مقابلہ کیا جاوے تو ان کا رونا بڑھ جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر ان کے آنسوؤں کو ان کی تمام اولاد کے آنسوؤں سے وزن کیا جائے تو ان کے آنسو بڑھ جائیں گے۔ ایسی حالت میں کس کس طرح زاری فرمائی ہوگی ظاہر ہے

يَا بُنَيَّ لَا تَكُنْ مِثْلَ خُلَاةٍ فِي الْأَرْضِ تَدْعُو إِلَى الْوَيْدِ لَا تَكُنْ مِثْلَ خُلَاةٍ فِي الْأَرْضِ تَدْعُو إِلَى الْوَيْدِ
یاں بُنَیْہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں واں ایک خامشی مری سب کے جواب میں
اسلئے جو روایات میں ذکر کیا گیا ان سب کے مجموعہ میں کوئی اشکال نہیں منجملہ ان کے یہ بھی
ہے کہ حضورؐ کا وسیلہ اختیار فرمایا، دوسرا مضمون عرش پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ لکھا ہوا ہونا
یہ اور بھی بہت سی مختلف روایتوں میں آیا ہے۔

حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں، میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اُسکی دونوں جانبوں
میں تین سطر سونے کے پانی سے لکھی ہوئی دیکھیں پہلی سطر میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ
لکھا تھا، دوسری سطر میں مَا قَدَمْنَا وَجَدْنَا وَمَا الْكُنَّا نَرْجُو وَمَا خَلَقْنَا خَيْرًا تَقَا (جو ہم نے آگے
بھیجا یعنی صدقہ وغیرہ کر دیا وہ پایا اور جو دنیا میں کھایا وہ نفع میں رہا اور جو کچھ چھوڑ آئے وہ
نقصان رہا) اور تیسری سطر میں تھامتہ مذنبہ و رب غفور (امت گناہگار اور مالک بخشش والا)
ایک بزرگ کہتے ہیں میں ہندوستان کے ایک شہر میں پہونچا تو میں نے وہاں ایک درخت
دیکھا جس کے پھل بادام کے مشابہ ہوتے ہیں اس کے دو پھلکے ہوتے ہیں جب انکو توڑا جاتا ہے
تو ان کے اندر سے ایک سبز پتہ پٹا ہوا نکلتا ہے، جب اسکو کھولا جاتا ہے تو سرخی سے لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ لکھا ہوا ملتا ہے۔ میں نے اس قصہ کو ابو یعقوب شکاری سے ذکر کیا
انھوں نے کہا تعجب کی بات نہیں میں نے ایہ میں ایک مچھلی شکاری کی تھی اُسکے ایک کان پر
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور دوسرے پر مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ لکھا ہوا تھا۔

حضرت اسماءؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ
وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ اللہ کا سب سے بڑا نام
(جو اسم اعظم کے نام سے عام طور پر مشہور ہے)
ان دو آیتوں میں ہے (بشرطیکہ خلاص سے
پڑھی جائیں) وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْحَقُّ الْحَيُّ الْقَيُّومُ (سورہ بقرہ، رکوع ۱)
اور اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْحَقُّ الْحَيُّ الْقَيُّومُ

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ بِنْتِ
التَّكْنِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ إِسْمُ اللَّهِ الْأَعْظَمُ فِي
هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ وَاللَّهُمَّ إِلَهُ وَاحِدٌ
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ وَاللَّهُ
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ۔ اخراج
ابن ابی شیبۃ واحمد والدارمی والہروداد

والترمذی وصححه وابن ماجه و
ابومسلم الکجی فی السنن وابن الضری
وابن ابی حاتم والبیہقی فی الشعب
کذا فی الدرر۔

الْقِيَوْمُ (سورۃ آل عمران، رکوع ۱)
ف: اسم اعظم کے متعلق روایات
حدیث میں کثرت سے یہ وارد ہوا ہے کہ
جو دُعا بھی اسکے بعد مانگی جاتی ہے وہ

قبول ہوتی ہے۔ البتہ اسم اعظم کی تعیین میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور
یہ عادت الشریعہ ہے کہ ہر ایسی مہتم بالشان چیز میں اخفاء کی وجہ سے اختلاف پیدا فرمادیتے
ہیں چنانچہ شب قدر کی تعیین میں جمعہ کے دن میں دُعا قبول ہونے کے خاص وقت میں
اختلاف ہوا، اس میں بہت سی مصالح ہیں جن کو میں اپنے رسالہ فضائل رمضان میں لکھ
چکا ہوں۔ اسی طرح اسم اعظم کی تعیین میں بھی مختلف روایات وارد ہوئیں، منجملہ ان کے یہ
روایت بھی ہے جو اوپر ذکر کی گئی۔ اور بھی روایتوں میں ان آیتوں کے متعلق ارشاد وارد ہوا
ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ مَثَرُ داور شَرِی شیطین پر ان دُواتوں سے
زیادہ فست کوئی آیت نہیں وہ دُواتیں وَالْهَکْمُ لِلَّهِ وَاحِدٌ سے شروع ہیں۔ ابراہیم
بن دسمہ کہتے ہیں کہ مجنونانہ حالت نظر وغیرہ کیلئے ان آیتوں کا پڑھنا مفید ہے۔ جو شخص ان
آیات کے پڑھنے کا اہتمام رکھے اس قسم کی چیزوں سے محفوظ رہے۔ وَالْهَکْمُ لِلَّهِ وَاحِدٌ
پوری آیت (سورۃ بقرہ، رکوع ۱۹۷) اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ آیت الکرسی اور سورۃ بقرہ
کی آخر آیت اور اِنَّ رَبَّکُمْ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ مِنْ حُسْنِیْنَ تَمَّ (سورۃ اعراف، رکوع ۱۳) اور
سورۃ حشر کی آخر آیتیں (هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ) ہمیں یہ بات پہونچی کہ سب
آیات (جن کو گنویا) عرش کے کونوں پر لکھی ہوئی ہیں اور ابراہیمؑ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ
بچوں کو اگر ڈر لگتا ہو، یا نظر کا اندیشہ ہو تو یہ آیات اُن کے لئے لکھ دیا کرو۔ علامہ شامیؒ نے حضرت
امام اعظمؒ سے نقل کیا ہے کہ اسم اعظم لفظ اللہ ہے اور لکھا ہے کہ یہی قول علامہ طحاویؒ

لے بلکہ اس کائنات کا نظام برقرار رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ بندوں کے ہاتھ میں کوئی ایسا اختیار نہ دیا جائے کہ وہ
جو کچھ چاہیں کر سکیں، جس اسم اعظم کی یہ خصوصیت ہو کہ اسکے ذریعہ جو کچھ بھی دُعا کی جائے ضرور قبول ہو، حکمت خداوندی
کا تقاضا یہی تھا کہ اسے پوشیدہ رکھا جائے، نادان بچے کے ہاتھ میں تیز چھری دینا اسکی طاقت کا سامان کرنا نہیں تو
اور کیا ہے؟ علامہ جلال الدین سیوطی المتوفی ۸۹۵ھ نے الدر المنظم فی الاسماء الاعظمہ کے نام سے مختصر
سائیکار صنف کا ایک رسالہ لکھا ہے جو الحادوی للفتاویٰ کی دوسری جلد میں شامل ہے۔ اس میں انھوں نے مختلف علما
کے بین الاقوال لکھے ہیں علامہ ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی روایتاً اور درایتاً دونوں کو بہت عمدگی سے نباہ کر چلتے ہیں۔
مسئلہ میں پیدا ہوئے اور مسئلہ میں وفات پائی۔

اور بہت سے علماء سے نقل کیا گیا ہے اور اکثر عارفین (اکابر صوفیہ) کی یہی تحقیق ہے اسی وجہ سے ان کے نزدیک ذکر بھی اسی پاک نام کا کثرت سے ہوتا ہے۔ سید الطائفہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نور اللہ مرقدہ سے بھی یہی نقل کیا گیا فرماتے ہیں کہ اسم اعظم اللہ ہے بشرطیکہ جب تو اس پاک نام کو لے تو تیرے دل میں اس کے سوا کچھ نہ ہو فرماتے ہیں کہ عوام کے لئے اس پاک نام کو اس طرح لینا چاہیے کہ جب یہ زبان پر جاری ہو تو عظمت اور خوف کے ساتھ ہو اور خواص کیلئے اس طرح ہو کہ اس پاک نام والے کی ذات و صفات کا بھی استحضار ہو اور ان خواص کے لئے یہ ضروری ہے کہ اُس پاک ذات کے سوا دلیس کوئی چیز بھی نہ ہو کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں بھی یہ مبارک نام اتنی کثرت سے ذکر کیا گیا کہ حد نہیں جس کی مقدار دو ہزار تین سو ساٹھ بتاتے ہیں، شیخ اسماعیل فرغانی کہتے ہیں کہ مجھے ایک عرصہ سے اسم اعظم سیکھنے کی تمنا تھی مجاہد سے بہت کرتا تھا کئی کئی دن فاقے کرتا تھے کہ فاقوں کی وجہ سے بیہوش ہو کر زمین پر گر جاتا، ایک روز میں دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ دو آدمی مسجد میں داخل ہوئے اور میرے قریب کھڑے ہو گئے مجھے اُن کو دیکھ کر خیال ہوا کہ یہ فرشتے معلوم ہوتے ہیں ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا کیا تو اسم اعظم سیکھنا چاہتا ہے اُس نے کہا ہاں بتا دیجئے۔ میں یہ گفتگو سن کر غور کرنے لگا اُس نے کہا کہ وہ لفظ اللہ ہے بشرطیکہ صدق لجا سے ہو، شیخ اسماعیل کہتے ہیں کہ صدق لجا کا مطلب یہ ہے کہ کہنے والے کی حالت اُس وقت ایسی ہو کہ جیسا کوئی شخص دریا میں غرق ہو رہا ہو اور کوئی بھی اُس کا بچانے والا نہ ہو تو ایسے وقت جس خلوص سے نام لیا جائے گا وہ حالت مراد ہے۔

اسم اعظم معلوم ہونے کے لئے بڑی اہلیت اور بڑے ضبط و تحمل کی ضرورت ہے، ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ اُن کو اسم اعظم آتا تھا ایک فقیر اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے تمنا و استدعا کی کہ مجھے بھی سکھا دیجئے۔ ان بزرگ نے فرما دیا کہ تم میں اہلیت نہیں ہے۔ فقیر نے کہا کہ مجھ میں اسکی اہلیت ہے تو بزرگ نے فرمایا اچھا فلاں جگہ جا کر بیٹھ جاؤ اور جو واقعہ وہاں پیش آئے اُس کی مجھے خبر دو۔ فقیر اُس جگہ گئے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص گدھے پر لکڑیاں لادے ہوئے آرہا ہے سامنے سے ایک سپاہی آیا جس نے اُس بوڑھے کو مار پیٹ کی اور لکڑیاں چھین لیں، فقیر کو اُس سپاہی پر بہت غصہ آیا۔ واپس آکر بزرگ سے سارا قصہ سُنایا اور کہا کہ مجھے اگر اسم اعظم آجاتا تو اس سپاہی کے لئے بددعا کرتا۔ بزرگ نے کہا کہ اس لکڑی والے ہی سے میں نے

اسم اعظم رکھا ہے۔

● عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنَ الْإِيمَانِ. أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَذْكَرَنِي أَوْ خَافَنِي فِي مَقَامٍ. أَخْرَجَ الْحَاكِمُ بِرَوَايَةِ الْعَوَّلِ عَنِ الْمُبَارَكِ بْنِ فُضَالَةَ وَقَالَ مَحْمُودُ الْأَسْنَدِ وَاقِرٌ عَلَيْهِ الذَّهَبِيُّ وَقَالَ الْحَاكِمُ قَدْ ثَابَعَ أَبُو دَاوُدَ وَمَوْلَا عَلِيٍّ رَوَايَةُ اخْتَصَرَهُ.

● حضور کا ارشاد ہے کہ دقیقت کے دن (حق تعالیٰ شانہ) ارشاد فرمائیں گے کہ جہنم سے ہر اس شخص کو نکال لو جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا ہو اور اس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی ایمان ہو اور ہر اس شخص کو نکال لو جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا ہو یا مجھے کسی طرح بھی یاد کیا ہو یا کسی موقع پر مجھ سے ڈرا ہو۔

ف :- اس پاک کلمہ میں حق تعالیٰ شانہ نے کیا کیا برکات رکھی ہیں اسکا معمولی سا اندازہ اتنی ہی بات سے ہو جاتا ہے کہ تلواریں کا بوڑھا جس کی تمام عمر کفر و شرک

میں گزری ہو، ایک مرتبہ اس پاک کلمہ کو ایمان کے ساتھ پڑھنے سے مسلمان ہو جاتا ہے اور عمر بھر کے سارے گناہ زائل ہو جاتے ہیں اور ایمان لانے کے بعد اگر گناہ بھی کئے ہوں تب بھی اس کلمہ کی برکت سے کسی نہ کسی وقت جہنم سے ضرور نکلے گا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جو حضورؐ کے رازدار ہیں فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے (ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے، کہ اسلام ایسا دھند لارہا جیسا کہ کپڑے کے نقش و نگار پرانے ہو جانے سے، دھند لے ہو جاتے ہیں کہ نہ کوئی روزہ کو جانے گا نہ حج کو نہ زکوٰۃ کو آخر ایک رات ایسی ہوگی کہ قرآن پاک بھی اٹھایا جائے گا کوئی آیت اسکی باقی نہ رہے گی بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں یہ کہیں گی کہ ہم نے اپنے بڑوں کو کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھتے سنا تھا ہم بھی اسی کو پڑھیں گے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ایک شاگرد نے عرض کیا کہ جب زکوٰۃ، حج، روزہ کوئی رکن نہ ہو گا تو یہ کلمہ ہی کیا کام دے گا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سکوت فرمایا، انھوں نے پھر یہی عرض کیا، تیسری مرتبہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (کسی نہ کسی وقت) جہنم سے نکالے گا، جہنم سے نکالے گا، جہنم سے نکالے گا، یعنی ارکان اسلام کے ادا نہ کرنے کا عذاب بھگتنے کے بعد

۱۔ دُرُودِ صغیر پہلے جو ہم نے اسم اعظم کے پوشیدہ رکھنے کی حکمت بھی اس واقعہ سے اہم مزید روشنی پڑتی ہے۔
۲۔ اتنا قہر اور برداشت عام طور پر نہیں ہوتا اس لئے اسکو نہ بتانا ہی مصلحت کا تقاضا ہے۔

کسی نہ کسی وقت اس کلمہ کی برکت سے نجات پائے گا، یہی مطلب ہے حدیث بالا کہ اگر ایمان کا ذرا سا حصہ بھی ہے تب بھی جہنم سے کسی نہ کسی وقت نکالا جائے گا، ایک حدیث میں ہے جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھے وہ اُس کو کسی نہ کسی دن ضرور کام دے گا۔ گو اُس کو کچھ نہ کچھ سزا بھگتنا پڑے۔

۳۱ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِعْرَافِيٌّ
عَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ طَيِّلٍ لَسَةً مَكْفُوفَةٌ بِأَ
لْدِي بَاجٍ فَقَالَ إِنَّ صَاحِبَكُمْ هَذَا يُرِيدُ
يَرْفَعُ كُلَّ رَافِعٍ وَابْنَ رَافِعٍ وَيَضَعُ كُلَّ فَارِسٍ
وَابْنَ فَارِسٍ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مُغْضِبًا فَآخَذَ بِمَجَامِعِ ثَوْبِهِ
فَاجْتَذَبَهُ وَقَالَ أَلَا أَرَأَيْكُمْ عَلَيَّ نِيَابَ
مَنْ لَا يَعْقِلُ ثُمَّ رَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ فَقَالَ إِنَّ نُوحًا
لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ دَعَا ابْنَيْهِ فَقَالَ إِنِّي
قَاصٌّ عَلَيْكُمَا الْوَصِيَّةَ أَمْرُكُمَا بِالشَّيْئِ
وَأَنْهَاكُمَا عَنْ اِشْتِيْنِ أَنْهَكُمَا عَنِ الشِّرْكِ
وَالْكِبْرِ وَأَمْرُكُمَا بِالْإِلَهِ إِلَّا اللَّهُ فَإِنَّ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِمَا لَوْضِعَتْ
فِي كِفَّةِ الْمِيزَانِ وَوُضِعَتْ إِلَّا اللَّهُ
فِي الْكِفَّةِ الْآخِرَى كَانَتْ أَرْحَمَ مِنْهُمَا
وَلَوْ أَنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِمَا
كَانَتْ حَلَقَةً لَوْضِعَتْ لِلْإِلَهِ إِلَّا اللَّهُ عَلَيْهَا

۳۱ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص گاؤں کا رہنے والا آیا جو ریشی جبہ پہن رہا تھا اور اسکے کناروں پر دیبا کی گوٹ تھی (صحابہ سے تعجب کر کے کہنے لگا کہ تمہارے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ ہر خردا ہے (بکری چرانے والے) اور خردا ہے زادے کو بڑھا دیں۔ اور شہسوار اور شہسواروں کی اولاد کو گرا دیں، حضور ناراضگی سے اٹھے اور اُسکے کپڑوں کو گرمیاں سے پکڑ کر ذرا کھینچا اور ارشاد فرمایا کہ (تو ہی بتا، تو بے وقوفوں کے سے کپڑے نہیں پہن رہا ہے۔ پھر اپنی جگہ واپس آکر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب انتقال ہونے لگا تو اپنے دونوں صاحبزادوں کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں (آخری) وصیت کرتا ہوں جس میں دو چیزوں سے روکتا ہوں اور دو چیزوں کا حکم کرتا ہوں۔ جن سے روکتا ہوں ایک شرک ہے دوسرا تکبر، اور جن چیزوں

۱۔ ایک قدیم ریشمین کپڑے کا نام ہے ۲۔ اس شخص کو یہ شبہا سلتے ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نظام زندگی پیش کیا تھا اس میں انسانوں کے طبقاتی بعد کو دور کیا جا رہا تھا، لیکن طریقہ بالکل فطری تھا، نہ تو سرمایہ داری کو بڑھا دیکر غریبوں کو پسایا گیا تھا اور نہ غریبوں اور سرمایہ داروں کو آپس میں ٹکرا کر انسانوں کا خون خرابہ کیا گیا تھا۔

لَقَصَصَتْهُمَا وَأَمْرًا كَمَا يُسَبِّحَانِ اللَّهَ وَ
يُحْمَدُهُ فَإِنَّهُمَا صَلَوَةٌ كُلُّ شَيْءٍ وَبِهِمَا
يُرْزَقُ كُلُّ شَيْءٍ أَخْرَجَ الْحَاكِمُ وَقَالَ
صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَخْرُجْ لِلْمُعَقَّبِ
ابْنُ زَهْرٍ فَإِنَّهُ ثِقَةٌ قَلِيلُ الْحَدِيثِ أَه
وَأَقْرَبُ عَلَيْهِ الذَّاهِبِ وَقَالَ الْمُعَقَّبِ
ثِقَةٌ وَرَوَاهُ ابْنُ عَجْلَانٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ
إِسْلَمٍ مَرْسَلًا أَه قُلْتُ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ فِي
مُسْنَدِهِ بَزِيَادَةً فِيهِ بِطَرَقٍ وَفِي بَعْضِ
قِسْمَاتِهَا فَإِنَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعَ وَالْأَرْضَ وَبَيْنَ
السَّبْعِ كُنَّ خَلْقَةً مَبْنِيَّةً قَصَمَتْهُنَّ إِلَّا إِلَهًا
إِلَّا اللَّهُ وَذِكْرُهُ الْمُنْذَرُ فِي التَّرْغِيبِ
عَنْ ابْنِ عَمْرٍو مَخْتَصَرًا فِيهِ لَوْ كَانَتْ
خَلْقَةً لَقَصَمَتْهُنَّ حَتَّى تَخْلُصَ إِلَى اللَّهِ
ثُمَّ قَالَ رَوَاهُ الْبَزَارُ وَرَوَاهُ مُحْتَجٌّ بِهِمْ
فِي الصَّحِيحِ إِلَّا ابْنَ اسْمَعِيلَ وَهُوَ فِي النَّسَائِ
عَنْ صَاحِبِ بْنِ سَعِيدٍ رَفَعَهُ إِلَى سُلَيْمَانَ
بْنِ يَسَارٍ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ لَوْ يَمُ
وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَقَالَ صَحِيحُ
الْإِسْنَادِ ثُمَّ ذَكَرَ لَفْظَهُ قُلْتُ وَحَدِيثُ
سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ يَأْتِي فِي بَيَانِ التَّسْبِيحِ وَ
فِي مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَرَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ
بَنَحْوِهِ وَرَوَاهُ الْبَزَارُ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَمْرٍو
وَرَجُلٍ أَحْمَدُ ثِقَاتٌ وَقَالَ فِي رَوَايَةٍ
الْبَزَارُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ وَهُوَ مَدْلُوسٌ
وَهُوَ ثِقَةٌ -

کا حکم کرتا ہوں ایک لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے کہ
تمام آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے
اگر سب ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور
دوسرے میں (اخلاص سے کہا ہوا) لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ رکھ دیا جائے تو وہی پلڑا جھٹک جائیگا،
اور اگر تمام آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں
ہے ایک خلقہ بنا کر اس پاک کلمہ کو اس پر
رکھ دیا جاوے تو وہ وزن سے ٹوٹ جائے
اور دوسری چیز جس کا حکم کرتا ہوں سُبْحَانَ
اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ ہے کہ یہ دو لفظ ہر مخلوق کی نماز
ہیں اور انھیں کی برکت سے ہر چیز کو رزق
عطا فرمایا جاتا ہے۔

ف:- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
کا پیروں کے متعلق ارشاد فرمانے کا مطلب
یہ ہے کہ ظاہر سے باطن پر استدلال کیا
جاتا ہے، جس شخص کا ظاہر حال خراب
ہے اُسکے باطن کا حال بھی نپا ہوا ہوا ہے
اسلئے ظاہر کو بہتر رکھنے کی سعی کی جاتی ہے
کہ باطن اسکے تابع ہوتا ہے اسی لئے
صوفیہ کرام ظاہری طہارت وضو وغیرہ کا
اہتمام کراتے ہیں۔ تاکہ باطن کی طہارت
حاصل ہو جائے۔ جو لوگ یہ کہہ دیتے ہیں
اجی باطن اچھا ہونا چاہیئے ظاہر چاہیئے کیا
ہی ہو صحیح نہیں باطن کا اچھا ہونا مستقل
مقصود ہے اور ظاہر کا بہتر ہونا مستقل، نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں ہے

اللَّهُمَّ اجْعَلْ سِرِّي خَيْرَ اَمْنٍ عَلَيَّ نِدِّي وَاجْعَلْ عَلَيَّ نِدِّي صَاحِبَةً رَاۤءِ اللَّهِ
میرے باطن کو میرے ظاہر سے زیادہ بہتر بنا اور میرے ظاہر کو صابح اور نیک بنا دے، حضرت
عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا تعلیم فرمائی ہے۔

۳۲ حضرت ابوبکر صدیق حضور اقدس کی خدمت
میں رنجیدہ سے ہو کر حاضر ہوئے، حضورؐ نے دریافت
فرمایا کہ میں تمہیں رنجیدہ دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے؟
انہوں نے عرض کیا کہ گزشتہ شب میرے چچا زاد
بھائی کا انتقال ہو گیا میں نزع کی حالت میں
انکے پاس بیٹھا تھا اس منظر سے طبیعت پر اثر ہوا
حضورؐ نے فرمایا تم نے اسکو لا الہ الا اللہ کی تلقین
بھی کی تھی؟ عرض کیا کی تھی، ارشاد فرمایا کہ اُسے
یہ کلمہ پڑھ لیا تھا؟ عرض کیا کہ پڑھ لیا تھا، ارشاد
فرمایا کہ جنت اسکے لئے واجب ہو گئی، حضرت
ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ زندہ لوگ اس
کلمہ کو پڑھیں تو کیا ہو، حضورؐ نے دُعا مرتبہ ارشاد فرمایا
کہ یہ کلمہ اُنکے گناہوں کو بہت ہی منہدم کر دینے والا
ہے (یعنی بالکل ہی مٹا دینے والا ہے)

ف۔۔۔ مقابر میں اور میت کے
قریب کلمہ طیبہ پڑھنے کے متعلق بھی کثرت
سے احادیث میں ارشاد ہوا ہے، ایک حدیث
میں ہے کہ جنازہ کے ساتھ کثرت سے
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا کرو، ایک حدیث
میں آیا ہے کہ میری اُمت کا شعار (نشان)
جب وہ پلھراط پر چلیں گے تو یا لَا اِلٰهَ اِلَّا
اَنْتَ ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ

۳۲ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ دَخَلَ
عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ
كَئِيبٌ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَا لِي أَرَاكَ كَئِيبًا قَالَ يَا رَسُولَ
كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَبَّاسِ فَلَا أَلَا
وَهُوَ يَكِيدُ بِنَفْسِهِ قَالَ فَبَلَّ لَقْنَةً لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ قَالَ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ
فَقَالَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ
قَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ هِيَ لِلْأَحْيَاءِ
قَالَ هِيَ أَهْدَمُ لِدُنُوبِهِمْ هِيَ أَهْدَمُ
لِدُنُوبِهِمْ۔ رواه أبو يعلى والبخاری
زائدة بن ابی الرقاد وثقه القواریری
ضعف البخاری وغیرہ کذا فی مجمع
الزوائد واخرج بمعناه عن ابن عباس
ایضا قلت وروی عن علی بن مرثد عن
قَالَ إِذَا مَرَّ بِالْمَقَابِرِ السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِنْ أَهْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
كَيْفَ وَجَدْتُمْ قَوْلَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَا لَا
إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ غُفِرَ لِمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَاحْتُسِرْنَا فِي زُمْرَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ غُفِرَ لَهُ دُنُوبُ خَمْسِينَ سَنَةً
قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ دُنُوبٌ

لہ تبستان ۳۷ یعنی امتیازی نشان۔

خَمْسِينَ سَنَةً قَالَ لَوِ الْيَدِيَّ وَلِقَاءَ بَيْتِهِ
وَلِقَاءَ الْمُسْلِمِينَ رَوَاهُ الدَّيْلَمِيُّ فِي
تَارِيخِ هَمْدَانَ وَالرَّافِعِيُّ وَابْنُ النَجَّارِ
كَذَا فِي مُنْتَخَبِ كُنُزِ الْعَمَالِ لَكِنْ رَوَى
نَحْوَهُ السُّيُوطِيُّ فِي ذِيلِ اللَّالِي وَتَكَلَّمَ
عَلَيْ سَنَدِهِ وَقَالَ الْإِسْنَادُ كُلُّهُ ظَلَمٌ
وَرَمَى رَجَالَهُ بِالْكَذِبِ وَفِي تَنْبِيهِهِ
الْغَافِلِينَ رَوَى عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ
مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِنْ قَلْبِهِ خَالِصًا
وَمَدَّهَا بِالتَّعْظِيمِ كَفَّرَ اللَّهُ عَنْهُ أَرْبَعَةَ
أَلْفٍ ذَنْبٍ مَنِ الْكَبَائِرِ قِيلَ إِنَّ لَهُ
يَكُنْ لَهُ أَرْبَعَةُ أَلْفٍ ذَنْبٍ قَالَ يُغْفَرُ
مِنْ ذُنُوبِ أَهْلِهِ وَجَلِيلٌ إِنَّهُ قَلَّتْ دَرَجَتُهُ
بِعَنَاهُ مَرْفُوعًا لَكِنَّهُمْ حَكَمُوا عَلَيْهِ بِالْوَضْعِ
كَمَافِي ذِيلِ اللَّالِي نَعَمْ يُؤَيِّدُهُ الْأَمْرُ
بِدَفْنِ جَوَارِ الصَّالِحِ وَتَأْذِيهِ بِجَوَارِ السُّوءِ
ذَكَرَ السُّيُوطِيُّ فِي اللَّالِي بِطَرَقٍ وَوَسَادِ
الْإِسْلَامِ عَلَى أَهْلِ الْقُبُورِ بِالْفَافِ مَخْتَلَفَةً
فِي كُنُزِ الْعَمَالِ وَغَيْرِهِ -

جب وہ اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو
اُن کا نشان لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَلَي سِرِّ قَلْبِهِ
الْمُؤْمِنُونَ ہوگا۔ تیسری حدیث میں ہے
کہ قیامت کے اندھیروں میں اُن کا نشان
لَا إِلَهَ أَنْتَ ہوگا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو کثرت سے
پڑھنے کی برکتیں مرنے سے پہلے بھی یا
اوقات نزع کے وقت سے محسوس ہو جاتی
ہیں اور بعض اللہ کے بندوں کو اس سے
بھی پہلے ظاہر ہو جاتی ہیں، ابو العباس
کہتے ہیں کہ میں اپنے شہر اشبیلہ میں بیمار
پڑا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ بہت سے
پرند بڑے بڑے اور مختلف رنگ کے
سفید سرخ سبز ہیں جو ایک ہی دفعہ سب
کے سب پر سمیٹ لیتے ہیں اور ایک ہی
مرتبہ کھول دیتے ہیں اور بہت سے آدمی
ہیں جن کے ہاتھ میں بڑے بڑے طباق
ڈھکے ہوئے ہیں، جن کے اندر کچھ رکھا
ہوا ہے۔ میں اس سب کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ
یہ موت کے تحفے ہیں، میں جلدی جلدی

کڑے پیٹے پڑھنے لگا، ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تمہارا وقت ابھی نہیں آیا، یہ
ایک اور مومن کیلئے تحفہ ہے جس کا وقت آگیا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کا جب
انتقال ہونے لگا تو فرمایا مجھے بٹھا دو، لوگوں نے بٹھا دیا پھر فرمایا (یا اللہ) تو نے مجھے
بہت سے کاموں کا حکم فرمایا، مجھ سے اس میں کوتاہی ہوئی، تو نے مجھے بہت سی باتوں
سے منع فرمایا مجھ سے اس میں نافرمانی ہوئی۔ تین مرتبہ یہی کہتے رہے اسکے بعد فرمایا لیکن
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فرما کر ایک جانب غور سے دیکھا۔ کسی نے پوچھا کیا دیکھتے ہو فرمایا کچھ سبز
چینیوس ہیں کہ نہ وہ آدمی ہیں نہ جن، اسکے بعد انتقال فرمایا۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ
اللَّهِ أَوْعِضْنِي قَالَ إِذَا عَمِلْتَ سَيِّئَةً فَاتَّبِعْهَا
حَسَنَةً تَذْهَبُ عَنْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ آمِينَ
الْحَسَنَاتِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ هِيَ أَفْضَلُ
الْحَسَنَاتِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَفِي مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ
رَوَاهُ أَحْمَدُ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ إِلَّا أَنَّ شَرْهَبْنَ
عَظِيَّةَ حَدَّثَتْ عَنْ أَشْيَاخِهَا وَلَمْ يَسْمَعْ أَحَدٌ
مِنْهُمْ قَالَ السَّيُوطِيُّ فِي الدَّرَرِ أَخْرَجَهُ أَيْضًا
ابْنُ مَرْدُودٍ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الْأَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ
قُلْتُ وَأَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ بِإِسْنَادٍ يَأْبَىٰ ذَرٍّ أَنَّ
اللَّهَ حَيْثُ كُنْتُ وَاتَّبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ
تَذْهَبُ عَنْكَ خَالِقِ النَّاسِ بِمُخْلِئِ حَسَنٍ وَقَالَ
صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِهَا وَاقْتَرَعَهُ عَلَيْهِ الذَّاهِبِيُّ
وَذَكَرَهُ السَّيُوطِيُّ فِي الْمَجْمَعِ مَخْتَصَرًا وَ
رَقْمًا بِالصَّحَةِ -

حضرت ابوذر غفاریؓ نے عرض کیا
یا رسول اللہ مجھے کوئی وصیت فرمادیجئے، ارشاد
ہوا کہ جب کوئی بُرائی سرزد ہو جائے تو کفارہ
کے طور پر فوراً کوئی نیک کام کر لیا کرو (تاکہ
بُرائی کی نحوست دُھل جائے)، میں نے عرض
کیا یا رسول اللہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھنا بھی نیکیوں
میں داخل ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تو ساری
نیکیوں میں افضل ہے۔

ف :- بُرائی اگر گناہِ صغیرہ ہے تو نیکی سے اُس کا محو ہو جانا اور مٹ جانا ظاہر ہے اور اگر کبیرہ ہے قاعدہ کے موافق توبہ سے محو ہو سکتی ہے یا محض اللہ کے فضل سے، جیسا پہلے بھی گذر چکا ہے، بہر صورت محو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پھر وہ گناہ اعمالِ نامہ میں رہتا ہے نہ کہیں اُس کا

ذکر ہوتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ، وہ گناہ کراہا کا تبین کو بھلا دیتے ہیں اور اس گناہگار کے ہاتھ پاؤں کو بھی بھلا دیتے ہیں اور زمین کے اُس حصّہ کو بھی جس پر وہ گناہ کیا گیا ہے حتیٰ کہ کوئی بھی اُس گناہ کی گواہی دینے والا نہیں رہتا۔ گواہی کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں آدمی کے ہاتھ پاؤں اور بدن کے دوسرے حصّے نیک یا بد اعمال جو بھی کئے ہوں ان کی گواہی دیں گے جیسا کہ باب سوم فصل دوم حدیث نمبر ۱۸ کے تحت میں آ رہا ہے۔ حدیث بالا کی تائید اُن روایات سے

بھی ہوتی ہے جن میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ گناہ کیا ہی نہیں، یہ مضمون کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ توبہ اُس کو کہتے ہیں کہ جو گناہ ہو چکا اُس پر انتہائی ندامت اور شرم ہو اور آئندہ کیلئے پکا ارادہ ہو کہ پھر کبھی اُس گناہ کو نہیں کروں گا، ایک دوسری حدیث میں حضور کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کر اور کسی کو اُس کا شریک نہ بنا اور ایسے اخلاص سے عمل کیا کر جیسا کہ وہ پاک ذات تیرے سامنے ہو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کر اور اللہ کی یاد ہر پتھر اور ہر درخت کے قریب کر (تاکہ بہت گواہ قیامت کے دن ملیں)، اور جب کوئی بُرائی ہو جائے تو اسکے کفارہ میں کوئی نیکی کیا کر، اگر بُرائی مخفی کی ہے تو نیکی بھی مخفی ہو اور بُرائی کو عَلَی الْاِغْلَان کیا ہے تو اسکے کفارہ میں نیکی بھی عَلَی الْاِغْلَان ہو۔

۳۷ حضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاحِدًا أَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفْرًا أَحَدٌ کو دس مرتبہ پڑھے گا چالیس ہزار نیکیاں اسکے لئے لکھی جائیں گی۔

۳۷ عَنْ تَيْمِیْمٍ الدَّائِمِیِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاحِدًا أَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفْرًا أَحَدٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ كُتِبَتْ لَهُ أَرْبَعُونَ أَلْفَ حَسَنَةٍ أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ قُلْتُ أَخْرَجَ

ف:۔ کلمہ طیبہ کی خاص خاص مقدار

پر بھی حدیث کی کتابوں میں بڑی فضیلتیں

ذکر فرمائی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے جب تم فرض نماز پڑھا کرو تو ہر فرض کے بعد دس مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاحِدًا لَا شَرِیْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے جیسے ایک غلام آزاد کیا۔

۳۸ دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاحِدًا لَا شَرِیْكَ لَهُ لَهُ أَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ

۳۸ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاحِدًا لَا شَرِیْكَ لَهُ

لہ جامع صغیر میں ابن ماجہ، حکیم ترمذی، بیہقی، ابن عساکر اور مشیری وغیرہم کے حوالوں سے یہ روایات موجود ہیں۔
۳۷ توبہ کے تین رکن ہیں جنکے بغیر توبہ توبہ نہیں بنتی (۱) اب تک کے ہوئے پر ندامت و شرمندگی (۲) آئندہ کبھی نہ کرنے کا پکا عہد (۳) اور اسوقت بُرے کاموں سے بالکل علیحدگی ۳۷ مخفی: پوشیدہ، چھپکر رکھنا رواہ الطبرانی فی الکبیر و البیہقی فی شعب الایمان عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما فی الجامع الصغیر۔

يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ۔ پڑھے اُسکے لئے بیس
لاکھ نیکیاں لکھی جائیں گی۔

لَمْ أَحَدًا صَهْدًا لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ
يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ۔ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ أَلْفُ
أَلْفِ حَسَنَةٍ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ كَذَا فِي التَّغْيِيبِ
وَفِي مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ فِيهِ فَأَمَّا أَبُو الْوَرَقِ الْمَدَنِيُّ

ف:- کس قدر اللہ جل شانہ کے

یہاں سے انعام و احسان کی بارش ہے
کہ ایک معمولی سی چیز کے پڑھنے پر جس میں نہ مشقت نہ وقت خرچ ہو پھر بھی ہزار ہزار لاکھ
لاکھ نیکیاں عطا ہوتی ہیں لیکن ہم لوگ اس قدر غفلت اور دنیاوی اعراض کے پیچھے پڑے
ہوئے ہیں کہ ان الطاف کی بارشوں سے کچھ بھی وصول نہیں کرتے۔ اللہ جل شانہ کے یہاں
ہر نیکی کیلئے کم از کم دس گنا ثواب تو متعین ہی ہے بشرطیکہ اخلاص سے ہو۔ اُسکے بعد اخلاص
ہی کے اعتبار سے ثواب بڑھتا رہتا ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ اسلام لانے سے پہلے جتنے
گناہ حالت کفر میں کئے ہیں وہ معاف ہو جاتے ہیں اُسکے بعد پھر حساب ہے، ہر نیکی دس
گنے سے لے کر سات سو تک اور جہاں تک اللہ چاہے لکھی جاتی ہیں اور بُرائی ایک ہی
لکھی جاتی ہے۔ اور اگر اللہ جل شانہ اُسکو معاف فرما دیں تو وہ بھی نہیں لکھی جاتی، دوسری
حدیث میں ہے جب بندہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو صرف ارادہ سے ایک نیکی لکھی جاتی ہے
اور جب عمل کرتا ہے تو دس نیکیاں سات سو تک اور اُسکے بعد جہاں تک اللہ تعالیٰ شانہ
چاہیں لکھی جاتی ہیں، اس قسم کی اور بھی احادیث بکثرت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ
اللہ جل شانہ کے یہاں دینے میں کمی نہیں کوئی لینے والا ہو، یہی چیز اللہ والوں کی نگاہ
میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے دنیا کی بُری سے بُری دولت بھی اُن کو نہیں بھٹا سکتی۔
اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنْهُمْ دِيه

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال چھ طریقے کے ہیں اور آدمی چار
طریقے کے، دُعا عمل تو واجب کر نیوالے ہیں اور دُعا برابر برابر اور ایک دس گنا اور ایک
سات سو گنا۔ دُعا عمل جو واجب کر نیوالے ہیں۔ ایک یہ کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ
شرک نہ کرتا ہو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ دُوسرے جو شخص شرک کی حالت میں مرے
ضرور جہنم میں جائے گا، اور جو عمل برابر برابر ہے وہ نیکی کا ارادہ ہے کہ دل اُسکے لئے پختہ
ہو گیا ہو (مگر اس عمل کی نوبت نہ آئی ہو) اور دس گنا اجر ہے اگر عمل بھی کر لے اور اللہ کے

لے یہ حدیث بہت زیادہ کمزور درجہ کی ہے جیسا کہ خود حضرت شیخ مظاہ نے عربی کے کالم میں نقل کیا ہے اسکا ایک ادوی
مترد کے لئے یعنی اے اللہ! مجھے بھی انہیں بنادے۔ لے اللہ! ہم بھی کو اپنی قبول بندوں میں شامل فرما۔ آمین۔

راستہ میں (جہاد وغیرہ میں) خرچ کرنا سات سو درجہ کا اجر رکھتا ہے اور گناہ اگر کرے تو ایک کا بدلہ ایک ہی ہے اور تیار قسم کے آدمی یہ ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں جن پر دنیا میں تنگی ہے آخرت میں وسعت، بعض ایسے ہیں جن پر دونوں جگہ تنگی ہے کہ دنیا میں فقر آخرت میں عذاب ہے، بعض ایسے ہیں کہ دونوں جہان میں وسعت ہے۔ ایک شخص حضرت ابو ہریرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے سنا ہے۔ آپ یہ نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ بعض نیکوں کا بدلہ دس لاکھ گنا عطا فرماتے ہیں، حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا اس میں تعجب کی کیا بات ہے میں نے خدا کی قسم ایسا ہی سنا ہے، دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ بعض نیکوں کا ثواب بیس لاکھ تک ملتا ہے اور جب حق تعالیٰ شانہ یضاعفها ویؤتیت من لدنا اجرًا عظیمًا ارشاد فرمائیں اس کے ثواب کو بڑھاتے ہیں اور اپنے پاس سے بہت سا اجر دیتے ہیں، جس چیز کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم فرمائیں اس کی مقدار کا اندازہ کون کر سکتا ہے، امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ثواب کی اتنی بڑی مقداریں جب ہی ہو سکتی ہیں جب ان الفاظ کے معانی کا تصور اور لحاظ کر کے پڑھے کہ یہ اللہ تعالیٰ شانہ کی اہم صفات ہیں،

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْكُمْ مَنٌ أَحَدٌ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ أَوْ فَيُسْبِغُ الْوُضُوءَ ثُمَّ يَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ السَّمَانِيَّةِ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَابُودَاوُدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ فِي حُسْنِ الْوُضُوءِ زَادَ ابُودَاوُدُ ثُمَّ يَرْفَعُ طَرَفًا إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ يَقُولُ ذِكْرًا

۳۶ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے (یعنی سنتوں اور آداب کی پوری رعایت کرے) پھر یہ دعا پڑھے اَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔ اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس دروازے سے دل چاہے داخل ہو۔

ف:- جنت میں داخل ہونے کیلئے ایک دروازہ بھی کافی ہے پھر آٹھوں کا

۱۔ اس مضمون کی ایک حدیث ابھی اوپر نمبر ۲۵ میں گزری ہے اور حافظ ابن رجب منہجی نے جامع العلوم دار الحکم میں مسند احمد کے حوالہ سے حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک نیکو کا ثواب بیس لاکھ گنا تک بڑھایا جاتا ہے ۲۔ اس کا ایک مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ کئی کئی دروازے ضروری نہیں کہ کسی ایک مکان ہی کے ہوں بلکہ جسطرح دوزخوں اور معزز لوگوں کے لئے بڑے خوبصورت خوبصورت دروازے بنائے جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اہل جنت کے اعزاز و اکرام میں بہت سے دروازے بنائے گا۔ (تلمیح از رمضان کیا ہے؟)

ورواه الترمذی کابی داود وزاد اللہم
اجعلنی من التوابین واجعلنی من
المتطهرین الحدیث وتکلم فیہ کذا
فی الترغیب زاد السیوطی الدارمی
ابی شیبہ والدارمی۔

۳۷ عَنْ أَبِي الدَّامِدَ عَنْ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ
يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِائَةً مَرَّةً إِلَّا
بَعَثَ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَجْهَهُ كَالْقَمَرِ
لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَلَمْ يُرَفَعْ لِأَحَدٍ يَوْمَئِذٍ
عَمَلٌ أَفْضَلُ مِنْ عَمَلِهِ إِلَّا مَنْ قَالَ
مِثْلَ قَوْلِهِ أَوْ زَادَ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَنَبِيهِ
عَبْدُ الرَّهَابِ بْنِ ضَمَّالٍ مَتْرُوكٌ كَذَا
فِي مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ قُلْتُ هُوَ مِنْ رِوَاةِ ابْنِ
مَاجَةَ وَلَا شَكَّ أَنَّهُمْ ضَعُفُوا جِدًّا إِلَّا
أَنَّ مَعْنَاهُ مُؤَيَّدٌ بِرِوَايَاتٍ مِنْهَا مَا تَقَدَّمَ
مِنْ رِوَايَاتِ يَحْيَى بْنِ طَلْحَةَ وَلَا شَكَّ
أَنَّ أَفْضَلَ الذِّكْرِ لَهُ شَاهِدٌ مِنْ جَدِّهِ
أَمَّ هَانِي الْأَتَى۔

۳۸ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ افْتَحُوا عَلَيَّ
صَبِيحًا نَكْمُ أَوَّلَ كَلِمَةٍ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ
لَقَنُوهُمْ عِنْدَ النَّوْتِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَإِنَّهُ
مَنْ كَانَ أَوَّلَ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ
آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثُمَّ عَاشَرَ أَلْفَ

کھل جانایہ غایت اعزاز و اکرام کے طور
پر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ
جو شخص اس حال میں مرے کہ اللہ کیسے
بشرک کرتا ہو اور ناحق کسی کا خون نہ کیا ہو
جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔

۳۹ حضور کا ارشاد ہے جو شخص سو مرتبہ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھا کرے حق تعالیٰ شانہ
قیامت کے دن اسکو ایسا روشن چہرہ والا
اٹھائیں گے جیسے چودھویں رات کا چاند
ہوتا ہے اور جس دن یہ تسبیح پڑھے اُس دن
اُس سے افضل عمل والا وہی شخص ہو سکتا
ہے جو اس سے زیادہ پڑھے۔

ف:- متعدد روایات اور آیات سے
یہ مضمون ثابت ہوتا ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
دل کیلئے بھی نور ہے اور چہرے کیلئے بھی
نور ہے۔ اور یہ تو مشاہدہ بھی ہے کہ جن
اکابر کا اس کلمہ کی کثرت معمول
ہے ان کا چہرہ سرہ دنیا ہی میں
نورانی ہوتا ہے۔

۴۰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
کہ بچہ کو شروع میں جب وہ بولنا سیکھنے لگے
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ یاد کرادو اور جب مرنے کا
وقت آئے جب بھی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تلقین
کرو جس شخص کا اول کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
ہو اور آخری کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہو وہ ہزار

۱۵ اس حدیث کے مضمون کی اگرچہ دوسری روایات سے تائید ہوتی ہے لیکن خود یہ حدیث سمندر ہے جیسا کہ حضرت شیخ
خود حضرت عمرؓ میں نقل کیا ہے۔

برس بھی زندہ رہے تو (انشار اللہ) کسی گناہ کا اُس سے مطالبہ نہیں ہوگا (یا اس وجہ سے کہ گناہ صادر ہوا تو توبہ وغیرہ سے معاف ہو جائے گا یا اس وجہ سے کہ اللہ جل جلالہ اپنے فضل سے معاف فرمادیں گے۔

ف:- تلقین اسکو کہتے ہیں کہ مرتے وقت آدمی کے پاس بیٹھ کر کلمہ پڑھا جائے تاکہ اسکو سن کر وہ بھی پڑھنے لگے، اُس پر اُس وقت جبر یا تقاضا نہیں کرنا چاہیے کہ وہ شدت تکلیف میں ہوتا ہے۔ اخیر وقت میں کلمہ تلقین کرنے کا حکم اور بھی بہت سی احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے، متعدد حدیثوں میں یہ بھی ارشاد نبوی وارد ہوا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نصیب ہو جائے اُس سے گناہ ایسے گرجاتے ہیں جیسے سیلاب کی وجہ سے تعمیر بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت یہ مبارک کلمہ نصیب ہو جاتا ہے تو پھیلی خطائیں معاف ہو جاتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ منافق کو اس کلمہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے اپنے مردوں کو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا توشہ دیا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی بچہ کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

سَنَةِ لَمْ يُسْأَلْ عَنْ ذَنْبٍ وَاحِدٍ مَوْضِعِ ابْنِ مَحْبُوبٍ وَأَبُوهُ مَجْهُولَانِ وَقَدْ ضَعَفَ الْبُخَارِيُّ إِبْرَاهِيمَ بْنَ مَهْجَرٍ حَكَاهُ السَّيُوطِيُّ عَنْ ابْنِ الْجَوْزِيِّ ثُمَّ تَعْقِبُهُ بِقَوْلِهِ الْحَدِيثُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَأَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الشَّعْبِ عَنْ الْحَاكِمِ وَقَالَ مَتْنٌ غَرِيبٌ لَمْ نَكْتَبْ إِلَّا هَذَا الْأَسْنَادَ وَادْرَأَهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ فِي أَمَالِيهِ وَلَمْ يَقْدَحْ فِيهِ بَشَيْئًا إِلَّا أَنْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فِيهِ لَيْنٌ وَقَدْ أَخْرَجَ لَهُ مُسْلِمٌ فِي الْمَتَابَعَاتِ كَذَا فِي اللَّالِي وَذَكَرَهُ السَّيُوطِيُّ فِي شَرْحِ الصَّدُورِ وَلَمْ يَقْدَحْ فِيهِ بَشَيْئًا قُلْتُ وَقَدْ وَرَدَ فِي التَّقْلِينِ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ ذَكَرَهَا الْحَافِظُ فِي التَّخْلِصِ وَقَالَ فِي جُمْلَةٍ مِنْ رَوَاهَا عَنْ عُرْوَةَ بْنِ مَسْعُودٍ الثَّقَفِيِّ رَوَاهُ الْعَقِيلِيُّ بِأَسْنَادٍ ضَعِيفٍ ثُمَّ قَالَ رَوَى فِي الْبَابِ أَحَادِيثُ صَحَّاحٌ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَرَوَاهُ ابْنُ أَبِي الدُّنْيَا فِي كِتَابِ الْمُحْتَضَرِّينَ مِنْ طَرِيقِ عُرْوَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حُذَيْفَةَ يَلْفُظُ لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَإِنَّهَا تَهْدِيكُمْ مَا قَبْلُهَا مِنَ الْخَطَا وَرَوَى فِيهِ أَيْضًا عَنْ عُمَرَ وَعُثْمَانَ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَانْسٍ وَغَيْرِهِمْ وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَأَى

لہ اس حدیث کے قریب قریب مضمون کی متعدد روایات حافظ ابن حجر نے تلخیص جبریں نقل کی ہیں جن اس مضمون کی کس قدر تائید ہوتی ہے لیکن خود یہ روایت کمزور ہے جیسا کہ خود حضرت شیخ مدظلہ نے نقل کیا ہے۔

احمد و مسلم و الاربعة عن ابی سعید
ومسلم و ابن ماجه عن ابی هريرة و
النسائی عن عائشة و رقیة بالصحة و
فی الحصن راذاً انصح الولد فلیعلیه لا
إله إلا الله و فی الحرم رواه ابن السنه
عن عمرو بن العاص اهل قلت و لفظ
فی عمل الیوم و اللیلۃ عن عمرو بن
شعب و جدت فی کتاب جدی الذی
حدثنا عن رسول الله صلی الله علیه وسلم
قال إذا انصح اولادکم فعلیوهم لا إله
إلا الله ثم لا تبأوا ممتی ما توادوا إذا اتفروا
فروءوهم بالصلوۃ و فی الجامع الصغیر
بروایة احمد و ابی داود و الحاکم عن
معاذ بن من کان أشکر کلامه لا إله إلا
الله دخل الجنة و رقیة بالصحة و فی
معجم الزوائد عن علی بن رفاعه من کان أشکر
کلامه لا إله إلا الله لم یدخل النار و
فی غیر روایة مرفوعة من یقین عند
الموت لا إله إلا الله دخل الجنة۔

کہنے لگے اُس سے حساب معاف ہے۔
ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز
کی پابندی کرتا ہے مرنے کے وقت ایک
فرشتہ اُس کے پاس آتا ہے جو شیطان کو
دور کر دیتا ہے اور مرنے والے کو لا إله
إلا الله مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ تلقین کرتا ہے،
ایک بات کثرت سے تجربہ میں آئی
ہے کہ اکثر و بیشتر تلقین کا فائدہ جب
ہی ہوتا ہے کہ زندگی میں بھی اس پاک
کلمہ کی کثرت رکھتا ہو۔ ایک شخص کا قصہ
لکھا ہے کہ وہ بھٹس فروخت کیا کرتا تھا
جب اُس کے مرنے کا وقت آیا تو لوگ اُس کو
کلمہ کی تلقین کرتے تھے اور وہ کہتا تھا
کہ یہ گٹھائے کا ہے اور یہ اتنے کا ہے۔
اسی طرح اور بھی متعدد واقعات نرہستہ
البساطین میں بھی لکھے ہیں اور مشاہدہ میں
بھی آتے ہیں۔ بسا اوقات کسی گناہ کا کرنا
بھی اس کا سبب بن جاتا ہے کہ مرتے
وقت کلمہ طیبہ نصیب نہیں ہوتا۔

لے سابقہ نسخوں میں یہ لفظ اتفرو (ث ف) اور کسی میں اتفرو (ت ف) چھپا ہے۔ جو بظاہر
کتابت کی غلطی نظر آتی ہے۔ صحیح لفظ اتغرو یعنی (ث غ) ہونا چاہیے۔

حافظ ابن السنی کی کتاب "عمل الیوم و اللیلۃ" جہاں سے یہ روایت لی گئی ہے اس میں
دیکھنے کے بعد تصحیح کر دی گئی ہے۔ "اتغرو الصبی" کے معنی ہیں بچہ کا اس عمر کو پہنچ جانا جب اُس کے دودھ
کے دانت ٹوٹنے لگتے ہیں اور دوسرے نئے دانت نکلتے ہیں اس وقت بچوں کو نماز کی تاکید کرنی چاہیے۔ یہ عمر
تقریباً دس ہے جو دوسری حدیث میں آئی ہے کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اُسے نماز کا حکم کر دے بھروسہ جو
چوپایوں کے چارے میں کام آتا ہے تھ گٹھ بگٹھ، بڑی گٹھری۔

افیون کے نقصانات اور مسواک کے فائدے | علمائے کبار نے لکھا ہے کہ فیون کھانے میں شتر نقصان ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ یاد نہیں آتا۔ اسکے بالمقابل مسواک میں شتر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ یاد آتا ہے، ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ مرتے وقت اسکو کلمہ شہادت تلقین کیا گیا وہ کہنے لگا کہ اللہ سے دعا کرو میری زبان سے نکلتا نہیں۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اُس نے کہا میں تو نے میں بے احتیاطی کرتا تھا۔ ایک دوسرے شخص کا قصہ ہے کہ جب اسکو تلقین کی گئی تو کہنے لگا کہ مجھ سے کہا نہیں جاتا، لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اُس نے کہا کہ ایک عورت مجھ سے تولیہ خریدنے آئی تھی مجھے وہ اچھی لگی میں اسکو دیکھتا رہا۔ اور بھی بہت سے واقعات اس نوع کے ہیں جن میں سے بعض تذکرہ قرطبیہ میں بھی لکھے ہیں۔ بندہ کا کام ہے کہ گناہوں سے توبہ کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ شانہ سے توفیق کی دعا کرتا رہے۔

۳۵ عَنْ اُمِّ هَانِئٍ رَضِيَ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا يَسْبِقُهَا عَمَلٌ وَلَا تَتْرُكُ ذَنْبًا. رواه ابن ماجه كذا في منتخب كنز العمال قلت واخرج المحاكم في حديث طويل وصحح ولفظ قول لا إله إلا الله لا يترك ذنباً ولا يشبهها عمل اه و تعقب عليه الذاهبي بان ذكره بضعيف وسقط بين محمد وام هاني وذكره في الجامع برداية ابن ماجه و رقه له بالضعف۔

۳۶ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سے نہ تو کوئی عمل بڑھ سکتا ہے اور نہ یہ کلمہ کسی گناہ کو چھوڑ سکتا ہے، ف:- کسی عمل کا اس سے نہ بڑھ سکتا تو ظاہر ہے کہ کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہے جو بغیر کلمہ طیبہ پڑھے کار آمد ہو سکتا ہو۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، غرض ہر عمل ایمان کا محتاج ہے۔ اگر ایمان ہے تو وہ اعمال بھی مقبول ہو سکتے ہیں ورنہ نہیں اور کلمہ طیبہ جو خود ایمان لانا ہی ہے وہ کسی عمل کا بھی محتاج نہیں۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص فقط ایمان رکھتا ہو اور ایمان کے علاوہ کوئی عمل صالح نہ ہو تو بھی وہ کسی نہ کسی وقت انشاء اللہ جنت میں ضرور جائے گا۔ اور جو شخص ایمان نہ رکھتا ہو خواہ

۳۷ اسکے معنی میں شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن فرج الانصاری الاندلسی الترمذی رحمہ اللہ یہ ایک منہج کتب ہے جس میں حشر و نشر جنت و دوزخ وغیرہ کے واقعات جمع کئے گئے ہیں۔ اسکا اصل نام ہے "التذکرۃ باحوال الموتی و اہل الاخرۃ" ۳۸ گویا کمرے مراد یہاں ایمان ہے،

وہ کہتے ہی پسندیدہ اعمال کرے نجات کیلئے کافی نہیں۔ دوسرا جزو کسی گناہ کو نہ چھوڑنا ہے۔ اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ جو شخص آخری وقت میں مسلمان ہو اور کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد فوراً ہی مر جائے تو ظاہر ہے کہ اس ایمان لانے سے کفر کی حالت میں جتنے گناہ کئے تھے وہ سب بالاجماع جاتے رہے۔ اور اگر پہلے سے پڑھنا مراد ہو تو حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ دلوں کی صفائی اور صیقل ہونے کا ذریعہ ہے۔ جب اس پاک کلمہ کی کثرت ہوگی تو دل کی صفائی کی وجہ سے توبہ کئے بغیر چین ہی نہ پڑے گا، اور آخر کار گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جائے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے جس شخص کو سونے کے وقت اور جاگنے کے وقت لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اہتمام ہو اسکو دنیا بھی آخرت پر مُسْتَعِدُّ کرے گی اور مصیبت سے اسکی حفاظت کرے گی۔

۴۰ حضور کا ارشاد ہے کہ ایمان کی شتر سے زیادہ شاخیں ہیں بعض روایات میں شتر آئی ہیں ان میں سب سے زیادہ افضل لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا پڑھنا ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز (اینٹ کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا ہے اور حیا بھی (ایک خصوصی شعبہ ہے ایمان کا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيمَانِ رواه الستة وغيرهم بالفاظ مختلفة واختلاف يسير في العدد وغيره وهذا آخر ما اسادت إيراد في هذا الفصل رعاية لعدد الاسابغين والله الموفق لما يحب ويرضى۔

ف: حیا کو خصوصی اہتمام کی وجہ سے ذکر فرمایا کہ یہ بہت سے گناہوں (زنا، چوری، فحش گوئی، زنگا ہونا، گالی گلوچ وغیرہ

سے بچنے کا سبب ہے۔ اسی طرح رسوائی کے خیال سے بہت سے نیک کام کرنا ضروری ہو جاتے ہیں۔ بلکہ دنیا اور آخرت کی شرم سارے ہی نیک کاموں پر ابھارتی ہے۔ نماز، زکوٰۃ حج وغیرہ تو ظاہر ہیں۔ اسی طرح سے اور بھی تمام احکام بجالانے کا سبب ہے۔ اسی وجہ سے مثل مشہور ہے ”توبجیا باش و ہر چہ خواہی کن“ تو بغیرت ہو جا پھر جو چاہے کر۔ اس معنی میں صحیح حدیث بھی وارد ہے اِذَا لَمْ تَسْجُدْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ جب تو حیا دار نہ رہے تو پھر جو چاہے

یعنی اس حدیث کا دوسرا جملہ لے شیخ ظہیر فرماتے ہیں کہ چالیس کے عدد کو ملحوظ رکھتے ہوئے سلسلہ احادیث کو ہمیں پر ختم کرتا ہوں لے یعنی آدمی اپنے طور پر ضروری سمجھنے لگتا ہے۔

کر، کہ ساری فکر غیرت اور شرم ہی کی ہے۔ اگر حیا ہے تو یہ خیال بھی ضروری ہے کہ نماز نہ پڑھوں گا تو آخرت میں کیا منہ دکھلاؤں گا اور شرم نہیں ہے تو پھر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کوئی کہہ کر کیا کرے گا۔

تنبیہ:- اس حدیث شریف میں ایمان کی شتر سے زیادہ شاخیں ارشاد فرمائی ہیں اس بارے میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور متعدد روایات میں شتر کا عدد آیا ہے۔ اسی لئے ترجمہ میں اس طرف اشارہ بھی کر دیا تھا۔ ان شتر کی تفصیل میں علماء نے بہت سی مستقل تصانیف فرمائی ہیں۔ امام ابو حاتم بن حبان فرماتے ہیں کہ میں اس حدیث کا مطلب ایک مدت تک سوچتا رہا۔ جب عبادتوں کو گنتا تو وہ شتر سے بہت زیادہ ہو جاتیں امارت کو تلاش کرتا اور حدیث شریف میں جن چیزوں کو خاص طور سے ایمان کی شاخوں کے ذیل میں ذکر کیا ہے ان کو شمار کرتا تو وہ اس عدد سے کم ہو جاتیں۔ میں قرآن پاک کی طرف متوجہ ہوا اور قرآن شریف میں جن چیزوں کو ایمان کے ذیل میں ذکر کیا ان کو شمار کیا تو وہ بھی اس عدد سے کم تھیں تو میں نے قرآن شریف اور حدیث شریف دونوں کو جمع کیا اور دونوں میں جن چیزوں کو ایمان کا جزو قرار دیا ان کو شمار کر کے جو چیزیں دونوں میں مشترک تھیں ان کو ایک ایک عدد شمار کر کے میزان دیکھی تو دونوں کا مجموعہ مکررات کو نکال کر اس عدد کے موافق ہو گیا تو میں سمجھا کہ حدیث شریف کا مفہوم یہی ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے ان شاخوں کی تفصیل بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے اور اجتہاد سے ان تفصیلات کے مراد ہونے کا حکم لگایا ہے۔ حالانکہ اس مقدار کی خصوصی تفصیل نہ معلوم ہونے سے ایمان میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا جبکہ ایمان کے اصول و فروع سارے بالتفصیل معلوم و محقق ہیں۔ خطابی فرماتے ہیں کہ اس تعداد کی تفصیل اللہ کے اور اس کے رسول کے علم میں ہے اور شریعت مطہرہ میں موجود ہے تو اس تعداد کے ساتھ تفصیل کا معلوم نہ ہونا کچھ مضر نہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شاخوں میں سب سے اعلیٰ توحید یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ کو قرار دیا ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ ایمان میں سب سے اوپر اس کا درجہ ہے۔ اس سے اوپر کوئی چیز ایمان کی شاخ نہیں ہے۔ جس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ اصل توحید ہے، جو ہر مکلف پر ضروری ہے۔ اور سب کے نیچے دفع کرنا ہے اس چیز کا جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچانے کا احتمال رکھتی ہو۔ باقی سب شاخیں ان کے درمیان

لے نووی۔ توحید۔ ان کے فقر حالات اور آپ کے ہیں تہ معنی راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کا ہٹانا۔

ہیں جن کی تفصیل معلوم ہونا ضروری نہیں اجمالاً ان پر ایمان لانا کافی ہے جیسا کہ سب فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن ان کی تفصیل اور ان کے نام ہم نہیں جانتے۔ لیکن ایک جماعت محدثین نے ان سب شاخوں کی تفصیل میں مختلف تصانیف فرمائی ہیں۔ چنانچہ ابو عبد اللہ حلیمی نے ایک کتاب اسی مضمون میں تصنیف فرمائی ہے جس کا نام **فَوَائِدُ الْإِيمَانِ** رکھا ہے اور امام بیہقی نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام ہی **شُعَبُ الْإِيمَانِ** رکھا ہے۔ اسی طرح شیخ عبد الجلیل نے بھی ایک کتاب لکھی ہے اُس کا نام بھی **شُعَبُ الْإِيمَانِ** رکھا ہے اور اسحاق بن قریطی نے کتاب **النَّصَائِحِ** اسی مضمون میں تصنیف فرمائی ہے اور امام ابو حاتم نے اپنی کتاب کا نام **وَصْفُ الْإِيمَانِ وَشُعَبُهُ** رکھا ہے۔ شرح بخاری نے اس باب میں مختلف تصانیف سے تلخیص کرتے ہوئے ان کو مختصر طور پر جمع فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دراصل ایمان کامل تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے، اول تصدیق یعنی دل سے جملہ امور کا یقین کرنا، دوسرے زبان کا اقرار و عمل، تیسرے بدن کے اعمال یعنی ایمان کی جملہ شاخیں تین حصوں پر منقسم ہیں اول وہ جن کا تعلق نیت و اعتقاد اور عمل قلبی ہے۔ دوسرے وہ جن کا تعلق زبان سے ہے تیسرے وہ جن کا تعلق باقی حصہ بدن ہے، ایمان کی جملہ چیزیں ان تین میں داخل ہیں انہیں سے پہلی قسم جو تمام عقائد کو شامل ہے اس کا خلاصہ تین چیزیں ہیں

- (۱) اللہ پر ایمان لانا جس میں اُسکی ذات اُسکی صفات پر ایمان لانا داخل ہے اور اس کا یقین بھی کہ وہ پاک ذات ایک ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اُس کا کوئی مثل ہے (۲) اللہ کے ماسوا سب چیزیں بعد کی پیداوار ہیں۔ ہمیشہ سے وہی ایک ذات ہے (۳) فرشتوں پر ایمان لانا (۴) اللہ کی اتاری ہوئی کتابوں پر ایمان لانا (۵) اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا (۶) تقدیر پر ایمان لانا کہ بھلی ہو یا بُری سب اللہ کی طرف سے ہے (۷) قیامت کے حق ہونے پر ایمان لانا جس میں قبر کا سوال و جواب، قبر کا عذاب مرنے

لہ ابو عبد اللہ حسین بن حسن الحلیمی الجرجانی المتوفی ۵۳۵ھ صاحب کشف الظنون نے ایک جگہ ۵۴۹ھ اس کتاب کا نام منہاج الدین اور دوسری جگہ شعب الایمان کے تحت ۵۴۹ھ پر مرن منہاج لکھا ہے کہ اسی موضوع پر قلم اٹھانے والوں میں ایک بزرگ محدث محمد الانصاری المالکی المتوفی ۵۴۵ھ ہیں جنہوں نے جامع المصنف نامی ایک کتاب لکھی ہے اور شعب الایمان ہی کے نام سے شیخ سراج الدین عمر بن امان البلقینی المتوفی ۵۸۵ھ نے بھی ایک کتاب لکھی ہے۔ اور ایک کتاب تحریر البیان فی تقریر شعب الایمان کے نام سے شیخ محی الدین محمد بن علی بن عربی المتوفی ۶۳۸ھ نے بھی لکھی ہے لہ ابو ابراہیم اسحق بن ابراہیم النجیبی القرطبی المالکی۔

کے بعد دوبارہ زندہ ہونا حساب ہونا اعمال کا تِلْنا اور پُلْصراط پر گزرناسب ہی داخل ہے۔
 (۸) جنت کا یقین ہونا اور یہ کہ مومن انشاء اللہ ہمیشہ اُس میں رہیں گے (۹) جہنم کا یقین
 ہونا اور یہ کہ اسمیں سخت سے سخت عذاب ہیں اور وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ رہے گی (۱۰) اللہ
 تعالیٰ شانہ سے محبت رکھنا (۱۱) اللہ کے واسطے دوسروں سے محبت رکھنا اور اللہ ہی کے
 واسطے بغض رکھنا (یعنی اللہ والوں سے محبت رکھنا اور اسکی نافرمانی کرنے والوں سے بغض رکھنا)
 اور اسی میں داخل ہے صحابہ کرامؓ بالخصوص مہا بن اور انصار کی محبت اور آل رسولؐ
 کی محبت (۱۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا جس میں آپؐ کی تعظیم بھی
 آگئی اور حضور پر درود شریف پڑھنا بھی اور آپؐ کی سنتوں کا اتباع کرنا بھی داخل ہے۔
 (۱۳) اخلاص جس میں ریا نہ کرنا اور نفاق سے بچنا بھی داخل ہے (۱۴) توبہ یعنی دل سے
 گناہوں پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کا عہد (۱۵) اللہ کا خوف (۱۶) اللہ کی رحمت کا
 امیدوار ہونا (۱۷) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا (۱۸) شکر گزاری (۱۹) وفا (۲۰) صبر
 (۲۱) تواضع جس میں بڑوں کی تعظیم بھی داخل ہے (۲۲) شفقت و رحمت جس میں بچوں پر
 شفقت کرنا بھی داخل ہے (۲۳) مقدر پر راضی رہنا (۲۴) توکل (۲۵) خود بینی اور خود
 ستائی کا چھوڑنا جس میں اصلاح نفس بھی داخل ہے (۲۶) کینہ اور خلش نہ رکھنا جس میں
 حسد بھی داخل ہے (۲۷) عینیت میں یہ نمبر رہ گیا ہے میرے خیال میں اس جگہ حیا کرنا ہے
 جو کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے (۲۸) غصہ نہ کرنا (۲۹) فریب نہ دینا جس میں بدگمانی نہ کرنا
 اور کسی کے ساتھ نہ کرنا بھی داخل ہے (۳۰) دنیا کی محبت دل سے نکال دینا جس میں
 مال کی اور جاہ کی محبت بھی داخل ہے۔ علامہ عینی میں فرماتے ہیں کہ امور بالا میں دل کے
 تمام اعمال داخل ہیں، اگر کوئی چیز بظاہر خارج معلوم ہو تو وہ غور سے ان نمبروں میں
 سے کسی نہ کسی نمبر میں داخل ہوگی۔

دوسری قسم :- زبان کا عمل تھا اسکے سات شعبے ہیں :- (۱) کلمہ طیبہ کا پڑھنا
 قرآن پاک کی تلاوت کرنا (۲) علم سیکھنا (۳) علم دوسروں کو سکھانا (۴) دعا کرنا (۵) اللہ کا
 ذکر جس میں استغفار بھی داخل ہے (۶) لغو باتوں سے بچنا۔

تیسری قسم :- باقی بدن کے اعمال ہیں۔ یہ کل چالیس ہیں جو تین حصوں پر
 منقسم ہیں۔ پہلا حصہ :- اپنی ذاتوں سے تعلق رکھتا ہے یہ سولہ شاخیں ہیں :- (۱) اپنی

۱۔ عینی شرح بخاری۔

حاصل کرنا جس میں بدن کی پاکی پکڑے کی پاکی مکان کی پاکی سب ہی داخل ہے اور بدن کی پاکی میں وضو بھی داخل ہے اور حیض و نفاس اور جنابت کا غسل بھی (۲) نماز کی پابندی کرنا اس کو قائم کرنا جس میں فرض نفل ادا قضا سب داخل ہے (۳) صدقہ جس میں زکوٰۃ صدقہ فطر وغیرہ بھی داخل ہے اور بخشش کرنا لوگوں کو کھانا کھلانا مہمان کا اکرام کرنا اور غلاموں کا آزاد کرنا بھی داخل ہے (۴) روزہ فرض ہو یا نفل (۵) حج کرنا فرض ہو یا نفل اور اسی میں عمرہ بھی داخل ہے اور طواف بھی (۶) اعتکاف کرنا جس میں لیلۃ القدر کو تلاش کرنا بھی داخل ہے (۷) دین کی حفاظت کیلئے گھر چھوڑنا جس میں ہجرت بھی داخل ہے (۸) ترکِ کاپور کرنا (۹) قسموں کی نگہداشت کرنا (۱۰) کفاروں کا ادا کرنا (۱۱) ستر کا نماز میں اور نماز کے علاوہ ڈھانکنا (۱۲) قربانی کرنا اور قربانی کے جانوروں کی خبر گیری اور ان کا اہتمام کرنا (۱۳) جنازہ کا اہتمام کرنا اسکے جملہ امور کا انتظام کرنا (۱۴) قرض کا ادا کرنا (۱۵) معاملات کا درست کرنا سود سے بچنا (۱۶) سچی بات کی گواہی دینا حق کو نہ چھپانا۔ دوسرا حصہ :- کسی دوسرے کے ساتھ برتاؤ کا ہے اُسکی چھٹ شافیں ہیں :- نکاح کے ذریعے حرام کاری سے بچنا (۱) اہل و عیال کے حقوق کی رعایت کرنا اور ان کا ادا کرنا۔ اس میں نوکروں اور غلاموں کے حقوق بھی داخل ہیں (۲) والدین کے ساتھ سلوک کرنا نرمی برتنا فرمانبرداری کرنا (۳) اولاد کی اچھی تربیت کرنا (۴) صلہ رحمی کرنا (۵) بڑوں کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنا۔ تیسرا حصہ :- حقوقِ عامہ کا ہے جو اٹھارہ شعبوں پر منقسم ہے (۱) عدل کیساتھ حکومت کرنا (۲) حقانی جماعت کا ساتھ دینا (۳) حکام کی اطاعت کرنا بشرطیکہ خلافِ شرع حکم نہ ہو (۴) آپس کے معاملات کی اصلاح کرنا جس میں مفصلوں کو سزا دینا باغیوں سے جہاد کرنا بھی داخل ہے (۵) نیک کاموں میں دوسروں کی مدد کرنا (۶) نیک کاموں کا حکم کرنا اور بُری باتوں سے روکنا جس میں تبلیغ و وعظ بھی داخل ہے (۷) حدود کا قائم کرنا (۸) جہاد کرنا جس میں مورچوں کی حفاظت بھی داخل ہے (۹) انت کا ادا کرنا جس میں خُس جو غنیمت کے مالوں میں ہوتا ہے وہ بھی داخل ہے (۱۰) قرض ادا کرنا اور ادا کرنا (۱۱) پڑوسیوں کا حق ادا کرنا۔ اُن کا اکرام کرنا (۱۲) معاملہ اچھا کرنا جس میں جائز طریقہ سے مال کا جمع کرنا بھی داخل ہے (۱۳) مال کا اپنے محل (موقع)

لے نماز کا قائم کرنا اسکے آداب و شرائط کی رعایت کرتے ہوئے ادا کرنے کا نام ہے جیسا کہ فضائلِ نماز کے تیسرے باب میں مذکور ہے (۱) لے جرم پر عائد ہونے والی تعزیرات شرعیہ۔

پر خرچ کرنا اسراف اور بخل سے بچنا بھی اس میں داخل ہے (۱۴) سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا (۱۵) چھینکنے والے کو زیرِ حمک اللہ کہنا (۱۶) دنیا کو اپنے نقصان سے اپنی تکلیف سے بچانا (۱۷) لہو و لعب بچنا (۱۸) راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا۔ یہ ستر شاخیں ہوں۔ ان میں بعض کو ایک دوسرے میں منضم بھی کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ اچھے معاملہ میں مال کا جمع کرنا اور خرچ کرنا دونوں داخل ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح سے غور سے اور بھی اعداد کو کم کیا جاسکتا ہے اور اس لحاظ سے ستر والی روایت یا ستر شٹھ والی روایت کے تحت میں بھی تفصیل آسکتی ہے۔ اس تفصیل میں بندہ نے علامہ عینیؒ کے کلام کو جو بخاری شریف کی شرح میں ہے اصل قرار دیا ہے کہ انہوں نے نمبر وار ان چیزوں کو ذکر فرمایا ہے اور حافظ ابن حجرؒ کی فتح الباری اور علامہ قاریؒ کی مرقات سے توضیح و اضافہ کیا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایمان کے سارے شعبے مجملات یہ ہیں جو مذکور ہوئے آدمی کو چاہیے کہ ان میں غور و فکر کرے جو اوصاف اُس میں ان میں سے پائے جاتے ہوں اُن پر اللہ جل شانہ کا شکر ادا کرے کہ اسکی توفیق و لطف سے ہر بھلائی حاصل ہو سکتی ہے اور جن اوصاف میں کمی ہو اُن کے حاصل کرنے کی سعی کرے اور اللہ تعالیٰ سے اُن کے حصول کی توفیق مانگتا رہے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ۔

تیسرا باب ۛ کلمہ ستوم کے فضائل میں

یعنی سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اور بعض روایات میں ان کلمات کے ساتھ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ بھی وارد ہوا ہے۔ احادیث میں ان کلمات کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے۔ یہ کلمات تسبیحاتِ فاطمہ کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ اسلئے کہ یہ کلمات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب سے زیادہ لاڈل صابجہ زادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی تعلیم فرمائے ہیں جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ اس باب میں چونکہ کلام پاک کی آیات اور احادیث بکثرت وارد ہوئی ہیں اسلئے دو فصلوں پر اسکو منقسم کر دیا پہلی فصل آیاتِ قرآنیہ میں دوسری احادیثِ نبویہ میں۔

اسراف اسراف و ففول خرچی۔ بخل بکجوسی، یعنی خرچ کرنے کی جگہوں پر خرچ نہ کرنا۔
منضم بہ شامل۔



فصل اول



ان آیات کے بیان میں جن میں سُبْحَانَ اللَّهِ وَنُحَمِّدُ اللَّهَ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ کا مضمون ذکر فرمایا گیا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو چیز جتنی مہتمم بالشان ہوتی ہے اتنے ہی اہتمام سے ذکر کی جاتی ہے اور مختلف طریقہ سے ذہن نشین کی جاتی ہے، چنانچہ ان کلمات کا مفہوم بھی قرآن پاک میں مختلف طریقوں سے ذکر فرمایا گیا ہے، ان میں سب پہلا کلمہ سُبْحَانَ اللَّهِ ہے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ کے معنی ہیں اللہ جل شانہ، ہر عیب اور بُرائی سے پاک ہے۔ میں اس کی پاکی کا پورا پورا اقرار کرتا ہوں اس مضمون کو حکم سے بھی ذکر فرمایا ہے کہ اللہ کی پاکی بیان کر و خبر سے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ فرشتے اور دوسری مخلوقات اللہ کی پاکی کا اقرار و بیان کرتی رہتی ہیں وغیرہ وغیرہ، اسی طرح دوسرے الفاظ کا بھی یہی حال ہے کہ مختلف عنوانات سے کلام اللہ شریف میں ان مضامین کا ذکر فرمایا ہے۔

۱ ﴿وَبُحْنَ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ﴾ (سورہ بقرہ، رکوع ۴)
 ۱ (فرشتوں کا مقولہ انسان کی پیدائش کے وقت) اور ہم بحمد اللہ آپ کی تسبیح کرتے

رہتے ہیں اور آپ کی پاکی کا دل سے اقرار کرتے ہیں۔

۲ ﴿قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ﴾ (سورہ بقرہ، رکوع ۴)
 ۲ (ملائکہ کا جب بمقابلہ انسان امتحان ہوا تو) کہا آپ تو ہر عیب سے پاک ہیں ہم کو تو اس کے سوا کچھ بھی علم نہیں جتنا آپ نے بتا دیا

ہے۔ بیشک آپ بڑے علم والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں۔

۳ ﴿وَإِذْ كُنَّا نَبْنِيكَ كَثِيرًا وَأَوَسَّيْنَاكَ بِإِسْمِ اللَّهِ الْكَبِيرِ﴾ (سورہ آل عمران، رکوع ۴)
 ۳ اور اپنے رب کو بکثرت یاد کیجیو اور اُسکی تسبیح کیجیو دن ڈھلے بھی اور صبح کے وقت بھی۔

۴ ﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا وَجَعَلْتَ قَلْبَنَا ظَالِمًا لِمَا خَلَقْتَ﴾ (سورہ آل عمران، رکوع ۲۰)
 ۴ (سمجھ دار لوگ جو اللہ کے ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں اور قدرت کے کارناموں میں غور و فکر کرتے رہتے ہیں) یہ کہتے ہیں اے

ہمارے رب آپ نے یہ سب بے فائدہ پیدا نہیں کیا ہے (بلکہ بڑی حکمتیں اس میں ہیں) آپ کی ذات

ہر عیب سے پاک ہے۔ ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں۔ آپ ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا دیجئے۔

۵ سُبْحَانَكَ أَنْ يَكُونَ لَكَ وَلَدٌ۔

۵ وہ ذات اس سے پاک ہے کہ اُس کے اولاد ہو۔

(سورہ نسا، رکوع ۲۳)

۶ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ

۶ قیامت میں جب حضرت عیسیٰ علی نبینا

أَقُولُ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّ ط (سورہ مائدہ، رکوع ۱۱)

وَعَلَيْهِ السَّلَام سے سوال ہوگا کہ اپنی اُمت کو

مثلیت کی تعلیم کیا تم نے دی تھی تو، وہ کہیں گے (توبہ توبہ) میں تو آپ کو شرک سے اور ہر عیب سے پاک سمجھتا ہوں میں ایسی بات کیسے کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہ تھا۔

۷ سُبْحَانَكَ وَتَعَالَى عَمَّا يُصِفُونَ۔

۷ اللہ جل جلالہ (ان سب باتوں سے)

(سورہ انعام، رکوع ۱۲)

پاک ہے جن کو (یہ کافر لوگ) اللہ کی شان

میں کہتے ہیں کہ اُس کے اولاد ہے یا شریک ہے وغیرہ وغیرہ۔

۸ فَلَمَّا آفَقَ قَالَ سُبْحَانَكَ بُدِّ

۸ (جب طور پر تعالیٰ شانہ کی ایک تجلی

إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ۔ (سورہ اعراف، ۱۸)

سے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام بہوش

ہو کر گر گئے تھے) پھر جب آفاقہ ہوا تو عرض کیا کہ بیشک آپ کی ذات (ان آسمانوں کے دیکھنے سے

اور ہر عیب سے پاک ہے میں (دیدار کی درخواست سے) توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلے

ایمان لانے والا ہوں۔

۹ إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا

۹ بیشک جو اللہ کے مقرب ہیں (یعنی

يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَبْخِثُونَ

فرشتے) وہ اُسکی عبادت سے تکبر نہایت کرتے

رَبَّهُمْ يَسْجُدُونَ۔ (سورہ اعراف، رکوع ۲۳)

اور اُسکی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اسکو

سجدہ کرتے رہتے ہیں۔ ف :- صوفیانے لکھا ہے کہ آیت میں تکبر کی نفی کو مقدم کرنے

میں اس طرف اشارہ ہے کہ تکبر کا ازالہ عبادات پر اہتمام کا ذریعہ ہے اور تکبر سے عبادات

میں کوتاہی واقع ہوتی ہے۔

۱۰ سُبْحَانَ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ (سورہ توبہ)

۱۰ اُس کی ذات پاک ہے ان چیزوں

سے جن کو وہ (کافر اُس کا) شریک بناتے ہیں۔

۱۱ دَعُوا لَهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ

۱۱ (اُن جنتیوں کے) منہ سے یہ بات

لہ عیسائیوں کا تین خدا ماننے کا عقیدہ۔

وَتَجِئْتُهُمْ فِيهَا سَلْمًا وَعَاثِرُهُمْ اِنْ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ (سورہ یونس، رکوع ۱)
نکلے گی سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ اور آپس کا اُن کا
سلام ہوگا اَلَسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اور جب دُنیٰ کی
دُشمنوں کو یاد کریں گے اور خیال کریں گے کہ اب ہمیشہ بچیلے اُن سے خلاصی ہوگئی تو، آخر میں
کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

۱۲ سُبْحَانَكَ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرَکُّونَ۔

(سورہ یونس، رکوع ۲)

۱۳ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَكَ
هُوَ الْغَنِيُّ۔ (سورہ یونس، رکوع ۴)

۱۴ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَفَا اَنَا مِنَ
الْمُشْرِکِیْنَ۔ (سورہ یوسف، رکوع ۱۲)

۱۵ وَیُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلٰئِکَةُ
مِنْ خِیْفَتِهِ۔ (سورہ رعد، رکوع ۲)

۱۶ رُسُومِ (تسبیح، تحمید کرتے ہیں) ف:- علمائے لکھا ہے کہ جو شخص بجلی کے کڑکنے کے وقت
سُبْحَانَ الَّذِیْ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلٰئِکَةُ مِنْ خِیْفَتِهِ پڑھے گا اسکو بجلی کے
نقصان سے حفاظت حاصل ہوگی۔ ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ جب بجلی کی کڑک سُنا
کر تو اللہ کا ذکر کیا کرو۔ بجلی ذکر کرنے والے تک نہیں جاسکتی۔ دوسری حدیث میں وارد
ہے کہ بجلی کی کڑک کے وقت تسبیح کیا کرو تبکیر نہ کہا کرو۔

۱۷ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّکَ یَضِیْقُ صَدْرُکَ
بِمَا یَقُولُوْنَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ
مِّنَ السَّاجِدِیْنَ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی
یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ۔ (سورہ حجر، رکوع ۶)

۱۸ سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) میں شامل رہیں اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں، یہاں
تک کہ آپکی وفات کا وقت آوے۔

۱۹ سُبْحَانَكَ وَتَعَالٰی عَمَّا
یُشْرَکُّونَ۔ (سورہ نحل، رکوع ۱)

۲۰ وہ ذات لوگوں کے شرک سے پاک
اور بالاً تر ہے۔

۲۱ یعنی اللہ اکبر نہ کہا کرو۔

اور وہ اللہ کیلئے بیٹیاں تجویز کرتے

ہیں۔ وہ ذات اس سے پاک ہے اور (تماشا یہ ہے کہ) اپنے لئے ایسی چیز تجویز کرتے ہیں جس کو خود پسند کرتے ہیں۔

۱۴ (ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جو

اپنے بندے محمدؐ کو رات کی وقت مسجد حرام (یعنی مسجد کعبہ) سے مسجد اقصیٰ تک گئی (معراج کا قصہ)

۱۵ تا ۱۶ یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ

شانہ اس سے پاک اور بہت زیادہ بلند مرتبہ

ہیں تمام ساتوں آسمان اور زمین اور جتنے

(آدمی فرشتے اور جن) ان کے درمیان میں

ہیں سب کے سب اس کی تسبیح کرتے ہیں

زاد رہی نہیں بلکہ کوئی چیز بھی (جاندار ہو

یا بے جان) ایسی نہیں جو اس کی تعریف

کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ انکی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔

۱۷ (آپ ان لغو مطالبوں کے جواب میں جو

وہ کرتے ہیں) کہہ دیجئے کہ سبحان اللہ میں تو

ایک آدمی ہوں رسول ہوں (خدا نہیں ہوں کہ جو چاہے کروں)

۱۸ (ان علماء پر جب قرآن شریف پڑھا جاتا

ہے تو وہ مٹھوریوں کے بل سجدہ میں گر جاتے

ہیں) اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے۔ بیشک اس کا وعدہ ضرور پورا ہونے والا ہے۔

۱۹ پس (حضرت زکریا علی نبینا وعلیہ

الصلوة والسلام) حجرہ میں سے باہر

تشریف لائے اور اپنی قوم کو اشارہ فرمایا

کہ تم لوگ صبح اور شام خدا کی تسبیح کیا کرو۔

۲۰ (اللہ جل شانہ کی یہ شان دہی) نہیں کہ

لے بیٹیں جو انھیں خود ناپسند ہے خدا کیلئے تو وہ قرار دیتے ہیں اور اپنے لئے لڑکے پسند کرتے ہیں۔

۱۸ وَ يَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ

وَأَنَّهُمْ مَّا يَشْتَهُونَ۔ (سورہ نحل، رکوع ۷)

یہ ہے کہ) اپنے لئے ایسی چیز تجویز کرتے ہیں جس کو خود پسند کرتے ہیں۔

۱۹ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ

لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ

الْأَقْصَى (سورہ بنی اسرائیل، رکوع ۱)

۲۰ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يَقُولُونَ

عُلُوًّا كَبِيرًا۔ (سورہ بنی اسرائیل، رکوع ۵)

۲۱ تَسْبِيحُ لَدُنِ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَ

الْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ۔ (سورہ بنی اسرائیل،

۲۲ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ

وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ۔

(سورہ بنی اسرائیل، رکوع ۵)

۲۳ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا

بَشَرًا مِّثْلُ سُوْرَةٍ۔ (سورہ بنی اسرائیل، رکوع ۱۰)

ایک آدمی ہوں رسول ہوں (خدا نہیں ہوں کہ جو چاہے کروں)

۲۴ وَيَقُولُونَ سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنْ كَانَ

وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا۔ (سورہ بنی اسرائیل، رکوع ۱۱)

ہیں) اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے۔ بیشک اس کا وعدہ ضرور پورا ہونے والا ہے۔

۲۵ فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ

فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ أَن سَبِّحُوا بِكُرَّةٍ وَّعَشِيًّا۔

(سورہ مریم، رکوع ۱)

کہ تم لوگ صبح اور شام خدا کی تسبیح کیا کرو۔

۲۶ مَا كَانَ لِلَّهِ أَنْ يَتَّخِذَ مِنْ

لَهُ بِيِّنٌ جِوَانِخٍ خُودِ نَآپَسَنَدِ هَے خُودِ كَیْلَے تُوْدَہ قَرَار دِیْتِے ہِیْن اور اِپْنِے لَے لُڑكے پَسَنَد كَرْتِے ہِیْن۔

وَلَدِ سُبْحَنًا - (سورہ مریم، رکوع ۲)

۲۷ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ
الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ
الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَى -

(سورہ طہ، رکوع ۸)

وہ اولاد اختیار کرے وہ ان سب قسموں پر پاک ہے

۲۸ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں

کی نامناسب باتوں پر مبرا کیجئے، اور اپنے
رب کی حمد (وشنار) کے ساتھ تسبیح کرتے
رہا کیجئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور غروب سے

پہلے اور رات کے اوقات میں تسبیح کیا کیجئے اور دن کے اول و آخر میں تاکہ آپ (اُس ثواب
اور بے انتہا بدلے پر جو اُن کے مقابلہ میں ملنے والا ہے) بے حد خوش ہو جائیں۔

۲۹ يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا

يَفْترِدُونَ - (سورہ انبیاء، رکوع ۲)

۳۰ اللہ کے مقبول بندے اس کی عبادت

سے تھکتے نہیں، شب و روز اللہ کی تسبیح

کرتے رہتے ہیں کسی وقت بھی موقوف نہیں کرتے۔

۳۱ فَسُبِّحْنَ اللّٰهَ رَبَّ الْعَرْشِ عَمَّا

يَصِفُونَ - (سورہ انبیاء، رکوع ۲)

۳۲ اللہ تعالیٰ جو کہ مالک ہے عرش کا

ان سب امور سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان

کرتے ہیں (کہ نعوذ باللہ اس کے شریک ہیں یا اسکے اولاد ہے)

۳۳ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا

سُبْحَنَهُ - (سورہ انبیاء، رکوع ۲)

۳۴ یہ (کافر لوگ یہ کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ)

رحمن نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو)

اولاد بنا یا ہے اُس کی ذات اس سے پاک ہے۔

۳۵ وَمَخْرَجَنَا مَعَهُ دَاوُدَ الْجَبَّالَ

يُسَبِّحُنَ وَالطَّيْرَ - (سورہ انبیاء، رکوع ۴)

۳۶ ہم نے پہاڑوں کو دَاوُد علی نبینا

وَعَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَام، کے تابع کر دیا تھا کہ

اُن کی تسبیح کے ساتھ وہ بھی تسبیح کیا کریں اور اسی طرح پرندوں کو تابع کر دیا تھا کہ وہ بھی (حضرت
داوود کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کیا کریں)

۳۷ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي

كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ - (سورہ انبیاء، رکوع ۶)

۳۸ (حضرت یونس نے تاریکیوں میں پکارا)

کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ

سب عیوب سے پاک ہیں۔ میں بے شک تصور وار ہوں۔

۳۹ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ -

(سورہ نور، رکوع ۲)

۴۰ اللہ تعالیٰ ان سب امور سے پاک ہے

جو یہ بیان کرتے ہیں۔

۴۱ سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ

۴۲ سُبْحَانَ اللَّهِ (یہ) لوگ جو کچھ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں

عَظِيمٌ - (سورہ نور، رکوع ۲)

تہمت لگاتے ہیں بہت بڑا بہتان ہے -

۱۵۰ اُن (مسجدوں) میں ایسے لوگ
صبح و شام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جن کو
اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ
دینے سے نہ خریدنا غفلت میں ڈالتا ہے
نہ فروخت کرنا، وہ ایسے دن (کے عذاب)

۱۵۱ یُسَبِّحُ لَدُنْهَا بِالْغَدُوِّ وَالْأَصَلِ
رَجَالٌ لَا تُلْهِهُمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ
ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ
يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَ
الْأَبْصَارُ - (سورہ نور، رکوع ۵)

سے ڈرتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں اُلٹ جائیں گی (یعنی قیامت
کے دن سے)

۱۵۲ (اے مخاطب) کیا تجھے (دلائل اور
مشاہدہ سے) یہ معلوم نہیں ہوا کہ اللہ جل شانہ
کی تسبیح کرتے ہیں وہ سب جو آسمانوں اور
زمین میں ہیں اور (خصوصاً) پرندے بھی جو

۱۵۳ اَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ
فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرِ صَافَاتٍ
كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ وَاللَّهُ
عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ - (سورہ نور، رکوع ۶)

پر پھیلائے ہوئے (اڑتے پھرتے) ہیں سب کو اپنی اپنی دعا (نماز) اور اپنی اپنی تسبیح (کا
طریقہ معلوم ہے اور اللہ جل شانہ کو سب کا حال اور جو کچھ لوگ کرتے ہیں وہ سب معلوم ہے۔

۱۵۴ (قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ
ان کافروں کو اور جن کو یہ پوجتے تھے سب کو
جمع کر کے ان معبودوں سے پوچھے گا کیا تم نے
انکو گمراہ کیا تھا تو) وہ کہیں گے سبحان اللہ

۱۵۵ قَالُوا سُبْحَانَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِي
لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ
وَلَكِنْ تَمَتُّعُهُمْ وَأَبَاسُ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ
وَكَا نُوا قَوْمًا بُورًا - (سورہ فرقان، رکوع ۲)

ہماری کیا طاقت تھی کہ آپ کے سوا اور کسی کو کارساز تجویز کرتے بلکہ (یہ احمق خود ہی بجائے شکر کے

ملہ جب کوئی شخص کسی کا بہت ہی وفادار اور فرمانبردار ہوتا ہے اور اسکی خوبیوں کا معتقد اور مداح ہوتا ہے تو عزت
عام میں اسے اس کا گن گانے والا اور اسی کے نام کی مالا جینے والا کہا کرتے ہیں۔ زمین و آسمان اور تمام کائنات
کی مخلوقات چونکہ خدا کے قادر و قیوم کی اس طرح فرمانبردار ہے کہ کبھی بال برابر غلات درزی ممکن نہیں۔ اسلئے گویا
کل مخلوقات زبان حال سے صلوات اپنی اپنی طرح کی تسبیح کر رہی ہے اور خدا کی قدرت سے بعید یہ بھی نہیں ہے
کہ خدا نے ہر مخلوق کو زبان قال ہی سے ذکر و تسبیح کا کوئی مخصوص طریقہ دے رکھا ہو۔ لیکن صلوات اور تسبیح
میں ضمیریں اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ ہر ایک کی نماز اور تسبیح اسی کے حسب حال ہو۔

کفر میں مبتلا ہوئے کہ اپنے انکو اور ان کے بڑوں کو خوب ثروت عطا فرمائی، یہاں تک کہ یہ لوگ (دولت کے نشہ میں شہوتوں میں مبتلا ہوئے اور) آپ کی یاد کو بھلا دیا اور خود ہی برباد ہو گئے۔
 ۳۸ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ
 اور اُس ذات پاک پر توکل رکھئے جو زندہ ہے اور کبھی اسکو فنا نہیں اور اسی کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہیئے (یعنی تسبیح و تحمید میں مشغول رہیئے کسی کی مخالفت کی پرواہ نہ کیجئے) کیونکہ وہ پاک ذات اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار ہے اقیامت میں ہر شخص کی مخالفت کا بدلہ دیا جائے گا۔

۳۹ اَللّٰهُ رَبُّ السَّالِمِينَ ہر قسم کی کدورت سے پاک ہے۔

۳۹ وَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ (سورہ نمل، رکوع ۱)

۴۰ اللہ ان سب چیزوں پاک ہے جن کو یہ مشرک بیان کرتے ہیں اور ان سے بالاتر ہے۔

۴۰ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ (سورہ قصص، رکوع ۷)

۴۱ پس تم اللہ کی تسبیح کیا کرو شام کے وقت (یعنی رات میں) اور صبح کے وقت اور اسی کی حمد کی جاتی ہے تمام آسمانوں میں اور زمین میں اور اُسی کی تسبیح و تحمید کیا کرو، شام کے وقت بھی (یعنی عصر کے وقت بھی) اور ظہر کے وقت بھی۔

۴۱ فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ۔ (سورہ روم، رکوع ۲)

۴۲ اللہ جل شانہ کی ذات پاک اور بالاتر ہے ان چیزوں سے جن کو یہ لوگ اس کی طرف منسوب کر کے بیان کرتے ہیں۔

۴۲ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ (سورہ روم، رکوع ۲)

۴۳ پس ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب اُن کو وہ آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید

۴۳ اِتْمِئْزُوا مِنِّي يَا أَيُّهَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ۔ (سورہ سجدہ، رکوع ۲)

۴۴ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کا ذکر خوب

کرنے لگتے ہیں اور وہ لوگ تکبر نہیں کرتے۔
 ۴۴ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ

ذَكَرًا كَثِيرًا وَتَسْبِيحُهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا

(سورہ احزاب، رکوع ۶)

کثرت سے کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔

قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنْتَ وَلِيِّنَا

مِنْ دُونِهِمْ۔ (سورہ سبا، رکوع ۵)

❶ (جب قیامت میں ساری مخلوق کو جمع کر کے حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے

پوچھیں گے کیا یہ لوگ تمہاری پرستش کرتے تھے تو) وہ کہیں گے آپ (بشرک وغیرہ عیب سے) پاک ہیں۔ ہمارا تو محض آپ سے تعلق ہے نہ کہ ان سے۔

سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَنْزِلَاجَ

كُلَّمَا۔ (سورہ یس، رکوع ۳)

❷ وہ ذات پاک ہے جس نے تمام جوڑ کی یعنی ایک دوسرے کے مقابل، چیزیں پیدا کیں۔

فَسُبْحَانَ الَّذِي يُبْدِيهِ فَلَكَوْتُ

كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ۔

(سورہ یس، رکوع ۵)

❸ پس پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں ہر چیز کا پورا پورا اختیار ہے اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

فَلَوْلَا أَنْتَ كَانِ مِنَ الْمُسْتَبْعِينَ

لَلْبَيْتِ فِي بَطْنِهَا إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ۔

(سورہ صافات، رکوع ۵)

❹ پس اگر (یونس علیہ السلام) تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتے تو قیامت تک اسی (مچھلی) کے پیٹ میں رہتے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ۔

(سورہ صافات، رکوع ۵)

❺ اللہ کی ذات پاک ہے ان چیزوں جن کو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ۔ (سورہ صافات، رکوع ۵)

❻ (فرشتے کہتے ہیں کہ ہم سب ادب سے منبت کھڑے رہتے ہیں) اور سب اُسکی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔

سُبْحَانَ رَبِّيَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا

يُصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْخَالِقِينَ۔

(سورہ صافات، رکوع ۵)

❼ آپ کا رب جو عزت (وعظمت) والا ہے پاک ہے ان چیزوں سے جن کو یہ بیان کرتے ہیں اور سلام ہو پیغمبروں پر اور تمام تعریف اللہ ہی کے واسطے ثابت ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے

إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعًا

يُسَبِّحُنَ بِالْعَنَتِ وَالْأَشْرَاقِ وَالطَّيْرِ

❽ ہم نے پہاڑوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ان کی (حضرت داؤد علیہ السلام کی) ساتھ شریک

لہ یعنی کائنات کی تمام جاندار اور بے جان چیزیں خواہ وہ نباتات ہوں یا جمادات یا حیوانات سب کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے اور جوڑے ہی کی ایک قسم امداد ہے جیسے اندھیرا اجالا، ٹھنڈا گرم، سخت و نرم، بزم و رزم وغیرہ۔

لہ یعنی کائنات کی تمام جاندار اور بے جان چیزیں خواہ وہ نباتات ہوں یا جمادات یا حیوانات سب کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے اور جوڑے ہی کی ایک قسم امداد ہے جیسے اندھیرا اجالا، ٹھنڈا گرم، سخت و نرم، بزم و رزم وغیرہ۔

مَحْشُورَةٌ كُلُّ لَهَا آدَابٌ۔

(سورہ ص، رکوع ۲)

ہو کر صبح شام تسبیح کیا کریں۔ اسی طرح پرندوں کو بھی حکم کر رکھا تھا (جو کہ تسبیح کے وقت)

ان کے پاس جمع ہو جاتے تھے اور سب (پہاڑ اور پرندے مل کر حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ) اللہ کی طرف رجوع کرنے والے اور تسبیح و تحمید میں مشغول ہونے والے ہوتے تھے۔

۵۳ سُبْحَنَّا هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ

الْقَهَّارُ۔ (سورہ زمر، رکوع ۱)

۵۳ وہ عیوب پاک، ایسا اللہ ہے جو اکیلا (کوئی اسکا شریک نہیں) زبردست ہے۔

۵۴ سُبْحَنَّا وَتَعَالَى عَمَّا

يُشْرِكُونَ۔ (سورہ زمر، رکوع ۲)

۵۴ وہ ذات پاک اور برتر ہے اس چیز سے جس کو یہ لوگ شریک کرتے ہیں۔

۵۵ وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ خَافِئِينَ مِنْ

حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

وَقَضَىٰ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ

لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ (سورہ زمر، رکوع ۸)

۵۵ آپ (قیامت میں) فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے چاروں طرف حلقہ باندھے

کھڑے ہوں گے اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہوں گے اور اس دن تمام بندوں

کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا اور (ہر طرف سے) کہا جائے گا اَلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔)

۵۶ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ

حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ

بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا سُبْحَانَ

وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَتُهُ وَعِلْمُهُ فَأَغْفِرْ

لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ

عَذَابَ الْجَحِيمِ۔

۵۶ جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اُس کے چاروں طرف ہیں وہ اپنے رب کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور حمد کرنے

رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کیلئے استغفار کرتے ہیں اور

کہتے ہیں، کہ اے ہمارے پروردگار آپ کی رحمت اور علم ہر شے کو شامل ہے۔ پس ان لوگوں کو بخشد مجھے جنہوں نے توبہ کر لی ہے اور آپ کے

راستہ پر چلتے ہیں اور انکو جہنم کے عذاب سے بچائیے۔

۵۷ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعِشِيِّ

وَالْإِبْكَاسِ۔

۵۷ صبح اور شام (ہمیشہ) اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہئے۔

۵۸ فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ

لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا

۵۸ جو آپ کے رب کے نزدیک ہیں (یعنی مقرب ہیں) مراد فرشتے ہیں، وہ رات

دن اسکی تسبیح کرتے رہتے ہیں ذرا بھی نہیں اکتاتے
 ۵۹ اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہتے
 ہیں اور ان لوگوں کیلئے جو زمین میں رہتے ہیں انکے
 لئے استغفار کرتے ہیں۔

۶۰ اور تم سواریوں پر بیٹھ جانے کے
 بعد اپنے رب کی یاد کرو، اور کہو پاک ہے
 وہ ذات جس نے ان سواریوں کو ہمارے
 تابع کیا اور ہم تو ایسے نہ تھے کہ ان کو تابع کر سکتے
 اور بے شک ہم کو اپنے رب کی طرف
 لوٹ کر جانا ہے۔

۶۱ آسمانوں اور زمین کا پروردگار جو مالک
 ہے عرش کا بھی، پاک ہے اُن چیزوں سے
 جنکو یہ بیان کرتے ہیں۔
 ۶۲ اور تسبیح کرتے رہو اسکی صبح کے وقت
 اور شام کے وقت۔

۶۳ پس ان لوگوں کی (نامناسب باتوں پر)
 جو کچھ وہ کہیں صبر کیجئے اور اپنے رب کی تسبیح
 و تحمید کرتے رہئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور
 آفتاب کے غروب کے بعد اور رات میں بھی
 اسکی تسبیح و تحمید کیجئے اور (فرض) نمازوں کے بعد بھی تسبیح و تحمید کیجئے۔

۶۴ اللہ کی ذات پاک سے ان چیزوں سے
 جن کو وہ شریک کرتے ہیں۔

۶۵ اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیا کیجئے۔
 (مجلس سے یا سونے سے) اُٹھنے کے بعد

۱۔ یہ خدا ہی کی کار سازی ہے کہ انسان اپنے سے دل گنا پچاس گنا اور تھوگنا طاقت رکھنے والے جانوروں پر
 قابو حاصل کئے ہوئے ہے اور اب موجودہ دور میں بڑے بڑے جہاز و طیارے اس کے اشاروں پر ناپتے ہیں۔ بلاشبہ
 یہ خدا تعالیٰ کا ان پر بڑا بھاری احسان ہے۔

يَسْتَوُونَ - (سورہ حم سجدہ، رکوع ۵)
 ۵۹ وَالْمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ
 وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ -

(سورہ شوریٰ، رکوع ۱)
 ۶۰ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا
 هَذَا أَوْ مَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَى
 رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ - (سورہ زخرف، رکوع ۱)
 تابع کیا اور ہم تو ایسے نہ تھے کہ ان کو تابع کر سکتے
 اور بے شک ہم کو اپنے رب کی طرف
 لوٹ کر جانا ہے۔

۶۱ مُبْجَحْنَ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَ
 الْأَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ -
 (سورہ زخرف، رکوع ۴)
 ۶۲ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا -
 (سورہ نوح، رکوع ۱)

۶۳ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ
 بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ
 الْغُرُوبِ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُمَا وَأَدْبَارَ
 السُّجُودِ - (سورہ ق، رکوع ۳)

اسکی تسبیح و تحمید کیجئے اور (فرض) نمازوں کے بعد بھی تسبیح و تحمید کیجئے۔
 ۶۴ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ -
 (سورہ طور، رکوع ۲)

۶۵ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ
 وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُمَا وَإِدْبَارَ

(یعنی تہجد کے وقت) اور رات کے وقت

بھی اسکی تسبیح کیا کیجئے اور ستاروں کے غروب ہونے کے بعد بھی۔

۶۱ و ۶۲ پس اپنے اُس بڑی عظمت والے رب کے نام کی تسبیح کیجئے۔

۶۱ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں وہ سب کچھ جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔

۶۲ اللہ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور وہ سب چیزیں جو زمین میں ہیں وہ زبردست اور حکمت والا ہے۔

۶۳ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اس چیز سے جس کو یہ شریک کرتے ہیں۔

۶۴ اللہ تعالیٰ شانہ کی تسبیح کرتی رہتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ وہ زبردست اور حکمت والا ہے۔

۶۵ اللہ جل شانہ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ زبردست ہے اور حکمت والا۔

۶۶ اللہ جل شانہ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں وہ بادشاہ ہے (سب عیوں سے) پاک ہے زبردست ہے حکمت والا ہے۔

۶۷ اللہ جل شانہ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کیلئے ساری سلطنت ہے اور وہی تعریف کے قابل ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

التَّجْوُمِ - (سورہ طور، رکوع ۲)

۶۱ و ۶۲ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ - (سورہ واقعہ، ڈوجک)

۶۱ سَبِّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَ الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ - (سورہ حدید، رکوع ۱)

۶۲ سَبِّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ - (سورہ حشر، رکوع ۱)

۶۳ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ - (سورہ حشر، رکوع ۳)

۶۴ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ - (سورہ حشر، رکوع ۳)

۶۵ سَبِّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ - (سورہ صف، رکوع ۱)

۶۶ يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ - (سورہ جمہ، رکوع ۱)

۶۷ يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ - (سورہ تغابن، رکوع ۱)

سلطنت ہے اور وہی تعریف کے قابل ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

و ۵۷ قَالَ ادْخُلُوا هَٰذَا مَدِيْنَةً لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ قَالُوا سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنَّا كُنَّا ظَالِمِيْنَ۔ (سورہ قلم، رکوع ۱)

کہنے لگے سُبْحَانَ رَبِّنَا (ہمارا رب پاک ہے)، بیشک ہم خطاوار ہیں۔

۵۸ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ۔

(سورہ الحاقۃ، رکوع ۲)

۵۹ وَادْكُرْ اَسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا وَّمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا

(سورہ دھر، رکوع ۲)

۶۰ سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی

(سورہ اعلیٰ، رکوع ۱)

۸۱ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ

اِنَّمَا كَانَ تَوَّابًا۔ (سورہ نھر، رکوع ۱)

کرتے رہیے، بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

ف:- یہ انہی آیات میں جن میں اللہ جل جلالہ و عظم نوالہ کی تسبیح کا حکم ہے اُسکی پاکی بیان کرنے اور اقرار کرنے کا حکم ہے یا اسکی ترغیب ہے جس مضمون کو اللہ مالک الملک نے اس اہتمام سے اپنے پاک کلام میں بار بار فرمایا ہو اُسکے مہتمم بالشان ہونے میں کیا تردد ہو سکتا ہے ان میں سے بہت سی آیات میں تسبیح کے ساتھ دوسرے کلمہ تحمید یعنی اللہ کی تعریف کرنا اسکی حمد بیان کرنا اور اسی میں الحمد للہ کہنا بھی ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر کی آیات سے معلوم ہو گیا ان کے علاوہ خاص طور پر اللہ کی تعریف کا بیان جو مفہوم ہے الحمد للہ کا اور آیات میں بھی آیا ہے اور سب سے اہم یہ کہ اللہ جل شانہ کے پاک کلام کا شروع ہی الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے ہے اس بڑھ کر اس پاک کلمہ کی اور کیا فضیلت ہوگی کہ اللہ جل جلالہ نے قرآن پاک کا شروع اس فرمایا ہے۔

۱ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(سورہ فاتحہ)

۲ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ
وَالنُّورَ ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ

(سورۃ انعام، رکوع ۱)

۳ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

(سورۃ انعام، رکوع ۵)

۴ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا
لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا
اللَّهُ (سورۃ اعراف، رکوع ۵)

ہم کبھی بھی یہاں تک نہ پہنچتے (اگر اللہ جل شانہ ہم کو نہ پہنچاتے۔

۵ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ
الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ
فِي التَّوْرَةِ وَإِلَّا نَجِئِلِ (سورۃ اعراف، رکوع ۵)

ف:۔ توریت میں جو صفات حضور کی نقل کی گئی ہیں ان میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے
کہ ان کی امت بہت کثرت سے اللہ کی حمد کرنے والی ہے۔ چنانچہ درّ مشور میں کئی روایات
سے یہ مضمون نقل کیا گیا ہے۔

۶ التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ
السَّاجِدُونَ الْمُرَوِّعُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ
الْمُؤْمِنِينَ (سورۃ توبہ، رکوع ۱۴)

والے ہیں یا اللہ کی رضا کیلئے سفر کر نیوالے ہیں (رکوع اور سجدہ کر نیوالے ہیں (یعنی نمازی ہیں،
نیک باتوں کا حکم کر نیوالے ہیں اور بُری باتوں سے روکنے والے ہیں (تبلیغ کر نیوالے ہیں، اور
اللہ کی حدود کی (یعنی احکام کی) حفاظت کر نیوالے ہیں (ایسے) مومنوں کو آپ خوشخبری سنا دیجئے

۷ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ
رَبِّ الْعَالَمِينَ (سورۃ یونس، رکوع ۱)

اور آخری پکار ان کی یہی ہے اللہ

آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا اور اندھیروں
کو اور نور کو بنایا۔ پھر بھی کافر لوگ (دوسروں
کو اپنے رب کی برابر کرتے ہیں۔

۲ پھر (ہماری گرفت) ظالم لوگوں کی جڑ
کٹ گئی اور تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے (اسکا
شکر ہے) جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

۳ اور (جنت میں پہنچنے کے بعد)
وہ کہنے لگے تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے
جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچا دیا اور

ہم کبھی بھی یہاں تک نہ پہنچتے (اگر اللہ جل شانہ ہم کو نہ پہنچاتے۔

۴ جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع
کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات
اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

۵ ان مجاہدین کے اوصاف جن کے
نفوس کو اللہ جل شانہ نے جنت کے بدلہ
میں خرید لیا ہے یہ ہیں کہ وہ گناہوں سے
توبہ کرنے والے ہیں اللہ کی عبادت کر نیوالے
ہیں اللہ کی حمد کر نیوالے ہیں روزہ رکھنے

۶ (ان مجاہدین کے اوصاف جن کے
نفوس کو اللہ جل شانہ نے جنت کے بدلہ
میں خرید لیا ہے یہ ہیں کہ وہ گناہوں سے
توبہ کرنے والے ہیں اللہ کی عبادت کر نیوالے
ہیں اللہ کی حمد کر نیوالے ہیں روزہ رکھنے

۷ اور آخری پکار ان کی یہی ہے اللہ

۸ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ
رَبِّ الْعَالَمِينَ (سورۃ یونس، رکوع ۱)

اور آخری پکار ان کی یہی ہے اللہ

کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

۸) الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي وَهَبَ لِيْ
عَلَى الْكِبَرِ اِسْمَاعِيْلَ وَاسْحٰقَ

(سورہ ابراہیم، رکوع ۶)

۹) الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ
لَا يَعْقِلُوْنَ

(سورہ نحل، رکوع ۱۰)

۱۰) يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَيَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِ
وَتُظَنُّوْنَ اِنْ يَنْشُرُوْا اِلَّا قَلِيْلًا

(سورہ بنی اسرائیل، رکوع ۵)

حالات کو دیکھ کر (گمان کرو گے) کہ ہم دنیا میں اور قبر میں بہت ہی کم مدت ٹھہرے تھے۔

۱۱) وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ
يَتَّخِذْ وَلَدًا اَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيْكٌ فِی
الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ دُوْلٰی مِّنَ الدَّٰلِ
وَكَبْرًا تَكْبِيْرًا

(سورہ بنی اسرائیل، رکوع ۱۲)

۱۲) الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَنْزَلَ عَلٰی
عَبْدِهٖ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا

(سورہ کہف، رکوع ۱)

۱۳) فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي نَجَّٰنَا
مِنَ الْقَوْمِ الظَّٰلِمِيْنَ

(سورہ مومنون، رکوع ۲)

۱۴) وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي فَضَّلَنَا
عَلٰی كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهٖ الْمُؤْمِنِيْنَ

(نخل ۷)

نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی۔

۱۵) قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی

۱۵) آپ (خطبہ کے طور پر) کہیے تمام

۸) تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جس نے

بڑھاپے میں مجھ کو (دو بیٹے) اسماعیل و اسحاق
(علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام) عطا فرمایا

۹) تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے (پھر بھی

وہ لوگ اس طرف متوجہ نہیں ہوتے، بلکہ اکثر

اُن میں سے نا سمجھ ہیں۔

۱۰) جس دن (صور پھنکے گا اور تم کو زندہ

کر کے پکارا جائے گا، تو تم مجبوراً اُس کی حمد

(دشنا) کرتے ہوئے حکم کی تعمیل کرو گے اور (ان

۱۱) اور آپ (علی الاعلان) کہہ دیجئے کہ تمام

تعریف اسی اللہ کیلئے ہے جو اولاد رکھتا ہے

اور نہ اُس کا کوئی سلطنت میں شریک ہے

اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے

اور اس کی خوب تکبیر (بڑائی بیان) کیا کیجئے۔

۱۲) تمام تعریف اُس اللہ کیلئے ہے جس نے

اپنے بندہ (محمد) پر کتاب نازل فرمائی اور اس کتاب

میں کسی قسم کی ذرا سی بھی گنجی نہیں رکھی۔

۱۳) حضرت نوح علیہ السلام کو خطاب ہے

کہ جب تم کشتی میں بیٹھ جاؤ، تو کہنا کہ تمام

تعریف اُس اللہ کیلئے ہے جس نے ہمیں ظالموں کے نجات دی

۱۴) اور حضرت سلیمان اور حضرت داؤد

نے کہا تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس

عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ-

(سورہ نمل، رکوع ۵)

۱۶) وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ
فَتَعْرِفُونَهَا-

(سورہ نمل، رکوع ۷)

۱۷) لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرَةِ
وَلَمَّا تُخْلَمُ وَالْيَدِ تَرْجَعُونَ-

(سورہ قصص، رکوع ۷)

۱۸) قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ
لَا يَعْقِلُوْنَ-

(سورہ عنکبوت، رکوع ۶)

۱۹) وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ-

(سورہ لقمن، رکوع ۲)

۲۰) قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ
لَا يَعْلَمُوْنَ- (سورہ لقمن، رکوع ۳)

۲۱) اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ

(سورہ لقمن، رکوع ۳)

۲۲) الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَكُنْ فِي
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَانَ
الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ-

(سورہ سبأ، رکوع ۱)

۲۳) الْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ- (سورہ فاطر، رکوع ۱)

۲۴) يَا أَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ اِلَى

اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ-

(سورہ فاطر، رکوع ۲)

تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں اور اسکے ان بندوں
پر سلام ہو جن کو اس نے منتخب فرمایا۔

۱۶) اور آپ کہہ دیجئے کہ سب تعریفیں اللہ ہی
کے واسطے ہیں وہ عنقریب تم کو اپنی نشانیاں
دکھا دیگا پس تم انکو پہچان لو گے۔

۱۷) حمد و ثنا کے لائق دنیا اور آخرت
میں وہی ہے اور حکومت بھی اسی کیلئے ہے
اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

۱۸) آپ کہیے تمام تعریف اللہ ہی کے واسطے
ہے (یہ لوگ مانتے نہیں) بلکہ اکثر ان میں سمجھتے
بھی نہیں۔

۱۹) اور جو شخص کفر کرے (ناشکری کرے) تو
اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے تمام خوبیوں والا ہے۔

۲۰) آپ کہہ دیجئے تمام تعریف اللہ کیلئے ہے
(یہ لوگ مانتے نہیں) بلکہ اکثر ان میں کے جاہل ہیں۔
۲۱) بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے تمام
خوبیوں والا ہے۔

۲۲) تمام تعریف اسی اللہ کیلئے ہے جس کی
ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین
میں ہے اُسی کی حمد و ثنا ہوگی آخرت میں دُکھی
دوسرے کی پوچھ نہیں۔

۲۳) تمام تعریف اللہ کیلئے ہے جو آسمانوں کا
پیدا کرنے والا ہے اور زمین کا۔

۲۴) اے لوگو تم محتاج ہو اللہ جل شانہ
کے اور وہ بے نیاز ہے اور تمام
خوبیوں والا ہے۔

﴿۲۵﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ
عَنْنَا الْحُزْنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ
الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمَقَامَةِ مِنْ فَضْلِهِ
لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا
لُغُوبٌ۔ (سورہ فاطر، رکوع ۳)

ہے جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ کے رہنے کے مقام میں پہونچا دیا نہ ہم کو کوئی کلفت
پہونچے گی اور نہ ہم کو کوئی خستگی پہونچے گی۔

﴿۲۶﴾ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

(سورہ صافات، رکوع ۵)

﴿۲۷﴾ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا
يَعْلَمُونَ (سورہ زمر، رکوع ۳)

﴿۲۸﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقْنَا
وَعْدَهُ وَأَوْثَقْنَا الْأَرْضَ نَبْتًا مِنْ
الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ
الْعَامِلِينَ۔ (سورہ زمر، رکوع ۸)

جنت میں جہاں چاہے مقام کریں۔ نیک عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے۔
﴿۲۹﴾ فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَرَبِّ
الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

(سورہ جاثیہ، رکوع ۴)

﴿۳۰﴾ وَمَا نَقُورُهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا
بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ الَّذِي لَهُ مُلْكُ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ (سورہ بروج، رکوع ۱)

نہیں پایا تھا بجز اسکے کہ وہ خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست ہے اور تعریف کا مستحق
ہے اسی کیلئے سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی۔

ف:- ان آیات میں اللہ کی حمد اور اس کی تعریف کی ترغیب اس کا حکم اسکی

﴿۳۱﴾ (جب مسلمان جنت میں داخل ہونگے
تو ریشی لباس پہنائے جائیں گے اور کھینکے
تمام تعریف اس اللہ کیلئے ہے جس نے
ہم سے (ہمیشہ کیلئے) رنج دور کر دیا بیشک
ہمارا رب بڑا بخشنے والا بڑا قدر کرنے والا
ہے جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ کے رہنے کے مقام میں پہونچا دیا نہ ہم کو کوئی کلفت

﴿۳۲﴾ اور سلام ہو رسولوں پر اور تمام تعریف
اللہ جل شانہ ہی کے واسطے ہے جو تمام
جہانوں کا پروردگار ہے۔

﴿۳۳﴾ تمام تعریف اللہ کے واسطے ہے مگر
یہ لوگ سمجھتے نہیں، بلکہ اکثر جاہل ہیں۔

﴿۳۴﴾ (اور جب مسلمان جنت میں داخل ہونگے
تو) کہیں گے کہ تمام تعریف اُس اللہ کے
واسطے ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا
کیا اور ہم کو اس زمین کا مالک بنا دیا کہ ہم
جنت میں جہاں چاہے مقام کریں۔ نیک عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے۔

﴿۳۵﴾ پس اللہ ہی کیلئے تمام تعریف ہے
جو پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور
تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

﴿۳۶﴾ ایک کافر بادشاہ کے مسلمانوں کی ستائش
اور تکلیفیں دینے کا اوپر سے ذکر ہے) اور ان
کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب

نہیں پایا تھا بجز اسکے کہ وہ خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست ہے اور تعریف کا مستحق
ہے اسی کیلئے سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی۔

خبر ہے۔ احادیث میں بھی کثرت سے اللہ کی تعریف کر کے والوں کے فضائل خاص طور پر ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جنت کی طرف سے پہلے وہ لوگ بلائے جائیں گے جو ہر حال میں راحت ہو یا تکلیف ہو اللہ کی تعریف کرنے والے ہوں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہ کو اپنی تعریف بہت پسند ہے اور ہونا بھی چاہیے کہ درحقیقت تعریف کی مستحق صرف اللہ ہی کی پاک ذات ہے۔ غیر اللہ کی تعریف کیا جس کے قبضہ میں کچھ بھی نہیں حتیٰ کہ وہ خود بھی اپنے قبضہ میں نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن افضل بندے وہ ہوں گے جو کثرت سے اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہوں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ حمد شکر کی اصل اور بنیاد ہے جس نے اللہ کی حمد نہیں کی اس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کسی نعمت پر حمد کرنا اس نعمت کے زائل ہو جانے سے حفاظت ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر دنیا ساری کی ساری میری امت میں سے کسی کے ہاتھ میں ہو اور وہ الحمد للہ کہے تو یہ کہنا اس سے افضل ہے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہ کوئی نعمت کسی بندہ کو عطا فرماتے ہیں اور وہ اس نعمت پر حمد کرتا ہے تو وہ حمد بڑھ جاتی ہے خواہ نعمت کتنی ہی بڑی ہو۔ ایک صحابی حضورؐ کے پاس بیٹھے تھے انھوں نے آہستہ سے الْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا طِبَّاً مُّبَارَکًا فِیْہِ کہا حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ دُعا کس نے پڑھی وہ صحابی اس سے ڈرے کہ شاید کوئی نامناسب بات ہو گئی ہو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے اس نے بُری بات نہیں کہی، تب اُن صحابیؓ نے عرض کیا کہ یہ دُعا میں نے پڑھی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے تیرے فرشتوں کو دیکھا ہے کہ ہر ایک ان میں سے اس کی کوشش کرتا تھا کہ اس کلمہ کو سب سے پہلے وہ لیجائے اور یہ حدیث تو مشہور ہے کہ جو اہتم بالشان کام بغیر اللہ کی تعریف کے شروع کیا جائے گا وہ بے برکت ہوگا۔ اسی وجہ سے عام طور پر ہر کتاب اللہ کی تعریف کیساتھ شروع کی جاتی ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی کا بچہ مر جاتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں

لہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں :- اول من یدعی الی الجنة الحمدون الذین یحمدون اللہ علی السراء والنساء، رواہ الطبرانی والحاکم والبیہقی فی شعب الایمان عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رواہ عبد الرزاق فی الجامع والبیہقی فی شعب الایمان عن ابن عمر رضی اللہ عنہما الحمد للہ رأس الشکر ما شکرنا اللہ عبد لا یحمدہ۔

لہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں :- الحمد علی النعمۃ امان لزوالہا۔ رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس عن علیؑ

سے فرماتے ہیں کہ میرے بندے کے بچے کی روح نکال لی، وہ عرض کرتے ہیں کہ نکال لی۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اُسکے دل کے ٹکڑے کو لے لیا۔ وہ عرض کرتے ہیں بے شک لے لیا، ارشاد ہوتا ہے کہ پھر میرے بندے نے اس پر کیا کہا۔ عرض کرتے ہیں تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا اُسکے بدلے میں جنت میں ایک گھرا سکے لئے بنادو اور اس کا نام بیت الحمد (تعریف کا گھر) رکھو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس سے بیحد راضی ہوتے ہیں۔ کہ بندہ کوئی لقمہ کھائے یا پانی کا گھونٹ پیے اور اس پر الحمد للہ کہے۔

تیسرا کلمہ تہلیل تھا یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا جس کا مفصل بیان اس سے پہلے باب میں گذر چکا ہے چوتھا کلمہ تکبیر کہلاتا ہے۔ یعنی اللہ کی بڑائی بیان کرنا اس کی بلندی اور عظمت کا اقرار کرنا جس کا مصداق اللہ اکبر کہنا بھی ہے وہ ان آیات میں بھی گذر چکا ہے۔ ان کے علاوہ صرف تکبیر کا یعنی اللہ کی عظمت اور بڑائی کا بیان بھی بہت سی آیات میں وارد ہوا ہے جن میں سے چند آیات ذکر کی جاتی ہیں۔

- | | |
|--|---|
| ① اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس بار کہ تم کو ہدایت فرمائی اور تاکہ تم شکر کرو اللہ تم کا | ① وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا هَدٰکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْكُرُوْنَ (سورہ بقرہ، رکوع ۲۳) |
| ② وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے (سب) بڑا ہی اور عالیشان رتبہ والا ہے | ② عَلِیْمُ الْغُیْبِ وَالشَّہَادَةِ الْکَبِیْرُ الْمُتَعَالٰی (سورہ رعد، رکوع ۲) |
| ③ اسی طرح اللہ جل شانہ نے قربانی کے جانوروں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو۔ اس بات پر کہ | ③ کَذٰلِکَ سَخَّرَہَا لَکُمْ لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا هَدٰکُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِیْنَ (سورہ حج، رکوع ۵) |

اُس نے تم کو ہدایت کی (اور قربانی کرنے کی توفیق دی) اور (اے محمد) اخلاص والوں کو (اللہ کی رضا کی) خوشخبری سنا دیجئے۔

- | | |
|--|---|
| ④ اور بے شک اللہ جل شانہ ہی عالیشان اور بڑائی والا ہے۔ | ④ وَاِنَّ اللّٰہَ ہُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ (سورہ حج، رکوع ۸) (سورہ لقمن، رکوع ۱) |
| ⑤ جب فرشتوں کو اللہ کی طرف سے کوئی حکم ہوتا ہے تو وہ خوف کے مارے گھبرا | ⑤ حَتّٰی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِہُمْ قَالُوْا مَا ذَا قَالِ رَبُّکُمْ قَالُوْا الْحَقُّ وَہُوَ الْعَلِیُّ |

لہ یہ روایت ترمذی نے حضرت ابوموسیٰ سے روایت کی ہے۔

الْكَبِيرُ۔ (سورہ سبا، رکوع ۲)

جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان کے دلوں

سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ پروردگار کا کیا حکم ہے وہ کہتے ہیں (کہ فلانی) حق بات کا حکم ہوا واقعی وہ عالی شان اور بڑے مرتبہ والا ہے۔

۷ فَاُحْكَمُوا لَكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ الْكَبِيرِ۔

۷ پس حکم اللہ ہی کیلئے ہے جو عالی شان ہے بڑے مرتبہ والا ہے۔

(سورہ مومن، رکوع ۲)

۸ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَوَاتِ وَ

۸ اور اسی پاک ذات کیلئے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔

(سورہ جاثیہ، رکوع ۲)

۹ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

۹ وہ ایسا معبود ہے کہ اُسکے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے (سب عیبوں سے) پاک ہے (سب نقصانات سے) سالم ہے، امن دینے والا ہے نگہبانی کرنے والا ہے (یعنی

الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ

الْمُهَيَّمُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ۔

(سورہ حشر، رکوع ۳)

آفتوں سے بچانے والا ہے) زبردست ہے خرابی کا درست کرنے والا ہے بڑائی والا ہے۔

ف:- ان آیات میں اللہ جل شانہ کی بڑائی اور عظمت کی ترغیب اور اس کا حکم

فرمایا گیا ہے۔ احادیث میں بھی خصوصیت کے ساتھ اللہ کی بڑائی کا حکم اس کی ترغیب

کثرت سے وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جب یہ دیکھو کہ کہیں آگ لگ

گئی تو تکبیر (یعنی اللہ اکبر کثرت سے) پڑھا کر ویہ اُسکو بجھا دے گی۔ دوسری حدیث میں ہے

کہ تکبیر (یعنی اللہ اکبر کہنا) آگ کو بجھا دیتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ تکبیر

کہتا ہے تو اُس کا نور زمین سے آسمان تک سب چیزوں کو ڈھانکتا لیتا ہے۔ ایک

حدیث میں ارشاد ہے کہ مجھے حضرت جبریلؑ نے تکبیر کا حکم کیا۔ ان آیات و احادیث کے

علاوہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و رفعت اس کی حمد و ثنا اور علو شان کو مختلف عنوانات سے

کلام اللہ شریف میں بہت سے مختلف الفاظ سے ذکر فرمایا ہے۔ ان کے علاوہ بہت سی

لے یہ روایت ابن السنی، ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے نقل کی ہے لے رواہ ابن عدی

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما اذ اکبر العبد سترت تکبیرتہ ما بین السماء والارض من شیء۔ رواہ الخطیب فی تاریخ

بغداد عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ۔

لے رواہ النخعیسم الترمذی وابو نعیم فی الحلیۃ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما۔

آیات ایسی ہیں جن میں ان تسبیحات کے الفاظ ذکر نہیں فرمائے لیکن مراد یہ تسبیحات ہیں۔ چنانچہ چند آیات حسب ذیل ہیں۔

① قَتَلَقَ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ
تَتَابَعَتْ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔

(سورہ بقرہ، رکوع ۲۲)

① پس حاصل کر لے حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب کے چند کلمے (ان کے ذریعہ سے توبہ کی) پس اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ساتھ

ان پر توجہ فرمائی۔ بے شک وہی ہے بڑی توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان۔

ف۔ ب۔ ان کلمات کی تفسیر میں مختلف احادیث وارد ہوئی ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ وہ کلمات یہ تھے :- لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ عَمِلْتُ سُوءًا وَظَلَمْتُ نَفْسِي فَاعْفُ عَنِّي إِنَّكَ أَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ۔ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ عَمِلْتُ سُوءًا وَظَلَمْتُ نَفْسِي فَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ عَمِلْتُ سُوءًا وَظَلَمْتُ نَفْسِي فَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔ اس قسم کے مضمون کی اور بھی متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں جن کو علامہ سیوطی نے در منثور میں لکھا ہے اور ان میں تسبیح و تحمید مذکور ہے۔

ف :- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جو مسلمان ان کا اہتمام کر لے جنت میں داخل ہو اور وہ دونوں بہت معمولی چیزیں ہیں مگر ان پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں۔ ایک یہ کہ سُبْحَانَ اللَّهِ أَحْمَدُهُ تَبَارَكَ تَعَالَى اللَّهُ أَكْبَرُ ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ پڑھ لیا کرے تو روزانہ ایک سو پچاس مرتبہ (پانچوں نمازوں کے بعد کا مجموعہ) ہو جائے گا اور دس گنا ہو جانے کی وجہ سے پندرہ سو نیکیاں حساب میں شمار کی جائیں گی۔ اور دوسری چیز یہ کہ سوتے وقت اللہ اکبر چونتیس مرتبہ الحمد لله تینتیس مرتبہ سُبْحَانَ اللَّهِ تینتیس مرتبہ پڑھ لیا کرے تو سو کلمے ہو گئے جنکا ثواب ایک ہزار نیکیاں ہو گئیں۔ اب انکی اور دن بھر کی نمازوں کے بعد کی میزان کل دو ہزار پانچ سو نیکیاں ہو گئیں۔ بھلا اعمال کرنے کے وقت ڈھائی ہزار برائیاں روزانہ کی کس کی ہوں گی جو ان پر غالب آجائیں، بندہ ناجیز کہتا ہے صحابہ کرام میں اگرچہ ایسا کوئی نہ ہوگا جس کی ڈھائی ہزار برائیاں روزانہ ہوں مگر اس زمانہ میں ہم لوگوں کی بد اعمالیاں روزانہ کی اس سے بھی بدرجہا زائد ہیں۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداؤ) نے اپنی شفقت سے برائیوں پر نیکیوں کے غالب

ملہ رواہ اصحاب السنن الاربعہ و احمد والبخاری فی الادب المفرد عن عبد اللہ بن عمروؓ۔

آجانے کا نسخہ ارشاد فرمادیا عمل کرنا نہ کرنا بیمار کا کام ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ کیا بات ہے کہ یہ دونوں چیزیں ایسی سہل اور انکو کرنے والے بہت کم ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سونے کا وقت ہوتا ہے تو شیطان انکے پڑھنے سے پہلے ہی سلا دیتا ہے اور نماز کا وقت ہوتا ہے تو وہ کوئی ایسی بات یاد دلاتا ہے کہ پڑھنے سے پہلے ہی اٹھ کر چلا جاوے۔ ایک حدیث میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کیا تم اس سے عاجز ہو کہ ہزار نیکیاں روزانہ کمالیا کرو۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہزار نیکیاں روزانہ کس طرح کمائیں۔ ارشاد فرمایا کہ سُبْحَانَ اللَّهِ تِسْعًا مَرَّةً پڑھو ہزار نیکیاں ہو جائیں گی۔

۱۔ مال اور اولاد دنیاوی زندگی کی

ایک رونق (فقط) ہے اور باقیات صالحات

(وہ نیک اعمال جو ہمیشہ رہنے والے ہیں)

وہ تمہارے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار

سے بھی (بدرجہا) بہتر ہیں اور اُمید کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں (کہ ان کی ساتھ اُمیدیں قائم کی جائیں بخلات مال اور اولاد کے کہ اُن سے اُمیدیں قائم کرنا بیکار ہے)

۲۔ الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ

الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ

رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا۔

(سورہ کہف، رکوع ۶)

۳۔ وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا

هُدًى وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ

عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ مَرَدًّا۔

(سورہ مریم، رکوع ۵)

۴۔ اور اللہ تعالیٰ ہدایت والوں کی

ہدایت بڑھاتا ہے اور باقیات صالحات

تمہارے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار

سے بھی بہتر ہیں اور انجام کے اعتبار سے بھی۔

ف :- اگرچہ باقیات صالحات (وہ نیک عمل جو ہمیشہ رہنے والے ہیں) میں سارے

ہی ایسے اعمال داخل ہیں جن کا ثواب ہمیشہ ملتا رہتا ہے لیکن بہت سی احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اس کا مصداق یہی تسبیحیں ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا ہے کہ باقیات صالحات کو کثرت سے پڑھا کرو۔ کسی نے دریافت کیا کہ وہ کیا چیزیں ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تکبیر (اللہ اکبر کہنا)، تہلیل (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنا)، تسبیح

(سُبْحَانَ اللَّهِ کہنا)، تحمید (الْحَمْدُ لِلَّهِ کہنا)، اور لا حول ولا قوة الا باللہ۔ دوسری حدیث

میں آیا ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو خبردار رہو سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

اللَّهُ أَكْبَرُ باقیات صالحات میں ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضورؐ نے ارشاد

فرمایا کہ دیکھو اپنی حفاظت کا انتظام کر لو۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہؐ کسی دشمن کے حکم

جو در پیش ہے۔ حضورؐ نے فرمایا، نہیں بلکہ جہنم کی آگ سے حفاظت کا انتظام کرو اور وہ
سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَكْبَرُ کا پڑھنا ہے کہ یہ قیامت کے
دن آگے بڑھنے والے کلمے ہیں کہ سفارش کریں یا آگے بڑھانے والے ہیں کہ پڑھنے والے
کو جنت کی طرف بڑھاتے ہیں، اور پیچھے رہنے والے ہیں کہ حفاظت کریں، احسان کرنے
والے ہیں اور یہی باقیات صالحات ہیں۔ اور بھی بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد
ہوا ہے جن کو علامہ سیوطیؒ نے در مشور میں ذکر فرمایا ہے۔

۵ لَمَّا مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝ ۵ اللہ ہی کے واسطے ہیں کنجیاں
(سورہ زمر، رکوع ۶) (سورہ شوریٰ، رکوع ۱) آسمانوں کی اور زمین کی۔

ف :- حضرت عثمان رضی سے نقل کیا گیا ہے کہ میں نے حضورؐ سے مَقَالِيدُ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ یعنی آسمانوں اور زمین کی کنجیوں کے بارے میں دریافت کیا
تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ اسْتَغْفِرُ
اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ خَيْرُ
لَا يَمُوتُ بَيِّنَاتٍ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ دوسری حدیث میں ہے کہ مَقَالِيدُ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَكْبَرُ ہیں اور یہ عرش
کے خزانہ سے نازل ہوئی۔ اور بھی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔

۶ إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُ ۝ ۶ اُسی کی طرف اچھے کلمے پہنچتے ہیں اور
نیک عمل اُن کو پہنچاتا ہے۔ (سورہ فاطر، رکوع ۲)

ف :- کلمہ طیبہ کے بیان میں بھی اس آیت کا ذکر گزر چکا ہے۔ حضرت عبد اللہ
بن مسعود رضی فرماتے ہیں کہ جب تمہیں ہم کوئی حدیث سناتے ہیں تو قرآن شریف سے اُسی کی
سند اور تائید بتا دیتے ہیں مسلمان جب سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اور الْحَمْدُ لِلَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَبَارَكَ
اللَّهُ پڑھتا ہے تو فرشتہ اپنے پروں میں نہایت احتیاط سے ان کلموں کو آسمان پر لیجاتا
ہے اور جس آسمان پر گزرتا ہے اُس آسمان کے فرشتے اُس پڑھنے والے کیلئے مغفرت
کی دعا کرتے ہیں اور اُس کی تائید یہ آیت شریفہ إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ ہے۔
حضرت کعبؓ احبار فرماتے ہیں کہ سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَكْبَرُ
کے لئے عرش کے گرد ایک بھنبھنا ہٹ ہے جس میں اپنے پڑھنے والوں کا تذکرہ
لے سانس دانوں کی تحقیق ہے کہ آواز انسان کے منہ سے نکل کر فنا نہیں ہو جاتی بلکہ فضا میں رہا کرتا ہے

کرتے رہتے ہیں۔ بعض روایات میں حضرت کعبؓ نے حضورؐ سے یہ مضمون نقل کیا ہے اور ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ نے بھی اس قسم کا مضمون خود حضور اقدسؐ ہی سے نقل کیا ہے۔

فصل دوم

ان احادیث کے بیان میں جن میں ان کلمات کی فضیلت اور ترغیب ذکر فرمائی گئی ہے،
۱ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ رواه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه كذا في الترغيب۔

۱ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ زبان پر بہت ہلکے اور ترازو میں بہت وزنی اور اللہ کے نزدیک بہت محبوب ہیں۔ وہ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اور سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ ہیں۔

ف :- زبان پر ہلکے کا مطلب یہ ہے کہ پڑھنے میں نہ وقت خرچ ہو کہ بہت مختصر ہیں نہ یاد کرنے میں کوئی وقت یا دیر لگے اور اسکے باوجود جب اعمال کے تولنے کا وقت آئے گا تو ترازو میں ان کلموں کی کثرت کی وجہ سے بہت زیادہ وزن ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی بھی فائدہ نہ ہوتا تو بھی اس سے بڑھ کر کیا چیز تھی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دو کلمے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کو ان ہی دو کلموں پر ختم فرمایا اور یہی حدیث کتاب کے ختم پر ذکر فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے کہ کوئی شخص تم میں سے اس بات کو نہ چھوڑے کہ ہزار نیکیاں روزانہ کر لیا کرے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سو مرتبہ پڑھ لیا کرے ہزار نیکیاں ہو جائیں گی۔ اتنے گناہ تو انشاء اللہ روزانہ کے ہوں گے بھی نہیں۔ اور اس تسبیح کے علاوہ (مسنو گذشتہ کا بقیہ) چکر لگاتی رہتی ہے۔ کیا بعید ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اور اہل سائنس کی یہ تحقیق ایک ہی حقیقت کی دو تعبیریں ہوں۔ شریعت کی ہزاروں حقیقتیں ہیں جو آج سائنسی دور میں مادی طریقے پر بھی ثابت ہو چکی ہیں۔

لہ رواہ ابن ماجہ وابن ابی الدنیاء والحاکم عن النعمان بن بشیر قال الحاکم صحیح علی شرط مسلم۔

جتنے نیک کام کئے ہوں گے ان کا ثواب علیحدہ نفع میں رہا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح و شام ایک ایک تسبیح سبحان اللہ و بحمدہ کی پڑھے اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے خواہ سمندر کے جھاگوں سے بھی زیادہ ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اللَّهُمَّ اكْبِرْهُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَنِ الْجَبَرِ (سرور میں، درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔)

۵ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أُخْبِرُكَ بِأَحَبِّ الْكَلَامِ إِلَى اللَّهِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنِي بِأَحَبِّ الْكَلَامِ إِلَى اللَّهِ فَقَالَ إِنَّ أَحَبَّ الْكَلَامِ إِلَى اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ۔ رواه مسلم والنسائي والترمذي إلا أنه قال سُبْحَانَ رَبِّي وَبِحَمْدِهِ۔ وقال حسن صحيح وعنه السيوطي في الجامع الصغير إلى مسلم وأحمد والترمذي ورقم له بالصحة وفي رواية لمسلم أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ أَيُّ الْكَلَامِ أَفْضَلُ قَالَ مَا اضْطَفَّ اللَّهُ مَلَأَتْهُ أَوْ لَعِبَادِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ كَذَا فِي التَّرْغِيبِ قُلْتُ وَآخِرُ الْأَخْيَرِ الْحَاكِمِ وَصَحَّحَهُ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَأَقْرَأَهُ عَلَيْهِ الذَّاهِبِيُّ وَذَكَرَهُ السَّيُوطِيُّ فِي الْجَامِعِ بِرِوَايَةِ أَحْمَدَ عَنْ رَجُلٍ مُخْتَصَرٍ أَوْ رَقْمَ لَهُ بِالصَّحَّةِ۔

۶ حضرت ابو ذر رحمہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے بتاؤں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کلام کیا ہے میں نے عرض کیا ضرور بتا دیں، ارشاد فرمایا سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ دوسری حدیث میں ہے سُبْحَانَ رَبِّي وَبِحَمْدِهِ حدیث میں یہ بھی ہے کہ اللہ نے جس چیز کو اپنے فرشتوں کے لئے اختیار فرمایا وہی افضل ترین ہے اور وہ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ ہے۔ ف:- پہلی فصل میں کئی آیتوں میں یہ مضمون گزر چکا ہے کہ ملائکہ جو عرش کے قریب ہیں اور ان کے علاوہ سب درجات کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہتے ہیں، ان کا مشغلہ یہی ہے کہ وہ اللہ کی پاکی بیان کرنے میں اور حمد کرنے میں مشغول رہیں۔ اسی وجہ سے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کا وقت ہوا تو انھوں نے یہی بارگاہ الہی میں ذکر کیا کہ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ

۱۔ جسطرح موسم خزاں میں پت جھڑ ہوا کے ایک ہی جھونکے سے ہزاروں پتے اپنی اپنی شاخوں سے جدا ہو جاتے ہیں اسی طرح ان کلمات کے ذریعہ یاد الہی کی ایک ہی رو ہزار گناہوں کو دھو ڈالتی ہے ۲۔ بلفظ احب الکلام الی اللہ حدیث ۳۔ جامع مغیر کے الفاظ ہیں افضل الکلام سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ رواہ احمد فی مسندہ عن رجل۔

وَنَقَدَّسُ لَكَ۔ جیسا کہ اس سے پہلی فصل کی پہلی آیت میں گزر چکا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آسمان (عظمت الہی کے بوجھ سے) بولتا ہے رچرچاتا ہے۔ جیسا کہ چارپائی وغیرہ وزن سے بولنے لگتی ہے، اور آسمان کے لئے حق ہے کہ وہ بولے (کہ ہیبت کا بوجھ سخت ہوتا ہے)، قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ آسمان میں ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ کی حالت میں اللہ کی تسبیح و تحمید میں مشغول نہ ہو۔

۲ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ أَوْ وَجِبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ مِائَةً مَرَّةً كَتَبَ اللَّهُ لَهُ مِائَةً أَلْفِ حَسَنَةٍ وَارْبَعًا وَعِشْرِينَ أَلْفِ حَسَنَةٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا لَا يَهْلِكُ مِنْ أَحَدٍ قَالَ بَلَى إِنْ أَحَدَكُمْ لِيَجِيئُ بِالْحَسَنَاتِ لَوْ وُضِعَتْ عَلَى جَبَلٍ انْقَلَبَتْ ثُمَّ يَجِيئُ النِّعَمُ فَتَذْهَبُ بِتِلْكَ ثُمَّ يَتَطَاوَلُ الرَّبُّ بَعْدَ ذَلِكَ بِرَحْمَتِهِ۔ رواه المحاكم وقال صحيح الإسناد كذا في الترغيب قلت واقرة عليه الذہبی۔

۳ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی۔ اور جو شخص سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سو مرتبہ پڑھے گا۔ اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایسی حالت میں تو کوئی بھی (قیامت میں) ہلاک نہیں ہو سکتا کہ نیکیاں ہی غالب رہیں گی، حضورؐ نے فرمایا بعض لوگ پھر بھی ہلاک ہوں گے اور کیوں نہ ہوں، بعض آدمی اتنی نیکیاں لے کر آئیں گے کہ اگر پہاڑ پر رکھ دی جائیں تو وہ دب جائے۔ لیکن اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں وہ کالعدم ہو جائیں گی۔ البتہ اللہ جل شانہ پھر اپنی رحمت اور فضل سے دستگیری فرمائیں گے۔

ف:- اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں دب جانے اور کالعدم ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں جہاں نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی وہاں اس چیز کا بھی مطالبہ اور محاسبہ ہوگا کہ اللہ جل شانہ نے جو نعمتیں عطا فرمائی تھیں ان کا کیا حق ادا کیا اور کیا شکر ادا کیا۔ بندہ کے پاس ہر چیز اللہ ہی کی عطا کی ہوئی ہے۔ ہر چیز کا ایک حق ہے۔ اس لئے ہم آپ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور آپ کی پاکی کا دل سے انحراف کرتے ہیں۔

حق کی ادائیگی کا مطالبہ ہونا ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ
يُصْبِحُ عَلَى كُلِّ سُلَامَى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ۔ الحدیث فی مشکوٰۃ بروایۃ مسلم
قلت درواہ ابوداؤد وابن ماجہ :- جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر صبح کو ہر آدمی کے ہر جوڑ
اور ہڈی پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آدمی میں تین سو سلکھ
جوڑ ہیں اسکے ذمہ ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ کرے۔ یعنی اس بات کے
شکر میں کہ حق تعالیٰ شانہ نے سونے کے بعد جو مرجانے کے مشابہ حالت تھی پھر از سر نو
زندگی بخشی اور ہر عضو صحیح و سالم رہا۔ صحابہؓ نے عرض کیا اتنے صدقہ روزانہ کرنے
کی طاقت کون رکھتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہر صبح صدقہ ہے ہر تکبیر صدقہ ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے۔ اللَّهُ أَكْبَرُ کہنا صدقہ ہے، راستہ سے کسی تکلیف
دینے والی چیز کا ہٹا دینا صدقہ ہے۔ غرض بہت سے صدقات شمار کرائے۔ اس قسم کی
اور بھی احادیث ہیں جن سے آدمی کی اپنی ذات میں جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کا بیان ہے،
اسکے علاوہ کھانے پینے راحت و آرام کے متعلق جتنی اللہ کی نعمتیں ہر وقت میسر ہوتی ہیں
وہ مزید برآں۔

قرآن پاک میں سورۃ الْفُكْرُ الْكَاشِرُ میں بھی اس کا ذکر ہے کہ قیامت میں اللہ کی
نعمتوں سے بھی سوال ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بدن کی صحت کانوں کی
صحت آنکھوں کی صحت سے سوال ہوگا کہ اللہ نے یہ نعمتیں اپنے لطف سے عطا فرمائیں
ان کو اللہ کے کس کام میں خرچ کیا ریا چوپاؤں کی طرح صرف پیٹ پالنے میں خرچ کیا، چنانچہ
دوسری جگہ سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے :- إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ
كَانَ عِنْدَ مَسْئُولٍ۔ (کان۔ آنکھ۔ دل۔ ہر شخص سے ان سب کی قیامت کے دن پوچھ ہوگی
کہ ان چیزوں کا استعمال کہاں کیا) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا ان میں
بے فکری جو اللہ کی بڑی دولت ہے اور صحت بدن بھی ہے۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ دنیا کی
ہر لذت نعمتوں میں داخل ہے جن سے سوال ہوگا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس میں
عافیت بھی داخل ہے۔ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ تُو لَسْتَ لَنْ يَوْمَئِذٍ

لہ ایک حدیث میں ہے نعمتان مغبون فیہما کثیر من الناس الصلۃ والفراغ (رواہ البخاری
الترمذی وابن ماجہ عن ابن عباس) یعنی خدا کی دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ غفلت میں
پڑے ہوئے ہیں۔ ایک صحت دوسرے فراغت۔

عَنِ النَّعِيمِ۔ (پھر اُس دن نعمتوں سے بھی سوال کئے جاؤ گے) کا مطلب کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ گیہوں کی روٹی اور ٹھنڈا پانی مراد ہے کہ اس سے بھی سوال ہوگا اور رہنے کے مکان سے بھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ کن نعمتوں کا سوال ہوگا۔ آدمی بھوک روٹی ملتی ہے وہ بھی جوئی (پیٹ بھرائی روٹی بھی میسر نہیں) وحی نازل ہوئی کیا پاؤں میں جوتا نہیں پہنتے۔ کیا ٹھنڈا پانی نہیں پیتے۔ یہ بھی تو اللہ کی نعمتیں ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض صحابہؓ نے اس آیت شریفہ کے نازل ہونے پر عرض کیا یا رسول اللہؐ کن نعمتوں سے سوال ہوگا کھجور اور پانی صرف یہ دو چیزیں کھانے پینے کو ملتی ہیں اور ہماری تلواریں (جہاد کیلئے) ہر وقت کندھوں پر رہتی ہیں اور دشمن (کافر کوئی نہ کوئی) مقابل (جس کی وجہ سے وہ دو چیزیں بھی اطمینان اور بے فکری سے نصیب نہیں ہوتیں) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب نعمتیں میسر ہونے والی ہیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں جن نعمتوں سے سوال ہوگا ان میں سب سے اول یہ ہوگا کہ ہم نے تیرے بدن کو تندرستی عطا فرمائی (یعنی اس تندرستی کا کیا حق ادا کیا اور اس میں اللہ کی رضا کی کیا خدمت ادا کی) اور ہم نے ٹھنڈے پانی سے تجھ کو سیراب کیا۔ زبردِ حقیقت اللہ کی بڑی نعمت ہے جہاں ٹھنڈا پانی میسر نہیں ہوتا ان سے کوئی اس کی قدر پوچھے، یہ اللہ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ حد نہیں مگر ہم لوگوں کو اسکے نعمتِ عظیم ہونے کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا چہ جائیکہ اس کا شکر اور اس کی ادائیگی حق) ایک حدیث میں وارد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا یہ ہیں:- وہ روٹی کا ٹکڑا جس سے پیٹ بھرا جاتا ہے۔ وہ پانی جس سے پیاس بجھائی جاتی ہے وہ کپڑا جس سے بدن ڈھانکا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ دو پہر کے وقت سخت دھوپ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ ریڑھ پریشان ہو کر گھر سے چلے مسجد میں پہنچے ہی تھے کہ حضرت عمرؓ بھی اسی حالت میں تشریف لے آئے۔ حضرت ابو بکرؓ کو بیٹھا ہوا دیکھ کر دریافت کیا کہ تم اس وقت یہاں

لے اور اس سے بھی پہلے صحت جسمانی، آنکھ، ناک، کان، عقل و شعور وغیرہ یہی کیا کچھ کم نعمتیں ہیں؟ جو لوگ ان سے محروم ہیں انھیں دیکھئے کس مصیبت سے زندگی گزارتے ہیں لے اس سوال سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کے خیال میں نعمت سے مراد خدا کی ہر دین نہ تھی بلکہ بہت خوشحال اور فراخ زندگی اور اس کی بے بہا مستری ہی ان کے خیال میں نعمت تھی ورنہ معاذ اللہ یہ بات نہ تھی کہ کھجور یا پانی وغیرہ کو وہ خدا کی دین نہ سمجھتے ہوں لے یعنی خوشگوار اور وسیع زندگی ملنے والی ہے۔

کہاں۔ فرمایا کہ بھوک کی بیتابی نے پریشان کیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا واللہ اسی چیز نے مجھے بھی مجبور کیا کہ کہیں جاؤں، یہ دونوں حضرات یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ سردارِ دو عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، ان کو دیکھ کر دریافت فرمایا کہ تم اس وقت کہاں؟ عرض کیا یا رسول اللہ بھوک نے پریشان کیا جس سے مضطرب ہو کر نکل پڑے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اسی مجبوری سے میں بھی آیا ہوں۔ تینوں حضرات اکٹھے ہو کر حضرت ابویوب انصاریؓ کے مکان پر پہنچے وہ تشریف نہیں رکھتے تھے بیوی نے بڑی مسرت و افتخار سے ان حضرات کو بٹھایا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا ابویوبؓ کہاں گئے ہیں عرض کیا ابھی حاضر ہوتے ہیں۔ کسی ضرورت سے گئے ہوئے ہیں۔ اتنے میں ابویوبؓ بھی حاضر خدمت ہو گئے اور فرطِ خوشی میں کھجور کا ایک بڑا سا خوشہ توڑ کر لائے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سارا خوشہ کیوں توڑا۔ اس میں کچی اور ادھ کچری بھی ٹوٹ گئیں، چھانٹ کر پکی ہوئی توڑ لیتے۔ انھوں نے عرض کیا اس خیال سے توڑا کہ ہر قسم کی سامنے ہوں جو پسند ہو وہ نوش فرما دیں (کہ بعض مرتبہ پکی ہوئی سے ادھ کچری زیادہ پسند ہوتی ہے) خوشہ سامنے رکھ کر جلدی سے گئے اور ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور جلدی جلدی کچھ تو ویسے ہی بھون لیا کچھ سالن تیار کر لیا۔ حضورؐ نے ایک روٹی میں تھوڑا سا گوشت رکھ کر ابویوبؓ کو دیا کہ یہ فاطمہؓ کو پہنچا دو اسکو بھی کئی دن سے کچھ نہیں مل سکا وہ فوراً پہنچا کر آئے ان حضرات نے بھی سیر ہو کر نوش فرمایا۔ اسکے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو یہ اللہ کی نعمتیں ہیں۔ روٹی ہے گوشت ہے۔ ہر قسم کی کچی اور پکی کھجوریں ہیں۔ یہ فرما کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور ارشاد فرمایا اُس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہی وہ نعمتیں ہیں جن سے قیامت میں سوال ہوگا (جن حالات کے تحت میں اس وقت یہ چیزیں میسر ہوئی تھیں ان کے لحاظ سے) صحابہ رض کو بڑی گرانی اور فکر پیدا ہو گیا کہ ایسی مجبوری اور اضطراب کی حالت میں یہ چیزیں میسر آئیں اور اور ان پر بھی سوال و حساب ہو، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا شکر ادا کرنا تو ضروری ہے ہی۔ جب اس قسم کی چیزوں پر ہاتھ ڈالو تو اولاً بِسْمِ اللہ پڑھو اور جب کھا چکو تو کہو الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هُوَ أَشْبَعُنَا وَأَنْعَمَ عَلَيْنَا وَأَفْضَلَ (تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جس نے ہم کو پیٹ بھر کر کھلایا اور ہم پر انعام فرمایا اور بہت زیادہ عطا کیا) اس دعا کا پڑھنا لے بے چین ہو کر۔ لے اسیں تھوڑی سی ترشی بھی ہوتی ہے جو خوشگوار ہوتی ہے۔

کرا داکر نے میں کافی ہے۔ اس قسم کے واقعات کئی مرتبہ پیش آئے جو متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے ذکر کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ابو الہیثم مالک ابن تہبان کے مکان پر تشریف لیجانے کی نوبت آئی اسی قسم کا ایک واقعہ ایک اور صاحب کے ساتھ پیش آیا جن کو واقعی کہا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کا گدز ایک شخص پر ہوا جو کورھی بھی تھا اور اندھا، بہرا، گونگا بھی تھا۔ آپ نے ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ تم لوگ اللہ کی کچھ نعمتیں اس شخص پر بھی دیکھتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا اسکے پاس کونسی نعمت ہے۔ آپؓ نے ارشاد فرمایا کیا پیشاب سہولت سے نہیں کر سکتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قیامت میں تین دربار ہیں۔ ایک دربار میں نیکیوں کا حساب ہے، دوسرے میں اللہ کی نعمتوں کا حساب ہے، تیسرے میں گناہوں کا مطالبہ ہے۔ نیکیاں نعمتوں کے مقابلہ میں ہو جائیں گی اور برائیاں باقی رہ جائیں گی جو اللہ کے فضل کے تحت میں ہوں گی۔ ان سب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کی جس قدر نعمتیں ہر آن اور ہر دم آدمی پر ہوتی ہیں ان کا شکر کرنا ان کا حق ادا کرنا بھی آدمی کے ذمہ ہے۔ اسلئے جتنی مقدار بھی نیکیوں کی پیدا ہو سکے ان کو حاصل کرنے میں کمی نہ کرے اور کسی مقدار کو بھی زیادہ نہ سمجھے کہ وہاں پہونچ کر معلوم ہوگا کتنے کتنے گناہ ہم نے اپنی آنکھ، ناک، کان اور دوسرے بدن کے حصوں سے ایسے کئے ہیں جن کو ہم گناہ بھی نہ سمجھے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کی قیامت میں اللہ کے یہاں پیشی نہ ہو کہ اس وقت نہ کوئی پردہ درمیان میں حاصل ہوگا نہ ترجمان (دوکیں وغیرہ) دائیں طرف دیکھے گا تو اپنے اعمال کا انبار ہوگا، بائیں طرف دیکھے گا تب یہی منظر ہوگا۔ جس قسم کے بھی اچھے یا برے اعمال کئے ہیں وہ سب ساتھ ہوں گے جہنم کی آگ سامنے ہوگی۔ اسلئے جہاں تک ممکن ہو صدقہ سے جہنم کی آگ کو دفع کر دو خواہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں سب سے اول یہ سوال ہوگا کہ ہم نے تجھے بدن کی صحت عطا کی اور ٹھنڈا پانی پینے کو دیا (یعنی ان چیزوں کا کیا حق ادا کیا)، دوسری حدیث میں ہے کہ اس وقت تک آدمی حساب کے میدان سے نہ بٹے گا جب تک پانچ چیزوں کا سوال نہ ہو جائے۔ عمر کس کام میں خرچ کی؟ جوانی (کی قوت)، کس مشغلہ میں صرف کی؟ مال کس طریقہ سے کمایا اور کس طریقہ سے خرچ کیا؟ یعنی اگر پیشاب کا بند لگ جائے تو کس قدر تڑپے اور بے چین ہو تو اس تکلیف محفوظ رکھنا کیا کوئی معمولی نعمت ہے؟ حدیث کے الفاظ ہیں: - اتقوا النار ولو بشق تمرة (رواہ البخاری وسلم عن عبدی بن حاتم)۔

کیا (یعنی کمائی کے اور خرچ کے طریقے جائز تھے یا ناجائز) جو کچھ علم حاصل کیا (خواہ کسی درجہ کا ہو) اس میں کیا عمل کیا (یعنی جو مسائل معلوم تھے ان پر عمل کیا یا نہیں)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شب معراج میں جب میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انھوں نے : ایا کہ اپنی امت کو میرا سلام کہدینا اور یہ کہنا کہ جنت کی نہایت عمدہ پاکیزہ مٹی ہے اور بہترین پانی۔ لیکن وہ بالکل چٹیل میدان ہے اور اسکے پودے (درخت) سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ ہیں۔ (جتنے کسی کا دل چاہے درخت لگالے) ایک حدیث میں اس کے بعد لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ بھی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ان کلموں میں سے ہر کلمہ کے بدلے ایک درخت جنت میں لگایا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَيَحْمَدُهُ پڑھیگا۔ ایک درخت جنت میں لگایا جاوے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور تشریف لیجا رہے تھے حضرت ابو ہریرہؓ کو دیکھا کہ ایک پودا لگا رہا ہے میں دریافت فرمایا کیا کر رہے ہو، انھوں نے عرض کیا

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيتُ إِبْرَاهِيمَ لَيْلَةَ أُسْرَى بَنِي فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَقْرَى أُمَّتِكَ مِنْهُ السَّلَامُ وَأَخْبَرَهُ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذَابُ الْمَاءِ وَأَنَّهَا قِيَعَانُ وَأَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ۔ رواه الترمذی والطبرانی فی الصغیر الاوسط وزاد ولا حول ولا قوة الا بالله وقال الترمذی حسن غریب من هذا الوجه رواه الطبرانی ایضاً باسناد رواه من حدیث سلمان الفارسی وعن ابن عباس رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ غَرَسَ لَنَا بِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ شَجَرَةً فِي الْجَنَّةِ رواه الطبرانی واسنادہ حسن لا بأس به فی المتابعات وعن جابر قَرَفُوعًا مِّنْ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَيَحْمَدُهُ غَرَسَتْ لَنَا نَخْلَةً فِي الْجَنَّةِ۔ رواه

اس حدیث کے ایک راوی عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود ہیں جو اس روایت کو اپنے والد کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں لہذا بقول حافظ منذری انھیں اپنے والد سے سماع ثابت نہیں ہے۔ دوسری چیز اس سند میں یہ ہے کہ ابن عبد الرحمن کے شاگرد ہیں عبد الرحمن بن اسحاق الکوفی جنکو منذری نے داہ کہا ہے اور اسکی تائید میں جو روایت ابن عباسؓ کی نقل کی ہے اسکی سند کا بھی یہی حال ہے۔ ترغیب و ترہیب میں جہاں سے یہ روایتیں لی گئی ہیں تفصیلات موجود ہیں مگر یہاں درج ہونے سے رہ گئی ہیں،

درخت لگار ہا ہوں۔ ارشاد فرمایا میں بتاؤں
بہترین پودے جو لگائے جاویں سُبْحَانَ
اللہ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا إِلٰہَ إِلَّا اللہُ وَاللّٰہُ
اکْبَرُ ہر کلمہ سے ایک درخت جنت
میں لگتا ہے۔

ف :- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
کے ذریعہ سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ
علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام
بھیجا ہے۔ اسلئے علماء نے لکھا ہے کہ
جس شخص کے پاس یہ حدیث پہنچے اسکو
چاہیے کہ حضرت خلیل اللہ کے سلام کے
جواب میں وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
کہے۔ اسکے بعد ارشاد ہے کہ جنت کی مٹی
بہترین ہے اور پانی میٹھا۔ اس کے دو
مطلب ہیں۔ اول یہ کہ صرف اس جگہ کی
حالت کا بیان کرنا ہے کہ بہترین جگہ ہے
جس کی مٹی کے متعلق احادیث میں آیا ہے
کہ مُشک وزعفران کی ہے اور پانی نہایت
لذیذ، ایسی جگہ ہر شخص اپنا مسکن بنانا
چاہتا ہے اور تفریح و راحت کیلئے باغ
وغیرہ لگانے کے اسباب مہیا ہوں تو کون
چھوڑ سکتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ
زمین بہتر اور پانی بہتر ہو وہاں پیداوار بہت

الترمذی وحسنہ والنسائی الا انه قال
شجرة وابن حبان في صحيحه والحاكم في
الموضعين باسنادين قال في احدهما
على شرط مسلم وفي الاخر على شرط
البخاری وذكره في الجامع الصغير
برواية الترمذی وابن حبان والحاكم
ورقمه بالصحة وعن ابی هريرة أن
النبي صلى الله عليه وسلم مر به وهو
يغرس الحديث رواه ابن ماجة باسناد
حسن والحاكم وقال صحيح الاسناد كذا
في الترغيب وعزاه في الجامع الى ابن
ماجة والحاكم ورقم له بالصحة قلت في
الباب من حديث ابی ايوب مرفوعا
رواه احمد باسناد حسن وابن ابی الدنيا
وابن حبان في صحيحه ورواه ابن ابی
الدنيا والطبرانی من حديث ابن عمر
ايضا مرفوعا مختصرا الا ان في حديثهما
الحقلة فقط كما في الترغيب قلت وذكر
السيوطي في الدار حديث ابن عباس م
مرفوعا بلفظ حديث ابن مسعود م
قال اخرج الترمذی وحسنه والطبرانی
وابن مردويه قلت وذكره في الجامع
الصغير برواية الطبرانی ورقم له بالصحة

لہ حدیث میں ایک لفظ قَبِيحَان آیا ہے جسکے معنی یکساں اور ہموار زمین کے ہیں جو پیداوار کیلئے بہت عمدہ ہوتی
ہے اور پھر درخت لگنے کا ذکر ہے۔ ان دونوں چیزوں کے پیش نظر یہ دوسرا مطلب ہی واضح ہے۔ مقصد یہ ہے کہ
عمدہ زمین ہے اور بہت آسانی سے درخت لگتا ہے تو زیادہ سے زیادہ اس غیر آباد زمین کو آباد کرنا چاہیے۔

و ذکر فی مجمع الزوائد عدة روایات فی
معنی هذا الحدیث۔

یہ ہے کہ ایک مرتبہ سُبحان اللہ کہہ دینے سے ایک درخت وہاں قائم ہو جائے گا۔ اور پھر وہ جنگہ اور پانی کی عمدگی کی وجہ سے خود ہی نشوونما پاتا رہے گا صرف ایک بیج ڈال دینا ہے باقی سب کچھ خود ہی ہو جائے گا۔ اس حدیث میں جنت کو چھیل میدان فرمایا ہے اور جن احادیث میں جنت کا حال بیان کیا گیا ہے ان میں جنت میں ہر قسم کے میوے باغ درختوں وغیرہ کا موجود ہونا بتایا گیا ہے بلکہ جنت کے معنی ہی باغ کے ہیں اسلئے بظاہر اشکال واقع ہوتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اصل کے اعتبار سے وہ میدان ہے لیکن جس حالت پر وہ نیک عمل لوگوں کو دی جائیگی، ان کے اعمال کے موافق اسمیں باغ اور درخت وغیرہ موجود ہوں گے۔ دوسری توجیہ بعض علماء نے یہ فرمائی ہے کہ جنت کے وہ باغ وغیرہ اُن اعمال کے موافق ملیں گے جب ان اعمال کی وجہ سے اور ان کے برابر ملے تو گویا یہ اعمال ہی درختوں کا سبب ہوئے۔ تیسری توجیہ یہ فرمائی گئی ہے کہ کم سے کم مقدار جو ہر شخص کے حصہ میں ہے وہ ساری دنیا سے کہیں زائد ہے اسمیں بہت سے حصہ میں خود اپنے اصلی باغ موجود ہیں اور بہت سا حصہ خالی پڑا ہوا ہے۔ جتنا کوئی ذکر تسبیح وغیرہ کرے گا اتنے ہی درخت اور لگ جائیں گے۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا گنگوہی کا ارشاد جو کو کتب دُری میں نقل کیا گیا ہے یہ ہے کہ اسکے سارے درخت خمیر کی طرح سے ایک جگہ بچھتے ہیں ہر شخص جس قدر اعمال خیر کرتا رہتا ہے اتنا ہی اُس کے حصہ کی زمین میں لگتے رہتے ہیں اور نشوونما پاتے رہتے ہیں۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هَالَ اللَّيْلُ أَنْ يَكَا يَلَاكَ أَوْ يَحْمِلَ بِالْمَالِ أَنْ يَنْفِقَ أَوْ جَانَّ عَنِ الْعُدَّةِ أَنْ يُقَاتِلَكَ فَلْيَكُ بِكَ مِنْ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ فَإِنَّهَا أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ جَبَلٍ ذَهَبٍ يَنْفِقُهُ فِي

۵ حضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص رات کی مشقت جھیلنے سے ڈرتا ہو کہ راتوں کو جاگنے اور عبادت میں مشغول رہنے سے قاصر ہو، یا بخل کی وجہ سے مال خرچ کرنا دشوار ہو یا بُزدلی کی وجہ سے جہاد کی ہمت نہ پڑتی ہو اُسکو چاہیے کہ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ کثرت سے

۱۔ ایک کتاب کا نام جس میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے درس ترمذی کی تقریریں جمع کی گئی ہیں یہ تقریریں مولانا محمد یحییٰ صاحب نے فصیح عربی زبان میں ضبط کی ہیں اور حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب مظلّم مؤلف کتاب ہذا نے انہیں مختصر و مفید توافقی کے ساتھ مشائخ کیا ہے۔

پڑھا کرے کہ اللہ کے نزدیک یہ کلام پہاڑ
کی بقدر سونا خرچ کرنے سے بھی زیادہ
محبوب ہے۔

ف :- کِسْقَدِر اللہ کا فضل ہے
کہ ہر قسم کی مشقت سے بچنے والوں کیلئے
بھی فضائل اور درجات کا دروازہ بند
نہیں فرمایا، راتوں کو نہیں جاگا جاتا،
کنجوسی سے پیسہ خرچ نہیں ہوتا، بُزِ دلی
اور کم ہمتی سے جہاد جیسا مبارک عمل
نہیں ہوتا۔ اسکے بعد بھی اگر دین کی قدر ہے آخرت کا فکر ہے تو اُسکے لئے بھی راستہ
کھلا ہوا ہے پھر بھی کچھ نہ کما سکے تو کم نصیبی کے سوا اور کیا ہے۔ پہلے یہ مضمون تفصیل
سے گزر چکا ہے۔

سَبِيلُ اللَّهِ رِوَاةُ الْفَرِيَّانِي وَالطَّبْرَانِي
وَاللَّفْظُ لَهُ وَهُوَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَا بَاسَ
بِاسْنَادِهِ انْشَاءَ اللَّهُ كَذَا فِي التَّرْغِيبِ وَ
فِي مَجْمَعِ الزَّوَادِ رِوَاةُ الطَّبْرَانِي وَفِيهِ سَلِيمَانُ
بْنُ أَحْمَدَ الْوَاسِطِيُّ وَثَقَمَا عَبْدَانُ وَضَعَفَ
الْجَمْهُورُ وَالْغَالِبُ عَلَى بَقِيَّةِ رَجَاءِ التَّوْثِيقِ
وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهَرِفُوعًا
أَخْرَجَهُ ابْنُ مَرْدُودٍ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَ
أَيْضًا عِنْدَ ابْنِ مَرْدُودٍ كَذَا فِي الدَّاسِ۔
نہیں ہوتا۔ اسکے بعد بھی اگر دین کی قدر ہے آخرت کا فکر ہے تو اُسکے لئے بھی راستہ
کھلا ہوا ہے پھر بھی کچھ نہ کما سکے تو کم نصیبی کے سوا اور کیا ہے۔ پہلے یہ مضمون تفصیل
سے گزر چکا ہے۔

حضور کا ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک
سب سے زیادہ محبوب کلام چار کلمے ہیں سُبْحَانَ
اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ
أَكْبَرُ ان میں سے جسکو چاہے پہلے پڑھے
اور جسکو چاہے بعد میں (کوئی خاص ترتیب
نہیں)، ایک حدیث میں ہے کہ یہ کلمے قرآن
پاک میں بھی موجود ہیں۔

ف :- یعنی قرآن پاک کے الفاظ
میں بھی یہ کلمے کثرت سے وارد ہوئے ہیں

۶ عَنْ سَمُرَةَ بِنْتِ جُنْدُبٍ قَالَتْ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَحَبُّ الْكَلَامِ إِلَى اللَّهِ أَرْبَعُ سُبُحَانَ اللَّهِ
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ
أَكْبَرُ لَا يَضُرُّكَ بَايَتُهُنَّ بِلَا تُتْ۔ رِوَاةُ مُسْلِمٍ
وَابْنِ مَاجَةَ وَالنَّسَائِي وَزَادَ وَهْنُ مِنَ
الْقُرْآنِ وَرِوَاةُ النَّسَائِي أَيْضًا وَابْنُ حَبَّانٍ
فِي صَحِيحِهِ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ كَذَا
فِي التَّرْغِيبِ وَعَنْ الْأَسِيوطِيِّ حَدِيثٌ

۱۴ یہاں ایک اصولی بات یہ ذہن میں رکھنی چاہیے کہ یہ بات جو بیان کی گئی ہے یہ عام حالات میں ہے ورنہ جب
جہاد کا موقع ہو اور ضرورت کا تقاضا یہ ہو کہ سب کو محاذ پر جانا چاہیے یا کسی اسلامی کام کیلئے پیسہ کی سخت ضرورت
ہو تو ایسے اوقات میں جہاد سے پیچھے ہٹنا یا پیسہ دینے سے جی چرانا سخت درجہ کا گناہ ہے ایسے وقت میں کروڑوں
بار تسبیح و تحمید سے زیادہ اجر و ثواب وقتی تقاضے میں تھوڑی سی شرکت پر ملے گا۔

اور قرآن پاک میں ان کا حکم انکی ترغیب
وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ پہلی فصل میں مفصل
بیان ہو چکا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے
کہ عیدوں کو ان کلموں کے ساتھ مزیں کیا کرو۔ یعنی عید کی زینت یہ ہے کہ ان کلموں کا
کثرت سے ورد کیا جائے۔

سماۃ الی احمد ایضاً اور قولہ بالصحة
وحدیث ابی ہریرۃ الی مسند الفردوس
للدیلمی ورفقہ ایضاً بالصحة۔

کہ عیدوں کو ان کلموں کے ساتھ مزیں کیا کرو۔ یعنی عید کی زینت یہ ہے کہ ان کلموں کا
کثرت سے ورد کیا جائے۔

● حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں ایک مرتبہ فقرا و مہاجرین جمع ہو کر حاضر
ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ مالدار
سارے درجے لے اڑے اور ہمیشہ کی رہنے
والی نعمت انہیں کے حصہ میں آگئی حضورؐ
نے فرمایا کیوں۔ عرض کیا کہ نماز روزہ میں تو
یہ ہمارے شریک کہ ہم بھی کرتے ہیں یہ بھی
اور مالدار ہونے کی وجہ سے یہ لوگ صدقہ
کرتے ہیں غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم ان
چیزوں سے عاجز ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ میں
تمہیں ایسی چیز بتاؤں کہ تم اس پر عمل کر کے
اپنے سے پہلوں کو پکڑ لو اور بعد والوں سے
بھی آگے بڑھے رہو۔ اور کوئی شخص تم سے
اس وقت تک افضل نہ ہو جب تک ان ہی اعمال
کو نہ کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتا دیجئے،
ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے بعد سبحان اللہ
الحمد للہ اللہ اکبر ۲۲-۲۳ مرتبہ پڑھ
لیا کرو ان حضرات نے شروع کر دیا۔ مگر
اس زمانہ کے مالدار بھی اسی نمونہ کے تھے
انہوں نے بھی معلوم ہونے پر شروع کر دیا،
تو فقرا دوبارہ حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ

● عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ قَالَ إِذَا الْفُقَرَاءُ
الْمُهَاجِرِينَ أَتَوْا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا قَدْ ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُرِ
بِالدَّارِ جَاءَ الْعُلَّةُ وَالنَّعِيمُ الْمُقِيمُ فَقَالَ
وَمَا ذَاكَ قَالُوا يُصَلُّونَ كَمَا نَصَلُّ وَيَصُومُونَ
كَمَا نَصُومُ وَيَتَصَدَّقُونَ وَلَا نَتَصَدَّقُ وَ
يَعْتِقُونَ وَلَا نَعْتِقُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَا أُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا
تَذْكُرُونَ بِهِ مَنْ سَبَقَكُمْ وَتَسْبِقُونَ بِهِ
مَنْ بَعْدَكُمْ وَلَا يَكُونُ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِنْكُمْ
إِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ قَالُوا بَلَى
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ تَسْبِحُونَ وَتُكَبِّرُونَ
وَتُحَمِّدُونَ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ
مَرَّةً قَالَ أَبُو صَالِحٍ فَرَجَعَ فَقَرَأَ الْمُهَاجِرِينَ
إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا
سَمِعَ إِخْوَانُنَا أَهْلُ الْأَهْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا
فَفَعَلُوا مِثْلَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ
يَشَاءُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَيْسَ قَوْلُ أَبِي صَالِحٍ
إِلَّا آخِرُهُ الْأَعْنَادُ مُسَلَّمٌ وَفِي رِوَايَةٍ
لِلْبُخَارِيِّ تَسْبِيحُونَ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ

عَشْرًا وَتَحْتِدُونَ عَشْرًا وَتَكْبَرُونَ عَشْرًا
بَدَل ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ كَذَا فِي الْمَشْكُوتَةِ وَعَنْ
أَبِي ذَرٍّ عَنْ بَنِي هَذَا الْحَدِيثِ وَفِيهِ إِنَّ
بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ وَبِكُلِّ تَحْمِيدَةٍ
صَدَقَةٌ وَفِي بَضْعٍ أَحَدًا كَوْصَدَقَتُهُ قَالُوا
يَا رَسُولَ اللَّهِ يَا نَبِيَّ أَحَدًا نَاشَهُوْنَا يَكُونُ
لَنَا فِيهَا أَجْرٌ الْحَدِيثُ أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ فِي
الْبَابِ عَنْ أَبِي الدَّهْدَاءِ عِنْدَ أَحْمَدَ -

ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی سُن لیا اور
وہ بھی یہی کرنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ
اللہ کا فضل ہے جسکو چاہے عطا فرمائے
اسکو کون روک سکتا ہے۔ ایک دوسری حدیث
میں بھی اسی طرح یہ قصہ ذکر کیا گیا، اس میں
حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تمہارے لئے بھی اللہ
نے صدقہ کا قائم مقام بنا رکھا ہے۔ سُبْحَانَ اللہ
ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ایک مرتبہ
کہنا صدقہ ہے۔ بیوی سے صحبت کرنا صدقہ ہے۔ صحابہؓ نے تعجب سے عرض کیا یا رسول اللہؐ بیوی سے
ہمبستری میں اپنی شہوت پوری کرے اور یہ صدقہ ہو جائے؟ حضورؐ نے فرمایا اگر حرام میں مبتلا
ہو تو گناہ ہو گا یا نہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور ہو گا، ارشاد فرمایا اسی طرح حلال میں
صدقہ اور اجر ہے۔

ف :- مطلب یہ ہے کہ اس نیت سے صحبت کرنا کہ حرام کاری سے بچے ثواب
اور اجر کا سبب ہے۔ اسی قصہ کی ایک دوسری حدیث میں اس اشکال کے جواب میں کہ
بیوی سے ہمبستری اپنی شہوت کا پورا کرنا ہے، حضورؐ کا یہ جواب نقل کیا گیا ہے بتاؤ
اگر بچہ پیدا ہو جائے پھر وہ جوان ہونے لگے اور تم اسکی خوبیوں کی اُمید باندھے لگو پھر
وہ مرجائے۔ کیا تم ثواب کی اُمید رکھتے ہو؟ عرض کیا گیا بیشک اُمید ہے۔ حضورؐ نے
فرمایا کیوں تم نے اسکو پیدا کیا تم نے اسکو ہدایت کی تھی تم نے اسکو روزی دی تھی۔ بلکہ
اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ اُسی نے ہدایت دی ہے وہی روزی عطا کرتا تھا۔ اس طرح
صحبت سے تم نطفہ کو حلال جگہ رکھتے ہو پھر اللہ کے قبضہ میں ہے کہ چاہے اسکو زندہ کرے
کہ اُس سے اولاد پیدا کر دے یا مُردہ کرے کہ اولاد پیدا نہ ہو۔ اس حدیث کا مقصد یہ ہے
کہ یہ اجر و ثواب بچے کے پیدا ہونے کا سبب ہونی کی وجہ سے ہے۔

لے اوپر دانی حدیث کے ظاہر کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر حرام کاری سے بچنے کی نیت بھی نہیں کی ہے بلکہ اپنی خواہش
نفس ہی کا پورا کرنا مقصود ہے تب بھی اجر سے خالی نہیں، اسلئے کہ جب حلال طریقے پر اسنے اپنے نفس کو تسکین کی
تو خود بخود حرام سے بچنا آسان ہو گیا، تاہم اگر یہ نیت بھی کر لی جائے تو مزید ثواب
کی اُمید ہے۔

۸ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّحَ اللَّهَ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَحَمَدَ اللَّهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَكَلَّمَ اللَّهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ فَيَتْلُو تَسْبِيحًا تِسْعَةً تِسْعُونَ وَقَالَ تَمَّ مَالِيَاءُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ - رواه مسلم كذا في المشكاة وكذا في مسند احمد -

۸ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ اور ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ المملک ولہ الحمد وهو علی کل شیء قدير اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں خواہ اتنی کثرت سے ہوں جتنے سمندر کے جھاگ۔

ف :- خطایا کی مغفرت کے بارہ

میں پہلے کئی حدیثوں کے تحت میں بحث

گزر چکی ہے کہ ان خطایا سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہیں۔ اس حدیث میں تین کلمے ۳۳-۳۳ مرتبہ اور لا الہ الا اللہ ایک مرتبہ وارد ہوا ہے۔ اس سے اگلی حدیث میں دو کلمے ۳۳-۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ آرہا ہے۔ حضرت زید رحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ ہم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ اللَّهُ أَكْبَرُ ہر ایک کو ۳۳ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنے کا حکم فرمایا تھا۔ ایک انصاری رحمہ نے خواب میں دیکھا کوئی شخص کہتا ہے کہ ہر ایک کلمہ کو پچیس مرتبہ کر لو اور ان کے ساتھ لا الہ الا اللہ ۲۵ مرتبہ کا اضافہ کر لو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا حضور نے قبول فرمایا اور اس کی اجازت فرمادی کہ ایسا ہی کر لیا جائے۔ ایک حدیث میں سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ اللَّهُ أَكْبَرُ ہر کلمہ کو ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ کا حکم ہے۔ اور ایک حدیث میں ۱۰-۱۰ مرتبہ وارد ہوا ہے۔ ایک حدیث میں لا الہ الا اللہ ۱۰ مرتبہ باقی تینوں کلمے ہر ایک ۳۳ مرتبہ۔ ایک حدیث میں ہر نماز کے بعد چاروں کلمے ۱۰۰-۱۰۰ مرتبہ وارد ہوئے ہیں۔ جیسا کہ حصن حصین میں ان روایات کو ذکر کیا گیا ہے۔ یہ اختلاف بظاہر حالات کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ آدمی فراغت اور مشاغل کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ جو لوگ دوسرے ضروری کاموں میں مشغول ہیں ان کے لئے کم مقدار تجویز فرمائی اور جو لوگ فارغ ہیں ان کے لئے زیادہ مقدار لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ جو وعدہ احادیث

یہ ان کی رعایت ضروری ہے کہ جو چیز دو کے طور پر استعمال کی جاتی ہے
اس میں مقدار کی رعایت بھی اہم ہے۔

۹ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعْقِبًا لَا يَخِيبُ قَائِلُهُنَّ أَوْ قَائِلُهُنَّ دُبُرُ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ ثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ تَسْبِيحًا وَثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ تَحْمِيدًا وَارْبَعٌ وَثَلَاثُونَ تَكْبِيرًا - رواه مسلم كذا في المشكوة وعن اه السيوطي في الجامع الى احمد ومسلم والترمذي والنسائي ورقوله بالضعف وفي الباب عن ابى الدماء عند الطبرانی۔

۹ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چند پیچھے آنیوالے (کلمات) ایسے ہیں جن کا کہنے والا نامراد نہیں ہوتا، وہ یہ ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر۔

ف :- ان کلمات کو پیچھے آنیوالے یا تو اس وجہ سے فرمایا کہ یہ نمازوں کے بعد پڑھے جاتے ہیں یا اس وجہ سے کہ گناہوں کے بعد پڑھنے سے آنکو دھونے اور مٹانے والے ہیں یا اس وجہ سے کہ یہ کلمات ایک

دوسرے کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں نمازوں کے بعد سبحان اللہ الحمد للہ ۳۳-۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ پڑھنے کا حکم کیا گیا ہے۔

۱۰ عَنْ عُمَرَ ابْنِ حُصَيْنٍ رَفَعًا أَمْ لَا يَسْتَطِيعُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَعْمَلَ كُلَّ يَوْمٍ مِثْلَ أَحَدٍ عَمَلًا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَنْ يَسْتَطِيعُ قَالَ كُلُّكُمْ يَسْتَطِيعُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَاذَا قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ أَعْظَمُ مِنْ أَحَدٍ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَعْظَمُ مِنْ أَحَدٍ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ أَعْظَمُ مِنْ أَحَدٍ وَاللَّهُ أَكْبَرُ أَعْظَمُ مِنْ أَحَدٍ لِلْكَبِيرِ وَ

۱۰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ روزانہ اُحد (جو مدینہ منورہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے) کے برابر عمل کر لیا کرے؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اسکی کون طاقت رکھتا ہے کہ اتنے بڑے پہاڑ کی برابر عمل کرے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہر شخص طاقت رکھتا ہے صحابہؓ نے عرض کیا اسکی کیا صورت

لے یعنی تعداد کم ہو یا زیادہ لیکن حدیث میں وارد شدہ تعداد میں سے کوئی نہ کوئی ساعدہ پورا کرنا ضروری ہے، اسلئے کہ ہر عدد کی الگ ایک مخصوص تاثیر ہے جسکا علماء شریعت نے بھی اپنے اپنے مواقع پر تفصیل سے ذکر کیا ہے اور عالموں کے یہاں بھی اسکی بہت اہمیت ہے۔ اور علم الاعداد کی روش سے تو اس چیز کو مسلمہ حقیقت کی حیثیت حاصل ہے۔

والبزار کذا فی جمع الفوائد والیساعیہ
فی الحصن ومجمع الزوائد وقال رجالہ
رجال الصمیم۔

ہے ارشاد فرمایا کہ سُبْحَانَ اللہ کا ثواب
اُحد سے زیادہ ہے، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اُحد
سے زیادہ ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کا اُحد سے زیادہ

ہے، اَللّٰهُ اَكْبَرُ کا اُحد سے زیادہ ہے۔ ف:- یعنی ان کلموں میں سے ہر کلمہ ایسا ہے
جس کا ثواب اُحد پہاڑ سے زیادہ ہے اور ایک پہاڑ کیا نہ معلوم کتنے ایسے پہاڑوں سے
زیادہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ سُبْحَانَ اللہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ سارے آسمانوں اور زمینوں
کو ثواب سے بھر دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سُبْحَانَ اللہ کا ثواب آدھی ترازو
ہے۔ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اسکو پُر کر دیتی ہے اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ آسمان زمین کے درمیان کو پُر کر دیتی
ہے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ سُبْحَانَ
اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ مجھے ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے
جس پر آفتاب نکلے۔ مَلَا عَلٰی فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ ساری ہی دنیا اللہ کے واسطے خرچ
کردوں تو اس سے بھی یہ زیادہ محبوب ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہوائی
تخت پر تشریف لیجا رہے تھے پرندے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے اور جن دانس وغیرہ
لشکر و وقطار، ایک عابد پر گزر ہوا جس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس وسعت
ملکی اور عموم سلطنت کی تعریف کی، آپ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کے اعمال نامہ میں ایک
تسبیح سلیمان بن داود کے سارے ملک سے اچھی ہے کہ یہ ملک فنا ہو جائے گا اور
تسبیح باقی رہنے والی چیز ہے۔

● ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ واہ واہ پانچ چیزیں (اعمال
نامہ تلنے کی) ترازو میں کتنی زیادہ وزنی ہیں:-
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰہِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور وہ بچہ جو مرجائے اور باپ
ر اسی طرح ماں بھی، اُس پر صبر کرے۔

ف:- یہ مضمون کئی صحابہ رضی

● عَنْ أَبِي سَلَامٍ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَخَّ بَخَّ خَمْسٌ مَا
أَثْقَلَهُنَّ فِي الْمِيزَانِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
اللّٰهُ اَكْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

الحديث أخرجه أحمد في مسنده ورجالہ
ثقات كما في مجمع الزوائد والحاكم وقال

لہ حضرت سلیمان کے فرمان کا مقصد یہ تھا کہ تجھے جو خدا نے اپنی یاد کی توفیق دی ہے تو اسے حقیر نہ سمجھ، ہاں اگر
حضرت سلیمان کے تقویٰ و عبادت پر رشک کرتا تو قابل قدر جذبہ تھا۔

صحیح الاسناد و اقرہ علیہ الذہبی
و ذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ البزار
عن ثوبان و بروایۃ النسائی و ابن حبیب
و المحاکم عن ابی سلمیٰ و بروایۃ احمد
عن ابی امامۃ و رقمہ بالحسن۔ و
ذکرہ فی مجمع الزوائد بروایۃ ثوبان و ابی
سلمیٰ راعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ
و سفینۃ و مولیٰ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ
و سلم لم یسم و صحیح بعض طرقہا۔

۱۲ عَنْ سَلِيمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ
مِّنَ الْأَنْصَارِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ نُوحٌ لَا بُدَّ مِنِّي مُؤَصِّدًا
بِوَصِيَّتِي وَقَاصِرُهَا لَكِي لَا تَنْسَاهَا أَوْصِيكَ
بِاثْنَيْنِ وَأَنْهَاكَ عَنْ اثْنَيْنِ أَمَّا الَّتِي
أَوْصِيكَ بِهِمَا فَيَسْتَبْشِرُ اللَّهُ بِهِمَا وَ
صَاحِبُ خَلْقٍ وَهُمَا يَكْثُرَانِ الْوُلُوجُ عَلَى
اللَّهِ أَوْصِيكَ بِاللَّهِ إِلَّا اللَّهُ فَإِنَّ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَوْ كَانَتَا خَلْقًا
قَصَصْتَهُمَا وَلَوْ كَانَا فِي كَفَّةٍ وَزَنَتْهُمَا
أَوْصِيكَ بِسُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ فَإِنَّهُمَا
صَلَوَةٌ الْخَلْقِ وَبِهَازِرْزُقِ الْخَلْقِ وَإِنْ
مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا
تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ إِنَّكُمْ كَانَتْ خَلِيئًا
غَفُورًا دَامَا اللَّتَانِ أَنْهَاكَ عَنْهُمَا

مُتَعَدِّدًا احادیث میں نقل کیا گیا ہے
بخ بخ بڑے سرور اور فرحت کا
کلمہ ہے۔ جس چیز کو حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم اس خوشی اور مسرت
سے ارشاد فرما رہے ہوں؟ عطا
فرما رہے ہوں کیا محبت کا
دعویٰ کرنے والوں کے ذمہ نہیں ہے
کہ ان کلموں پر مرثیوں کہ حضور کی اس خوشی
کی قدر دانی اور اسکا استقبال یہی ہے
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے
صاحبزادے سے فرمایا کہ میں تمہیں وصیت
کرتا ہوں اور اس خیال سے کہ بھول نہ جاؤ
نہایت مختصر کہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ دو
کام کرنی وصیت کرتا ہوں اور دو کاموں سے
روکتا ہوں۔ جن دو کاموں کے کرنے کی
وصیت کرتا ہوں وہ دونوں ایسے ہیں کہ
اللہ جلالتہ ان سے نہایت خوش ہوتے ہیں
اور اللہ کی نیک مخلوق ان سے خوش ہوتی ہے
ان دونوں کاموں کی اللہ کے یہاں رسائی
راہ مقبولیت، بھی بہت زیادہ ہے۔
ان دو میں سے ایک لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے کہ
اگر تمام آسمان ایک حلقہ ہو جائیں تو بھی
یہ پاک کلمہ انکو توڑ کر آسمان پر جائے بغیر نہ

لہ یعنی زمین سے اپنے لئے بے پیل وغیرہ کے اور آسمان دونوں کا ملا کر ایک مضبوط و مستحکم کرنا بنا دیا جائے تو بھی
اس کلمہ کی طاقت کے سامنے کچھ نہیں، یہ انکو توڑ ڈالنے کی طاقت رکھتا ہے۔

فَيَحْتَجِبُ اللَّهُ مِنْهُمَا وَصَلَحَ خَلْقُهَا
 أَنَّهُ لَا عَيْنَ الشَّرِّ وَالْكِبْرُ رَاهِ النَّسَا
 وَاللَّفْظُ لَهُ وَالْبَزَارُ وَالْحَاكِمُ مِنْ حَدِيثِ
 عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَقَالَ صَحِيحُهُ الْأَسْنَادُ
 كَذَا فِي التَّرْغِيبِ قُلْتُ وَقَدْ تَقَدَّمَ فِي
 بَيَانِ التَّهْلِيلِ حَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
 عُمَرَ وَمَرْفُوعَاتُ تَقَدَّمَ فِيهِ أَيْضًا مَا فِي
 الْبَابِ وَتَقَدَّمَ فِي الْآيَاتِ قَوْلُهُ عَنْ أَسْمَاءَ
 وَانْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يَسْبَحُ بِحَمْدِهِ الْآيَةُ
 وَأَخْرَجَ ابْنُ جُرَيْرٍ وَابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَأَبُو
 الشَّيْخِ فِي الْعُظْمَةِ عَنْ جَابِرٍ مَرْفُوعًا
 إِلَّا أَخْبَرَ كُمْ بَشْيَءٍ أَمَرِي بِهِ نُوْحٌ يَا بَنِي إِيَّانَ
 نُوْحًا قَالَ لَا بَيْنَ يَابُنِي أَمْرًا أَنْ
 تَقُولَ سُبْحَانَ اللَّهِ فَإِنَّهَا صَلَوَةُ الْخَلْقِ
 وَتَسْبِيحُ الْخَلْقِ وَبِهَا يُرْزَقُ الْخَلْقُ وَ
 أَخْرَجَ أَحْمَدُ وَابْنُ مَرْدَوَيْهِ عَنْ ابْنِ
 عُمَرَ مَرْفُوعًا إِنْ نُوْحًا لَمَّا حَضَرَتْهُ
 الْوَفَاةُ قَالَ لَا بَيْنَ أَمْرًا كَمَا سُبْحَانَ
 اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ فَإِنَّهَا صَلَوَةُ كُلِّ شَيْءٍ
 وَبِهَا يُرْزَقُ كُلُّ شَيْءٍ كَذَا فِي الدَّاءِ

رہے اور اگر تمام آسمان وزمین کو ایک
 پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے میں
 یہ پاک کلمہ ہو تب بھی ہی پلڑا جھک جائے گا،
 اور دوسرا کام جو کرنا ہے وہ سُبْحَانَ اللَّهِ وَ
 تَحْمِيدُهُ کا پڑھنا ہے کہ یہ ساری مخلوق کی عبادت
 ہے اور اسی کی برکت سے تمام مخلوق کو
 روزی دی جاتی ہے۔ کوئی بھی چیز مخلوق
 میں ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح نہ کرتی ہو
 مگر تم لوگ ان کا کلام سمجھتے نہیں ہو اور
 جن دو چیزوں سے منع کرتا ہوں وہ شرک
 اور تکبر ہے کہ ان دونوں کی وجہ سے اللہ
 سے حجاب ہو جاتا ہے اور اللہ کی نیک
 مخلوق سے حجاب ہو جاتا ہے۔

ف:- لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے بیان
 میں بھی اس حدیث کا مضمون گزر چکا ہے
 تسبیح کے متعلق جو ارشاد اس حدیث
 میں ہے قرآن پاک کی آیات میں بھی گزر
 چکا ہے۔ وَإِنْ هُنَّ شَيْءٌ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ
 قرآن پاک کی آیت ہے۔ نَبِيٌّ أَكْرَمَ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد بہت سی احادیث میں
 تسبیح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے
 خود سنی۔ ایک مرتبہ حضور کا ایسی جماعت پر گزر رہا تھا جو اپنے گھوڑوں اور اونٹوں پر کھڑی
 ہوئی تھیں حضور نے ارشاد فرمایا کہ جانوروں کو ممبر اور کرسیاں نہ بناؤ، بہت سے جانور
 سواروں سے بہتر اور ان سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنے والے ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ

لے اگر راستہ طے کرتے ہوئے یوں نہیں کسی سے ایک ڈوبات کرنی ہو تو اترنے کی ضرورت نہیں لیکن اگر کچھ دیر
 تک کسی سے بات کرنی ہے یا کسی کا انتظار ہے تو جانور کی پشت سے اتر جانا چاہیئے۔

فرماتے ہیں کہ کھیتی بھی تسبیح کرتی ہے اور کھیتی والے کو اس کا ثواب ملتا ہے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں ترید مٹھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کھانا تسبیح کر رہا ہے۔ کسی نے عرض کیا آپ اسکی تسبیح سمجھتے ہیں حضور نے ارشاد فرمایا ہاں سمجھتا ہوں۔ اُسکے بعد آپ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اس کو فلاں شخص کے قریب کر دو۔ وہ پیالہ ان کے قریب کیا گیا تو انھوں نے بھی تسبیح سنی۔ اُسکے بعد پھر ایک تیسرے صاحب کے قریب اسی طرح کیا گیا انھوں نے بھی سنا، کسی نے درخواست کی کہ مجمع کے سب ہی لوگوں کو سنوایا جائے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو ان میں سے سُنائی نہ دے تو لوگ سمجھیں گے کہ یہ گنہگار ہے۔

اس چیز کا تعلق کشف سے ہے۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تو یہ چیز بدرجہ اتم حاصل تھی اور ہونا چاہیے تھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی بسا اوقات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت اور انوارِ قرب کی بدولت یہ چیز حاصل ہو جاتی تھی۔ سینکڑوں واقعات اس کے شاہد ہیں۔ صوفیہ کو بھی اکثر یہ چیز مجاہدوں کی کثرت سے حاصل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ جمادات اور حیوانات کی تسبیح انکا کلام اُن کی گفتگو سمجھ لیتے ہیں۔ لیکن محققین مشائخ کے نزدیک چونکہ یہ چیز نہ دلیلِ کمال ہے نہ موجبِ قرب، کہ جو بھی اس قسم کے مجاہد سے کرتا ہے وہ حاصل کر لیتا ہے خواہ اسکو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں قرب حاصل ہو یا نہ ہو۔ اسلئے محققین اسکو غیر اہم سمجھتے ہیں بلکہ اس لحاظ سے مُضر سمجھتے ہیں کہ جب مبتدی اسیں لگ جاتا ہے تو دنیا کی سیر کا ایک شوق پیدا ہو کر ترقی کیلئے مانع بن جاتا ہے۔ مجھے اپنے حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے بعض خدام کے متعلق معلوم ہے کہ جب انکو یہ صورتِ کشف پیدا ہونے لگی تو حضرت نے چند روز کیلئے اہتمام سے سب ذکرِ شغل چھڑا دیا تھا کہ مُبادا یہ حالت ترقی پر پکڑ جائے

لہ عوام کے یہاں اس قسم کی عجیب و غریب باتیں بہت اہمیت رکھتی ہیں بلکہ بعض جاہل لوگ تو بزرگ ہی اسے سمجھتے ہیں جو عجیب عجیب کام کر کے دکھاتا ہو، لیکن اہل علم و تحقیق کے نزدیک یہ سب چیزیں بالکل بحیثیت میں بزرگی اور کمال کا پیمانہ یہ ہے کہ جو شخص جتنا زیادہ فرائض و واجبات کا پابند ہے اور اتباعِ سنت کا جتنا زیادہ اہتمام کرتا ہے اتنا ہی دلی اور صاحبِ کمال ہے چاہے ساری زندگی میں ایک بھی کرامت اور ایک بھی عجیب بات نہ دکھائی ہو۔ اور جو شخص شرعی معاملات میں کوتاہ ہو اور فرائض و واجبات سے غافل ہو وہ چاہے جتنے عجیب کام کرے شریعت میں اسکا کوئی درجہ نہیں ہے۔ بازی گری اور شعبہ بازی کو بزرگی سمجھنا انتہا درجہ کی نادانی ہے۔

اس کے علاوہ یہ حضرات اسلئے بھی بچتے تھے کہ اس صورت میں دوسروں کے گناہوں کا اظہار ہوتا ہے جو ان حضرات کیلئے مستحکم کا سبب ہوتا ہے۔ علامہ شعرانی نے میتران انگریزی میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ جب کسی شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے تو اس پانی میں جو گناہ دھلتا ہو نظر آتا اسکو معلوم کر لیتے۔ یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ کبیرہ گناہ ہے یا صغیرہ، مکروہ فعل ہے یا خلاف اولیٰ جیسا کہ جسی چیزیں نظر آیا کرتی ہیں اسی طرح یہ بھی معلوم ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ کوفہ کی جامع مسجد کے وضو خانہ میں تشریف فرما تھے ایک جوان وضو کر رہا تھا اسکے وضو کا پانی گرتے ہوئے آپ نے دیکھا اسکو چپکے سے نصیحت فرمائی کہ بیاد الدین کی نافرمانی سے توبہ کر لے۔ اُس نے توبہ کی۔ ایک دوسرے شخص کو دیکھا تو اسکو نصیحت فرمائی کہ بھائی زنا نہ کیا کر بہت بُرا عیب ہے اسوقت اُس نے بھی زنا سے توبہ کی۔ ایک اور شخص کو دیکھا کہ شراب خوری اور ہود لعب کا پانی گر رہا ہے اسکو بھی نصیحت فرمائی۔ اُس نے بھی توبہ کی۔ الغرض اسکے بعد امام منا نے اللہ جل جلالہ سے دعا فرمائی کہ اے اللہ اس چیز کو مجھ سے دور فرما دے کہ میں لوگوں کی بُرائیوں پر مطلع ہونا نہیں چاہتا۔ حق تعالیٰ شانہ نے دعا قبول فرمائی اور یہ چیز زائل ہو گئی، کہتے ہیں کہ اسی زمانہ میں امام صاحب نے مستعمل پانی کے ناپاک ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔ کیونکہ جب وہ پانی گندہ اور مستعفن نظر آتا تھا تو کہتے اسکو پاک فرماتے۔ مگر جب یہ چیز زائل ہو گئی تو اسکو ناپاک فرمانا بھی چھوڑ دیا۔ ہمارے حضرت مولانا الشاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہ کے خدام میں ایک صاحب تھے جو کئی کئی روز اسوجہ سے استنجہ نہیں جاسکتے تھے کہ ہر جگہ انواں نظر آتے تھے۔ اور بھی سیکڑوں ہزاروں واقعات اس قسم کے ہیں جن میں کسی قسم کے تردد کی گنجائش نہیں کہ جن لوگوں کو کشف سے کوئی حصہ ملتا ہے وہ اس حصہ کے بقدر احوال کو معلوم کر لیتے ہیں۔

۱۲ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ

حضور تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بوڑھی ہو گئی ہوں اور ضعیف ہوں کوئی عمل ایسا بتا دیجئے کہ بیٹھے بیٹھے کرتی رہا کروں۔ حضور نے فرمایا سُبْحَانَ اللہ تو مرتبہ پڑھا کرو۔ اس کا ثواب ایسا ہے

۱۳ عَنْ أُمِّ هَانِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ مَرَّ بِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ كَبُرَتْ سِنِّي أَوْضَعْتُ أَدَا كَمَا قَالَتْ فَفَرَّنِي بِعَمَلٍ أَعْمَلُهُ وَأَنَا جَالِسَةٌ قَالَ سَبِّحِ اللَّهَ مِائَةً تَسْبِيحَةً فَإِنَّكَ تَعْدِلُ لَكَ بِمِائَةِ رَقِيعَةٍ تُعْتَقُ بِهَا

لے یہ لفظ تمام نسخوں میں چھوٹ گیا تھا اس مرتبہ اصل کتاب الترغیب والترہیب ص ۱۲۳ سے درست کر دیا گیا ہے۔

مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ وَاحْتِدَى اللَّهُ بِأَنَّهُ
تَحْمِيدًا فَإِنَّهَا تَعْدِلُ لَكَ مِائَةَ مَرَّةٍ
مُسْرَجَةً مُلْجَمَةً تَحْمِلِينَ عَلَيْهَا فِي
سَبِيلِ اللَّهِ وَكَبَرَى اللَّهُ مِائَةَ تَكْلِيْفَةٍ
فَإِنَّهَا تَعْدِلُ لَكَ مِائَةَ بَدَنَةٍ مُقْلَدَةٍ
مُتَقَبِّلَةٍ وَهَلَكِ اللَّهُ مِائَةَ تَهْلِيلَةٍ قَالَ
أَبُو خَلِيفٍ أَحْسِبُ قَالَ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ
وَالْأَرْضِ وَلَا يَرْفَعُ لِأَحَدٍ عَمَلٌ فَضْلٌ
مِمَّا يَرْفَعُ لَكَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَ بِمِثْلِ قَائِمَةٍ.

رواه احمد باسناد حسن واللفظ له
والنسائي ولم يقل ولا يرفع الى اخره
والبيهقي بتمامه وابن ابى الدنيا
فجعل ثواب الرقاب في التحميد و
الفرس في التسبيح وابن ماجه بمعناه
باختصار والطبراني في الكبير بنحو
احمد ولم يقل احسب وفي الاوسط
باسناد حسن بمعناه كذا في الترغيب
باختصار قلت رواه الحاكم بمعناه و
صححه وعزاه في الجامع الصغير الى احمد
والطبراني والحاكم ورواه بالصححة
وذكره في مجمع الزوائد بطرق وقال
اسانيداهم حسنة وفي الترغيب ايضا
عن ابى امامة مرفوعا بنحو حديث
الباب مختصرا وقال رواه الطبراني و
رواه صحيحه خلا سليم بن
عثمان الفوزي يكشف حاله فانه لا

گویا تم نے تلو غلام عرب آزاد کئے اور الحمد
لشیر تلو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے
گویا تم نے تلو گھوڑے مع سامان لگام وغیرہ
جہاد میں سواری کے لئے دے دیئے۔ اور
اللہ اکبر تلو مرتبہ پڑھا کرو یہ ایسا ہے گویا
تم نے تلو اونٹ قربانی میں ذبح کئے اور
وہ قبول ہو گئے اور لا الہ الا اللہ تلو مرتبہ
پڑھا کرو اس کا ثواب تو تمام آسمان زمین
کے درمیان کو بھر دیتا ہے اس سے بڑھ کر
کسی کا کوئی عمل نہیں جو مقبول ہو۔ حضرت
ابو رافعؓ کی بیوی حضرت سلمیٰؓ نے بھی
حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وظیفہ مختصر
سابتا دیجئے زیادہ لمبا نہ ہو حضورؐ نے
ارشاد فرمایا کہ اللہ اکبر دس مرتبہ پڑھا
کر واللہ جل شانہ اس کے جواب میں فرماتے
ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر سبحان اللہ
دس مرتبہ کہا کرو اللہ تعالیٰ پھر یہی فرماتے
ہیں کہ یہ میرے لئے ہے۔ پھر اللھم اغفر لی
دس مرتبہ پڑھا کرو۔ حق تعالیٰ شانہ فرماتے
ہیں کہ ہاں میں نے مغفرت کر دی۔ دس
مرتبہ تم اللھم اغفر لی کہو دس مرتبہ اللہ جل
شانہ فرماتے ہیں کہ میں نے مغفرت کر دی
ف۔ ضعفا اور بوڑھوں کیلئے

بالخصوص عورتوں کیلئے کس قدر سہل
اور مختصر چیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
نے تجویز فرمادی ہے۔ دیکھئے ایسی مختصر

یحضر فی الآن فیہ جراح ولا عدالة
 فی الباب عن سلمیٰ ام بنی ابی رافع
 قالت یا رسول اللہ اخبرنی بکلمات
 ولا تكثر علی الحدیث مختصراً و فیہ
 التکبیر والتسبیح عشر عشر أو اللہ
 اغفر لی عشر قال العند ساری رواہ
 الطبرانی ورواہ مجتہ بہم فی الصحیح
 اہ قلت و بمعناہ عن عمر و بن شعیب
 عن ابیہ عن جدہ مرفوعاً بلفظ من
 سبح اللہ مائة بالغداة و مائة یا
 نعشی کان کمن حج مائة حجۃ الحشا
 و جعل فیہ التحصید کمن حمل علی
 مائة فرس و التھلیل کمن اعتق
 مائة رقبة من ولد اسمعیل ذکرة
 فی مشکوٰۃ بروایۃ الترمذی و قال
 حسن غریب۔

چیزوں پر جن میں نہ زیادہ مشقت ہے
 نہ چلنا پھرنا ہے کتنے بڑے ثوابوں کا
 وعدہ ہے۔ کتنی کم نصیبی ہوگی اگر انکو
 وصول نہ کیا جائے۔ حضرت ام سلیمؓ
 کہتی ہیں میں نے حضورؐ سے عرض کیا
 کوئی چیز مجھے تعلیم فرمادیجئے جس کے
 ذریعہ سے نمازیں دعا کیا کروں، حضورؐ
 نے ارشاد فرمایا کہ سُبْحَانَ اللہِ اَلْحَمْدُ
 لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۱۰۔ ۱۰ مرتبہ پڑھ لیا کرو
 اور جو چاہے اسکے بعد دعا کیا کرو۔
 دوسری حدیث میں اسکے بعد یہ ارشاد
 ہے کہ جو چاہے دعا کیا کرو۔ حق تعالیٰ
 شانہ فرماتے ہیں ہاں ہاں (میں قبول کی)
 کتنے سہل اور معمولی الفاظ ہیں جنکو نہ یاد
 کرنا پڑتا ہے نہ ان میں کوئی محنت
 اٹھانی پڑتی ہے۔ دن بھر ہم لوگ
 بکواس میں گزار دیتے ہیں تجارت کے ساتھ دکان پر بیٹھے بیٹھے یا کھیتی کے ساتھ
 زمین کے انتظامات میں مشغول رہتے ہوئے اگر زبان سے ان تسبیحوں کو پڑھتے رہیں تو
 دنیا کی کمائی کے ساتھ ہی آخرت کی کتنی بڑی دولت ہاتھ آجائے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
 ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو
 راستوں وغیرہ میں گشت کرتی رہتی ہے
 اور جہاں کہیں ان کو اللہ کا ذکر کرنیوالے
 ملتے ہیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو
 بلا کر سب جمع ہو جاتے ہیں اور ذکر کرنیوالوں
 کے گرد آسمان تک جمع ہوتے رہتے ہیں،

عن ابی ہریرۃ بن قال قال
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان
 اللہ مملکۃ یطوفون فی الطرق
 یتسبون اهل الدار فاذا وجدوا
 قومًا یدکرون اللہ تنادوا ھلکوا الی
 حاجتکم فیحفونہا باجنحة یم الی
 السماء فاذا انفروا عرجوا و صعدوا

فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ يَعْلَمُ مِنْ آيِنَ
جِئْتُمْ فَيَقُولُونَ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادِ
لَكَ يُسَبِّحُونَكَ وَيُكَبِّرُونَكَ وَيُحَمِّدُونَكَ
فَيَقُولُ هَلْ رَأَوْنِي فَيَقُولُونَ لَا فَيَقُولُ
كَيْفَ لَوْ رَأَوْنِي فَيَقُولُونَ لَوْ رَأَوْكَ كَانُوا
أَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً وَأَشَدَّ لَكَ تَعَجُّبًا
وَأَكْثَرُ لَكَ تَسْبِيحًا فَيَقُولُ فَمَا يَسْأَلُونَ
فَيَقُولُونَ يَسْأَلُونَكَ الْجَنَّةَ فَيَقُولُ هَلْ
رَأَوْهَا فَيَقُولُونَ لَا فَيَقُولُ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا
فَيَقُولُونَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ
عَلَيْهَا حِرْصًا وَأَشَدَّ لَهَا طَلَبًا وَأَعْظَمَ
فِيهَا رَغْبَةً قَالَ فِيمَ يَتَعَوَّذُونَ فَيَقُولُونَ
يَتَعَوَّذُونَ مِنَ النَّارِ فَيَقُولُ وَهَلْ رَأَوْهَا
فَيَقُولُونَ لَا فَيَقُولُ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا
فَيَقُولُونَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ
مِنْهَا فَرَارًا وَأَشَدَّ لَهَا خَافَةً فَيَقُولُ
أَشْهَدُ كُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَيَقُولُ
مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فَلَان لَيْسَ مِنْهُمْ
إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ قَالَ هُمْ الْقَوْمُ لَا
يَشْفَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ
وَمُسْلِمٌ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الْأَسْمَاءِ وَالْ
الْصِفَاتِ كَذَا فِي الدَّرَرِ وَالْمَشْكُوتِ.

جب وہ مجلس ختم ہو جاتی ہے تو وہ آسمان
پر جاتے ہیں اللہ جل جلالہ باوجودیکہ ہر
چیز کو جانتے ہیں پھر بھی دریافت فرماتے
ہیں کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ وہ عرض
کرتے ہیں کہ تیرے بندوں کی فلاں عمت
کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح اور
تکبیر اور تحمید (برائی بیان کرنے) اور
تعریف کرنے میں مشغول تھے۔ ارشاد ہوتا
ہے کیا ان لوگوں نے مجھے دیکھا ہے، عرض
کرتے ہیں یا اللہ دیکھا تو نہیں، ارشاد ہوتا
ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا
عرض کرتے ہیں کہ اور بھی زیادہ عبادت
میں مشغول ہوتے اور اس سے بھی زیادہ
تیری تعریف اور تسبیح میں منہمک ہوتے۔
ارشاد ہوتا ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ عرض
کرتے ہیں کہ وہ جنت چاہتے ہیں۔ ارشاد
ہوتا ہے کیا انھوں نے جنت کو دیکھا ہے؟
عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو نہیں۔ ارشاد ہوتا
ہے اگر دیکھ لیتے تو کیا ہوتا۔ عرض کرتے
ہیں کہ اس سے بھی زیادہ شوق اور تمنا اور
اسکی طلب میں لگ جاتے۔ پھر ارشاد ہوتا
ہے کہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟

عرض کرتے ہیں کہ جہنم سے پناہ مانگ رہے تھے ارشاد ہوتا ہے کیا انھوں نے جہنم کو دیکھا
ہے؟ عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو ہے نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے اگر دیکھتے تو کیا ہوتا؟ عرض کرتے
ہیں اور بھی زیادہ اس سے بھاگتے اور بچنے کی کوشش کرتے۔ ارشاد ہوتا ہے اچھا تم گواہ
رہو کہ میں نے اس مجلس والوں کو سب کو بخش دیا۔ ایک فرشتہ عرض کرتا ہے یا اللہ فلاں شخص

اس مجلس میں اتفاقاً اپنی کسی ضرورت سے آیا تھا وہ اس مجلس کا شریک نہیں تھا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جماعت ایسی مبارک ہے کہ ان کا پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا۔ لہذا اسکو بھی بخشدیا۔

ف: بنہ اس قسم کا مضمون متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ذکر کی مجالس اور ذکر کرنیوالی جماعتوں اور افراد کی تلاش میں رہتی ہے اور جہاں مل جاتی ہے انکے پاس یہ جماعت بیٹھتی ہے اُن کا ذکر سنتی ہے۔ چنانچہ پہلے باب کی حدیث نمبر ۸ میں یہ مضمون گزر چکا ہے اور اس میں یہ گزر چکا ہے کہ فرشتوں سے تفاخر کے طور پر اللہ جل جلالہ اسکا ذکر کیوں فرماتے ہیں۔ فرشتہ کا یہ عرض کرنا کہ ایک شخص مجلس میں ایسا بھی تھا کہ جو اپنی ضرورت سے آیا تھا واقعہ کا اظہار ہے کہ اسوقت یہ حضرات بمنزلہ گواہوں کے ہیں اور ان لوگوں کی عبادت اور ذکر اللہ میں مشغولی کی گواہی دے رہے ہیں اسی وجہ سے اسکے اظہار کی ضرورت پیش آئی کہ مبادا اعتراض ہو جائے لیکن یہ اللہ کا لطف ہے کہ ذاکرین کی برکت سے انکے پاس اپنی ضرورت سے بیٹھنے والے کو بھی محروم نہ فرمایا۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (سورہ توبہ، رکوع ۱۵۷) اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو، صوفیہ کا ارشاد ہے کہ اللہ جل جلالہ کے ساتھ رہو اور اگر یہ نہیں ہو سکتا تو پھر ان لوگوں کے ساتھ رہو جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہنے کا مطلب یہ ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ارشاد ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندہ نوافل کے ذریعہ میرے قرب میں ترقی کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسکو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور جب میں محبوب بنا لیتا ہوں۔ تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سُنے، اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے دیکھے، اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے پکڑے، اُس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلے، جو وہ مجھ سے مانگتا ہے میں اُس کو دیتا ہوں۔ ہاتھ پاؤں بن جانے کا مطلب یہ ہے کہ اُس کا ہر

جس طرح اس دنیا میں جب کسی خطہ زمین پر پانی برستا ہے تو اس میں یہ امتیاز نہیں ہوتا کہ فلاں کا کھیت سیراب ہو اور فلاں کا نہ ہو۔ اسی طرح خدائے پاک جب کسی مجلس پر رحمت کی بارش کرتا ہے تو یہ فرق اٹھاتا ہے کہ کون اس مجلس میں اسی کے مقصد سے بیٹھا تھا اور کون اپنی کسی ضرورت سے آیا تھا۔
ع: خانے کا محروم بھی محروم نہیں ہے

کام اللہ کی رضا اور محبت کے ذیل میں ہوتا ہے اس کا کوئی عمل بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہیں ہوتا۔ صوفیہ کے احوال اور ان کے واقعات جو کثرت سے تواریخ میں موجود ہیں وہ شاہد عدل ہیں اور وہ اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کے انکار کی بھی گنجائش نہیں۔ ایک رسالہ اس باب میں *نزہۃ البسائین* کے نام سے شہور ہے جس سے اس قسم کے حالات کا پتہ چلتا ہے۔

شیخ ابوبکر کتانیؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں چند صوفیہ کا اجتماع تھا۔ جنہیں سب سے کم عمر حضرت جنید بغدادیؒ تھے۔ اُس مجمع میں محبت الہی پر بحث شروع ہوئی کہ محبت کون ہے۔ مختلف حضرات مختلف ارشادات فرماتے رہے۔ حضرت جنیدؒ چپ رہے ان حضرات نے ان سے فرمایا تم بھی کچھ کہو۔ اس پر انہوں نے سر جھکا کر روتے ہوئے فرمایا کہ عاشق وہ ہے جو اپنی خودی سے جاتا رہے خدا کے ذکر کے ساتھ وابستہ ہو گیا ہو اور اس کا حق ادا کرتا ہو، دل سے اللہ کی طرف دیکھتا ہو، اُس کے دل کو انوارِ ہدایت نے جلا دیا ہو، اُس کے لئے خدا کا ذکر شراب کا پیالہ ہو، اگر کلام کرتا ہو تو اللہ ہی کا کلام ہو۔ گویا حق تعالیٰ شانہ ہی اُس کی زبان سے کلام فرماتا ہے اگر حرکت کرتا ہو تو اللہ ہی کے حکم سے اگر تسکین پاتا ہو تو اللہ ہی کے ساتھ۔ اور جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو پھر کھانا پینا سونا جاگنا سب کار و بار اللہ ہی کی رضا کی واسطے ہو جاتے ہیں نہ دنیا کا رسم و رواج قابل التفات رہتا ہے نہ لوگوں کی طعن و تشنیع قابل وقعت۔

حضرت سعید بن المسیبؒ مشہور تابعی ہیں۔ بڑے محدثین میں شمار ہیں۔ انکی خدمت میں ایک شخص عبد اللہ بن وداعہؒ کثرت سے حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ چند روز حاضر نہ ہو سکے۔ کئی روز بعد جب حاضر ہوئے تو حضرت سعیدؒ نے دریافت فرمایا کہاں تھے عرض کیا کہ میری بیوی کا انتقال ہو گیا ہے اُسکی وجہ سے مشاغل میں پھنسا رہا فرمایا ہم کو خبر نہ کی ہم بھی جنازہ میں شریک ہوتے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اٹھ کر آنے لگا فرمایا دوسرا نکاح کر لیا۔ میں نے عرض کیا حضرت مجھ سے کون نکاح کر دے گا دو تین آنے کی میری حیثیت ہے۔ آپؒ نے فرمایا ہم کر دیں گے۔ اور یہ کہہ کر خطبہ پڑھا اور اپنی بیٹی کا نکاح نہایت معمولی مہر آٹھ دینار پر مجھ سے کر دیا۔ داتنی مقدار مہر کی ان کے نزدیک لہ یعنی کچھ اہل اللہ اتفاق سے جمع ہو گئے تھے اللہ خدا سے محبت رکھنے والا۔

جائز ہوگی جیسا کہ بعض اماموں کا مذہب ہے۔ حنفیہ کے نزدیک ڈھائی روپے سے کم جائز نہیں، نکاح کے بعد میں اٹھا اور اللہ ہی کو معلوم ہے کہ مجھے کس قدر مسرت تھی خوشی میں سوچ رہا تھا کہ رخصتی کے انتظام کیلئے کس سے قرض مانگوں، کیا کروں، اسی فکر میں شام ہو گئی میرا روزہ تھا مغرب کے وقت روزہ افطار کیا نماز کے بعد گھر آیا چراغ جلایا روٹی اور زیتون کا تیل موجود تھا اسکو کھانے لگا کہ کسی شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون ہے؟ کہا سعید ہے۔ میں سوچنے لگا کہ کون سعید ہے۔ حضرت کی طرف میرا خیال بھی نہ گیا کہ چالیس برس سے اپنے گھر یا مسجد کے سوا کہیں آنا جانا تھا ہی نہیں۔ باہر آکر دیکھا کہ سعید بن المسیب ہیں۔ میں نے عرض کیا آپ نے مجھے نہ بلالیا۔ فرمایا میرا ہی آنا مناسب تھا میں نے عرض کیا ارشاد ہے۔ فرمایا مجھے یہ خیال آیا کہ اب تمہارا نکاح ہو چکا ہے۔ تنہا رات کو سونا مناسب نہیں، اسلئے تمہاری بیوی کو لایا ہوں۔ یہ فرما کر اپنی لڑکی کو دروازہ کے اندر کر دیا اور دروازہ بند کر کے چلے گئے وہ لڑکی شرم کی وجہ سے گر گئی۔ میں نے اندر سے کواڑ بند کئے اور وہ روٹی اور تیل جو چراغ کے سامنے رکھا تھا وہاں سے ہٹا دیا کہ اسکی نظر نہ پڑے۔ اور مکان کی چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی لوگ جمع ہو گئے تو میں نے کہا کہ حضرت سعیدؓ نے اپنی لڑکی سے میرا نکاح کر دیا ہے اور اسوقت وہ اسکو خود ہی پہنچا گئے ہیں سب کو تعجب ہوا کہنے لگے واقعی وہ تمہارے گھر میں ہے؟ میں نے کہا ہاں! اس کا چہرہ چاہو امیری والدہ کو خبر ہوئی وہ بھی اسی وقت آگئیں اور کہنے لگیں کہ اگر تین دن تک تو نے اسکو چھپرا تو تیرا منہ نہ دیکھوں گی۔ ہم تین دن میں اسکی تیاری کر لیں۔ تین دن کے بعد جب میں اس لڑکی سے ملا تو دیکھا نہایت خوبصورت قرآن شریف کی بھی حافظ اور سنت رسولؐ سے بھی بہت زیادہ واقف۔ شوہر کے حقوق سے بھی بہت زیادہ باخبر۔ ایک مہینہ تک نہ تو حضرت سعیدؓ میرے پاس آئے نہ میں انکی خدمت میں گیا۔ ایک ماہ کے بعد میں حاضر ہوا تو وہاں مجمع تھا میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔ جب سب چلے گئے تو فرمایا اس آدمی کو کیسا پایا میں نے عرض کیا نہایت بہتر ہے کہ دوست دیکھ کر خوش ہوں دشمن جلیں۔ فرمایا اگر کوئی بات ناگوار ہو تو لکڑی سے خبر لینا۔ میں واپس آگیا تو ایک آدمی کو بھیجا جو بیس ہزار درم (تقریباً پانچ ہزار روپیہ) مجھے دے گیا۔ اس

لے ممکن ہے کوئی اسوقت وہاں موجود ہو اسلئے ایسا مبہم لفظ فرمایا تاکہ دوسرا کوئی نہ سمجھے۔

ٹکی کو عبد الملک بن مروان بادشاہ نے اپنے بیٹے ولید کیلئے جو ولیعہد بھی تھا مانگا تھا مگر حضرت سعیدؓ نے عذر کر دیا تھا جس کی وجہ سے عبد الملک ناراض بھی ہوا اور ایک جیلہ سے حضرت سعیدؓ کے ٹھوکڑے سخت سردی میں لگوائے اور پانی کا گھسٹا ان پر گرا دیا۔

⑤ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ كُتِبَتْ لَهُ بِكُلِّ حَرْفٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَمَنْ أَعَانَ عَلَى خُصُومَةٍ بَاطِلٍ لَمْ يَزَلْ فِي سَخَطِ اللَّهِ حَتَّى يَنْزِعَ وَمَنْ حَالَ شَفَاعَتُهُ دُونَ حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ فَقَدْ ضَادَّ اللَّهَ فِي أَمْرِهِ وَمَنْ بَهَمَتْ مُؤْمِنًا أَوْ مُؤْمِنَةً حَبَسَهُ اللَّهُ فِي رَدْعَةِ الْخَبَالِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ حَتَّى يَخْرُجَ مِتًّا قَالَ وَلَيْسَ بِخَارِجٍ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَالْأَوْسَطِ وَرَجَاهُمَا رَجَالُ الصَّحِيحِ كَذَا فِي مَجْمَعِ الزَّوَادِ قُلْتُ

اخرجہ ابو داؤد بذاون ذکر التبیح فیہ

⑤ حضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اللَّهُ أَكْبَرُ پڑھے ہر حرف کے بدلے میں دس نیکیاں ملیں گی اور جو شخص کسی جھگڑے میں ناحق کی حمایت کرتا ہے وہ اللہ کے غصے میں رہتا ہے جب تک کہ اسے توبہ نہ کرے۔ اور جو اللہ کی کسی سزا میں سفارش کرے (اور شرعی سزا کے ملنے میں خارج ہو) وہ اللہ کا مقابلہ کرتا ہے اور جو شخص کسی مومن مرد یا عورت پر بہتان باندھے وہ قیامت کے دن ردغۃ الخبال میں قید کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اُس بہتان سے نکلے اور کس طرح اُس سے نکل سکتا ہے۔

ف :- ناحق کی حمایت آجکل باری طبیعت بن گئی ہے۔ ایک چیز کو ہم سمجھتے

ہیں کہ ہم غلطی پر ہیں مگر رشتہ داروں کی طرف داری ہے پارٹی کا سوال ہے۔ لاکھ اللہ کے غصے میں داخل ہوں اللہ کی ناراضگی ہو اُس کا عتاب ہو مگر کنبہ برادری کی بات کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہم اُس ناحق کو نیا لے کو ٹوک نہ سکیں اور سکوت کریں۔ یہ بھی نہیں بلکہ ہر طرح سے اُس کی حمایت کریں گے۔ اگر اُس پر کوئی دوسرا مطالبہ کرنے والا کھڑا ہو تو اس کا مقابلہ کریں گے۔ کسی دوست نے چوری کی ظلم کیا عیاشی کی اُس کے حوصلے بلند کرینگے اس کی ہر طرح مدد کریں گے۔ کیا یہی ہے ہمارے ایمان کا مقصد یہی ہے ہندوئی اسی پر اسلام کیساتھ ہم فخر کرتے ہیں یا اپنے اسلام کو دوسروں کی نگاہ میں بھی بدنام کرتے

ہیں اور اللہ کے یہاں خود بھی ذلیل ہوتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی عصبیت پر کسی کو بلائے یا عصبیت پر لڑے وہ ہم میں سے نہیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ عصبیت سے یہ مراد ہے کہ ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرے۔ ردغۃ الخبال وہ کیڑا ہے جو جہنمی لوگوں کے لہو پیپ وغیرہ سے جمع ہو جائے، کس قدر گندی اور اذیت دینے والی جگہ ہے جس میں ایسے لوگوں کو قید کر دیا جائے گا جو مسلمانوں پر بہتان باندھتے ہوں۔ آج دنیا میں بہت سرسری معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے متعلق جو چاہا مانہ بھر کر کہہ دیا کل جب زبان سے کہی ہوئی ہر بات کو ثابت کرنا پڑے گا اور ثبوت بھی وہی جو شرعاً معتبر ہو دنیا کی طرح نہیں کہ حرب لسانی اور جھوٹی باتیں ملا کر دوسرے کو چُپ کر دیا جائے اس وقت آنکھیں کھلیں گی ہم نے کیا کہا تھا اور کیا نکلا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی بعض کلام زبان سے ایسا نکالتا ہے جس کی پرواہ بھی نہیں کرتا لیکن اسکی وجہ سے جہنم میں پھینک دیا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آدمی بعضی بات صرف اسوجہ سے کہتا ہے کہ لوگ ذرا ہنس پڑیں گے۔ لیکن اسکی وجہ سے اتنی دُور جہنم میں پھینک دیا جاتا ہے جتنی دور آسمان سے زمین ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے زیادہ سخت ہے۔ ایک حدیث میں ہے جو شخص کسی کو کسی گناہ سے عار دلاو وہ خود مرنے سے پہلے اُس گناہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ گناہ مراد ہے جس سے گناہگار توبہ کر چکا ہو۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر کھینچتے تھے کہ تیری بدولت ہم ہلاکتوں میں پڑتے ہیں۔ ابن المکدرؒ مشہور محدثین میں ہیں اور تابعی ہیں۔ انتقال کے وقت رونے لگے کسی نے پوچھا کیا بات ہے فرمانے لگے مجھے کوئی گناہ تو ایسا معلوم نہیں جو میں نے کیا ہو اس پر روتا ہوں کوئی

لے یعنی اپنی برادری یا اپنا خاندان یا اپنا محلہ ہونے کی وجہ سے جو کسی کا ساتھ دیگا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ سے بھٹکا ہوا ہے۔ مدد صرف اسکی کی جائے جو انصاف کی نظر میں مظلوم ہو۔ خواہ وہ اپنا ہو یا پرایا ہو اور کمزور ہو یا طاقت ور ہو۔ اور اگر یہ طاقت نہیں کہ حق کی مدد کر سکے تو کم از کم ظلم کا ساتھ تو ہرگز نہ دینا چاہیے۔ لے یعنی معمولی بات نظر آتی ہے لے یعنی ایک شخص نے ایک گناہ کیا پھر اسے توبہ کر لی۔ اب جو شخص اسے اس گناہ پر شرمندہ کریگا اور لوگوں میں اسکا چرچا کرتا پھر دیگا وہ ضرور خود اس میں مبتلا ہوگا۔ راقم الحروف نے اپنے بعض بڑوں سے بھی سنا ہے اور خود اپنا بھی مشاہدہ ہے کہ اس بات کی اسکو دنیا ہی میں سزا ضرور ملکر رہتی ہے۔ میری نظر میں اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے کسی کے ایک عیب کو طشت ازبام کیا اور وہ خود کچھ دن بعد بری طرح بدنام اور بے عزت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس خطرناک گناہ سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

بات ایسی ہو گئی ہو جس کو میں نے سرسری سمجھا ہو اور وہ اللہ کے نزدیک سخت ہو۔

۱۶ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِاخِرَةٍ إِذَا أَمَرْتُ أَنْ يَقُومَ مِنَ الْمَجْلِسِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ لَتَقُولُ قَوْلًا مَا كُنْتَ تَقُولُ فِيمَا مَضَى قَالَ كَفَّارَةٌ لِمَا يَكُونُ فِي الْمَجْلِسِ رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابُودَاوُدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالحَاكِمُ وَابْنُ مَرْدَوَيْهِ كَذَا فِي الدَّسَائِدِ وَفِيهِ أَيْضًا بِرَوَايَةِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ بَزِيَادَةَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ جَبْرِئِيلُ

۱۷ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیر زمانہ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس سے اٹھتے تو سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ پڑھا کرتے کسی نے عرض کیا کہ آجکل ایک دعا کا معمول حضور کا ہے پہلے تو یہ معمول نہیں تھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ ہے دوسری روایت میں بھی یہ قصہ مذکور ہے۔ اُس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں حضرت جبریلؑ نے مجھے بتائے ہیں۔

ف۔ حضرت عائشہؓ سے بھی نقل کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مجلس سے اٹھتے تو سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ پڑھتے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ اس دعا کو بڑی کثرت سے پڑھتے ہیں ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجلس کے ختم پر اسکو پڑھ لیا کرے تو اس مجلس میں جو لغزشیں اس سے ہوئی ہوں وہ سب معاف ہو جائیں گی۔ مجالس میں عموماً فضول باتیں بیکار تذکرے ہو ہی جاتے ہیں۔ کتنی مختصر دعا ہے اگر کوئی شخص ان دعاؤں میں سے کوئی سی ایک دعا پڑھ لے تو مجلس کے وبال سے خلاصی پاسکتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے کیسی کیسی سہولتیں مرحمت فرمائی ہیں۔

۱۸ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہیں یعنی سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ

۱۹ عَنْ التُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ مِنْ جَلَالِ اللَّهِ

لے معمول سمجھا ہو کہ یہ دعائیں الفاظ میں متعدد صحابہ کرام سے منقول ہے جن میں سے کئی نام الترغیب و الترہیب میں بھی نقل کئے گئے ہیں لہذا رواہ النسائی وابن ابی الدنیا والحاکم، البیہقی کافی الترغیب۔

مِنْ تَسْبِيحِهِ وَتَحْمِيدِهِ وَتَكْبِيرِهِ وَ
تَهْلِيلِهِ يَتَعَاطَفْنَ حَوْلَ الْعَرْشِ لَهْفًا
وَدَوِي كَدَاوِي النَّحْلِ يَذْكُرْنَ بِصَاحِبِهِنَّ
أَلَّا يُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ لَا يَزَالَ لَدُنَّ عِنْدَ
اللَّهِ شَيْءٌ يَذْكُرُ بِهِ. رواه أحمد والحاكم
وقال عجمي الإسناد قال الذاهبي هو
بن سالم قال أبو حاتم منكر الحديث
ولفظ الحاكم كدادي النحل يقلن
لصاحبهن واخرجه بسند و آخره
صححه على شرط مسلم و اقره عليه الذهب
وفيه كدوي النحل يذكرون بصاحبهن.

اللہ اکبر لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں تو یہ
کلمات عرش کے چاروں طرف گشت
لگاتے ہیں کہ ان کیلئے ہلکی سی آواز (پھنکنا)
ہوتی ہے اور اپنے پڑھنے والے کا تذکرہ
کرتے ہیں۔ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ کوئی
تمہارا تذکرہ کرنے والا اللہ کے پاس
موجود ہو جو تمہارا ذکر خیر کرتا رہے۔

ف :- جو لوگ حکام رس ہیں
گر سی نشین کہلاتے ہیں۔ کوئی ان سے
پوچھے کہ بادشاہ نہیں وزیر نہیں وائسرائے
کو بھی چھوڑ دیجئے کسی گورنر کے یہاں
ان کی تعریف ہو جائے ان کا ذکر خیر آجائے پھولے نہیں سماتے دماغ آسمان پر پہنچ
جاتا ہے حالانکہ اس تذکرہ سے نہ تو دین کا نفع نہ دنیا کا دین کا نفع نہ ہونا تو ظاہر اور کھلا
ہوا ہے اور دنیا کا نفع نہ ہونا اس وجہ سے کہ شاید جتنا نفع اس قسم کے تذکروں سے ہوتا ہو
اس سے زیادہ نقصان اس نوع کے مرتبے اور تذکرے حاصل کرنے میں پہنچ جاتا ہے
جائدادیں فروخت کر کے سودی قرض لیکر ایسے مرتبے حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے
مفت کی عداوتیں مول لی جاتی ہیں اور ہر قسم کی ذلتیں برداشت کی جاتی ہیں۔ انکشتوں
کے منظر سب کے سامنے ہیں کہ کیا کیا کرنا پڑتا ہے۔ اسکے بالمقابل اللہ جل جلالہ کے
عرش پر تذکرہ مالک الملک کے حضور میں تذکرہ اُس پاک ذات کے یہاں تذکرہ جسکے
قبضہ میں دین و دنیا اور سارے جہانوں کی ہر چیز ہے اُس قدرت والے کے یہاں
تذکرہ جس کے قبضہ میں بادشاہوں کے دل ہیں، حاکموں کے اختیارات اُسکے اختیار
میں ہیں نفع اور نقصان کا واحد مالک وہی ہے سارے جہان کے تمام آدمی حاکم و
محموم بادشاہ و رعایا کسی کو نقصان پہنچانا چاہیں اور وہ مالک الملک نہ چاہے تو
کوئی بال بھی بینکا نہیں کر سکتا۔ ساری مخلوق کسی کو نفع پہنچانا چاہے اور اسکی رضا نہ ہو
تو ایک قطرہ پانی کا نہیں پلا سکتی۔ ایسی پاک ذات کے یہاں اپنا ذکر خیر ہو کوئی دولت
دنیا کی اس کا مقابلہ کر سکتی ہے؟ کوئی عزت دنیا کی خواہ کتنی ہی بڑی ہو جائے اس کی

برابری کر سکتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں اور اسکے مقابلہ میں دنیا کی کسی غرت کو اگر وقیع سمجھا جائے تو کیا اپنے اوپر ظلم نہیں؟

۱۸ حضرت یسیرۃ رحمہ جو ہجرت کر نیوالی صحابیات میں سے ہیں فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے اوپر تسبیح (سُبْحَانَ اللہ کہنا) اور تہلیل (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھنا) اور تقدیس (اللہ کی پاکی بیان کرنا مثلاً سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ پڑھنا یا سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ کہنا) لازم کر لو اور انگلیوں پر گنا کرو اسلئے کہ انگلیوں سے قیامت میں سوال کیا جائے گا اور اُن سے جواب طلب کیا جائے گا کہ کیا عمل کئے اور جواب میں گویائی دیجائیگی اور اللہ کے ذکر سے غفلت نہ کرنا اگر ایسا کرو گی تو اللہ کی رحمت محروم کر دی جائیگی۔

ف:- قیامت میں آدمی کے بدن سے اسکے ہاتھ پاؤں سے بھی سوال ہو گا کہ ہر ہر حصہ بدن نے کیا کیا نیک کام کئے اور کیا کیا ناجائز اور بُرے کام کئے۔ قرآن پاک میں متعدد جگہ اس کا ذکر ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے :- يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيُهُمْ ۖ اَلَا تَعْلَمُونَ جس روز انکے خلاف گواہی دیں گی اُن کی زبانیں اور اُنکے ہاتھ اور پاؤں اُن کاموں کی

لہ یعنی انگلیوں کو گویائی (بولنے کی صلاحیت) دیجائیگی وہ زبان گواہی ضرور دیگی لیکن آدمی جس طرح آج اپنی مرضی سے زبان کو استعمال کرتا ہے ایسا نہ ہو گا بلکہ انسان کا کٹر طول زبان سے ختم ہو جائیگا اور سب اجزاء بدن مگر تمام دھکی چکی باتیں کھول کر سامنے رکھ دیں گے۔

۱۹ عَنْ يَسِيرَةَ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالتَّسْبِيحِ وَالتَّهْلِيلِ وَالتَّقْدِيسِ وَاعْقِدَانِ يَا لَنَا مِلَ فَإِنَّهُنَّ مَسْئُولَاتٌ مُسْتَظْطَقَاتٌ وَلَا تَغْفَلْنَ فِتْنَتَيْنِ الرَّحْمَةِ - رواه الترمذی و ابوداؤد کذا فی مشکوٰۃ فی النہل اخرجہ ایضاً احمد الحاکم و قال الذہبی فی تلخیصہ صحیحہ و کذا رقم لہ بالصحة فی الجامع الصغیر و بسط صاحب الاتحاف فی تخریجہ و قال عبد اللہ بن عمر و رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعقد التسبیح رواه ابوداؤد والنسائی والترمذی و حسنہ و الحاکم کذا فی الاتحاف و بسط فی تخریجہ ثم قال قال الحافظ معنی العقد المذکور فی الحدیث احصاء العداد وهو اصطلاح العرب بوضع بعض الانامل علی بعض عقد اسماء اخرى فالاحاد والعشرات بالیمین والاشئون والالاف بالیسار و جس روز انکے خلاف گواہی دیں گی اُن کی زبانیں اور اُنکے ہاتھ اور پاؤں اُن کاموں کی

یعنی گناہوں کی، جنکو یہ کرتے تھے، دوسری جگہ ارشاد ہے وَیَوْمَ یُحْشَرُ اَعْدَاؤُ اللّٰهِ
 اِلٰی النَّارِ الْاٰیَاتِ (سورہ حم سجدہ ۲) اس جگہ کئی آیتوں میں اس کا ذکر ہے جن کا ترجمہ یہ
 ہے کہ جس دن (حشر میں)، اللہ کے دشمن جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے پھر ان کو ایک
 جگہ رُوک دیا جائے گا پھر سب کے سب اس جہنم کے قریب آجائیں گے تو ان کے
 کان ان کی آنکھیں ان کی کھالیں ان پر گواہیاں دیں گے اور بتائیں گی کہ ہمارے
 ذریعہ سے اس شخص نے کیا کیا گناہ کئے اُس وقت وہ لوگ (تعجب سے) ان سے کہیں گے
 کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی۔ ہم تو دنیا میں تمہاری ہی لذت اور راحت کے
 واسطے گناہ کرتے تھے، وہ جواب دیں گے کہ ہم کو اس پاک اللہ نے گویائی عطا کی جس نے
 سب چیزوں کو گویائی عطا فرمائی اسی نے تم کو بھی اول پیدا کیا تھا اور اسی کے پاس
 اب تم لوٹائے گئے ہو۔ احادیث میں اس گواہی کے متعدد واقعات ذکر کئے گئے ہیں۔
 ایک حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن کافر باوجودیکہ اپنی بد اعمالیوں کو جاننا
 ہو گا پھر بھی انکار کرے گا کہ میں نے گناہ نہیں کئے۔ اس سے کہا جائیگا کہ یہ تیرے پڑوسی
 تجھ پر گواہی دیتے ہیں وہ کہیں گے کہ یہ لوگ دشمنی سے جھوٹ بولتے ہیں۔ پھر کہا جائے گا کہ
 تیرے عزیز اقارب گواہی دیتے ہیں وہ ان کو بھی جھٹلائیں گے تو اسکے اعضاء کو گواہ بنایا
 جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے ران گواہی دے گی کہ کیا کیا بد اعمالیاں
 اس سے کرائی گئی تھیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ پلصراط سے آخری گزرنے والا اس طرح
 گزرتا پڑتا گزرے گا جیسے کہ بچہ جب اُسکو باپ مار رہا ہو کہ وہ کبھی ادھر گرتا ہے کبھی اُدھر
 فرشتے اُس سے کہیں گے کہ اچھا اگر تو سیدھا چل کر پلصراط سے گزر جائے تو اپنے سب
 اعمال بتا دے گا؟ وہ اس کا وعدہ کرے گا کہ میں سچ سچ بتا دوں گا اور اللہ کی
 عزت کی قسم کھا کر کہیں گے کہ کچھ نہیں چھپاؤں گا وہ کہیں گے کہ اچھا سیدھا کھڑا ہو جا اور چل
 وہ سہولت سے پلصراط پر گزر جائیگا اور پار ہو جانے کے بعد اُس سے پوچھا جائے گا کہ
 اچھا اب بتا وہ سوچے گا کہ اگر میں نے اقرار کر لیا تو ایسا نہ ہو کہ مجھ کو واپس کر دیا جائے
 اسلئے صاف انکار کر دے گا کہ میں نے کوئی بُرا عمل نہیں کیا۔ فرشتے کہیں گے کہ اچھا اگر
 ہم نے گواہ پیش کر دیئے تو؟ وہ ادھر ادھر دیکھے گا کہ کوئی آدمی اُس پاس نہیں اُس کو
 خیال ہو گا کہ اب گواہ کہاں سے آئیں گے سب اپنے اپنے ٹھکانے پہنچ گئے ہیں اس لئے
 کہے گا کہ اچھا لاؤ گواہ تو اسکے اعضاء کو حکم کیا جائے گا اور وہ کہنا شروع کریں گے تو

مجبوراً اسکو اقرار کرنا پڑے گا اور کہیگا کہ بیشک ابھی اور بھی بہت سے ٹھٹک گناہ بیان کرنا باقی ہیں تو ارشاد ہوگا کہ اچھا ہم نے مغفرت کر دی۔ غرض ان وجوہ سے ضرورت ہے کہ آدمی کے اعضاء سے نیک کام بھی بکثرت ہوں تاکہ گواہ دونوں قسم کے مل سکیں، اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث بالا میں انگلیوں پر شمار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے دوسری احادیث میں مسجد میں کثرت سے آنے جانے کا حکم ہے کہ نشانات قدم بھی گواہی دیں گے اور ان کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ کس قدر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کیلئے برائی کا گواہ کوئی بھی نہ ہو کہ گناہ کئے ہی نہیں یا توبہ وغیرہ سے معاف ہو گئے اور بھلائی اور نیکی کے گواہ سینکڑوں ہزاروں ہوں جس کی سہل ترین صورت یہ ہے کہ جب کوئی صادر ہو جائے فوراً توبہ سے اسکو محو کر ڈالیں کہ پھر وہ کالعدم ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ باپ دوم فصل سوم حدیث نمبر ۳۲ کے تحت میں گذر چکا ہے اور نیکیاں اعمال ناموں میں باقی رہیں جس کے گواہ بھی موجود ہوں اور جن جن اعضاء سے یہ نیک اعمال کئے ہیں وہ سب گواہی دیں۔ متعدد احادیث میں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انگلیوں پر گنا مختلف الفاظ سے نقل کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انگلیوں پر تسبیح گنتے تھے۔ اسکے بعد حدیث بالا میں اللہ کے ذکر سے غفلت پر رحمت الہیہ سے محروم کئے جانے کی وعید ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے محروم رہتے ہیں وہ اللہ کی رحمت سے بھی محروم رہتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں (رحمت کے ساتھ) تمہارا ذکر کروں گا۔ حق تعالیٰ شانہ نے اپنی یاد کو بندہ کی یاد پر مرتب فرمایا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے :-

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقَيِّضْ لَكَ شَيْطَانًا فَهُوَ لَكَ قَرِينٌ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ۔ (سورہ زخمت، رکوع ۱۲) ترجمہ :- اور جو شخص اللہ کے ذکر سے (خواہ کسی قسم کا ہو قرآن پاک ہو یا کسی اور قسم کا جان بوجھ کر) اندھا بن جائے ہم اُس پر ایک شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں۔ پس وہ شیطان ہر وقت اُس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ شیطان اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر سب کے سب اُن لوگوں کو (جو اللہ کے ذکر سے اندھے بن گئے ہیں سیدھے) راستہ سے ہٹاتے رہتے ہیں اور یہ لوگ خیاں کرتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں۔

لے ٹھٹک :- ہلاک کر دینے والے گناہ لے یعنی شرابی لے کالعدم :- جیسے تھے ہی نہیں۔

حدیث میں ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان مقرر ہے۔ کافر کے ساتھ تو وہ ہر وقت شریکِ حال رہتا ہے کھانے میں بھی سونے میں بھی لیکن مومن سے ذرا دور رہتا ہے اور ہر وقت منتظر رہتا ہے جب اسکو ذرا غافل پاتا ہے فوراً اس پر حملہ کرتا ہے دوسری جگہ ارشاد ہے :- **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ إِلَى آخِرِ السُّورَةِ** (سورہ منافقون، رکوع ۲) ترجمہ :- اے ایمان والو تمکو تمہارے مال اور اولاد اور اسی طرح دوسری چیزیں، اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارے والے ہیں اور ہم نے جو کچھ (مال دولت) عطا کر رکھا ہے اُس میں سے (اللہ کے راستہ میں) اس سے پہلے پہلے خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے اور پھر (حسرت و افسوس سے) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھے کچھ دنوں اور مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں خیرات کر لیتا اور نیک بندوں میں شامل ہو جاتا اور اللہ جل جلالہ کسی شخص کو بھی موت کے وقت آجانی کے بعد مہلت نہیں دیتے اور اللہ کو تمہارے سارے اعمال کی پوری پوری خبر ہے جیسا کرو گے بھلا یا بُرا ویسا ہی پاؤ گے۔

اللہ جل شانہ کے ایسے بھی بندے ہیں جنکو کسی وقت بھی غفلت نہیں ہوتی۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جگہ دیکھا کہ ایک مجنون شخص ہے لڑکے اسکے ڈھیلے مار رہے ہیں میں نے انکو دھمکایا وہ لڑکے کہنے لگے کہ یہ شخص یوں کہتا ہے کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں۔ میں اسے قریب گیا تو وہ کچھ کہہ رہا تھا میں نے غور سے سنا تو وہ کہہ رہا تھا کہ تو نے بہت ہی اچھا کیا کہ ان لڑکوں کو مجھ پر مسلط کر دیا۔ میں نے کہا کہ یہ لڑکے تجھ پر ایک تہمت لگاتے ہیں کہنے لگا کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا یہ کہتے ہیں کہ تم خدا کو دیکھنے کے مدعی ہو یہ سنکر اس نے ایک چیخ ماری اور یہ کہہا شبلیؒ اس ذات کی قسم جس نے اپنی محبت میں مجھ کو شکستہ حال بنا رکھا ہے اور اپنے قرب و بعد میں مجھکو بھٹکا رکھا ہے اگر تھوڑی دیر بھی وہ مجھ سے غائب ہو جائے (یعنی حضوری حاصل نہ رہے) تو میں دردِ فراق سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں یہ کہہ کر وہ مجھ سے منہ موڑ کر یہ شعر پڑھتا ہوا بھاگ گیا **هَذَا خيالُكَ في غيبيّ وذاكرُكَ في غيبيّ وَهَذَا أَفْ فِي قَلْبِي فَأَيْنَ تَغِيْبُ** (تیری صورت میری نگاہ میں جمی رہتی ہے اور تیرا ذکر میری زبان پر ہر وقت رہتا ہے۔ تیرا ٹھکانہ میرا دل ہے پس تو کہاں غائب ہو سکتا ہے۔)

لے آیات کا ترجمہ صحیح توضیحات ختم ہوا اللہ یعنی پاگل، دیوانہ اللہ حضرت شبلیؒ کا اعتراف بھی اپنی جگہ (باقی اگلے صفحہ پر)

حضرت جنید بغدادی کا جب انتقال ہونے لگا تو کسی نے کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تلقین کیا فرمانے لگے میں کسی وقت بھی اسکو نہیں بھولا (یعنی یاد تو اسکو دلاؤ جس کو کسی وقت بھی غفلت ہوئی ہو) حضرت مشاد دینوریؒ مشہور بزرگ ہیں جس وقت ان کا انتقال ہونے لگا تو کسی پاس بیٹھنے والے نے دعا کی کہ حق تعالیٰ شانہ آپ کو (جنت کی) فلاں فلاں دولت عطا فرمائیں تو ہنس پڑے فرمانے لگے تیس برس سے جنت اپنے سارے ساز و سامان کیساتھ میرے سامنے ظاہر ہوتی رہی ہے ایک دفعہ بھی تو (الدرجل شانہ) کی طرف سے توجہ ہٹا کر (ادھر توجہ نہیں کی۔ حضرت زویم کو انتقال کے وقت کسی نے کلمہ تلقین کیا تو فرمانے لگے میں اسکے غیر کو ابھی طرح جانتا ہی نہیں۔ احمد بن خضروییہ کا انتقال کا وقت تھا کسی شخص نے کوئی بات پوچھی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے کہنے لگے پچانوٹے برس سے ایک دروازہ کھٹکھٹا رہا ہوں وہ اس وقت کھلنے والا ہے مجھے معلوم نہیں کہ وہ سعادت کے ساتھ کھلتا ہے یا بدبختی کے ساتھ مجھے اس وقت بات کی فرصت کہاں۔

۱۰ اُمّ المؤمنین حضرت جویریہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے وقت انکے پاس سے نماز کیلئے تشریف لیگئے اور یہ اپنے مصلے پر بیٹھی ہوئی (سج میں مشغول تھیں) حضور مچاشت کی نماز کے بعد (دوپہر کے قریب) تشریف لائے تو یہ اسی حال میں بیٹھی ہوئی تھیں حضورؐ نے دریافت فرمایا تم اسی حال پر ہو جس پر میں نے چھوڑا تھا عرض کیا جی ہاں! حضورؐ

وَعَنْ جَوَيْرِيَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِينَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِي مَسْجِدِهَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ أَنْ أَضْمَى وَهِيَ جَالِسَةٌ قَالَتْ مَا زِلْتُ عَلَى الْحَالِ الَّتِي فَارَقْتُكَ عَلَيْهَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَ ذَلِكَ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَوْ وَضَعْتُ بِمَا قُلْتُ مِنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنْتُهُنَّ سُبْحَانَ اللَّهِ

گزشتہ صفحہ کا بقیہ :- ٹھیک تھا اسلئے کہ عام طور پر دیکھنے سے مراد وہ دیکھنا ہوتا ہے جیسے انسان آپس میں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اور ان مجذوب کا یہ کہنا بھی صحیح تھا کہ وہ مجھ سے کسی وقت غائب نہیں ہوتا کیونکہ دل کی آنکھوں سے وہ ہر وقت خدا کے جمال و جلال کا مشاہدہ کرتے تھے۔

۱۱ کلمہ کے مفہوم میں یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، تو انکے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ سوائے خدا کے میرے سامنے جب کوئی ہے ہی نہیں تو کسی کے معبود ہونے کی بات تو بہت دور کی ہے۔

وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَانِ نَفْسِهِ
وَزِنَتَهُ عَمَّا شَبَّهِ وَهَذَا ادِّكَلِمَاتُهَا - رواه
مسلم كذا في المشكوة قال القاسري
وكذا أصحاب السنن الأربعة وفي
الباب عن صفية قالت دخل رسول
الله صلى الله عليه وسلم وبين يديه
أربعة آلاف نواة أسبغ بهم الحدايث
أخرج الحاكم وقال الذهبية صحيح
عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّكَ دَخَلَ مَعَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ وَ
بَيْنَ يَدَيْهَا نَوَى أَوْ حَصَى تُسَبِّحُ بِهِ فَقَالَ
أَلَا أَخْبَرُكَ بِمَا هُوَ أَيْسَرُ عَلَيْكَ مِنْ
هَذَا أَوْ أَفْضَلُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ
فِي السَّمَاءِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ
فِي الْأَرْضِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ
ذَلِكَ وَسُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ
وَاللَّهُ أَكْبَرُ مِثْلُ ذَلِكَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ مِثْلُ
ذَلِكَ - رواه أبو داود والترمذي و
قال الترمذي حديث غريب كذا في
المشكوة قال القاسري وفي نسخة حسن
غريب اه وفي المنهل أخرجها أيضاً
النسائي وابن ماجة وابن حبان الحاكم

نے فرمایا میں نے تم سے (جدا ہونے کے)
بعد چار کلمے تین مرتبہ پڑھے اگر ان کو اس
سب کے مقابلہ میں تو لاجائے جو تم نے صبح سے
پڑھا ہے تو وہ غالب ہو جائیں۔ وہ کلمے یہ
ہیں :- سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ
خَلْقِهِ وَرِضَانِ نَفْسِهِ وَزِنَتَهُ عَمَّا شَبَّهِ وَ
هَذَا ادِّكَلِمَاتُهَا راشر کی تسبیح کرتا ہوں اللہ
اسکی تعریف کرتا ہوں بقدر اُس کی مخلوقا
کے عدد کے اور بقدر اسکی مرضی اور خوشنودی
کے اور بقدر وزن اُسکے عرش کے اور
اسکے کلمات کی مقدار کے موافق۔ دوسری
حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن حنظلہ
کے ساتھ ایک صحابی عورت کے پاس
تشریف لے گئے ان کے سامنے کھجور کی
گٹھلیاں یا کنکریاں رکھی ہوئی تھیں جن
پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں حضور نے فرمایا
میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جو اس سے سہل
ہو (یعنی کنکریوں پر گنتے سے سہل ہو) یا یہ
ارشاد فرمایا کہ اُس سے افضل ہو سُبْحَانَ
اللَّهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ اخیر تک راشر کی
تعریف کرتی ہوں بقدر اس مخلوق کے جو
آسمان میں پیدا کی اور بقدر اُس مخلوق کے

۱۔ ضروری نہیں کہ الفاظ کی تعداد اور دقت کی مقدار زیادہ ہو تو اجر بھی اسی تناسب سے زیادہ ہو بلکہ جس طرح
غذاؤں میں بعض چیزیں ایسی ہیں کہ انکا مقدر اساکھانا بھی جسم کیلئے بہت ہوتا ہے اور بعض غذائیں وہ بھی ہیں
کہ بہت کھائی جائیں تب بھی اتنی غذائیت نہیں حاصل ہوتی۔ اسی طرح بعض کلمات روحانی غذا اور اجر و ثواب
کے لحاظ سے دوسرے بعض کلمات سے بڑھے ہوئے ہیں۔

والترمذی وقال حسن غریب من هذا الوجه اه قلت وصححه الذهبی۔ جو زمین میں پیدا کی اور بقدر اُس مخلوق کے جو ان دونوں کے درمیان ہے یعنی آسمان زمین کے درمیان ہے اور اللہ کی پاکی بیان کرتی ہوں بقدر اسکے جسکو وہ پیدا کر نیوالا ہے اور اُس سبکے برابر اللہ اکبر اور اُسکے برابر ہی الحمد للہ اور اسی کی مانند لا الہ الا اللہ۔ ف۔ ملاحظہ قاری نے لکھا ہے کہ ان کیفیات کے ساتھ تسبیح کے افضل ہونیکا مطلب یہ ہے کہ ان الفاظ کے ذکر کرنے سے ان کیفیات اور صفات کی طرف ذہن متوجہ ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ جتنا بھی تدبر اور غور و فکر زیادہ ہوگا اتنا ہی ذکر افضل ہوگا۔ اسلئے قرآن پاک جو تدبر سے پڑھا جائے وہ مقوڑ اسامی اس تلاوت سے بہت زیادہ افضل ہے جو بلا تدبر کے ہو اور بعض علماء نے کہا ہے کہ افضلیت اس حیثیت سے ہے کہ اس میں اللہ جل جلالہ کی حمد و ثنا کے شمار سے عجز کا اظہار ہے جو کمال ہے عبدیت کا اسی وجہ سے بعض صوفیہ سے نقل کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ گناہ تو بلا حساب اور بیشمار کرتے ہو اور اللہ کے پاک نام کو شمار سے اور گن کر کہتے ہو اسکا مطلب یہ نہیں کہ شمار نہ کرنا چاہیے اگر ایسا ہوتا تو پھر احادیث میں کثرت سے خاص خاص اوقات میں شمار کیوں بتائی جاتی۔ حالانکہ بہت سی احادیث میں خاص خاص مقداروں پر خاص خاص وعدے فرمائے گئے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف شمار پر قناعت نہ کرنا چاہیے بلکہ جو اور اد مخصوص اوقات میں متعین ہیں اُن کو پورا کرنے کے علاوہ خالی اوقات میں جتنا ممکن ہو بیشمار اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا چاہیے کہ یہ ایسی بڑی دولت ہے جو شمار کی پابندیوں اور اسکے حدود سے بالاتر ہے۔

ان احادیث سے تسبیح متعارف یعنی دھاگہ میں پروئے ہوئے دانوں کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے اسکو بدعت کہہ دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے جب اسکی اصل ثابت ہے حضور نے کنکریوں اور گٹھلیوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا تو پھر اصل ثابت ہو گئی۔ دھاگہ میں پرو دینے میں اور نہ پرونے میں کوئی فرق نہیں، اسی وجہ سے جملہ مشائخ اور فقہاء اسکا استعمال فرماتے رہے ہیں۔ مولانا عبدالحی صاحب نے ایک مستقل رسالہ نزہۃ الفکر اس بارے میں تصنیف فرمایا ہے۔ ملاحظہ قاری کہتے ہیں کہ

یعنی ان کلمات کی فضیلت مکمل طور پر اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ اسکے معنی اور مفہوم کی طرف ذہن متوجہ ہو۔ حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی نے اذلا جب یہ رسالہ لکھنا شروع کیا تھا تو اس کا نام (باقی صفحہ آئندہ پر)

یہ حدیث صحیح دلیل ہے تسبیح متعارف کے جواز کی۔ اسلئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گٹھلیوں یا کنکریوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اُس پر انکار نہیں فرمایا جو شرعی دلیل ہے اور کھلے ہوئے دانے یا پروئے ہوئے میں کوئی فرق نہیں ہے اسلئے جو لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں ان کا قول قابل اعتماد نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ صوفیہ کی اصطلاح میں اسکو شیطان کا کوڑا کہا جاتا ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ کے ہاتھ میں کسی نے ایسے وقت میں بھی تسبیح رکھی جب وہ منتہائے کمال پر پہنچ چکے تھے تو ان سے اس بارہ میں سوال کیا فرمایا جس چیز کے ذریعہ سے ہم اللہ تک پہنچے ہیں اُسکو کیسے چھو دیں؟ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ انکے پاس کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں رہتی تھیں اور وہ ان پر گن کر تسبیح پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت ابو صفیہؓ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ کنکریوں پر گنا کرتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے گٹھلیاں اور کنکریاں دونوں نقل کی گئی ہیں۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے بھی کنکریوں پر پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔ مرقاۃ میں لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں بھری رہتی اُن پر تسبیح پڑھا کرتے اور جب وہ خالی ہو جاتی تو ایک باندی تھی جو ان سب کو بھیر اُس میں بھر دیتی اور حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس

گذشتہ صفحہ کا بقیہ :- ہدایۃ الابرار فی سبحة الاذکار رکھا تھا جیسا کہ انھوں نے ہدایہ کے حواشی و ۱۲ مطبوعہ مجیدی کانپور میں ذکر کیا ہے پھر بعد میں اسکو مکمل کر کے اسکا نام ”زہدۃ الفکر“ رکھا۔ چنانچہ شرح وقایہ کے حواشی ۱۹۸ میں اسکا ذکر اسی نام سے کیا ہے۔ اس موضوع پر ایک رسالہ علامہ سیوطیؒ کا بھی ہے جسکا نام ہے المنحة فی السبحة جو ان کے فتاویٰ الحادۃ میں درج ہے اور ایک رسالہ مولانا محمد صاحب محدث تھانوی کا بھی ہے سلك التنقیح فی اثبات التسبیح جسکا ذکر مولانا نظام الدین کیرانوی نے در مختار کے حاشیہ میں کیا ہے۔

لہ دراصل تسبیح متعارف اسی دور رسالت کی متفرق گٹھلیوں کی مہذب و مرتب شکل ہے اور جس طرح ہر نئی چیز اپنی ایجاد کے زمانے میں نامکمل شکل میں ہوتی ہے اور بعد کو اسے بہت خوبصورت اور مکمل شکل و صورت دیدی جاتی ہے اور اسکے باوجود اسکی ایجاد کا سہرا اسی اول شخص کے سر باندھا جاتا ہے جس نے اسکا نقش اول تیار کیا تھا۔ بالکل اسی طرح تسبیح متعارف کی ایجاد دور رسالت ہی سے سمجھی جائیگی خواہ اسکی موجودہ شکل بعد کی ایجاد ہو۔ علامہ جرجانی فرماتے ہیں کہ بدعت اس نئی چیز کو کہتے ہیں جس پر صحابہ و تابعین کا عمل رہا ہو اور نہ شرعی دلائل سے اسکا جواز معلوم ہوتا ہو۔ (التعریفات للہر جانی ص ۲۷) ظاہر ہے کہ تسبیح متعارف پر بدعت کی یہ تعریف کسی طرح بھی صادق نہیں آتی۔

رکھ دیتی۔ خالی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تھیلی میں سے نکالتے رہتے اور باہر ڈالتے رہتے تھے اور جب وہ خالی ہو جاتی تو سارے دانے سمیٹ کر وہ باندی پھر اُس تھیلی میں بھر دیتی۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ اُنکے پاس ایک تھیلی میں عجمہ کھجور کی گٹھلیاں جمع رہتیں صبح کی نماز پڑھ کر اُس تھیلی کو لیکر بیٹھتے اور جب تک خالی ہوتی بیٹھے پڑھتے رہتے۔ حضرت ابو صفیہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے اُنکے سامنے ایک چمڑہ بچھا رہتا اس پر کنکریاں پڑی رہتیں اور صبح سے زوال کے وقت تک اُنکو پڑھتے رہتے جب زوال کا وقت ہوتا تو وہ چمڑا اٹھا لیا جاتا وہ اپنی ضروریات میں مشغول ہو جاتے۔ ظہر کی نماز کے بعد پھر وہ بچھا دیا جاتا اور شام تک اُنکو پڑھتے رہتے حضرت ابو ہریرہؓ کے پوتے نقل کرتے ہیں کہ دادے ابائے یاس ایک دھاگہ تھا جس میں دو ہزار گم ہیں لگی ہوئی تھیں اُس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک ایک مرتبہ ان پر تسبیح نہ پڑھ لیتے تھے۔ حضرت امام حسینؑ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؑ سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں گم ہیں لگی ہوئی تھیں ان پر تسبیح پڑھا کرتی تھیں۔

صوفیہ کی اصطلاح میں تسبیح کا نام مذکرہ (یاد دلانے والی) بھی ہے اسوجہ سے کہ جب یہ ہاتھ میں ہوتی ہے تو خواہ مخواہ پڑھنے کو دل چاہتا ہی ہے اسلئے گویا اللہ کے نام کو یاد دلانے والی ہے اس بارہ میں ایک حدیث بھی نقل کی جاتی ہے جو حضرت علیؑ سے نقل کی گئی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تسبیح کیا ہی اچھی مذکرہ (یعنی یاد دلانے والی) چیز ہے۔ اس باب میں ایک مسلسل حدیث مولانا عبدالحیؒ صاحب نے نقل فرمائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مولانا سے لیکر اوپر تک ہر استاد نے اپنے شاگرد کو ایک تسبیح عطا فرمائی اور اسکے پڑھنے کی اجازت بھی دی اخیر میں حضرت جنید بغدادیؒ کے شاگرد تک یہ سلسلہ پہنچتا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد حضرت جنیدؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو میں نے اُن سے کہا کہ آپ اس علوم مرتبہ پر بھی تسبیح ہاتھ میں رکھتے

۱۔ اس حدیث سے بہت سے علماء نے تسبیح متعارف پر استدلال کیا ہے بعض نے وضاحت کی ہے کہ دو صحابہؓ میں لفظ سبحۃ اس تسبیح کیلئے مستعمل تھا بلکہ نفل نماز کیلئے بولا جاتا تھا چنانچہ المصباح النیر میں خالد الازہری سے نقل کیا ہے کہ یہ لفظ مولد ہے یعنی قدیم عربی کا نہیں ہے اور ملا علی قاریؒ نے مرقاة شرح مشکوٰۃ (ابواب الجمع) میں اس حدیث کے لفظ سبحۃ سے نفل نماز ہی مراد لی ہے اور متعدد احادیث میں یہ لفظ اسی معنی کیلئے بولا گیا ہے ۲۔ رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس من حدیث علی مرفوعاً کما فی کنز العمال قلت وفیہ نظر۔

ہیں انھوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے استاد سری سقطیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو ان سے یہی سوال کیا تھا جو تم نے کیا انھوں نے فرمایا کہ میں نے بھی اپنے استاد حضرت معروف کرخیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سوال کیا تھا انھوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاد حضرت بشر حافیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سوال کیا تھا انھوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاد حضرت عمر مکیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سوال کیا تھا انھوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے استاد حضرت حسن بصریؒ جو سارے مشائخِ چشتیہ کے سرگروہ ہیں، کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو عرض کیا تھا کہ آپ کی اس رفعتِ شان اور علوم مرتبہ کے باوجود بھی اب تک تسبیح آپ کے ہاتھ میں ہے تو انھوں نے فرمایا تھا کہ ہم نے تصوف کی ابتدا میں اس سے کام لیا تھا اور اسکے ذریعہ سے ترقی حاصل کی تھی تو گوارا نہیں کہ اب اخیر میں اسکو چھوڑ دیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے دل سے زبان سے ہاتھ سے ہر طرح اللہ کا ذکر کروں محمد ثناء حیثیت سے ان میں کلام بھی کیا گیا ہے۔

۲۰ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ میں تمہیں اپنا اور اپنی بیوی فاطمہؓ کا جو حضورؐ کی صاحبزادی اور سب گھروالوں میں زیادہ لاڈلی تھیں قصہ نہ سناؤں؟ انھوں نے عرض کیا ضرور سنائیں فرمایا کہ وہ خود چکی پیستی تھیں جس سے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے تھے اور خود ہی مشک بھر کر لاتی تھیں جس سے سینہ پر رسی کے نشان پڑ گئے تھے خود ہی جھاڑو دیتی تھیں جسکی وجہ سے کپڑے میلے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لونڈی غلام آئے۔ میں نے حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ تم اگر اپنے والد صاحبؐ کی خدمت میں جا کر ایک خادم مانگ لاؤ تو اچھا ہے سہولت رہیگی۔ وہ گئیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

عَنِ ابْنِ عَبْدٍ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ
أَلَا أُحَدِّثُكَ عَنِّي وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ
مِنْ أَحَبِّ أَهْلِهَا إِلَيَّ قُلْتُ بَلَى قَالَ إِنَّهَا
جَرَتْ بِالرَّحَى حَتَّى أَثَرَتْ فِي يَدِهَا وَاسْتَفْتَتْ
بِالْقُرْبَةِ حَتَّى أَثَرَتْ فِي نَحْرِهَا وَكَانَتْ
أَنْبِيَتْ حَتَّى أَغْبَرَتْ ثِيَابَهَا فَاذْنَى النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدَمٌ فَقُلْتُ لَوْ
أَتَيْتُ أَبَاكَ فَسَأَلْتُهِ خَادِمًا فَاتَتْهُ
فَوَجَدَتْ عِنْدَهَا حِدَاثًا فَارْجَعَتْ فَأَنَا هَا
مِنَ الْغَدِ فَقَالَ مَا كَانَ حَاجَتِي فَكَانَتْ
فَقُلْتُ أَنَا أُحَدِّثُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ بِمَجْرَتِ
بِالرَّحَى حَتَّى أَثَرَتْ فِي يَدِهَا وَحَمَلَتْ
بِالْقُرْبَةِ حَتَّى أَثَرَتْ فِي نَحْرِهَا قُلْتُ
أَنْ جَاءَكَ الْخَدَمُ أَمَرْتَهُمْ أَنْ

تَاتِيكَ فَتَسْتَحْدِمُكَ خَادِمًا يَتَّقِيهَا
 حَرَمَاهُ فِيهَا قَالَ اتَّقِيَ اللَّهَ يَا فَاطِمَةُ
 وَادِي فَرِيضَةَ رَبِّكَ وَاعْمَلِي عَمَلًا هَلَالًا
 فَإِذَا أَخَذْتَ مَضْجَعَكَ فَسَبِّحِي ثَلَاثًا
 وَثَلَاثِينَ وَاحْمِدِي ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَ
 كَبِّرِي أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ فَيَلْكَ مَاءٌ
 نَهَى خَيْرُ لَدِي مِنْ خَادِمٍ قَالَتْ رَضِيَتْ
 عَنِ اللَّهِ وَعَنْ رَسُولِهِ أَخْرَجَهُ أَبُو أَدُو
 فِي الْبَابِ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ الْحَسَنِ
 الْقُضَمِيِّ أَنَّ أُمَّ الْحَكَمِ أَوْضَلَتْ ابْنَتَهُ
 الرَّبِيرَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ حَدَّثَتْ عَنْ
 إِحْدَاهُمَا أَنَّهَا قَالَتْ أَصَابَ رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبِيًّا فَنَذَاهُ
 وَأُخْتِي وَفَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكُونَا إِلَيْهِ فَنَحْنُ
 فِيهِ وَسَأَلْنَا أَنْ يَأْمُرَنَا بِشَيْءٍ مِنَ الشَّيْءِ
 فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 سَبِّحْنَ يَتْلُو بَدَائِرَ وَلَكِنْ سَادُّ لَكُنَّ عَلَى
 مَا هُوَ خَيْرٌ لَكُنَّ مِنْ ذَلِكَ تُكَبِّرَنَّ اللَّهَ
 عَلَى أَثَرِ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ تُكَبِّرُهُ
 وَثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ تَسْبِيحَةً وَثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ
 تَحْمِيدَةً وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدًا لَا شَرِيكَ
 لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ
 شَيْءٍ قَدِيرٌ رَوَاهُ أَبُو أَدُو فِي الْجَاهِ الصَّغِيرِ
 بِرَوَايَةِ ابْنِ مَنْدَةَ عَنْ حَابِسٍ كَانَ يَأْمُرُ
 لَهُ لَفْظُ بَعْضِ نَحْوٍ مِنْ "جَلِيسٍ" أَوْ بَعْضُ مِنْ "حَلِيسٍ" هِيَ لَكِنْ مَسْجُودٌ حَابِسٌ هِيَ جِيَاكَ (بِأَنَّ الْكَلِمَةَ مَعْنَى)

کی خدمت میں لوگوں کا جمع تھا اس لئے
 واپس چلی آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے
 روز خود ہی مکان پر تشریف لائے اور فرمایا
 تم کل کس کام کو آئی تھیں وہ چپ ہو گئیں
 (شرم کی وجہ سے بول بھی نہ سکیں) میں نے
 عرض کیا حضور چکی سے ہاتھ میں نشان
 پڑ گئے مشکیزہ بھرنے کی وجہ سے سینہ پر
 بھی نشان پڑ گیا ہے جھاڑو دینے کی
 وجہ سے کپڑے میلے رہتے ہیں۔ کل آپ کے
 پاس کچھ لونڈی غلام آئے تھے اس لئے
 میں نے ان سے کہا تھا کہ ایک خادم اگر
 مانگ لائیں تو ان مشقتوں میں سہولت
 ہو جائے۔ حضور نے فرمایا فاطمہ اللہ سے
 ڈرتی رہو اور اسکے فرض ادا کرتی رہو اور
 گھر کے کاروبار کرتی رہو اور جب سونے
 کیلئے لیٹو تو سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ
 ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ
 خادم سے بہتر ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ
 میں اللہ کی تقدیر، اور اسکے رسول (کی تجویز)
 سے راضی ہوں۔ دوسری حدیث میں حضور
 کی پھولی زاد بہنوں کا قصہ بھی اسی قسم کا آیا
 ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ ہم دو بہنیں اور حضور
 کی بیٹی فاطمہ تینوں حضور کی خدمت میں حاضر
 ہوئے اور اپنی مشقت اور دقتیں ذکر کر کے
 ایک خادم کی طلب کی حضور نے فرمایا کہ خادم
 ہے لیکن مسجود حابس ہے جیسا کہ (باقی اگلے صفحہ پر)

نساۓ اذا ارادت احداهن ان تنام دینے میں تو بدر کے تیمم سے مقدم ہیں میں
ان تحمد الحداث ورقم له بالضعف۔ تمہیں خادم سے بھی بہتر چیز بتاؤں ہر نماز
کے بعد یہ تینوں کہے یعنی سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ أَكْبَرُ ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور ایک
مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيرٌ پڑھ لیا کرو۔ یہ خادم سے بہتر ہے۔

ف :- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھروالوں اور عزیزوں کو خاص طور سے
ان تسبیحات کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
اپنی بیویوں کو یہ حکم فرمایا کرتے تھے کہ جب وہ سونے کا ارادہ کریں تو سُبْحَانَ اللَّهِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ أَكْبَرُ ہر ایک ۳۳ مرتبہ پڑھیں۔ حدیث بالا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے
دنیوی مشقتوں اور تکلیفوں کے مقابلہ میں ان تسبیحات کو تلقین فرمایا۔ اسکی ظاہری وجہ تو
ظاہر ہے کہ مسلمان کیلئے دنیوی مشقت اور تکلیف قابل التفات نہیں ہے اُسکو ہر وقت
آخرت اور مرنیکے بعد کی راحت و آرام کی فکر ضروری ہے۔ اسلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس چند روزہ زندگی کی مشقت اور تکلیف کی طرف سے توجہ کو ہٹا کر آخرت کی راحت
کے سامان بڑھانے کی طرف متوجہ فرمایا اور ان تسبیحات کا آخرت میں زیادہ سے زیادہ نافع ہونا
ان روایات سے جو اس باب میں ذکر کی گئیں ظاہر ہے۔ اسکے علاوہ دوسری وجہ یہ بھی
ہو سکتی ہے کہ ان تسبیحات کو حق تعالیٰ شانہ نے جہاں دینی منافع اور ثمرات سے شرف
بخشا ہے دنیوی منافع بھی ان میں رکھے ہیں۔ اللہ کے پاک کلام میں اُسکے رسول پاک کے
کلام میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جنہیں آخرت کے ساتھ ساتھ دنیاوی منافع بھی حاصل
ہوتے ہیں چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دجال کے زمانہ میں مومنوں کی غذا فرشتوں
کی غذا ہوگی یعنی تسبیح و تقدیس (سُبْحَانَ اللَّهِ وَغَيْرِهَا) کا پڑھنا کہ جس شخص کا کلام ان
چیزوں کا پڑھنا ہوگا حق تعالیٰ شانہ اس سے بھوک کی مشقت کو زائل کر دیں گے اس
حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دنیا میں بغیر کھائے پئے صرف اللہ کے ذکر پر گزارہ ممکن
ہو سکتا ہے اور دجال کے زمانہ میں عام مومنین کو یہ دولت حاصل ہوگی تو اس زمانہ میں
خواص کو اس حالت کا میسر ہو جانا کچھ مشکل نہیں اسلئے جن بزرگوں سے اس قسم کے

گذشتہ صفحہ کا بقیہ :- جامع صغیر کے متعدد نسخوں میں ہے اور حضرت شیخ عظیمی نے یہ جامع صغیر ہی سے نقل کیا ہے
اسلئے درست کر دیا گیا ہے لہ یعنی تعداد تینوں کی ۳۳ بار اور اخیر میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بھی نہیں ہے۔

واقعات بکثرت منقول ہیں کہ معمولی غذا پر یا بلا غذا کے وہ کئی کئی دن گزار دیتے تھے انہیں کوئی وجہ انکار یا تکذیب کی نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر کہیں آگ لگ جائے تو تکبر یعنی اللہ اکبر کثرت سے پڑھا کر وہ اسکو بجھا دیتی ہے۔ حصن حصین میں نقل کیا ہے کہ جب کسی شخص کو کسی کام میں تعب اور مشقت معلوم ہو یا قوت کی زیادتی مطلوب ہو تو سوتے وقت سبحان اللہ ۲۲ مرتبہ الحمد للہ ۲۲ اور اللہ اکبر ۲۴ مرتبہ پڑھے یا تینوں کلمے ۲۲، ۲۲ مرتبہ پڑھے یا کوئی سا ایک ۲۴ مرتبہ پڑھے (چونکہ مختلف احادیث میں مختلف عدد آئے ہیں) اسلئے سب ہی کو نقل کر دیا ہے۔ حافظ ابن تیمیہ نے بھی ان احادیث سے جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو خادم کے بدلے یہ تسبیحات تعلیم فرمائیں یہ استنباط کیا ہے کہ جو شخص ان پر مداومت کرے اسکو مشقت کے کاموں میں تھکان اور تعب نہیں ہوگا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اگر معمولی تعب ہوا بھی تب بھی مضرت نہ ہوگی۔ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ عمل مجرب ہے یعنی تجربہ سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ ان تسبیحوں کا سوتے وقت پڑھنا ازالہ تھکان اور زیادتی قوت کا سبب ہوتا ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے مرقاة السعود میں لکھا ہے کہ ان تسبیحوں کا خادم بہتر ہونا آخرت کے اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے کہ آخرت میں یہ تسبیحیں جتنی مفید کار آمد اور نافع ہوں گی دنیا میں خادم اتنا کلام اور نافع نہیں ہو سکتا اور دنیا کے اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے کہ ان تسبیحوں کی وجہ سے کام پر جس قدر قوت اور ہمت ہو سکتی ہے خادم سے اتنا کام نہیں ہو سکتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جو ان پر عمل کرے وہ جنت میں داخل ہو اور وہ دونوں بہت سہل ہیں لیکن ان پر عمل کر نیوالے بہت کم ہیں ایک یہ کہ ان تسبیحوں کو ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ پڑھے کہ یہ پڑھنے میں تو ایک سو پچاس ہوئیں لیکن اعمال کی ترازو میں پندرہ سو ہوں گی۔ دوسرے یہ کہ سوتے وقت سبحان اللہ ۲۲، الحمد للہ ۲۲، مرتبہ پڑھے اور اللہ اکبر ۲۴ مرتبہ پڑھے کہ یہ پڑھنے میں سو مرتبہ ہوئیں اور ثواب کے اعتبار سے ایک ہزار ہوئیں۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہؐ یہ کیا بات ہے کہ ان پر عمل کر نیوالے بہت مٹھوڑے ہیں؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ نماز کے وقت شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں ضرورت ہے اور فلاں کام ہے اور جب سونے کا وقت ہوتا ہے وہ ادھر ادھر کی ضرورتیں یاد دلاتا ہے جن سے پڑھنا رہ جاتا ہے۔

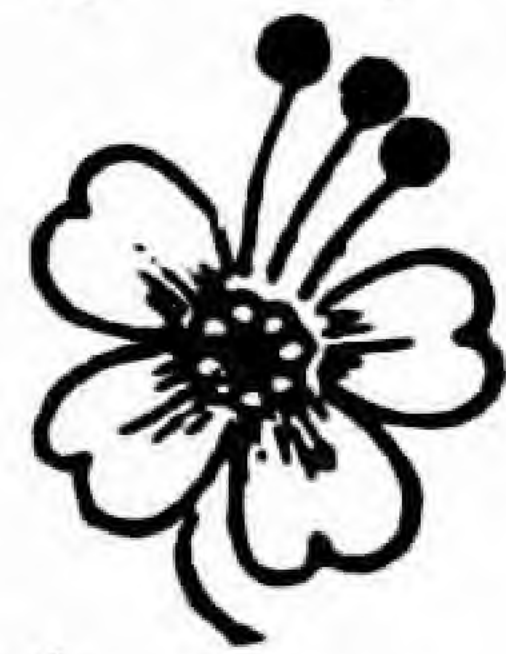
لے تعب نہ تھکان۔ تھکن لے یعنی تھکن اگر ہوئی بھی تو اس کے اثر سے کچھ نقصان نہ ہوگا۔

ہے۔ ان احادیث میں یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار اور دو جہاں کے سردار کی بیٹی اپنے ہاتھ سے آٹا پیستیں تھیں کہ ہاتھوں میں گئے پڑ گئے خود ہی پانی بھر کر لاتیں تھیں کہ سینہ پر مشک کی رسی کے نشان ہو گئے خود ہی گھر کی جھاڑ وغیرہ سارا کام کرتیں جس سے ہر وقت کپڑے میلے رہتے۔ آٹا گوندھنا روٹی پکانا غرض سب ہی کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں۔ کیا ہماری بیبیاں یہ سارے کام تو کیا ان میں سے آدھے بھی اپنے ہاتھ سے کرتی ہیں؟ اور اگر نہیں کرتیں تو کتنی غیرت کی بات ہے کہ جن کے آقاؤں کی یہ زندگی ہوانکے نام لیوالکے نام پر فخر کرنیوالوں کی زندگی اسکے آس پاس بھی نہ ہو۔ چاہیے تو یہ تھا کہ خادموں کا عمل ان کی مشقت آقاؤں سے کچھ آگے ہوتی مگر افسوس کہ یہاں اسکے آس پاس بھی نہیں،

فَالِی اللّٰہِ الْمُشْتٰکِ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ۔



خاتمہ



خاتمہ میں ایک نہایت مہتمم بالشان چیز کو ذکر کرتا ہوں اور اسی پر اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں۔ یہ تسبیحات جن کا اوپر ذکر کیا گیا نہایت ہی اہم اور دین و دنیا میں کالامہ اور مفید ہیں جیسا کہ احادیث بالا سے معلوم ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے اہتمام اور فضیلت کی وجہ سے ایک خاص نماز کی ترغیب بھی فرمائی ہے جو صلوٰۃ التَّسْبِيحِ (تسبیح کی نماز) کے نام سے مشہور ہے۔ اور اسی وجہ سے اسکو صلوٰۃ التَّسْبِيحِ کہا جاتا ہے کہ یہ تسبیحات اُس میں تین سو مرتبہ پڑھی جاتی ہیں۔ حضور نے بہت ہی اہتمام اور ترغیبوں کیساتھ اس نماز کو تعلیم فرمایا۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے :-

① حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا اے عباسؓ اے میرے چچا کیا میں تمہیں ایک عطیہ کروں؟ ایک بخشش کروں؟ ایک چیز بتاؤں؟ تمہیں دس چیزوں کا مالک بناؤں؟ جب تم اس کام کو کر دے گے تو حق تعالیٰ شانہ

① عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَا عَبَّاسُ يَا عَمَّاهُ أَلَا أُعْطِيكَ أَلَا أَمْنَحُكَ أَلَا أَخْبِرُكَ أَلَا أَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خِصَالٍ إِذَا أَنْتَ فَعَلْتَ ذَلِكَ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ ذَنْبَكَ أَوَّلًا وَآخِرًا قَدِيمًا

وَحَدِيثًا خَطَاةً وَعَمَدَةً صَغِيرَةً وَكَبِيرَةً
 مَرَّةً وَعَلَانِيَةً أَنْ تُصَلِّيَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ
 تَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكَعَةٍ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُورَةً
 فَإِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِي أَوَّلِ رَكَعَةٍ
 وَأَنْتَ قَائِمٌ قُلْتَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ
 لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ خَمْسَ
 عَشْرَةَ ثُمَّ تَرَكَمَ فَنَقُولُهَا وَأَنْتَ سَائِمٌ
 عَشْرًا ثُمَّ تَرَفَعُ رَأْسَكَ مِنَ الرُّكُوعِ
 فَنَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَهَوِّي سَاجِدًا فَنَقُولُهَا
 وَأَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرَفَعُ رَأْسَكَ
 مِنَ السُّجُودِ فَنَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَسْجُدُ
 فَنَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَرَفَعُ رَأْسَكَ فَنَقُولُهَا
 عَشْرًا فَإِنَّ ذَلِكَ خَمْسٌ وَسَبْعُونَ فِي كُلِّ
 رَكَعَةٍ تَفْعَلُ ذَلِكَ فِي أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ
 إِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تُصَلِّيَهَا فِي كُلِّ يَوْمٍ
 مَرَّةً فَإِنَّكَ فَعَلْتَ فَعْلًا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ
 مَرَّةً فَإِنَّكَ تَفْعَلُ فَعْلًا فِي كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً
 فَإِنَّكَ تَفْعَلُ فَعْلًا فِي كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً فَإِنَّكَ
 تَفْعَلُ فَعْلًا فِي عُمْرِكَ مَرَّةً. رواه أبو داود و
 ابن ماجه والبيهقي في الدعوات
 الكبير وروى الترمذي عن أبي سفيان
 نحوه كذا في المشكوة قلت وخرجها
 المحاكم وقال هذا حديث وصله موسى
 بن عبد العزيز عن الحكم بن أبان
 وقد أخرجه أبو بكر محمد بن اسحق و
 له سورت كوني مقرر نہیں ہے۔

تمہارے سب گناہ پہلے اور پچھلے پرانے
 اور نئے غلطی سے کئے ہوئے اور جان بوجھ کر
 کئے ہوئے چھوٹے اور بڑے چھپکر کئے
 ہوئے اور کھلم کھلا کئے ہوئے سب ہی معاف
 فرما دیں گے۔ وہ کام یہ ہے کہ چار رکعت
 نفل (صلوۃ التسبیح کی نیت باندھ کر) پڑھو
 اور ہر رکعت میں جب الحمد اور سورت پڑھ
 چکو تو رکوع سے پہلے سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ
 وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ پندرہ مرتبہ پڑھو پھر جب رکوع کرو
 تو دس مرتبہ اسمیں پڑھو۔ پھر جب رکوع سے
 کھڑے ہو تو دس مرتبہ پڑھو۔ پھر سجدہ کرو
 تو دس مرتبہ اس میں پڑھو۔ پھر سجدہ سے
 اٹھ کر بیٹھو تو دس مرتبہ پڑھو۔ پھر جب
 دوسرے سجدہ میں جاؤ تو دس مرتبہ اسمیں
 پڑھو۔ پھر جب دوسرے سجدہ سے اٹھو
 تو دوسری رکعت میں کھڑے ہونے سے
 پہلے بیٹھ کر دس مرتبہ پڑھو۔ ان سب کی
 میزان پچھتر ہوتی۔ اسی طرح ہر رکعت میں
 پچھتر دفعہ ہوگا۔ اگر ممکن ہو سکے تو روزانہ ایک
 مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرو، یہ نہ ہو سکے تو
 ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ بھی ہو سکے
 تو ہر مہینہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ بھی
 نہ ہو سکے تو ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیا
 کرو، یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں یک مرتبہ پڑھ لیا

وابوداؤد وابوعبدالرحمن احمد بن شعیب فی الصحیح ثم قال بعد ما ذکر توثیق رواتہ واما ارسال ابراہیم بن الحکم عن ابیہ فلا یوہن وصل الحدیث فان الزیادۃ من الثقۃ اولی من الاسسال علی ان امام عصرہ فی الحدیث اسحق بن ابراہیم الحنظلۃ قد اقام هذا الاسناد عن ابراہیم بن الحکم ووصلہ اھ قال السیوطی فی اللآلیٰ هذا اسناد حسن وما قال الحاکم اخرجہ النسائی فی کتابہ الصحیح لم یدرہ فی شیء من نسخ السنن لا الصغری ولا الکبریٰ۔

۱۰۰ عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ عَنْ رَجُلٍ كَانَتْ لَهُ صَحْبَةٌ يَرَوْنَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِشْتَنِيْ غَدَاً أَحْبَبُكَ وَأُثْبِتُكَ وَأُعْطِيْكَ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّ يُعْطِيْنِيْ عَطِيَّةً قَالَ إِذَا زَالَ النَّهَارُ فَقُمْ فَصَلِّ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فذَكَرْ نَحْوَهُ وَفِيهِ وَقَالَ فَإِنَّكَ تَوَكُّنْتَ أَعْظَمُ أَهْلِ الْأَرْضِ ذَنْبًا غُفِرَ لَكَ بِذَلِكَ قَالَ قُلْتُ فَإِنْ لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ أَصَلِّيَهُمَا تِلْكَ السَّاعَةَ قَالَ صَلَّيْهُمَا مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ رواه ابوداؤد۔

۱۰۱ ایک صحابی کہتے ہیں مجھ سے حضورؐ نے فرمایا کل صبح کو آنا تم کو ایک بخشش کر دیگا ایک چیز دوں گا ایک عطیہ کروں گا، وہ صحابی کہتے ہیں میں ان الفاظ سے سمجھا کہ کوئی رمال، عطا فرمائیں گے جب میں حاضر ہوا، تو فرمایا کہ جب دوپہر کو آفتاب ڈھل چکے تو چار رکعت نماز پڑھو اسی طریقہ سے بتایا جو پہلی حدیث میں گذرا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر تم ساری دنیا کے لوگوں سے زیادہ گنہگار ہو گے تو تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر اس وقت میں کسی وجہ سے نہ پڑھ سکوں تو ارشاد فرمایا کہ جس وقت ہو سکے دن میں

یارات میں پڑھ لیا کرو۔

۱۰۲ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ وَجَّهَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ إِلَى بِلَادِ الْحَبَشَةِ فَلَمَّا قَدِمَ اعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَلَا أَهْبُ لَكَ إِلَّا الْبَشْرُ إِلَّا

۱۰۳ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت جعفرؓ کو حبشہ بھیج دیا تھا جب وہ وہاں سے واپس مدینہ طیبہ پہنچے تو حضورؐ نے ان کو گلے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا پھر فرمایا میں تجھے ایک چیز دوں

۱۰۴ اس میں کبریا یا صغیرہ گناہوں کی قید نہیں بلکہ الفاظ کا تقاضہ یہ ہے کہ سبھی مراد ہوں اسلئے ہر قسم کے گناہ مراد لئے جائیں گے، البتہ بندوں کے حقوق اس الگ ہونگے جیسا کہ اہل علم نے تفصیل سے اپنے اپنے مواقع پر لکھا ہے۔

أَمْنَحُكَ إِلَّا أَمْنَحُكَ قَالَ نَعَمْ يَا رَسُولَ
اللَّهِ قَالَ تُصَلِّيَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ
أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ اسْنَادٌ صَحِيحٌ لَا
غِبَارَ عَلَيْهِ وَتَعْقِبُهُ الذَّاهِبَةُ بَابُ أَحْمَدَ
بْنِ دَاوُدَ كَذَبَهُ الدَّامِ قَطْنَةُ كَذَابُ
النَّهْلِ وَكَذَابُ أَقَالَ غَيْرُهُ تَبَعًا لِحَافِظِ

ایک خوشخبری سناؤں، ایک بخشش کروں ایک
تحفہ دوں۔ انھوں نے عرض کیا ضرور حضورؐ
نے فرمایا چار رکعت نماز پڑھ۔ پھر اسی طریقہ
سے بتائی جو اوپر گزرا۔ اس حدیث میں ان
چار کلموں کے ساتھ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا
بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ بھی آیا ہے۔

لَكُنْ فِي النُّسخَةِ الَّتِي بَايَدِ بِنَا مِنْ الْمُسْتَدْرَكِ وَقَدْ صَحَّحْتُ الرِّوَايَةَ عَنْ ابْنِ عِمْرَانَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِمَ ابْنُ عَبْدِ جَعْفَرٍ أَنَّهُ ذَكَرَ الْحَدِيثَ بِسَنَدِهِ وَ
قَالَ فِي آخِرِهِ هَذَا اسْنَادٌ صَحِيحٌ لَا غِبَارَ عَلَيْهِ وَهَكَذَا قَالَ الذَّاهِبَةُ فِي أَوَّلِ الْحَدِيثِ وَ
آخِرُهُ ثُمَّ لَا يَذْهَبُ عَلَيْكَ أَنَّ فِي هَذَا الْحَدِيثِ زِيَادَةً لِحَوْلٍ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ
الْعَظِيمِ أَيْضًا عَلَى الْكَلِمَاتِ الْأَرْبَعِ -

٤ وَعَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ
قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِلَّا أَهَبُ لَكَ إِلَّا أُعْطِيَكَ إِلَّا
أَمْنَحُكَ فَظَنَنْتُ أَنَّ يُعْطِيهِ مِنَ الدُّنْيَا
شَيْئًا لَمْ يُعْطِهِ أَحَدًا مِنْ قَبْلِي قَالَ رُبَّمَا
رَكَعَاتٍ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَفِي آخِرِهِ غَيْرُ
أَنَّكَ إِذَا جَلَسْتَ لِلتَّهْدِائِ قُلْتَ ذَلِكَ
عَشْرَ مَرَّاتٍ قَبْلَ التَّهْدِائِ الْحَدِيثُ
أَخْرَجَهُ الدَّامِ قَطْنُ فِي الْأَفْرَادِ وَابْنُ
فِي الْقُرْبَانِ وَابْنُ شَاهِينَ فِي التَّرْغِيبِ

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں مجھ سے
حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں بخشش کروں
ایک عطیہ دوں ایک چیز عطا کروں۔ وہ
کہتے ہیں میں یہ سمجھا کہ کوئی دنیا کی ایسی چیز
دینے کا ارادہ ہے جو کسی کو نہیں دی جاتی
وجہ سے اس قسم کے الفاظ بخشش عطا وغیرہ
کو بار بار فرماتے ہیں، پھر آپؐ نے چار رکعت
نماز سکھائی جو اوپر گزری۔ اس میں
یہ بھی فرمایا کہ جب التحیات کے لئے بیٹھو تو
پہلے ان تسبیحوں کو پڑھو پھر التحیات پڑھنا
کذا فی اتحاف السادة شرح الانبياء۔

٥ قَالَ التِّرْمِذِيُّ وَقَدْ وَرَى
ابْنُ الْمُبَارَكِ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ
الْعِلْمِ صَلَوةَ التَّسْبِيحِ وَذَكَرُوا الْقَضْلَ
فِيهِ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ نَا أَبُو دَاوُدَ

حضرت عبد اللہ بن المبارکؓ اور بہت
سے علماء سے اس نماز کی فضیلت نقل کی
گئی ہے اور اس کا یہ طریقہ نقل کیا گیا ہے کہ
سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ پڑھنے کے بعد الحمد شریف

سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْمُبَارَكِ عَنِ
الصَّلَاةِ الَّتِي يُسَبِّحُ فِيهَا قَالَ يُكَبِّرُ ثُمَّ
يَقُولُ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ
اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ
ثُمَّ يَقُولُ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً سُبْحَانَ
اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ
أَكْبَرُ ثُمَّ يَتَعَوَّذُ وَيَقْرَأُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ
الرَّحِيمِ وَفَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُورَةَ شَعْرٍ
يَقُولُ عَشْرَ مَرَّاتٍ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ
لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ ثُمَّ يَرْكَعُ
فَيَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ فَيَقُولُهَا
عَشْرًا ثُمَّ يَسْجُدُ فَيَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ يَرْفَعُ
رَأْسَهُ فَيَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ يَسْجُدُ لِلثَّانِيَةِ

پڑھنے سے پہلے پندرہ دفعہ ان کلموں کو پڑھے
پھر اَعُوذ اور بِسْمِ الشَّرِیْہ کر الحمد شریف اور
پھر کوئی سورت پڑھے، سورت کے بعد رکوع
سے پہلے دس مرتبہ پڑھے پھر رکوع میں
دس مرتبہ، پھر رکوع سے اٹھکر، پھر دونوں
سجدوں میں اور دونوں سجدوں کے درمیان
میں بیٹھکر دس دس مرتبہ پڑھے۔ یہ پچھتر
پوری ہوگئی (لہذا دوسرے سجدہ کے بعد
بیٹھکر پڑھنے کی ضرورت نہیں رہی) رکوع
میں پہلے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ اور سجدہ میں
پہلے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى پڑھے، پھر ان
کلموں کو پڑھے۔ (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
سے بھی اس طریقہ سے نقل کیا گیا ہے)

فَيَقُولُهَا عَشْرًا يُصَلِّيَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ عَلَى هَذَا أَفْذَلِكَ خَمْسٌ وَسَبْعُونَ تَسْبِيحَةً فِي
كُلِّ رَكَعَةٍ ثُمَّ قَالَ قَالَ أَبُو وَهَبٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ قَالَ يَبْدَأُ
فِي الرُّكُوعِ بِسُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَفِي السَّجْدَةِ بِسُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى ثَلَاثًا ثُمَّ يَسْبِّحُ التَّسْبِيحَاتِ
قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ إِنَّ سَهَابَ بْنَ يَسْبِمْ فِي سَجْدَةٍ فِي الْبَتِّ عَشْرًا
عَشْرًا قَالَ لَا إِنَّمَا هِيَ ثَلَاثُ تَسْبِيحَاتٍ أَهْ مَخْتَصِرًا قُلْتُ وَهَكَذَا سَأَلْتُ أَحْمَدَ وَكَانَ يَقُولُ وَاتَّ
عَنْ ابْنِ الْمُبَارَكِ كَثِيرٌ ثَقَاتٌ أَثَبَاتٌ وَلَا يَتَّبِعُهُ عَبْدُ اللَّهِ أَنْ يَعْلَمَ مَا لَمْ يَصِحَّ عِنْدَ سَنَدِهِ
أَهْ وَقَالَ الْغَزَالِيُّ فِي الْأَحْيَاءِ بَعْدَ مَا ذَكَرَ حَدِيثَ ابْنِ عَبَّاسٍ الْمَذْكُورَ فِي سَرَادِيَةِ أَخْرَجَ
أَنَّهُ يَقُولُ فِي أَوَّلِ الصَّلَاةِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ ثُمَّ يَسْبِّحُ خَمْسَ عَشْرَةَ تَسْبِيحَةً قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَ
عَشْرًا بَعْدَ الْقِرَاءَةِ وَالْبَاقِي كَمَا سَبَقَ عَشْرًا عَشْرًا وَلَا يَسْبِّحُ بَعْدَ السُّجُودِ الْآخِرِ وَهَذَا
هُوَ الْأَحْسَنُ وَهُوَ اخْتِيَارُ ابْنِ الْمُبَارَكِ أَهْ قَالَ الزَّيْلَعِيُّ فِي الْإِتْحَانِ وَلَفْظُ الْقَوْلِ
هَذِهِ الرَّوَايَةُ أَحَبُّ الرَّوَاهِينَ إِلَى أَهْ قَالَ الزَّيْلَعِيُّ أَيْ لَا يَسْبِّحُ فِي الْجُلُوسَةِ الْأُولَى
بَيْنَ الرُّكْعَتَيْنِ وَلَا فِي جُلُوسَةِ التَّشَهُّدِ شَيْئًا كَمَا فِي الْقَوْلِ قَالَ وَكَذَلِكَ رَوَيْنَا فِي حَدِيثِ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علمه صلوة التسليم فذكره اه ثم قال الزبيدي واما حديث عبد الله بن جعفر
فاخرجه الدارقطني من وجهين عن عبد الله بن زياد بن سمعان قال في احدها
عن معوية واسماعيل بن عبد الله ابني جعفر عن ابيهما قال في الاخرى عن
عون بدل اسماعيل عن ابيهما قال قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم الا اعطيك
فذكر الحديث وابن سمعان ضعيف وهذه الرواية هي التي اشار اليها صاحب القوت
وهي الثانية عنده قال فيها يفتتح الصلوة فيكبر ثم يقول فذكر الكلمات وزاد فيها
الحقولة ولم يذكر هذا السجدة الثانية عند القيام ان يقولها قال وهو الذي اختار
ابن المبارك اه قال المنذري في الترغيب وروى البيهقي من حديث ابي جناب الكوفي
عن ابي الجوزاء عن ابن عمرو بن العاص فذكر الحديث بالصفة التي رواها الترمذي
عن ابن المبارك ثم قال وهذا يوافق ما روينا عن ابن المبارك ورواه قتيبة
ابن سعيد عن يحيى بن سليم عن عمران بن مسلم عن ابي الجوزاء قال نزل على
عبد الله ابن عمرو بن العاص فذكر الحديث وخالف في رفعه الى النبي صلى الله
عليه وسلم ولم يذكر التسبيحات في ابتداء القراءة انما ذكرها بعد ها ثم ذكر جلسة
الاستراحة كما ذكرها سائر الرواة اه قلت حديث ابي الجنا ب مذكور في السنن
على هذا الطريق طريق ابن المبارك وما ذكر من كلام البيهقي ليس في السنن بهذا
اللفظ فلعله ذكره في الدعوات الكبير وما في السنن انه ذكره في حديث ابي جناب
تعليقا مرفوعا ثم قال قال ابو داود ومرواه سرح بن المسيب وجعفر بن سليمان عن
عمرو بن مالك النكري عن ابي الجوزاء عن ابن عباس قوله وقاس في حديث سرح
فقال حديث النبي صلى الله عليه وسلم اه وظاهران الاختلاف في السند فقط لا
في لفظ الحديث وذكر شارح الاقتاء من فروع الشافعية صلوة التسليم واقتصر على
صفة ابن المبارك فقط قال البخاري في هذه رواية ابن مسعود والذي عليه مشايخنا
انه لا يسبح قبل القراءة بل بعدها خمسة عشر والعشرة في جلسة الاستراحة
وهذه رواية ابن عباس اه مختصراً وعلم منه ان طريق ابن المبارك مروي عن
ابن مسعود ايضاً لكن لم اجد حديث ابن مسعود فيما عندي من الكتب بل لمذكور
فيها على ما بسطه صاحب المنهل وشارح الاحياء وغيرهما ان حديث صلوة التسليم
مروي عن جماعة من الصحابة منهم عبد الله والفضل ابنا العباس وابوهما

عباس بن عبد المطلب و عبد اللہ بن عمر و بن العاص و عبد اللہ بن عمر بن الخطاب و ابوسرافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و علی بن ابی طالب و ابو جعفر بن ابی طالب و ابنہ عبد اللہ بن جعفر و ام المؤمنین ام سلمہ و انصاری غیر مسمی و قد اقبل ان جابر بن عبد اللہ قالہ الزبیدی و بسط فی تخریج احادیثہم و علم مما سبق ان حدیث صلوٰۃ التسبیح مروی بطرق کثیرہ و قد افرط ابن الجوزی و من تبعہ فی ذکرہ فی الموضوعات و لذا تعقب علیہ غیر واحد من ائمتہ الحدیث کا حافظ ابن حجر و السيوطی و الزركشي قال ابن المديني قد اساء ابن الجوزي بذكره اياه في الموضوعات كذا في اللآلي قال المحافظ و من صححه او حسنه ابن منداة و الف في كتابا و الاجري و الخطيب و ابوسعدا السمعاني و ابو موسى المديني و ابو الحسن بن الفضل و المنذري و ابن الصلاح و النووي في تهذيب الاسماء و البكي و اخرون كذا في الاتحاف و في المرقاة عن ابن حجر صححه الحاكم و ابن خزيمة و حسنہ جماعة اهل قلت و بسط السيوطی فی اللآلی فی تحسینہ و حکے عن ابی منصور الدایلی صلوٰۃ التسبیح اشهر الصلوات و اصحها اسناداً

فائدہ :- ۱ صلوٰۃ التسبیح بڑی اہم نماز ہے جس کا اندازہ کچھ احادیث بالا سے ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر شفقت اور مہم سے اس کو تعلیم فرمایا ہے۔ علمائے اُمت، محدثین، فقہاء، صوفیہ ہر زمانہ میں اس کا اہتمام فرماتے رہے ہیں امام حدیث حاکم نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے صحیح ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ شیخ ابی یحییٰ کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک مُقتدا حضرات اس پر مداومت کرتے اور لوگوں کو تعلیم دیتے رہے ہیں۔ جن میں عبد اللہ بن مبارک بھی ہیں۔ یہ عبد اللہ بن مبارک امام بخاری

لے آپ جو یہ ایک بہت لمبی چوڑی عربی عبارت دیکھ رہے ہیں یہ صلوٰۃ التسبیح کی حدیثوں کے متعلق علماء کرام کی رایوں کا خلاصہ ہے، چونکہ یہ خالص فنی بحثیں آرد و داں طبقہ کیلئے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی تھیں اسلئے اسکا ترجمہ نہیں کیا گیا۔ ہم مختصراً اتنا لکھ دیتے ہیں کہ حافظ ابن جوزی جو حدیث کے مشہور امام ہیں وہ حدیث کی نقد و جرح میں چونکہ غیر معمولی طور پر متشدد ہیں اور معمولی کمزوری پر بھی حدیث کو رد کر دیتے ہیں اسلئے انھوں نے اپنی حدیث کے متعلق بھی موضوع ہونے کا دعویٰ کر ڈالا ہے، لیکن دوسرے تمام میل القدر محدثین نے ابن جوزی کے اس قول کو بالکل غلط قرار دیا ہے اور اس حدیث کو ثابت کہا ہے اور حسن و صحیح کا درجہ دیا ہے۔

کے استادوں کے استاد ہیں۔ یہی کہتے ہیں کہ ابن مبارکؒ سے پہلے ابوالجوزارہ جو مُعتمد تابعی ہیں اس کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ روزانہ جب ظہر کی اذان ہوتی تو مسجد میں جاتے اور جماعت کے وقت تک اسکو پڑھ لیا کرتے۔ عبدالعزیز بن ابی روادہ جو ابن مبارکؒ کے بھی استاد ہیں بڑے عابد زاہد متقی لوگوں میں ہیں کہتے ہیں جو جنت کا ارادہ کرے اس کو ضروری ہے کہ صلوٰۃ التبیح کو مضبوط پکڑے۔ ابو عثمان حیریؒ جو بڑے زاہد ہیں کہتے ہیں کہ میں نے مصیبتوں اور غموں کے ازالہ کیلئے صلوٰۃ التبیح جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔ علامہ تقیؒ کی فرماتے ہیں کہ یہ نماز بڑی اہم ہے بعض لوگوں کے انکار کی وجہ سے دھوکہ میں نہ پڑنا چاہیے۔ جو شخص اس نماز کے ثواب کو سُکر بھی غفلت کرے وہ دین کے بارے میں سُستی کرنے والا ہے، صلحاء کے کاموں سے دور ہے اسکو پکا آدمی نہ سمجھنا چاہیے۔ مرقاۃ میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہر جمعہ کو پڑھا کرتے تھے۔

۲ بعض علماء نے اس وجہ سے اس حدیث کا انکار کیا ہے کہ اتنا زیادہ ثواب صرف چار رکعت پر مشکل ہے بالخصوص کبیرہ گناہوں کا معاف ہونا، لیکن جب روایت بہت سے صحابہؓ نے منقول ہے تو انکار مشکل ہے۔ البتہ دوسری آیات اور احادیث کی وجہ سے کبیرہ گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کی شرط ہوگی۔

۳ احادیث بالا میں اس نماز کے دو طریقے بتائے گئے ہیں :- اول یہ کہ کھڑے ہو کر الحمد شریف اور سورۃ کے بعد پندرہ مرتبہ چاروں کلمے سُبْحَانَ اللّٰهِ اَنْحَمْدُ اللّٰہَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھے۔ پھر رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ کے بعد دس مرتبہ پڑھے۔ پھر رکوع سے کھڑے ہو کر سَمِیعَ اللّٰہُ لَمَنَ حَمِداً ، رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کے بعد دس مرتبہ پڑھے۔ پھر دونوں سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ کے بعد دس دس مرتبہ پڑھے اور دونوں سجدوں کے درمیان جب بیٹھ

عام اصول اگرچہ یہی ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے لیکن جب اس حدیث میں صغیرہ و کبیرہ کا لفظ صاف طور پر آچکا ہے تو راقم سطور کے خیال میں کوئی وجہ نہیں کہ کبیرہ گناہ کے عام اصول سے اس حدیث کو مستثنیٰ نہ قرار دیا جائے اور یوں اسکے ساتھ توبہ و استغفار بھی شامل ہو تو سُبْحَانَ اللّٰہِ

دس مرتبہ پڑھے۔ اور جب دوسرے سجدہ سے اٹھے تو اللہ اکبر کہتا ہوا اٹھے اور بجائے کھڑے ہونے کے بیٹھ جائے اور دس مرتبہ پڑھ کر بغیر اللہ اکبر کے کہنے کے کھڑا ہو جائے اور دو رکعت کے بعد اسی طرح چوتھی رکعت کے بعد پہلے ان کلموں کو دس دس مرتبہ پڑھے پھر التحیات پڑھے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ کے بعد الحمد سے پہلے پندرہ مرتبہ پڑھے اور پھر الحمد اور سورۃ کے بعد دس مرتبہ پڑھے اور باقی سب طریقہ بدستور، البتہ اس صورت میں نہ تو دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ضرورت ہے اور نہ التحیات کے ساتھ پڑھنے کی۔ علماء نے لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ کبھی اس طرح پڑھ لیا کرے کبھی اُس طرح۔

۳ چونکہ یہ نماز عام طور سے رائج نہیں ہے اسلئے اسکے متعلق چند مسائل بھی لکھے جاتے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو سہولت ہو۔

(۱) مسئلہ اس نماز کیلئے کوئی سورۃ قرآن کی متعین نہیں جو کسی سورت دل چاہے پڑھے لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ سورۃ حدید سورۃ حشر سورۃ صف سورۃ جمعہ سورۃ تغابن میں سے چار سورتیں پڑھے۔ بعض حدیثوں میں بیس آیتوں کی بقدر آیا ہے اسلئے ایسی سورتیں پڑھے جو بیس آیتوں کے قریب قریب ہوں۔ بعض نے اذاز لزلت، والعادیات، تکاثر، والعصر، کافرون، نصر، اخلاص لکھا ہے کہ ان میں سے پڑھ لیا کرے۔

(۲) مسئلہ ان تسبیحوں کو زبان سے ہرگز نہ گئے کہ زبان سے گئے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ انگلیوں کو بند کر کے گینا اور تسبیح ہاتھ میں لیکر اس پر گینا جائز ہے مگر مکروہ ہے، بہتر یہ ہے کہ انگلیاں جس طرح اپنی جگہ پر رکھی ہیں ویسی ہی رہیں اور ہر کلمہ پر ایک ایک انگلی کو اسی جگہ دباتا رہے۔

(۳) مسئلہ اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے تو دوسرے رکن میں اسکو پورا کرے البتہ بھولے ہوئے کی قضا رکوع سے اٹھکر اور دو سجدوں کے درمیان نہ کرے اسی طرح پہلی اور تیسری رکعت کے بعد اگر بیٹھے تو ان میں بھی بھولے ہوئے کی قضا نہ کرے بلکہ صرف ان کی ہی تسبیح پڑھے اور ان کے بعد جو رکن ہوا اس میں بھولی ہوئی بھی پڑھ لے۔ مثلاً اگر رکوع میں پڑھنا بھول گیا تو انکو پہلے سجدہ میں پڑھ لے۔

اسی طرح پہلے سجدہ کی دوسرے سجدہ میں اور دوسرے سجدہ کی دوسری رکعت میں کھڑا ہو کر پڑھ لے اور اگر رہ جائے تو آخری قعدہ میں التحيات سے پہلے پڑھ لے۔
مسئلہ (۴) اگر سجدہ سہو کسی وجہ سے پیش آجائے تو اس میں تسبیح نہیں پڑھنا چاہیے اسلئے کہ مقدار تین سو ہے وہ پوری ہو چکی، ہاں اگر کسی وجہ سے اس مقدار میں ختم ہو رہی ہو تو سجدہ سہو میں پڑھ لے۔

مسئلہ (۵) بعض احادیث میں آیا ہے کہ التحيات کے بعد سلام سے

پہلے یہ دعا پڑھے :-

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ تَوْفِیْقَ اَهْلِ
 الْاِیْمَانِ وَ اَعْمَالَ اَهْلِ الْیَقِیْنِ مِنْ مَنَاصِحِ
 اَهْلِ التَّوْبَةِ وَ عَزَمِ اَهْلِ الصَّبْرِ وَ جِدِّ
 اَهْلِ الْخَشِیَةِ وَ طَلَبِ اَهْلِ الرَّغْبَةِ وَ
 تَعَبُدِ اَهْلِ الْوَرَعِ وَ عِرْفَانِ اَهْلِ
 الْعِلْمِ حَتّٰی اَخَافُكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ
 اَسْئَلُكَ مَخَافَةً تُحْجِزُنِیْ بِهَا عَنْ
 مَعَاصِیْكَ وَ حَتّٰی اَعْمَلَ بِطَاعَتِكَ
 عَمَلًا اَسْتَحِقُّ بِهٖ رِضَاكَ وَ حَتّٰی
 اَنَا صَاحِبُكَ فِی التَّوْبَةِ خَوْفًا مِنْكَ وَ
 حَتّٰی اَخْلُصَ لَكَ النَّصِیْحَةَ حُبًّا لَكَ
 وَ حَتّٰی اَتَوَكَّلَ عَلَیْكَ فِی الْاُمُورِ
 حُسْنَ الظَّنِّ بِكَ سُبْحَانَ خَلْقِ
 النُّوْرِ سُبْحَانَ اَتَمِّ لَنَا نُوْرًا نَاوِیْ
 اَغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ
 بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

رداء ابو نعیم فی الحلیۃ من حدیث
 ابن عباس و لفظ اذ افرغت قلت بعد
 التَّشْهَدِ قَبْلَ التَّسْلِیْمِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ

اے اللہ میں آپ سے ہدایت والوں کی
 سی توفیق مانگتا ہوں، اور یقین کرنے والوں کے
 عمل اور توبہ والوں کا خلوص مانگتا ہوں، اور
 صابرین کی پختگی اور آپ سے ڈرنے والوں
 کی سی کوشش (یا احتیاط) مانگتا ہوں، اور
 رغبت والوں کی طلب اور پرہیزگاروں
 کی سی عبادت اور علماء کی سی معرفت، تاکہ
 میں آپ سے ڈرنے لگوں، اے اللہ ایسا
 ڈر جو مجھے آپ کی نافرمانی سے روک دے
 اور تاکہ میں آپ کی اطاعت سے ایسے عمل
 کرنے لگوں جن کی وجہ سے آپ کی رضا و
 خوشنودی کا مستحق بن جاؤں اور تاکہ خلوص
 کی توبہ آپ کے ڈر سے کرنے لگوں اور تاکہ
 سچا اخلاص آپ کی محبت کی وجہ سے کرنے
 لگوں اور تاکہ آپ کے ساتھ حسن ظن کی وجہ
 سے آپ پر توکل کرنے لگوں، اے نور کے
 پیدا کرنے والے! تیری ذات پاک ہے
 اے ہمارے رب ہمیں کامل نور عطا فرما
 اور تو ہماری مغفرت فرما، بیشک تو ہر چیز پر

الاتحاف وقال اوردہ الطبرانی
ایضا من حدیث العباس فی سندہ سے درخواست کو قبول فرما۔

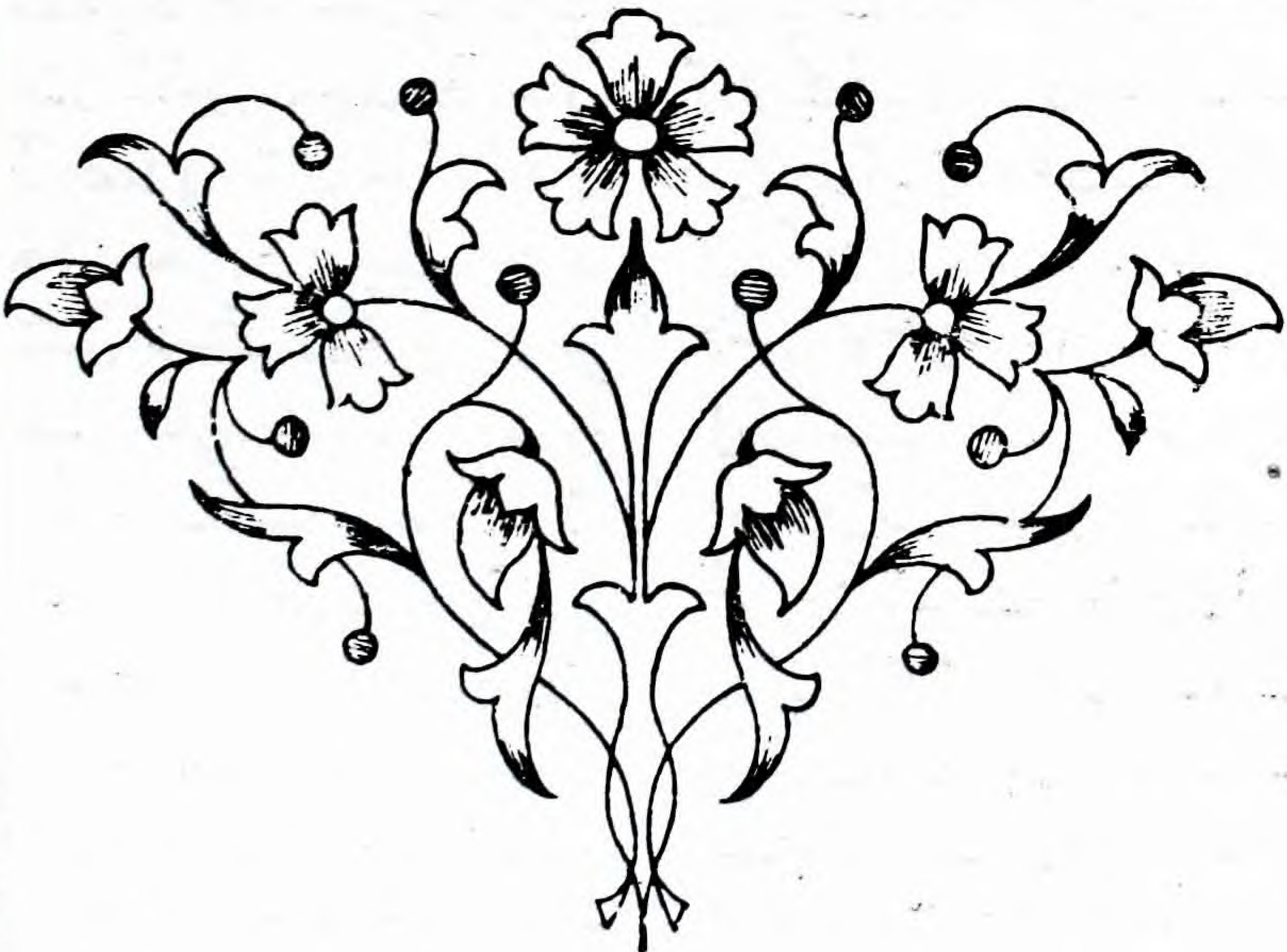
متروک اھ قلت نہ اھ فی المرقاة فی آخر الدعاء بعض الالفاظ بعد قولہ
خالق النور زدتها تکمیلًا للفاثدہ۔

مسئلہ (۶) اس نماز کا اوقات مکروہ کے علاوہ باقی دن رات کے تمام
اوقات میں پڑھنا جائز ہے۔ البتہ زوال کے بعد پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ پھر دن میں
کسی وقت پھر رات کو۔

مسئلہ (۷) بعض حدیثوں میں ستم کلمہ کے ساتھ لاحول کو بھی ذکر کیا گیا
ہے جیسا کہ اوپر تیسری حدیث میں گذرا، اسلئے اگر کبھی کبھی اسکو بڑھائے تو اچھا ہے،
وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

ذکر یا کاندھلوی

شب جمعہ ۲۶ شوال ۱۳۵۸ھ ہجری



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تنویر السّراج فی لیلة المعراج (معراج کی رات)

مؤلف :- مولانا اشرف علی صاحب تھانوی

مولانا اشرف علی تھانوی کا نام مذہبی اور علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں
انھوں نے زندگی بھر تحریر و تقریر سے واسطہ رکھا۔ اور مختلف علوم پر بے شمار
کتابیں تحریر کیں۔ مذكورہ کتاب ان کی ایک اور کتاب نشر طیب فی ذکر النبی
الجیب کی ایک فصل ہے۔ جسے الگ کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ اس
میں آنحضور کے واقعہ معراج کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کی ایک
اور خوبی یہ ہے کہ اس میں معراج جسمانی کے منکریں اور دور حاضر کے معترضین
کے اعتراضات کا علمی اور عام فہم طریقہ سے رد کر کے واقعہ معراج جسمانی کی
عظمت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ آخر میں معراج مصطفیٰ سے حاصل ہونے والے
مقاصد کو بڑی خوبی کے ساتھ بیان کیا گیا۔

قیمت = ۵/۲۵

ناشر: اقبال بک ہوس صدر کراچی

حج کرام کیلئے بہترین تحفہ

مذہبی اور دینی کتابوں میں ایک اور گرانقدر معتبر اور مستند کتاب کا اضافہ

رہمائے حجاج

جسے الحاج مولانا خلیل الرحمن صاحب نئی مظاہری نے فقہ حنفی کی معتبر اور مشہور کتابوں کی مدد سے مرتب اور تالیف فرمایا ہے۔
رہمائے حجاج، بلاشبہ ایسی کتاب ہے جو افعال و اعمال اور احکام و مناسک حج و عمرہ کے تمام اہم ضروری اور مفید امور پر طوی ہے
رہمائے حجاج، ہر حاجی کے لئے رفیق درمہر ہے کیونکہ اس میں گھر سے روانگی سے لیکر واپسی تک کے ہر مقام اور موقع کی دعائیں اور
سائل سادہ انداز بیان میں تفصیل کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں

رہمائے حجاج میں، احرام، تلبیہ، میقات، طواف، سعی، قیام منیٰ و مزدلفہ، وقوف عرفات، رمی، قربانی، جنایات، حج بدل
وغیرہ وغیرہ عنوانات کے تحت تفصیلی مسائل لکھے گئے ہیں۔

رہمائے حجاج میں مکہ معظمہ کے مشہور و متبرک مقامات کے بیان کے علاوہ مدینہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کے
آداب، صلوٰۃ و سلام کا طریقہ، آداب دعائیں، مسائل اور دیگر زیارات کا بیان بھی تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔

رہمائے حجاج، ہر خاص و عام مسلمان بہن بھائی کے لئے یکساں مفید ہے۔

رہمائے حجاج کی خوبیاں اس کے مطالعہ ہی سے واضح اور ظاہر ہو سکتی ہیں

رہمائے حجاج، ان باطنی خوبیوں کے ساتھ ساتھ حسن ظاہر سے بھی مزین کر کے پیش کی گئی ہے۔

آفسٹ کی بہترین کتابت و طباعت، سفید کاغذ، دعاؤں کے صفحات دو رنگ میں اور حسین درنگین گردپوش سے آراستہ

سفر حج میں استعمال ہونے والے ضروری عربی الفاظ مع ترجمہ

صفحات ۳۵۲ ...

قیمت ...

سائز ۳۰ × ۲۰ ...

۱۶

ناشر: اقبال بک ہاؤس، صدر، کراچی

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَكُونَنَّ لَهُ شُكْرًا
 وَتَمَنُّتُ مَتَّ بِرَأْسِهِ وَأَوَّلِيكَ
 كَرُوْا غَالِبٌ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ
 كَلِمَةٌ مِّنْهُ يَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ
 وَتُخَالَفُونَ بَدَايَكُمْ

تذلیع جماعت کے لئے لنگی کی ہدایا

تالیف

حضرت الحاج میراجی محمد عیسیٰ ضایہ روبری



یوسف سکنز

۱۳- نیو اردو بازار
 کراچی۔ فون: ۲۱۲۶۴۲

ہماری دیگر مطبوعات

مختصر عربی اردو بول چال

رہمائے حجاج
خواتین کا حج و عمرہ

منہ ریفہ حج

عورتوں کا حج و عمرہ

حج بیت اللہ

رہمائے عمرہ و زیارت

خزینہ رحمت

کتاب الزکوٰۃ

اعمال و شرآنی

منور نعتیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعتیں و سلام

پریشانیوں کا شرعی علاج

نماز مترجم مکمل

سیری نماز

فضائل نماز

سہیل عربی اردو بول چال

معراج کی رات
بارہ ماہ کے فضائل
فیضانِ رحمت
مسلمان خاوند
مسلمان بیوی
سورۃ یسین
حصن حصین
صور اسرافیل
مجموعہ اُردو وظائف
شکوہ جواب شکوہ
سائن اور سنگلز

ہمارے ہاں ہر قسم کے قرآن مجید،
تفاسیر، احادیث، اسلامی،
درسی، اسکول و کالج کی کتب،
اسٹیشنری وغیرہ دستیاب ہیں۔
فہرست کتب مفت طلب فرمائیں۔

اسٹاکسٹ۔ یونائیٹڈ بک سیلرز، اردو بازار، کراچی

فون: ۷۱۲۶۴۲

جانبِ حق میں علی القرآن و علی ما عاری
تم میں سے بہتر وہ ہے
جو قرآن سیکھے اور سکھائے

فضائل قرآن

۲۰
چہل حدیث کی

جس میں قرآن مجید کے فضائل اور متفرق احکام پر مشتمل چالیس
حدیثیں بیان کی گئی ہیں۔ اخیر میں ایک اور مختصر
چہل حدیث ہے جو مختصر ہولے کے باوجود بہت جامع ہے۔

تالیف

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ

ناشر: یوسف سنز

ناشران، تاجران کتب و اسٹیشنرز

13 - نیو آردو بازار - کراچی - فون 214453

فہرست مضامین

فضائل قرآن مجید

۳	تمہید	۴۲	خدا کے قریب ہونے کا بہترین
۸	آداب تلاوت	۴۲	ذریعہ قرآن مجید ہے
۱۵	قابل رشک چیز	۴۵	تلاوت قرآن کرنے والے
۱۷	قوموں کے عروج و زوال میں	۴۶	اللہ کے خاص لوگ ہیں
۱۸	قرآن مجید کا اثر	۵۰	اچھی آواز میں تلاوت
۲۲	قرآن مجید کی سفارش	۵۰	گزشتہ تمام کتابوں کا بدل قرآن ہے
۲۳	پڑھتے جاؤ چڑھتے جاؤ	۵۲	قرآن مجید سننے اور پڑھنے
۲۵	تریل سے تلاوت کرنا	۵۲	کی الگ الگ فضیلت
۲۶	ہر حرف پر دس دس نیکیاں	۵۳	تلاوت بلند آواز سے اور آہستہ
۲۸	اولاد کو قرآن مجید پڑھانے کی فضیلت	۵۵	قیامت کے دن روزے
۳۰	حافظ قرآن کی ایک خاص فضیلت	۵۸	اور قرآن کریم کی سفارش
۳۱	حافظ قرآن کو اپنے خاندان کے	۵۹	ہر سفارشی سے بڑا سفارشی
۳۲	دس بچے جہنمیوں کی سفارش	۶۰	قرآن مجید ہے
۳۳	کا حق ہونا	۶۱	وہ تین خوش نصیب جو
۳۴	جو دل قرآن سے خالی ہے	۶۲	حساب کتاب سے آزاد ہونگے
۳۵	گویا ویران گھر ہے	۶۳	آیتیں اور رکعتیں
۳۶	ذکر و تسبیح کے مقابلہ میں	۶۴	کم سے کم دس آیت
۳۷	تلاوت کلام اللہ کی فضیلت	۶۵	پڑھنے کا اجر
۳۸	بہترین دولت	۶۶	تمام فتنوں سے نجات
۳۹	دیکھ کر تلاوت کرنے کی فضیلت	۶۷	قرآن میں ہے
۴۰	دلوں کے زنگ کی صفائی	۶۸	خاتمہ
۴۱	تلاوت کلام اللہ سے	۸۸	تکمیل



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ الْإِنْسَانَ
وَعَلَّمَ الْبَيَانَ وَأَنْزَلَ لَهُ الْقُرْآنَ وَ
جَعَلَ مَوْعِظَةً وَشِفَاءً وَهُدًى وَرَحْمَةً
لِلْذَوِي الْإِيمَانِ لَا مَرِيْبَ فِيهِ وَلَهُ يُجْعَلُ
لَهُ عِوَجًا وَأَنْزَلَ مَا فِيهَا حُجَّتًا نُورًا لِلذَوِي
الْإِيْقَانِ وَالصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ الْاِتِّمَانِ
الْاَكْمَلَانِ عَلَى خَيْرِ الْخَلَائِقِ مِنْ
الْإِنْسِ وَالْجَانِ الَّذِي نُورَ الْقَلْبِ وَ
الْقُبُورِ نُورُهُ وَرَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ ظُهُورُهُ
وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ الَّذِينَ هُمْ نُجُومُ
الْهُدَايَةِ وَنَاشِرُ الْفُرْقَانِ وَعَلَى مَنْ
تَبِعَهُمْ بِالْإِيمَانِ وَبَعْدُ يَقُولُ مُفْتَقِرُهُ
إِلَى رَحْمَةِ رَبِّهِ الْجَلِيلِ عَبْدُهُ الْمَدْعُوُّ
بِزَكْرِيَا بْنِ يَحْيَى بْنِ إِسْمَاعِيلَ هَذِهِ الْعِجَّةُ
أَمْرٌ بَعُونَنَّا فِي فَضَائِلِ الْقُرْآنِ ائْتَمْتُهَا
مُتَمَتِّلًا لِأَمْرِ مَنْ إِشَارَاتُهَا حُكْمٌ
وَطَاعَتُهُ غَنَمٌ

تمام تعریف اس پاک فات کیلئے
ہے جس نے انسان کو پیدا کیا اور اسکو
وضاحت سکھائی اور اسکے لئے وہ قرآن
پاک نازل فرمایا جسکو نصیحت اور شفا اور
ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لئے
بنایا جس میں نہ کوئی شک ہے اور نہ کسی
قسم کی کجی بلکہ وہ بالکل مستقیم ہے اور
حجت و نور ہے یقین والوں کیلئے۔ اور کامل
و مکمل درود و سلام اس بہترین خلائق پر
ہو جو جس کے نور نے زندگی میں دلوں کو
اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمادیا اور
جس کا ظہور تمام عالم کیلئے رحمت ہے اور
آپ کی اولاد و اصحاب پر جو ہدایت کے
ستارے ہیں اور کلام پاک کے پھیلائیو،
نیز ان مومنین پر بھی جو ایمان کے ساتھ
انکے پیچھے لگنے والے ہیں۔ حمد و صلوٰۃ کے
بعد اللہ کی رحمت کا محتاج بندہ زکریا

بن یحییٰ بن اسمعیل عرض کرتا ہے کہ یہ جلدی میں لکھے ہوئے چند اوراق فضائل قرآن
میں ایک پہل حدیث ہے جسکو میں نے ایسے حضرات کے امثال حکم میں جمع کیا ہے جن کا
اشارہ بھی حکم ہے اور ان کی اطاعت ہر طرح مغتنم ہے۔

حق سبحانہ و تقدس کے ان انعامات خاصہ میں سے جو مدرسہ عالیہ
مظاہر علوم سہارنپور کے ساتھ ہمیشہ مخصوص رہے ہیں۔ مدرسہ کا سالانہ جلسہ ہے جو
ہر سال مدرسہ کے اجمالی حالات سنانے کے لئے منعقد ہوتا ہے۔ مدرسہ کے اس
جلسہ میں مقررین، واعظین اور مشاہیر اہل ہند کے جمع کرنے کا اسقدر اہتمام نہیں

کیا جاتا جتنا کہ اللہ والے، قلوب والے، گنہگار میں رہنے والے مشائخ کے اجتماع کی سعی کی جاتی ہے۔ وہ زمانہ اگرچہ کچھ دور ہو گیا ہے جبکہ حجت الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز اور قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی تشریف آوری حاضرین جلسہ کے قلوب کو منور فرمایا کرتی تھی۔ مگر وہ منظر ابھی آنکھوں سے زیادہ دور نہیں ہوا جبکہ ان مجددین اسلام اور شمس ہدایت کے جانشین حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ و حضرت مولانا اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہ مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں مجتمع ہو کر مردہ قلوب کیلئے زندگی و نورانیت کیلئے چہرے جاری فرمایا کرتے تھے اور عشق کے پیاسوں کو سیراب فرماتے تھے۔

۱۰ آپ علوم عقلیہ و نقلیہ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ ولادت ۱۲۳۸ھ میں بمقام نانوتہ ضلع مظفر نگر دیوبند ہوئی، ابتدائی تعلیم سہارنپور میں حاصل کی پھر دہلی تشریف لے گئے اور تمام کتب درسیہ حضرت مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی سے پڑھیں پھر حضرت شاہ عبد الغنی صاحب مجددی کی خدمت میں رہ کر علوم حدیث کی تکمیل کی اور ایک کتاب سنن ابوداؤد مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری سے پڑھی۔ آپ فن مناظرہ میں یکتا تھے۔ متعدد مناظرے عیسائیوں اور آریوں وغیرہ سے کئے اور ہمیشہ شاندار کامیابی حاصل کی۔ ایشیا کی عظیم دینی و علمی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کی ابتدائی خدمات جن پاکیزہ نفوس کے ہاتھوں عمل میں آئیں انکے آپ ریح رواں تھے۔ ۱۲۹۶ھ میں وفات پائی۔ ۱۱ آپ کی ولادت ۱۲۳۳ھ میں بمقام گنگوہی ہوئی علوم ظاہری و باطنی میں وہ مقام پایا کہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ جیسے محقق انکے علم و فضل کے معترف تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت گنگوہی کو فقہ فی النفس کا مقام حاصل تھا۔ آپ کا درس حدیث نہایت محققانہ اور محدثانہ و فقیہانہ ہوتا تھا آپ نے ۱۲۶۳ھ میں وفات پائی۔

۱۲ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن بن مولانا ذوالفقار علی دیوبندی آپ کی پیدائش بانسہیلی کی ہے، دارالعلوم دیوبند میں تکمیل علوم کی اور وہیں مدرس اور پھر صدر مدرس رہے۔ آزادی ہند کے سلسلے میں بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ آپ کی علمی خدمات اور شاگردوں کی کثیر تعداد سے علم و معرفت کی شمع روشن ہے۔ ۱۳ حضرت مولانا خلیل احمد بن اشاد مجید علی انبھوی ۱۲۸۵ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ علوم کی تکمیل مدرسہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور میں کی اور فیوض باطنی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے حاصل کئے اور زندگی بھر خلق خدا کو دونوں قسم کے فیوض سے مالا مال فرماتے رہے۔ آپ کی متعدد تصانیف میں ایک بہت اہم تصنیف بذل الجہود شرح سنن ابی داؤد بھی ہے جو اپنی شان کی بے مثل شرح ہے۔ آپ نے مدینہ منورہ میں ۱۳۳۵ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ ۱۴ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ آپ ریح الثانی ۱۲۸۸ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم حضرت مولانا فتح محمد تھانوی سے حاصل کی اور تکمیل دارالعلوم دیوبند میں کی اور علوم باطنی کی تکمیل حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے کی اور ظاہری و باطنی علوم سے خلق خدا کو خوب سیراب کیا اور علوم و معارف سے بیشتر

(باقی آئے)

دوسرا حاضر میں مدرسہ کا جلسہ اُن بدور ہدایت سے بھی گو محروم ہو گیا مگر اُنکے جانشین حضار جلسہ کو اب بھی اپنے فیوض و برکات سے مالا مال فرماتے ہیں۔ جو لوگ اس سال جلسہ میں شریک رہے ہیں وہ اس کیلئے شاہد عدل ہیں، آنکھوں والے برکات دیکھتے ہیں لیکن ہم سے بے بصر بھی اتنا ضرور محسوس کرتے ہیں کہ کوئی بات ضرور ہے۔

مدد رسما کے سالانہ جلسہ میں اگر کوئی شخص ششہ تقاریر زوردار لیکچروں کا طالب بن کر آئے تو شاید وہ اتنا مسرور نہ جائے جس قدر کہ دوائے دل کا طالب کامگار و فیضیاب جائیگا۔ فللہ الحمد والمنة۔

اسی سلسلہ میں سال رواں ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ کے جلسہ میں حضرت الشاہ حافظ محمد لیسین صاحب نگیںوی نے قدم رنجہ فرما کر اس سیدہ کار پر جس قدر شفقت و لطف کا مینہ برسا یہ ناکارہ اسکے تشکر سے بھی قاصر ہے۔ ممدوح کے متعلق یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ آپ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں پھر آپ کے اوصاف جلیلہ یکسوئی تقدس منظرہ انوار و برکات وغیرہ کے ذکر کی ضرورت نہیں رہتی۔ جلسہ سے فراغت پر ممدوح جب مکان واپس تشریف لے گئے تو گرامی نامہ، مکرمات نامہ، عزت نامہ سے مجھے اس کا حکم فرمایا کہ فضائل قرآن میں ایک چھل حدیث جمع کر کے اس کا ترجمہ خدمت میں پیش کروں۔ اور نیز یہ کہ اگر ممدوح کے حکم سے میں نے انحراف کیا تو وہ میرے جانشین شیخ اور مثیل والد چچا جان مولانا الحافظ الحاج مولوی محمد الیاس صاحب سے اپنے اس حکم کو مؤکد کرائینگے۔ اور بہر حال یہ خدمت ممدوح کو مجھ جیسے ناکارہ ہی سے لینا ہے۔ یہ افتخار نامہ اتفاقاً ایسی حالت میں پہونچا کہ میں سفر میں تھا اور میرے چچا جان یہاں تشریف فرما تھے انھوں نے میری واپسی پر یہ گرامی نامہ اپنے تاکید حکم کے ساتھ میرے حوالہ فرمایا کہ جس کے بعد نہ مجھے کسی معذرت کی گنجائش رہی اور نہ اپنی عدم اہلیت کے پیش کرنے کا موقع رہا۔ میرے لئے شرح موطا امام مالک کی مشغولیت بھی

اگشتہ صفحہ کا بقیہ) انسانوں کو فیضیاب کیا ہے۔ اسلامی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جسکو آپ کی ذات سے صحیح روشنی نہ ملے ہو۔ راقم سطور کے نزدیک آپ کے تمام کارناموں میں سب اہم خدمت تصوف کی تجدید اور معاشرت کی اصلاح ہے۔ سلوک و طریقت کو غیر اسلامی میلانات سے بالکل پاک و صاف کر دیا ہے۔ جزاء اللہ عن جمیع الامۃ، آپ کی وفات ۱۳۶۲ھ میں ہوئی۔ لے حافظ صاحب کے حالات حضرت شیخ غلام کے قلم سے فضائل درود شریف کے شروع میں آرہے ہیں لے نظام الدین کے سلسلہ تبلیغ کے بانی پیدائش ۱۳۲۵ھ وفات ۱۳۶۲ھ حضرت شیخ (بانی آلہ)

ایک قوی نذر تھا۔ مگر ارشاداتِ عالیہ کی اہمیت کی وجہ سے اسکو چند روز کے لئے ملتوی کر کے ماحضہ خدماتِ عالیہ میں پیش کرتا ہوں اور اُن لغزشوں سے جن کا وجود میسر ہی نااہلیت کیلئے لازم ہے معافی کا خواستگار ہوں۔

اس جماعت کے ساتھ حشر ہونے کی اُمید میں جن کے بارے میں حضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص میری امت کیلئے اُن کے دینی امور میں چالیس حدیثیں محفوظ کرے گا حق تعالیٰ تانا اسکو قیامت میں عام اُٹھاگا۔ اور میں اُس کیلئے سفارشی اور گواہ بنوں گا۔ غلطی کہتے ہیں کہ محفوظ کرنا شے کے منضبط کرنے اور ضائع ہونے سے حفاظت کا نام ہے چاہے بغیر لکھے برزبان یاد کر لے یا لکھ کر محفوظ کر لے اگرچہ یاد نہ ہو، پس اگر کوئی حص کتاب میں لکھ کر دوسروں تک پہنچا دے وہ بھی حدیث کا بشریت میں داخل ہوگا۔ مناوی کہتے ہیں کہ میری امت پر محفوظ کر لینے سے مراد انکی طرف نقل کرنا ہے سند کے حوالہ کے ساتھ۔ اور بعض نے کہا ہے کہ مسلمانوں تک پہنچانا ہے اگرچہ وہ برزبان یاد نہ ہوں نہ انکے معنی معلوم ہوں اسی طرح چالیس حدیثیں بھی عام ہیں کہ سب صحیح ہوں یا حسن یا معمولی درجہ کی ضعیف جن پر فضائل میں عمل جائز ہو۔ اللہ اکبر اسلام میں بھی کیا کیا سہولتیں ہیں اور تعجب کی بات ہے

رَجَاءُ الْحَشْرِ فِي سِدِّكَ مَنْ قَالَ فِيهِ هُمُ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَفِظَ
عَلَى أُمَّتِي أَرْبَعِينَ حَدِيثًا فِي أَمْرٍ بَعَثَهُ
اللَّهُ فِيهَا وَكُنْتُ لَمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ شَافِعًا
وَشَهِيدًا قَالَ الْعَلَقَمِيُّ الْحِفْظُ ضَبْطُ
الشَّيْءِ وَمَنْعُهُ مِنَ الضَّيَاعِ فَتَأْسَرَةٌ تَكُونُ
حِفْظُ الْعِلْمِ بِالْقَلْبِ وَإِنْ لَمْ يَحْفَظْهُ
بِقَلْبِهِ فَلَوْ حَفِظَ فِي كِتَابٍ ثُمَّ نُقِلَ إِلَى
النَّاسِ دَخَلَ فِي وَعْدِ الْحَدِيثِ وَقَالَ
الْمَنَاوِيُّ قَوْلُهُ مَنْ حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَمْ
نَقَلَ إِلَيْهِمْ بِطَرِيقِ التَّخْرِيجِ وَالْإِسْنَادِ
وَقِيلَ مَعْنَى حِفْظِهَا أَنْ يَنْقُلَهَا إِلَى
الْمُسْلِمِينَ وَإِنْ لَمْ يَحْفَظْهَا وَلَا عَرَفَ
مَعْنَاهَا وَقَوْلُهُ أَرْبَعِينَ حَدِيثًا صَحَّاحًا
أَوْ حَسَنًا قِيلَ أَوْضِعَافًا يَعْمَلُ بِهَا فِي
الْفَضَائِلِ أَوْ فَلْيُدْرَسْ إِلَّا سَلَامٌ مَا
أَيُّسَرُ وَلِلَّهِ دَرَسُ أَهْلِهِ مَا أَجُودَ مَا
اسْتَنْبَطُوا رِزْقِي اللَّهُ تَعَالَى وَإِيَّاكُمْ
كَمَا أَلَّا سَلَامٌ وَمِمَّا لَا بُدَّ مِنْ
التَّنْبِيهِ عَلَيْهِ إِنِّي اعْتَمَدْتُ فِي التَّخْرِيجِ
عَلَى الْمُسْكُوتَةِ وَتَخْرِيجِهِ وَشَرْحِهِ الْمُرْقَاةَ

رگزشتہ صفحہ کا بقیہ، اپنی محققانہ علمی تصنیف اوجز المسائل کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو اس رسالہ کی ترتیب کے زمانہ میں زیر تصنیف تھی اب مکمل ہو کر طبع ہو چکی ہے۔

کہ علماء نے بھی کس قدر باریکیاں نکالی ہیں،
حق تعالیٰ شانہ کمال اسلام مجھے بھی نصیب
فرمادیں اور تمہیں بھی۔ اس جگہ ایک ضروری
امر پر متنبہ کرنا بھی لازمی ہے۔ وہ یہ کہ میں
نے احادیث کا حوالہ دینے میں مشکوٰۃ، تنقیح الرواۃ
مرقاۃ اور احیاء العلوم کی شرح اور منذری

وشرح الأحياء للسيد محمد بن تقي
والتريغيب للسنن و ما عذرت انهما
بكثر من الأحياء عنها و ما أخذت عن
غيرها عذرت مني بما خذت و ينبغي
ينقاري مراعاة آداب التلاوة
عند نقراءه۔

کی ترغیب پر اعتماد کیا ہے اور کثرت سے ان سے لیا ہے۔ اسلئے ان کے حوالہ کی ضرورت
نہیں سمجھی۔ البتہ ان کے علاوہ کہیں سے لیا ہے تو اس کا حوالہ نقل کر دیا۔ نیز قاری کیلئے تلاوت
کے وقت اس کے آداب کی رعایت بھی ضروری ہے۔

مقصود سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کلام مجید پڑھنے کے کچھ آداب بھی
لکھ دیئے جائیں کہ ع بے ادب محروم گشت از فضل رب
مختصر طور پر آداب کا خلاصہ یہ ہے کہ کلام اللہ شریف معبود کا کلام ہے محبوب
و مطلوب کے فرمودہ الفاظ ہیں۔

جن لوگوں کو محبت سے کچھ واسطہ پڑا ہے وہ جانتے ہیں کہ معشوق کے خط کی محبوب
کی تقریر و تحریر کی کسی دل کھوئے ہوئے کے یہاں کیا وقعت ہوتی ہے اس کے ساتھ جو
شیفتگی و فرشتگی کا معاملہ ہونا چاہیئے اور ہوتا ہے وہ قواعد و ضوابط سے بالاتر ہے۔

ع محبت خجہ کو آداب محبت خود سکھا دیگی
اسوقت اگر جمال حقیقی اور انعامات غیر متناہی کا تصور ہو تو محبت موجزن ہوگی۔ اس کے
ساتھ ہی وہ حکم الحاکمین کا کلام ہے، سلطان السلاطین کا فرمان ہے، اس سطوت و
جبروت والے بادشاہ کا قانون ہے کہ جسکی ہمسری نہ کسی بڑے سے بڑے سے ہوئی اور نہ

لے حدیث کی شہور و معروف کتاب مشکوٰۃ المصابیح ۴۵ تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث مشکوٰۃ تالیف العلامة الشیخ
سید ابی البرکات احمد حسن ۴۵ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح مؤلف ملا علی قاری الہروی ۴۵ اس شرح کا نام ہے
اتحاد الراۃ المتقین شرح احیاء العلوم الدین تالیف العلامة الشیخ محمد بن محمد الشہیر بمرتضیٰ الحسینی الواسطی الزبیدی
بیدائش بگرام ۱۲۵۵ھ میں اور وفات ۱۳۱۵ھ میں ہوئی ۴۵ حافظ زکی الدین ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی المنذری
مؤلف کتاب الترغیب والترہیب المتوفی ۵۵۵ھ۔ اس کتاب الترغیب والترہیب کا انتخاب مع ترجمہ و تشریح
ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہو رہا ہے۔

ہو سکتی ہے۔ جن لوگوں کو سلاطین کے دربار سے کچھ واسطہ پڑ چکا ہے وہ تجربہ سے اور جن کو سابقہ نہیں پڑا وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ سلطان فرمان کی ہیبت قلوب پر کیا ہو سکتی ہے۔ کلام الہی محبوب و حاکم کا کلام ہے اسلئے دونوں آداب کا مجموعہ اس کے ساتھ برتن ضروری ہے۔

حضرت عکرمہؓ جب کلام پاک پڑھنے کے لئے کھولا کرتے تھے تو بیہوش ہو کر گر جاتے تھے اور زبان پر جاری ہو جاتا تھا ہذا کلام ربی ہذا کلام ربی یہ میرے رب کا کلام ہے، یہ میرے رب کا کلام ہے، یہ اُن آداب کا اجمال ہے اور ان تفصیلات کا اختصار ہے جو مشائخ نے آداب تلاوت میں لکھے ہیں جن کی کسی قدر توضیح بھی ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ جنکا خلاصہ صرف یہ ہے کہ بندہ نوکر بنکر نہیں چاکر بنکر نہیں بلکہ بندہ بنکر آقا و مالک محسن و منعم کا کلام پڑھے۔ صوفیا نے لکھا ہے کہ جو شخص اپنے کو قرآن کے آداب سے قاصر سمجھتا رہے گا وہ قرب کے مراتب میں ترقی کرتا رہیگا اور جو اپنے کو رضا و عجب کی نگاہ سے دیکھے گا وہ ترقی سے دور ہوگا۔

آداب تلاوت | سواک اور وضو کے بعد کسی یکسوئی کی جگہ میں نہایت وقار اور تواضع کے ساتھ رو بقبلہ بیٹھے اور نہایت ہی حضور قلب اور خشوع کے ساتھ اس لطف سے جو اس وقت کے مناسب ہے اس طرح پڑھے کہ گویا خود حق سبحانہ و عزاسمہ کو کلام پاک سنارہا ہے۔ اگر وہ معنی سمجھتا ہے تو تندرست و تفکر کے ساتھ آیات و وعد و رحمت پر دعائے مغفرت و رحمت مانگے اور آیات عذاب و وعید پر اللہ سے پناہ چاہے کہ اس کے سوا کوئی بھی چارہ ساز نہیں۔ آیات تنزیہ و تقدیس پر سبحان اللہ کہے اور از خود تلاوت میں رونانہ آواز سے تو بشکلف رونے کی سعی کرے۔

وَالَّذِي حَالَتْ الْغُرَامُ لِيْغْفِرَ شِكْوَى الْهُوَى بِالْمَذْمُوعِ الْمُهْرَاقِ

ترجمہ :- کسی عاشق کیلئے سب سے زیادہ لذت کی حالت یہ ہے کہ محبوب سے اس کا گلہ ہو رہا ہو اس طرح کہ آنکھوں سے بارش ہو۔ پس اگر یاد کرنا مقصود نہ ہو تو پڑھنے میں جلدی نہ کرے، کلام پاک کو رحل یا ٹکیہ یا کسی اونچی جگہ پر رکھے۔ تلاوت کے درمیان میں کسی سے کلام نہ کرے اگر کوئی ضرورت پیش ہی آجاوے تو کلام پاک کو بند کر کے بات کرے اور پھر اسکے بعد اعوذ پڑھ کر دوبارہ شروع کرے۔ اگر مجمع میں لوگ اپنے کاروبار میں مشغول ہوں تو

یعنی ایک فدکار عاشق اور ایک دفادار محکوم دونوں کے اصول و آداب برتنے چاہئیں بے غور و فکر۔

آہستہ پڑھنا افضل ہے ورنہ آواز سے پڑھنا اولیٰ ہے۔ مشائخ نے تلاوت کے چھ آداب ظاہری اور چھ باطنی ارشاد فرمائے ہیں۔

ظاہری آداب اول: غایت احترام سے با وضو و بقبیلہ بیٹھے۔ دوٹم: پڑھنے میں جلدی نہ کرے ترتیل و تجوید سے پڑھے۔ سوم: رونے کی سعی کرے چاہے تکلف ہی کیوں نہ ہو۔ چہارم: آیات رحمت و آیات عذاب کا حق ادا کرے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ پنجم: اگر ریا کا احتمال ہو یا کسی دوسرے مسلمان کی تکلیف و حرج کا اندیشہ ہو تو آہستہ پڑھے ورنہ آواز سے۔ ششم: خوش الحانی سے پڑھے کہ خوش الحانی سے کلام پاک پڑھنے کی بہت سی احادیث میں تاکید آئی ہے۔

باطنی آداب اول: کلام پاک کی عظمت دل میں رکھے کہ کیسا عالی مرتبہ کلام ہے۔ دوم: حق سبحانہ و تقدس کی علو شان اور رفعت و کبریائی کو دل میں رکھے جس کا کلام سوم: دل کو وساوس و خطرات سے پاک رکھے۔ چہارم: معافی کا تدبیر کرے اور لذت کے ساتھ پڑھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب تمام رات اس آیت کو پڑھ کر گزار دی: **إِنْ نَعَدَ اللَّهُ بِهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُ اللَّهِ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ**۔ ترجمہ: اے اللہ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر مغفرت فرما دے تو عزت و حکمت والا ہے۔ سعید بن جبیرؓ نے ایک رات اس آیت کو پڑھ کر صبح کر دی **وَأَمَّا زِدْنَاهُمْ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ**۔ (او مجرمو! آج قیامت کے دن فرمانبرداروں سے الگ ہو جاؤ) پنجم: جن آیات کی تلاوت کر رہا ہے دل کو ان کے تابع بنادے۔ مثلاً اگر آیت رحمت زبان پر ہے دل سرور محض بن جاوے اور آیت عذاب اگر آگئی ہے تو دل لرز جائے۔ ششم: کانوں کو اس درجہ متوجہ بنادے کہ گویا خود حق سبحانہ و تقدس کلام فرما رہے ہیں اور یہ سن رہا ہے حق تعالیٰ شانہ محض اپنے لطف و کرم سے مجھے بھی ان آداب کے ساتھ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور تمہیں بھی۔

مسئلہ: اتنے قرآن شریف کا حفظ کرنا جس سے نماز ادا ہو جاوے ہر شخص پر

لے دس دس سے مراد گندے خیالات اور خطرات سے مراد ہر قسم کی ذہنی سوچ فکر لے ان آداب کا جتن زیادہ اہتمام ہوگا اتنا ہی انسان کے دل پر کلام اللہ کا اثر ہوگا۔ لیکن اگر کسی وقت ان تمام آداب کی رعایت کرنا یا بعض آداب کی رعایت کرنا مشکل ہو تو اسکی وجہ سے تلاوت چھوڑ نہ دینی چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے **اقْرَأِ الْقُرْآنَ عَلَى كُلِّ حَالٍ إِلَّا أَنْتَ جَنْبٌ (جامع صغیر) یعنی سوائے جنابت کے ہر حال میں قرآن کریم کی تلاوت کرو۔**

فرض ہے اور تمام کلام پاک کا حفظ کرنا فرض کفایہ ہے۔ اگر کوئی بھی العیاذ باللہ حافظ نہ رہے تو تمام سلمان گنہگار ہیں بلکہ زرکشی سے ملا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے کہ جس شہر یا گاؤں میں کوئی قرآن پاک پڑھنے والا نہ ہو تو سب گنہگار ہیں۔ اس زمانہ ضلالت و جہالت میں جہاں ہم مسلمانوں میں اور بہت سے دینی امور میں گمراہی پھیل رہی ہے وہاں ایک عام آواز یہ بھی ہے کہ قرآن شریف کے حفظ کو فضول سمجھا جا رہا ہے اس کے الفاظ رٹنے کو حماقت بتلایا جاتا ہے اس کے الفاظ یاد کرنے کو دماغ سوزی اور تفسیع اوقات کہا جاتا ہے۔ اگر ہماری بددینی کی یہی ایک وبا ہوتی تو اس پر کچھ تفصیل سے لکھا جاتا۔ مگر یہاں ہر ادا مرض ہے اور ہر خیال باطل ہی کی طرف کھینچتا ہے۔ اس لئے کس کس چیز کو روکیے اور کس کس کا شکوہ کیجئے۔ فالی اللہ المشتکی واللہ المستعان۔

① عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَاضٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ (رواہ البخاری و ابوداؤد و الترمذی و النسائی و ابن ماجہ ہکذا فی الترغیب و العناہ الی مسند ایضاً لکن حکے الحافظ فی الفتح عن ابی العلاء ان مسلماً سکت عنہ)

① حضرت عثمانؓ سے حضور اقدسؐ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن شریف کو سیکھے اور سکھائے۔

اکثر کتب میں یہ روایت وآؤ کے ساتھ ہے جس کا ترجمہ لکھا گیا۔ اس صورت میں فضیلت اس شخص کیلئے ہے جو کلام مجید سیکھے اور اسکے بعد دوسروں کو سکھائے، لیکن بعض کتب میں یہ روایت آؤ کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ اس صورت میں بہتری اور فضیلت عام ہوگی کہ خود سیکھے یا دوسروں کو سکھائے دونوں کیلئے مستقل خیر و بہتری ہے۔

کلام پاک چونکہ اصل دین ہے اس کی بقا و اشاعت ہی پر دین کا مدار ہے اس لئے اسکے سیکھنے اور سکھانے کا افضل ہونا ظاہر ہے کسی توضیح کا محتاج نہیں البتہ اس کی انواع مختلف ہیں۔ کہاں اس کا یہ ہے کہ مطالب و مقاصد سمیت سیکھے۔ اور ادنیٰ درجہ اس کا یہ ہے کہ فقط الفاظ سیکھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا ارشاد حدیث مذکور کی تائید کرتا ہے جو سعید بن سلیم سے مرسل منقول ہے کہ جو شخص قرآن شریف کو حاصل کر لے اور پھر کسی دوسرے شخص کو جو کوئی اور چیز عطا کیا گیا ہو اپنے سے افضل سمجھے تو اس نے حق تعالیٰ شانہ کے اس

لعین جس پر قرآن دنیا کی حقیر چیزیں لوگوں کے پاس بکھری ہو چکا کہ انھوں نے مجھ سے بہتر چیز پائی ہے تو اسے قرآن کی بے وقعتی کی،

انعام کی جو اپنے کلام پاک کی وجہ سے اس پر فرمایا ہے تحقیر کی ہے اور کھلی ہوئی بات ہے کہ جب کلام الہی سب کلاموں سے افضل ہے جیسا کہ مستقل احادیث میں آنے والا ہے تو اسکا پڑھنا پڑھانا یقیناً سب چیزوں سے افضل ہونا ہی چاہیے۔ ایک دوسری حدیث سے ملا علی قاری نے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے کلام پاک کو حاصل کر لیا اس نے علوم نبوت کو اپنی پیشانی میں جمع کر لیا۔ سہل تسریٰ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اسکے کلام پاک کی محبت قلب میں ہو۔ شرح احیاء میں ان لوگوں کی فہرست میں جو قیامت کے ہولناک دن میں عرش کے سایہ کے نیچے رہیں گے ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو مسلمانوں کے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیتے ہیں نیز ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو بچپن میں قرآن شریف سیکھتے ہیں اور بڑے ہو کر اس کی تلاوت کا اہتمام کرتے ہیں۔

۲ عَنْ ابْنِ سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ عَنْ ذِكْرِيْ وَمَسْئَلَتِيْ أُعْطِيَ أَفْضَلَ مَا أُعْطِيَ السَّائِلِينَ وَفَضْلُ كَلَامِ اللَّهِ عَلَى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللَّهِ عَلَى خَلْقِهِ۔

(رواہ الترمذی والدارمی)

(والبیہقی فی الشعب)

۲ ابو سعیدؓ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ حق سبحانہ و تقدس کا یہ فرمان ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف کی مشغولی کی وجہ سے ذکر کرنے اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی میں اسکو سب دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ شانہ کے کلام کو سب کلاموں پر ایسی فضیلت ہے جیسی کہ خود حق تعالیٰ شانہ کو تمام مخلوق پر۔

یعنی جس شخص کو قرآن پاک کے یاد کرنے یا جاننے اور سمجھنے میں اس درجہ مشغولی ہے کہ کسی دوسری دعا وغیرہ کے مانگنے کا وقت نہیں ملتا ایسی دعائیں مانگنے والوں کے مانگنے سے بھی افضل چیز اسکو عطا کروں گا۔ دنیا کا مشاہدہ ہے کہ جب کوئی شخص شیرینی وغیرہ تقسیم کر رہا ہو اور کوئی مٹھائی لینے والا اسکے ہی کام میں مشغول ہو اور اسکی وجہ سے نہ آسکتا ہو تو یقیناً اسکا حصہ پہلے ہی نکال لیا جاتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں اسی موقع پر مذکور ہے کہ میں اسکو شکر گزار بندوں کے ثواب سے افضل ثواب عطا کروں گا۔

۳ عَنْ عُقْمَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ خَرَجَ عَقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ يَكْتُمُ هُنَّ كُنْزِي كَرِيمٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ
فِي الصَّفَةِ فَقَالَ أَيْكُمْ يُحِبُّ أَنْ يُغْدُوَ
كُلُّ يَوْمٍ إِنْ بَطَحَانَ أَوِ الْعُقَيْقِي نَبَاتِي
بِنَاقَتَيْنِ كَوْهًا وَبَيْنَ فِي غَيْرِائِهِمْ لَا قَطِيعَةً
رَحِمَهُ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ كُنَّا نَحِبُّ ذَلِكَ
قَالَ أَفَلَا يُغْدُو أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَيُعَلِّمُ
أَوْ يَقْرَأُ آيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ خَيْرٌ لَنَا
مِنْ نَاقَتَيْنِ وَكُلْتُ خَيْرٌ لَنَا مِنْ ثَلَاثٍ وَ
أَرْبَعٍ خَيْرٌ لَنَا مِنْ أَرْبَعٍ وَمِنْ أَعْدَادٍ
هِنَّ مِنَ الْإِبِلِ.

(رواه مسلم و ابوداؤد)

تشریف لائے ہم لوگ صفہ میں بیٹھے تھے
آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کون شخص اسکو
پسند کرتا ہے کہ علی الصبح بازار بطحان یا عقیق
میں جاوے اور دو اونٹنیاں عمدہ سے عمدہ
بلا کسی قسم کے گناہ اور قطع رحمی کے پھر لائے
صحابہ نے عرض کیا کہ اسکو تو ہم میں سے ہر
شخص پسند کرے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ مسجد میں جا کر دو آیتوں کا پڑھنا
یا پڑھا دینا دو اونٹنیوں سے اور تین آیت کا
تین اونٹنیوں سے اسی طرح چار کا چار سے
افضل ہے اور انکے برابر اونٹوں سے افضل ہے۔

صفہ مسجد نبوی میں ایک خاص معین چوتراہ کا نام ہے جو فقراء مہاجرین کی
نشستگاہ تھی۔ اصحاب صفہ کی تعداد مختلف اوقات میں کم و بیش ہوتی رہتی تھی۔ علامہ
سیوطی نے ایک سو نام گنوائے ہیں اور مستقل رسالہ انکے اسماء گرامی میں تصنیف کیا ہے
بطحان اور عقیق مدینہ طیبہ کے پاس دو جگہ ہیں جہاں اونٹوں کا بازار لگتا تھا۔ عرب کے
نزدیک اونٹ نہایت پسندیدہ چیز تھی بالخصوص وہ اونٹنی جس کا کوہان فرہ ہو بغیر گناہ
کا مطلب یہ ہے کہ بے محنت چیز اکثر یا چھین کر کسی سے لی جاتی ہے یا یہ کہ میراث وغیرہ میں
کسی رشتہ دار کے مال پر قبضہ کر لے یا کسی کا مال چُرالے۔ اسلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے ان سب کی نفی فرمادی کہ بالکل بلا مشقت اور بدون کسی گناہ کے حاصل کر لینا جس قدر
پسندیدہ ہے اس سے زیادہ بہتر و افضل ہے چند آیات کا حاصل کر لینا اور یقینی امر ہے کہ
ایک دو اونٹ درکنار ہفت اقلیم کی سلطنت بھی اگر کسی شخص کو مل جاوے تو کیا، آج
نہیں تو کل موت اس سے جبراً اکوڑیگی۔ لیکن ایک آیت کا اجر ہمیشہ کیلئے ساتھ رہنے
والی چیز ہے۔ دنیا ہی میں دیکھ لیجئے کہ آپ کسی شخص کو ایک روپیہ عطا فرما دیجئے اسکی
اسکو مسرت ہوگی بمقابلہ اسکے کہ ایک ہزار روپیہ اسکے حوالہ کر دیں کہ اسکو اپنے پاس
رکھ لے میں ابھی واپس آکر لے لوں گا۔ کہ اس صورت میں بجز اس پر بار امانت کے اور

لے اونچے اور موٹے کوہان والی سے یعنی یہ لانا جائز طریقہ پر ہو۔

کوئی فائدہ اسکو حاصل نہیں ہوگا۔ درحقیقت اس حدیث شریف میں فانی و باقی کے تقابل پر تنبیہ بھی مقصود ہے کہ آدمی اپنی حرکت و سکون پر غور کرے کہ کسی فانی چیز پر اسکو ضائع کر رہا ہوں یا باقی رہنے والی چیز پر اور پھر حسرت ہے اُن اوقات پر جو باقی رہنے والا وبال کھاتے ہوں۔ حدیث کا اخیر جملہ اور اُن کے برابر اونٹوں سے افضل ہے۔ تیسرے مطالب کا محتمل ہے اول یہ کہ چار کے عدد تک بالتفصیل ارشاد فرمادیا اور اس کے مافوق کو اجمالاً فرمادیا کہ جسقدر آیات کوئی شخص حاصل کریگا اسکے بقدر اونٹوں سے افضل ہے۔ اس صورت میں اونٹوں سے جنس مراد ہے خواہ اونٹ ہوں یا اونٹنیاں۔ اور بیان ہے چار سے زیادہ کا۔ اسلئے کہ چار تک کا ذکر خود تصریحاً مذکور ہو چکا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ انہی اعداد کا ذکر ہے جو پہلے مذکور ہو چکے۔ اور مطلب یہ ہے کہ رغبات مختلف ہوا کرتی ہیں کسی کو اونٹنی پسند ہے تو کوئی اونٹ کا گرویدہ ہے۔ اسلئے حضورؐ نے اس لفظ سے یہ ارشاد فرمادیا کہ ہر آیت ایک اونٹنی سے بھی افضل ہے۔ اور اگر کوئی شخص اونٹ سے محبت رکھتا ہو تو ایک آیت ایک اونٹ سے بھی افضل ہے۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ یہ بیان اُن ہی اعداد کا ہے جو پہلے ذکر کئے گئے چار سے زائد کا نہیں ہے۔ مگر دوسرے مطلب میں جو تقریر گزری کہ ایک اونٹنی یا ایک اونٹ سے افضل ہے یہ نہیں بلکہ مجموعہ مراد ہے کہ ایک آیت ایک اونٹ اور ایک اونٹنی دونوں کے مجموعہ سے افضل ہے۔ اسی طرح ہر آیت اپنے موافق عدد اونٹنی اور اونٹ دونوں کے مجموعہ سے افضل ہے تو گویا فی آیت کا مقابلہ ایک جوڑے ہوا۔ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہؒ نے اسی مطلب کو پسند فرمایا ہے کہ اس میں فضیلت کی زیادتی ہے۔ اگرچہ یہ مراد نہیں ہے کہ ایک آیت کا اجر ایک اونٹ یا دو اونٹ کا مقابلہ کر سکتا ہے یہ صرف تنبیہ اور تمثیل ہے۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ ایک آیت جس کا ثواب دائمی اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ ہفت اقلیم کی بادشاہت سے جو فنا ہو جانے والی ہے افضل اور بہتر ہے۔

ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ایک بزرگ کے بعض تجارت پیشہ احباب نے اُن سے درخواست کی کہ جہاز سے اُترنے کے وقت حضرت جدہ تشریف فرما ہوں تاکہ جناب کی برکت سے ہمارے مال میں نفع ہو۔ اور مقصود یہ تھا کہ تجارت کے منافع سے حضرت کے بعض خدام کو کچھ نفع حاصل ہو۔ اول تو حضرت نے بندہ فرمایا مگر جب انھوں نے

لہ ہر ایک کی پسند الگ الگ ہوا کرتی ہے۔ یعنی حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

اصرار کیا تو حضرت نے دریافت فرمایا کہ تمہیں زائد سے زائد جو نفع مالی تجارت میں ہوتا ہے وہ کیا مقدار ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ مختلف ہوتا ہے زائد سے زائد ایک کے دو ہوجاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس قلیل نفع کے لئے اس قدر مشقت اٹھاتے ہو۔ اتنی سی بات کیلئے ہم حرم محترم کی نماز کیسے چھوڑ دیں جہاں ایک کے لاکھ ملتے ہوں۔ درحقیقت مسلمانوں کے غور کرنے کی جگہ ہے کہ وہ ذرا سی دنیوی متاع کے خاطر کس قدر دینی منافع کو قربان کر دیتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن کا ماہر اُن ملائکہ کے ساتھ ہے جو میر منشی ہیں اور نیکار ہیں، اور جو شخص قرآن شریف کو اٹکتا ہو اُپر ہٹتا ہے اور اس میں دقت اٹھاتا ہے اس کو دوہرا اجر ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَاهِرُ بِالنُّقْرِانِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَّةِ وَالَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ مُسْلِمٌ وَابُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ قَيَّةٍ

قرآن شریف کا ماہر وہ کہلاتا ہے جس کو یاد بھی خوب ہو اور پڑھتا بھی خوب ہو۔ اور اگر معانی و مراد پر بھی قادر ہو تو پھر کیا کہنا۔ ملائکہ کے ساتھ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ بھی قرآن شریف کے لوح محفوظ سے نقل کر نیوالے ہیں اور یہ بھی اس کا نقل کرنے والا اور پہچاننے والا ہے تو گویا دونوں ایک ہی مسلک پر ہیں یا یہ کہ حشر میں اُن کے ساتھ اجتماع ہوگا۔ اٹکنے والے کو دوہرا اجر ایک اس کی قرأت کا، دوسرا اس کی مشقت کا جو اس بار بار کے اٹکنے کی وجہ سے برداشت کرتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ اس ماہر سے بڑھ جاوے۔ ماہر کیلئے جو تفصیلت ارشاد فرمائی گئی ہے وہ اس سے بہت بڑھ کر ہے کہ مخصوص ملائکہ کے ساتھ اس کا اجتماع فرمایا ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اس کے اٹکنے کی وجہ سے اس مشقت کا اجر مستقل ملے گا۔ لہذا اس عذر کی وجہ سے کسی کو چھوڑنا نہیں چاہیے۔ ملا علی قاریؒ

لے یعنی مسجد بیت اللہؐ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی طرف اشارہ ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب اتنا ہے جتنا دوسری سجدہ میں ایک لاکھ نماز پڑھنے کا رواد احمد وابن ماجہ کمانی الجامع الصغیر، واللفظ مسلم لہ اور الفاظ بھی صحیح صحیح ادا کرتا ہو۔ (مجمع البحار) جو شخص باوجود اٹکنے کو بڑھ سکنے کے پھر پڑھنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے وہ یقیناً قرآن کریم سے غیر معمولی تعلق و محبت رکھتا ہے اور یہ چیز بذات خود قابل قدر اور باعث اجر ہے۔

نے طبرانی اور بیہقی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھتا ہے اور وہ یاد نہیں ہوتا تو اس کیلئے دوبرا اجر ہے اور جو اسکو یاد کرنے کی تمنا کرتا رہے لیکن یاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا مگر وہ پڑھنا بھی نہیں چھوڑتا تو حق تعالیٰ شانہ اس کا حفظ ہی کے ساتھ حشر فرمائیں گے۔

۵ قابل رشک چیز ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا حسد الا على اثنين رجل اتاه الله القرآن فهو يقوہ بہ اناء الليل و اناء النهار و رجل اتاه الله مالا فهو ينفق منه اناء الليل و اناء النهار

۵ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ حسد دو شخصوں کے ہو کسی پر جائز نہیں۔ ایک وہ جسکو حق تعالیٰ شانہ نے قرآن شریف کی تلاوت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس میں مشغول رہتا ہے دوسرے وہ جسکو حق سبحانہ نے مال کی کثرت عطا فرمائی اور وہ دن رات اسکو خرچ کرتا ہے۔

(سداۃ البخاری والترمذی والنسائی)

قرآن شریف کی آیات اور احادیث کثیرہ کے غموم سے حسد کی بُرائی اور ناجائز ہونا مطلقاً معلوم ہوتا ہے۔ اس حدیث شریف سے دو آدمیوں کے بارے میں جواز معلوم ہوتا ہے چونکہ وہ روایات زیادہ مشہور و کثیر ہیں اسلئے علماء نے اس حدیث کے دو مطلب ارشاد فرمائے ہیں۔ اول یہ کہ حسد اس حدیث شریف میں رشک کے معنی میں ہے جس کو عربی میں غبطہ کہتے ہیں۔ حسد اور غبطہ میں یہ فرق ہے کہ حسد میں کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر یہ آرزو ہوتی ہے کہ اسکے پاس یہ نعمت نہ رہے خواہ اپنے پاس حاصل ہو یا نہ ہو۔ چونکہ حسد بالاجماع حرام ہے اسلئے علماء نے اس لفظ حسد کو مجازاً غبطہ کے معنی میں ارشاد فرمایا ہے جو ذیوی امور میں مباح ہے اور دینی امور میں مستحب۔ دوسرا مطلب یہ بھی ممکن ہے کہ بسا اوقات کلام علی سبیل الفرض والتقدیر مستعمل ہوتا ہے یعنی اگر حسد جائز ہوتا تو یہ دو چیز ایسی تھیں کہ ان میں جائز ہوتا۔

۶ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الْآلِ تَرْجَةٍ

۶ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو مسلمان قرآن شریف پڑھتا ہے اسکی مثال ترنج کی سی ہے کہ اسکی خوشبو بھی

بعض اہل اہل سنت نے اترج اور ترنج کا ترجمہ لیموں کیا ہے۔ اور بعض نے لیموں کا ترجمہ ایک میوہ کہا ہے۔ یہ نارنگی

اگر سیاہی نہ پہنچے تب بھی دھواں تو کہیں گیا ہی نہیں۔ نہایت ہی اہم بات ہے۔ آدمی کو اپنے ہمنشینوں پر بھی نظر کرنا چاہیے کہ کس قسم کے لوگوں میں ہر وقت نشست و برخاست ہے۔

● قوموں کے عروج و زوال میں
● قرآن مجید کا اثر

● حضرت عمرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ اس کتاب یعنی قرآن پاک کی وجہ سے کتنے ہی لوگوں کو بلند کرتا ہے اور کتنے ہی لوگوں کو پست و ذلیل کرتا ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ (بِهَذَا الْكِتَابِ) أَقْوَامًا وَيَضَعُهُمْ فِي الْآخِرِينَ۔ (مسند امام مسلم)

یعنی جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں، عمل کرتے ہیں، حق تعالیٰ شانہ ان کو دنیا و آخرت میں رفعت و عزت عطا فرماتے ہیں اور جو لوگ اس پر عمل نہیں کرتے حق سبحانہ و تقدس ان کو ذلیل کرتے ہیں۔ کلام اللہ شریف کی آیات سے بھی یہ مضمون ثابت ہوتا ہے ایک جگہ ارشاد ہے يُضِلُّ بِهَا كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهَا كَثِيرًا۔ حق تعالیٰ شانہ اس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ہدایت فرماتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ اس اُمت کے بہت سے منافق قاری ہونگے۔ بعض مشائخ سے اختیار میں نقل کیا ہے کہ بندہ ایک سورت کلام پاک کی شروط کرتا ہے تو ملائکہ اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ فارغ ہو۔ اور دوسرا شخص ایک سورت شروط کرتا ہے تو ملائکہ اس کے ختم تک اس پر لعنت کرتے ہیں۔ بعض علماء سے منقول ہے کہ آدمی تلاوت کرتا ہے اور خود اپنے اوپر لعنت کرتا ہے اور اس کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ قرآن شریف میں پڑھتا ہے اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ اور خود ظالم ہونے کی وجہ سے اس وعید میں داخل ہوتا ہے ایسی طرح پڑھتا ہے لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ۔ اور خود جھوٹا ہونے کی وجہ سے اس کا مستحق ہوتا ہے

۱۔ ترجمہ۔ اور نازل کرتے ہیں ہم قرآن مجید میں سے وہ جو مومنوں کیلئے شفاء اور رحمت ہے اور نہیں بڑھاتا ظالموں کو مگر نقصان میں ۲۔ احیاء العلوم مؤلفہ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ ظالموں پر خدا کی لعنت (پھٹکار) ۳۔ ترجمہ :- جھوٹوں پر خدا کی لعنت۔

عامر بن واثلہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے نافع بن عبد الحارث کو مکہ مکرمہ کا حاکم بنا رکھا تھا ان سے ایک مرتبہ دریافت فرمایا کہ جنگلات کا ناظم کس کو مقرر کر رکھا ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ ابن ابزی کو۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ ابن ابزی کون شخص ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہمارا ایک غلام ہے۔ حضرت عمرؓ نے اعتراضاً فرمایا کہ غلام کو امیر کیوں بنا دیا۔ انھوں نے کہا کہ کتاب اللہ کا پڑھنے والا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس کلام کی بدولت بہت سے لوگوں کے رفیع درجات فرماتے ہیں اور بہت سوں کو پست کرتے ہیں۔

﴿ قرآن مجید کی سفارش ﴾ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ تَحْتَ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ الْقُرْآنُ يُحَاجُّ الْعِبَادَ لِمَا ظَهَرُوا وَبَطَنُوا وَالْأَمَانَةُ وَالرَّحْمَةُ تَنَادِي الْأَمَنُ وَصَلَنِي وَصَلَمَ اللَّهُ وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَنِي اللَّهُ.

(سوانح فی شرح السنۃ)

ان چیزوں کے عرش کے نیچے ہونے سے مقصود ان کا کمال قرب ہے یعنی حق سبحانہ و تقدس کے عالی دربار میں بہت ہی قریب ہوں گی۔ کلام اللہ شریف کے جھگڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس کی رعایت کی اس کا حق ادا کیا اس پر عمل کیا۔ ان کی طرف سے دربار حق سبحانہ میں جھگڑے گا اور شفاعت کرے گا ان کے درجے بلند کرے گا۔ ملا علی قاریؒ نے بروایت ترمذی نقل کیا ہے کہ قرآن شریف بارگاہ الہی میں عرض کرے گا کہ اسکو جوڑا مرحمت فرمائیں تو حق تعالیٰ شانہ کرامت کا تاج مرحمت فرمادینگے۔ پھر وہ زیادتی کی درخواست کرے گا تو حق تعالیٰ شانہ اکرام کا پورا جوڑا مرحمت فرمادینگے۔ پھر لے اعتراض کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ ”ہمارا غلام“ کا لفظ کچھ اچھا نہیں ہے جیسے کہ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا نوکر، یہ لفظ بھی مناسب نہیں ہے اسکی جگہ اور دوسرے الفاظ ہیں مثلاً یہ کہ ہمارے یہاں کام کرتے یا ہمارے فلاں کام کے نگران ہیں یا منشی ہیں وغیرہ کے الفاظ کہنے چاہئیں۔

یعنی شانہ ارباب اس سے یعنی عزت و سربلندی کا تمغہ عطا ہوگا۔

وہ درخواست کرے گا کہ یا اللہ آپ اس شخص سے راضی ہو جائیں۔ تو حق سبحانہ و تقدس اس سے رضا کا اظہار فرمادینگے۔ اور جبکہ دنیا میں محبوب کی رضا سے بڑھکر کوئی بھی بڑی سے بڑی نعمت نہیں ہوتی تو آخرت میں محبوب کی رضا کا مقابلہ کون سی نعمت کر سکتی ہے اور جن لوگوں نے اسکی حق تلفی کی ہے اُن سے اس بارے میں مطالبہ کریگا کہ میری کیا رعایت کی میرا کیا حق ادا کیا۔ شرح احیاء میں امام صاحبؒ سے نقل کیا ہے کہ سال میں دو مرتبہ ختم کرنا قرآن شریف کا حق ہے۔ اب وہ حضرات جو کبھی بھول کر بھی تلاوت نہیں کرتے ذرا غور فرمائیں کہ اس قوی مقابل کے سامنے کیا جوابدہی کریں گے۔ موت بہر حال آنے والی چیز ہے اس سے کسی طرح مفر نہیں۔ قرآن شریف کے ظاہر اور باطن ہونے کا مطلب ظاہر یہ ہے کہ ایک ظاہری معنی ہیں جنکو ہر شخص سمجھتا ہے اور ایک باطنی معنی ہیں جن کو ہر شخص نہیں سمجھتا جس کی طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد نے اشارہ کیا ہے کہ جو شخص قرآن پاک میں اپنی رائے سے کچھ کہے اگر وہ صحیح بھی ہو تب بھی اس شخص نے خطا کی۔ بعض مشائخ نے ظاہر سے مراد اُسکے الفاظ فرمائے ہیں کہ جن کی تلاوت میں ہر شخص برابر ہے اور باطن سے مراد اسکے معانی اور مطالب ہیں جو حسب استعداد مختلف ہوتے ہیں۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر علم چاہتے ہو تو قرآن پاک کے معانی میں غور و فکر کرو کہ اس میں اولین و آخرین کا علم ہے مگر کلام پاک کے معنی کیلئے جو شرائط و آداب ہیں انکی رعایت ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ ہمارے اس زمانہ کی طرح سے جو شخص عربی کے چند الفاظ کے معنی جان لے بلکہ اس سے بھی بڑھکر بغیر کسی لفظ کے معنی جانے اُردو ترجمہ دیکھکر اپنی رائے کو اس میں داخل کر دے۔ اہل فن نے تفسیر کیلئے پندرہ علوم پر مہارت ضروری بتلائی ہے۔ وقتی ضرورت کی وجہ سے مختصر اُعرف کیا ہوں

لہ روایہ الترمذی حسنہ وابن خزیمہ و احکام و قال صحیح الاسناد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کہانی الترغیب۔
 ۱۵ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مقرر کیا، چھٹکارا لکھ بہت ممکن ہے کہ باطن سے مراد قرآنی الفاظ کی وسعت اور تعبیر و بیان کی وہ پچک ہو جسکی وجہ سے قرآن کریم ہر نئے سے نئے دور کے جملہ مسائل کی طرف کوئی نہ کوئی اشارہ کرتا رہتا ہے اور ہر نئے سوال کا جواب قرآن سے مل جاتا ہے بشرطیکہ صحیح اصول کے تحت عقل و بصیرت اور فکر و تدبر سے کام لیا جائے۔ ہم نے گذشتہ حاشیہ میں جس چیز کی طرف اشارہ کیا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے یہ الفاظ اسکی تائید کرتے ہیں۔ واللہ اعلم، اس موضوع پر مزید روشنی حاصل کرنے کیلئے کتاب قرآنی سے ستاروں تک کے ابتدائی ادراک کا مطالعہ مفید ہوگا۔

جس سے معلوم ہو جاوے گا کہ بطن کلام پاک تک رسائی ہر شخص کو نہیں ہو سکتی۔ اول لغت جس سے کلام پاک کے مفرد الفاظ کے معنی معلوم ہو جاویں۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسکو جائز نہیں کہ بدون معرفت لغات عرب کے کلام پاک میں کچھ اب کشائی کرے اور چند لغات کا معلوم ہو جانا کافی نہیں۔ اس لئے کہ بسا اوقات لفظ چند معانی میں مشترک ہوتا ہے اور وہ ان میں سے ایک کو معنی جانتا ہے اور فی الواقع اس جگہ کوئی اور معنی مراد ہوتے ہیں۔ دوسرے نحو کا جاننا ضروری ہے۔ اسلئے کہ اعراب کے تغیر و تبدل سے معنی بالکل بدل جاتے ہیں اور اعراب کی معرفت نحو پر موقوف ہے۔ تیسرے صرف کا جاننا ضروری ہے اسلئے کہ بنا اور صیغوں کے اختلاف سے معانی بالکل مختلف ہو جاتے ہیں۔ ابن فارس کہتے ہیں کہ جس شخص سے علم صرف فوت ہو گیا اس سے بہت کچھ فوت ہو گیا۔ علامہ زمری عجوبات تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کلام پاک کی آیت **رِیَوْہَ نَدَّعُوْا کُلُّ اَنَاسٍ بِاِمَا مِیْہِہٖ** ترجمہ:۔ جن دن کہ پکاریں گے ہم ہر شخص کو اس کے مقتدار اور پیشرو کے ساتھ۔ اسکی تفسیر صرف کی ناواقفیت کی وجہ سے یہ کی کہ جس دن پکاریں گے ہر شخص کو اسکی ماؤں کے ساتھ۔ امام کا لفظ جو مفرد تھا اسکو ام کی جمع سمجھ گیا۔ اگر وہ صرف سے واقف ہوتا تو معلوم ہو جاتا کہ ام کی جمع امام نہیں آتی۔ چونکہ اشتقاق کا جاننا ضروری ہے اسلئے کہ لفظ جبکہ دو مادوں سے مشتق ہو تو اس کے معنی مختلف ہوں گے جیسا کہ مسج کا لفظ ہے کہ اسکا اشتقاق مسج سے بھی ہے جسکے معنی چھونے اور تر ہاتھ کسی چیز پر پھیرنے کے ہیں اور مساحت سے بھی ہے جسکے معنی پیمائش کے ہیں پانچویں علم معانی کا جاننا ضروری ہے جس سے کلام کی ترکیبیں معنی کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہیں۔ چھٹے علم بیان کا جاننا ضروری ہے جس سے کلام کا ظہور و خفا تشبیہ و کنایہ معلوم ہوتا ہے۔ ساتویں علم بدیع جس سے کلام کی خوبیاں تعبیر کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہیں۔ یہ تینوں فن علم بلاغت کہلاتے ہیں مفسر کے اہم علوم میں سے ہیں اسلئے کہ کلام پاک جو سراسر اعجاز ہے اسی سے اسکا اعجاز معلوم ہوتا ہے۔ آٹھویں علم قرارت کا جاننا بھی ضروری ہے اسلئے کہ مختلف قرارتوں کی وجہ سے مختلف معنی معلوم ہوتے ہیں اور بعض

۱۔ یہ شخص محمد بن کعب ہیں جنکی تفسیر علامہ زمری اور دوسرے محققین اہل تفسیر نے کی ہے قرآن سے ستاروں تک (۲) لہٰذا یہی لفظ مسج جب مسج سے مشتق ہوگا تو ہاتھ پھیرنے والے کے معنی ہونگے اور جب مسج سے مشتق ہوگا تو پیمائش کرنے والے کے معنی ہوں گے۔

معنی کی دوسرے معنی پر ترجیح معلوم ہو جاتی ہے۔ نویں علم عقائد کا جاننا بھی ضروری ہے اسلئے کہ کلام پاک میں بعض آیات ایسی بھی ہیں جنکے ظاہری معنی کا اطلاق حق سبحانہ و تقدس پر صحیح نہیں۔ اسلئے ان میں کسی تاویل کی ضرورت پڑیگی جیسی کہ **يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ** دسویں اصول فقہ کا معلوم ہونا ضروری ہے کہ جس سے وجوہ استدلال و استنباط معلوم ہو سکیں۔ گیارھویں اسباب نزول کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ شان نزول سے آیت کے معنی زیادہ واضح ہونگے۔ اور لبا اوقات اصل معنی کا معلوم ہونا بھی شان نزول پر موقوف ہوتا ہے۔ بارھویں ناسخ و منسوخ کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ جزئیات کے احاطہ سے کلیات پہچانے جاتے ہیں۔ چودھویں ان احادیث کا جاننا ضروری ہے جو قرآن پاک کی مجمل آیات کی تفسیر و اطلاق ہوتی ہیں۔

ان سب کے بعد پندرھواں وہ علم وہی ہے جو حق سبحانہ و تقدس کا عطیہ خاص ہے اپنے مخصوص بندوں کو عطا فرماتا ہے جس کی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے **مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلَّمَهُ وَرَزَقَهُ اللَّهُ عِلْمَهُ مَا لَمْ يَعْلَمْ** جبکہ بندہ اس چیز پر عمل کرتا ہے جسکو جانتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ ایسی چیزوں کا علم عطا فرماتے ہیں جسکو وہ نہیں جانتا،

اسی کی طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اشارہ فرمایا جبکہ ان سے لوگوں نے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کچھ خاص علوم عطا فرمائے ہیں یا خاص وصایا جو عام لوگوں کے علاوہ آپ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات پاک کی جس نے جنت بنائی اور جان پیدا کی اُس فہم کے علاوہ کچھ نہیں ہے جسکو حق تعالیٰ شانہ نے اپنے کلام پاک کے سمجھنے کے لئے کسی کو عطا فرمادیں۔ ابن ابی الدنیا کا مقولہ ہے کہ علوم قرآن اور جو اس سے حاصل ہو وہ ایسا سمندر ہے کہ جس کا کنارہ نہیں، یہ علوم جو بیان کئے گئے مفسر کیلئے بطور آلہ کے ہیں اگر کوئی شخص ان علوم کی واقفیت

لے ترجمہ :- اللہ کا ہاتھ ان سب کے ہاتھوں کے اوپر ہے (سورہ فتح آیت ۱۰) اس آیت میں اور اس جیسی دیگر آیات میں ہاتھ وغیرہ کے معنی وہ نہیں ہوتے جو عام طور پر سمجھے جاتے ہیں بلکہ قدرت اور غلبہ وغیرہ مراد ہوتا ہے کہ یعنی اس علم کا جاننا جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ فلاں آیت فلاں موقع پر نازل ہوئی تھی جسطرح کسی کاریگر یا تاجر کو اپنے پیشے میں ایک عرصہ دراز گزارنے کے بعد ایک مہارت تجربہ اور ملکہ براسخ پیدا ہو جاتا ہے، اسی طرح ان مذکورہ علوم میں مستقل لگے رہنے سے ایک علمی تجربہ اور مہارت ہو جاتی ہے جس سے بہت مدد ملتی ہے اور بعض لوگوں کو خدا تعالیٰ اس کے ساتھ ساتھ اپنے خصوصی علم سے بھی نواز دیتا ہے۔

بغیر تفسیر کرے تو وہ تفسیر بالرائے میں داخل ہے جسکی مانعت آئی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے علوم عربیہ طبعاً حاصل تھے اور بقیہ علوم مشکوٰۃ نبوت سے مستفاد تھے۔ علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ شاید تجھے خیال ہو کہ علم وہی کا حاصل کرنا بندہ کی قدرت سے باہر ہے لیکن حقیقت ایسی نہیں بلکہ اسکے حاصل کرنیکا طریقہ اُن اسباب کا حاصل کرنا ہے جس پر حق تعالیٰ شانہ اسکو مرتب فرماتے ہیں مثلاً علم پر عمل اور دنیا سے بے رغبتی وغیرہ وغیرہ۔

کیمیائے سعادت میں لکھا ہے کہ قرآن شریف کی تفسیر تین شخصوں پر ظاہر نہیں ہوتی، اول وہ جو علوم عربیہ سے واقف نہ ہو، دوسرے وہ شخص جو کسی کبیرہ پر ٹھہر ہو یا بدعتی ہو کہ اس گناہ اور بدعت کی وجہ سے اسکا دل سیاہ ہو جاتا ہے جسکی وجہ سے معرفت قرآن سے قاصر رہتا ہے۔ تیسرے وہ شخص کہ کسی اعتقادی مسئلہ میں ظاہر کا قائل ہو اور کلام اللہ شریف کی جو عبارت اسکے خلاف ہو اس سے طبیعت اچھٹی ہو اس شخص کو بھی فہم قرآن سے حصہ نہیں ملتا۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ۔

① پڑھتے جاؤ چڑھتے جاؤ | عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لِحَصَّةِ الْقُرْآنِ اقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تَرْتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّ مَنْزِلَهُ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَأُهَا۔

رواہ احمد والترمذی و

② عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ (قیامت کے دن) صاحب قرآن سے کہا جاوے گا کہ قرآن شریف پڑھتا جا اور بہشت کے درجوں پر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا۔ بس تیرا رتبہ وہی ہے جہاں آخری آیت پر پہنچے۔

ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ وابن حبان فی صحیحہ
صاحب القرآن سے بظاہر حافظ مراد ہے اور ملا علی قاری نے بڑی تفصیل سے اسکو واضح کیا ہے کہ یہ فضیلت حافظ ہی کیلئے ہے ناظرہ خواں اس میں داخل نہیں۔ اول اس وجہ سے کہ صاحب قرآن کا لفظ بھی اسی طرف مشیر ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ مسند احمد کی روایت میں ہے حتی یقرأ شیئاً معاً یہاں تک کہ پڑھے جو کچھ قرآن شریف اسکے ساتھ ہے (یہ لفظ اس امر میں زیادہ ظاہر ہے کہ اس سے حافظ مراد ہے اگرچہ

لہ معترض۔ ایک گناہ کو ہمیشہ کرتا رہتا ہے اور اس سے باز نہیں آتا۔

تھ قال الترمذی مدیح حسن صحیح کما فی الترمذی۔

محتمل وہ ناظرہ خواں بھی ہے جو کہ قرآن شریف بہت کثرت کے ساتھ پڑھتا ہو۔ مرقاۃ میں لکھا ہے وہ پڑھنے والا مراد نہیں جس کو قرآن لعنت کرتا ہو۔ یہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ وہ قرآن کو پڑھتے ہیں اور قرآن ان کو لعنت کرتا ہے۔ اسلئے اگر کسی شخص کے عقائد وغیرہ درست نہ ہوں تو قرآن شریف کے پڑھنے سے اسکی مقبولیت پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ خوارج کے بارے میں بکثرت اس قسم کی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

ترتیل سے تلاوت کرنا ترتیل کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ ترتیل لغت میں صاف اور واضح طور سے پڑھنے کو کہتے ہیں۔ اور شرع شریف میں کئی چیز کی رعایت کے ساتھ تلاوت کرنے کو کہتے ہیں۔ اول حرفوں کو صحیح نکالنا یعنی اپنے مخرج سے پڑھنا تاکہ طاقی جگہ تا اور ضاد کی جگہ ظانہ نکلے، دوسرے وقوف کی جگہ پر اچھی طرح سے ٹھہرنا تاکہ وصل اور قطع کلام کا بے محل نہ ہو جاوے، تیسرے حرکتوں میں اشباع کرنا یعنی زبر زیر پیش کو اچھی طرح سے ظاہر کرنا، چوتھے آواز کو مٹھوڑا سا بلند کرنا تاکہ کلام پاک کے الفاظ زبان سے نکل کر کانوں تک پہنچیں اور وہاں سے دل پر اثر کریں۔ پانچویں آواز کو ایسی طرح سے درست کرنا کہ اس میں درد پیدا ہو جاوے اور دل پر جلدی اثر کرے۔ کہ درد والی آواز دل پر جلدی اثر کرتی ہے اور اس سے روح کو قوت اور تاثیر زیادہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اطباء نے کہا ہے کہ جس دوا کا اثر دل پر پہنچانا ہو اسکو خوشبو میں ملا کر دیا جائے کہ دل اسکو جلدی کھینچتا ہے۔ اور جس دوا کا اثر جگر میں پہنچانا ہو اسکو شیرینی میں ملایا جائے کہ جگر مٹھائی کا جاذب ہے۔ اسی وجہ سے بندہ کے نزدیک اگر تلاوت کے وقت خوشبو کا حاصل استعمال کیا جاوے تو دل پر تاثیر میں زیادہ تقویت ہوگی۔ چھٹے تشدید اور مد کو اچھی طرح ظاہر کیا جاوے کہ اسکے اظہار سے کلام پاک میں عظمت ظاہر ہوتی ہے اور تاثیر میں اعانت ہوتی ہے۔ ساتویں آیات رحمت و عذاب کا حق ادا کرے جیسا کہ تمہید میں گذر چکا، یہ سات چیزیں ہیں جن کی رعایت ترتیل کہلاتی ہے اور مقصود ان سب سے صرف ایک ہے یعنی کلام پاک کا فہم و تدبر۔ حضرت ام المومنین ام سلمہؓ سے کسی نے پوچھا کہ حضور م

لہ اطباء :- طبیب کی جمع۔ یعنی حکیم۔ یعنی جہاں آیات میں رحمت اور انعامات الہی کا ذکر ہو وہاں ان کی دعا کرے اور جہاں عذاب وغیرہ کا ذکر ہو وہاں اس سے پناہ مانگے۔

کلام اللہ شریف کس طرح پڑھتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ سب حرکتوں کو بڑھاتے تھے، یعنی زبر زیر وغیرہ کو پورا نکالتے تھے اور ایک ایک حرف الگ الگ ظاہر ہوتا تھا، ترتیل سے تلاوت مستحب ہے اگرچہ معنی نہ سمجھتا ہو۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں ترتیل سے القارعتہ اور اذ ازلت پڑھوں یہ بہتر ہے اس سے کہ بلا ترتیل سورۃ بقرہ اور آل عمران پڑھوں۔

شرح اور مشائخ کے نزدیک حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک کی ایک ایک آیت پڑھتا جا اور ایک ایک درجہ اوپر چڑھتا جا۔ اسلئے کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے درجات کلام اللہ شریف کی آیات کے برابر ہیں۔ لہذا جو شخص جتنی آیت کا ماہر ہوگا اتنے ہی درجے اوپر اسکا ٹھکانہ ہوگا۔ اور جو شخص تمام کلام پاک کا ماہر ہوگا وہ سب کے درجے میں ہوگا۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ قرآن پڑھنے والے سے اوپر کوئی درجہ نہیں پس قرار آیات کی بقدر ترقی کریں گے۔ اور علامہ دانی نے اہل فن کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کی آیات چھ ہزار ہیں۔ لیکن اسکے بعد کی مقدار میں اختلاف ہے اور اتنے اقوال نقل کئے ہیں ۲۰۲، ۱۴، ۱۹، ۲۵، ۲۶۔

شرح احیاء میں لکھا ہے کہ ہر آیت ایک درجہ ہے جنت میں۔ پس قاری سے کہا جاوے گا کہ جنت کے درجات پر اپنی تلاوت کے بقدر چڑھتے جاؤ۔ جو شخص قرآن پاک تمام پورا کر لے گا وہ جنت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچے گا اور جو شخص کچھ حصہ پڑھا ہوا ہوگا وہ اسکی بقدر درجات پر پہنچے گا، بالجمہ منتہائے ترقی منتہائے قرار ت ہوگی۔ بندہ کے نزدیک حدیث بالا کا مطلب کچھ اور معلوم ہوتا ہے۔ فَإِنْ كَانَ صَوَابًا فِیْرِ اللّٰهِ وَإِنْ كَانَ خَطَاً فِیْمَنِ الشَّیْطَانِ وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ مِنْهُ بِرِیَّانٍ (اگر درست ہو تو حق تعالیٰ شانہ کی اعانت ہے اور اگر غلط ہو تو میری اپنی تقصیر سے ہے) حاصل اس مطلب کا یہ ہے کہ حدیث بالا سے درجات کی وہ ترقی مراد نہیں جو آیات کے لحاظ سے فی آیت ایک درجہ ہے اسلئے کہ اس ترقی میں ترتیل سے

۱۔ مطلب یہ ہے کہ تلاوت صحیح طریقے پر ہونی چاہیے چاہے تھوڑی سی ہو بلکہ یہ قول علامہ خطابی نے ایک اثر کے حوالے سے ذکر کیا ہے (ترغیب) بلکہ یعنی اس پر اتفاق ہے کہ چھ ہزار سے اوپر ہیں لیکن اوپر اور کتنی ہیں اس میں اختلاف ہے۔ یہاں پانچ اقوال نقل کئے ہیں بلکہ یعنی حضرت شیخ مدظلہ کے نزدیک۔

پڑھنے نہ پڑھنے کو بظاہر کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ جب ایک آیت پڑھی جائے ایک درجہ کی ترقی ہوگی۔ عام ہے کہ ترتیل سے ہو یا بلا ترتیل بلکہ اس حدیث میں بظاہر دوسری ترقی باعتبار کیفیت مراد ہے جس میں ترتیل سے پڑھنے نہ پڑھنے کو دخل ہے۔ لہذا جس ترتیل سے دنیا میں پڑھتا تھا اسی ترتیل سے آخرت میں پڑھے گا اور اُس کے موافق درجہ میں ترقی ہوتی رہے گی۔ ملاً علی قاریؒ نے ایک حدیث سے نقل کیا ہے کہ اگر دنیا میں بکثرت تلاوت کرتا رہا تب تو اس وقت بھی یاد ہوگا ورنہ بھول جائیگا۔ اللہ شانہ اپنا فضل فرماویں کہ ہم میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو والدین نے دینی شوق میں یاد کرا دیا تھا مگر وہ اپنی لاپرواہی اور بے توجہی سے دنیا ہی میں ضائع کر دیتے ہیں اور اُس کے بالمقابل بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص قرآن پاک یاد کرتا ہو اور اس میں محنت و مشقت برداشت کرتا ہو امر جائے وہ حفاظ کی جماعت میں شمار ہوگا۔ حق تعالیٰ شانہ کے یہاں عطا میں کمی نہیں کوئی لینے والا ہو۔

اسکے الطاف تو ہیں عاں شہیدی سب
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

① ابن مسعودؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص ایک حرف کتاب اللہ کا پڑھے اس کیلئے اس حرف کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکی کے برابر ملتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سارا اللہ ایک حرف ہے۔ بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف، میم ایک حرف۔

① ہر حرف پر دس نیکیاں
عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللَّهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَحَسَنَةٌ بَعْشَرًا مِّثْلَهَا لَا أَقُولُ الْقَافَ حَرْفٌ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلَا مٌ حَرْفٌ وَمِثْلُ حَرْفٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ اسناداً والدارمی

مقصود یہ ہے کہ جیسے اور جملہ اعمال میں پورا عمل ایک شمار کیا جاتا ہے، کلام پاک میں ایسے نہیں بلکہ اجزاء عمل بھی پورے عمل شمار کئے جاتے ہیں اور اسلئے تلاوت کلام پاک میں ہر حرف ایک ایک نیکی شمار کی جاتی ہے اور ہر نیکی پر حق تعالیٰ شانہ

۱۔ حدیث کے الفاظ کو بالخصوص لفظ فان منزلتک الہ کو اور غور سے دیکھا جائے تو یہی مطلب زیادہ واضح معلوم ہوتا ہے کیونکہ فان کو ترتیل سے پڑھنے ہی پر مرتب کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

کی طرف سے من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها جو شخص ایک نیکی لاوے اس کو دس نیکی کے بقدر اجر ملتا ہے۔ دس حصہ اجر کا وعدہ ہے اور یہ اقل درجہ ہے۔ واللہ یضاعف لمن یشاء وحق تعالیٰ شانہ جسکے لئے چاہتے ہیں اجر زیادہ فرمادیتے ہیں۔ ہر حرف کو مستقل نیکی شمار کرنے کی مثال حضورؐ نے ارشاد فرمادی کہ الق پورا ایک حرف شمار نہیں ہوگا بلکہ الف، لام، میم علیحدہ علیحدہ حروف شمار کئے جائیں گے اور اس طرح پرالم کے مجموعہ پر تیس نیکیاں ہوں گی۔ اس میں اختلاف ہے کہ الم سے سورہ بقرہ کا شروع مراد ہے یا اللہ تر کیف فعل ربک یا أصحاب الفیل مراد ہے۔ اگر سورہ بقرہ کا شروع مراد ہے تو بظاہر مطلب یہ ہے کہ لکھے ہوئے حروف کا اعتبار ہے اور لکھنے میں چونکہ وہ بھی تین ہی حروف لکھے جاتے ہیں اسلئے تیس نیکیاں ہوں گی اور اگر اس سے سورہ فیل کا شروع مراد ہے تو پھر سورہ بقرہ کے شروع میں جو الم ہے وہ نو حروف ہیں اسلئے اسکا اجر نو نیکیاں ہوں گی۔ یہی روایت میں ہے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ بسم اللہ ایک حرف ہے بلکہ بس م یعنی علیحدہ علیحدہ حروف مراد ہیں۔

① معاذ جہنی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جائیگا جسکی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی۔ اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو۔ پس کیا گمان ہے تمہارا اس شخص کے متعلق جو خود عامل ہے۔

① اولاد کو قرآن مجید عن معاذ الجہنی قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ القرآن وعمل بما فیہ البس والداہ تاجا یوم القیمۃ ضوئہما احسن من ضوء الشمس فی بیوت الدنیا لو کانت فیکم فما ظنکم

بالذی عمل بہذا اردواہ احمد و ابوداؤد و صرحہ الحاکم

یعنی قرآن پاک کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی برکت یہ ہے کہ اس پڑھنے والے کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جاوے گا جسکی روشنی آفتاب کی روشنی سے بہت زیادہ ہو اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو یعنی آفتاب اتنی دور سے اس قدر روشنی پھیلاتا ہے

۱۔ یعنی کم درجہ ہے ۲۔ حروف اس طرح ہوتے ہیں کہ جب ادا کیا جاتا ہے تو آلف کہا جاتا ہے جس میں تین حرف سے اس طرح لام اور میم ہیں اگرچہ لکھنے میں تین ہیں مگر پڑھنے میں نو ہوتے ہیں۔

اگر وہ گھر کے اندر آجائے تو یقیناً بہت زیادہ روشنی اور چمک کا سبب ہوگا۔ تو پڑھنے والے کے والدین کو جو تاج پہنایا جاویگا اسکی روشنی اس روشنی سے زیادہ ہوگی جس کو گھر میں طلوع ہونے والا آفتاب پھیلا رہا ہے اور جبکہ والدین کیلئے یہ ذخیرہ ہے تو خود پڑھنے والے کے اجر کا خود اندازہ کر لیا جاوے کہ کس قدر ہوگا کہ جب اس کے طفیلیوں کا یہ حال ہے تو خود اصل کا حال بدرجہا زیادہ ہوگا کہ والدین کو یہ اجر صرف اسوجہ سے ہوا کہ وہ اسکے وجود یا تعلیم کا سبب ہوئے۔ آفتاب کے گھر میں ہونے سے جو تشبیہ دی گئی ہے اس میں علاوہ ازیں کہ قرب میں روشنی زیادہ محسوس ہوتی ہے ایک اور لطیف امر کی طرف بھی اشارہ ہے وہ یہ کہ جو چیز ہر وقت پاس رہتی ہے اُس سے انس و الفت زیادہ ہوتی ہے اسلئے آفتاب کی دوری کی وجہ سے جو اس سے بیگانگی ہے وہ ہر وقت کے قرب کی وجہ سے مُبدل بہ انس ہو جاوے گی تو اس صورت میں روشنی کے علاوہ اسکے ساتھ موانست کی طرف بھی اشارہ ہے اور اس طرف بھی کہ وہ اپنی ہوگی کہ آفتاب سے اگرچہ ہر شخص نفع اٹھاتا ہے لیکن اگر وہ کسی کو ہبہ کر دیا جاوے تو تو اسکے لئے کس قدر افتخار کی چیز ہو۔

حاکم نے بریدہ رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھے اور اس پر عمل کرے اسکو ایک تاج پہنایا جاوے گا جو نور سے بنا ہوا ہوگا اور اسکے والدین کو ایسے دو جوڑے پہنائے جاوینگے کہ تمام دنیا ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی وہ عرض کریں گے کہ یا اللہ یہ جوڑے کس صلہ میں ہیں تو ارشاد ہوگا کہ تمہارے بچے کے قرآن شریف پڑھنے کے عوض میں۔

جمع الفوائد میں طبرانی سے نقل کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآن شریف سکھلاوے اسکے سب انگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جو شخص حفظ کرائے اسکو قیامت میں چودھویں رات کے چاند کے مشابہ اٹھایا جاوے گا اور اسکے بیٹے سے کہا جاوے گا کہ پڑھنا شروع کر۔ جب بیٹا ایک آیت پڑھے گا باپ کا ایک درجہ بلند کیا جاوے گا۔ حتیٰ کہ اس طرح تمام قرآن شریف پورا ہو۔

بچے کے قرآن شریف پڑھنے پر باپ کیلئے یہ فضائل ہیں اور اسی پر بس نہیں دوسری

لہ افتخار۔۔۔ فخر خوشی۔

بات بھی سن لیجئے کہ اگر خدا خواستہ اپنے اپنے بچہ کو چار پیسے کے لالچ میں دین سے محروم رکھا تو یہ ہی نہیں کہ آپ اس لالچ سے محروم رہیں گے بلکہ اللہ کے یہاں آپ کو جوابدہی بھی کرنے پڑے گی۔ آپ اس ڈر سے کہ یہ مولوی حافظ پڑھنے کے بعد صرف مسجد کے ملانے اور ٹکڑے کے محتاج بن جاتے ہیں اسوجہ سے آپ اپنے لالچ کو اس سے بچاتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ اس سے آپ اسکو تو دائمی مصیبت میں گرفتار کر رہی ہیں مگر ساتھ ہی اپنے اوپر بھی سخت جوابدہی لے رہے ہیں۔ حدیث کا ارشاد ہے کُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ اَلْحَدِيثُ ہر شخص سے اسکے ماتحتوں اور دستنگروں کا بھی سوال ہوگا کہ اُنکو کس قدر دین سکھایا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان عیوب سے آپ بچنے اور بچانے کی کوشش کیجئے۔ مگر جوؤں کے ڈر سے کپڑا نہ پہننا کوئی عقل کی بات نہیں البتہ اسکے صاف رکھنے کی ضرورت کوشش چاہیئے۔ بالجملہ اگر آپ اپنے بچہ کو دینداری صلاحیت سکھلائینگے اپنی جوابدہی سے سبکدوش ہونگے اور اسوقت تک وہ زندہ رہے جسقدر نیک اعمال کریگا دعا و استغفار آپ کیلئے کریگا آپ کیلئے رفع درجہ کا سبب بنیگا۔ لیکن دنیا کی خاطر چار پیسے کے لالچ سے اپنے اسکو دین سے بے بہرہ رکھا تو یہی نہیں کہ خود آپ کو اپنی حرکت کا وبال بھگتنا پڑے گا جسقدر بد اطوار یا فسق و فجور اس سے سرزد ہوں گے آپکے نامہ اعمال بھی اس ذخیرہ سے خالی نہ رہینگے، خدا اپنے حال پر رحم کھائیں۔ دنیا بہر حال گذر جانے والی چیز ہے اور موت ہر بڑی سے بڑی تکلیف کا خاتمہ ہے۔ لیکن جس تکلیف کے بعد موت بھی نہیں اسکا کوئی منتہا نہیں۔

● حافظ قرآن کی عفت
● ایک خاص فضیلت معقبہ بنی عامر

عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر رکھ دیا جاوے قرآن شریف کسی چمڑے میں پھر وہ آگ میں ڈال دیا جاوے تو نہ جلے۔

قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَوْ جُعِلَ الْقُرْآنُ فِي إِهَابٍ ثَقَرٍ أُلْقِيَ فِي النَّارِ مَا اخْتَرَقَ. (رواہ الدارمی)

مشائخ حدیث اس روایت کے مطلب میں دو طرف گئے ہیں بعض کے نزدیک

رواہ البخاری و مسلم و احمد و ابوداؤد و الترمذی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما (جامع سفیر ص ۲۵۵)
... میں یہودیہ کرتے تھے و رواہ احمد و ابویس و الطبرانی عنہ قال العزانی فی تخریج الاحیاء و الباقی لکما

چمڑے سے عام مراد ہے جس جانور کا ہو اور آگ سے ذیوی آگ مراد ہے۔ اس صورت میں یہ مخصوص معجزہ ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ خاص تھا۔ جیسا کہ اور انبیاء کے معجزے اُنکے زمانہ کے ساتھ خاص ہوئے ہیں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ چمڑے سے مراد آدمی کا چمڑہ ہے اور آگ سے جہنم۔ اس صورت میں یہ حکم عام ہوگا کسی زمانہ کے ساتھ مخصوص نہ ہوگا یعنی جو شخص کہ حافظ قرآن ہو اگر وہ کسی جرم میں جہنم میں آلا بھی جاویگا تو آگ اُس پر اثر نہ کریگی۔ ایک روایت میں مَا مَسَّتْهُ النَّارُ کَالْفِظْ بھی آیا ہے یعنی آگ اسکو چھونے کی بھی نہیں۔ ابو امامہ کی روایت جسکو شرح البسۃ سے ملا علی قاری نے نقل کیا ہے اس دوسرے معنی کی تائید کرتی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قرآن شریف کو حفظ کیا کرو، اسلئے کہ حق تعالیٰ شائد اس قلب کو عذاب نہیں فرماتے جس میں کلام پاک محفوظ ہو۔ یہ حدیث اپنے مضمون میں صاف اور نص ہے۔ جو لوگ حفظ قرآن شریف کو فضول بتلاتے ہیں وہ خدا را ذرا ان فضائل پر بھی غور کریں کہ یہی ایک فضیلت ایسی ہے جسکی وجہ سے ہر شخص کو حفظ قرآن پر جان دیدینا چاہیئے اسلئے کہ کون شخص ایسا ہوگا جس نے گناہ نہ کئے ہوں اور آگ کا مستحق نہ ہو۔

شرح احیاء میں ان لوگوں کی فہرست میں جو قیامت کے ہولناک اور وحشت اثر دن میں اللہ کے سایہ کے نیچے رہیں گے۔ حضرت علی رضی کی حدیث سے بروایت

(مفہوم گذشتہ کا بقیہ) والہیٹی فی مجمع الزوائد مشہور ہے، ورواہ الطبرانی وابن حبان فی الضعفاء عن سہل بن سعد بلفظ لو کان القرآن فی اہاب مامستہ النار قال الہیٹی وفیہ عبد الوہاب بن الضحاک وہو مترک ورواہ ابن عدی والطبرانی والبیہقی فی الشعب من حدیث عصمتہ بن مالک قال العزرائی اسنادہ ضعیف و قال الہیٹی وفیہ الفضل بن المختار وہو ضعیف لہ یہ دونوں مطلب صاحب نہایہ نے لکھے ہیں اور امام طحاوی نے مشکل الآثار میں ایک تیسرا مطلب یہ لکھا ہے کہ "اہاب پچی (بغیر دباغت کی) کھال کو کہتے ہیں اور مراد یہ ہے کہ اسپر قرآن لکھ کر آگ میں ڈال دیا جائے تو قرآن نہیں جلے گا بلکہ خدائے تعالیٰ قرآن کو اس میں سے اٹھالے گا اور سادہ چمڑا جل جائیگا" راقم سطور کہتا ہے کہ اسکو بھی دور رسالت کیساتھ مخصوص کرنا ہوگا۔

حاشیہ نگار کے نزدیک سب اچھا مطلب وہ ہے جسکی طرف علامہ عزیزی نے شرح جامع منیر جلد ۲ میں حدیث لو کان القرآن فی اہاب الخ کے تحت اشارہ کیا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اگر قرآن کریم کو کوئی مستقل شکل و صورت دیدی جائے اور اسے (انسانوں کی سی) کھال چمڑے کے ساتھ آگ میں ڈال دیا جائے تو اسے آگ جلانہ سکیگی، اسوقت جو چیز آگ میں پڑ سکتی ہے وہ چونکہ قرآنی حروف کے نقوش ہیں لہذا انکے جلنے سے کوئی اشکال نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۲ حافظ قرآن کو اپنے خاندان کے
دشمن کے جہنمیوں کی سفارش
کا حق ہونا،

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَاسْتَضَاهُ
فَاحْتِ حَلَالٌ لَهُ وَحَرَّمَ حَرَامُهُ أَدْخَلَهُ
اللَّهُ الْجَنَّةَ وَشَفَعَهُ فِي عَشْرَةِ مِمَّنْ

أَهْلُ بَيْتِهِ كُلُّهُمْ قَدْ وَجِبَتْ لَهُ النَّارُ
غريب وحفص بن سليمان الراوى ليد
ابن هاجتة والدارمى

دخولِ جنت دے تو ہر مومن کیلئے اللہ
بھلائی کر ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن حُفاظ کیلئے یہ
وہ دس شخص جن کے بارے میں شفاعت
کبار کے ہیں اسلئے کہ کفار کے بارے میں تو
ارشاد ہے اِنَّ مَنْ يَشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ خَرَّ
لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (مشرکین پر اللہ نے جنت
ظالمین کا کوئی مددگار نہیں، دوسری جگہ ارشاد
يَسْتَغْفِرُ لِلْمُشْرِكِيْنَ الْاَيّٰةِ ذٰلِكَ اَنْ يَرْجُوْا
کیلئے استغفار کریں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں،
ہیں کہ مشرکین کی مغفرت نہیں ہے اسلئے حُفاظ
مراد ہے جن کے معاصی کی وجہ سے اُن کا جہنم
جہنم سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں اُن کیلئے ضروری
لے منتخب دسندیدہ لوگ۔

کر سکتے تو کم از کم اپنے کسی قریب رشتہ دار ہی کو حافظ بنادیں کہ اسکے طفیل یہ بھی اپنی بد اعمالیوں کی سزا سے محفوظ رہ سکیں۔ اللہ کا کس قدر انعام ہے اس شخص پر جس کے باپ چچا تائے دادا نانا ماموں سب ہی حافظ ہیں۔ اللہم زدہ فرزد۔

۱۴ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ فَأَتَرَادُهُ فَإِنَّ مَثَلَ الْقُرْآنِ لَيَمَنُ تَعَلَّمَ فَقَرَأَ وَقَامَرِيهِ كَمَثَلِ جَرَابٍ مَحْشُوٍّ مِسْكَاً تَفُوحٌ رِيحُهُ كُلَّ مَكَانٍ وَمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَ فَرَقَدَا وَهُوَ فِي جَوْفِهِ كَمَثَلِ جَرَابٍ أُوْكِي عَلَى مِسْكِ -

(رواہ الترمذی والنسائی)

(ابن ماجہ وابن حبان)

یعنی جس شخص نے قرآن پاک پڑھا اور اس کی خبر گیری کی، راتوں کو نماز میں تلاوت کی اس کی مثال اس مشک دان کی سی ہے کہ جو کھلا ہوا ہو کہ اس کی خوشبو سے تمام مکان مہکتا ہے۔ اسی طرح اس حافظ کی تلاوت سے تمام مکان انوار و برکات سے معمور رہتا ہے۔ اور وہ حافظ سو جائے یا غفلت کی وجہ سے نہ پڑھ سکے تب بھی اسکے قلب میں جو کلام پاک ہے وہ تو بہر حال مشک ہی ہے اس غفلت سے اتنا نقصان ہوا کہ دوسرے لوگ اس کی برکات سے محروم رہے۔ لیکن اس کا قلب تو بہر حال اس مشک کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

۱۵ جو دل قرآن سے خالی ہے

گو یا ویران گھر ہے

۱۵ عبد اللہ بن عباسؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص کے قلب میں قرآن شریف کا کوئی حصہ بھی محفوظ نہیں وہ بمنزلہ ویران گھر کے ہے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الَّذِي لَيْسَ فِي جَوْفِهِ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْآنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ - (رواہ الترمذی وقال هذا حديث صحيح ورواہ الداسمی)

والحاكم وصححه

ویران گھر کے ساتھ تشبیہ دینے میں ایک خاص لطیفہ بھی ہے وہ یہ کہ "خانہ خالی را دیو میگردد" اسی طرح جو قلب کلام پاک سے خالی ہوتا ہے شیاطین کا اسپر تسلط زیادہ ہوتا ہے۔ اس حدیث میں حفظ کی کس قدر تاکید فرمائی ہے کہ اس دل کو ویران گھر ارشاد ہوا ہے۔ جس میں کلام پاک محفوظ نہیں۔ ابو ہریرہ رضی فرماتے ہیں کہ جس گھر میں کلام مجید پڑھا جاتا ہے اسکے اہل و عیال کثیر ہو جاتے ہیں اس میں خیر و برکت بڑھ جاتی ہے، ملائکہ اس میں نازل ہوتے ہیں اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں اور جس گھر میں تلاوت نہیں ہوتی اس میں تنگی اور بے برکتی ہوتی ہے ملائکہ اس گھر سے چلے جاتے ہیں شیاطین اس میں گھس جاتے ہیں۔ ابن مسعود رضی سے منقول ہے اور بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ خالی گھر وہی ہے جس میں تلاوت قرآن شریف نہ ہوتی ہو۔

۱۶ حضرت عائشہ رضی نے حضور اقدس صلی اللہ

۱۷ ذکر و تسبیح وغیرہ کے مقابلہ میں

تلاوت کلام اللہ کی فضیلت

علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ نماز میں قرآن شریف کی تلاوت بغیر نماز کی تلاوت سے افضل ہے اور بغیر نماز کی تلاوت تسبیح و تکبیر سے افضل ہے اور تسبیح صدقہ سے افضل ہے اور صدقہ روزہ سے افضل ہے اور روزہ بچاؤ ہے آگ سے۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ فِي الصَّلَاةِ أَفْضَلُ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ

أَفْضَلُ مِنَ التَّكْبِيرِ وَالتَّسْبِيحِ أَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ وَالصَّدَقَةُ أَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ وَالصَّوْمُ مُجْتَنَبٌ مِنَ النَّارِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ

تلاوت کا اذکار سے افضل ہونا ظاہر ہے اسلئے کہ یہ کلام الہی ہے اور پہلے معلوم ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو اوروں کے کلام پر وہی فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ کو فضیلت ہے مخلوق پر۔ ذکر اللہ کا افضل ہونا صدقہ سے اور روایات میں بھی وارد ہے اور صدقہ کا روزہ سے افضل ہونا جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے، دوسری بعض روایات کے خلاف ہے جن سے روزہ کی فضیلت معلوم ہوتی ہے لیکن یہ احوال

۱۸۔ ایک فارسی کا مقولہ ہے کہ خالی مکان کو جنات گھیر لیتے ہیں ۱۹۔ دل پورے جسم کا بادشاہ ہے اگر ہم نے اسے قرآن کے رنگ میں نہ رنگا تو شیطان خود بخود اس پر اپنا قبضہ جما لے گا اور جب دل پر شیطان کا قبضہ ہو جائے تو پورا جسم شیطان کی مرضی کے مطابق استعمال ہوگا۔

۲۰۔ جیسا کہ علوم صلی اللہ دالہ دار قطنی فی الافراد کمانی الجامع الصغیر۔

کے اعتبار سے مختلف ہے بعض حالتوں میں روزہ افضل ہے اور بعض میں صدقہ، اسطر
لوگوں کے اعتبار سے بھی مختلف ہے، بعض لوگوں کے لئے روزہ افضل ہے اور جبکہ روزہ
آگ سے بچاؤ ہے جس کا درجہ اس روایت میں سبک اخیر میں ہے تو پھر تلاوت کلام اللہ
کا کیا کہنا جو سبک اول ہے۔ صاحب اختیار نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے
کہ جس شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر کلام پاک پڑھا اسکو ہر حرف پر نیکیاں ملیں گی اور
جس شخص نے نماز میں بیٹھ کر پڑھا اسکے لئے پچاس نیکیاں اور جس نے بغیر نماز کے وضو
کے ساتھ پڑھا اس کیلئے پچیس نیکیاں اور جس نے بلا وضو پڑھا اسکے لئے دس نیکیاں،
اور جو شخص پڑھے نہیں بلکہ صرف پڑھنے والے کی طرف کان لگا کر سنے اسکے لئے بھی ہر
حرف کے بدلے ایک نیکی۔

۱۷ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ
گھر واپس آئے تو تین اونٹنیاں حاملہ بڑی اور
موٹی اسکو مل جاویں۔ ہم نے عرض کیا بیشک
(ضرور پسند کرتے ہیں)، حضور نے فرمایا کہ
تین آیتیں جن کو تم میں سے کوئی نماز میں پڑھے
وہ تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹیوں سے افضل ہے،

۱۸ بہترین دولت [عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ رَضِيَ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ حَبِّ أَحَدِكُمْ
إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ أَنْ يَجِدَ فِيهِ
ثَلَاثَ خِلَافَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ قُلْنَا
نَعَمْ قَالَ فَثَلَاثُ آيَاتٍ يَقْرَأُ بِهِنَّ
أَحَدُكُمْ فِي صَلَواتِهِ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ
ثَلَاثِ خِلَافَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اس سے ملتا جلتا مضمون حدیث نمبر ۲ میں گزر چکا ہے۔ اس حدیث شریف میں
چونکہ نماز میں پڑھنے کا ذکر ہے اور وہ بغیر نماز کے پڑھنے سے افضل ہے۔ اسلئے تشبیہ
حاملہ اونٹیوں سے دی گئی۔ اسلئے کہ وہاں بھی دو عبارتیں ہیں، نماز اور تلاوت، ایسے
ہی یہاں بھی دو چیزیں ہیں اونٹنی اور اس کا حمل۔ میں حدیث نمبر ۲ کے فائدہ میں
لکھ چکا ہوں کہ اس قسم کی احادیث سے صرف تشبیہ مراد ہوتی ہے ورنہ ایک آیت کا
بانی اجر ہزار فانی اونٹیوں سے افضل ہے۔

۱۸ ادس ثقفی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
سے نقل کیا ہے کہ کلام اللہ شریف کا حفظ

۱۸ دیکھ کر تلاوت کرنے کی فضیلت
عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

پڑھنا ہزار درجہ ثواب رکھتا ہے اور قرآن پاک میں دیکھ کر پڑھنا دو ہزار تک بڑھ جاتا ہے۔

أَوْسُ الثَّقَفِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرَاءَةُ الرَّجُلِ الْقُرْآنَ فِي غَيْرِ الْمَصْحَفِ أَلْفُ دَرَجَةٍ

وَقِرَاءَتُهُ فِي الْمَصْحَفِ تَضَعُ عَلَى ذَلِكَ إِلَى أَلْفٍ دَرَجَةٍ - (رواہ ابیہقی فی شعب الایمان)

حافظ قرآن کے متعدد فضائل پہلے گزر چکے ہیں، اس حدیث شریف میں جو دیکھ کر پڑھنے کی فضیلت ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ قرآن پاک کے دیکھ کر پڑھنے میں تدبیر اور فکر کے زیادہ ہونے کے علاوہ وہ کئی عبادتوں کا منتظمین ہے۔ قرآن پاک کو دیکھنا، اسکو چھونا وغیرہ وغیرہ اس وجہ سے یہ افضل ہوا چونکہ روایات کا مفہوم مختلف ہے اسی وجہ سے علماء نے اس میں اختلاف فرمایا ہے کہ کلام پاک کا حفظ پڑھنا افضل ہے یا دیکھ کر۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ حدیث بالا کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ اس میں غلط پڑھنے سے امن رہتا ہے، قرآن پاک پر نظر رہتی ہے قرآن شریف کو دیکھ کر پڑھنا افضل ہے۔ دوسری جماعت دوسری روایات کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ حفظ پڑھنا زیادتی خشوع کا سبب ہوتا ہے، ریاضے دور ہوتا ہے اور نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

لہ رواہ الطبرانی فی البکیر کما فی الجامع الصغیر، حافظ ابن کثیر نے فضائل قرآن مثلاً میں حافظ ابو عبیدہ کی کتاب "فضائل القرآن" کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فضل قراءۃ القرآن نظراً علی من یقرؤہ ظہراً کفضل الفریضۃ علی النافلۃ - (یعنی قرآن کریم حفظ پڑھنے کے مقابلہ میں ناظرہ پڑھنے کی فضیلت ایسی ہے جیسے نفل کے مقابلہ میں فرض کی، قال ابن کثیر فی اسنادہ ضعف، وقال السیوطی فی الاتقان ۷۰ امتنا سندہ صحیح ۱۵ دیکھ کر تلاوت کرنے سے اہتمام بڑھ جاتا ہے اور بہت سے آداب پر عمل ہوتا ہے مثلاً وضو نہیں ہوگا تو وضو کرنا پڑے گا لیٹ کر تلاوت نہیں کر سکتا بلکہ بیٹھنا ضروری ہوگا۔ اس اہمیت اور مختلف آداب کی رعایت کی وجہ سے اجر و ثواب بڑھ جانا چاہیے ۱۵ غور کرنے سے اسکی ایک بہت گہری اور لطیف توجیہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ رفتار زمانہ اور لوگوں کی گھٹتی ہوئی قوت حافظ کے پیش نظر یہ توقع تو محقق نہیں کہ لوگ صرف سینہ بسینہ ہی قرآن کریم کی کماحقہ حفاظت کر سکیں گے اور سفینہ کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ دوسری طرف روز بروز بڑھتے ہوئے تمدن کے آثار یہ ظاہر کر رہے تھے کہ علوم کا دار و مدار صفحہ قرطاس پر ہو جائے گا۔ اسلئے حفظ کی ترغیب کے ساتھ ساتھ اس سے بھی زیادہ ترغیب دیکھ کر پڑھنے کی دی گئی، جسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اہل اسلام کو قرآن کے کتابی شکل میں زیادہ سے زیادہ رواج دینے کی طرف توجہ ہو۔ پس گویا اخیر زمانے میں قرآن کریم کو بھی ایک پیشگی انتظام ہے۔ واللہ اعلم۔

کی عادت شریفہ حفظ پڑھنے کی تھی حفظ کو ترجیح دیتی ہے۔ امام نوویؒ نے اس میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ فضیلت آدمیوں کے لحاظ سے مختلف ہے بعض کیلئے دیکھ کر پڑھنا افضل ہے جسکو اس میں تدبیر و تفکر زیادہ حاصل ہوتا ہو۔ اور جسکو حفظ میں تدبیر زیادہ حاصل ہوتا ہو اسکے لئے حفظ پڑھنا افضل ہے۔

حافظؒ نے بھی فتح الباری میں اسی تفصیل کو پسند کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس کثرت تلاوت کی وجہ سے دو کلام مجید پڑھتے تھے۔ عمرو بن میمون نے شرح احیاء میں نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھ کر قرآن شریف کھولے اور بقدر شواہد آیت کے پڑھ لے تمام اہل دنیا کی بقدر اس کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ قرآن شریف کا دیکھ کر پڑھنا نگاہ کیلئے مفید بتلایا جاتا ہے۔ ابو عبیدہ نے حدیث مسلسل نقل کی ہے جس میں ہر راوی نے کہا ہے کہ مجھے آنکھوں کی شکایت تھی تو اُستاد نے قرآن شریف دیکھ کر پڑھنے کو بتلایا، حضرت امام شافعی صاحب بسا اوقات عشاء کے بعد قرآن شریف کھولتے تھے اور صبح کی نماز کے وقت بند کرتے تھے۔

④ عبداللہ بن عمرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگتا ہے۔ پوچھا گیا کہ حضور انکی صفائی کی کیا صورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ موت کو اکثر یاد کرنا اور قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔

⑤ دلوں کے زنگ کی صفائی
تلاوت کلام اللہ سے

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذِهِ الْقُلُوبُ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيدُ إِذَا أَصَابَهُ الْمَاءُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا جَلَّاهَا قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ رَدَّاهُ انْبِيَهُ قِي فِي شَعْبِ الْإِيْمَانِ

یعنی گناہوں کی کثرت اور اللہ جل شانہ کی یاد سے غفلت کی وجہ سے دلوں پر بھی زنگ لگ جاتا ہے اور کلام پاک کی تلاوت اور موت کی یاد ان کیلئے صیقل کا کام دیتی ہے۔ دل کی مثال ایک آئینہ کی سی ہے جس قدر وہ دھندلا ہوگا معرفت کا انعکاس اس میں کم ہوگا اور جس قدر صاف اور شفاف ہوگا اسی قدر اس میں معرفت کا

۱۔ حافظ ابن کثیر نے فضائل قرآن میں ۳۱ میں لکھا ہے کہ جس کے لئے دونوں برابر ہوں اسکے لئے دیکھ کر ہی پڑھنا بہتر ہے
۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۸۹ لکھ کذا فی النسخ والاصواب علی الظاہر ہے لکھ خود احیاء العلوم میں
۳۔ پر موجود ہے لکھ بسند ضعیف قالہ العراقی ج ۱ ص ۲۲۵ لکھ تمام نسخوں میں یہاں دیا ہے "تھا مگر بظاہر"

انعکاس واضح ہوگا۔ اسی لئے آدمی جس قدر معاصی شہوانیہ یا شیطانیہ میں مبتلا ہوگا اس قدر معرفت سے دور ہوگا اور اسی آئینہ کے صاف کرنے کے لئے مشائخ سلوک ریاضت و مجاہدات اذکار و اشغال تلقین فرماتے ہیں۔ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اسکے قلب میں پڑ جاتا ہے۔ اگر وہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو وہ نقطہ زایل ہو جاتا ہے اور اگر دوسرا گناہ کر لیتا ہے تو دوسرا نقطہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر گناہوں میں بڑھتا رہتا ہے تو شدہ شدہ ان نقطوں کی کثرت سے دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے پھر اس قلب میں خیر کی طرف رغبت ہی نہیں رہتی۔ بلکہ شر ہی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اللہمَّ احْفَظْنَا مِنْهَا۔

اسی کی طرف قرآن پاک کی اس آیت میں اشارہ ہے کَلَّا بَلْ عَصَوْنَا رَانَ عَلٰی قُلُوبِهِمْ مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ۔ (بیشک اُنکے قلوب پر زنگ جمادیا اُنکی بد اعمالیوں نے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دُعا عظمیٰ چھوڑنا ہوا ایک بولنے والا دوسرا خاموش بولنے والا قرآن شریف ہے اور خاموش موت کی یاد، حضور کا ارشاد سرائیکھوں پر، مگر دعا عظمیٰ تو اسکے لئے ہو جو نصیحت قبول کرے، نصیحت کی ضرورت سمجھے، جہاں بسرے سے دین ہی بیکار ہو، ترقی کی راہ میں مانع ہو، وہاں نصیحت کی ضرورت کسے اور نصیحت کریگی کیا۔ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ پہلے لوگ قرآن شریف کو اللہ کا فرمان سمجھتے تھے رات بھر اس میں غور و تدبیر کرتے تھے اور دن کو اس پر عمل کرتے تھے اور تم لوگ اُسکے حروف اور زبر زیر تو بہت درست کرتے ہو مگر اس کو فرمان شاہی نہیں سمجھتے، اس میں غور و تدبیر نہیں کرتے،

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ شَرَفًا يَتَّبَاهُونَ بِهِ دَارَ بَهَاءٍ أُمَّتِي وَشَرَفَهَا الْقُرْآنُ۔ (رواہ ابونعیم فی الحلیۃ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتی ہیں کہ ہر چیز کیلئے کوئی شرافت و افتخار ہوا کرتا ہے جس سے وہ تفاخر کیا کرتا ہے۔ میری اُمت کی رونق اور افتخار قرآن شریف ہے،

یعنی لوگ اپنے آباد و اجداد سے، خاندان سے اور اسی طرح بہت سی چیزوں سے اپنی شرافت و بڑائی ظاہر کیا کرتے ہیں میری اُمت کیلئے ذریعہ افتخار کلام اللہ شریف ہے۔

کہ اسکے پڑھنے سے، اسکے یاد کرنے سے، اسکے پڑھانے سے، اس پر عمل کرنے سے، غرض
 اسکی ہر چیز قابل افتخار ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ محبوب کا کلام ہے آقا کا فرمان ہے۔ دنیا
 کا کوئی بڑے سے بڑا شرف بھی اسکے برابر نہیں ہو سکتا، نیز دنیا کے جس قدر کمالات ہیں وہ
 آج نہیں توکل زائل ہوئیوں اسے میں لیکن کلام پاک کا شرف و کمال دائمی ہے کبھی ختم ہونے والا
 نہیں ہے۔ قرآن شریف کے چھوٹے چھوٹے اوصاف بھی ایسے ہیں کہ افتخار کیلئے انہیں کل
 ہر ایک کافی ہے چہ جائیکہ اس میں وہ سب اوصاف کامل طور پر پائے جاتے ہیں مثلاً
 اسکی حسن تالیف، حسن سیاق، الفاظ کا تناسب، کلام کا ارتباط، گذشتہ اور آئندہ واقعات
 کی اطلاع، لوگوں کے متعلق ایسے طعن کہ وہ اگر اسکی تکذیب بھی کرنا چاہیں تو نہ کر سکیں جیسے
 کہ یہود کا باوجود ادعائے محبت کے موت کی تمنا نہ کر سکتا، نیز سننے والے کا اس سے متاثر
 ہونا، پڑھنے والے کا بھی نہ اکتانا، حالانکہ ہر کلام خواہ وہ کتنا ہی دل کو پیارا معلوم ہوتا
 ہو، مجنون بنا دینے والے محبوب کا خط ہی کیوں نہ ہو، دن میں دس دفعہ پڑھنے سے دل
 نہ اکتائے تو بیس دفعہ سے اکتا جائیگا، بیس دفعہ سے نہ سہی چالیس دفعہ سے اکتا جائیگا، بہر حال اکتا جائیگا
 پھر اکتا جائیگا۔ مگر کلام پاک کا کوئی عیب یا کمی نہ ہو، دو سو مرتبہ پڑھیے، چار سو مرتبہ پڑھیے، عمر بھر
 پڑھتے رہیے کبھی نہ اکتا جائیگا۔ اگر کوئی عارض پیش آجائے تو وہ خود عارضی ہوگا اور جلد
 زائل ہو جائے والا جتنی کثرت کیجئے اتنی ہی طراوت اور لذت میں اضافہ ہوگا وغیرہ وغیرہ،
 یہ امور ایسے ہیں کہ اگر کسی کے کلام میں ان میں سے ایک بھی پایا جاوے خواہ پورے طور
 سے نہ ہو تو اس پر افتخار کیا جاتا ہے پھر جبکہ کسی کلام میں یہ سب کچھ سب امور علیٰ کمال
 پائے جاتے ہوں تو اس سے کتنا افتخار ہوگا۔ اسکے بعد ایک لمحہ ہمیں اپنی حالت پر بھی غور
 کرنا ہے۔ ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جنکو اپنے حافظ قرآن ہونے پر فخر ہے یا ہماری نگاہ
 میں کسی کا حافظ قرآن ہونا باعث شرف ہے۔ ہماری شرافت، ہمارا افتخار اونچی دخی
 دیگر لوں سے، بڑے بڑے القاب سے دیوی جاہ و جلال اور مریکے بعد چھوٹ جائیوں انے
 مال و متاع سے ہے۔ فالی اللہ المشتکی۔

۱۱ حضرت ابو ذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا
 رَسُولَ اللَّهِ أَوْصِنِي قَالَ عَلَيْكَ

۱۲ یعنی اگر کسی وقت آدمی سستی یا تھکن کی وجہ سے اکتا بھی جائے تو یہ اثر جب ختم ہو جائیگا قرآن کریم میں
 پھر وہی تازگی محسوس ہوگی۔

يَتَقَوَّى اللّٰهُ فَاِنَّهٗ رَأْسُ الْاَمْرِ
كُلِّهٖ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زِدْنِي
قَالَ عَلَيَّكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ
فَاِنَّهٗ نُوْرٌ لَّكَ فِي الْاَسْمَانِ وَ
ذُخْرٌ لَّكَ فِي السَّمَاءِ۔ (رد الواعظ ابن
حبان فی صحیحہ فی حدیث طویل)

کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ حضور نے فرمایا
تقویٰ کا اہتمام کرو کہ تمام امور کی جڑ ہے
میں نے عرض کیا کہ اسکے ساتھ کچھ اور بھی
ارشاد فرمادیں تو حضور نے فرمایا کہ تلاوت
قرآن کا اہتمام کرو کہ دنیا میں یہ نور ہے
اور آخرت میں ذخیرہ۔

تقویٰ حقیقتہً تمام امور کی جڑ ہے جس دل میں اللہ کا ڈر پیدا ہو جاوے اُس سے
پھر کوئی بھی مصیبت نہیں ہوتی اور نہ پھر اسکو کسی قسم کی تنگی پیش آتی ہے۔ وَمَنْ يَتَّقِ
اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ رَجُوْ شَخْصٌ تَقْوٰی حَاسِلٌ كَرِی
تو حق تعالیٰ شانہ اسکے لئے ہر ضیق میں کوئی راستہ نکال دیتے ہیں اور اس طرح اسکو روزی پہنچاتے
ہیں جس کا اسکو گمان بھی نہیں ہوتا۔

تلاوت کا نور ہونا پہلی روایات سے بھی معلوم ہو چکا۔ شرح احیاء میں معرفۃ ابو نعیم
سے نقل کیا ہے کہ حضرت باسط نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ذکر کیا کہ
جن گھروں میں کلام پاک کی تلاوت کی جاتی ہے وہ مکانات آسمان والوں کیلئے ایسے
چمکتے ہیں جیسا کہ زمین والوں کیلئے آسمان پر ستارے، یہ حدیث ترغیب وغیرہ میں اتنی
ہی نقل کی گئی یہ مختصر ہے اصل روایت بہت طویل ہے جسکو ابن حبان وغیرہ سے ملا علی
قاری نے مفصل اور سیوطی نے کچھ مختصر نقل کیا ہے۔ اگرچہ ہمارے رسالہ کے مناسب
اتنا ہی جزو ہے جو اوپر گزر چکا، مگر چونکہ پوری حدیث بہت سے ضروری اور مفید
مضامین پر مشتمل ہے۔ اسلئے تمام حدیث کا مطلب نقل کیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہے:-
ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حق تعالیٰ شانہ
نے کُل کتابیں کس قدر نازل فرمائی ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سو صحائف اور چار کتابیں
پچاس صحیفے حضرت شیت علیہ السلام پر اور تیس صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام پر اور
دس صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور دس صحیفے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر
تورات سے پہلے اور ان کے علاوہ چار کتابیں توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن شریف
نازل فرمائی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا چیز

لے کہانی الترغیب ج ۲ ص ۲۹۵ حافظ ابو نعیم اصبہانی کی ایک مشہور کتاب کتاب المعرفۃ۔

تھی۔ ارشاد فرمایا کہ وہ سب ضرب المثلیں تھیں مثلاً او تسلط و مغرور بادشاہ میں نے
تجھ کو اسلئے نہیں بھیجا تھا کہ تو پیسہ پر پیسہ جمع کرتا رہے میں نے تجھے اسلئے بھیجا تھا کہ
مجھ تک مظلوم کی فریاد نہ پہنچنے دے تو پہلے ہی اس کا انتظام کر دے اسلئے کہ میں مظلوم
کی فریاد کو رد نہیں کرتا اگرچہ فریادی کافر ہی کیوں نہ ہو۔ بندہ ناچیز کہتا ہے کہ حضور اکرم
جب اپنے صحابہ کو امیر اور حاکم بنا کر بھیجا کرتے تھے تو منجملہ اور نصائح کے اسکو بھی اہتمام
سے فرمایا کرتے تھے **وَإِنَّ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ قَائِمَةٌ لَيْسَ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ** کہ
مظلوم کی بددعا سے بچنا اسلئے کہ اس کے اور اللہ جل شانہ کے درمیان میں حجاب
اور واسطہ نہیں ہے۔ **بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن**

اجابت از در حق بہر استقبال می آید

نیز ان صحیفوں میں یہ بھی تھا کہ عاقل کے لئے ضروری ہے جب تک کہ وہ مغلوب العقل ہو جائے
کہ اپنے تمام اوقات کو تین حصوں پر منقسم کرے، ایک حصہ میں اپنے رب کی عبادت
کرے اور ایک حصہ میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور سوچے کہ کتنے کام اچھے کئے اور
کتنے بُرے۔ اور ایک حصہ کو نسب حلال میں خرچ کرے عاقل پر یہ بھی ضروری ہے کہ
اپنے اوقات کی نگہبانی کرے۔ اپنے حالات کی درستگی کے فکر میں رہے۔ اپنی زبان کی فضول
گوئی اور بے نفع گفتگو سے حفاظت کرے۔ جو شخص اپنے کلام کا محاسبہ کرتا رہے گا،
اسکی زبان بے فائدہ کلام میں کم چلے گی۔ عاقل کیلئے ضرور ہے کہ تین چیزوں کے علاوہ
سفر نہ کرے، یا آخرت کیلئے توشہ مقصود ہو یا کچھ فکر معاش ہو یا تفریح بشرطیکہ مباح ہو
میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا چیز تھی، ارشاد
فرمایا کہ سب کی سب عبرت کی باتیں تھیں مثلاً میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ جسکو
موت کا یقین ہو پھر کسی بات پر خوش ہو داسلئے کہ جب کسی شخص کو مثلاً یہ یقین ہو جاوے
کہ مجھے پھانسی کا حکم ہو چکا عنقریب سولی پر چڑھنا ہے پھر وہ کسی چیز سے خوش نہیں ہو سکتا
میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ اسکو موت کا یقین ہے پھر وہ ہنستا ہے۔ میں تعجب
کرتا ہوں اس شخص پر جو دنیا کے حوادث، تغیرات، انقلابات ہر وقت دیکھتا ہے پھر دنیا
پر اطمینان کر لیتا ہے، میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ جسکو تقدیر کا یقین ہے پھر رنج

لے یعنی انسانوں کی ضرورتیں بروقت پوری کر دی جائیں تاکہ وہ خدا کی جناب میں فریاد کرنے پر مجبور نہ ہوں۔

تد یعنی جب تک وہ ہوش حواس میں ہے عہ مطلب یہ ہے کہ مظلوم کی آہ اور بددعا سے ڈرنا چاہیے کیونکہ

۱۴۱۱ھ کے وقت خدا کا حکم سے قبولیت دعا کا استقبال کرتی ہے۔

و مشقت میں مبتلا ہوتا ہے، میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر جسکو عنقریب حساب کا یقین ہے پھر نیک اعمال نہیں کرتا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے اول تقویٰ کی وصیت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یہ تمام امور کی بنیاد اور جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور بھی اضافہ فرمادیجئے، ارشاد ہوا کہ تلاوت قرآن اور ذکر اللہ کا اہتمام کر، کہ یہ دنیا میں نور ہے اور آسمان میں ذخیرہ ہے۔ میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ زیادہ ہنسی سے احتراز کرو کہ اس سے دل مرجاتا ہے اور چہرہ کی رونق جاتی رہتی ہے (یعنی ظاہر و باطن دونوں کو نقصان پہنچا دینے والی چیز ہے)۔ میں نے اور اضافہ کی درخواست کی تو ارشاد ہوا کہ جہاد کا اہتمام کر، کہ میری امت کیلئے یہی رہبانیت ہے دراہب پہلی امتوں میں وہ لوگ کہلاتے تھے کہ جو دنیا کے سب تعلقات منقطع کر کے اللہ والے بن جاویں، میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ فقراء مساکین کے ساتھ میل جول رکھ انکو دوست بنا انکے پاس بیٹھا کر۔ میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ اپنے سے کم درجہ والے پر نگاہ رکھا کر دتا کہ شکر کی عادت ہو، اپنے سے اوپر کے درجہ والوں کو مت دیکھ، مبادا اللہ کی نعمتوں کی جو تجھ پر ہیں تحقیر کرنے لگے۔ میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ تجھے اپنے عیوب لوگوں پر حرف گیری سے روکیں اور انکے عیوب پر اطلاع کی کوشش مت کر کہ تو ان میں خود مبتلا ہے تجھے عیب لگانے کیلئے کافی ہے کہ تو لوگوں میں ایسے عیب پہچانے جو تجھ میں خود موجود ہیں اور تو ان سے بے خبر ہے اور ایسی باتیں ان میں پکڑے جنکو تو خود کرتا ہے۔ پھر حضور نے اپنا دست شفقت میرے سینہ پر مار کر ارشاد فرمایا کہ ابوذر تدبیر کی برابر کوئی عقلمندی نہیں اور ناجائز امور سے بچنے کی برابر تقویٰ نہیں۔ اور خوش خلقی سے بڑھکر کوئی شرافت نہیں ہے۔ اس میں خلاصہ اور مطلب کا زیادہ لحاظ کیا گیا۔ تمام الفاظ کے ترجمہ کا لحاظ نہیں کیا گیا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَيَتَدَارَسُونَ بَيْنَهُمْ

ابو ہریرہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں مجتمع ہو کر تلاوت کلام پاک اور اسکا دور نہیں کرتی مگر ان پر

۱۔ یعنی رنج و مشقت سے غمگین ہوتا ہے ۲۔ یعنی اپنے عیوب اور برائیوں کا احساس۔
۳۔ یہ تقریباً پونے دو صفحے کی حدیث کا خلاصہ پورا ہو گیا۔

إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَقَّتْ لَهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَكَ۔

سکینہ نازل ہوتی ہے اور رحمت اُن کو ڈھانپ لیتی ہے ملائکہ رحمت اُنکو گھیر لیتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہ اُن کا ذکر ملائکہ کی مجلس میں فرماتے ہیں۔

(رواہ مسلم و ابوداؤد)

اس حدیث شریف میں مکاتیب اور مدرسوں کی خاص فضیلت ذکر فرمائی گئی جو بہت سی انواع اکرام کو شامل ہے ان میں سے ہر ہر اکرام ایسا ہے کہ جس کے حاصل کرنے میں اگر کوئی شخص اپنی تمام عمر خرچ کر دے تب بھی ارزاں ہے۔ پھر چہ جائیکہ ایسے ایسے متعدد انعامات فرمائے جائیں بالخصوص آخری فضیلت آقا کے دربار میں ذکر محبوب کی مجلس میں یا دایک ایسی نعمت ہے جس کا مقابلہ کوئی چیز بھی نہیں کر سکتی۔

سکینہ کا نازل ہونا متعدد روایات میں وارد ہوا ہے۔ اس کے مصداق میں مشائخ حدیث کے چند قول ہیں۔ لیکن ان میں کوئی ایسا اختلاف نہیں کہ جس سے آپس میں کچھ تعارض ہو بلکہ سب کا مجموعہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سکینہ کی تفسیر یہ نقل کی گئی کہ وہ ایک خاص ہوا ہے جس کا چہرہ انسان کے چہرہ جیسا ہوتا ہے۔ علامہ سبکی سے نقل کیا گیا کہ وہ جنت کے ایک طشت کا نام ہے جو سونے کا ہوتا ہے اس میں انبیاء کے قلوب کو غسل دیا جاتا ہے بعض نے کہا ہے کہ یہ خاص رحمت ہے، طبری نے اسکو پسند کیا ہے کہ اس کو قلب مراد ہے، بعض نے کہا ہے کہ طمانیت مراد ہے، بعض نے اکی تفسیر وقار سے کی ہے تو کسی نے ملائکہ سے بعض نے اور بھی اقوال کہے ہیں، حافظ کی رائے فتح الباری میں یہ ہے کہ سکینہ کا اطلاق سب پر آتا ہے، نووی کی رائے ہے کہ یہ کوئی ایسی چیز ہے جو جامع ہے طمانیت رحمت وغیرہ کو اور ملائکہ کیسا نازل ہوتی ہے۔ کلام اللہ شریف میں ارشاد ہے فَانْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ دوسری جگہ ارشاد ہے هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ ایک جگہ ارشاد ہے فِيهَا سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ غرض متعدد آیات میں اس کا ذکر ہے اور احادیث میں متعدد روایات میں اس کی بشارت فرمائی گئی ہے۔ احیاء میں نقل کیا ہے کہ ابن ثوبان رضی اللہ عنہ نے اپنے کسی عزیز سے اسکی ساتھ افطار کا وعدہ کیا، مگر دوسرے روز صبح کے وقت پہنچے انھوں نے شکایت کی تو کہا کہ اگر میرا تم سے وعدہ نہ ہوتا تو ہرگز نہ بتاتا کہ کیا مانع پیش آیا۔ مجھے اتفاقاً دیر ہو گئی تھی حتیٰ کہ عشاء کی نماز کا وقت آ گیا خیال ہوا کہ وتر

لے احیاء العلوم مؤلفہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ۔

بھی ساتھ ہی پڑھ لوں کہ موت کا اطمینان نہیں کبھی رات میں مرجاؤں اور وہ ذمہ پر باقی رہ جاویں۔ میں دعا قنوت پڑھ رہا تھا کہ مجھے جنت کا ایک سبز باغ نظر آیا جس میں ہر نوع کے پھول وغیرہ تھے۔ اسکے دیکھنے میں ایسا مشغول ہوا کہ صبح ہو گئی۔ اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں جو بزرگوں کے حالات میں درج ہیں، لیکن انکا اظہار اس وقت ہوتا ہے جب ماسوا سے انقطاع ہو جاوے اور اسی جانب توجہ کامل ہو جاوے۔

لائکہ کا ڈھانکنا بھی متعدد روایات میں وارد ہوا ہے۔ اسید بن حضیرؓ کا مفصل فقہ کتب حدیث میں آتا ہے کہ انھوں نے تلاوت کرتے ہوئے اپنے اوپر ایک ابرسا چھایا ہوا محسوس کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ لائکہ تھے جو قرآن شریف سننے کیلئے آئے تھے۔ لائکہ اثر دہام کی وجہ سے ابرسا معلوم ہوتے تھے۔ ایک صحابی کو ایک مرتبہ ابرسا محسوس ہوا تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ سکیہ تھا۔ یعنی رحمت جو قرآن شریف کی وجہ سے نازل ہوئی تھی۔ مسلم شریف میں یہ حدیث زیادہ مفصل آئی ہے۔ ہمیں اور بھی مضامین ہیں۔ اخیر میں ایک جملہ یہ بھی زیادہ ہے مَنْ بَطَّأ بِهَا خَمَلًا لَّهِ يَسْرَعُ بِهَا نَسَبًا رَجَسَ شَخْصًا كَوْأَسْكَ بُرَّ أَعْمَالٍ رَحْمَتٍ سَ دُورٍ كَرِيٍّ اسکا عالی نسب ہونا اونچے خاندان کا ہونا رحمت سے قریب نہیں کر سکتا، ایک شخص جو پشانی شریف النسب ہے مگر فسق و فجور میں مبتلا ہے وہ اللہ کے نزدیک اس رذیل اور کم ذات مسلمان کی برابری کسی طرح بھی نہیں کر سکتا جو متقی پر ہیزگار ہے۔ اِنْ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اتَّقَاكُمْ ۝

۱۲ ابو ذرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تم لوگ اللہ جل شانہ کی طرف رجوع اور اسکے یہاں تقرب اس چیز سے بڑھ کر کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتے جو خود حق سبحانہ سے نکلی ہے یعنی کلام پاک۔

۱۳ خدا کے قریب ہونے کا بہترین ذریعہ قرآن مجید ہے
عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ لَا تَرْجِعُونَ اِلَى اللّٰهِ بِشَيْءٍ اَفْضَلَ مِنْ تَخْرُجَ مِنْهُ يَعْزِي الْقُرْآنَ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَصَحَّحَ

ابوداؤد فی مراسیلہ عن جابر بن نفیر والترمذی عن ابی امامۃ بمعناہ ۵۴

۱۴ سورہ حجرات آیت ۱۲ (ترجمہ) اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ باعزت وہی ہے جو پرہیزگاری میں سب سے بڑھا ہوا ہے ۵۵ وفی الجامع الصغیر رواہ احمد فی الزہد والترمذی عن جابر بن نفیر مرسلہ والحاکم عن جابر بن نفیر عن ابی ذرؓ۔

متعدد روایات سے یہ مضمون ثابت ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کے دربار میں کلام پاک سے بڑھ کر تقرب کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتا۔ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہ کی خواب میں زیارت کی تو پوچھا کہ سب سے بہتر چیز جس سے آپ کے دربار میں تقرب ہو کیا چیز ہے۔ ارشاد ہوا کہ "احمد میرا کلام ہے" میں نے عرض کیا کہ سمجھ کر یا بلا سمجھے۔ ارشاد ہوا کہ "سمجھ کر پڑھے یا بلا سمجھے دونوں طرح موجب تقرب ہے" اس حدیث شریف کی توضیح اور تلاوت کلام پاک کا سب سے بہتر طریقہ تقرب ہو۔ نے کی تشریح حضرت اقدس بقیۃ السلف حجۃ المخلف مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہ کی تفسیر سے مستنبط ہوتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سلوک الی اللہ یعنی مرتبہ احسان حق سبحانہ و تقدس کی حضوری کا نام ہے جو تین طریقوں سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اول تصور جس کو عرف شرع میں تفکر و تدبر سے تعبیر کرتے ہیں اور صوفیہ کے یہاں مراقبہ ہے۔ دوسرا ذکر لسانی اور تیسرا تلاوت کلام پاک۔ سب سے اول طریقہ بھی چونکہ ذکر قلبی ہے اس لئے دراصل طریقہ دوسری ہیں، اول ذکر عام ہے کہ زبانی ہو یا قلبی، دوسرے تلاوت۔ موجس لفظ کا اطلاق حق سبحانہ و تقدس پر ہو گا اور اس کو بار بار دہرایا جاوے گا جو ذکر کا حاصل ہے تو مدد کے اُس ذات کی طرف توجہ اور التفات کا سبب ہو گا اور گویا وہ ذات مستحضر ہوگی اور استحضار کے دوام کا نام معیت ہے جس کو اس حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے لا یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتیٰ احببته فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویداکہ الذی یبطش بہا (الحديث) ترجمہ :- حق سبحانہ و تقدس کا ارشاد ہے کہ بندہ نفل عبادتوں کے ساتھ میرے ساتھ تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں بھی اس کو محبوب بنا لیتا ہوں حتیٰ کہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ جس سے وہ کسی چیز کو پکڑتا ہے اور پاؤں جس سے وہ چلتا ہے۔ یعنی جبکہ بندہ کثرت عبادت سے حق تعالیٰ شانہ کا مقرب بن جاتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس کے اعضاء کے محافظ بن جاتے ہیں اور آنکھ کان وغیرہ سب مرضی آقا کے تابع ہوجاتے ہیں اور نفل عبادات کی کثرت اس لئے ارشاد فرمائی کہ فرائض متعینہ ہیں جن میں کثرت نہیں ہوتی اور اسکے لئے ضرورت ہے دوام استحضار کی جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا۔ لیکن تقرب کا یہ طریقہ صرف اسی محبوب کی پاک ذات کیلئے ہے اگر کوئی چاہے کہ کسی

دوسرے کے نام کی تسبیح پڑھکر اس سے تقرب حاصل کر لے تو یہ ممکن نہیں۔ اس وجہ سے کہ اس قسم کے تقرب میں جس کی طرف تقرب ہو اسمیں دو بات کا پایا جانا ضروری ہے۔ اول یہ کہ اس کا علم محیط ہو ذاکرین کے قلبی اور زبانی اذکار کو۔ اگرچہ وہ مختلف زمانوں اور مختلف اوقات میں ذکر کریں۔ دوسرے یہ کہ ذکر کرنیوالے کے مدد کہ میں تجلی اور اس کے پُر کر دینے کی قدرت ہو جسکو عرف میں دُنو اور تدلی نزول اور قرب سے تعبیر کرتے ہیں، یہ دونوں باتیں چونکہ اسی مطلوب میں پائی جاتی ہیں اسلئے طریقہ بالا سے اقرب بھی اسی پاک ذات سے حاصل ہو سکتا ہے اور اسی کی طرف اس حدیث قدسی میں اشارہ ہے جس میں ارشاد ہے مَنْ تَقَرَّبَ إِلَىَّ شَبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا الْحَدِيثُ ترجمہ جو شخص میری طرف ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو شخص میری طرف ایک ہاتھ آتا ہے میں اس کی طرف ایک باع آتا ہوں۔ یعنی دونوں ہاتھوں کی لمبائی کے بقدر اور جو شخص میری طرف معمولی رفتار سے آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔ یہ سب تشبیہات سمجھانے کیلئے ہیں ورنہ حق سبحانہ و تقدس چلنا پھرنا سب سے مبرا ہیں مقصود یہ ہے کہ حق سبحانہ و تقدس اپنے یاد کرنے اور ڈھونڈنے والوں کی طرف انکی طلب اور سعی سے زیادہ توجہ اور نزول فرماتے ہیں۔ اور کیوں نہ فرماویں کہ کریم کے کرم کا مقتضائ یہی ہے۔ پس جبکہ یاد کرنے والوں کی طرف سے یاد کرنے میں دوام ہوتا ہے تو پاک آقا کی طرف سے توجہ اور نزول میں دوام ہوتا ہے۔ کلام الہی چونکہ سراسر ذکر ہے اور اسکی کوئی آیت ذکر و توجہ الی اللہ سے خالی نہیں اسلئے یہی بات اسمیں بھی پائی جاتی ہے۔ مگر اسمیں ایک خصوصیت زیادہ ہے جو زیادتی تقرب کا سبب ہے وہ یہ کہ ہر کلام متکلم کی صفات و اثرات اپنے اندر لئے ہوئے ہوا کرتا ہے اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ فساد و فجار کے اشعار کا ورد رکھنے سے اسکے اثرات پائے جاتے ہیں اور اتقیا کے اشعار سے انکے ثمرات پیدا ہوتے ہیں اسی وجہ سے منطق فلسفہ میں غلو سے نخوت و کبر پیدا ہوتا ہے اور حدیث کی کثرت مزاولت سے تواضع پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فارسی اور انگریزی نفس زبان ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ لیکن مصنفین جنکی کتب پڑھائی جاتی ہیں انکے اختلاف اثرات

۱۔ حدیث من تقرب منی شبرا تقربت منه ذراعا الْحَدِيثُ رواہ مسلم عن ابی ذر رحمہ۔
۲۔ اتقیا جمع ہے تقی کی یعنی پرہیزگار متقی لوگ۔

سے ثمرات میں بھی اختلاف ہوتا ہے بالجملہ چونکہ کلام میں ہمیشہ مستحکم کے تاثرات پائے جاتے ہیں اسلئے کلام الہی کے تکرار و رد کرنے سے اس کے مستحکم کے اثرات بھی پیدا ہونا اور ان سے طبعاً مناسبت پیدا ہو جانا یقینی ہے۔ نیز ہر مصنف کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص اس کی تالیف کا اہتمام کیا کرتا ہے تو فطرۃً اس کی طرف التفات اور توجہ ہوا کرتی ہے اسلئے حق تعالیٰ شانہ کے کلام کا ورد رکھنے والے کی طرف حق سبحانہ و تقدس کی زیادتی توجہ بھی بدیہی اور یقینی ہے جو زیادتی قرب کا سبب ہوتی ہے۔ آقائے کریم اپنے کرم سے مجھے بھی اس لطف سے نوازیں اور تمہیں بھی۔

۲۲ انس رضی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کیلئے لوگوں میں سے بعض لوگ خاص گھر کے لوگ ہیں۔ صحابہ رضی نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ فرمایا کہ قرآن شریف والے کہ وہ اللہ کے اہل ہیں اور خواص۔

۲۳ تلاوتِ قرآن کرنے والے اللہ کے خاص لوگ ہیں،

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلَّهِ أَهْلِينَ مِنَ النَّاسِ قَالُوا مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَهْلُ الْقُرْآنِ هُمْ أَهْلُ اللَّهِ وَخَاصَّتُهُمْ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالْحَاكِمُ وَاحْمَدُ

قرآن والے وہ لوگ ہیں جو ہر وقت کلام پاک میں مشغول رہتے ہوں اس کی ساتھ خصوصیت رکھتے ہوں، انکا اللہ کے اہل اور خواص ہونا ظاہر ہے۔ اور گزشتہ مضمون کے واضح ہو گیا کہ جب یہ ہر وقت کلام پاک میں مشغول رہتے ہیں تو الطافِ باری بھی ہر وقت ان کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور جو لوگ ہر وقت کے پاس رہنے والے ہوتے ہیں وہ اہل اور خواص ہوتے ہی ہیں۔ کس قدر بڑی فضیلت ہے کہ ذرا سی محنت و مشقت سے اللہ والے بنتے ہیں، اللہ کے اہل شمار کئے جاتے ہیں اور اس کے خواص ہونیکا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔

دُنیوی دربار میں صرف داخلہ کی اجازت کے لئے، ممبروں میں صرف شمول کیلئے کس قدر جانی اور مالی قربانی کی جاتی ہے، و وٹروں کے سامنے خوشامد کرنی پڑتی ہے،

لے یعنی جو بھی کتاب پڑھی جائے گی ضروری ہے کہ اس کے ذہن، خیالات وغیرہ کا کچھ نہ کچھ اثر پڑے۔
تہ قال العرائی رواہ النسائی فی الکبریٰ وابن ماجہ والحاکم من حدیث انس باسناد حسن رحمہ۔

ذلتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور اس سب کو کام سمجھا جاتا ہے لیکن قرآن شریف کی محنت کو بیکار سمجھا جاتا ہے۔ بسیں تفاوت راہ از کجاست تا بجایا۔

۲۵) اچھی آواز میں تلاوت اَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَذِنَ اللَّهُ لِشَيْءٍ مَا اَذِنَ لِذَنِّي يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ۔

(رداء البخاری و مسلم)

۲۵) ابو ہریرہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ حق سبحانہ اتنا کسی کی طرف توجہ نہیں فرماتے جتنا کہ اس نبی کی آواز کو توجہ سے سنتے ہیں جو کلام الہی خوش الحانی سے پڑھتا ہو۔

پہلے معلوم ہو چکا کہ حق تعالیٰ شانہ اپنے کلام کی طرف خصوصیت سے توجہ فرماتے ہیں۔ پڑھنے والوں میں انبیاء چونکہ آداب تلاوت کو بجا لہ ادا کرتے ہیں اسلئے انکی طرف اور زیادہ توجہ ہونا بھی ظاہر ہے۔ پھر جبکہ حسن آواز اسکی ساتھ ملجاوے تو سونے پر سہاگہ ہے جتنی بھی توجہ ہو ظاہر ہے اور انبیاء کے بعد الافضل فالافضل حسب حیثیت پڑھنے والے کی طرف توجہ ہوتی ہے۔

۲۶) اللہ تعالیٰ کا کان لگا کر تلاوت سننا



۲۶) فضالہ ابن عبید نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ قاری کی آواز کی طرف اس شخص سے زیادہ کان لگاتے ہیں جو اپنی گانے والی باندی کا گانا سن رہا ہو۔

عَنْ فَضَالَةَ ابْنِ عُبَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُ أَشَدُّ اذُنًا اِلَى قَارِي الْقُرْآنِ مِنْ صَاحِبِ الْقَيْنَةِ رَوَاهُ ابْنُ جُمَا وَابْنُ حَبَّانٍ وَالحاكم كذا في شرح الاحياء قلت وقال الحاكم صحيح على شرطهما وقال الذهبي منقطع

گانے کی آواز کی طرف فطرۃ اور طبعاً توجہ ہوتی ہے مگر شرعی روک کی وجہ سے دیندار لوگ ادھر متوجہ نہیں ہوتے۔ لیکن گانے والی اپنی مملوکہ ہو تو اُسکے گانا سننے میں کوئی شرعی نقص بھی نہیں اسلئے اس طرف کامل توجہ ہوتی ہے۔ البتہ کلام پاک میں یہ ضروری ہے کہ گانے کی آواز میں نہ پڑھا جائے۔ احادیث میں اسکی ممانعت آئی ہے

یعنی انبیاء کے بعد وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد کے درجہ کے ہیں اور اس طرح جو عمل کے لحاظ سے جتنا انبیاء قریب تر ہوگا اتنا ہی خدا کی توجہ کا مستحق ہوگا لہذا فی صحیح و احمد و بیہقی تہ قالہ العراقی فی تخریج الاخبار متفق۔

ایک حدیث میں ہے ایا کم ولحون اهل العشق والحديث، یعنی اس سے بچو کہ جس طرح عاشق غزلوں کو آواز بنا بنا کر موسیقی قوانین پر پڑھتے ہیں اس طرح مت پڑھو مشائخ نے لکھا ہے کہ اس طرح کا پڑھنے والا فاسق اور سننے والا گنہگار ہے۔ مگر گانے کے قواعد کی رعایت کئے بغیر خوش آوازی مطلوب ہے۔ حدیث میں متعدد جگہ اس کی ترغیب آئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ اچھی آواز سے قرآن شریف کو مزین کرو، ایک جگہ ارشاد ہے کہ اچھی آواز سے کلام اللہ شریف کا حسن دو بالا ہو جاتا ہے۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب غنیہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ کوفہ کے نواح میں جا رہے تھے کہ ایک جگہ فساق کا مجمع ایک گھر میں جمع تھا۔ ایک گویا جس کا نام زاذان تھا گارہا تھا اور سازنگی بجا رہا تھا۔ ابن مسعودؓ نے انکی آواز سن کر ارشاد فرمایا کیا ہی اچھی آواز تھی اگر قرآن شریف کی تلاوت میں ہوتی اور اپنے سر پر کپڑا ڈال کر گزرے ہوئے چلے گئے۔ زاذان نے انکو بولتے ہوئے دیکھا لوگوں سے پوچھنے پر معلوم ہوا عبد اللہ ابن مسعودؓ صحابی ہیں اور یہ ارشاد فرما گئے۔ اسپر اس مقولہ کی کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ حد نہیں اور قصہ مختصر کہ وہ اپنے سب آلات توڑ کر ابن مسعودؓ کے پیچھے لگ گئے اور علامہ وقت ہوئے۔ غرض متعدد روایات میں اچھی آواز سے تلاوت کی مدح آئی ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی گانے کی آواز میں پڑھنے کی ممانعت آئی ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ حذیفہؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف کو عرب کی آواز میں پڑھو عشق بازوں اور یہود و نصاریٰ کی آواز میں مت پڑھو، عنقریب ایک قوم آنے والی ہے جو گانے اور نوحہ کرنے والوں کی طرح سے قرآن شریف کو بنا بنا کر پڑھے گی۔ وہ تلاوت ذرا بھی انکے لئے نافع نہ ہوگی خود بھی وہ لوگ فتنہ میں پڑینگے اور جنکو وہ پڑھنا اچھا معلوم ہوگا انکو بھی فتنہ میں ڈالیں گے۔ طاؤس کہتے ہیں کہ کسی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اچھی آواز سے پڑھنے والا کون شخص ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص کہ جب تو اسکو تلاوت کرتے دیکھے تو

لہ زینو القرآن باصواتکم، رواہ احمد والبوداؤد والنسائی وابن ماجہ وابن حبان فی صحیحہ والحاکم عن البراء والیوسف
اسجری فی الابانۃ عن ابن ہریرۃ والدارقطنی فی الافراد والطبرانی عن ابن عباس وابونعیم فی الحلیۃ عن عائشہؓ
لہ اسی اور پر دالی حدیث کی ایک روایت میں اسکے بعد یہ جملہ بھی ہے فان الصوت الحسن ینزید القرآن حسنا رواہ
الحاکم عن البراء لہ تعریف۔

محسوس کرے کہ اسپر اللہ کا خوف ہے یعنی اسکی آواز سے مرعوب ہونا محسوس ہوتا ہو۔ اس کے ساتھ اللہ جل و علا کا بڑا انعام یہ ہے کہ آدمی اپنی حیثیت و طاقت کے موافق اسکا مکلف ہے۔ حدیث میں ہے کہ حق سبحانہ و تقدس کی طرف سے فرشتہ اس کام پر مقرر ہے کہ جو شخص کلام پاک پڑھے اور کماحقہ اسکو درست نہ پڑھ سکے تو وہ فرشتہ اسکو درست کرنے کے بعد اوپر لیجاتا ہے۔ اللہم لا احصى ثناء علیک۔

۲۵ عَنْ عُبَيْدَةَ الْمَلِيكِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْآنَ وَاتْلُوهُ حَقَّ تِلَاوَتِهَا مِنْ أَنْاءِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَفْشُوهُ وَتَغْنَّوْهُ وَتَدَبَّرُوْهُ أَمَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ وَلَا تَعْجَلُوا ثَوَابَهُ فَإِنَّ لَهُ ثَوَابًا مَرَّةً الْبِيهَقَى فِي شَعْبِ الْإِيمَانِ

۲۵ عبیدہ ملیکی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے قرآن والو قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ اور اسکی تلاوت شب و روز ایسی کرو جیسا کہ اسکا حق ہے۔ کلام پاک کی اشاعت کرو اور اسکو اچھی آواز سے پڑھو اور اسکے معانی میں تدبر کرو تا کہ تم فلاح کو پہنچو، اور اسکا بدلہ (دنیا میں) طلب نہ کرو کہ (آخرت میں) اسکے لئے بڑا اجر و بدلہ ہے۔

حدیث بالا میں چند امور ارشاد فرمائے ہیں ۱ قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ، قرآن شریف سے تکیہ نہ لگانے کے دو مفہوم ہیں۔ اول یہ کہ اسپر تکیہ نہ لگاؤ کہ یہ خلاف ادب ہے۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ قرآن پاک پر تکیہ لگانا، اسکی طرف پاؤں پھیلانا، اسکی طرف سے پشت کرنا، اسکو روندنا وغیرہ حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ کنایہ ہے غفلت سے کہ کلام پاک برکت کے واسطے تکیہ ہی پر رکھا رہے جیسا کہ بعض مزارات پر دیکھا گیا کہ قبر کے سرہانے برکت کے واسطے رحل پر رکھا رہتا ہے۔ یہ کلام پاک کی حق تلفی ہے۔ اسکا حق یہ ہے کہ اسکی تلاوت کی جاوے ۲ اور اسکی تلاوت کرو جیسا کہ اسکا حق ہے یعنی کثرت سے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے، خود کلام پاک میں بھی اسکی طرف متوجہ فرمایا گیا ارشاد ہے الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ رَجُلٌ لَوْ كُنَ

سے جس طرح ہو سکے اسکی اشاعت جتنی ہو سکے کرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کلام پاک کی اشاعت اور اسکے پھیلاؤ کا حکم فرماتے ہیں، لیکن ہمارے روشن دماغ اسکے پڑھنے کو فضول بتلاتے ہیں اور ساتھ ہی حب رسول اور حب اسلام کے لیے چوڑے دعوے بھی ہاتھ سے نہیں جالتے۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی کیں رہ کہ تو میری بترکستان اشت

آقا کا حکم ہے کہ قرآن پاک کو پھیلاؤ۔ مگر ہمارا عمل ہے کہ جو کوشش اسکی رکاوٹ میں ہو سکے دریغ نہ کریں گے، جبریہ تعلیم کے قوانین بنوائیں گے، تاکہ بچے قرآن پاک کے بجائے پرائمری پڑھیں۔ ہمیں اس پر غصہ ہے کہ مکتب کے میاں بچوں کی عمر ضائع کر دیتے ہیں، اسلئے ہم وہاں نہیں پڑھانا چاہتے۔ مسئلہ وہ یقیناً کوتاہی کرتے ہیں مگر انکی کوتاہی سے آپ سبکدوش ہو جاتے ہیں یا آپ پر سے قرآن پاک کی اشاعت کا فریضہ ہٹ جاتا ہے، اس صورت میں تو یہ فریضہ آپ پر عائد ہوتا ہے وہ اپنی کوتاہیوں کے جوابدہ ہیں۔ مگر انکی کوتاہی سے آپ بچوں کو جبراً قرآن پاک کے مکاتب سے ہٹا دیں اور انکے والدین پر نوٹس جاری کر آئیں کہ وہ قرآن پاک حفظ یا ناظرہ پڑھانے سے مجبور ہوں اور اس کا وبال آپکی گردن پر رہے۔ یہ خمی دق کا علاج سنکھیا سے نہیں تو او کیا ہے؟ عدالت عالیہ میں اپنے اس جواب کو اسلئے جبراً تعلیم قرآن سے ہٹا دیا کہ مکتب کے میاں بچے بہت بُری طرح سے پڑھاتے تھے۔ آپ خود ہی سوچ لیجئے کہ کتنا وزن رکھتا ہے، بنیے کی دوکان پر جانے کے واسطے یا انگریزوں کی چاکری کے واسطے پم کی تعلیم اہمیت رکھتی ہو مگر اللہ کے یہاں تعلیم قرآن سب سے اہم ہے ۴ خوش آوازی سے پڑھو جیسا کہ اس سے پہلی حدیث میں گذر چکا ۵ اور اسکے معنی میں غور کرو۔ تورات سے احیاء میں نقل کیا ہے حق سبحانہ و تقدس ارشاد فرماتے ہیں :- اے میرے بندے تجھے مجھ سے شرم نہیں آتی تیرے پاس راستہ میں کسی دوست کا خط آ جاتا ہے تو چلتے چلتے راستہ میں ٹھہر جاتا ہے، الگ کو بیٹھ کر غور سے پڑھتا ہے ایک ایک لفظ پر

لہ شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے اعرابی! میرا خیال ہے کہ تو کعبہ تک نہ پہنچ سکے گا اسلئے کہ جس راہ پر تو چل رہا ہے یہ تو ترکستان کو جاتی ہے۔ مراد یہ کہ منزل تو قرار دی ہے کچھ اور راستہ اختیار کیا ہے بالکل دوسرا۔
تہ یعنی تسلیم! منظور ہے جن لوگوں کو خدا نے عقل دشغور سے نوازا ہے انکے ذہن یہ ایک نہایت اہم ملی فریضہ ہے کہ مسلمان بچوں کیلئے کوئی جامع اور متوازن نظام تعلیم قائم و دائم درائج کریں۔

غور کرتا ہے۔ میری کتاب تجھ پر گذرتی ہے میں نے اس میں سب کچھ واضح کر دیا ہے بعض اہم امور کا بار بار تکرار کیا ہے تاکہ تو اس پر غور کرے اور توبے پر واہی سے اڑا دیتا ہے کیا میں تیرے نزدیک تیرے دوستوں سے بھی ذلیل ہوں۔ اے میرے بندے تیرے بعض دوست تیرے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں تو ہمہ تن ادھر متوجہ ہو جاتا ہے کان لگاتا ہے غور کرتا ہے کوئی بیچ میں تجھ سے بات کرنے لگتا ہے تو تو اشارہ سے اسکو روکتا ہے منع کرتا ہے۔ میں تجھ سے اپنے کلام کے ذریعہ سے باتیں کرتا ہوں اور تو ذرا بھی متوجہ نہیں ہوتا، کیا میں تیرے نزدیک تیرے دوستوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں۔ اے تدبر اور غور کے متعلق کچھ مقدمہ میں اور کچھ حدیث نمبر ۶ کے ذیل میں مذکور ہو چکا ہے۔ ۶ اور اسکا بدلہ دنیا میں نہ چاہو یعنی تلاوت پر کوئی معاوضہ نہ لو۔ کہ آخرت میں اسکا بہت بڑا معاوضہ ملنے والا ہے، دنیا میں اگر اسکا معاوضہ لے لیا جاوے گا تو ایسا ہے جیسا کہ روپیوں کے بدلہ کوئی شخص کوڑیوں پر راضی ہو جاوے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میری امت دینار و درہم کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی اسلام کی ہیبت اس سے جاتی رہے گی اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دے گی تو برکت وحی سے یعنی فہم قرآن سے محروم ہو جاوے گی۔ کذا فی الاحیاء اللہ حفظنا منہ۔

۳۸ واٹلہ رنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ مجھے تورات کے بدلہ میں سب طوال ملی ہیں اور زبور کے بدلہ میں مبین اور انجیل کے بدلہ میں مثانی اور مفصل مخصوص ہیں میرے ساتھ۔

۳۸ گزشتہ تمام کتابوں کا بدلہ
قرآن مجید ہے
کچھ زیادتیوں کے ساتھ

عَنْ وَائِلَةَ رَضِيَ رَفَعًا أُعْطِيَتْ مَكَانَ
الْعَوْرَةِ السَّبْعَ وَأُعْطِيَتْ مَكَانَ الزَّبُورِ الْمِثْلَيْنِ وَأُعْطِيَتْ مَكَانَ الْإِنْجِيلِ
الْمَثَانِي وَفُضِّلَتْ بِالْمُفَصَّلِ۔ (لاحد والكبير كذا في جمع الفوائد)
کلام پاک کی اول سات سورتیں طول کہلاتی ہیں۔ اسکے بعد کی گیارہ سورتیں مبین کہلاتی ہیں اسکے بعد کی بیس سورتیں مثانی، اسکے بعد ختم قرآن تک مفصل۔ یہ مشہور

۱۔ رواہ الحکیم الترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ وابن ابی الدنیا فی کتاب الامر بالمعروف معضلا من حدیث
افضل بن عیاض قال ذکر عن نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کما فی الجامع الصغیر و تخريج الاحیاء
سمراتی ص ۲۵۶۔

قول ہے۔ بعض بعض سورتوں میں اختلاف بھی ہے کہ یہ طوں میں داخل ہیں یا مئین میں اس طرح
ثانی میں داخل ہیں یا مفصل میں۔ مگر حدیث شریف کے مطلب و مقصود میں اس اختلاف
سے کوئی فرق نہیں آتا۔ مقصد یہ ہے کہ جس قدر کتب مشہورہ سما یہ پہلے نازل ہوئی ہیں
ان سب کی نظیر قرآن شریف میں موجود ہے اور ان کے علاوہ مفصل اس کلام پاک میں مخصوص
ہے جسکی مثال پہلی کتابوں میں نہیں ملتی۔

۲۹ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ
جَلَسْتُ فِي عَصَابَةٍ مِنْ ضُعَفَاءِ
الْمُهَاجِرِينَ وَإِنَّ بَعْضَهُمْ لَيَسْتَسِيرُ
بِبَعْضٍ مِنَ الْعُرَى وَقَارِي يَقْرَأُ
عَلَيْنَا إِذْ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَيْنَا فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكَتَ الْقَارِي
فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَا كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ قُلْنَا
نَسْتَمِعُ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى فَقَالَ لِمَا
لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ أَمَرْتُ
أَنْ أَصْبِرَ نَفْسِي مَعَهُمْ قَالَ فَجَلَسَ
وَسَطْنَا لِيَعْدِلَ بِنَفْسِهِ فَبَدَأَ يَقْرَأُ
بِأَمْرٍ هَكَذَا فَتَحَلَّقُوا وَبَرَزَتْ وَجُوهُهُمْ
لَهُ فَقَالَ أَبْشِرُوا يَا مَعْشَرَ صَعَالِيكِ
الْمُهَاجِرِينَ بِالتَّوْبَةِ الْثَامَةِ يَوْمَ
الْقِيَمَةِ تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَاءِ
النَّاسِ بِنِصْفِ يَوْمٍ وَذَلِكَ خَمْسُمِائَةٍ
سَنَةٍ (رواه ابوداؤد)

۲۹ ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ میں ضعیف
مہاجرین کی جماعت میں ایک مرتبہ بیٹھا ہوا
تھا۔ ان لوگوں کے پاس کپڑا بھی اتنا نہ تھا
کہ جس سے پورا بدن ڈھانپ لیں بعض لوگ
بعض کی اوٹ کرتے تھے اور ایک شخص
قرآن شریف پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے
اور بالکل ہمارے قریب کھڑے ہو گئے۔
حضور کے آنے پر قاری چپ ہو گیا تو حضور
نے سلام کیا اور پھر دریافت فرمایا کہ تم لوگ
کیا کر رہے تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ کلام اللہ
سن رہے تھے۔ حضور نے فرمایا کہ تمام تعریف
اُس اللہ کے لئے ہے جس نے میری امت
میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے انہیں ٹھہرنے
کا حکم کیا گیا۔ اسکے بعد حضور ہمارے بیچ
میں بیٹھ گئے تاکہ سب کے برابر رہیں کسی
کے قریب کسی سے دور نہ ہوں، اسکے بعد
سب کو حلقہ کر کے بیٹھنے کا حکم فرمایا سب

حضور کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ اے فقراء مہاجرین تمہیں مُرثَدہ
ہو قیامت کے دن نور کا مل کا اور اس بات کا کہ تم اغنیاء سے آدھے دن پہلے جنت میں
داخل ہو گے اور یہ آدھا دن پانستو برس کی برابر ہوگا۔

ننگے بدن سے بظاہر محل ستر کے علاوہ مراد ہے مجمع میں ستر کے علاوہ اور بدن کے کھلنے سے بھی حجاب معلوم ہوا کرتا ہے اسلئے ایک دوسرے کے پیچھے بیٹھ گئے تھے کہ بدن نظر نہ آوے۔ حضورؐ کے تشریف لانے کی اول تو ان لوگوں کو اپنی مشغولی کی وجہ سے خبر نہ ہوئی۔ لیکن جب حضورؐ بالکل سر پر تشریف لے آئے تو معلوم ہوا، اور قاری ادب کی وجہ سے خاموش ہو گئے۔

حضورؐ کا دریافت فرمانا بظاہر اظہارِ مسرت کیلئے تھا اور نہ حضورؐ قاری کو پڑھتے ہوئے دیکھ ہی چکے تھے۔ آخرت کا ایک دن دنیا کے ہزار برس کی برابر ہوتا ہے وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ اور اسی وجہ سے بظاہر جہاں قیامت کا ذکر آتا ہے غدا کے ساتھ آتا ہے جس کے معنی کل آئندہ کے ہیں۔ لیکن یہ سب باعتبارِ اغلب اور عام مومنین کے ہے ورنہ کافرین کیلئے وارد ہوا ہے فِي يَوْمٍ كَانَ مَقْدَرُ السَّاعَةِ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ ہو گا اور خواص مومنین کیلئے حسب حیثیت کم معلوم ہو گا چنانچہ وارد ہوا ہے کہ بعض مومنین کے لئے بمنزلہ دو رکعات فجر کے ہو گا۔ قرآن شریف کے پڑھنے کے فضائل جیسا کہ بہت سی روایات میں وارد ہوئے ہیں بچہ ہیں اسکے سننے کے فضائل بھی متعدد روایات میں آئے ہیں۔ اس سے بڑھکر اور کیا فضیلت ہوگی کہ سید المرسلینؐ کو ایسی مجلس میں شرکت کا حکم ہوا ہے جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوا۔ بعض علماء کا فتویٰ ہے کہ قرآن پاک کا سننا پڑھنے سے بھی زیادہ افضل ہے اسلئے کہ قرآن پاک کا پڑھنا نفل ہے اور سننا فرض۔ اور فرض کا درجہ نفل سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اس حدیث سے ایک اور مسئلہ بھی مستنبط ہوتا ہے جس میں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ نادار جو صبر کرنے والا ہو اپنے فقر و فاقہ کو کسی پر ظاہر نہ کرتا ہو وہ افضل ہے، یا وہ مالدار جو شکر کرنے والا ہو حقوق ادا کرنے والا ہو۔ اس حدیث سے صابر حاجت مند کی افضلیت پر استدلال کیا جاتا ہے،

۳۰ قرآن مجید سننے اور پڑھنے کی

۳۱ الک الک فضیلت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

۳۰ ابو ہریرہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک آیت کلام اللہ کی سننے کے لئے دو چند کی لکھی جاتی ہے اور

لے یعنی اگر کوئی شخص آواز سے تلاوت کر رہا ہو تو سننے والے کو خاموش ہو کر سنا ضروری ہے۔ اور اگر کوئی ضروری بات کرنی ہو تو وہاں سے اٹھکر کسی اور جگہ چلا جانا چاہیئے مجلس تلاوت میں بیٹھکر تلاوت کی طرف توجہ نہ کرنا قرآن کریم کی بے احترامی ہے۔ مگر تلاوت کر نیوالے کیلئے بھی احتیاط اور مجلس کا خیال بچہ ضروری ہے۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَسْتَمَعَ
إِلَى آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ كَتَبَتْ لَهُ
حَسَنَةٌ مُضَاعَفَةٌ وَمَنْ تَلَاهَا كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَمَةِ۔ (رواه احمد عن

عبادة بن مسيرة واختلف في توثيقه عن الحسن عن ابیہریرة والجمهور على ان الحسن لم يسمع عن ابیہریرة۔)

محدثین نے سند کے اعتبار سے اگرچہ اس میں کلام کیا ہے مگر مضمون بہت سی آیات سے مؤید ہے کہ کلام پاک کا سُنا بھی بہت اجر رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں نے اسکو پڑھنے سے بھی افضل بتلایا ہے۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ منبر پر تشریف فرما تھے، ارشاد فرمایا کہ مجھے قرآن شریف سُنا۔ میں نے عرض کیا کہ حضورؐ پر تو خود نازل ہی ہوا حضورؐ کو کیا سُناؤں۔ ارشاد ہوا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ سُنوں۔ اس کے بعد انھوں نے سُنا یا تو حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ایک مرتبہ سالم مولیٰ حذیفہ کلام مجید پڑھ رہے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک کھڑے ہوئے سُنتے رہے، ابو موسیٰ اشعری کا قرآن شریف سنا تو تعریف فرمائی۔

❶ عقبہ بن عامرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ کلام اللہ کا آواز سے پڑھنے والا علانیہ صدقہ کر نیوالے کے مشابہ ہے اور آہستہ پڑھنے والا خفیہ صدقہ کرنے والے کی مانند ہے۔

❷ تلاوت بلند آواز سے عَنْ
أُورِ آهستہ عَقْبَةُ
بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجَاهِرُ بِالْقُرْآنِ
كَأَجَاهِرٍ بِالصَّدَقَةِ وَالسِّرُّ بِالْقُرْآنِ
كَالسِّرِّ بِالصَّدَقَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالحَاكِمُ وَقَالَ عَلِيُّ
شَرَطُ الْبَخَارِيِّ

صدقہ بعض اوقات علانیہ افضل ہوتا ہے جو وقت دوسروں کی ترغیب کا سبب ہو یا اور کوئی مصلحت ہو۔ اور بعض اوقات مخفی افضل ہوتا ہے جہاں ریا کا شبہ ہو یا دوسروں کی تذلیل ہوتی ہو وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح کلام اللہ شریف کا بعض اوقات میں آواز سے پڑھنا افضل ہے جہاں دوسروں کی ترغیب کا سبب ہو اور اس میں دوسرے کے سُنے کا ثواب بھی ہوتا ہے اور بعض اوقات آہستہ پڑھنا افضل ہوتا ہے جہاں دوسروں کو

لَهُ وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ رَوَاهُ ابُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ عَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَالحَاكِمِ عَنْ مَعَاذٍ۔

تکلیف ہو یا ریا کا احتمال ہو وغیرہ وغیرہ۔ اسی وجہ سے زور سے اور آہستہ دونوں طرح پڑھنے کی مستقل فضیلتیں بھی آئی ہیں کہ بعض اوقات یہ مناسب تھا اور بعض وقت وہ افضل تھا۔ آہستہ پڑھنے کی فضیلت پر بہت سے لوگوں نے خود اس حدیث والی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ بیہقی نے کتاب الشعب میں (مگر یہ روایت بقواعد محدثین ضعیف ہے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ آہستہ کا عمل علانیہ کے عمل سے شتر حصہ زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ جابر نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ پکار کر اس طرح مت پڑھو کہ ایک کی آواز دوسرے کے ساتھ غلط ہو جائے۔ عمر بن عبد العزیز نے مسجد نبوی میں ایک شخص کو آواز سے تلاوت کرتے سنا تو اسکو منع کر دیا۔ پڑھنے والے نے کچھ حجت کی تو عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ اگر اللہ کے واسطے پڑھتا ہے تو آہستہ پڑھ اور اگر لوگوں کی خاطر پڑھتا ہے تو پڑھنا بیکار ہے۔ اسی طرح حضور سے پکار کر پڑھنے کا ارشاد بھی نقل کیا گیا۔ شرح احیاء میں دونوں طرح کی روایات و آثار کئے گئے۔

۳۲ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنُ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ وَمَا حِلُّ مُصَدِّقٍ مَنِ جَعَلَهُ أَمَامَهُ قَادَةً إِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ جَعَلَهُ خَلْفَ ظَهْرِهِ سَاقَطًا إِلَى النَّارِ۔

رواہ ابن حبان والمحاکم

مطولا (وصححا)

۳۱ جابر نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ قرآن پاک ایک ایسا شفیع ہے جسکی شفاعت قبول کی گئی اور ایسا جھگڑالو ہے کہ جسکا جھگڑا تسلیم کر لیا گیا جو شخص اسکو اپنے آگے رکھے اسکو یہ جنت کی طرف کھینچتا ہے اور جو اسکو پس پشت ڈال دے اسکو جہنم میں گرا دیتا ہے۔

یعنی جسکی یہ شفاعت کرتا ہے اسکی شفاعت حق تعالیٰ شانہ کے یہاں مقبول ہے اور جسکے بارے میں جھگڑا کرتا ہے اور جھگڑے کی تفصیل حدیث نمبر ۶ کے ذیل میں گذر چکی ہے کہ اپنی رعایت رکھنے والوں کے لئے درجات کے بڑھانے میں اللہ کے دربار میں جھگڑتا ہے اور اپنی حق تلفی کرنے والوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ میرا حق کیوں نہیں ادا

۱۔ امام غزالی نے احیاء العلوم ص ۲۵ میں اسی حدیث سے آہستہ پڑھنے کی فضیلت پر استدلال کیا ہے، اور ایک دوسری حدیث بھی بطور استدلال پیش کی ہے جسکے الفاظ یہ ہیں خیر الرزق ما یکفی وخیر الذکر الخفی (رواہ احمد وابن حبان من حدیث سعد بن ابی وقاص، ۱۔ ابن حبان فی صحیحہ والبیہقی فی شعب الایمان عن جابر رواہ الطبرانی والبیہقی فی الشعب عن ابن سعد رواہ ایضاً۔ کما فی الترغیب والجامع الصغیر۔

کیا جو شخص اسکو اپنے پاس رکھ لے یعنی اسکا اتباع اور اسکی پیروی اپنا دستور العمل بنائے اسکو جنت میں پہنچا دیتا ہے اور جو اسکو پشت کے پیچھے ڈال دے یعنی اسکا اتباع نہ کرے اسکا جہنم میں گرنا ظاہر ہے۔ بندہ کے نزدیک کلام پاک کے ساتھ لاپرواہی برتنا بھی اسکے مفہوم میں داخل ہو سکتا ہے۔ متعدد احادیث میں کلام اللہ شریف کے ساتھ بے پرواہی پر وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ بخاری شریف کی اس طویل حدیث میں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض سزاؤں کی سیر کرائی گئی۔ ایک شخص کا حال دکھلایا گیا جسکے سر پر ایک پتھر اس زور سے مارا جاتا تھا کہ اسکا سر کھل جاتا تھا۔ حضور کے دریافت فرمانے پر بتلایا گیا کہ اس شخص کو حق تعالیٰ شانہ نے اپنا کلام پاک سکھلایا تھا، مگر اس نے نہ شب کو اسکی تلاوت کی نہ دن میں اسپر عمل کیا۔ لہذا قیامت تک اسکی ساتھ یہی معاملہ رہیگا۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف کے ساتھ اپنے عذاب کو محفوظ رکھیں کہ درحقیقت کلام اللہ شریف اتنی بڑی نعمت ہے کہ اسکے ساتھ بے توجہی پر جو سزا دی جاوے مناسب ہے۔

۳۲ قیامت کے دن روزے اور قرآن کریم کی سفارش

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُولُ الصِّيَامُ رَبِّ إِنِّي مَنَعْتُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ فِي النَّهَارِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ وَيَقُولُ الْقُرْآنُ رَبِّ مَنَعْتُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ فَيُشَفَّعَانِ (مسند احمد)

۳۲ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ روزہ اور قرآن شریف دونوں بندہ کیلئے شفاعت کرتے ہیں۔ روزہ عرض کرتا ہے کہ یا اللہ میں نے اسکو دن میں کھانے پینے سے روک رکھا میری شفاعت قبول کیجئے اور قرآن شریف کہتا ہے کہ یا اللہ میں نے رات کو اسکو سونے سے روکا میری شفاعت قبول کیجئے۔ پس دونوں کی شفاعت قبول کیجاتی ہے۔

ترغیب میں الطعام والشراب کا لفظ ہے جسکا ترجمہ کیا گیا۔ حاکم میں شراب کی جگہ شہوات کا لفظ ہے یعنی میں نے روزہ دار کو دن میں کھانے اور خواہشات نفسانیہ سے روکا۔ اسمیں اشارہ ہے کہ روزہ دار کو خواہشات نفسانیہ سے جدا رہنا چاہیئے اگرچہ وہ جائز ہوں جیسا کہ پیار کرنا پٹنا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ کلام مجید جو انفرادی

لہ ابن ابی الدنیا فی کتاب الجود والبیہقی فی شعب الایمان کما فی الترغیب والنجاة الصغیر۔

کی شکل میں آئے گا اور کہیگا کہ میں ہی ہوں جس نے تجھے راتوں کو جگایا اور دن کو پیاسا رکھا۔ نیز اس حدیث شریف میں اشارہ ہے اس طرف کہ کلام اللہ شریف کے حفظ کا مقتضی یہ ہے کہ رات کو نوافل میں اسکی تلاوت بھی کرے حدیث نمبر ۲۷ میں اسکی تصریح بھی گذر چکی، خود کلام پاک میں متعدد جگہ اسکی ترغیب نازل ہوئی۔ ایک جگہ ارشاد ہے وَمِنَ اللَّيْلِ فَسُجِّدْ لَهُ وََسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ۝۱۸۱ جگہ ارشاد ہے يَتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰهِ اَنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝۱۸۲ جگہ ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ يَبِيتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ۝۱۸۳ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بعض مرتبہ تلاوت کرتے ہوئے تمام رات گزر جاتی تھی۔ حضرت عثمانؓ سے مروی ہے کہ بعض مرتبہ وتر کی ایک رکعت میں وہ تمام قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح عبد اللہ بن الزبیرؓ بھی ایک رات میں تمام قرآن شریف پورا فرمایا کرتے تھے۔ سعید بن جبیرؓ نے دو رکعت میں کعبہ کے اندر تمام قرآن شریف پڑھا۔ ثابت بنانیؓ دن رات میں ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے اور اسی طرح ابو حمزہؓ بھی۔ ابو شیخ ہنائیؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات میں دو کلام مجید پورے اور تیسرے میں سے دس پارے پڑھے، اگر چاہتا تو تیسرا بھی پورا کر لیتا۔ صالح بن کیسانؓ جب حج کو گئے تو راستہ میں اکثر ایک رات میں دو کلام مجید پورے کرتے تھے۔ منصور بن زاذانؓ صلوٰۃ الفجر میں ایک کلام مجید اور دوسرا ظہر سے عصر تک پورا کرتے تھے اور تمام رات نوافل میں گزارتے تھے اور اتنا روتے تھے کہ عمامہ کا شملہ تر ہو جاتا تھا۔ اسی طرح اور حضرات بھی جیسا کہ محمد بن نصر نے قیام اللیل میں تخریج کیا ہے۔ شرح احیاء میں لکھا ہے کہ سلف کی عادات ختم قرآن میں مختلف رہی ہیں بعض حضرات ایک ختم روزانہ کرتے تھے جیسا کہ امام شافعیؒ غیر رمضان المبارک میں اور بعض دو ختم روزانہ کرتے تھے جیسا کہ خود امام شافعیؒ صاحب کا معمول رمضان المبارک میں تھا اور یہی معمول اسود اور صالح بن کیسانؓ سعید بن جبیرؓ اور ایک جماعت کا تھا۔ بعض کا معمول تین ختم روزانہ کا تھا۔ چنانچہ سلیم بن عتر جو

۱۔ سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۹ ۲۔ سورہ الدھر آیت ۲۶ ۳۔ سورہ آل عمران آیت ۱۱۳ ۴۔ سورہ الفرقان آیت ۶۲
ان تمام آیات میں رات کو نوافل پڑھنے کا حکم ہے اور پڑھنے والوں کی تعریف ہے ۵۔ حافظ ابن کثیرؒ نے (باقی آگے)

بڑے تابعین میں شمار کئے جاتے ہیں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح مصر میں شریک تھے اور حضرت معاویہؓ نے قصص کا امیر انکو بنایا تھا انکا معمول تھا کہ ہر شب میں تین گنا ختم قرآن شریف کے کرتے تھے۔ نووی کتاب الاذکار میں نقل کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ مقدار جو تلاوت کے باب میں ہمو کو پہونچی ہے وہ ابن الکاتب کا معمول تھا کہ دن رات میں آٹھ قرآن شریف روزانہ پڑھتے تھے۔ ابن قدامہ نے امام احمدؒ سے نقل کیا ہے کہ اسکی کوئی تحدید نہیں پڑھنے والے کے نشاط پر موقوف ہے۔ اہل تاریخ نے امام اعظمؒ سے نقل کیا ہے کہ رمضان شریف میں اکٹھ قرآن شریف پڑھتے تھے ایک دن کا اور ایک رات کا اور ایک تمام رمضان شریف میں تراویح کا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین دن سے کم میں ختم کرنے والا تدبر نہیں کر سکتا۔ اسی وجہ سے ابن حزم وغیرہ نے تین دن سے کم میں ختم کو حرام بتلایا ہے، بندہ کے نزدیک یہ حدیث شریف باعتبار اکثر افراد کے ہے اسلئے کہ صحابہ رضی کی ایک جماعت سے اس سے کم میں پڑھنا بھی ثابت ہے۔ اسی طرح زیادتی میں بھی جہور کے نزدیک تحدید نہیں جتنے ایام میں بسہولت ہو سکے کلام مجید ختم کرے۔ مگر بعض علماء کا مذہب ہے کہ چالیس دن سے زائد ایک قرآن شریف میں خرچ نہ ہوں۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ کم از کم تین پاؤں روزانہ پڑھنا ضروری ہے اگر کسی وجہ سے کسی دن نہ پڑھ سکے تو دوسرے دن اسکی قضا کر لے۔ غرض چالیس دن کے اندر ایک مرتبہ کلام مجید پورا ہو جاوے۔ جہور کے نزدیک اگرچہ یہ ضروری نہیں مگر جب بعض علماء کا مذہب ہے تو احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے کم نہ ہو۔ نیز بعض احادیث سے اسکی تائید بھی ہوتی ہے۔ صاحب مجمع نے

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) روزانہ تلاوت کی مقدار کے متعلق اپنی کتاب فضائل قرآن مجید میں بڑی مفید اور مفصل بحث کی ہے جو قابل دید ہے۔ یہ کتاب تفسیر ابن کثیر جلد چہارم کے اخیر میں شامل ہے۔

لے یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ یہ ابن حزمؒ ظاہری ہیں جو ہلکے سے ہلکے درجے کی نفی کو بھی حرام سے کم کا درجہ نہیں دیتے اور نرم سے نرم استحباب و مندوب کو فرض سے نیچے نہیں چھوڑتے۔ یہی حال مشہور امام ظاہریہ حضرت داؤد ظاہری کا ہے۔ راقم سطور کے نزدیک یہ جذبہ انتہائی قابل قدر ہے۔ ارشادات نبویہ کی غیر معمولی عظمت کے بغیر آدمی اس قسم کی رائے نہ قائم کر سکتا ہے اور نہ اسے نباہ سکتا ہے۔ لیکن اسکے باوجود چونکہ اس قسم کی رائیں تمام امت کیلئے قابل عمل نہیں ہو سکتیں اور انھیں شرعی قانون کا حکم نہیں دیا جاسکتا اسلئے علماء امت نے ان کی آراء کو کوئی خاص وزن نہیں دیا۔ چنانچہ علامہ نووی شرح مسلمؒ میں داؤد ظاہری کے متعلق لکھتے ہیں "المحققون يقولون لا يعتد به لاخلاله بالقياس وهو أحد شروط المجتهد الذي يعتد به۔"

ایک حدیث نقل کی ہے مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِي أَرْبَعِينَ لَيْلَةً فَقَدْ عَذَّبَ جَسَدُ شَخْصٍ
 نے قرآن شریف چالیس رات میں ختم کیا اس نے بہت دیر کی۔ بعض علماء کا فتویٰ ہے کہ
 ہر مہینہ میں ایک ختم کرنا چاہیے اور بہتر یہ ہے کہ سات روز میں ایک کلام مجید ختم کرے
 کہ صحابہ رضی اللہ عنہم عامۃً یہی نقل کیا جاتا ہے جمعہ کے روز شروع کرے اور سات روز
 میں ایک منزل روزانہ کر کے پچھتر روز ختم کرے۔ امام صاحب کا مقولہ پہلے
 گذر چکا کہ سال میں دو مرتبہ ختم کرنا قرآن شریف کا حق ہے لہذا اس سے کم کسی طرح
 نہ ہونا چاہیے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ کلام پاک کا ختم اگر دن کے شروع میں ہو
 تو تمام دن، اور رات کے شروع میں ہو تو تمام رات ملائکہ اس کے لئے رحمت کی دُعا
 کرتے ہیں۔ اس سے بعض مشائخ نے استنباط فرمایا ہے کہ گرمی کے ایام میں دن کے
 ابتدائیں ختم کرے اور موسم سرما میں ابتدائی شب میں تاکہ بہت سا وقت ملائکہ کی
 دُعا کا میسر ہو۔

۳۶ سعید بن سلیم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن
 اللہ کے نزدیک کلام پاک سے بڑھ کر کوئی
 سفارش کرنے والا نہ ہو گا نہ کوئی نبی نہ
 فرشتہ وغیرہ۔

۳۷ ہر سفارشی سے بڑا سفارشی
 قرآن مجید ہے

عَنْ سَعِيدِ بْنِ سُلَيْمٍ مُرْسَلًا قَالَ
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 مَا مِنْ شَفِيعٍ أَعْظَمَ مَا نَزَلَتْ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مِنَ الْقُرْآنِ لَا نَبِيٌّ وَلَا مَلَكٌ
 وَلَا غَيْرُهُ۔ (قال العراقي رواه عبد الملك بن حبيب كذا في شرح الاحياء)
 کلام اللہ شریف کا شفیع اور اس درجہ کا شفیع ہونا جسکی شفاعت مقبول ہے اور بھی
 متعدد روایات سے معلوم ہو چکا۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل سے میرے اور تمہارے لئے
 اسکو شفیع بنادے۔ نہ کہ فریق مخالف اور مدعی لالی مصنوعہ میں بزار کی روایت سے نقل
 کیا ہے اور وضع کا حکم بھی اسپر نہیں لگایا کہ جب آدمی مرتا ہے تو اس کے گھر کے لوگ تجہیز
 تکفین میں مشغول ہوتے ہیں اور اس کے سرہانے نہایت حسین و جمیل صورت میں ایک
 شخص ہوتا ہے جب کفن دیا جاتا ہے تو وہ شخص کفن کے اور سینہ کے درمیان ہوتا ہے
 جب دفن کرنے کے بعد لوگ لوٹتے ہیں اور منکر نکیر آتے ہیں تو وہ اس شخص کو علیحدہ
 لے علامہ جلال الدین سیوطی سنہ ۹۱۵ھ کی مشہور کتاب حبیب موضوع حدیثوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

کرنا چاہتے ہیں کہ سوال یکسوئی میں کریں مگر یہ کہتا ہے کہ یہ میرا ساتھی ہے میرا دوست ہے میں کسی حال بھی اسکو تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔ تم سوالات کیلئے اگر مامور ہو تو اپنا کام کرو، میں اسوقت اس سے جدا نہیں ہو سکتا کہ جنت میں داخل کراؤں۔ اسکے بعد وہ اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہو کر کہتا ہے کہ میں ہی وہ قرآن ہوں جسکو تو کبھی بلند پڑھتا تھا اور کبھی آہستہ تو بے فکرہ، منکر نیکر کے سوالات کے بعد تجھے کوئی غم نہیں ہے۔ اسکے بعد جب وہ اپنے سوالات سے فارغ ہو جاتے ہیں تو یہ ملا را اعلیٰ سے بستر وغیرہ کا انتظام کرتا ہے جو ریشم کا ہوتا ہے اور اسکے درمیان مشک بھرا ہوا ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ اپنے فضل سے مجھے بھی نصیب فرما دیں اور تمہیں بھی۔ یہ حدیث بڑے فضائل پر شامل ہے جس کو تطویل کے خوف سے مختصر کر دیا۔

۳۵ عبد اللہ بن عمرؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے کلام اللہ شریف پڑھا اس نے علوم نبوت کو اپنی پسلیوں کے درمیان لے لیا۔ گو اسکی طرف وحی نہیں بھیجی جاتی تاہل قرآن کے لئے مناسب نہیں کہ غصہ والوں کے ساتھ غصہ کرے یا جاہلوں کے ساتھ جہالت کرے حالانکہ اسکے پیٹ میں اللہ کا کلام ہے۔

چونکہ وحی کا سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ختم ہو گیا اسلئے وحی تو اب نہیں آسکتی لیکن چونکہ یہ حق سبحانہ و تقدس کا پاک کلام ہے اسلئے علم نبوت میں کیا تاہل ہے اور جب کوئی شخص علوم نبوت سے نوازا جائے تو نہایت ہی ضروری ہے کہ اسکے مناسب بہترین اخلاق پیدا کرے اور بُرے اخلاق سے احتراز کرے۔ فضیل بن عیاضؒ کہتے ہیں حافظ قرآن اسلام کا جھنڈا اٹھانے والا ہے اسکے لئے مناسب نہیں کہ لہو و لعب میں لگنے والوں میں لگجاوے یا غافلین میں شریک ہو جائے یا بیکار لوگوں میں داخل ہو جاوے،

۳۶ وہ تین خوش نصیب جو حساب کتاب سے آزاد ہوں گے | ابن عمرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تین آدمی ایسے ہیں جنکو قیامت

۳۵ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَقَدْ اسْتَدَارَ بِرَجِ النَّبِيِّ بَيْنَ جَنْبَيْهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُوحَى إِلَيْهِ لَا يَنْبَغِي لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ أَنْ يَجِدَ مَعَ مَنْ وَجَدَ وَلَا يَجْهَلَ مَعَ مَنْ جَهِلَ وَفِي جَوْفِهِ كَلَامُ اللَّهِ (مسند الإمام أحمد وقال صحيح الإسناد)

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يَهْوُلُهُمُ

الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَلَا يَنَالُهَا
الْحِسَابُ هُوَ عَلَى كَيْثٍ مِنْ قَسْدٍ
حَتَّى يُفْرَغَ مِنْ حِسَابِ الْخَلَائِقِ
رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْآنَ ابْتِغَاءَ وَجْهِ
اللَّهِ وَأَقْرَبَ تَوْمًا وَهُمْ بِهِ
رَاضُونَ وَذَائِعُ يَدُ عُوا إِلَى الصَّلَاتِ
ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ وَرَجُلٌ أَحْسَنَ فِيهَا
بَيْنَهُ وَبَيْنَ رَبِّهِ وَفِيهَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَوَالِدِهِ
(رواه الطبرانی فی المعاجم الثلاث)

کا خون دامن گیر نہ ہو گا نہ انکو حساب کتاب
دینا پڑیگا اتنے مخلوق اپنے حساب کتاب
سے فارغ ہو وہ مشک کے ٹیلوں پر تفریح
کریں گے۔ ایک وہ شخص جس نے اللہ کے واسطے
قرآن شریف پڑھا اور امامت کی اس طرح پر
کہ مقتدی اس سے راضی رہے دوسرا وہ
شخص جو لوگوں کو نماز کیلئے بلاتا ہو صرف اللہ
کے واسطے، تیسرا وہ شخص جو اپنے مالک سے
بھی اچھا معاملہ رکھے اور اپنے ماتحتوں سے بھی۔

قیامت کی سختی اسکی دہشت اسکا خون اسکی مصیبتیں اور تکالیف ایسی نہیں کہ کسی
مسلمان کا دل اس سے خالی ہو یا بے خبر ہو۔ اس دن میں کسی بات کی وجہ سے بے فکری
نصیب ہو جاوے یہ بھی لاکھوں نعمتوں سے بڑھکر اور کروڑوں راحتوں سے مستم ہے
پھر اسکے ساتھ اگر تفریح و تنعم بھی نصیب ہو جاوے تو خوشا نصیب اس شخص کے جسکو
یہ میسر ہو۔ اور بربادی و خسران ہے ان بے حسوں کے لئے جو اسکو لغو بیکار اور اضاعت
وقت سمجھتے ہیں۔ معجم کبیر میں اس حدیث شریف کے شروع میں روایت کرنے والے صحابی
عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ اگر میں نے اس حدیث کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
سے ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ غرض سات دفعہ یہ لفظ کہا یعنی اگر سات
مرتبہ نہ سنا ہوتا تو کبھی نقل نہ کرتا۔

آیتیں اور رکعتیں | عَنْ
أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ لَأَنْ تَعْلُو
فَتَعْلَمَ آيَةً مِّنْ كِتَابِ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكَ
مَنْ أَنْ تُصَلِّيَ مِائَةَ رَكْعَةٍ وَلَا ت

۳۷ ابو ذرؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو ذر اگر تو
صبح کو جا کر ایک آیت کلام اللہ شریف کی
سیکھ لے تو نوافل کی ستر رکعات سے افضل ہے
اور اگر ایک باب علم کا سیکھ لے خواہ اس وقت

۳۸ روایہ الطبرانی فی الاوسط والصغیر ہا سناد لا باس بہ درواہ فی الکبیر نحوہ و زاد فی اولہ قال ابن عمرؓ
لولا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الامرة و مرة حتی عد سبع مرات لما حدثت بہ لہ یعنی غنیمت ہے۔
۳۹ حضرت ابن عمرؓ کے اصل الفاظ ایک سے پہلے ماشیہ میں نقل کئے گئے ہیں۔

تَغْدُو وَتَعْتَمَ بَابًا مِّنَ الْعِلْمِ عَمِلَ فِيهَا
أَوَّلَهُ يُعْمَلُ فِيهَا خَيْرٌ مِّنْ أَنْ تُصَلِّيَ
وہ معمول بہ ہو یا نہ ہو تو ہزار رکعات نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔

أَلْفَ رَكْعَةٍ۔ (رواہ ابن ماجہ باسناد حسن)

بہت سی احادیث اس مضمون میں وارد ہیں کہ علم کا سیکھنا عبادت سے افضل ہے فضائل علم میں جس قدر روایات وارد ہوئی ہیں ان کا احاطہ بالخصوص اس مختصر میں شواہد ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسا کہ میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ شیطان پر ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔

۳۸ کم سے کم دس آیت پڑھنے کا اجر

۳۸ ابو ہریرہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص دس آیتوں کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اس رات میں غافلین سے شمار نہیں ہوگا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ فِي لَيْلَتِهِ لَوْ يَكْتَبُ مِنَ الْغَافِلِينَ (رواہ الحاکم وقال صحیحہ علی شرط مسلم)

دس آیت کی تلاوت سے جسکے پڑھنے میں چند منٹ صرف ہوتے ہیں تمام رات کی غفلت سے نکل جاتا ہے۔ اس سے بڑھکر اور کیا فضیلت ہوگی۔

۳۹ کم از کم ایک ہی آیت پڑھ لینے کا اجر و ثواب

۳۹ ابو ہریرہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں فرض نمازوں پر مداومت کرے وہ غافلین سے نہیں لکھا جاوے گا۔ جو شخص ستر آیت کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اس رات میں قانتین سے لکھا جاوے گا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَافَظَ عَلَى هَؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوباتِ

لَمْ يَكُتَبْ مِنَ الْغَافِلِينَ وَمَنْ قَرَأَ فِي لَيْلَتِهِ مِائَةَ آيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِينَ (رواہ

لہ رواہ الترمذی عن ابی امامۃ فی حدیث ۳۵۰ رواہ الترمذی وابن ماجہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما رواہ البیہقی فی شعب الایمان والخطیب فی تاریخہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ فی حدیث اولہ ان کل شیء دعائتہ الحدیث کما فی الجامع الصغیر ۳۵۰ یعنی عبادت گزاروں میں شمار ہوگا۔

ابن خزیمہ فی صحیحہ والحاکم وقال صحیح علی شرطہما

حسن بصریؒ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص تسو آیتیں رات کو پڑھے کلام اللہ شریف کے مطالبہ سے بچ جاوے گا۔ اور جو دس سو پڑھ لے تو اسکورات بھر کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ اور جو پانچ سو سے ہزار تک پڑھ لے اسکے لئے ایک قنطار ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ قنطار کیا ہوتا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ بارہ ہزار کے برابر

(درہم مراد ہوں یا دینار)

④ تمام فتنوں کی نجات قرآن میں ہے

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَزَلَ جِبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ أَنَّ سَتَكُونَ فِتْنًا قَالَ فَمَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا جِبْرِئِيلُ

قَالَ كِتَابُ اللَّهِ - رواه رزين كذا في الرحمة المهداة

④ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت جبریلؑ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ ان سے خلاصی کی کیا صورت ہے؟ انھوں نے کہا کہ قرآن شریف۔

کتاب اللہ پر عمل بھی فتنوں سے بچنے کا کفیل ہے اور اسکی تلاوت کی برکت بھی فتنوں سے خلاصی کا سبب ہے۔ حدیث نمبر ۲۲ میں گزر چکا کہ جس گھر میں کلام پاک کی تلاوت کی جاتی ہے سکینہ اور رحمت اُس میں نازل ہوتی ہے اور شیاطین اُس گھر سے نکل جاتے ہیں۔ فتنوں سے مراد خروج دجال، فتنہ تاتار وغیرہ علماء نے بتلائے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی ایک طویل روایت میں حدیث بالا کا مضمون وارد ہوا ہے کہ حضرت علیؑ کی روایت میں وارد ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ حق تعالیٰ شانہ تمکو اپنے کلام کے پڑھنے کا حکم فرماتا ہے اور اکی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی قوم اپنے قلعہ میں محفوظ ہو اور اسکی طرف کوئی دشمن متوجہ ہو کہ جس جانب سے بھی وہ حملہ کرنا چاہے اسی جانب میں اللہ کے کلام کو اس کا محافظ پاویگا اور وہ اس دشمن کو دفع کر دے گا۔

سلہ دروزی نحوه الترمذی والدارمی نے حدیث طویل عن الحارث الاعور عن علی رضی اللہ عنہما فی الشکوۃ ص ۱۸۶۔

لہذا اس حدیث میں کتاب اللہ کے لفظ کو انتہائی عام سمجھنا چاہیے، ہر فتنے کا علاج قرآن ہے۔ کسی کا علاج اسکی تلاوت ہے کسی فتنہ کا حل اسپر عمل کرنا ہے کسی پریشانی سے نجات اسکا نظام معاشرت ہے کسی کا علاج اس کا پیش کیا ہوا نظام مالیات ہے اور ہر قسم کے فتنوں کا حل اسکی پیش کی ہوئی دعوت اور اسکا نظام زندگی ہے، اور اسی عموم کی خاطر حدیث میں تلاوت قرآن نہیں بلکہ کتاب اللہ کہا گیا ہے



خاتمہ



فی عدۃ روایات زائدۃ علی الاربعینۃ لا بد من ذکرہا لا غراض تناسب المقام
 ۱ عَنْ عَبْدِ الْمَلِکِ بْنِ عَمْرِو مَرْسَلًا ۱ عبد الملک بن عمر رضہ حضور اکرم صلی اللہ
 قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي فَاتِحَةِ الْكِتَابِ شِفَاءٌ
 عَلَیْہِ و سلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ
 میں ہر بیماری سے شفا ہے۔

مِنْ كُلِّ دَاءٍ رَسَاوَا الدَّامِیِّ وَالْبِیْضِیِّ فِي شَعْبِ الْاِیْمَانِ

خاتمہ میں بعض ایسی سورتوں کے فضائل ہیں جو پڑھنے میں بہت مختصر لیکن
 فضائل میں بہت بڑھی ہوئی ہیں اور اسی طرح دو ایک ایسے خاص امر ہیں جن پر تنبیہ
 قرآن پڑھنے والے کے لئے ضروری ہے۔

سورۃ فاتحہ کے فضائل بہت سی روایات میں وارد ہوئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا
 کہ ایک صحابی نماز پڑھتے تھے حضورؐ نے انکو بلایا وہ نماز کی وجہ سے جواب نہ دے سکے
 جب فارغ ہو کر حاضر ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ میرے پکارنے پر جواب کیوں نہیں دیا۔
 انھوں نے نماز کا عندر کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ قرآن شریف کی آیت میں نہیں پڑھایا آیتھا
 الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ اِذَا دَعَاكُمْ دَاۤءِ اِیْمَانٍ وَاللّٰهُ اَوْرَاکَ
 رسول کی پکار کا جواب دو جب بھی وہ تم کو بلاویں، پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تمھے
 قرآن شریف کی سب سے بڑی سورت یعنی سب سے افضل بتلاؤنگا، پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ
 وہ احمد کی سات آیتیں ہیں یہ سبع مثانی ہیں اور قرآن عظیم بعض عظیم سے منقول ہے کہ جو کچھ
 پہلی کتابوں میں تھا وہ سب کلام پاک میں آگیا اور جو کلام پاک میں ہے وہ سب سورۃ فاتحہ
 میں آگیا اور جو کچھ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ میں آگیا اور جو بسم اللہ میں ہے وہ اس کی
 ب میں آگیا۔ اسکی شرح بتلاتے ہیں کہ ب کے معنی اس جگہ ملانے کے ہیں اور مقصود

یعنی گزشتہ چالیس حدیثوں کے علاوہ خاتمہ میں چند وہ روایات لکھی جاتی ہیں جنکا درج ہونا موقع محل کے لحاظ
 سے ضروری تھا۔ وقال السیوطی فی الاتقان ج ۲ ص ۱۳۳ اخرجه البیہقی وغیرہ من حدیث عبد اللہ بن جابر رضہ یہ
 صحابی حضرت ابوسعید بن المعلی ہیں رضہ رواہ البخاری والوداؤد والنسائی وابن ماجہ عن ابی سعید بن المعلی۔
 کما فی الترغیب ص ۲۹۵ امام رازی اور ابن النقیب نے اپنی اپنی تفسیروں میں اسے ذکر کیا ہے اور انکے

سب چیز سے بندہ کا اللہ جل شانہ کے ساتھ ملا دینا ہے۔ بعض نے اس کے اضافہ کیا ہے کہ ب میں جو کچھ ہے وہ اس کے نقطے میں آگیا یعنی وحدانیت، کہ نقطہ اصطلاح میں کہتے ہیں اس چیز کو جسکی تقسیم نہ ہو سکتی ہو۔ بعض مشائخ سے منقول ہے کہ ایتانک نعبدو وایتانک نستعین میں تمام مقصد دینی و دنیوی آگئے۔ ایک دوسری روایت میں حضور کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اُس ذات کی قسم جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس جیسی سورت نازل نہیں ہوئی نہ تورات میں نہ انجیل میں نہ زبور میں نہ بقیہ قرآن میں۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ اگر سورۃ فاتحہ کو ایمان و یقین کے ساتھ پڑھے تو ہر بیماری سے شفا ہوتی ہے دینی ہو یا دنیوی ظاہری ہو یا باطنی لکھ کر لٹکانا اور چاٹنا بھی امراض کیلئے نافع ہے، صحاح کی کتابوں میں وارد ہے کہ صحابہؓ نے سانپ بچھوٹے کاٹے ہوؤں پر اور مرگی والوں پر اور دیوانوں پر سورۃ فاتحہ پڑھکر دم کیا اور حضورؐ نے اسکو جائز بھی رکھا۔ نیز ایک روایت میں آیا ہے کہ سائب بن یزیدؓ پر حضورؐ نے اس سورت کو دم فرمایا اور یہ سورت پڑھکر لعاب دہن درد کی جگہ لگایا۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص سونے کے ارادہ سے لیٹے اور سورۃ فاتحہ اور قل ہو اللہ احد پڑھکر اپنے اوپر دم کر لے موت کے سوا ہر بلا سے امن پاوے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ سورۃ فاتحہ ثواب میں دو تہائی قرآن کے برابر ہے ایک روایت میں آیا ہے کہ عرش کے خاص خزانہ سے مجھ کو چار چیزیں ملی ہیں کہ اور کوئی چیز اس خزانہ سے کسی کو نہیں ملی۔ سورۃ فاتحہ، آیت الکرسی اور سورۃ بقرہ کی اخیر آیات اور سورۃ کوثر۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حسن بصریؒ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ جس نے سورۃ فاتحہ کو پڑھا اُس نے گویا تورات انجیل زبور اور قرآن شریف کو پڑھا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ابلیس کو اپنے اوپر نوحہ اور زاری اور سر پر خاک ڈالنے کی چار مرتبہ نوبت آئی۔ اول جبکہ اسپر لعنت ہوئی، دوسرے جبکہ اسکو آسمان سے زمین پر ڈالا گیا، تیسرے جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی، چوتھے جبکہ سورۃ فاتحہ نازل ہوئی۔ شعبیؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص اُن کے پاس آیا اور درد گردہ کی شکایت کی، شعبیؒ نے کہا کہ اساس القرآن پڑھکر درد کی جگہ دم کر، اس نے پوچھا کہ اساس القرآن کیا ہے۔ شعبیؒ نے کہا کہ سورۃ فاتحہ، مشائخ کے اعمال مجرب میں لکھا ہے کہ سورۃ فاتحہ

لہ رواہ الترمذی وصحہ داہن خزیمہ داہن حبان فی صحیحہما والحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ رواہ عبد اللہ بن مسعود وعبد بن حمید عن ابن عباس کما فی الاتقان ص ۱۶۱ والجامع الصغیر۔

اسم اعظم ہے ہر مطلب کیلئے پڑھنی چاہیے اور اسکے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ صبح کی سنت اور فرض کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم کے میم کے ساتھ الحمد للہ کا لام ملا کر ۴۱ بار چالیس دن تک پڑھے جو مطلب ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ حاصل ہو گا۔ اور اگر کسی مریض یا جادو کے ہونے کے لئے ضرورت ہو تو پانی پر دم کر کے اسکو پلاوے۔ دوسرے یہ کہ نوحیذی اتوار کو صبح کی سنت اور فرض کے درمیان بلا قید میم پلانے کے شتر بار پڑھے اور اسکے بعد ہر روز اسی وقت پڑھے اور دن دن بار کم کرتا جاوے یہاں تک کہ ہفتہ ختم ہو جاوے، اول مہینے میں اگر مطلب پورا ہو جاوے فبہا ورنہ دوسرے تیسرے مہینے میں اسی طرح کئے، نیز اس سورت کا چینی کے برتن پر گلاب اور مشک وزعفران سے لکھ کر اور دھو کر پلانا چالیس روز تک امراض مزمنہ کے لئے مجرب ہے، نیز دانتوں کے درد اور سر کے درد پیٹ کے درد کے لئے سات بار پڑھ کر دم کرنا مجرب ہے۔ (یہ سب مضمون مظاہر حق سے مختصر طور سے نقل کیا گیا)

مسلم شریف کی ایک حدیث میں ابن عباسؓ نے روایت ہے کہ حضورؐ ایک مرتبہ تشریف فرما تھے حضورؐ نے فرمایا کہ آسمان کا ایک دروازہ آج کھلا ہے جو آج سے قبل کبھی نہیں کھلا تھا۔ پھر اس میں سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ ایک فرشتہ نازل ہوا جو آج سے قبل کبھی نازل نہیں ہوا تھا۔ پھر اس فرشتہ نے عرض کیا کہ دو نوروں کی بشارت لیجئے جو آپ سے قبل کسی کو نہیں دئے گئے ایک سورہ فاتحہ دوسرا خاتمہ سورہ بقرہ یعنی سورہ بقرہ کا اخیر رکوع۔ انکو نور اسلئے فرمایا کہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کے آگے آگے چلیں گے۔

۲ عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ مجھے حضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پہونچا ہے کہ جو شخص سورہ یس کو شروع دن میں پڑھے اسکی تمام دن کی حوائج پوری ہو جائیں۔

۲ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رِبَاحٍ قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ يَسَّ فِي صَدْرِهِ النَّهَارَ فَضِيَتْ حَوَائِجُهُ (رواه الدارمی)

احادیث میں سورہ یس کے بھی بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں۔ ایک روایت

۱ یعنی اسمیں بسم اللہ کی میم کو الحمد کے لام سے ملانا ضروری نہیں بلکہ مزمنہ :- یعنی کہنے پر لانے سے نیز یہ روایت نسائی اور حاکم نے بھی نقل کی ہے اور کہا ہے کہ بخاری و مسلم کے شرائط پر پوری اترتی ہے بلکہ رواہ الدارمی مرسلہ کما فی مشکوٰۃ ص ۱۸۹۔

میں وارد ہوا ہے کہ ہر چیز کے لئے ایک دل ہوا کرتا ہے قرآن شریف کا دل سورہ یس ہے جو شخص سورہ یس پڑھتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس کے لئے دس قرآنوں کا ثواب لکھتا ہے، ایک روایت میں آتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے سورہ طہ اور سورہ یس کو آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے ہزار برس پہلے پڑھا۔ جب فرشتوں نے سنا تو کہنے لگے کہ خوشحالی ہے اس امت کیلئے جن پر یہ قرآن اتارا جائیگا اور خوشحالی ہے ان دلوں کیلئے جو اسکو اٹھائیں گے یعنی یاد کریں گے اور خوشحالی ہے ان زبانوں کیلئے جو اسکو تلاوت کریں گے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص سورہ یس کو صرف اللہ کی رضا کے واسطے پڑھے اس کے پہلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں پس اس سورت کو اپنے مردوں پر پڑھا کرو۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ سورہ یس کا نام تورات میں معمر ہے کہ اپنے پڑھنے والے کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائیوں پر مشتمل ہے اور اس سے دنیا و آخرت کی مصیبت کو دور کرتی ہے اور آخرت کی ہول کو دور کرتی ہے اس سورت کا نام رافعہ خافضہ بھی ہے یعنی مومنوں کے رتے بلند کرنے والی اور کافروں کو پست کرنے والی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ سورہ یس میرے ہر امتی کے دل میں ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے سورہ یس کو ہر رات میں پڑھا پھر مر گیا تو شہید مرا۔ ایک روایت میں ہے کہ جو یس کو پڑھتا ہے اسکی مغفرت کی جاتی ہے اور جو بھوک کی حالت میں پڑھتا ہے وہ سیر ہو جاتا ہے اور جو راستہ گم ہو جانے کی وجہ سے پڑھتا ہے وہ راستہ پالیتا ہے اور جو شخص جانور کے گم ہو جانے کی وجہ سے پڑھتا ہے وہ پالیتا ہے، اور جو ایسی حالت میں پڑھے کہ کھانا کم ہو جانے کا خوف ہو تو وہ کھانا کافی ہو جاتا ہے اور جو ایسے شخص کے پاس پڑھے جو نزع میں ہو تو اس پر نزع میں آسانی ہو جاتی ہے۔ اور جو ایسی عورت پر پڑھے جسکے بچے ہونے میں دشواری ہو رہی ہو اس کے لئے بچہ جننے میں سہولت ہوتی ہے۔ مقرر کہتے ہیں کہ جب بادشاہ یا دشمن کا خوف ہو اور اس کے لئے سورہ یس پڑھے تو وہ خوف جاتا رہتا ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ جس نے سورہ یس اور الوصف جمعہ کے دن پڑھی اور پھر اللہ سے دعا کی اسکی دعا پوری ہوتی ہے۔ اسکا بھی اکثر

۱۔ رواہ الترمذی والدارمی عن انس رضی اللہ عنہ کما فی الاتقان ص ۱۵۴ ۲۔ أخرجه البوداد والنسائی وابن حبان وغيرهم من حدیث معقل بن یسار رحمہما فی الاتقان ص ۱۵۴ ۳۔ ازاد فی الترغیب ص ۱۵۴ ۴۔ احمد وابن ماجہ والحاکم۔ ۵۔ أخرجه الطبرانی من حدیث انس رضی اللہ عنہ۔

مظاہر حق سے منقول ہے مگر مشائخ حدیث کو بعض روایات کی صحت میں کلام ہے،

۳ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْوَاقِعَةِ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِْبْهُ فَاقَةٌ أَبَدًا وَكَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ يَأْمُرُ بَنَاتِهِ يَقْرَأْنَ بِهَا كُلَّ لَيْلَةٍ - رواه البيهقي في الشعب .

۳ ابن مسعودؓ نے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ہر رات کو سورۃ واقعہ پڑھے اسکو کبھی فاقہ نہیں ہوگا اور ابن مسعودؓ اپنی بیٹیوں کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ ہر شب میں اس سورت کو پڑھیں۔

سورۃ واقعہ کے فضائل بھی متعدد روایات میں وارد ہوئے ہیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص سورۃ حدید اور سورۃ واقعہ اور سورۃ الرحمن پڑھتا ہے وہ جنت الفردوس کے رہنے والوں میں پیکار اجاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ سورۃ واقعہ سورۃ البغنی ہے اسکو پڑھو اور اپنی اولاد کو سکھاؤ۔ ایک روایت میں ہے کہ اسکو اپنی بیٹیوں کو سکھاؤ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسکے پڑھنے کی تاکید منقول ہے۔ مگر بہت ہی پست خیالی ہے کہ چار مے کیلے اسکو پڑھا جائے۔ البتہ اگر غنائے قلب اور آخرت کی نیت سے پڑھے تو دنیا خود بخود ہاتھ جوڑ کر حاضر ہوگی۔

۴ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ سُورَةَ فِي الْقُرْآنِ ثَلَاثُونَ آيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتَّى غُفِرَ لَهُ وَهِيَ تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ - رواه ابو داود والنسائي وابن ماجة والمحاکم وصحاح ابن حبان في صحيحه .

۴ ابو ہریرہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن شریف میں ایک سورت تیس آیات کی ایسی ہے کہ وہ اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی رہتی ہے یہاں تک کہ اسکی مغفرت کرادے وہ سورۃ تبارک الذی ہے

۱۸۹ ذکرہ رزین فی جامعہ و ذکرہ ابو القاسم الاصبہانی فی کتابہ بغیر اسناد وقال السیوطی فی الاتقان ص ۳۱۱ اخرج البيهقي والمحارث بن ابی اسامہ والی ابو عبیدہ عن ابی سعید فذکرہ۔
۱۹۰ اور اگر یہ نیت ہو کہ خدا تعالیٰ اسکی برکت سے مال و دولت کی فراوانی بخشے گا تو اطمینان سے دینی و اصلاحی کاموں میں لگے اور انیس مالی امداد کرنے کا موقع میگا تو ایسی مبارک نیت کے ساتھ مال و دولت کے حصوں کیسے پڑھنا بھی بُرا نہیں اور درحقیقت حدیث میں بھی مالی غنا ہی مراد ہے جیسا کہ اس رسالہ کے اخیر میں خود حضرت شیخ مدظلہ نے بھی اسکو لکھا ہے دیکھئے صفحہ نمبر ۳۔

سورۃ تبارک الذی کے متعلق بھی ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد آیا ہے، کہ میرا دل چاہتا ہے کہ یہ سورت ہر مومن کے دل میں ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے سورۃ تبارک الذی اور الم سجدہ کو مغرب اور عشاء کے درمیان پڑھا گویا اس نے لیلۃ القدر میں قیام کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے ان دونوں سورتوں کو پڑھا اسکے لئے شتر نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور شتر برائیاں دور کی جاتی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے ان دونوں سورتوں کو پڑھا اسکے لئے عبادت لیلۃ القدر کی برابر ثواب لکھا جاتا ہے۔ (کنزانی المظاہر)

ترمذی نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ بعض صحابہ نے ایک جگہ خیمہ لگایا انکو علم نہ تھا کہ وہاں قبر ہے اچانک ان خیمہ لگانے والوں نے اس جگہ کسی کو سورۃ تبارک الذی پڑھتے ہوئے سنا تو حضور ص سے آکر عرض کیا۔ حضور نے فرمایا کہ یہ سورت اللہ کے عذاب سے روکنے والی ہے اور نجات دینے والی ہے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک نہ سوتے تھے جب تک الم سجدہ اور سورۃ تبارک الذی نہ پڑھ لیتے تھے۔ خالد بن معدان کہتے ہیں مجھے یہ روایت پہونچی ہے کہ ایک شخص بڑا گنہگار تھا، اور سورۃ سجدہ پڑھا کرتا تھا اسکے علاوہ اور کچھ نہیں پڑھتا تھا اس سورت نے اپنے پر اس شخص پر پھیلا دیئے کہ اے رب یہ شخص میری بہت تلاوت کرتا تھا۔ اسکی شفاعت قبول کی گئی اور حکم ہو گیا کہ ہر خطا کے بدلے ایک نیکی دی جائے۔ خالد بن معدان یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کی طرف سے قبر میں جھگڑتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر میں تیری کتاب میں سے ہوں تو میری شفاعت قبول کر ورنہ مجھے اپنی کتاب سے مٹا دے اور بمنزلہ پرندہ کے بن جاتی ہے اور اپنے پر میت پر پھیلا دیتی ہے اور اس پر عذاب قبر ہونے سے مانع ہوتی ہے اور یہی سارا مضمون وہ تبارک الذی کے بارہ میں بھی کہتے ہیں۔ خالد بن معدان اس وقت تک نہ سوتے تھے جب تک دونوں سورتیں نہ پڑھ لیتے۔ طاؤس کہتے ہیں کہ یہ دونوں سورتیں تمام قرآن کی ہر سورت پر ساٹھ نیکیاں زیادہ رکھتی ہیں۔ عذاب قبر کوئی معمولی چیز نہیں ہر شخص کو مرنے کے بعد سب سے پہلے قبر سے سابقہ پڑتا ہے۔ حضرت عثمانؓ جب تختی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ریش مبارک تر ہو جاتی۔ کسی نے پوچھا کہ آپ جنت و جہنم کے تذکرہ سے بھی اتنا نہیں روتے جتنا کہ قبر سے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے

لہ رداء الحاکم عن ابن عباس وقال اسنادہ عند الیما نیس صحیح کما فی الترغیب مضیۃ ریش۔ دارمی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قبر منازل آخرت میں سب سے پہلی منزل ہے جو شخص اس کے عذاب سے نجات پالے آئندہ کے واقعات اس کے لئے سہل ہوتے ہیں اور اگر اس سے نجات نہ پائے تو آنے والے حوادث اس سے سخت ہوتے ہیں۔ نیز میں نے یہ بھی سنا ہے کہ قبر سے زیادہ متوحش کوئی منظر نہیں۔ (جمع الفوائد) اللہم احفظنا منہ بفضلك وميتك۔

۵ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ بہترین اعمال میں سے کونسا عمل ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ حال مرتحل، لوگوں نے پوچھا کہ حال مرتحل کیا چیز ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ صاحب قرآن ہے جو اول سے چلے حتیٰ کہ اخیر تک پہنچے اور اخیر کے بعد پھر اول پر پہنچے جہاں ٹھہرے پھر آگے چلے۔

۵ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ الْحَالُ الْمُرْتَحِلُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْحَالُ الْمُرْتَحِلُ قَالَ حَتَّى يَبْلُغَ الْقُرْآنَ يَضْرِبَ مِنْ أَوَّلِهِ حَتَّى يَبْلُغَ آخِرَهُ وَمِنْ آخِرِهِ حَتَّى يَبْلُغَ أَوَّلَهُ كُلَّمَا حَلَّ إِسْتَحَلَّ۔ (رواہ الترمذی کما فی الرحمة والحاکم وقال تفرید)

صالح المري وهو من زهاد اهل البصرة الا ان الشيخين لم يخرجاه وقال الذہبی صالح متروک قلت هو من رواة ابی داؤد والترمذی،

حال کہتے ہیں منزل پر آنے والے کو اور مرتحل کو بچ کرنے والے کو۔ یعنی یہ کہ جب کلام پاک ختم ہو جائے تو پھر از سر نو شروع کرے۔ یہ نہیں کہ بس اب ختم ہو گیا دوبارہ پھر دیکھا جائے گا۔ کنز العمال کی ایک روایت میں اسکی شرح وارد ہوئی الخاتم المفتوح ختم کرنے والا اور ساتھ ہی شروع کرنے والا یعنی ایک قرآن ختم کرنے کے بعد ساتھ ہی شروع کرنے والا یعنی ایک قرآن ختم کرنے کے بعد ساتھ ہی دوسرا شروع کرے۔ اسی سے غالباً وہ عادت ماخوذ ہے جو ہمارے دیار میں متعارف ہے کہ ختم قرآن شریف کے بعد مفلحون تک پڑھا جاتا ہے مگر اب لوگ اسی کو مستقل ادب سمجھتے ہیں اور پھر پورا کرنے کا اہتمام نہیں کرتے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ دراصل معادوس قرآن شریف شروع کرنا بظاہر مقصود ہے جسکو پورا بھی کرنا چاہیے۔ شرح احیاء میں اور علا سیوطی نے اتقان میں بروایت دارمی نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قُلْ لِّمُؤْمِنِی

لہ آخرہ الدارمی بسند حسن ابن عباس رضی عن ابی بن کعب کما فی الاتقان ص ۱۱۔

بَرَّتِ النَّاسِ پڑھا کرتے تو سورہ بقرہ سے مفلحون تک ساتھ ہی پڑھتے اور اسکے بعد ختم قرآن کی دعا فرماتے تھے۔

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَاهَدُوا الْقُرْآنَ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَمْ يُوَاشِدْ تَفْصِيًّا مِنْ الْإِيلِ فِي عَقْلِهَا.

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کی خبر گیری کیا کر قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ قرآن پاک جلد نکل جانے والا ہے سینوں سے بہ نسبت اونٹ کے اپنی رسیوں سے۔

رساواہ البخاری و مسلم

یعنی آدمی اگر جانور کی حفاظت سے غافل ہو جاوے اور وہ رسی سے نکل جاوے تو بھاگ جاوے گا۔ اسی طرح کلام پاک کی اگر حفاظت نہ کی جاوے تو وہ بھی یاد نہیں رہے گا اور سمجھوں جاوے گا۔ اور اصل بات یہ ہے کہ کلام اللہ شریف کا حفظ یاد ہو جانا درحقیقت یہ خود قرآن شریف کا ایک کھلا ہوا معجزہ ہے ورنہ اس سے آدمی تہائی مقدار کی کتاب بھی یاد ہونا مشکل ہی نہیں بلکہ قریب بحال ہے اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ نے اسکے یاد ہو جانے کو سورہ قمر میں بطور احسان کے ذکر فرمایا اور بار بار اس پر تہنیت فرمائی وَلَقَدْ يَسِّرْنَا الْقُرْآنَ لِلَّذِي كَرِهَ مِنْ مَدَدٍ كَرٍ۔ کہ ہم نے کلام پاک کو حفظ کرنے کیلئے سہل کر رکھا ہے کوئی ہے حفظ کرنے والا۔ صاحب جلالین نے لکھا ہے کہ استفہام اس آیت میں امر کے معنی میں ہے تو جس چیز کو حق تعالیٰ شانہ بار بار تاکید سے فرما رہے ہوں اسکو ہم مسلمان لغو اور حماقت اور بیکار اضاعت وقت سے تعبیر کرتے ہوں۔ اس حماقت کے بعد پھر بھی ہماری تباہی کے لئے کسی اور چیز کے انتظار کی ضرورت باقی ہے؟ تعجب کی بات ہے کہ حضرت عزیرؑ اگر اپنی یاد سے تورات نکھا دیں تو اسکی وجہ سے اللہ کے بیٹے پکارے جاویں اور مسلمانوں کیلئے اللہ جل شانہ نے اس لطف و احسان کو عام فرما رکھا ہے تو اسکی یہ قدر دانی کی جاوے۔ فَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ۔ بالجملہ یہ محض حق تعالیٰ شانہ کا لطف و انعام ہے کہ یہ یاد ہو جاتا ہے، اسکے بعد اگر کسی شخص کی طرف سے بے توجہی پائی جاتی ہے تو اس سے بھلا دیا جاتا ہے، قرآن شریف پڑھ کر بھلا دینے میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں حضور کا ارشاد ہے کہ مجھ پر امت کے گناہ پیش کئے گئے ہیں میں نے اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں پایا کہ کوئی شخص قرآن شریف

پڑھ کر بھلا دے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھ کر بھلا دے قیامت کے دن اللہ کے دربار میں کوڑھی حاضر ہوگا۔ جمع الفوائد میں رزین کی روایت سے آیت ذیل کو دلیل بنایا ہے اِقْرَؤْاِنْ شِئْتُمْ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْ اَعْمٰی وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا۔ جو شخص ہمارے ذکر سے اعراض کرتا ہے اسکی زندگی تنگ کر دیتے ہیں اور قیامت کے روز اسکو اندھا اٹھائینگے۔ وہ عرض کریگا کہ یا اللہ میں تو آنکھوں والا تھا مجھے اندھا کیوں کر دیا۔ ارشاد ہوگا اسلئے کہ تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں اور تو نے انکو بھلا دیا، پس آج تو بھی اسی طرح بھلا دیا جاوے گا یعنی تیری کوئی اعانت نہیں۔

● بریدہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے تاکہ اسکی وجہ سے کھادے لوگوں سے، قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں آئے گا کہ اسکا چہرہ محض ہڈی ہوگا جسپر گوشت نہ ہوگا۔

● عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ يَتَاكَلَّ بِهَا النَّاسُ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَوَجْهُهُ عَظْمٌ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ (رواه البيهقي في شعب الایمان)

یعنی جو لوگ قرآن شریف کو طلب دنیا کی عرض سے پڑھتے ہیں انکا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہم قرآن شریف پڑھتے ہیں اور ہم میں عجمی و عربی ہر طرح کے لوگ ہیں جس طرح پڑھتے ہو پڑھتے رہو عنقریب ایک جماعت آنے والی ہے جو قرآن شریف کے حروف کو اس طرح سیدھا کرینگے جس طرح تیر سیدھا کیا جاتا ہے یعنی خوب سنوارینگے ایک ایک حرف کو گھنٹوں درست کرینگے اور مخارج کی رعایت میں خوب تکلف کرینگے اور یہ سب دنیا کے واسطے ہوگا آخرت سے ان لوگوں کو کچھ بھی سروکار نہ ہوگا۔ مقصد یہ ہے کہ محض خوش آوازی بیکار ہے جبکہ اسمیں اخلاص نہ ہو۔ محض دنیا کمانے کے واسطے کیا جاوے۔ چہرہ پر گوشت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب اُس نے اشرف الاشیاء کو ذلیل چیز کمانے کا ذریعہ کیا تو اشرف الاعضاء، چہرہ کو رونق سے محروم کر دیا جائیگا۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا ایک واعظ پر گزر ہوا جو

لے تمام نسخوں میں یہ لفظ عظیم تھا جو بدشاہ غلط تھا اسلئے الفاظِ حدیث کے مطابق تصحیح کر دی گئی ہے مگر گذشتہ دور میں ایسے غلوگ بھی گزرے ہیں جو ایک ایک لفظ کی مشق کیلئے ٹکڑے چنے ایک ایک کر کے ختم کر دیتے تھے اور اس طرح ایک ٹکڑے کو پچاس سو تلوں میں بٹا دیتے اور مشق کرتے تھے، یہ سب علوم کے مغز سے بھٹک کر چھٹکوں میں ٹک جانے کی باتیں ہیں۔

تلاوت کے بعد لوگوں سے کچھ طلب کر رہا تھا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھی اور فرمایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص تلاوت کرے اسکو جو مانگنا ہو اللہ سے مانگے۔ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو پڑھنے کے بعد لوگوں سے بھیک مانگیں گے، مشائخ سے منقول ہے کہ جو شخص علم کے ذریعے سے دُنیا کماوے اسکی مثال ایسی ہے کہ جوتے کو اپنے رخسار سے صاف کرے اس میں شک نہیں کہ جوتہ تو صاف ہو جاوے گا مگر چہرہ سے صاف کرنا حماقت کی منتہا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوا ہے اُولَئِکَ الَّذِیْنَ اَشْتَرُوا الضَّلَالَۃَ بِالْهَدٰیۃِ۔ (آیہ دہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلہ میں گمراہی خریدی ہے پس نہ انکی تجارت کچھ نفع والی ہے اور نہ یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔) ابی بن کعبؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو قرآن شریف کی ایک سورت پڑھائی تھی اُس نے ایک کمان مجھے ہدیہ کے طور سے دی۔ میں نے حضورؐ سے اسکا تذکرہ کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جہنم کی ایک کمان تو نے لے لی۔ اسی طرح کا واقعہ عبادة بن الصامت نے اپنے متعلق نقل کیا اور حضورؐ کا یہ جواب نقل کیا کہ جہنم کی ایک چنگاری اپنے مونڈھوں کے درمیان لٹکا دی۔ دوسری روایت میں ہے کہ اگر تو چاہے کہ جہنم کا ایک طوق گلے میں ڈالے تو اسکو قبول کرے۔

یہاں پہونچکر میں اُن حفاظ کی خدمت میں جن کا مقصود قرآن شریف کے مکتبوں سے فقط پیسہ ہی کمانا ہے بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ اللہ اپنے منصب اور اپنی ذمہ داری کا لحاظ کیجئے جو لوگ آپ کی بدنیاتوں کے حملہ کی وجہ سے کلام مجید پڑھانا یا حفظ کرنا بند کرتے ہیں اسکے وبال میں وہ تنہا گرفتار نہیں خود آپ لوگ بھی اس کے جواب دہ اور قرآن پاک کے بند کرنے والوں میں شریک ہیں۔ آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم اشاعت کرنیوالے ہیں لیکن درحقیقت اس اشاعت کے روکنے والے ہم ہی لوگ ہیں جن کی بد اطواریاں اور بد نیاتیاں دُنیا کو مجبور کر رہی ہیں کہ وہ قرآن پاک ہی کو چھو بیٹھیں، علم سارنے تعلیم کی تنخواہ کو اس لئے جائز نہیں فرمایا کہ ہم لوگ اسی کو مقصود بنالیں بلکہ حقیقتہً مدرسین کی اصل غرض صرف تعلیم اور اشاعتِ علم و قرآن شریف ہونے کی ضرورت ہے اور تنخواہ اس کا معاوضہ نہیں بلکہ رفع ضرورت کی ایک صورت ہے جسکو

۱۔ رواہ احمد والترمذی عن عمران بن حصین کما فی مشکوٰۃ ص ۱۹۲ وروی الآجری المرفوع عن عمران ایضاً کما فی مناقب
۲۔ سورۃ البقرۃ آیت ۱۶۵۔ اصول کے لحاظ سے تو تعلیم قرآن پر اجرت لینا بالکل جائز ہی نہیں ہے (باقی آگے)

مجبوراً اور اضطرار کی وجہ سے اختیار کیا گیا۔

تتمہ :- کلام پاک کے اُن سب فضائل اور خوبیوں کے ذکر کرنے سے مقصود اسکی ساتھ محبت پیدا کرنا ہے اسلئے کلام اللہ شریف کی محبت حق تعالیٰ شانہ کی محبت کیلئے لازم و ملزوم ہے اور ایک کی محبت دوسرے کی محبت کا سبب ہوتی ہے۔ دُنیا میں آدمی کی خلقت صرف اللہ جل شانہ کی معرفت کے لئے ہوئی ہے اور آدمی کے علاوہ سب چیز کی خلقت آدمی کے لئے ہے۔

ابر و باد و مه و خور و شد فلک در کارند تا تو نمانی بکفاری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرمانبری

کہتے ہیں بادل و ہوا، چاند سورج، آسمان و زمین غرض ہر چیز تیری خاطر کام میں مشغول ہے تاکہ تو اپنی حوائج انکے ذریعہ سے پوری کرے اور عبرت کی نگاہ سے دیکھے کہ آدمی کی ضروریات کے لئے یہ سب چیزیں کس قدر فرمانبردار و مطیع اور وقت پر کام کرنے والی ہیں اور تنبیہ کے لئے کبھی کبھی ان میں تخلف بھی پھوڑی کے لئے کر دیا جاتا ہے، بارش کے وقت بارش نہ ہونا، ہوا کے وقت ہوا نہ چلنا، اسی طرح گرہن کے ذریعہ سے چاند، سورج غرض ہر چیز میں کوئی تغیر بھی پیدا کیا جاتا ہے۔ تاکہ ایک غافل کیلئے تنبیہ کا تازیانہ بھی لگے، اس سب کے بعد حیرت کی بات ہے کہ تیری وجہ سے یہ سب چیزیں تیری ضروریات کے تابع کیجاویں اور انکی فرمانبرداری بھی تیری اطاعت اور فرمانبرداری کا سبب نہ بنے اور اطاعت و فرمانبرداری کے لئے بہترین معین محبت ہے اِنَّ الْمَحَبَّةَ لِمِنْ تَوْجِبُ مُطِيعٌ جب کسی شخص سے محبت ہو جاتی ہے عشق و فریفتگی پیدا ہو جاتی ہے تو اسکی اطاعت و فرمانبرداری طبیعت اور عادت بن جاتی ہے اور اسکی نافرمانی ایسی ہی گراں اور شاق ہوتی ہے جیسا کہ بغیر محبت کے کسی کی اطاعت خلاف عادت و طبع ہونے کی وجہ سے ہار ہوتی ہے کسی چیز سے محبت پیدا کر نیکی صورت اسکے کمالات و جمال کا مشاہدہ ہے جو اس

رگزشہ مضمون کا بقیہ، لیکن چونکہ ایک شخص نے اپنا پورا وقت اسی میں لگا دیا ہے اور وہ کوئی کام معاش کے لئے نہیں کر سکتا اور نہ تعلیم کا حرج ہو گا اسلئے اہل علم نے ہر جہ مجبوری اسکی تنخواہ کی گنجائش دی ہے تو گویا وہ وقت کی اجرت ہے لہذا کام تو اصل مقصود اور اپنا سمجھ کر کرنا چاہیے۔

لہ اقبال مرحوم نے کہا ہے ۔ نہ تو زمین کے لئے ہے نہ آسمان کے لئے و جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے
لہ یعنی ضروریات زندگی۔

ظاہرہ سے ہو یا حواس باطنہ میں استحضار سے۔ اگر کسی کے چہرہ کو دیکھ کر بے اختیار اس سے وابستگی ہو جاتی ہے تو کسی کی دل آویز آواز بھی بسا اوقات مقناطیس کا اثر رکھتی ہے۔
نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بسا کیں دولت از گفتار خیزد

عشق ہمیشہ صورت ہی سے پیدا نہیں ہوتا بسا اوقات یہ مبارک دولت بات سے بھی پیدا ہو جاتی ہے، کان میں آواز پڑ جانا اگر کسی کی طرف بے اختیار کھینچتا ہے تو کسی کے کلام کی خوبیاں، اُس کے جوہر اُس کے ساتھ الفت کا سبب بن جاتی ہیں۔ کسی کے ساتھ عشق پیدا کرنے کی تدبیر اہل فن نے یہ بھی لکھی ہے کہ اس کی خوبیوں کا استحضار کیا جاوے اس کے غیر کو دل میں جگہ نہ دی جاوے جیسا کہ عشق طبعی میں یہ سب باتیں بے اختیار ہوتی ہیں کسی کا حسین چہرہ یا ہاتھ نظر پڑ جاتا ہے تو آدمی سعی کرتا ہے کوشش کرتا ہے کہ بقیہ اعضاء کو دیکھے تاکہ محبت میں اضافہ ہو، قلب کو تسکین ہو حالانکہ تسکین ہوتی نہیں۔

ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

کسی کھیت میں بیج ڈالنے کے بعد اگر اس کی آبپاشی کی خبر نہ لی گئی تو پیداوار نہیں ہوتی۔ اگر کسی کی محبت دل میں بے اختیار آجانے کے بعد اس کی طرف التفات نہ کیا جاوے تو آج نہیں تو کل دل سے محو ہو جاوے گی لیکن اس کے خط و خال سراپا اور رفتار و گفتار کے تصور سے اُس قلبی بیج کو سینچتا رہے تو اس میں ہر لمحہ اضافہ ہوگا۔

مکتب عشق کے انداز نزلے دیکھے اسکو چھٹی نہ ملی جسے سبق یاد کیا

اس سبق کو بھلا دو گے فوراً چھٹی مل جاوے گی، جتنا جتنا یاد کرو گے اتنا ہی جکڑے جاؤ گے۔ اسی طرح کسی قابل عشق سے محبت پیدا کرنی ہو تو اس کے کمالات اس کی دل آویزیوں کا نتیجہ کرے، جوہروں کو تلاش کرے اور جس قدر معلوم ہو جاوے اس پر بس نہ کرے بلکہ اس سے زائد کا متلاشی ہو کہ فنا ہونے والے محبوب کے کسی ایک عضو کے دیکھنے پر قناعت نہیں کی جاتی۔ اس سے زیادہ کی ہوس جہاں تک کہ اسکان میں ہو باقی رہتی ہے۔ حق سبحانہ و تقدس جو حقیقۃً کبر جمال و حسن کا منبع ہیں اور حقیقۃً دنیا میں کوئی بھی جمال ان کے علاوہ نہیں ہے۔ یقیناً ایسے محبوب ہیں کہ جن کے کسی جمال و کمال پر بس نہیں نہ اس کی کوئی غایت۔ ان ہی بے نہایت کمالات میں سے اُن کا کلام بھی ہے جسے متعلق میں پہلے اجمالاً کہہ چکا ہوں کہ اس انتساب کے بعد پھر کسی کمال کی ضرورت

۱۔ نتیجہ :- کھوج لگانا تلاش کرنا۔

نہیں، عشاق کے لئے اس انتساب کے برابر اور کیا چیز ہوگی۔

ع۔ اے گل تو خرسند تو بونے کے داری

قطع نظر اس سے کہ انتساب کو اگر چھوڑ بھی دیا جائے کہ اسکا موجد کون ہے اور وہ کس کی صفت ہے تو پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسکو جو نسبتیں ہیں ایک مسلمان کی فریفتگی کے لئے وہ کیا کم ہیں اگر اس سے بھی قطع نظر کیجاوے تو خود کلام پاک ہی میں غور کیجئے کہ کونسی خوبی دنیا میں ایسی ہے جو کسی چیز میں پائی جاتی ہے اور کلام پاک میں نہ ہو۔

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار گلچیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

۵۔ فدا ہو آپ کی کس کس ادا پر ادائیں لاکھ اور بیتاب دل ایک

احادیث سابقہ کو غور سے پڑھنے والوں پر مخفی نہیں کہ کوئی بھی چیز دنیا میں ایسی نہیں جسکی طرف احادیث بالا میں متوجہ نہ کر دیا ہو۔ اور انواع محبت و افتخار میں سے کسی نوع کا دلدادہ بھی ایسا نہ ہوگا کہ اسی رنگ میں کلام اللہ شریف کی افضلیت و برتری اس نوع میں کمال درجہ کی نہ بتلا دی گئی ہو مثلاً گل اور اجمالی بہترائی جو دنیا بھر کی چیزوں کو شامل ہے ہر جمال و کمال اس میں داخل ہے۔ سب سے پہلی حدیث ① نے کلی طور پر ہر چیز سے اسکی افضلیت اور برتری بتلا دی۔ محبت کی کوئی سی نوع لے لیجئے کسی شخص کو اسباب غیر متناہی میں سے کسی وجہ سے کوئی پسند آئے قرآن شریف اسی کلی افضلیت میں سب سے افضل ہے اسکے بعد بالعموم جو اسباب تعلق و محبت ہوتے ہیں جزئیات و تمثیل کے طور سے ان سب پر قرآن شریف کی افضلیت بتلا دی گئی۔ اگر کسی کو ثمرات اور منافع کی وجہ سے کسی سے محبت ہوتی ہے تو اللہ جل شانہ کا وعدہ ہے کہ ہر مانگنے والے سے زیادہ عطا کر دے گا۔ حدیث ② اگر کسی کو ذاتی فضیلت، ذاتی جوہر، ذاتی کمال سے کوئی بھاتا ہے تو اللہ جل شانہ نے بتلا دیا کہ دنیا کی ہر بات پر قرآن شریف کو اتنی فضیلت ہے جتنی خالق کو مخلوق پر آقا کو بندوں پر مالک کو مملوک پر۔ حدیث ③ اگر کوئی مال و متاع حشم و خدم اور جانوروں کا گرویدہ ہے اور کسی نوع کے جانور پالنے پر دل کھوئے ہوئے ہے تو جانوروں کے بے مشقت حاصل کرنے سے تحصیل کلام پاک کی افضلیت پر متنبہ کر دیا۔ حدیث ④ اگر کوئی صوفی منش تقدس و تقویٰ کا بھوکا ہے اسکے لئے

۱۔ یہ شعر و پر والے فارسی شعر کا گویا خلاصہ ہے۔

سرگرداں ہے تو حضورؐ نے بتلادیا کہ قرآن کے ماہر کا ملائکہ کے ساتھ شمار ہے جن کی برابر تقویٰ کا ہونا مشکل ہے کہ ایک آن بھی خلاف اطاعت نہیں گزار سکتے۔ حدیث ۵

اگر کوئی شخص دو ہر حصہ ملنے پر افتخار کرتا ہے یا اپنی بڑائی اسی میں سمجھتا ہے کہ اسی رائے دُوراؤں کی برابر شمار کی جاوے تو اٹکنے والے کے لئے دو ہر اجر ہے۔ حدیث ۶

اگر کوئی حاسد بد اخلاقیوں کا متوالا ہے دنیا میں حسد ہی کا خوگر ہو گیا ہو اسکی زندگی حسد سے نہیں ہٹ سکتی تو حضورؐ نے بتلادیا کہ اس قابل جسکے کمال پر واقعی حسد ہو سکتا ہے وہ حافظ قرآن ہے۔ حدیث ۷

اگر کوئی فواکہ کا متوالا ہے اسپر جان دیتا ہے پھل بغیر اسکو چین نہیں پڑتا تو قرآن شریف ترجیح کی مشابہت رکھتا ہے۔ حدیث ۸

اگر کوئی میٹھے کا عاشق ہے مٹھائی بغیر اسکا گدز نہیں تو قرآن شریف کھجور سے زیادہ میٹھا ہے اگر کوئی شخص عزت و وقار کا دلدادہ ہے ممبری اور کونسل بغیر اس سے نہیں رہا جاتا تو قرآن شریف دنیا اور آخرت میں رفیع درجات کا ذریعہ ہے۔ حدیث ۹

اگر کوئی شخص معین و مددگار چاہتا ہے ایسا جان نثار چاہتا ہے کہ ہر جھگڑے میں اپنے ساتھی کی طرف سے لڑنے کو تیار ہے تو قرآن شریف سلطان السلاطین ملک الملوک شہنشاہ سے اپنے ساتھی کی طرف سے جھگڑنے کو تیار ہے۔ حدیث ۱۰

اگر کوئی نکتہ رس باریک بینیوں میں غم خرچ کرنا چاہتا ہے اسکے نزدیک ایک نکتہ حاصل کر لینا دنیا بھر کے لذات سے اغراض کو کافی ہے تو بطن قرآن شریف دقائق کا خزانہ ہے۔ حدیث ۱۱

اگر کوئی شخص مخفی رازوں کا پتہ لگانا کمال سمجھتا ہے محکمہ سی آئی ڈی میں تجربہ کو ہنر سمجھتا ہے غم کھیلتا ہے تو بطن قرآن شریف اُن اسرار مخفیہ پر مستنبہ کرتا ہے جن کی انتہا نہیں اگر کوئی شخص اونچے مکانات بنانے پر مر رہا ہے ساتویں منزل پر اپنا خاص کمرہ بنانا چاہتا ہے تو قرآن شریف ساتویں ہزار منزل پر پہنچاتا ہے۔ حدیث ۱۲

اگر کوئی اسکا گرویدہ ہے کہ ایسی سہل تجارت کروں جس میں محنت کچھ نہ ہو اور نفع بہت سا ہو جاوے تو قرآن شریف لیک حرف پردش نیکیاں دلاتا ہے۔ حدیث ۱۳

اگر کوئی تاج و تخت کا بھوکا ہے اسکی خاطر دنیا سے لڑتا ہے تو قرآن شریف اپنے رفیق کے والدین کو بھی وہ تاج دیتا ہے جس کی چمک دھمک کی دنیا میں کوئی نظیر ہی نہیں۔ حدیث ۱۴

لذات فواکہ: یہ فواکہ کی جمع ہے جسکے معنی ہیں پھل۔ لذات: لذتیں۔ اغراض: غیر طرف متوجہ ہونا۔
مورینا: نظیر۔ مثال۔

اگر کوئی شعبہ بازی میں کمال پیدا کرتا ہے آگ ہاتھ پر رکھتا ہے جلتی دیا سلامی منہ میں رکھ لیتا ہے تو قرآن شریف جہنم تک کی آگ کو اثر کرنے سے مانع ہے۔ حدیث ۱۵ اگر کوئی حکام رسی پر مرتا ہے اسپرناز ہے کہ ہمارے ایک خط سے فلاں حاکم نے اس ملزم کو چھوڑ دیا ہم نے وہاں شخص کو سزا نہیں ہونے دی اتنی سی بات حاصل کرنے کے لئے جج و کلکٹر کی دعوتوں اور خوشامدوں میں جان و مال ضائع کرتا ہے ہر روز کسی نہ کسی حاکم کی دعوت میں سرگرداں رہتا ہے تو قرآن شریف اپنے ہر رفیق کے ذریعہ ایسے دس شخصوں کو خلاصی دلاتا ہے جنکو جہنم کا حکم مل چکا ہے۔ حدیث ۱۶ اگر کوئی خوشبوؤں پر مرتا ہے چمن اور میوؤں کا دلدادہ ہے تو قرآن شریف بال چھڑے۔ حدیث ۱۷ اور اگر کوئی غطر کا فریفتہ ہے حنائے شکی میں غسل چاہتا ہو تو کلام مجید سراپا مشک ہے اور غور کرو گے تو معلوم ہو جاوے گا کہ اس مشک سے اس مشک کو کچھ بھی نسبت نہیں اچہ نسبت خاک را با عالم پاک ۷

کار زلف تست مُشک انشانی اما عاشقان

مصلحت را تہمتے بر آہوتے ہیں بستہ اند

حدیث ۱۸ اگر کوئی جوئے کا آشنا ڈر سے کوئی کام کر سکتا ہے ترغیب اسکے لئے کارآمد نہیں تو قرآن شریف سے خالی ہونا گھر کی بربادی کے برابر ہے۔ حدیث ۱۹ اگر کوئی عابد افضل العبادات کی تحقیق میں رہتا ہے اور ہر کام میں اسکا منتہی ہے کہ جس چیز میں زیادہ ثواب ہو اسی میں مشغول رہوں تو قرآن افضل العبادات ہے اور تفریح بتلادیا کہ نفل، نماز، روزہ، تسبیح و تہلیل وغیرہ سب سے افضل ہے۔ حدیث ۲۰ بہت سے لوگوں کو حاملہ جانوروں سے دلچسپی ہوتی ہے، حاملہ جانور قیمتی دانتوں میں خرمیدے جاتے ہیں حضور نے متنبہ فرمادیا اور خصوصیت سے اس جزو کو بھی مثال میں ذکر فرمایا کہ قرآن شریف اس سے بھی افضل ہے۔ حدیث ۲۱ اکثر لوگوں کو صحت کی فکر دامنگیر رہتی ہے ورزش کرتے ہیں روزانہ غسل کرتے ہیں دوڑتے ہیں علی الصبح تفریح کرتے ہیں اسی طرح سے بعض لوگوں کو رنج و غم فکر و تشویش دامنگیر

۷ حکام رسی پر حاکموں تک پہنچ سکتا۔ ۸ سے تعلقات در سوچ سے بال چھڑے۔ ایک دوا کا نام ہے جسے غطر عطر کا جمع ہے۔ مراد مختلف قسم کے عطریات سے یعنی جوتے کی یا جو بغیر مار پیٹ اور بغیر دندے کے دباؤ کے کوئی کا نہیں کرتا۔ ۹ مطلب یہ ہے کہ اسے محبوب اصلاً تو مشک پر ساتیری زلف کا کام ہے لیکن ماشعور نے (خواہ مخواہ) جینی ہرن پر لٹا دیا ہے۔

رہتی ہے حضورؐ نے فرمادیا کہ سورۃ فاتحہ ہر بیماری سے شفا ہے اور قرآن شریف دلوں کی بیماری کو دور کرنے والا ہے۔ حدیث ۲۱ ۱؎ لوگوں کو افتخار کے اسباب گزشتہ افتخارات کے علاوہ اور بھی بہت سے ہوتے ہیں جنکا احاطہ مشکل ہے اکثر اپنے نسب پر افتخار ہوتا ہے، کسی کو اپنی عادتوں پر، کسی کو اپنی ہر دلعزیزی پر، کسی کو اپنے حسن تدبیر پر، حضورؐ نے فرمادیا کہ حقیقۃً قابلِ افتخار جو چیز ہے وہ قرآن شریف ہے اور کیوں نہ ہو کہ درحقیقت ہر جمال و کمال کو جامع ہے۔

ع انچہ خواہاں ہمہ دارند تو تنہا داری

حدیث ۲۲ ۱؎ اکثر لوگوں کو خزانہ جمع کرنے کا شوق ہوتا ہے کھانے اور پہننے میں تنگی کرتے ہیں تکالیف برداشت کرتے ہیں اور تنانوت سے بچنے میں ایسے پھنس جاتے ہیں جس سے ٹکنا دشوار ہوتا ہے حضورؐ نے ارشاد فرمادیا کہ ذخیرہ کے قابلِ کلام پاک ہے جتنا دل چاہے آدمی جمع کرے کہ اس سے بہتر کوئی خزانہ نہیں۔ حدیث ۲۳ ۱؎ اسی طرح اگر برقی روشنیوں کا آپ کو شوق ہے آپ اپنے کمرہ میں دس قمقمے بجلی کے اسلئے نصب کرتے ہیں کہ کمرہ جگمگا اٹھے تو قرآن شریف سے بڑھ کر نورانیت کس چیز میں ہو سکتی ہے، حدیث ۲۴ ۱؎ اگر آپ اسپر جان دیتے ہیں کہ آپ کے پاس ہدایا آیا کریں دوست روزانہ کچھ نہ کچھ بھیجتے رہا کریں آپ تو وسیع تعلقات اسی کے خاطر کرتے ہیں جو دوست آشنا اپنے باغ کے پھلوں میں آپ کا حصہ نہ لگائے تو آپ اسکی شکایت کرتے ہیں تو قرآن شریف سے بہتر تحائف دینے والا کون ہے کہ سکینہ اسکے پاس بھیجی جاتی ہے پس آپ کسی پر مرنے کی اگر یہی وجہ ہے کہ وہ آپ کے پاس روزانہ کچھ نذرانہ لاتا ہے تو قرآن شریف میں اسکا بھی بدل ہے۔ حدیث ۲۵ ۱؎ اور اگر آپ کسی وزیر کے اسلئے ہر وقت قدم چومتے ہیں کہ وہ دربار میں آپ کا ذکر کر دینگا، کسی پیشکار کی اسلئے خوشامد کرتے ہیں کہ وہ گائڑ کے یہاں آپ کی کچھ تعریف کر دینگا، یا کسی کی آپ اسلئے چاپوسی کرتے ہیں کہ محبوب کی مجلس میں آپکا ذکر کر دے تو قرآن شریف احکم الحاکمین محبوب حقیقی کے دربار میں آپ کا ذکر خود محبوب و آقا کی زبان سے کراتا ہے۔ حدیث ۲۶ ۱؎ اگر آپ اسکے جو یاں رہتے ہیں کہ محبوب کو سب سے زیادہ مرغوب کیا چیز ہے کہ اسکے مہیا کرنے میں پہاڑوں سے دودھ کی نہر نکالی جائے تو قرآن شریف کی برابر آقا کو کوئی چیز بھی مرغوب نہیں۔ حدیث ۲۷ ۱؎

۱؎ ہدایا جمع ہے ہدیہ کی یعنی غفہ تحائف لکھنا یہ ہے شکل سے شکل اور دشوار سے دشوار کام کی طرف۔

اگر آپ درباری بننے میں عمر کھپا رہے ہیں، سلطان کے مصاحب بننے کیلئے ہزار تہہ بھر اختیار کرتے ہیں تو کلام اللہ شریف کے ذریعہ آپ اس بادشاہ کے مصاحب شمار ہوتے ہیں جس کے سامنے کسی بڑے سے بڑے کی بادشاہت کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ حدیث ۳۰ تعجب کی بات ہے کہ لوگ کونسل کی ممبری کے لئے اور اتنی سی بات کے لئے کلکٹر صاحب شکار میں جاویں تو آپ کو بھی ساتھ لے لیں آپ کس قدر قربانیاں کرتے راحت و آرام جان و مال نثار کرتے ہیں لوگوں سے کوشش کراتے ہیں دین اور دنیا دونوں کو برباد کرتے ہیں صرف اسلئے کہ آپ کی نگاہ میں اس سے آپ کا اعزاز ہوتا ہے تو پھر کیا حقیقی اعزاز کے لئے حقیقی حاکم و بادشاہ کی مصاحبت کیلئے واقعی درباری بننے کے لئے آپ کو ذرا سی توجہ کی بھی ضرورت نہیں۔ آپ اس نمائشی اعزاز پر عمر خرچ کیجئے مگر خدا اس عمر کا مقوڑا سا حصہ عمر دینے والے کی خوشنودی کے لئے بھی تو خرچ کیجئے۔ اسی طرح اگر آپ میں چشیت پھونک دی گئی ہے اور مجالس بغیر آپ کو قرار نہیں تو مجالس تلاوت اس سے کہیں زیادہ دل کو پکڑنے والی ہیں اور بڑے سے بڑے مستغنی کے کان اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہیں۔ حدیث ۳۰ و ۳۱ اسی طرح اگر آپ آقا کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں تو تلاوت کیجئے۔ حدیث ۳۲ اور آپ اسلام کے مدعی ہیں۔ مسلم ہونے کا دعویٰ ہے تو حکم ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ قرآن شریف کی ایسی تلاوت کرو جیسا کہ اس کا حق ہے اگر آپ کے نزدیک اسلام صرف زبانی جمع خرچ نہیں ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری سے بھی آپ کے اسلام کو کوئی سروکار ہے تو یہ اللہ کا فرمان ہے اور اس کے رسول کی طرف سے اس کی تلاوت کا حکم ہے۔ حدیث ۳۳ اگر آپ میں قومی جوش بہت زور کرتا ہے، ٹرکی ٹوپی کے آپ صرف اسلئے دلدادہ ہیں کہ وہ آپ کے نزدیک خاص اسلامی لباس ہے، قومی شعار میں آپ بہت خاص دلچسپی رکھتے ہیں ہر طرح اس کے پھیلانے کی آپ تدبیریں اختیار کرتے ہیں، اخبارات میں مضامین شائع کرتے ہیں۔ جلسوں میں ریزولیشن پاس کرتے ہیں تو اللہ کا رسول آپ کو حکم دیتا ہے کہ جس قدر ممکن ہو قرآن شریف کو پھیلانے۔

بیجا نہ ہوگا اگر میں یہاں پہونچ کر سرور آوردگان قوم کی شکایت کروں کہ قرآن پاک کی اشاعت میں آپ کی طرف سے کیا اعانت ہوتی ہے اور یہی نہیں بلکہ خدا را ذرا لے سلسلہ چشیت کی طرف نسبت ہے۔

غور سے جواب دیجئے کہ اسکے سلسلہ کو بند کرنے میں آپ کا کس قدر حصہ ہے۔ آج اسکی تعلیم کو بیکار بتلایا جاتا ہے اضاعتِ عمر سمجھا جاتا ہے اسکو بیکار و مایوسوزی اور بے نتیجہ عرق ریزی کہا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ آپ اسکے موافق نہ ہوں لیکن ایک جماعت جب ہمہ تن اس میں کوشاں ہے تو کیا آپ کا سکوت اسکی اعانت نہیں ہے مانا کہ آپ اس خیال سے بیزار ہیں مگر آپکی اس بیزاری نے کیا فائدہ دیا ہے

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن غاک ہو جائینگے ہم تم کو خبر ہونے تک آج اسکی تعلیم پر بڑے زور سے اسلئے انکار کیا جاتا ہے کہ مسجد کے ملائوں نے اپنے ٹکڑوں کیلئے دھنداکر رکھا ہے۔ گو یہ عامۃ نیتوں پر حملہ ہے جو بڑی سخت ذمہ داری ہے اور اپنے وقت پر اسکا ثبوت دینا ہو گا مگر میں نہایت ہی ادب سے پوچھتا ہوں کہ خدا را ذرا اسکو تو غور کیجئے کہ ان خود غرض ملائوں کی ان خود غرضیوں کے ثمرات آپ دنیا میں کیسا دیکھ رہے ہیں اور آپکی ان بے غرضانہ تجاویز کے ثمرات کیا ہونگے اور نشر و اشاعت کلام پاک میں آپکی ان مفید تجاویز سے کس قدر مدد ملے گی۔ بہر حال حضور کا ارشاد آپکے لئے قرآن شریف کے پھیلانے کا ہے اسمیں آپ خود ہی فیصلہ کر لیجئے کہ اس ارشاد نبوی کا کس درجہ امتثال آپ کی ذات سے ہوا اور ہو رہا ہے۔ دیکھئے ایک دوسری بات کا بھی خیال رکھیں بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم اس خیال میں شریک نہیں تو ہم کو کیا مگر اس سے آپ اللہ کی پکڑ سے نہیں بچ سکتے۔ صحابہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا اَنْ هَلَكَ دَفِينَا الصَّالِحُونَ قَالَ نَعَمْ اِذَا كَثُرَتْ الْحَبَثُ رَكِيَا، ہم ایسی حالت میں ہلاک ہو جاوینگے کہ ہم میں صلحاء موجود ہوں، حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہاں جب حباثت غالب ہو جاوے، اسی طرح ایک روایت میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے ایک گاؤں کے اُلٹ دینے کا حکم فرمایا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اسمیں فلاں بندہ ایسا ہے کہ جس نے کبھی گناہ نہیں کیا۔ ارشاد ہوا کہ صحیح ہے مگر یہ میری نافرمانی ہوتے ہوئے دیکھتا رہا اور کبھی اسکی پیشانی پر بل نہیں پڑا، درحقیقت علماء کو یہی امور مجبور کرتے ہیں کہ وہ ناجائز امور کو دیکھ کر ناگواری کا اظہار کریں جسکو ہمارے روشن خیال تنگ نظری سے تعبیر کرتے ہیں۔ آپ حضرات اپنی اس وسعت خیالی اور وسعت اخلاق پر مطمئن نہ رہیں کہ یہ فریضہ صرف علماء ہی کے ذمہ نہیں ہر اس شخص کے ذمہ ہے جو کسی ناجائز بات کا

لہ امتثال :- تعمیل حکم۔

و توقع دیکھے اور اسپر ٹوکنے کی قدرت رکھتا ہو پھر نہ ٹو کے۔ بلال بن سعدؓ سے مروی ہے کہ معصیت جب مخفی طور سے کی جاتی ہے تو اس کا وبال صرف کرنے والے پر ہوتا ہے لیکن جب کھلم کھلا کی جاوے اور اسپر انکار نہ کیا جاوے تو اس کا وبال عام ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر آپ تاریخ کے دلدادہ ہیں جہاں کہیں معتبر تاریخ پرانی تاریخ آپکو ملتی ہے آپ اس کے لئے سفر کرتے ہیں تو قرآن شریف میں تمام ایسی کتب کا بدل موجود ہے جو قرون سابقہ میں حجت و معتبر مانی گئی ہیں۔ حدیث ۳۷ اگر آپ اس قدر اونچے مرتبے کے متمنی ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو آپ کی مجلس میں بیٹھنے اور شریک ہونے کا حکم ہو تو یہ بات بھی صرف کلام اللہ شریف میں ہی ملے گی، حدیث ۳۵ اگر آپ اس قدر کاہل ہیں کہ کچھ کر ہی نہیں سکتے تو بے محنت بے مشقت اکرام بھی آپکو صرف کلام اللہ شریف میں ملیگا کہ چپ چاپ کسی مکتب میں بیٹھے بچوں کا کلام مجید سننے جائیے اور مفت کا ثواب لیجئے۔ حدیث ۳۶ اگر آپ مختلف ألوان کے گرویدہ ہیں ایک نوع سے اکتا جاتے ہیں تو قرآن شریف کے معانی میں مختلف ألوان مختلف مضامین حاصل کیجئے کہیں رحمت کہیں عذاب، کہیں قصے کہیں احکام، اور کیفیت تلاوت میں کبھی پکار کر پڑھیں اور کبھی آہستہ۔ حدیث ۳۷ اگر آپ کی سیہ کاریاں حد سے متجاوز ہیں اور مرنے کا آپکو یقین بھی ہے تو پھر تلاوت کلام پاک میں ذرا بھی کوتاہی نہ کیجئے کہ اس درجہ کا سفارشی نہ ملیگا نہ ملیگا اور پھر ایسا کہ جسکی سفارش کے قبول ہونے کا یقین بھی ہو۔ حدیث ۳۸ اسی طرح اگر آپ اس قدر باوقار واقع ہوئے ہیں کہ جھگڑا نو سے گھبراتے ہیں لوگوں کے جھگڑے کے ڈر سے آپ بہت سی قربانیاں کر جاتے ہیں تو قرآن شریف کے مطالبہ سے ڈریئے کہ اس جیسا جھگڑا لو آپ کو نہ ملیگا۔ فریقین کے جھگڑے میں ہر شخص کا کوئی نہ کوئی طرفدار ہوتا ہے مگر اسکے جھگڑنے میں اسکی تصدیق کی جاتی ہے اور ہر شخص اسی کو سچا بتلائے گا اور آپکا کوئی طرفدار نہ ہوگا۔ حدیث ۳۹ اگر آپ کو ایسا رہبر درکار ہے اور اسپر آپ قربان ہیں جو محبوب کے گھرتک پہنچا دے تو تلاوت کیجئے اور اگر آپ اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں جیلخانہ نہ ہو جائے تو ہر حالت میں قرآن شریف کی تلاوت بغیر چارہ نہیں، حدیث ۴۰ اگر آپ علوم انبیاء حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اسکے گرویدہ و شیدائی ہیں تو قرآن شریف پڑھیے اور جتنا چاہے کمال پیدا کیجئے، اسی طرح اگر آپ بہترین

لہ معصیت :- گناہ ملکہ ألوان :- جمع ہے ألوان کی یعنی رنگ۔

اخلاق پر جان دینے کو تیار ہیں تو بھی تلاوت کی کثرت کیجئے۔ حدیث ۴۱ اگر آپ کا مچلا ہوا دل ہمیشہ شملہ اور منصوری کی چوٹیوں ہی پر تفرج میں بہلتا ہے اور سو جان سے آپ ایک پہاڑ کے سفر پر قربان ہیں تو قرآن پاک مُشک کے پہاڑوں پر ایسے وقت میں تفرج کرتا ہے کہ تمام عالم میں نفسا نفسی کا زور ہو، حدیث ۴۲ اگر آپ زاہدوں کی اعلیٰ فہرست میں شمار چاہتے ہیں اور رات دن نوافل سے آپ کو فرصت نہیں تو کلام پاک سیکھنا سکھانا اس سے پیش پیش ہے۔ حدیث ۴۳ و ۴۴ اگر دنیا کے ہر جھگڑے سے آپ نجات چاہتے ہیں ہر منحصر سے آپ علیحدہ رہنے کے دلدادہ ہیں تو صرف قرآن پاک ہی میں اُن سے مخلصی ہے۔ حدیث ۴۵ اگر آپ کسی طبیب کے ساتھ وابستگی چاہتے ہیں تو سورہ فاتحہ میں ہر بیماری کی شفا ہے۔

حدیث خاتمہ ۱ اگر آپ کی بے نہایت غرضیں پوری نہیں ہوتیں تو کیوں روزانہ سورہ یس کی تلاوت آپ نہیں کرتے۔ حدیث ۲ اگر آپ کو پیسہ کی محبت ایسی ہے کہ اس بغیر آپ کسی کے بھی نہیں تو کیوں روزانہ سورہ واقعات کی تلاوت نہیں کرتے۔ حدیث ۳ اگر آپ کو عذاب قبر کا خوف دامنگیر ہے اور آپ اس کے متحمل نہیں تو اس کے لئے کلام پاک میں نجات ہے۔ حدیث ۴ اور اگر آپ کو کوئی دائمی مشغلہ درکار ہے کہ جس میں آپ کے مُبارک اوقات ہمیشہ مصروف رہیں تو قرآن پاک سے بڑھ کر نہ ملے گا۔ حدیث ۵ مگر ایسا نہ ہو کہ یہ دولت حاصل ہونے کے بعد جھین جادے کے سلطنت ہاتھ آنیکے بعد پھر ہاتھ سے نکل جانا زیادہ حسرت و خسران کا سبب ہوتا ہے اور کوئی حرکت ایسی بھی نہ کر جائے کہ نیکی برباد گناہ لازم۔ حدیث ۶ و ۷

وما علینا الا البلاغ۔

مجھ سے ماکارہ قرآن پاک کی خوبیوں پر کیا متنبہ ہو سکتا ہے ناقص سمجھ کے موافق جو ظاہری طور پر سمجھ میں آیا ظاہر کر دیا مگر اہل فہم کیلئے غور کا راستہ ضرور کھل گیا اسلئے کہ اسباب محبت جنکو اہل فن نے کسی کے ساتھ محبت کا ذریعہ بتلایا ہے پانچ چیزیں منحصر ہیں، اول اپنا وجود کہ طبعاً آدمی اسکو محبوب رکھتا ہے قرآن شریف میں حوادث سے امن ہے اسلئے وہ اپنی حیات و بقا کا سبب ہے۔ دوسرے طبعی مناسبت جسکے متعلق اس سے زیادہ وضاحت کیا کر سکتا ہوں کہ کلام صفت الہی ہے اور مالک اور مملوک آقا و بندہ میں جو مناسبت ہے وہ واقفوں سے مخفی نہیں۔

۵ ہست رب الناس را با جان ناس ؛ اتھالے بے تحیف و بے قیاس

۵ سب ربط آشنائی ہے اُسے ؛ دل میں ہر اک کے رسائی ہے اُسے

تیسرے جمال، چوتھے کمال، پانچویں احسان۔ ان ہر سہ امور کے متعلق احادیث بالائیں اگر غور فرمائیں گے تو نہ صرف اس جمال و کمال پر جسکی طرف ایک ناقص الفہم نے اشارہ کیا ہے اقتصار کریں گے بلکہ وہ خود بے تردد اس امر تک پہنچیں گے کہ عزت افتخار شوق و سکون جمال و کمال اکرام احسان لذت و راحت مال و متاع غرض کوئی بھی ایسی چیز نہ پائیے گی جو محبت کے اسباب میں ہو سکتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تنبیہ فرما کر قرآن شریف کو اسی نوحہ میں اس سے افضل نہ ارشاد فرمایا ہوا البتہ حجاب میں مستور ہونا دنیا کے لوازمات میں سے ہے۔ لیکن عقلمند شخص اس وجہ سے کہ بچی کا چھلکہ خاردار ہے اس کے گودہ سے اعراض نہیں کرتا اور کوئی دل کھویا ہوا اپنی محبوبہ سے اس لئے نفرت نہیں کرتا کہ وہ اس وقت برقعہ میں ہے پردہ کے ہٹانے کی ہر ممکن سے ممکن کوشش کریگا اور کامیاب نہ بھی ہو سکا تو اس پردہ کے اوپر ہی سے آنکھیں مٹھڈی کرے گا اس کا یقین ہو جاوے کہ جسکی خاطر برسوں سے سرگرداں ہوں وہ اسی چادر میں ہے ممکن نہیں کہ پھر اس چادر سے نگاہ ہٹ سکے۔ اسی طرح کلام پاک کے اُن فضائل و مناقب اور کمالات کے بعد اگر وہ کسی حجاب کی وجہ سے محسوس نہیں ہوتے تو عاقل کا کام نہیں کہ اس سے بے توجہی اور لاپرواہی کرے بلکہ اپنی تقصیر اور نقصان پر افسوس کرے اور کمالات میں غور۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ اگر قلوب نجاست سے پاک ہو جاویں تو تلاوت کلام اللہ سے کبھی بھی سیری نہ ہو۔ ثابت بنانی کہتے ہیں کہ بیش برس میں نے کلام پاک کو مشقت سے پڑھا اور بیش برس سے مجھے اسکی مٹھڈک پہنچ رہی ہے پس جو شخص بھی معاصی سے توبہ کے بعد غور کرے گا کلام پاک کو آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا دارسی کا مصداق پائیگا۔ اے کاش کہ ان الفاظ کے معانی مجھ پر بھی صادق آتے۔ میں ناظرین سے یہ بھی درخواست کرونگا کہ کہنے والے کی طرف التفات نہ فرمائیں کہ میری ناکارگی آپ کو اہم مقصود سے نہ روکے بلکہ بات کی طرف توجہ فرمائیں اور جہاں سے یہ

۱۔ ناقص الفہم سے حضرت شیخ نے اپنی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ مشہور پھل ہے جس کے اندر سفید گودے کے نیچے موٹی سی کتھن گٹھل نکلتی ہے کہ معاصی کی جمع ہے جس کے معنی ہیں گناہ کہ یعنی جو خوبیاں ان سب میں الگ الگ ہیں تیرے اندر وہ سب یکجا موجود ہیں کہ یعنی کلام الہی اور ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امور ماخوذ ہیں اسکی طرف التفات کیجئے کہ میں درمیان میں صرف نقل کا واسطہ ہوں یہاں تک پہنچنے کے بعد اللہ کی ذات سے بعید نہیں کہ وہ کسی دل میں حفظ قرآن پاک کا ولولہ پیدا کر دے۔ پس اگر بچہ کو حفظ کرانا ہے تو اسکے لئے کسی عمل کی ضرورت نہیں کہ بچپن کی عمر خود حفظ کے لئے معین و مجرب ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص بڑی عمر میں حفظ کا ارادہ کرے تو اسکے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمایا ہوا ایک مجرب عمل لکھتا ہوں جسکو ترمذی حاکم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت علیؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جاویں قرآن پاک میرے سینہ سے نکل جاتا ہے جو یاد کرتا ہوں وہ محفوظ نہیں رہتا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے ایسی ترکیب بتاؤں کہ جو تجھے بھی نفع دے اور جسکو تو بتا دے اسکے لئے بھی نافع ہو اور جو کچھ تو سکھے وہ محفوظ رہے۔ حضرت علیؓ کے دریافت کرنے پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جمعہ کی شب آوے تو اگر یہ ہو سکتا ہے کہ رات کے اخیر تہائی حصہ میں اٹھے تو یہ بہت ہی اچھا ہے کہ یہ وقت ملائکہ کے ناز ہونے کا ہے اور دعا اسوقت میں خاص طور سے قبول ہوتی ہے۔ اسی وقت کے انتظار میں حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے: **يَا سَوْدَانُ اسْتَغْفِرْ لَكَ رَبِّي عَنكَ** میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کرو نکاح ریعنی جمعہ کی رات کو، پس اگر اسوقت میں جاگنا دشوار ہو تو آدھی رات کے وقت اور یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر شروع ہی رات میں کھڑا ہو جا اور چار رکعت نفل اسطرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد اے شریف پڑھے اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ دخان اور تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ الم سجدہ اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ ملک پڑھے اور جب التحیات سے فارغ ہو جاوے تو اول حق تعالیٰ شانہ کی خوب حمد و ثنا کر، اسکے بعد تمام انبیاء پر درود بھیج، اسکے بعد تمام مومنین کیلئے اور ان مسلمان بھائیوں کیلئے جو تجھ سے پہلے مرچکے ہیں استغفار کر اور اسکے بعد یہ دعا پڑھو۔

لے ترتیب قرآنی میں یہ سورت پہلی دونوں سورتوں سے مقدم ہے مگر اول تو نوافل میں فقہار نے اس قسم کی گنجائش فرمائی ہے، دوسرے نوافل کا ہر شفعہ مستقل نماز کا حکم رکھتا ہے اور اس شفعہ کی دونوں سورتیں آپس میں مرتب ہیں اسلئے کوئی گراہت نہیں (لکن ابی ہریرہؓ) یہ حدیث ترمذی اور حاکم نے روایت (باقی آگے)

ف :- دُعا آگے آرہی ہے اسکے ذکر سے قبل مناسب ہے کہ حمد و ثنا وغیرہ جن کا حضورؐ نے حکم فرمایا ہے دوسری روایات سے جن کو شرح حصن اور مناجات مقبول وغیرہ میں نقل کیا ہے مختصر طور پر ایک ایک دُعا نقل کر دی جاوے تاکہ جو لوگ اپنے طور سے نہیں پڑھ سکتے وہ اس کو پڑھیں اور جو حضرات خود پڑھ سکتے ہوں وہ اس پر قناعت نہ کریں بلکہ حمد و صلوٰۃ کو بہت اچھی طرح سے مبالغہ سے پڑھیں۔
دُعا یہ ہے :-

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَىٰ نَفْسِهِ وَ
زِنَةَ عَرْشِهِ وَمَدَارَ كَلِمَاتِهِ اللَّهُمَّ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ
أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَىٰ نَفْسِكَ اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ
عَلَىٰ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الْهَاشِمِيِّ وَعَلَىٰ آلِهِ وَاصْحَابِهِ
الْبَرَّةِ الْكِرَامِ وَعَلَىٰ سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَالْمَلَائِكَةِ
الْمُقَرَّبِينَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا
بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ
رَءُوفٌ رَّحِيمٌ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِجَمِيعِ الْمُؤْمِنِينَ
وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ إِنَّكَ سَمِيعٌ
مُّجِيبُ الدَّعَوَاتِ

(گزشتہ سے پیوستہ) کی ہے حاکمؒ نے تو صحیح کہا ہے لیکن ترمذیؒ نے حسن غریب کہا ہے اور کہا ہے کہ ولید بن مسلم کے علاوہ کسی اور سند سے یہ روایت ہمیں نہیں ملی لیکن طبرانی نے ولید بن مسلم کے علاوہ دوسری سند سے بھی روایت کی ہے اسکے باوجود بعض حضرات نے اس پر کلام کیا ہے لیکن تجربہ شاہؒ ہے کہ اس طرح نماز پڑھ کر دُعا مانگنے سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اس تجربہ کی وجہ سے بھی اس حدیث کو قابل اعتماد سمجھا جاسکتا ہے چنانچہ علامہ زکی مندریؒ نے ”الترغیب والترہیب“ ص ۱۱۱ ”الترغیب فی صلوٰۃ الحاجہ“ میں ایک راوی پر سخت حرج کر کے بعد کہا ہے ”والاعتماد فی مثل هذا علی التبعیۃ لا علی الاسناد“ یعنی ایسے معاملات میں تجربہ کی بنا پر

ترجمہ :- ”تمام تعریف جہانوں کے پروردگار کے لئے ہے۔ ایسی تعریف جو اسکی مخلوقات کے اعداد کے برابر ہو، اسکی مرضی کے موافق ہو، اسکی عرش کے وزن کے برابر ہو، اسکی کلمات کی سیاسیوں کے برابر ہو، اے اللہ میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے اپنی تعریف خود بیان کی۔ اے اللہ ہمارے سردار نبی اُمّی اور ہاشمی پر درود و سلام اور برکات نازل فرما اور تمام نبیوں اور رسولوں اور ملائکہ مقربین پر بھی، اے ہمارے رب ہماری اور ہم سے پہلے مسلمانوں کی مغفرت فرما اور ہمارے دلوں میں مومنین کی طرف سے کینہ پیدا نہ کر، اے ہمارے رب تو مہربان اور رحیم ہے، اے الہ العالمین میری اور میرے والدین کی اور تمام مومنین اور مسلمانوں کی مغفرت فرما بیشک تو دعاؤں کو سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔“

اسکے بعد وہ دعا پڑھے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بالا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمائی، اور وہ یہ ہے :-

اَللّٰهُمَّ اَرْحَمْنِيْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِيْ اَبَدًا مَّا اَبْقَيْتَنِيْ وَ
اَرْحَمْنِيْ اَنْ اَتَكَلَّفَ مَا لَا يَعْزِيْنِيْ وَاَسْرُقُنِيْ حُسْنَ
النَّظَرِ فِيمَا يُرْضِيْكَ عَنِّيْ اَللّٰهُمَّ بَدِيعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِي لَا تُرَامُ اَسْأَلُكَ يَا
اَللّٰهُ يَا سَرَحْنَ بِجَلَالِكَ وَنُوْرٍ وَجْهِكَ اَنْ تُلْزِمَ قَلْبِيْ
حِفْظَ كِتَابِكَ كَمَا عَلَّمْتَنِيْ وَاَسْرُقُنِيْ اَنْ اَقْرَأَ عَلَى
النَّحْوِ الَّذِي يُرْضِيْكَ عَنِّيْ اَللّٰهُمَّ بَدِيعَ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِي لَا
تُرَامُ اَسْأَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا سَرَحْنَ بِجَلَالِكَ وَ
نُوْرٍ وَجْهِكَ اَنْ تُنَوِّرَ بِكِتَابِكَ بَصَرِيْ وَاَنْ
تُطْلِقَ بِهِ لِسَانِيْ وَاَنْ تُفَرِّجَ بِهِ عَن قَلْبِيْ وَاَنْ تَشْرَحَ

بِهِ صَدْرِي وَأَنْ تَغْسِلَ بِهِ بَدَنِي فَلَيْتَ لَا يُعِينَنِي
عَلَى الْحَقِّ غَيْرُكَ وَلَا يُؤْتِيَنِي إِلَّا أَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا
قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

ترجمہ :- ”اے الہ العالمین مجھ پر رحم فرما کہ جب تک میں زندہ رہوں گناہوں سے بچتا رہوں، اور مجھ پر رحم فرما کہ میں بیکار چیزوں میں کلفت نہ اٹھاؤں، اور اپنی مرضیات میں خوش نظری مت فرما، اے اللہ اے زمین اور آسمانوں کے بے نمونہ پیدا کرنے والے، اے عظمت اور بزرگی والے، اور اس غلبہ یا عزت کے مالک جس کے حصول کا ارادہ بھی ناممکن ہے، اے اللہ اے رحمٰن میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ جس طرح تو نے اپنی کلام پاک مجھے سکھادی اسی طرح اسکی یاد بھی میرے دل سے چسپاں کر دے اور مجھے توفیق عطا فرما کہ میں اسکو اس طرح پڑھوں جس سے تو راضی ہو جاؤں، اے اللہ زمین اور آسمانوں کے بے نمونہ پیدا کرنے والے، اے عظمت اور بزرگی والے اور اس غلبہ یا عزت کے مالک جس کے حصول کا ارادہ بھی ناممکن ہے، اے اللہ اے رحمٰن میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری نظر کو اپنی کتاب کے نور سے منور کر دے اور میری زبان کو اس پر جاری کر دے اور اسکی برکت سے میرے جسم کے گناہوں کا میل دھو دے کہ حق پر تیرے سوا میرا کوئی مددگار نہیں، اور تیرے سوا میری یہ آرزو کوئی پوری نہیں کر سکتا اور گناہوں سے بچنا یا عبادت پر قدرت نہیں ہو سکتی مگر اللہ بزرگ و بزرگی والے کی مدد سے۔“

پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ اس عمل کو تین جمعہ یا پانچ جمعہ یا سات جمعہ کر انشاء اللہ دعا ضرور قبول کی جائیگی، قسم ہے اُس ذات پاک کی جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے کسی مومن سے بھی قبولیت دعا نہ چوڑے گی۔

لے یہ لفظ روایتوں میں تین طرح سے آیا ہے۔ تشغل، تستعمل۔ ان دونوں کا مفہوم تو ایک ہی ہے تیسرا لفظ یہ ہے جو اس جگہ نقل ہوا ہے تغسل۔ اس کے معنی دھونے کے ہیں۔ حافظ مندرجی نے ترغیب میں تینوں لکھے ہیں لے ترغیب میں یہ لفظ ولایوتینید ہے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ علی رضی کو پانچ یا سات ہی جمعے گزرے ہونگے کہ وہ حضورؐ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ پہلے میں تقریباً چار آیتیں پڑھتا تھا اور وہ بھی مجھے یاد نہ ہوتی تھیں اور اب تقریباً چالیس آیتیں پڑھتا ہوں اور ایسی ازبر ہو جاتی ہیں کہ گویا قرآن شریف میرے سامنے کھلا ہوا رکھا ہے اور پہلے میں حدیث سنتا تھا اور جب اسکو دوبارہ کہتا تھا تو ذہن میں نہیں رہتی تھی۔ اور اب احادیث سنتا ہوں اور جب دوسروں سے نقل کرتا ہوں تو ایک لفظ بھی نہیں چھوڑتا۔

حق تعالیٰ شانہ اپنے نبی کی رحمت کے طفیل مجھے بھی قرآن و حدیث کے حفظ کی توفیق عطا فرماویں اور تمہیں بھی۔ وصلى الله تبارك وتعالى على خير خلقه سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه وسلم برحمتك يا ارحم الراحمين۔

تکملہ

اوپر جو پہلے حدیث لکھی گئی ہے وہ ایک خاص مضمون کے ساتھ مخصوص ہونے کی وجہ سے اسمیں اختصار کی رعایت نہیں ہوئی۔ اس زمانہ میں چونکہ ہمتیں نہایت ہی پست ہو گئی ہیں، دین کیلئے کسی معمولی سی مشقت کا بھی برداشت کرنا گراں ہے اس لئے اس جگہ ایک دوسری پہلے حدیث نقل کرتا ہوں جو نہایت ہی مختصر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہی جگہ منقول ہے۔ اسکے ساتھ ہی بڑی خوبی اسمیں یہ ہے کہ مہمات دینیہ کو ایسی جامع ہے کہ اسکی نظیر ملنا مشکل ہے۔ کنز العمال میں قدمائے محدثین کی ایک جماعت کی طرف اسکا انتساب کیا ہے، اور متاخرین میں سے مولانا قطب الدین صاحب مہاجر مکی نے بھی اسکو ذکر فرمایا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ دین کے ساتھ وابستگی رکھنے والے حضرات کم از کم اس کو ضرور حفظ کر لیں کہ کوڑیوں میں لعل ملتے ہیں، وہ حدیث یہ ہے:-

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَنِ الْأَسْرَبَعِينَ حَدِيثًا إِلَيَّ قَالِ مَرُّ حِفْظِهَا مِنْ أُمَّتِي

لے مہمات :- یعنی دین کے اہم معاملات۔

دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَمَا هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَنْ تُؤْمِنَ
 بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَ
 الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْقَدَرِ خَيْرُهُ وَشَرُّهُ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى
 وَأَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَ
 تَقِيْمَ الصَّلَاةَ بِوَضْوِءٍ سَابِغٍ كَامِلٍ لَوَقْتِهَا وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ
 وَتَصُومَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنْ كَانَ لَكَ مَالٌ وَ
 تُصَلِّيَ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَالْوِتْرَ
 لَا تَتْرُكُهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ وَلَا تُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تَعُقَّ
 وَالِدَيْكَ وَلَا تَأْكُلُ مَالَ الْيَتِيمِ ظُلْمًا وَلَا تَشْرِبَ الْخَمْرَ
 وَلَا تَزْنِ وَلَا تَحْلِفُ بِاللَّهِ كَاذِبًا وَلَا تَشْهَدُ شَهَادَةَ زُورٍ
 وَلَا تَعْمَلُ بِالْهُوَى وَلَا تَغْتَبُ أَخَاكَ الْمُسْلِمَ وَلَا تَقْدِفَ
 الْمُحَصَّنَةَ وَلَا تَغْلُ أَخَاكَ الْمُسْلِمَ وَلَا تَلْعَبُ وَلَا تَلْمِ
 مَعَ اللَّاهِيْنَ وَلَا تَقُلْ لِلْقَصِيرِ يَا قَصِيرُ تُرِيدُ بِذَلِكَ
 عَيْبَهُ وَلَا تَسُخِّرُ بِأَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ وَلَا تَمْشِ بِالنَّمِيمَةِ
 بَيْنَ الْآخَوَيْنِ وَاشْكُرْ اللَّهَ تَعَالَى عَلَى نِعْمَتِهِ وَتَصْبِرْ عَلَى
 الْبَلَاءِ وَالْمُصِيبَةِ وَلَا تَأْمُنْ مِنْ عِقَابِ اللَّهِ وَلَا تَقْطَعْ
 أَقْرَبَاءَكَ وَصَلُّهُمْ وَلَا تَلْعَنُ أَحَدًا مِّنْ خَلْقِ اللَّهِ وَ
 أَكْثَرُ مِنَ التَّسْبِيحِ وَالتَّكْبِيرِ وَالتَّهْلِيلِ وَلَا تَدْعُ حُضُورَ
 الْجُمُعَةِ وَالْعِيدَيْنِ وَاعْلَمْ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ

لِيُخْطِئَكَ وَمَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ وَلَا تَدَّعُ
قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ عَلَى كُلِّ حَالٍ۔

رواہ الحافظ ابو القاسم بن عبد الرحمن بن محمد بن اسحاق بن مندة
والحافظ ابو الحسن علی بن ابی القاسم بن بابویہ الرازی فی الاسر بعین
وابن عساکر والرافعی عن سلمان۔

ترجمہ :- سلمانؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے
پوچھا کہ وہ چالیس حدیثیں جسکے بارے میں یہ کہا ہے کہ جو ان کو یاد کرے جنت میں داخل
ہوگا وہ کیا ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

۱۔ اللہ پر ایمان لاوے یعنی اسکی ذات و صفات پر ۲۔ اور آخرت کے
دن پر ۳۔ اور فرشتوں کے وجود پر ۴۔ اور پہلی کتابوں پر ۵۔ اور تمام انبیاء
پر ۶۔ اور مرنے کے بعد دوبارہ زندگی پر ۷۔ اور تقدیر پر کہ بھلا اور بُرا جو کچھ ہوتا
ہے سب اللہ ہی کی طرف سے ہے ۸۔ اور گواہی دے تو اس امر کی کہ اللہ کے سوا
کوئی معبود نہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسکے سچے رسول ہیں ۹۔ اور ہر نماز
کے وقت کامل وضو کر کے نماز کو قائم کرے رکاوٹیں وضو نہ کھلاتی ہے جس میں آداب و مستحبات
کی رعایت رکھی گئی ہو اور ہر نماز کے وقت اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ نئی وضو ہر نماز کیلئے
کرے اگرچہ پہلے سے وضو ہو کہ یہ مستحب ہے اور نماز کے قائم کرنے سے اسکے تمام سنن اور
مستحبات کا اہتمام کرنا مراد ہے، چنانچہ دوسری روایت میں وارد ہے ان تسویۃ
الصفوف من اقامة الصلوۃ یعنی جماعت میں صفوں کا ہموار کرنا کہ کسی قسم کی کجی یا
درمیان میں خلل نہ رہے، یہ بھی نماز قائم کرنے کے مفہوم میں داخل ہے ۱۰۔ زکوٰۃ
ادا کرے ۱۱۔ اور رمضان کے روزے رکھے ۱۲۔ اگر مال ہو تو حج کرے یعنی
اگر جانے کی قدرت رکھتا ہو تو حج بھی کرے چونکہ اکثر مال مانع ہی ہوتا ہے اسلئے
اسی کو ذکر فرمادیا ورنہ مقصود یہ ہے کہ حج کے شرائط پائے جاتے ہوں تو حج کرے
۱۳۔ بارگاہِ رکعاتِ سنتِ موکدہ روزانہ ادا کرے۔ اسکی تفصیل دوسری روایات میں
اس طرح آئی ہے، کہ صبح سے پہلے دو رکعت، ظہر سے قبل چار، ظہر کے بعد دو رکعت،
لے بخاری و مسلم عن انس رض۔

مغرب کے بعد دو رکعت، عشاء کے بعد دو رکعت۔ ۱۴ اور وتر کو کسی رات میں چھوڑے
 چونکہ وہ واجب ہے اور اسکا اہتمام سنتوں سے زیادہ ہے اسلئے اسکو تاکید لفظ سے
 ذکر فرمایا) ۱۵ اور اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے ۱۶ اور والدین کی
 نافرمانی نہ کرے ۱۷ اور ظلم سے یتیم کا مال نہ کھاوے یعنی اگر کسی وجہ سے یتیم کا مال
 کھانا جائز ہو جیسا کہ بعض صورتوں میں ہوتا ہے تو مضائقہ نہیں ۱۸ اور شراب نہ پئے
 ۱۹ زنا نہ کرے ۲۰ جھوٹی قسم نہ کھاوے ۲۱ جھوٹی گواہی نہ دے ۲۲
 خواہشات نفسانیہ پر عمل نہ کرے ۲۳ مسلمان بھائی کی غیبت نہ کرے،
 ۲۴ عقیقہ عورت کو تہمت نہ لگائے (اسی طرح عقیف مرد کو) ۲۵ اپنے مسلمان
 بھائی سے کینہ نہ رکھے ۲۶ لہو و لعب میں مشغول نہ ہو ۲۷ تماشاٹیوں میں شریک
 نہ ہو ۲۸ کسی پستہ قد کو عیب کی نیت سے ٹھنگنا مت کہو یعنی اگر کوئی عبیدار
 لفظ ایسا مشہور ہو گیا ہو کہ اسکے کہنے سے نہ عیب سمجھا جاتا ہو نہ عیب کی نیت سے
 کہا جاتا ہو جیسا کہ کسی کا نام بدھو پڑ جاوے تو مضائقہ نہیں لیکن طعن کی غرض سے
 کسی کو ایسا کہنا جائز نہیں ۲۹ کسی کا مذاق مت اڑا ۳۰ نہ مسلمانوں کے
 درمیان چغل خوری کر ۳۱ اور ہر حال میں اللہ جل شانہ کی نعمتوں پر اسکا شکر کر
 ۳۲ بلا اور مصیبت پر صبر کر ۳۳ اور اللہ کے عذاب سے بے خوف مت ہو
 ۳۴ اعزہ سے قطع تعلق مت کر ۳۵ بلکہ اُن کے ساتھ صلہ رحمی کر ۳۶ اللہ
 کی کسی مخلوق کو لعنت مت کر ۳۷ سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اللَّهُ أَكْبَرُ ان الفاظ کا اکثر درکھا کر ۳۸ جمعہ اور عیدین میں
 حاضری مت چھوڑ ۳۹ اور اس بات کا یقین رکھ کہ جو کچھ تکلیف و راحت تجھے
 پہونچی وہ مقدر میں مکتی جو طلنے والی نہ مکتی اور جو کچھ نہیں پہونچا وہ کسی طرح بھی
 پہونچنے والا نہ تھا ۴۰ اور کلام اللہ شریف کی تلاوت کسی حال
 بھی مت چھوڑ۔

مسلمان کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جو شخص
 اسکو یاد کر لے اسکو کیا اجر ملیگا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ حق سبحانہ و تقدس اسکا

۱۔ عقیف :- پاک دامن، بے گناہ۔

۲۔ یعنی رشتہ داروں سے۔

انبیاء اور علماء کے ساتھ حشر فرما دیں گے۔

حق سبحانہ تعالیٰ ہماری سیئات سے درگزر فرما کر اپنے نیک
بندوں میں محض اپنے لطف سے شامل فرمائیں تو اس کی کریمی
شان سے کچھ بھی بعید نہیں۔ پڑھنے والے حضرات
سے بڑی ہی لجاجت کے ساتھ استدعا ہے
کہ دعائے خیر سے اس سیہ کار کی بھی

دستگیری فرماویں، وَمَا تَوْفِيقِي

إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

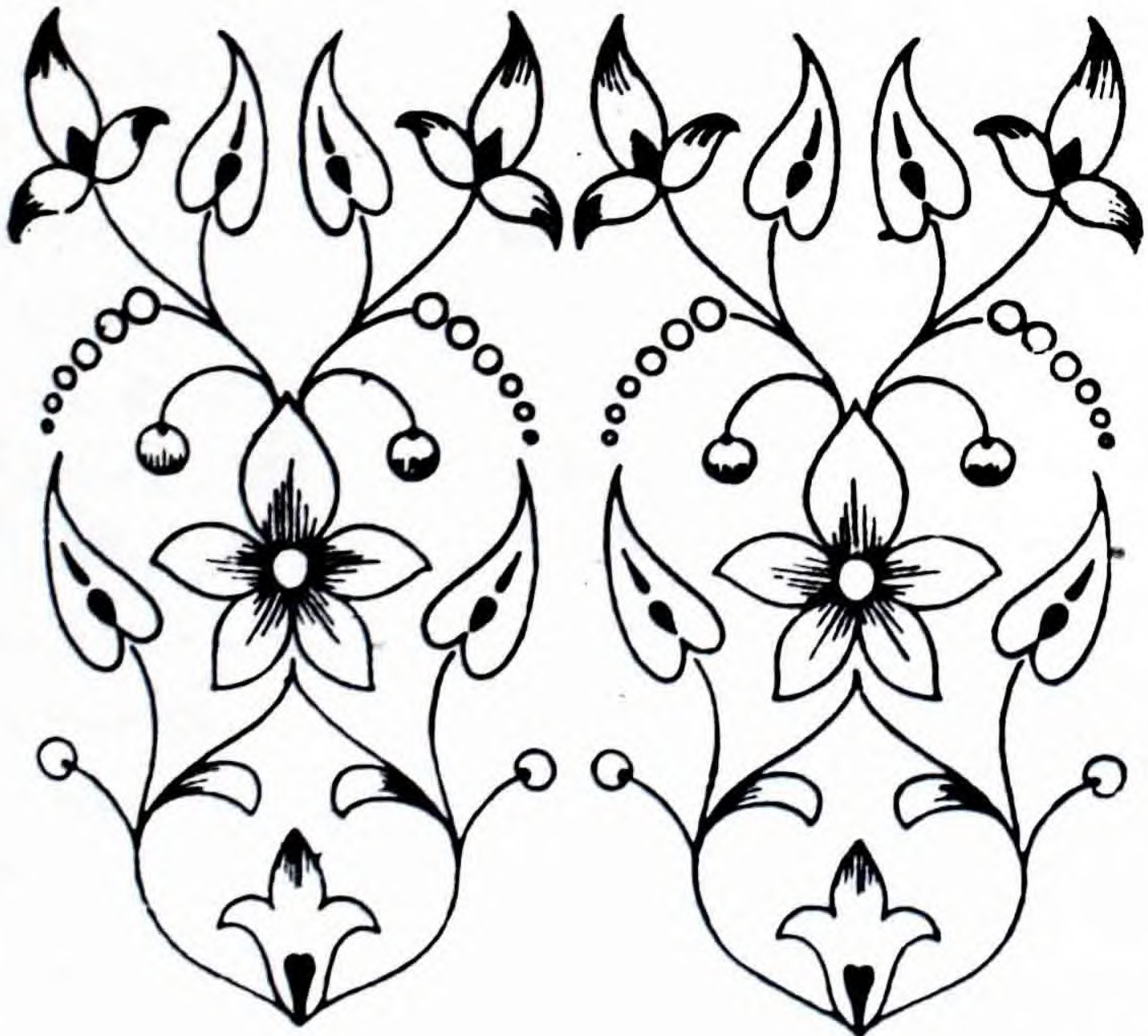
وَالْيَسِّرُ

أَمِينُ



محمد زکریا عفی عنہ کا ندھلوی

۲۹ رزی الحجہ ۱۳۴۸ھ پنجشنبہ



قال اللہ تعالیٰ

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا

مسلمانوں کی جوڑہ پستی کا علاج

حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب کا نذر صلی

ناشر

یوسف سنز

ناشران، تاجران کتب و اسٹیشنرز

13- نیو اردو بازار کراچی، فون 214453

اظہار حقیقت

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِيْمِ

بِسْمِ اللَّهِ وَمَوْلَانِي زَيْدُ الْفَضْلِ قَدَوَةُ الْعُلَمَاءِ حَضْرَتِ مَوْلَانَا مُحَمَّدُ الْبِاسِ صَلَواتُہُ

کے خاص شغف اور انہماک اور دیگر بزرگان ملت اور علمائے امت کی توجہ اور برکت اور علمی جدوجہد سے ایک عرصہ سے مخصوص انداز میں تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کا سلسلہ جاری ہے جس سے باخبر طبقہ بخوبی واقف ہے

مجھے بے علم اور سیاہ کار کو ان مقدس ہستیوں کا حکم ہوا کہ اس طرز تبلیغ اور اس کی ضرورت اور اہمیت کو قلمبند کیا جائے تاکہ سمجھنے اور سمجھانے میں آسانی ہو اور نفع عام ہو جائے۔

تعمیل ارشاد میں یہ چند کلمات نذر قریاس کے جلتے ہیں جو ان مقدس ہستیوں کے دریائے علوم و معارف کے چند قطرے اور اس باغیچہ دین محمدی کے چند خوشے ہیں جو تہائی عجلت میں جمع کئے گئے ہیں۔ اگر ان میں کوئی غلطی یا کوتاہی نظر سے گزرے تو وہ میری لغزش قلم اور بے علمی کا نتیجہ ہے۔ نظرِ لطیف و کرم سے اس کی اصلاح فرمادیں تو موجب شکر و منت ہوگا۔

حق تعالیٰ شاء اپنے فضل و کرم سے میری بدگالیوں اور سیہ کاریوں کی پردہ پوشی فرمادیں اور مجھے اور آپ کو ان مقدس ہستیوں کے طفیل سے اچھے اعمال اور اچھے کردار نصیب فرمادیں اور اپنی رضا و محبت اور اپنے پسندیدہ دین کی اشاعت اور اپنے برگزیدہ رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری کی دولت سے نوازیں۔

خاکپائے بزرگان

مُحَمَّدٌ أَحْسَنُ الْخَشَائِعِ الْحَسَنِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ
نَعَاتِهِمُ الْاَنْبِيَاءَ وَالْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ الطَّيِّبِيْنَ الظَّاهِرِيْنَ
آج سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال قبل جب دنیا کفر و ضلالت، جہالت و سفاهت
کی تاریکیوں میں گھری ہوئی تھی بطحا کی سنگ لائخ پہاڑیوں سے رشد و ہدایت کا ماہتاب
نمودار ہوا اور مشرق و مغرب شمال و جنوب غرض دنیا کے ہر ہر گوشہ کو اپنے نور سے منور کیا۔
اور ۲۳ سال کے قلیل عرصہ میں بنی نوع انسان کو اس معراج ترقی پر پہنچا یا کہ تاریخ عالم اس کی
نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اور رشد و ہدایت صلاح و فلاح کی وہ مشعل مسلمانوں کے ہاتھ
میں دی جس کی روشنی میں ہمیشہ ہمیشہ شاہراہ ترقی پر گامزن رہے۔ اور صدیوں اس شان و شوکت
سے دنیا پر حکومت کی کہ ہر مخالف قوت کو ٹکرا کر پاش پاش ہونا پڑا یہ ایک حقیقت ہے
جو ناقابل انکار ہے لیکن پھر بھی ایک پارینہ داستان ہے جس کا بار بار دہلنا و تسلی بخش ہے اور
نہ کار آمد اور مفید جبکہ موجودہ مشاہدات اور واقعات خود ہماری سابقہ زندگی اور ہمارے
اسلاف کے کارناموں پر بد نما داغ لگا رہے ہیں۔

مسلمانوں کی تیرہ سو سالہ زندگی کو جب تاریخ کے اوراق میں دیکھا جاتا ہے تو
معلوم ہوتا ہے کہ ہم عزت و عظمت، شان و شوکت، دبدبہ و حشمت کے مقہما ملک
اور اجارہ دار ہیں لیکن جب ان اوراق سے نظر ہٹا کر موجودہ حالات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے
تو ہم انتہائی ذلت و خواری افلاس و ناداری میں مبتلا نظر آتے ہیں نہ زور و قوت ہے نہ
زور و دولت ہے نہ شان و شوکت ہے۔ نہ باہمی اخوت و الفت نہ اتحادی و اخوتی پھر نہ اعمال اچھے
نہ کردار اچھے نہ عزت و احترام میں موجود۔ اور بھلائی سے کوسوں دور۔ بغیر ہماری اس زبوں حالی پر
خوش ہیں۔ اور بر ملا ہماری کمزوری کو اچھا لگاتا ہے۔ اور ہمارا مضحکہ اڑایا جاتا ہے۔ اسی پر
بس نہیں بلکہ خود ہمارے جگر گوشے نئی تہذیب کے دل دادہ نوجوان، اسلام کے مقدس اصولوں
کا مذاق اڑاتے۔ بات بات پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں اور اس شریعت مقدسہ کو ناقابل عمل
لغو اور بے کار گردانتے ہیں عقل حیران ہے کہ جس قوم نے دنیا کو سیراب کیا وہ آج کیوں

تشنہ ہے۔ جس قوم نے دنیا کو تہذیب و تمدن کا سبق پڑھایا وہ آج کیوں غیر منہذب
اور غیر متمدن ہے۔ رہنمایان قوم نے آج سے بہت پہلے ہماری اس حالت زار اندازہ لگایا اور
مختلف طریقوں پر ہماری اصلاح کے لئے جدوجہد کی مگر
مرض بڑھتا گیا۔ جوں جوں دوا کی

آج جب کہ حالت بد سے بدتر ہو چکی اور آنے والا زمانہ، ماضی سے بھی زیادہ خطرناک اور
تاریک نظر آ رہا ہے ہمارا خاموش بیٹھا اور عملی جدوجہد نہ کرنا ایک ناقابلِ تلافی جرم ہے۔ لیکن
اس سے پہلے کہ ہم کوئی عملی قدم اٹھائیں ضروری ہے کہ ان اسباب پر غور کریں جن کے باعث
ہم اس ذلت و خواری کے غلاب میں مبتلا کئے گئے ہیں۔ ہماری اس پستی اور انحطاط کے
مختلف اسباب بیان کئے جاتے ہیں اور ان کے ازالہ کی متعدد تدابیر اختیار کی گئیں لیکن
ہر تدبیر ناواقف و نا کام ثابت ہوئی جس کے باعث ہمارے رہبر بھی یاس و ہراس میں
گھبرے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ اب تک ہمارے مرض کی تشخیص ہی پورے طور پر نہیں ہوئی
یہ جو کچھ اسباب بیان کئے جاتے ہیں اصل مرض نہیں بلکہ اس کے عوارض ہیں۔ پس تا وقتیکہ
اصل مرض کی جانب توجہ نہ ہوگی مادہ حقیقی کی اسراج نہ ہوگی۔
عوارض کی اصلاح ناممکن اور محال ہے پس جب تک کہ ہم اصل مرض کی ٹھیک تشخیص
اور اس کا صحیح علاج معلوم نہ کریں۔ ہمارا اصلاح کے بارے میں لب کشائی کرنا سخت زین
غلطی ہے۔

ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہماری شریعت ایک مکمل قانونِ الہی ہے۔ جو ہماری دینی اور
دنوی فلاح و بہبود کا قیام قیامت ضامن ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم خود ہی اپنا مرض تشخیص
کریں اور خود ہی اس کا علاج شروع کر دیں۔ بلکہ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم قرآن حکیم سے
اپنا اصل مرض معلوم کریں اور اسی مرکزِ رشد و ہدایت سے طریق علاج معلوم کر کے اس پر کاربند
ہوں جب قرآن حکیم قیامت تک کے لئے مکمل دستورِ عمل ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ
وہ ہمارے حالات میں ہماری رہبری سے قاصر رہے۔

۲۱۔ مالک ابن دینار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے زمین کی بادشاہت و خلافت مومنوں کے لئے ہے

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ (نور، ۷۴)

اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو تم ہیں سے ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے کہ ان کو ضرور روئے زمین کا خلیفہ بنایا جائے گا اور یہ بھی اطمینان دلا یا ہے کہ مومن ہمیشہ

کفار پر غالب رہیں گے۔ اور کافروں کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا۔

وَلَوْ قَتَلْتُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوْا الْأَرْضَ بَارِئِينَ شَرًّا لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا (فتح، ۱۲۴)

اگر تم سے یہ کافر لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر جاگتے پھر پلتے کوئی یار و مددگار اور مومنوں کی نصرت اور مدد اللہ تعالیٰ دے دے اور وہی ہمیشہ سر بلند اور سرفراز رہیں گے۔

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ فَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ وَبَلِّغِ الْعِزَّةَ لِلرَّسُولِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ (تقوٰن، ۱۷)

اور حق ہے ہم پر مدد ایمان والوں کی اور تم بہت مت ہارو اور رنج مت کرو اور غالب تم ہی رہو گے اگر تم پورے مومن رہو اور اللہ ہی کی ہے عزت اور اس کے رسول اور مسلمانوں کی۔

مذکورہ بالا ارشادات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی عزت شان و شوکت سرمنندی و سرفرازی اور ہر تری و خوبی ان کی صفت ایمان کے ساتھ وابستہ ہے اگر ان کا تعلق خدا اور رسول کے ساتھ مستحکم ہے (جو ایمان کا مقصود ہے) تو سب کچھ ان کا ہے۔ اور اگر خدا نخواستہ اس رابطہ تعلق میں کمی اور کمزوری پیدا ہو گئی ہے تو پھر سراسر خسروان اور ذلت و خواری ہے جیسا کہ واضح طور پر بتلا دیا گیا

وَالْعَصْرُ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا

قسم ہے زمانے کی انسان بڑے خسارے میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَالْعَمْرِ
اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی ہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی ہمائش کرتے رہے
ہماری سلاطین عزت کے منتہا کو پہنچے ہوئے تھے اور ہم انتہائی ذلت و خواری میں مبتلا ہیں پس معلوم ہوا کہ وہ کمال ایمان سے متصف تھے اور ہم اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہیں جیسا کہ خبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے

سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهُ وَلَا مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا رُسْمُهُ
یعنی قریب ہی ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کے صرف نقوش رہ جائیں گے۔
اب غور طلب امر یہ ہے اگر واقعی ہم اس حقیقی اسلام سے محروم ہو گئے ہوں تو خدا اور رسول کے یہاں مطلوب ہے اور خدا کے ساتھ ہماری دین و دنیا کی فلاح و بہبود وابستہ ہے تو کیا ذریعہ ہے جس سے وہ کھوئی ہوئی نعمت واپس آجائے؟ اور وہ کیا اسباب ہیں جن کی وجہ سے روح اسلام ہم میں سے نکال لی گئی اور ہم جسد بے جان رہ گئے۔
جب مصحف آسمانی کی تلاوت کی جاتی ہے اور امت محمدیہ کی فضیلت برتری کی علت و غایت ڈھونڈی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس امت کو اعلیٰ اور برتر کام سپرد کیا گیا تھا جس کی وجہ سے ”خیر الامم“ کا معزز خطاب اس کو عطا کیا گیا۔

دنیا کی پیدائش کا مقصد اصلی خداوند لاشریک کی ذات و صفات کی معرفت ہے اور یہ اس وقت تک ناممکن ہے کہ جب تک ہی نوع انسان کو برائیوں اور گندگیوں سے پاک کر کے بھلائیوں اور خوبیوں کے ساتھ راستہ نہ کیا جائے۔ اسی مقصد کے لئے ہزاروں رسول اور نبی بھیجے گئے اور آخر میں اس مقصد کی تکمیل کے لئے سید الانبیاء والمرسلین کو مبعوث فرمایا اور
الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي
اب چونکہ مقصد کی تکمیل ہو چکی تھی ہر برائی اور بھلائی کو کھول کھول کر بیان کر دیا گیا تھا ایک مکمل نظام عمل دیا جا چکا تھا۔ اس لئے رسالت و نبوت کے سلسلہ کو ختم کر دیا گیا اور جو کام پہلے نبی اور رسول سے لیا جاتا تھا وہ قیامت تک ”امت محمدیہ“ کے سپرد کر دیا گیا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ
لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ط

آل عمران ۱۱۰

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ
إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ
هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران ۱۱۰)

اے امت محمدیہ! تم افضل امت ہو
تم کو لوگوں کے نفع کے لئے بھیجا
گیا ہے تم بھلی باتوں کو لوگوں میں
پھیلانے ہو اور بری باتوں سے
انکار دینے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو

اور چاہتے کہ تم میں ایسی جماعت ہو کہ لوگوں کو
خیر کی طرف بلائے اور بھلی باتوں کا حکم کرے
اور بری باتوں سے منع کرے اور صرف ہی
لوگ فلاح والے ہیں جو اس کام کو کرتے ہیں۔

پہلی آیت میں ”خیر امم“ ہونے کی وجہ یہ بتلائی کہ تم بھلائی کو پھیلانے ہو اور برائی سے روکتے
ہو دوسری آیت میں صریح ساتھ فرمادیا کہ فلاح وہی ہے جو اس کام کو انجام دے رہے ہیں اسی پر بس نہیں بلکہ دوسری جگہ صاف طور پر بیان کر دیا کہ
اس کام کو انجام نہ دینا لعنت اور پھٹکار کا موجب ہے۔

لَعْنَةُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي
إِسْرَآئِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ
مَرْيَمَ ط ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَ
كَانُوا يَعْتَدُونَ ۝ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ
عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ ۚ لَبِئْسَ
مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (مائده ۱۱)

بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر لعنت
کی گئی تھی داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے
یہ لعنت اس سبب ہوئی کہ انہوں نے
حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے جو براہم
انہوں نے کر رکھا تھا اس سے باز نہ آتے تھے
وہی ان کا یہ فعل بے شک برا تھا

اس آخری آیت کی مزید وضاحت احادیث ذیل سے ہوتی ہے۔

وفی السان والمسنن من
حدیث عبد اللہ بن مسعود قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت
ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں میں جب کوئی

إِنَّ مِنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانَ إِذَا عَمِلَ
الْعَامِلُ فِيهِمْ بِالْخَطِيئَةِ جَاءَهُ
النَّاهِي تَحْزِيرًا فَقَالَ يَا هَذَا اتَّقِ اللَّهَ
فَإِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ جَاسِسُهُ وَآكَلُهُ
وَشَارِبُهُ كَانَهُ لَمِيرَةٍ عَلَى
خَطِيئَةٍ بِالْأَمْسِ فَلَمَّا رَأَى عِزَّ
وَجَلَّ ذَلِكَ مِنْهُمْ ضَرْبَ قُلُوبٍ
بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ ثُمَّ لَعَنَهُمْ عَلَى
لِسَانِ نَبِيِّهِمْ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنَ
مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ
وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ تَأْمُرُنَ
بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَلَتَأْخُذَنَّ عَلَى يَدِ السَّافِيهِ
وَلَتَأْطِرْنَ عَلَى الْحَقِّ أَطْرًا وَلِيَضْرِبَنَّ
اللَّهُ بِقُلُوبِ بَعْضِكُمْ عَلَى بَعْضٍ
ثُمَّ يَلْعَنُكُمُ كَمَا لَعَنَهُمْ

(۲) وَفِي سُنَنِ أَبِي دَاوُدَ ابْنِ
مَاجَه عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُونُ فِي
قَوْمٍ يَعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي يَقْدُرُونَ عَلَى
أَنْ يَغِيرُوا عَلَيْهِ وَلَا يَغِيرُونَ إِلَّا
أَصَابَهُمُ اللَّهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ أَنْ يَمُوتُوا

خطا کرتا تو روکنے والا اس کو ڈراتا دھمکتا
اور کہتا کہ خدا سے ڈر پھرا گلے ہی دن اسکے
ساتھ اٹھتا بیٹھتا کھاتا پیتا گو یا کل اسکو
گناہ کرتے ہوئے دیکھا ہی نہیں جب
حق عزوجل نے ان کا یہ برتاؤ دیکھا تو بعض کے
قلوب کو بعض کے ساتھ غلط کر دیا اور ان کے
نبی داؤد اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبانوں پر لعنت کی اور یہ اس لئے کہ انہوں نے
خدا کی نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کیا ہے
اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں محمد
کی جان ہے تم ضرور اچھی باتوں کا حکم کرو
اور بُری باتوں سے منع کرو اور چاہئے کہ سیرگ
نلان کا ہاتھ پکڑو اس کو حق بات پر مجبور کرو
ورنہ حق تعالیٰ تمہارے قلوب کو بھی غلط مٹ
کر دے گا اور پھر تم پر بھی لعنت ہوگی۔
جیسا کہ پہلی امتوں پر لعنت ہوئی

(۲) حضرت جابرؓ روایت ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی جماعت
اور قوم میں کوئی شخص گناہ کرتا ہے اور وہ قوم
باوجود قدرت کے اس کو نہیں روکتی تو ان
پر مرنے سے پہلے ہی حق تعالیٰ اپنا عذاب بھیج
دیتے ہیں یعنی دنیا میں ہی ان کو طرح طرح
کے مصائب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے

رہوروی الاصبہانی عن انس
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال لا تنال لاله الا اللہ
تنفع من قال ما وترد عنہم
العذاب والنقمة مالم
يستخفوا بحقها قالوا یا رسول اللہ
وما الاستخفاف بحقها قال
یظهر العمل بمعاصی اللہ
فلا ینکر ولا یغیر

ترغیب

۱۲ عن عائشہ قالت دخل علی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فعرفت فی وجہہ ان قد حضر
شیئ فتوضأ وما کلم احدا
فلصقت بالحجرۃ استمع
ما یقول فقعد علی المنبر فحمد
اللہ واثنی علیہ وقال یا یہا
الناس ان اللہ تعالیٰ یقول
لکم مروا بالمعروف وانہو
عن المنکر قبل ان تدعوا فلا
اجیب نکم وتسالونی فلا
اعطیکم وتستنصرونی فلا انصرکم
فما نراہ علیہن حتی نزل

(۱۳) حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
ہمیشہ کلمہ لا الہ الا اللہ اپنے پڑھنے
والے کو نفع دیتا ہے۔ اور اس سے عذاب
و بلا دور کرتا ہے جب تک کہ اس کے
حقوق سے بے پروائی نہ ہوتی جائے صحابہ نے
عرض کیا اس کے حقوق کی بے پروائی کیا ہے حضور
قدس نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کی نافرمانی کھلے طور
پر کھلتے پھرنے ان کا انکار کیا جائے اور نہ
ان کے بند کرنے کی کوشش کی جائے۔

(۱۴) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے
چہرہ افور پر ایک خاص اثر دیکھ کر محسوس کیا
کہ کوئی اہم بات پیش آئی ہے حضور اقدس
نے کسی سے کوئی بات نہ کی اور وضو فرما کر مسجد
میں تشریف لے گئے میں مسجد کی دیوار سے
لگ گئی تاکہ جو کچھ ارشاد ہو سکوں سنوں حضور اقدس
منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور حمد و ثناء کے
بعد فرمایا۔ لوگو! اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ سبھی
باتوں کا حکم کرو اور بری باتوں سے منع کرو۔
مباد وہ وقت آجائے کہ تم دعا مانگو اور میں
اس کو قبول نہ کروں۔ اور تم مجھ سے سوال
کرو میں اس کو پورا نہ کرو اور تم مجھ سے مدد

(ترغیب)

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا عظمت امتی الدنیا
نزعتم منها ہیبة الاسلام
واذا ترکتم الامر
بالمعروف والنہی عن المنکر
حرمت برکت الوحی
واذا اتسابت امتی سقطت
من عین اللہ

کذا فی الدرع عن الحکیم الترمذی

اور تمہاری مدد نہ کروں حضور اقدس نے صرف یہ
کلمات ارشاد فرمائے اور منبر سے اتر گئے۔
حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
کہ جب میری امت دنیا کو قابل وقعت
وغنمت سمجھنے لگے گی تو اسلام کی وقعت
وہیبت ان کے قلوب سے نکل جائیگی
اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو
چھوڑ دے گی تو وحی کی برکات سے محروم
ہو جائے گی اور جب آپس میں ایک دوسرے
کو سب و شتم کرنا اختیار کرے گی تو اللہ
جل شانہ کی نگاہ سے گر جائے گی۔

یہ بات معلوم ہوتی کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر
کو چھوڑنا خدا وعدہ لاشریک کی لعنت اور غضب کا باعث ہے، اور جب امت محمدیہ
اس کام کو چھوڑ دیگی تو سخت مصائب و آلام اور ذلت و خواری میں مبتلا کر دی جائیگی
اور ہر قسم کی غلبی نصرت و مدد سے محروم ہو جائے گی اور یہ سب کچھ اس لئے ہو گا کہ اس نے
اپنے فرض منصبی کو نہیں پہچانا اور جس کام کی انجام دہی کی ذمہ داری تھی اس سے غافل رہی۔
پہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ایمان کا خاصہ اور جزو لازمی
قرار دیا اور اس کے چھوڑنے کو ایمان کے ضعف و انحلال کی علامت بتلایا حدیث ابو سعید خدری میں ہے
مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ
فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَ ذَلِكَ أَوْفَى الْإِيمَانِ

یعنی تم میں سے کوئی شخص برائی کو دیکھے تو پچا ہے کہ اپنے ہاتھوں سے کام لے کر
اس کو دور کرنے۔ اور اگر اس کی طاقت نہ پاتے نہ تو زبان سے اور اگر اس کی بھی طاقت

نہ پاتے تو دل سے۔ اور یہ آخری صورت ایمان کی بڑی کمزوری کا درجہ ہے جس طرح آخری درجہ ضعف ایمان کا ہوا۔ اسی طرح پہلا درجہ کمال رغبت اور کمال ایمان کا ہوا۔ اس سے بھی واضح تر حدیث ابن مسعودؓ کی ہے۔

مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللَّهُ قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ فِي أُمَّتِهِ حَوَارِيُّونَ وَأَصْحَابٌ يَلْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ ثُمَّ أَتَاهَا تَخَلُّفٌ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُشْكٍ وَلَيْسَ وَرَأَى ذَلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةٌ تَوَدُّ رَمْلِي

یعنی سنت الہی یہ ہے کہ ہر نبی اپنے ساتھیوں اور تربیت یافتہ یاروں کی ایک جماعت چھوڑ جاتا ہے یہ جماعت نبی کی سنت کو قائم رکھتی ہے۔ اور ٹھیک ٹھیک اس کی پیروی کرتا ہے یعنی شریعت الہی کو جس حال اور جس شکل میں نبی چھوڑ گیا ہے اسکو بعینہ محفوظ رکھتے ہیں۔ اور اس میں ذرا بھی فرق نہیں آنے دیتے لیکن اس کے بعد شرفین کا دور آتا ہے اور ایسے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو طرغیہ نبی سے ہٹ جاتے ہیں ان کا فعل ان کے دعوے کے خلاف ہوتا ہے۔ اور ان کے کام یہ ہوتے ہیں جن کے لئے شریعت نے حکم نہیں دیا سو ایسے لوگوں کے خلاف جس شخص نے قیام حق و سنت کی راہ میں اپنے ہاتھ سے کام لیا اور بھی مومن ہے اور جو ایسا نہ کر سکا مگر زبان سے ہم لیا وہ مومن ہے اور جس سے یہ بھی نہ ہو سکا اور دل کے اعتقاد اور نیکی کے ثبات کو ان کے خلاف کام میں لایا وہ بھی مومن ہے لیکن اس آخری درجہ کے بعد ایمان کا کوئی درجہ نہیں اس پر ایمان کی مدختم ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اب رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہو سکتا۔

اس کام کی اہمیت اور ضرورت کو امام غزالی نے اس طرح ظاہر فرمایا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر دین کا ایسا زبردست رکن ہے جس سے دین کی تمام چیزیں وابستہ ہیں اس کو انجام دینے کے لئے حق تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا اگر خدا نخواستہ اس کو بالائے طاق رکھ دیا جائے اور اس کے علم و عمل کو ترک کر دیا جائے تو دایمان باہم نبوت کا بیکار مومن لازم آئے گا۔ دیانت جو

شرافت انسانی کا خاتمہ ہے مضمحل اور افسردہ ہو جائیگی کالمی اورستی عام ہو جائے گی گمراہی اور
مذلت کی شاہراہیں کھل جائیں گی۔ جہالت عالمگیر ہو جائے گی۔ تمام کاموں میں خرابی
آجائے گی۔ آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ آبادیاں خراب ہو جائیں گی مخلوق تباہ و برباد
ہو جائے گی۔ اور اس تباہی اور بربادی کی اسوقت خبر ہوگی جب روزِ عشرہ کو فدا نے
بالا و برتر کے سامنے پیشی اور باز پرس ہوگی۔

افسوس صد افسوس! جو خطرہ تھا وہ سامنے آگیا۔ جو کھٹکا تھا آنکھوں نے دیکھ لیا۔
كَانَ اَمْرًا لِّلّٰهِ قَدْ مَرَّ اَمَّا مَقْدُورًا ۚ فَاِنَّا بِلَہٖ وَاِنَّا اِلَيْہٖ سٰرِجُوْنَ ۝
اس سرسبز ستون کے علم و عمل کے نشانات مٹ چکے اس کی حقیقت و رسوم کی
برکتیں نیست و نابود ہو گئیں۔ لوگوں کی تعمیر و تبدیل کا سکہ قلوب پر جم گیا۔ خدا نے پاک کے
ساتھ قلبی تعلق مٹ چکا۔ اور انسانی خواہشات کے اتباع میں جان و دل کی طرح مہیاک
ہو گئے۔ روتے زمین پر ایسے صادق مومن کا ملنا دشوار و کمیاب ہی نہیں بلکہ معدوم ہو
گیا۔ جو اظہارِ حق کی وجہ سے کسی کی طاقت گوارا کرے۔

اگر کوئی مومن اس تباہی اور بربادی کے ازالہ میں سعی کرے اور اس سنت
کے احیاء میں کوشش کرے اور اس مبارک بوجھ کو لے کھڑا ہو اور استغیث کرے اس
سنت کے زندہ کرنے کے لئے میدان میں آئے۔ تو یقیناً وہ شخص تمام مخلوق میں ایک
ممتاز اور نمایاں ہستی کا مالک ہوگا۔

امام غزالی نے جن الفاظ میں اس کام کی اہمیت اور ضرورت کو بیان کیا ہے
وہ ہماری تنبیہ اور بیداری کے لئے کافی ہیں۔

ہمارے اس قدر اہم فریضہ سے غافل ہونے کی چند وجوہ معلوم ہوتی ہیں۔ ۱۔
پہلی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس فریضہ کو علمائے کے ساتھ خاص کر لیا حالانکہ خطابِ
قرآنی عام ہیں جو امتِ محمدیہ کے ہر فرد کو شامل ہیں اور صحابہ کرام اور خیر القرون کی
زندگی اس کے لئے شاہدِ عدل ہے۔

فریضہ تبلیغ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو علمائے کے ساتھ خاص کر لینا اور پھر

ان کے بھروسہ پر اس اہم کام کو چھوڑ دینا ہماری سخت نادانی ہے۔ علماء کا کام راہِ حق بتلانا اور سیدھا راستہ دکھانا ہے۔ پھر اس کے موافق عمل کرنا اور حقوقِ خدا کو اس پر چڑھا دینا۔ دوسرے لوگوں کا کام ہے۔ اس حدیث شریف میں تنبیہ کی گئی ہے۔

الاکلکم راع و کلکم
مسئول عن رعیتہ فالأ
میر الذی علی الناس
راع علیہم وهو
مسئول عنہم والرجل
راع علی اهل بیتہ وهو
مسئول عنہم والمرأۃ
راعیۃ علی بیت بعلہا
ووللہ وہی مسئولة
عنہم والعبد راع
علی مال سیدہ وهو
مسئول عنہ فکلکم
راع وکلکم مسئول
عن رعیتہ

بیشک تم سب کے سب نگہبان ہو۔
اور تم سب اپنی رعیت کے بارے میں
سوال کئے جاؤ گے پس بادشاہ تو
پرنگہبان ہے وہ اپنی رعیت کے
بارے میں سوال کیا جاوے گا۔ اور
اپنے گھر والوں پر نگہبان ہے اور اس سے
ان کے بارے میں سوال کیا جاوے گا۔
اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور
اور اولاد پر نگہبان ہے وہ ان کے بارے
میں سوال کی جاوے گی۔ اور غلام اپنے
مالک کے مال پر نگہبان ہے۔ وہ اس
سے اس کے بارے میں سوال کیا جائیگا
پس تم سب نگہبان ہو اور تم سب اپنی
رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

اور اسی کو واضح طور پر اس طرح بیان فرمایا ہے۔

حضور اقدسؐ نے فرمایا دینِ مسلمہ نصیحت
ہے (صحابہؓ نے) عرض کیا کس کے سے
فرمایا اللہ کے لئے اور اس کے رسول
کے لئے اور مسلمانوں کے مقتداؤں کیلئے
اور عام مسلمانوں کے لئے۔

قال الدین النصیحة
قلنا لمن قال هذا
ولرسوله ولائمة
المسلمین وعامتهم
مسلم

اگر بغیر محال مان بھی لیا جائے کہ یہ علماء کا کام ہے تب بھی اس وقت فضاہ کا مقتضی یہی ہے کہ ہر شخص اس کام میں لگ جائے۔ اور اعلیٰ کلمۃ اللہ اور حفاظت دین متین کے لئے کمر بستہ ہو جائے

دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ اگر ہم خود اپنے ایمان میں پختہ ہیں تو دوسروں کی گمراہی ہمارے لئے نقصان دہ نہیں جیسا کہ اس آیت شریفہ کا مفہوم ہے
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ
أَنفُسُكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ
مَنْ غَلَّ إِذَا أَهْتَدَيْتُمْ
اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔
اے ایمان والو! اپنی فکر کرو جب تم
راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ ہے
اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔

(بیان القرآن)

(رمانہ ع ۱۴)

لیکن درحقیقت آیت سے مقصود نہیں جو ظاہر میں سمجھا جا رہا ہے اس لئے کہ یہ معنی حکمت خداوندیہ اور تعلیمات شرعیہ کے بالکل خلاف ہیں بشریعت اسلامی نے اجتماعی زندگی اور اجتماعی اصلاح اور اجتماعی ترقی کو اصل بتلایا ہے۔ اور امت مسلمہ کو بمنزلہ ایک جسم کے قرار دیا ہے کہ اگر ایک عضو میں درد ہو جائے تمام جسم بے چین ہو جائے۔

بات دراصل یہ ہے کہ بنی نوع انسان خواہ کتنی ہی ترقی کر جائے اور کمال کو پہنچ جائے اس میں ایسے لوگوں کا ہونا بھی ضروری ہے جو سیدھے راستے کو چھوڑ کر گمراہی میں مبتلا ہوں تو آیت میں مومنوں کے لئے تسلی ہے کہ جب تم ہدایت اور صراطِ مستقیم پر قائم ہو تو تم کو ان لوگوں سے مصرت کا اندیشہ نہیں جنہوں نے بھٹک کر سیدھا راستہ چھوڑ دیا۔

نیر اصل ہدایت یہ ہے کہ انسان شریعتِ محمدیہ کو مع تمام احکام کے قبول کرے اور منجملہ خداوندی احکام کے ایک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ہے۔ ہمارے اس قول کی تائید حضرت ابو بکر صدیق کے ارشاد سے ہوتی ہے
عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ
حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا۔

ایہا الناس انکم تقرءون
 هذه الایة یا ایہا الذین
 امنوا علیکم انفسکم لا
 یضرکم من ضل اذا هتدیتم
 فانی سمعت رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم
 یقول ان الناس اذا سראوا
 المنکر فلم یغیروہ او شک
 ان یعمہم اللہ بعقابہ
 علمائے محققین نے بھی آیت کے یہی معنی لئے ہیں۔ امام نووی شرح مسلم
 میں فرماتے ہیں۔

علمائے محققین کا صحیح مذہب اس آیت کے معنی ہیں یہ ہے کہ جب
 تم اس چیز کو ادا کر دو جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے، تو تمہارے غیر کی
 کوتاہی تمہیں مضرت نہ پہنچائے گی جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے
 وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرٰی اور جب ایسا ہے تو منجملہ ان
 اشیاء کے جن کا حکم دیا گیا ہے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے
 پس جب کسی شخص نے اس حکم کو پورا کر دیا اور مخاطب نے اسکی
 تعمیل نہ کی تو اب نا صبح پر کوئی عتاب اور سزا نہیں۔ اس لیے
 کہ جو کچھ اس کے ذمہ واجب تھا، اور وہ امر ونہی ہے اس نے
 اس کو ادا کر دیا۔ دوسرے کا قبول کرنا اس کے ذمہ نہیں۔
 واللہ اعلم،

تیسری وجہ یہ ہے کہ عوام و خواص، عالم و جاہل، ہر شخص اصلاح سے مایوس ہو
 گیا۔ اور انہیں یقین ہو گیا کہ اب مسلمانوں کی ترقی اور ان کا نروج ناممکن اور دشوار ہے

جب کسی شخص کے سامنے کوئی اسلامی نظام پیش کیا جاتا ہے تو عوام ہی ملتا ہے کہ مسلمانوں کی ترقی اب کیسے ہو سکتی ہے جب کہ ان کے پاس نہ سلطنت و حکومت ہے نہ مال و خزانہ اور نہ سامان حرب اور نہ مرکزی حیثیت، نہ قوت بازو، اور نہ باہمی اتفاق و اتحاد۔

بالخصوص دیندار طبقہ تو بزرگم خود پہ سٹ کر چکا ہے کہ اب چودھویں صدی ہے۔ زمانہ رسالت کو بعد ہو چکا اب اسلام اور مسلمانوں کا انحطاط ایک لازمی شے ہے پس اس کے لئے جدوجہد کرنا عبث اور بیکار ہے۔ یہ صحیح ہے کہ جس قدر شکوہ و نوت سے بعد ہوتا جائے گا حقیقی اسلام کی شعاعیں ماند پڑتی جائیں گی لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بقا و شریعت اور حفاظت دین محمدی کے لئے جدوجہد اور سعی نہ کی جائے اس لئے اگر ایسا ہوتا اور ہمارے اسلاف بھی خدا نخواستہ یہی بھی سمجھ لیتے تاج ہم تک اس دین کے پہنچنے کی کوئی سبیل نہ تھی البتہ جب کہ زمانہ ناموافق ہے تو رفتار زمانہ کو دیکھتے ہوئے زیادہ ہمت اور استقلال کے ساتھ اس کو لے کر کھڑے ہونے کی ضرورت ہے۔

تعجب ہے کہ جو مذہب سرِ علم اور جدوجہد پر مبنی تھا آج اس کے پیروکار عمل سے یکسر غالی ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید اور حدیث شریف میں جگہ جگہ عمل اور جہد کا سبق پڑھایا اور بتلایا ہے کہ ایک عبادت گزار تمام رات نفل پڑھنے والا، دن بھر روزہ رکھنے والا، اللہ اللہ کرنے والا ہرگز اس شخص کے برابر نہیں ہو سکتا جو دوسروں کی اصلاح اور ہدایت کے فکر میں بے چین ہو۔

قرآن کریم نے جگہ جگہ جہاد فی سبیل اللہ کی تاکید کی۔ اور مجاہد کی فضیلت اور برتری کو نمایاں کیا۔

برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے ہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کریں۔

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرِ أُولِي الضَّرَبِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

بَاْمُوا لِلّٰهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَوَضَّلَ
 اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بَاْمُوا لِلّٰهِمْ
 وَاَنْفُسِهِمْ عَلٰى الْقَاعِدِيْنَ
 دَرَجَةً ط وَكُلًّا وَعَدَ
 اللّٰهُ الْحُسْنٰى ط وَفَضَّلَ
 اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلٰى
 الْقَاعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا
 دَرَجَتٍ مِنْهُ وَمَغْفِرَةً
 وَرَحْمَةً ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا
 رَحِيْمًا (نار ۱۳)

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت
 زیادہ بلند کیا ہے جو اپنے مال و جان سے
 جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھر بیٹھنے والوں
 کے۔ اور سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھے
 گھر کا وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے
 مجاہدین کو بمقابلہ گھر بیٹھنے والوں کے
 اجر عظیم دیا ہے یعنی بہت سے درجے جو
 خدا کی طرف سے دیں گے اور مغفرت
 اور رحمت اور اللہ بڑی مغفرت اور
 رحمت والے ہیں۔

اگرچہ آیت میں جہاد سے مراد کفار کے مقابلہ میں سینہ سپر مومن ہے تاکہ اسلام بے
 بول بالا ہو اور کفر و شرک مغلوب و مقہور ہو۔ لیکن اگر پستی سے آج ہم اس سعادت عظمیٰ
 سے محروم ہیں۔ تو اس مقصد کے لئے جس قدر جذبہ و جہد ہماری مقدرت
 اور استطاعت میں ہے۔ اس میں تو ہرگز کوتاہی نہ مننی چاہئے پھر ہماری یہی معمول
 حرکت علم اور جذبہ و جہد ہمیں کٹاں کٹاں آگے بڑھاتے گی۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا
 لَنَهْدِيْكُمْ سُبُلَكُمْ
 یعنی جو لوگ ہمارے دین کے لئے کوشش
 کرتے ہیں ہم ان کے لئے اپنے راستے
 کھول دیتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ دین محمدی کی بقا اور تحفظ کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے
 اس وعدہ کو نبی نے ہمارا عمل اور سعی مطلوب ہے صحابہ کرام نے اس کے لئے جس قدر
 انتھک کوشش کی اسی قدر ثمرات بھی مشاہدہ کئے اور غیبی نصرت سے سرفراز ہوئے
 ہم بھی ان کے نام لیوا ہیں اگر اب بھی ہم ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں اور
 اعلامِ کھمتہ اللہ اور اشاعتِ اسلام کے لئے کمر بستہ ہو جائیں تو یقیناً ہم بھی نصرتِ خلدی

اور امداد وغیرہ سے سرفراز ہوں گے۔ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ
وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ یعنی اگر تم دین کی مدد کے لئے کھڑے ہو جاؤ گے
تو خدا تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔
جو تھی وہ یہ ہے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جب ہم ان باتوں کے خود پابند نہیں اور اس منصب
کے اہل نہیں تو دوسروں کو کس منہ سے نصیحت کریں۔ لیکن یہ نفس کا صریح دھوکہ
ہے جب ایک کام کرنے کا ہے۔ اور حق تعالیٰ کی جانب سے ہم اس کے مامور ہیں۔
تو پھر ہمیں اس میں پس و پیش کی گنجائش نہیں۔ ہمیں خدا کا حکم سمجھ کر کام شروع
کر دینا چاہیے۔ پھر انشاء اللہ ہماری یہی جدوجہد ہماری سچائی، استحکام اور استقامت
کا باعث ہوگی۔ اور اسی طرح کرتے کرتے ایک دن تقرب خداوندی کی سعادت
نصیب ہو جائے گی۔ یہ ناممکن اور محال ہے کہ ہم حق تعالیٰ کے کام میں جدوجہد کریں۔
اور وہ حُسن و حُرم ہماری طرف نظر کرم نہ فرماتے۔ میرے اس قول کی تائید اس حدیث
سے ہوتی ہے۔

عن انس قال قلنا يا رسول الله
لا نامر بالمعروف حتى
نعمل به كله ولا ننهي
عن المنكر حتى نجتنبه
كله فقال صلى الله عليه
وسلم بل مردوا بالمعروف
وان لم تعلموا به كله
وانزلوا عن المنكر وان
لم تجتنبوا كله

رواہ الطبرانی فی الصغیر الاوسط

حضرت انس سے روایت ہے کہ
ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم
بھلائیوں کا حکم نہ کریں جب تک
خود تمام پر عمل نہ کریں اور برائیوں
سے منع نہ کریں جب تک خود تمام
برائیوں سے نہ بچیں حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ
تم بھلی باتوں کا حکم کرو اگرچہ تم خود
ان سے بیکے پابند نہ ہو اور برائیوں
سے منع کرو اگرچہ تم خود ان سے
بچ رہے ہو۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ ہم سمجھ رہے ہیں کہ جگہ جگہ مدارس دینیہ کا قیام ہونا علماء کا غلط نصیحت کرنا، خانقاہوں کا آباد ہونا، مذہبی کتابوں کا تصنیف ہونا رسالوں کا جاری ہونا یا بامعروف دینی عن المنکر کے شعبے ہیں۔ اور دین کے ذریعہ اس فریضہ کی ادائیگی ہو رہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان سب اداروں کا قیام اور بقا بہت ضروری ہے۔ اور انکی جانب اعتناء اہم امور سے ہے۔ اس لئے کہ دین کی جو کچھ تھوڑی بہت جھلک دکھائی دے رہی ہے وہ انہی اداروں کے مبارک آثار ہیں۔ لیکن پھر بھی اگر غور سے دیکھا جائے تو ہماری موجودہ ضرورت کے لئے یہ ادارے کافی نہیں اور ان پر اکتفا کرنا ہماری کھلی غلطی ہے۔ اس لیے کہ ان اداروں سے ہم اس وقت متفع ہو سکتے ہیں۔ جب ہم میں دین کا شوق اور طلب ہو اور مذہب کی وقعت اور عظمت ہو۔ اسے پچاس سال پہلے ہم میں طلب اور شوق موجود تھا اور ایمانی جھلک دکھائی دیتی تھی اس لئے ان اداروں کا قیام ہمارے لئے کافی تھا۔ لیکن آج غیر اقوام کی انتھک کوششوں نے ہمارے اسلامی جذبات بالکل فنا کر دیئے اور طلب و رغبت کے بجائے آج ہم مذہب سے متنفر اور بیزار نظر آتے ہیں۔ ایسی حالت میں ہمارے لئے ضرور یہی ہے کہ ہم مستقل کوئی تحریک ایسی شروع کریں جس سے عوام میں دین کے ساتھ تعلق اور شوق و رغبت پیدا ہو۔ اور ان کے سوتے ہوئے جذبات بیدار ہوں۔ پھر ہم ان اداروں سے ان کی شان کے مطابق متفع ہو سکتے ہیں ورنہ اسی طرح اگر دین سے بے رغبتی اور بے اعتنائی برپا ہو گئی تو ان اداروں سے انتفاع تو درکنار ان کی بقا بھی دشوار نظر آتی ہے۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ جب ہم اس کام کو لے کر دوسروں کے پاس جاتے ہیں تو وہ بُری طرح پیش آتے ہیں اور سختی سے جواب دیتے ہیں اور ہماری توہین و تذلیل کرتے ہیں۔ لیکن ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ انبیاء کرام کی نیابت ہے۔ اور ان مصائب اور مشقتوں میں مبتلا ہونا اس کام کا خاصہ ہے۔ اور یہ سب مصائب و تکالیف بلکہ اس سے بھی زیادہ انبیاء کرام نے اس راہ میں برداشت کیں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي
بَشِيرٍ الْآقِلِينَ ۚ وَمَا يَتَّبِعُهُ
مِنْ شُرُوسٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ
يَسْتَهْزِئُونَ (مجموعہ ۱)

ہم بھیج چکے ہیں رسول تم سے پہلے لگے
لوگوں کے گروہوں میں۔ اور ان کے
پاس کوئی رسول نہیں آیا تھا۔ مگر وہ اکی
ہنسی اڑاتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ دعوت حق کی راہ میں جس قدر مجھ کو
ذیت اور تکلیف میں مبتلا کیا گیا ہے۔ کسی نبی اور رسول کو نہیں کیا گیا۔

پس جب سردارِ دوعالم اور ہمارے آقا و مولیٰ نے ان مصائب اور مشقتوں کو تحمل
اور بردباری کے ساتھ برداشت کیا تو ہم بھی ان کے پیرو ہیں اور انہی کا کام لے کر
کھڑے ہوتے ہیں۔ ہمیں بھی ان مصائب سے پریشان نہ ہونا چاہیے۔ اور تحمل اور
بردباری کے ساتھ ان کو برداشت کرنا چاہیے۔

ما سبق سے یہ بات بخوبی معلوم ہو گئی کہ ہمارا اصل مرض روحِ اسلامی اور حقیقتِ ایمانی
کا ضعف اور اضمحلال ہے۔ ہمارے اسلامی بنیادیں فنا ہو چکے ہیں ہماری ایمانی قوت
زال ہو چکی۔ اور جب اصل شے میں انحطاط آگیا۔ تو اس کے ساتھ عقلی خوبیاں اور
مصلحتیں وابستہ تھیں ان کا انحطاط پذیر ہونا بھی لازمی اور ضروری تھا۔ اس ضعف
اور انحطاط کا سبب اس اصل شے کا چھوڑ دینا ہے جس پر تمام دین کی بقا اور
دارومدار ہے۔ اور وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی
قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک اس کے افراد خوبوں اور کمالات
سے آرسنہ نہ ہوں۔

پس ہمارا علاج صرف یہ ہے کہ ہم فریضہ تبلیغ کو اس طرح لے کر کھڑے
ہوں جس سے ہم میں قوتِ ایمانی بڑھے اور اسلامی بنیادیں ابھر رہیں ہم
خدا اور رسول کو پہنچائیں اور احکامِ خداوندی کے سامنے سرزدوں ہوں اور اس
کے لئے ہمیں وہی طریقہ اختیار کرنا ہو گا۔ جو سیدنا نبی مرسلین نے مشرکین عرب
کی اصلاح کے لئے اختیار فرمایا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ط
بے شک تمہارے لئے رسول اللہ
میں اچھی پیروی ہے۔

اسی کی جانب امام مالک رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں
لَنْ يُصْلِحَ الْآخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةَ إِلَّا مَا أَصْلَحَ أَقْلُهَا يَعْنِي
اس امت محمدیہ کے آخر میں آنے والے لوگوں کی ہرگز اصلاح نہیں ہو سکتی جب تک
وہی طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس نے ابتداء میں اصلاح کی ہے۔

جس وقت نبی کریمؐ دعوت حق لے کر کھڑے ہوئے آپ تنہا تھے۔ کوئی آپ کا
ساتھی اور ہم خیال نہ تھا۔ کوئی زبوری طاقت آپ کو حاصل نہ تھی آپ کی قوم میں
خود سری اور خود رانی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ ان میں سے کوئی حق بات سننے اور اطاعت
کرنے پر آمادہ نہ تھا۔ بالخصوص جس کلمہ حق کی آپ بیخ کن کرنے کھڑے ہوئے تھے
اس سے تمام قوم کے قلوب متنفر اور بیزار تھے۔ ان حالات میں کون سی طاقت تھی جس
ایک مفلس و نادار اور بے یار و مددگار انسان نے تمام قوم کو اپنی طرف کھینچا،
اب غور کیجئے کہ وہ آخر کیا چیز تھی جس کی طرف آپ نے مخلوق کو بدایا۔ اور جس شخص نے
اس چیز کو پا لیا وہ پھر ہمیشہ کے لئے آپ کا ہو رہا۔ دنیا جانتی ہے کہ وہ صرف
ایک سبق تھا۔ جو آپ کا مطمح نظر اور مقصود اصلی تھا جس کو آپ نے لوگوں کے
سامنے پیش کیا۔

الْأَنْعَبَدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا
نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا
يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا
أَسْرَبًا بِأَمْرٍ دُونَ اللَّهِ ط
(آل عمران ۷۷)
بحر اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت
نہ کریں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو
شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور ہم میں سے
کوئی دوسرے کو رب قرار نہ دے
خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر

اللہ وحدہ لا شریک لہ کے سوا ہر شے کی عبادت اور اطاعت اور فرمانبرداری
کی ممانعت کی اور اختیار کے تمام بندھنوں اور عقول کو توڑ کر ایک نظم عمل مقرر

کر دیا اور بتلا دیا کہ اس سے ہٹ کر کسی دوسری طرف رُخ نہ کرنا۔

اَتَّبِعُوا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ
مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا
مِنْ دُونِهِ اُولٰٓئِكَ
اَعْرَافٌ ۝۱۱

تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے
پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے
اور خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے
لوگوں کا اتباع مت کرو۔

یہی وہ عمل تعلیم تھی جس کی اشاعت کا آپ کو حکم دیا گیا۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ
بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ
الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ
بِالَّتٰى هِيَ اَحْسَنُ ۝۱۲
اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ ضَلَّ
عَنْ سَبِيْلِهِ وَ هُوَ اَعْلَمُ
بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝۱۶

اے پیغمبر! بلاؤ لوگوں کو اپنے رب کے
راستے کی طرف۔ حکمت اور نیک نصیحت
سے اور ان کے ساتھ بحث کر جس طرح
بہتر ہو۔ بیشک تمہارا رب ہی خوب
جانتا ہے۔ اس شخص کو جو گمراہ ہو۔ اس کی
راہ سے وہی خوب جانتا ہے۔ راہ
چلنے والوں کو۔

اور یہی وہ شاہراہ تھی جو آپ اور آپ کے پیروکار کے لئے مقرر کی گئی۔

قُلْ هٰذِهِ سَبِيْلِيْ اَدْعُوْا
اِلٰى اللّٰهِ تَعَالٰى بِصِرٰةٍ
اَنَا وَمَنْ اَتَّبَعَنِ
وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَ مَا اَنَا
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۳

کہہ دو یہ ہے میرا راستہ، بلاتا ہوں
اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر، میں اور جتنے
میرے تابع ہیں وہ بھی، اور اللہ پاک سے
اور میں شریک کرنے والوں میں سے
نہیں ہوں۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّنْ
دَعَا اِلٰى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا
وَقَالَ اِنِّىْ مِنَ
الْمُسْلِمِيْنَ ۝۱۴

اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے
جو خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل
کرے۔ اور کہے میں فرمانبرداروں
میں سے ہوں۔

پس اللہ تعالیٰ کی طرف اس مخلوق کو بلانا بھٹکے ہوؤں کو راہِ حق دکھلانا۔ گمراہوں کو ہدایت کا راستہ دکھلانا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وظیفہٴ حیات اور آپ کا مقصد اصلی تھا۔ اسی مقصد کی نشوونما اور آبیاری کے لئے ہزاروں نبی اور رسول بھیجے گئے۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ نَّبِيٍّ إِلَّا لِيُؤْذِيَنَّ إِلَيْهِ أَنْتَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ (الانبیاء ۲۱)

اور ہم نے نہیں بھیجا تم سے پہلے کوئی رسول مگر اس کی جانب ہی وحی بھیجتے تھے۔ کہ کوئی معبود نہیں بجز میرے پس میری بندگی کرو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور دیگر انبیاء کرام کے مقدس لمحات زندگی پر حجبِ نظر ڈالی جاتے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب کا مقصد اور نصب العین صرف ایک ہے۔ اور وہ اللہ رب العالمین وحدہ لا شریک لہ کی ذاتِ صفات کا یقین کرنا ہی ایمان اور اسلام کا مفہوم ہے۔ اور اسی لئے انسان کو دنیا میں بھیجا گیا۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ یعنی ہم نے جنات اور انسان کو صرف اسی لیے پیدا کیا ہے کہ بندہ بن کر زندگی بسر کریں۔

اب جب کہ مقصدِ زندگی واضح ہو گیا۔ اور اصل مرض اور اس کے معالجہ کی نوعیت معلوم ہو گئی تو طریقِ علاج کی تجویز میں زیادہ دشواری پیش نہ آئے گی۔ اور اس نظر سے کے ماتحت جو بھی طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ انشاء اللہ نافع اور سودمند ہو گا۔

ہم نے اپنی نارسا فہم کے مطابق مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے ایک نظامِ عمل تجویز کیا ہے جس کو فی الحقیقت اسلامی زندگی یا اسلام کی زندگی کا نمونہ کہا جاسکتا ہے جس کا اجمالی نقشہ آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

سب سے اہم اور پہلی چیز یہ ہے کہ ہر مسلمان تمام اغراض و مقاصدِ دنیوی سے قطع نظر کر کے اعلامِ کلمۃ اللہ اور شاعتِ اسلام اور احکامِ خداوندی کے رواج اور سرسبزی کو اپنا نصب العین بنالے اور اس بات کا پختہ عہد کرے کہ حق تعالیٰ کے ہر حکم کو مانوں گا۔ اور اس پر عمل کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔ اور کبھی خداوند کریم کی نافرمانی

۱۔ گروں گا۔ اور اس نصب العین کی تکمیل کے لئے اس دستور العمل پر کاربند ہو۔
 ا۔ کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کا صحت الفاظ کے ساتھ یاد کرنا۔ اور اس کے معنی و مفہوم کو سمجھنا اور ذہن نشین کرنے کی کوشش کرنا اور اپنی زندگی کو اس کے موافق بنانے کی فکر کرنا۔

۲۔ نماز کا پابند ہونا۔ اس کے آداب و شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے مشروع و منوع کے ساتھ ادا کرنا اور ہر کن میں خداوند کریم کی عظمت و بزرگی اور اپنی بندگی و بیجاگی کا دھیان کرنا۔ غرض اس کوشش میں لگے رہنا کہ نماز اس طرح ادا ہو جو اس رب العزت کی بارگاہ میں ماضی کے شایان شان ہو ایسی نماز کی کوشش کرتا ہے اور حق تعالیٰ سے اس کی توفیق طلب کرے۔ اگر نماز کا طریقہ معلوم نہ ہو تو اس کو سیکھے اور نماز میں پڑھنے والی تمام چیزوں کو یاد کرے۔

۳۔ قرآن کریم کے ساتھ وابستگی اور دل بستگی پیدا کرنا جس کے دو طریقے ہیں۔

الف۔ کچھ وقت روزانہ ادب و احترام کے ساتھ معنی و مفہوم کا دھیان کرتے ہوئے تلاوت کرنا اگر عالم نہ ہو اور معنی و مفہوم سمجھنے سے قاصر ہو تب بھی بغیر معنی سمجھے کلام کلام ربانی کی تلاوت کرے۔ اور سمجھے کہ میری فلاح و بہبود اسی میں مضمر ہے۔ محض الفاظ کا پڑھنا بھی سعادت عظمیٰ ہے۔ اور موجب خیر و برکت ہے اور اگر الفاظ بھی نہیں پڑھ سکتا۔ تو تھوڑا وقت روزانہ قرآن مجید کی تعلیم میں صرف کرنا۔

ب۔ اپنے بچوں اور اپنے محل اور گاہوں کے رُکوں اور رُکھوں کی قرآن مجید اور مذہبی تعلیم کی فکر کرنا۔ اور ہر کام پر اس کو مقدم رکھنا۔

۴۔ کچھ وقت یاد الہی اور ذکر و فکر میں گزارنا پڑھنے کے لئے کوئی چیز کسی شیخ طریقت متبع سنت سے دریافت کرے ورنہ کلمہ سوم سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ اور درود استغفار کی ایک ایک تسبیح صبح اور شام معنی کا دھیان کرتے ہوئے جی لگا کر اور اطمینان قلب کے ساتھ پڑھے۔ حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

۵۔ ہر مسلمان کو اپنا بھائی سمجھنا اس کے ساتھ ہمدردی اور غمگساری کا برتاؤ کرنا۔

صفتِ سلام کی وجہ سے اس کا ادب و احترام کرنا ایسی باتوں سے بچنا جو کسی مسلمان بھائی کی تکلیف و اذیت کا باعث ہوں۔

ان باتوں کا خود بھی پابند بنے اور کوشش کرے کہ ہر مسلمان ان کا پابند بن جائے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ خود بھی اپنا کچھ دین کی خدمت کے لئے فارغ کرے اور دوسروں کو بھی ترغیب دے کہ دین کی خدمت اور اشاعتِ اسلام کے لئے آمادہ کرے۔ جس دین کی اشاعت کے لئے انبیاء کرام نے مشقتیں برداشت کیں طرح طرح کے مصائب میں مبتلا ہوئے۔ صحابہ کرام اور چارے اسلاف نے اپنی عمروں کو اس میں صرف کیا۔ اور اس کا خاطر راہِ خدا میں اپنی جانوں کو قربان کیا اس دین کی ترویج اور بقا کے لئے تھوڑا وقت نہ نکالنا بڑی بد نصیبی اور خسران ہے اور یہی وہ اہم فریضہ ہے جس کو چھوڑ دینے کی وجہ سے آج ہم تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔

پہلے مسلمان ہونے کا مفہوم یہ سمجھا جاتا تھا کہ اپنا جان و مال، عزت و آبرو، اشاعتِ اسلام اور اعلاۃ کلمۃ اللہ کی راہ میں صرف کرے۔ اور جو شخص اس میں کوتاہی کرتا تھا۔ وہ بڑا نادان سمجھا جاتا تھا۔ لیکن افسوس کہ آج ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور دین کی باتوں کو اپنی آنکھوں سے مٹاتا ہوا دیکھ رہے ہیں پھر بھی اس دین کی ترویج اور بقا کے لئے کوشش کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ غرض اعلاۃ کلمۃ اللہ اور اشاعتِ دینِ حق جو مسلمان کا مقصد زندگی اور اصلی کام تھا۔ اور جس کے ساتھ ہماری دونوں جہاں کی فلاح و ترقی وابستہ تھی اور جس کو چھوڑ کر آج ہم ذلیل و خوار ہو رہے ہیں اب پھر ہمیں اپنے اصلی مقصد کو اختیار کرنا چاہئے اور اس کام کو اپنا جزو زندگی اور حقیقی مشغلہ بنانا چاہئے۔ تاکہ پھر رحمتِ خداوندی جوش میں آوے۔ اور ہمیں دنیا اور آخرت کی سرفروشی اور شادابی نصیب ہو۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اپنا تمام کاروبار چھوڑ کر بالکل اس کام میں لگ جائے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ جیسا اور دنیوی ضروریات انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں ان کو انجام دیا جاتا ہے۔ اس کام کو بھی ضروری اور اہم سمجھ کر اس کے واسطے وقت نکالا جائے جب چند آدمی اس مقصد

کے لئے تیار ہو جائیں تو ہفتہ میں چند گھنٹے اپنے محلے، اور مہینہ میں تین دن قرب جوار کے مواضع میں، اور سال میں ایک چلہ دورے مواضع میں اس کام کو کریں اور کوشش کریں کہ ہر مسلمان امیر ہو یا غریب، تاجر ہو یا ملازم، زمیندار ہو یا کاشتکار عالم ہو یا جاہل۔ اس کام میں شریک ہو جائے اور ان امور کا پابند بن جائے

کام کرنے کا طریقہ

کم از کم دس آدمیوں کی جماعت تبلیغ کیجئے نکلے۔ اول اپنے میں سے ایک شخص کو امیر بنائے۔ اور پھر سب مسجد میں جمع ہوں اور وضو کر کے دو رکعت نفل ادا کریں بشرطیکہ وقت مکر وہ نہ ہو (بعد نماز مل کر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کریں اور نصرت و کامیابی اور تائید خداوندی اور توفیق الہی کو طلب کریں اور اپنے ثبات اور استقلال کی دعا مانگیں۔ دعا کے بعد سکون و قار کے ساتھ آہستہ آہستہ حق تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے روانہ ہوں۔ اور فضول بات نہ کریں جب اس جگہ پہنچیں جہاں تبلیغ کرنی ہے تو پھر سب مل کر حق تعالیٰ سے دعا مانگیں۔ اور تمام محمد یا گاؤں میں گشت کر کے لوگوں کو جمع کریں۔ اول ان کو نماز پڑھوائیں اور پھر ان امور کی پابندی کا عہد لیں اور اس طریقہ پر کام کرنے کیسے آمادہ کریں۔ اور ان لوگوں کے ہمراہ گھروں کے دروازوں پر جا کر عورتوں سے بھی نماز پڑھوائیں اور ان کی پابندی کی تاکید کریں۔

جو لوگ اس کام کو کرنے کے لئے تیار ہو جائیں ان کی ایک جماعت بنادی جائے اور اس میں سے ایک شخص کو ان کا امیر مقرر کر دیا جائے اور اپنی نگرانی میں ان سے کام شروع کر دیا جائے۔ اور پھر ان کے کام کی نگرانی کی جائے۔ ہر تبلیغ کرنے والے کو چاہیے کہ اپنے امیر کی اطاعت کرے اور امیر کو چاہیے کہ اپنے ساتھیوں کی خدمت گزار کی اور راحت رسانی، ہمت افزائی اور ہمدردی میں کمی نہ کرے۔ اور قابل مشورہ باتوں میں سب سے مشورہ لے کر اس کے موافق عمل کرے۔

تبلیغ کے آداب

یہ کام حق تعالیٰ کی ایک اہم عبادت اور سعادتِ عظمیٰ ہے۔ اور انبیاء کرام کی نیابت ہے۔ کام جس قدر بڑا ہوتا ہے۔ اسی قدر آداب کو چاہتا ہے۔ اس کام سے مقصد دوسروں کی ہدایت نہیں بلکہ خود اپنی اصلاح اور عبادتیت کا اظہار اور حکیم خداوندی کی بجا آوری اور حق تعالیٰ کی رضا جوئی ہے۔ پس چاہئے کہ امور مندرجہ کو اچھی طرح ذہن نشین کرے اور ان کی پابندی کرے۔

۱۔ اپنا تمام خرچ کھانے پینے، کرایہ وغیرہ کا حتیٰ الوسع خود برداشت کرے اور اگر گنجائش اور وسعت ہو تو اپنے نادار ساتھیوں پر بھی خرچ کرے۔

۲۔ اپنے ساتھیوں اور اس مقدس کام کے کرنے والوں کی خدمت گزاری اور بہت افزائی کو اپنی سعادت سمجھے اور ان کے ادب و احترام میں کمی نہ کرے۔

۳۔ عام مسلمانوں کے ساتھ نہایت تواضع اور انکساری کا برتاؤ رکھے۔ بات کرنے میں نرم لہجہ اور خوشامد کا پہلو اختیار کرے کسی مسلمان کو حقارت اور نفرت کی نظر سے نہ دیکھے۔ بالخصوص علماء دین کی عزت و عظمت میں کوتاہی نہ کرے جس طرح ہم پر قرآن و حدیث کی عزت و عظمت، ادب و احترام واجب اور ضروری ہے۔ اسی طرح ان مقدس ہستیوں کی عزت و عظمت، ادب و احترام بھی ضروری ہے جن کو خدا تعالیٰ نے اپنی اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا۔ علماء حق کی توہین دین کی توہین کے مترادف ہے۔ خود خدا کے غیظ و غضب کا موجب ہے۔

۴۔ فرصت کے خالی وقتوں کو بجائے جھوٹ، غیبت، لڑائی، فساد، کھیل تماشے کے مذہبی کتابوں کے پڑھنے اور مذہب کے پابند لوگوں کے پاس بیٹھنے میں گزارے۔ جس سے خدا اور رسول کی باتیں معلوم ہوں خصوصاً ایام تبلیغ میں فضول باتوں اور فضول کاموں سے بچے۔ اور اپنے فارغ اوقات کو یادِ الہی اور ذکر و فکر اور درود و استغفار اور تعلیم و تعلم میں گزارے۔

۵۔ جائز طریقوں سے حلال روزی حاصل کرے۔ اور کفایت شعاری کے ساتھ اس کو خرچ کرے۔ اور اپنے اہل و عیال اور دیگر اقرباء کے شرعی حقوق کو ادا کرے۔
۶۔ کسی نزاعی مسئلہ اور فروعی بات کو نہ چھیڑے بلکہ صرف اصل توحید کی طرف دعوت دے۔ اور ارکان اسلام کی تبلیغ کرے۔

۷۔ اپنے تمام افعال و اقوال کو خلوص نیت کے ساتھ مزین اور آراستہ کرے۔ کہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا عمل بھی موجب خیر و برکت اور باعث ثمراتِ حسنہ ہوتا ہے اور بغیر اخلاص کے نہ دنیا میں ہی کوئی ثمرہ نکلتا ہے نہ آخرت میں اجر و ثواب ملتا ہے۔ حضرت معاذ کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو انہوں نے درخواست کی کہ مجھے نصیحت کیجئے۔ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا کہ دین کے کاموں میں اخلاص کا اہتمام رکھنا کہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا عمل بھی کافی ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ ”حق تعالیٰ شانہ اعمال میں سے صرف اسی عمل کو قبول فرماتے ہیں جو خالص انہیں کے لئے کیا گیا ہو۔“ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ ”حق تعالیٰ شانہ تمہاری سورتوں اور تمہارے مال کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے قلوب اور تمہارے اعمال کو دیکھتے ہیں۔“ پس سب ہم اور اس شے سے یہ ہے کہ اس کام کو مخصوص کے ساتھ کیا جائے۔ زیادہ نمودنوں میں دخل نہ ہو جس قدر اخلاص ہو گا۔ اسی قدر کام میں تسبی اور سربزری ہوگی۔ اس دستور العمل کا مختصر خاکہ آپ کے سامنے آگیا۔ اور اس کی ضرورت اور اہمیت پر بھی کافی روشنی پڑ گئی لیکن دیکھنا یہ ہے کہ موجود دکش مکش اور اضطرابِ دہائی میں یہ طریق کار کس حد تک ہماری رہبری کر سکتا ہے؟ اور کہاں تک ہماری مشکلات کو دور کر سکتا ہے؟ اس کے لئے پھر ہمیں قرآن کریم کی طرف رجوع کرنا ہو گا۔ قرآن کریم نے ہماری اس جدوجہد کو ایک سودمند تجارت سے تعبیر کیا ہے۔ اور اس کی بجانب اس طرح رغبت دلائی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ
لے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے

بچائے تم لوگ اللہ اور اس کے رسول
پر ایمان لاؤ۔ اور اللہ کی راہ میں تم اپنے
مال و جان سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے
لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے
ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر
دے گا۔ اور تم کو ایسے باغوں میں داخل
کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں
گی۔ اور عمدہ مکانوں میں جو ہمیشہ رہنے
کے باغوں میں ہوں گے۔ یہ بڑی کامیابی
ہے۔ اور ایک اور بھی ہے کہ تم اس کو
پسند کرتے ہو۔ اللہ کی طرف سے
مدد اور جلد فتح یابی، اور آپ مومنین
کو بشارت دے دیجئے۔

(ص ۲۶)

اس آیت میں ایک تجارت کا تذکرہ ہے جس کا پہلا ثمرہ یہ ہے کہ وہ عذاب
ایم سے نجات دلانے والی ہے۔ وہ تجارت یہ ہے کہ ہم خدا اور اس کے رسول پر ایمان
لاؤں۔ اور خدا کی راہ میں اپنے جان و مال کے ساتھ جہاد کریں یہ وہ کام ہے جو ہمارے
لئے سزاوارتہ خیر ہے اگر ہم میں کچھ بھی عقل و فہم ہو۔ اس معمولی کام پر ہمیں کیا منافع ملے گا۔
ہماری تمام غرضوں اور کوتاہیوں کو ایک دم معاف کر دیا جائے گا۔ اور آخرت میں
بڑی بڑی نعمتوں سے سزاوارتہ فرمایا جائے گا نہ ہی بہت بڑی کامیابی اور سرفرازی ہے مگر
اس پر بس نہیں بلکہ ہماری چاہتی چیز بھی ہمیں دے دی جائے گی اور وہ دنیا کی سبزی
اور نصرت و کامیابی اور دشمنوں پر غلبہ و ظہار ہے۔

حق تعالیٰ نے ہم سے دو چیزوں کا مطالبہ کیا۔ اول یہ کہ ہم خدا اور اس کے رسول

پرایمان لادیں دوسرے یہ کہ اپنے جان، مال سے خدا کی راہ میں جہاد کریں اور اس کے بدلے میں دو چیزوں کی ہم سے ضمانت کی، آخرت میں جنت اور ابدی چین اور راحت اور دنیا میں نصرت و کامیابی پہلی چیز جو ہم سے مطلوب ہے۔ وہ ایمان ہے ظاہر ہے کہ ہماری اس تحریک کا منشا بھی یہی ہے کہ ہمیں حقیقی ایمان کی دولت نصیب ہو۔ دوسری چیز جو ہم سے مطلوب ہے وہ جہاد ہے جہاد کی اصل اگرچہ کفار کے ساتھ جنگ اور مقابلہ ہے مگر درحقیقت جہاد کا منشا بھی اعلیٰ رکلمۃ اللہ اور احکام خداوندی کا نفاذ اور اجرا ہے اور یہی ہماری تحریک کا مقصد اصلی ہے۔

پس معلوم آتا کہ جیسا کہ مرنے کے بعد کی زندگی کا خوشگوار ہونا اور جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہونا خدا اور رسول پر ایمان لانے اور اس کی راہ میں جدوجہد کرنے پر موقوف ہے ایسا ہی دنیاوی زندگی کی خوشگوازی اور دنیا کی نعمتوں سے منتفع ہونا بھی اسی پر موقوف ہے کہ ہم خدا اور رسول پر ایمان لادیں اور اپنی تمام جدوجہد کو اس کی راہ میں صرف کر دیں۔ اور جب ہم اس کام کو انجام دیں گے یعنی خدا اور رسول پر ایمان لے آویں گے۔ اور اس کی راہ میں جدوجہد کر کے اپنے آپ کو اعمال صالحہ سے راستہ کر لیں گے تو پھر ہم روئے زمین کی بادشاہت اور خلافت کے مستحق ہو جائیں گے اور سلطنت و حکومت ہمیں دے دی جائے گی۔

تم میں جو لوگ ایمان لادیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی اور بس دین کو ان کے لئے پسند کیا ہے اس کو ان کے لئے قوت دے گا اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو امن

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَا يُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي

لَا يُشْرِكُ كُونِ يَحُ
سے بدل دے گا بشرطیکہ میری بندگی
کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی کو
شریک نہ کریں (نورع ۷)

اس آیت میں تمام امت سے وعدہ ہے کہ ایمان و عمل صالح پر ناکامیت
دینے کا جس کا ظہور عہد نبوی سے شروع ہو کر خلافت راشدہ تک مسلسل متدرج رہا
چنانچہ بیزیرہ عرب آپ کے زمانے میں اور دیگر ممالک زمانہ خلفاء راشدین میں فتح
ہو گئے اور بعد میں بھی وقتاً فوقتاً گواہی ملتی رہی۔ دوسرے صلح ناموں و خلفائے
حق میں اس وعدہ کا ظہور ہوتا رہا اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا جیسا کہ دوسری
آیت میں ہے۔ اِنْ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ و نحوہ (بیان القرآن
پس معصوم آوا کو اس دنیا میں چین و راحت اور اطمینان و سکون اور عزت و آبرو
کی زندگی بسر کرنے کی اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں کہ ہم اس طریق پر مضبوطی
سے کار بند ہوں اور اپنی اجتماعی اور انفرادی ہر قسم کی قوت اس مقصد کی تکمیل
کے لئے وقف کریں۔

وَاَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ
تم سب دین کو مضبوط پکڑو اور
نکڑے نکڑے سے مت ہنو۔

یہ ایک مختصر نظام عمل ہے جو درحقیقت اسلامی زندگی اور اسلام کی
زندگی کا نمونہ ہے۔

ملک میوات میں ایک عرصہ سے اس طرز پر کام کرنے کی کوشش کی جا
رہی ہے اور اس تمام کوشش کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ قوم روز بروز ترقی کرتی جا
رہی ہے اس کام کے علاوہ برکات و ثمرات اس قوم میں مشاہدہ کئے گئے
جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں اگر تمام مسلمان اعمنائے عور پر اس طریق زندگی کو اختیار کر
لیں تو حق تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ ان کی تمام مصائب اور مشکلات دور ہو
جائیں گی اور وہ عزت و آبرو اور اطمینان و سکون کی زندگی پالیں گے اور اپنے

کھوئے ہوتے دببے اور وقار کو پھر حاصل کریں گے۔ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ
وَلِلْمُؤْمِنِينَ ؕ

ہر چند کہ میں نے اپنے مقصد کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن یہ چند تجاویز کا مجموعہ
نہیں بلکہ ایک عملی نظام کا خاکہ ہے جس کو اللہ کا ایک برگزیدہ بندہ استبدی و مولانا
مخدومی و مخدوم العالم حضرت ولانا محمد ایاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ لے کر کھڑا ہوا
اور اپنی زندگی کو اس مقدس کام کے لئے وقف کیا۔ اس لئے آپ کے لئے ضروری ہے
کہ آپ ان رابطہ سطور کے پڑھنے اور سمجھنے پر سرگزاقتفاء کریں، بلکہ اس کام کو سیکھیں
اور اس نظام کا عملی نمونہ دیکھ کر اس سے سبق حاصل کریں۔ اور اپنی زندگی کو اس سانچے میں
دھالنے کی کوشش کریں اسی جانب متوجہ کرنا میرا مقصود ہے اور بس۔

میری قسمت سے الہی پائیں یہ رنگ قبول

پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے امن کے لئے

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اٰجْمَعِينَ
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ؕ

خاک پائے بزرگانِ دین

محمد احشام الحسن

مدرسہ کاشف العلوم بستی نظام الدین دلی

دہلی

منگوانے کا پتہ

اقبال بک ہاؤس، صدر کراچی فون ۷۷۱۵۷

